رضا اکیڈمی ممبئی کے زیر اہتمام القلم پٹنہ سے رضویاتی ادب پر شائع ہونے والا اپنی نوعیت کا منفرد رسالہ

سہ ماہی

# رضا بک ریویو

پٹنہ

# RAZA BOOK REVIEW

جلد ۲
شمارہ ۷-۸

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر امجد رضا امجد

## کا کنز الایمان نمبر

سلسلہ اشاعت نمبر ۴۳۸

بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سہ ماہی

# رضا بک ریویو

پٹنہ

اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۰۹

جلد: ۲ شمارہ: ۷-۸

جنوری، فروری، مارچ ۲۰۱۰ء

سرپرست
الحاج محمد سعید نوری

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر امجد رضا امجد

## ہمارے بیرون ملک نمائندے

| | | |
|---|---|---|
| پاکستان | : | حضرت سید وجاہت رسول قادری، مولانا اقبال فاروقی، سید صبیح رحمانی |
| ہالینڈ | : | مفتی عبدالواجد قادری، علامہ بدر القادری |
| مصر | : | مولانا فیضان الرحمن سبحانی |
| امریکہ | : | مولانا سید اولاد رسول قدسی |

## زرتعاون

| | |
|---|---|
| اس شمارہ کی قیمت | : ۱۵۰ روپے |
| عام شمارہ | : ۲۰ روپے |
| سالانہ | : ۸۰ روپے |
| سالانہ بذریعہ ڈاک | : ۱۰۰ روپے |
| لائف ممبر | : ۵۰۰۰ روپے |

## مراسلت او ر ترسیل زر کا پتہ

سہ ماہی رضا بک ریویو
القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ ۶

منیجر: مولانا عمران رضا تزئین کار: امتیاز احمد، ریاض احمد خاں کمپوزنگ: مولانا وسیم رضا

**Raza Book Review**

Al-Qalam Foundation, Appo.Allahabad Bank, Sultanganj, Patna-6(Bihar)
Mlob.: 09835423434, E-mail-dramjadrazaamjad@yahoo.com

# ضیائے کنز الایمان



## ……﴿باب اوّل﴾……

### ترجمہ قرآن: اصول وشرائط



## ……﴿باب دوم﴾……

### کنز الایمان: منظر پس منظر



## ……﴿باب سوم﴾……

### کنز الایمان: علمی وفنی مباحث

## ......﴿باب چہارم﴾......

### تنقیدات وتعاقبات: کنز الایمان کے خلاف شائع مواد کا تنقیدی جائزہ



## ......﴿باب پنجم﴾......

### کنز الایمان: لسانی وادبی مطالعہ



## ......﴿باب ششم﴾......

### کنز الایمان اور دیگر تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ



## ......﴿باب ہفتم﴾......

### تبصرے وجائزے

**باب ہشتم**

## حاصل مطالعہ: کنز الایمان کے تعلق سے دانشوروں کے انٹرویوز



**باب نہم**

## تفسیرات کنز الایمان



**باب دہم**

## کنز الایمان کے فکری اثرات



**باب یازدہم**

## کنز الایمان پر شائع مقالات کا اشاریہ



**باب دوازدہم**

## تراجم کنز الایمان کے عکوس



□□□

یہ شمارہ

# رضا اکیڈمی

ممبئی اور

## جملہ محققین رضویات

کے نام

جنہوں نے رضویات کے فروغ میں تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا
اور جذبے کی پوری توانائی کے ساتھ آج بھی سرگرم عمل ہیں

**امجد رضا امجد**

مدیر

**رضا بک ریویو**

پٹنہ

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

اعلان کے مطابق ''کنزالایمان نمبر'' حاضر ہے، اس نمبر کا اعلان ''رضا بک ریویو'' کے پہلے شمارے (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۸) میں کیا گیا تھا ساتھ ہی گیارہ ابواب پر مشتمل خاکہ کی اشاعت بھی کی گئی تھی مگر اس تعلق سے باضابطہ آغاز دو شمارہ کے بعد کیا گیا۔ ارادہ تھا کہ کنزالایمان کے جشن صدسالہ (۱۴۳۰ھ) کے موقع پر یہ نمبر منظر عام پر آجائے مگر مجوزہ عناوین کے مطابق مضامین نہیں ملنے کے سبب ایسا نہیں ہوسکا ——— اب کامل ایک سال بعد اس نمبر کی اشاعت ہورہی ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ اس تاخیر کے باوجود خاکہ کے مطابق نمبر کی اشاعت نہیں ہو پارہی ہے، تاہم یہ نمبر جن ابواب اور مقالوں پر مشتمل ہے اس سے اس کی اہمیت و وقعت متعین ہوجاتی ہے۔

اس نمبر سے قبل ''کنزالایمان'' سے متعلق ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے ترجمان ''معارف رضا'' اور ''رضا اکیڈمی ممبئی کے مجلّہ ''یادگار رضا'' کے خصوصی شمارے منظر عام پر آچکے ہیں۔ جن میں کنزالایمان پر وقیع مقالات شائع ہوئے ہیں، یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان شماروں میں دیگر نئے اور تازہ مقالات کے ساتھ اس نمبر کے لئے لکھے گئے مقالے بھی شائع ہوئے ہیں اس لئے اِس نمبر میں ان رسائل کے مقالات بھی قند مکرر کے طور پر شائع کئے جارہے ہیں۔ ساتھ ہی جدید مقالات کی کمی کے سبب کچھ قدیم مقالوں کو بھی اس نمبر میں مختلف ابواب کے تحت شامل کیا جارہا ہے تاکہ موضوع کے حوالے سے ممکنہ حد تک یہ نمبر وقیع اور معیاری ہوجائے۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ بھی لکھنا پڑ رہا ہے کہ کچھ جدید مقالے کمپوزنگ کے باوجود اس میں شامل نہیں ہو پارہے ہیں کیوں کہ ترتیب کے وقت وہ مقالے اچانک delete ہوگئے اور بروقت انہیں کمپوز کرانا ممکن بھی نہیں تھا۔

ان مقالوں میں:

ڈاکٹر غلام مصطفٰے نجم القادری ، مفتی اختر حسین علیمی ، مولانا حسن منظر قدیری کے مقالات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اس تعلق سے مجھے ندامت بھی ہے اور کمی کا احساس بھی۔

رضا بک ریویو کا یہ تاریخی نمبر ۱۲/ ابواب پر مشتمل ہے پہلا باب ''ترجمہ قرآن: اصول اور شرائط '' کے نام سے ہے اس میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ اور اشرف جہانگیر صاحب کے مقالات شامل ہیں پہلا مقالہ ترجمہ نگاری کے اصول سے متعلق ہے اور دوسرا ''فتاویٰ رضویہ'' کی روشنی میں امام احمد رضا کے پیش کردہ اصول ترجمہ سے۔ دونوں مقالے اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں۔ تاہم تراجم قرآن کی تاریخ سے متعلق کوئی مقالہ نہیں ہونے کے سبب یہ باب کچھ تشنہ ضرور ہے۔

باب دوم ''کنزالایمان: منظر پس منظر'' کے نام سے ہے۔ اس باب میں ۷/ مقالات ہیں، جن میں چار مقالے صرف حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کے ہیں۔ کنزالایمان کی اشاعت اور مختلف نسخوں میں متن ترجمہ کی اغلاط پر جتنی گہری ان کی نظر ہے شاید کسی کی ہو اس تعلق سے ان کا مقالہ ''کنزالایمان میں تحریفات'' اور ''تاج کمپنی کے شائع کردہ نسخے کا تصحیح نامہ'' خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ آپ کے علاوہ مفتی شمشاد احمد رضوی، ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور مولانا غلام مصطفٰے رضوی کے مضامین بھی اہمیت کے حامل ہیں اور مجموعی اعتبار سے باب مکمل ہے۔

باب سوم ''کنزالایمان کی علمی وفنی محاسن'' سے متعلق ہے اس باب میں کل ۱۳/ مقالات ہیں۔ اس میں پہلی جگہ فنافی الرضا حضرت پروفیسر مسعود احمد مظہری قدس سرہ کے مضمون کو دی گئی ہے۔ اور پھر بالترتیب مولانا نعیم اختر نقشبندی، مولانا محمد حنیف خان، مفتی سید شاہ حسین گردیزی، مفتی محمد رمضان گل، ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ڈاکٹر غلام مصطفٰے نجم القادری، پروفیسر سید اسد کاظمی، پروفیسر اسلم پرویز، مولانا قمر الزماں مصباحی اور حکیم محمد حسین کے مقالات ومضامین ہیں۔ محترم نعیم اختر صاحب کی تحریر مختصر مگر جامع ہے۔ مولانا محمد حنیف خان نے کنزالایمان کے علمی پہلو کو اجاگر کیا ہے مفتی سید شاہ حسین گردیزی اور مفتی محمد رمضان گل نے سورہ فتح کی ''آیت ذنب'' سے متعلق مولانا غلام رسول سعیدی کے موقف کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا ہے، مولانا یٰسین اختر مصباحی نے '' ہدایت صراط مستقیم'' کی علمی تحقیق پیش کی ہے، جب کہ ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم کا مقالہ افکار شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور کنزالایمان کا فکری تطابق پیش کرتا ہے۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ڈاکٹر نجم القادری اور حکیم محمد حسین کی تحریریں کنزالایمان کی خصوصیات، انفرادیت اور مقبولیت کے جلوے بکھیرتی ہیں۔

اسی باب میں کنزالایمان کے حوالے سے ''عقیدہ الوہیت ورسالت، شان الوہیت اور تقدیس

الوہیت پر پروفیسر سید اسد کاظمی مولانا قمرالزماں مصباحی اور پروفیسر اسلم پرویز کے گراں قدر مقالات شائع کئے جارہے ہیں۔باب کے متعلقہ عنوان کے حوالے سے یہ سارے مقالات اہمیت کے حامل ہیں اس لئے مجھے امید کہ ہے اہل علم کے میزان تنقید پر یہ مقالات کھرے اتریں گے۔

باب چہارم کنزالایمان کے خلاف شائع کتب ومقالات کے تنقیدی جائزے پر مشتمل ہے اس موضوع پر جماعت اہل سنت کے ممتاز علماء کرام کی علمی اور مستند تحریریں بکثرت موجود ہیں،یعنی ہر دور میں کنزالایمان کے خلاف لکھی جانے والی کتابوں کا جائزہ لیا جاتا رہا ہے اگر ایسی تمام تحریروں کو جمع کردیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام ہوجانا چاہئے،انشاءاللہ اس نمبر کی اشاعت کے بعد اس طرف توجہ دی جائے گی ـــــ سردست اس حوالے سے اس باب میں سات تحریریں شائع کی جارہی ہیں،ان میں دو تحریریں تاج الشریعہ علامہ شاہ محمد اختر رضا خان ازہری دام ظلہ کی ہیں۔حضرت نے پہلے مقالہ میں ''قرآن پر ظلم'' نامی کتاب کا اور دوسرے مقالہ میں دیوبندی مکتبہ فکر کے عالم مولانا اخلاق حسین قاسمی کے مقالہ ''بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ'' کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے۔حضرت کا پہلا مقالہ ''دفاع کنزالایمان'' کے نام سے شائع ہوگیا ہے جس میں شاہد،بشریت،اخ،ذنب،نبی،اور ضلالت پر تحقیقی بحث کی گئی ہے۔اس نمبر میں اس مقالہ کا ایک حصہ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاہد یعنی ''حاظر وناظر'' ہونے کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے شامل کیا جارہا ہے،قارئیں اسی سے اندازہ لگالیں گے کہ حقیقت میں ''قرآن پر ظلم'' ڈھانے والا کون ہے؟

اس باب کی تیسری تحریر شیخ الاسلام حضرت علامہ مدنی میاں قبلہ کی ہے۔آپ نے مولانا محفوظ الرحمن قاسمی کے تنقیدی مقالہ کا علمی جائزہ لیا ہے مکمل تحریر تو ترجمہ کنزالایمان کی ضرورت،علم غیب رسول،بشریت مصطفی اور الانسان کے تحقیقی اور علمی جائزہ پر مشتمل ہے مگر یہاں اس کا پہلا حصہ شائع کیا جارہا ہے،جس میں حضرت شیخ الاسلام نے مدلل انداز میں اپنا موقف واضح کردیا ہے کہ دیگر اردو تراجم کے باوجود ترجمہ کنزالایمان کی ضرورت کیوں کی پڑی؟

علامہ تبسم شاہ بخاری نے اپنے مقالہ میں کنزالایمان کے خلاف شائع مختلف مقالات کا محققانہ انداز میں جائزہ لیا ہے اسی طرح محترم صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی نے پروفیسر ابوعبید دہلوی کے مقالہ ''فاضل بریلوی کے کردار ونظریات کا مختصر جائزہ'' پر تنقیدی نظر ڈالی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ پروفیسر صاحب علمی دنیا کا آدمی ہو کر بھی حقائق کے اظہار میں جنبہ داری کے شکار ہوگئے۔اسی باب میں ڈاکٹر شرر مصباحی اور مولانا ولی اللہ قادری کا مقالہ بھی شامل ہے،پہلا مقالہ معترض کی لسانی وادبی

گرفت سے اور دوسرا مقالہ "کنزالایمان پر پابندی کیوں؟ کے تجزیہ سے۔

پانچویں باب میں کنزالایمان کے ادبی لسانی اور جمالیاتی پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔اس میں پہلا مقالہ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا ہے جس میں آپ نے تین رخ سے کنزالایمان کے محاسن کا جائزہ لیا ہے دوسرا مقالہ پروفیسر مسعود احمد مظہری کا ہے۔ اس میں آپ نے مولانا محمود الحسن دیوبندی اور امام احمد رضا کے تراجم قرآن کا ادبی تقابل پیش کیا ہے، ارباب ادب کے لئے یہ دونوں مقالے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، مفتی شمشاد حسین رضوی اور مولانا عبدالسلام رضوی کے مقالے الفاظ کے حسن انتخاب اور ادب واسلوب کے حوالے سے کنزالایمان کے جلوہ ہائے رنگارنگ بکھیرتے ہیں۔اسی طرح ڈاکٹر غلام غوث قادری مولانا شاہد رضا بھاگلپوری اور مولانا طفیل احمد قادری کے مقالے کنزالایمان کی انشاء پردازی کی خصوصیات کو واضح کرتے ہیں گویا یہ باب بھی کنزالایمان کی جمالیات کا مظہر بن کر دعوت مطالعہ دینے حق رکھتا ہے۔

باب ششم اردو میں کیے گئے تراجم قرآن کے تقابلی جائزہ پر مشتمل ہے اس باب میں علامہ سید وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، علامہ صدیق ہزاروی۔ڈاکٹر طاہر القادری اور مفتی نعیم الدین رضوی کے مقالات شامل ہیں۔قارئین ان بڑے اور علمی اعتبار سے مستند ناموں سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ تقابلی مقالے کتنے معیاری اور دعوت فکر ونظر کے مدعی ہیں۔

ساتواں باب ہم نے ان کتابوں پر تبصرے اور جائزے کے لئے مختص کیا ہے جو کنزالایمان کی خصوصیات اس کی اہمیت وانفرادیت، دیگر زبانوں میں کنزالایمان کے ترجم اور کنزالایمان کے خلاف لکھے گئے کتب ومقالات کے جواب کے لئے لکھی گئیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس پھیلے ہوئے موضوع کا احاطہ نہیں کر پایا تاہم جو کتابیں بروقت مجھے مل سکیں یا جن پر تبصرہ کرایا جا سکا وہ اس باب میں شامل ہیں۔ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی نے ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے مقالہ ڈاکٹریٹ "کنزالایمان اور اردو تراجم قرآن: تقابلی مطالعہ" پر، ڈاکٹر احمد بدر نے مولانا محمد ادریس رضوی کی کتاب "کنزالایمان اور امام احمد رضا" پر، ڈاکٹر حبیب الرحمن علیگ نے علامہ اختر شاہجہاں پوری کی کتاب "خصائص کنزالایمان" پر، ڈاکٹر سراج بستوی نے ملک شیر محمد اعوان کی کتاب "محاسن کنزالایمان" پر، ڈاکٹر امجد رضا امجد نے ڈاکٹر صابر سنبھلی کتاب "کنزالایمان کا لسانی وادبی جائزہ" پر، رہبر مصباحی نے حضور نظمی میاں صاحب کے ہندی ترجمہ کنزالایمان" کلام الرحمن "پر اور مولانا امتیاز احمد مصباحی نے مفتی آل مصطفےٰ رضوی کی تنقیدی کتاب "کنزالایمان پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ" پر وقیع معلوماتی اور پر مغز تبصرہ فرمایا ہے۔ یہ باب اگرچہ مالامال ہے، لیکن جو کتابیں

تبصرے سے رہ گئی ہیں اس کے لئے خود مجھے بہت ملال ہے۔

آٹھواں باب کنزالایمان کے حوالے سے ارباب علم ودانش کے انٹرویو پر مشتمل ہے اس بات خیال بہت بعد میں آیا ورنہ اس کا حجم اور بڑھایا جاسکتا تھا، سردست اس میں پانچ صاحبان علم وفضل :علامہ کوکب نورانی اکاڑوی، پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق، پروفیسر فاروق احمد صدیقی، ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری اور ڈاکٹر واحد نظیر سے لئے گئے انٹرویو شامل ہیں۔علامہ کوکب اکاڑوی صاحب زید مجدہ تو چوں کہ اس وقت ''مدینہ پاک'' کی حاضری کے لئے عازم سفر تھے اس لئے انہوں نے تمام سوالات کو سامنے رکھتے ہوئے مجموعی اعتبار سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ایک صفحہ میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ کوزے میں سمندر کے برابر ہے۔حضرت پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق اور پروفیسر فاروق احمد صدیقی نے اپنے علمی رنگ میں ان سوالات کو دیکھا اور پرکھا ہے ان کے جوابات تفصیلی بھی ہیں اور ارباب علم وفن کے لئے قابل غور وفکر بھی۔ڈاکٹر نجم القادری کا جواب شرح وبسط کی خوبیوں کا حامل ہے تو ڈاکٹر واحد نظیر کا جواب ایجاز واختصار کا آئینہ دار، گویا ان دونوں تحریروں میں متن وشرح کے جلوے سمٹ آئے ہیں قارئین ان سے یقیناً علمی حظ حاصل کریں گے۔

نواں باب ''تفسیرات کنزالایمان'' سے متعلق ہے، ارادہ تھا کہ اس باب میں کنزالایمان کے تمام تفاسیر کا علمی جائزہ اور مفسرین کی سوانح شامل کی جائے، مگر ایسا نہیں ہوسکا، اس لئے یہ باب معیاری ہونے کے باوصف تشنہ ہے۔سردست اس باب میں پانچ تحریریں پیش کی جارہی ہیں، پہلی تحریر خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی ہے۔آپ نے کنزالایمان پر خود ہی حاشیہ لکھنا شروع کیا تھا، افسوس وہ مکمل دستیاب نہیں ہے۔فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی کو اس کے کرم خوردہ چند صفحات بریلی شریف سے دستیاب ہوئے جنہیں آپ نے بڑی عرق ریزی سے پڑھا اور شائع ہونے قابل بنایا، اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے پھر اس نمبر میں شائع کیا جارہا ہے۔اس کے ساتھ اس باب میں علامہ فیض احمد اویسی کا ''امام احمد رضا اور علم تفسیر۔ڈاکٹر عبدالعلیم رضوی ''تفسیرات امام احمد رضا کا تقابلی مطالعہ''۔مولانا ادریس رضوی کا ''کنزالایمان اپنے مفسر کی نظر میں''اور مولانا عابد رضا مصباحی کا ''تفسیر کنزالایمان میں احادیث کے حوالے''شائع کیا جارہا ہے یہ باب بھی کتنا معیاری ہے مطالعہ کے بعد اہل علم خود ہی اندازہ لگالیں گے۔

دسواں باب کنزالایمان، کے اثرات سے متعلق ہے اس میں کل تین تحریریں شامل ہیں۔ جناب الیاس اعظمی، کلیم احمد قاری اور مفتی شمشاد احمد رضوی نے مختلف جہتوں سے اثرات کی آئینہ

بندی کی ہے مجھے امید ہے کہ یہ باب کمی احساس کے باوجود قارئین پسند فرمائیں گے۔

گیارہواں باب کنزالایمان پر شائع مقالات کے اشاریہ پر مشتمل ہے اور یہ باب تنہا محترم حسیب الرحمن سنجر کے نام ہے۔ انہوں نے لائبریری سائنس کے اعتبار سے ان مقالات کی اشاریہ سازی کی ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے جس طرح اشاریہ دیا تھا اس طرح ہم شائع نہیں کر پائے۔ مگر اس کے باوجود کنزالایمان کے حوالے سے پیش کئے گئے مختلف اشاریوں میں یہ سب سے منفرد اور سائنٹیفک ہے۔ اس کے لئے میں حسیب صاحب کا ممنون ہوں۔

بارہواں باب کنزالایمان کے قلمی نسخہ کے عکس اور مختلف زبانوں میں اس کے شائع تراجم کے عکوس پر مشتمل ہے۔ اس کے لئے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے صدر محترم علامہ سید وجاہت رسول قادری اور محترم مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ زید مجدہم کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ یہ نوادرات انہیں حضرات کے عنایت کردہ ہیں۔

رضا بک ریویو کا یہ کنزالایمان نمبر بڑے انتظار کے بعد منظر پر آرہا ہے اس انتظار کے لئے میں اپنے قارئین کا ممنون بھی ہوں اور معذرت خواہ بھی۔ مجھے امید ہے کہ یہ نمبر قارئین کو پسند آئے گا اور وہ اس نمبر کے جملہ شرکاء کو دعاؤں سے نوازیں گے ——— اگر اس شمارہ میں سہواً کوئی غلطی راہ پا گئی ہو جس پر میری نگاہ نہیں پہنچ سکی تو میں اس سے تائب ہوں اور منتظر ہوں کہ اس کی نشاندہی ہوتا کہ آئندہ شمارے میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ اس شمارے کی تدوین میں ڈاکٹر واحد نظیر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ رضوی نجم القادری، مولانا رحمت اللہ صدیقی، مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی، حضرت مولانا محمد قمرالزماں مصباحی رائے پور، مولانا سبطین رضا عظیم آبادی، مولانا فیضان الرحمن سبحانی ازہری، مفتی خورشید انور شمسی، مولانا وسیم اختر ضیائی اور محترم حسیب بھائی نے میری بڑی معاونت کی ہے خدائے تعالےٰ انہیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔

امجد رضا امجد

# دو باتیں

■ ——— الحاج محمد سعید نوری

بحمدہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ جل وعلاو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلامیات کے ساتھ رضویات کے موضوع پر بھی علمائے اہل سنت و جماعت کی علمی و تحقیقی کتب ورسائل کی تصنیف وتالیف کا کام ہندوپاک میں بڑی تیزی کے ساتھ ہورہا ہے اوران کی طباعت واشاعت بھی بڑے پیمانے پر ہورہی ہے۔

رضویات پر پٹنہ سے نکلنے والے علمی رسالہ ''رضا بک ریویو'' کا کنزالایمان نمبر بھی اسی سلسلے کی مضبوط اوراہم کڑی ہے۔ کنزالایمان پر اپنی نوعیت کا یہ منفرد نمبر ہے جس کی اشاعت کا رضا اکیڈمی ممبئی کو شرف حاصل ہورہا ہے۔ مدیر محترم ڈاکٹر امجد رضا امجد کے خصوصی دعاؤں کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس موضوع پر اتنا ضخیم اور عظیم نمبر نکال کر وقت کی ایک اہم ضرورت پوری کی۔ جزاہ اللہ خیر الجزا۔

مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کے وصال کو ۱۴۴۰ھ میں سو سال پورے ہونے والے ہیں۔ اس تاریخی مناسبت سے ہمارا جماعتی فریضہ ہے کہ بارگاہ امام اہل سنت میں خراج عقیدت پیش کرنے اور آپ کی جلیل القدر دینی وعلمی خدمات کو عالمی سطح پر نمایاں کرنے کے لئے ہندوپاک ودیگر ممالک میں ''جشن صد سالہ'' کا عظیم الشان پیمانے پر اہتمام اور انعقاد کیا جائے۔ اس ''جشن صد سالہ'' کی منصوبہ سازی اور تیاری کے سلسلے میں ایک نہایت اہم اور خصوصی میٹنگ ۲۳ رصفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۹ رفروری ۲۰۱۰ء بوقت بعد نماز مغرب تا ۱۰ بجے شب رکھی جارہی ہے جس کے ایجنڈے حسب ذیل ہیں۔

(۱) باقی ماندہ غیر مطبوعہ کتب ورسائل رضویہ کی فراہمی اوران کی تحقیق وطباعت۔

(۲) مطبوعہ کتب ورسائل رضویہ کی تحقیق وتخریج اور کمپوزنگ وپرنٹنگ۔

(۳) مختلف زبانوں میں کتب ورسائل رضویہ کے ترجمے اوران کی اشاعت۔

(۴) مختلف یونیورسٹیوں کے منظور کردہ تحقیقی مقالات (P.H.D) اورایم فل کی منظم اشاعت

(۵) کم ازکم دو ہزار صفحات پر مشتمل عظیم سوانحی کتاب کی مختلف زبانوں میں اشاعت۔

ہمیں یقین ہے کہ اگر اس نہج پر ہم نے اپنے کام کو آگے بڑھایا تو رضویات پر پائیدار اور موثر کام سامنے آسکے گا۔ مجھے امید ہے ہماری جماعت کے ارباب حل وعقد اس طرف سنجیدگی سے غور فرمائیں گے۔

# قطعہ تاریخ

## (براشاعتِ خاص "رضا بک ریویو" (کنزالایمان نمبر)

■ ڈاکٹر سید شاہ محمد طلحہ رضوی برقؔ

مسرور شدند اہلِ سنّت بر ترجمۂ خوبِ قرآں ۔۔۔ چوں کرد فروزاں کلکِ رضاؔ "شمعِ سخن کنزالایماں"

۱۳۳۰ھ

توصیفِ جمالِ ختمِ رُسل، توکیدِ جلالِ مالکِ کُل ۔۔۔ تمجید پئے دانائے سُبل، تمجیدِ حمیدِ کون و مکاں

ہر مجد و شرف آں نورِ ہدیٰ را داد خدائے عزّ و جل ۔۔۔ نامید محمد سورہ را چوں آمدہ سورۃ الرَّحماں

صد مرحبا کارے کرد امام احمد کہ نظیر ندید کسے ۔۔۔ ہر ترجمۂ ماقبل کہ بود اکثر گنجلک در اردو زباں

کاکوروی و مودودی ہم محمود حسن یا تھانہ بھون ۔۔۔ نفسِ مطلب را ادا کردن بر ہر کس و ناکس نیست آساں

توہینِ رسالت و گستاخی در شانِ احدیت ظاہر ۔۔۔ زاں اہلِ قلم کہ دُرُست آمد خَتَمَ اللّٰہ برآں گمراہاں

چہ عرض کنم بہ ستائشِ "کنز" اعجازِ مُجددِ وقت است ایں ۔۔۔ باحفظ مراتب و عظمت و شان اندازِ بیاں سہل است و رواں

صد سال گذشت، حالا امجدؔ مفتیِ ادارۂ شرعیہ ۔۔۔ دربارۂ کنزالایمان جمع آورد بسے رشحاتِ گراں

اُو گفت مرا تاریخ بدہ بہ اشاعتِ خاصِ "ریویو" اے برقؔ

ہر صفحہ "صفحۂ مرغوب" است ایں کلمۂ خوش آمد بزباں

۱۴۳۱ھ

---

# قطعہ تاریخ انطباع کنزالایمان نمبر (رضا بک ریویو)

■ ڈاکٹر واحد نظیر

عالم باعمل صوفی باصفا
حق زباں حق بیاں حق نگر حق نما
وہ مجدد، محدث، مفکر فقیہ
یعنی احمد رضا عاشق مصطفےٰ
شمع روشن کئے عشق و ایمان کے
جب کلام خدا کا کیا ترجمہ
مل گیا اہل دیں اہل عرفان کو
کنزالایمان کی شکل میں آئینہ
اے خدا اس میں سجنے سنورنے کا یہ
تاقیام قیامت رہے سلسلہ
کنزالایمان نمبر رضا بک ریویو
لے کے آیا ہے اب مرحبا مرحبا
ہو یہ مقبول و معروف ہر دانگ میں
ہر نظر تک نظیر اس کی پہنچے ضیا
مفتی امجد رضا جو ہیں اس کے مدیر
ان کو اللہ دے حوصلہ اور جزا
بہر تاریخ گویا طلب کی زباں
کنزایمان نمبر ہے فضلِ خدا

۲۰۰۱ + ۹ = ۲۰۱۰

# باب اول

# تراجم قرآن اصول اور شرائط

# اصول ترجمۂ قرآن کریم

■ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم، تفسیر اور ترجمہ کے معانی اور تعریفات ذکر کر دی جائیں تا کہ اصل مطلب کے سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی رہے۔

**قرآن کریم:**

عربی لغت میں قرآن، قراءت کا ہم معنی مصدر ہے، جس کا معنی پڑھنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (۷۶/۱۸-۱۷)

"بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے، تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کرو" (کنزالایمان)

پھر معنی مصدری سے نقل کر کے اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم ﷺ پر نازل کیے ہوئے معجز کلام کا نام قرآن رکھا گیا، یہ مصدر کا استعمال ہے مفعول کے معنی میں جیسے خلق بمعنی مخلوق عام طور پر آتا ہے۔[1]

**تفسیر:**

عربی زبان میں تفسیر کا معنی ہے "واضح کرنا اور بیان کرنا" اسی معنی میں کلمہ تفسیر سورۂ فرقان کی اس آیت میں آیا ہے: وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (الفرقان ۲۵/۳۳)

"اور کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم اس سے بہتر بیان لے آئیں گے"

اصطلاحی طور پر تفسیر وہ علم ہے جس میں انسانی طاقت کے مطابق قرآن پاک سے متعلق بحث کی جاتی ہے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرتا ہے۔

جب یہ کہا گیا کہ تفسیر میں قرآن کریم سے بحث ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرنے کے اعتبار سے تو اس قید سے درج ذیل علوم خارج ہو گئے انہیں تفسیر نہیں کہا جائے گا۔

**علم قراءت:** اس علم میں قرآن کریم کے احوال ہی سے بحث ہوتی ہے لیکن قرآن پاک کے

کلمات کے ضبط اور ان کی ادائی کی کیفیت پیش نظر ہوتی ہے۔

**علم رسم عثمانی**: اس علم میں قرآن کریم کے کلمات کی کتابت سے بحث کی جاتی ہے۔

**علم کلام**: اس علم میں بحث کی جاتی ہے کہ قرآن پاک مخلوق ہے یا نہیں۔

**علم فقہ**: اس علم میں بحث کی جاتی ہے کہ حیض ونفاس اور جنابت کی حالت میں قرآن پاک کا پڑھنا حرام ہے۔ [۲]

علم صرف: اس علم میں کلمات کی ساخت سے بحث ہوتی ہے۔

**علم نحو**: اس میں کلمات کے معرب (اعراب لگانا) ومبنی ہونے اور ترکیب کلمات سے بحث ہوتی ہے۔

**علم معانی**: اس میں کلام فصیح کے موقع محل کے مطابق ہونے سے بحث کی جاتی ہے۔

**علم بیان**: اس میں ایک مطلب کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کی بحث ہوتی ہے۔

**علم بدیع**: اس میں وہ امور زیر بحث آتے ہیں جن کا تعلق الفاظ کے حسن وخوبی سے ہوتا ہے غرض یہ کہ صرف علم تفسیر ہی وہ علم ہے جس میں طاقت انسانی کے مطابق قرآن پاک کے ان معانی اور مطالب کو بیان کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی مراد ہیں۔

طاقت انسانی کی قید کا مطلب یہ ہے کہ متشابہات کے مطالب اور اللہ تعالیٰ کی واقعی مراد کا معلوم نہ ہونا علم تفسیر کے خلاف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی مراد اسی حد تک بیان کی جائے گی جہاں تک انسانی طاقت اور علم ساتھ دے گا۔

### وہ علوم جن کی مفسّر کو حاجت ہے:

علما اسلام نے مفسر کے لیے درج ذیل علوم میں مہارت لازمی قرار دی ہے:

(۱) لغت (۲) صرف (۳) نحو

(۴) بلاغت (۵) اصول فقہ (۶) علم التوحید

(۷) قصص (۸) ناسخ ومنسوخ (۹) علم وہبی

(۱۰) اسباب نزول کی معرفت

(۱۱) قرآن کریم کے مجمل اور مبہم کو بیان کرنے والی احادیث

وہبی علم، عالم با عمل کو عطا کیا جاتا ہے، جس شخص کے دل میں بدعت، تکبر، دنیا کی محبت یا گناہوں کی طرف میلان ہو اسے علم وہبی سے نہیں نوازا جاتا۔

ارشاد ربانی ہے: سَاَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (سورۃ اعراف ۷/۱۴۶)

''اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق بڑائی چاہتے ہیں۔'' (کنزالایمان)

امام شافعی فرماتے ہیں:

شَکَوتُ اِلیٰ وَکِیعٍ سُوءَ حِفْظِی
فَاَرشَدَنِی اِلیٰ تَرکِ الْمَعَاصِیْ
وَاَخبَرَنِیْ بِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْر
وَنُورُ اللّٰہِ لَا یُھْدیٰ لِعَاصِی

☆ میں نے امام وکیع کے پاس حافظے کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کے ترک کرنے کی ہدایت فرمائی۔

☆ اور مجھے بتایا کہ علم نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور گناہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

یہ علوم اور ان کے علاوہ دیگر شرائط تفسیر کے اعلیٰ مراتب کے لیے ضروری ہیں۔ عمومی طور پر اتنا علم کافی ہے جس سے قرآن پاک کے مطالب اجمالی طور پر سمجھے جا سکیں اور انسان اپنے مولائے کریم کی عظمت اور اس کے پیغام سے آگاہ ہو سکے۔

**تفسیر کے اعلیٰ مراتب کے لیے چند امور نہایت ضروری ہیں:**

**۱۔** قرآن کریم میں واقع کلمات مفردہ کی تحقیق، لغت عربی کے استعمالات کے مطابق کی جائے، کسی بھی محقق کو چاہیے کہ کلماتِ قرآن کی تفسیر ان معانی سے کرے جن میں وہ کلمات نزول قرآن کے زمانے میں استعمال ہوتے تھے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ یہ لفظ قرآن پاک کے مختلف مقامات میں کن معانی میں استعمال ہوا ہے، پھر سیاق و سباق اور موقع محل کے مطابق اس کا معنی بیان کیا جائے، قرآن پاک کی بہترین تفسیر وہ ہے جو خود قرآن پاک سے کی جائے۔

**۲۔** بُلغاء کے کلام کا وسیع اور گہرا مطالعہ کر کے ان کے کلام کے بلند پایہ اسالیب، نکات اور محاسن کی معرفت حاصل کی جائے اور متکلم کی مراد تک رسائی حاصل کی جائے، اس طریقے سے ہم اللہ تعالیٰ کی مراد مکمل طور پر سمجھنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتے، تاہم کلام الٰہی کے مطالب تک اس قدر رسائی حاصل کی جا سکتی ہے جس سے ہم ہدایت حاصل کر سکیں۔ اس سلسلے میں علم نحو، معانی اور بیان کی حاجت ہے، لیکن صرف ان علوم کے پڑھ لینے سے کام نہیں چلے گا بلکہ ان علوم کی روشنی میں بُلغاء کے کلام، قرآن کریم اور حدیث شریف کا وسیع مطالعہ بہت ضروری ہے۔

**۳۔** اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں مخلوق کے بہت سے احوال اور ان کی طبیعتوں کا بیان کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ان کے بارے میں کیا رہا؟، سابقہ امتوں کے

بہترین واقعات اور ان کی سیرتیں بیان کیں، اس لیے قرآن پاک کا مطالعہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ سابقہ قوموں کے ادوار اور اطوار سے واقف ہو اور اسے معلوم ہو کہ طاقتور کون تھا اور کمزور کون؟ اس طرح عزت کس کو ملی اور ذلت کسے نصیب ہوئی؟ علم اور ایمان کس کے حصے میں آیا اور کفر و جہل کس کو ملا؟ نیز عالم کبیر یعنی عناصر (آگ، ہوا، پانی اور مٹی) اور افلاک کے احوال سے باخبر ہو، اس مقصد کے لیے بہت سے فنون درکار ہیں، ان میں سے اہم علم تاریخ اپنے تمام شعبوں سمیت ہے۔

قرآن پاک میں امم سابقہ، سننِ الٰہیہ اور اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جو آسمانوں اور زمین، آفاق اور نفوس میں پائی جاتی ہیں، یہ اس ہستی کا بیان کردہ اجمال ہے جس کا علم ہر شے کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اس نے ہمیں غور و فکر اور زمین میں سیر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ہم اس کے اجمال کی تفصیل کو سمجھ کر ترقی کے زینے طے کر سکیں، اب اگر ہم کائنات پر ایک سرسری نظر ڈالنا ہی کافی جان لیں تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کہ ایک شخص کسی کتاب کی جلد کی رنگینی اور دلکشی کو دیکھ کر خوش ہو جائے اور اس علم و حکمت سے غرض نہ رکھے جو اس کتاب میں ہے۔

**۴۔** فرض کفایہ ادا کرنے والے مفسر پر لازم ہے کہ وہ یہ حقیقت معلوم کرے کہ قرآن پاک نے تمام انسانوں کو کس طرح ہدایت دی ہے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تمام انسان خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، کس حال میں تھے؟ کیونکہ قرآن پاک کا اعلان ہے کہ سب لوگ گمراہی اور بدبختی میں مبتلا تھے اور نبی اکرم ﷺ ان سب کی ہدایت و سعادت کے لیے مبعوث ہوئے۔ اگر مفسر اس دور کے انسانوں کے حالات (عقائد و معمولات) سے کماحقہ، آگاہ نہیں ہوگا تو قرآن حمید نے ان کی جن عادتوں کو قبیح قرار دیا ہے انہیں مکمل طور پر کیسے جان سکے گا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص احوال جاہلیت سے جس قدر زیادہ جاہل ہے اس کے بارے میں اتنا ہی زیادہ خوف ہے کہ وہ اسلام کی رسی کو تار تار کر دے، مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام کی آغوش میں پیدا ہوا، پلا بڑھا اور اسے پہلے لوگوں کے حالات معلوم نہیں ہیں تو اسے پتا نہیں چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت و عنایت نے کس طرح انقلاب برپا کیا اور کس طرح انسانوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے جگ مگ راستے پر کھڑا کر دیا؟

**۵۔** نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا وسیع مطالعہ ہونا چاہیے، نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی سیرتوں سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے اور پتہ ہونا چاہیے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم علم و عمل کے کس مرتبے پر فائز تھے اور دنیاوی واخروی معاملات کس طرح انجام دیتے تھے؟ [۳]

## ترجمہ .... عربی لغت کی روشنی میں :

عربی زبان میں لفظ ''ترجمہ'' چار معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے:

**۱۔** کلام کا اس شخص تک پہنچانا جس تک کلام نہیں پہنچا۔

ایک شاعر نے لفظِ ترجمہ اسی معنی میں استعمال کیا ہے:

اِنَّ الثَّمَانِیْنَ .......... وَ بَلَغْتُھَا

قَد اَحْوَجَت سَمعِی اِلیٰ تَرجُمَان

''بے شک میں اسّی سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں اس عمر نے مجھے ترجمان کا محتاج بنادیا ہے''

(یعنی مجھے مخاطب کی بات سنائی نہیں دیتی، اس لیے میں ایسے شخص کا محتاج ہوں جو خاص طور پر مجھے وہ بات سمجھائے)

**۲۔** کلام جس زبان میں ہے اسی زبان میں اس کی تفسیر کرنا۔

اسی معنی کے اعتبار سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ''ترجمان القرآن'' کہا جاتا ہے۔

**۳۔** کسی دوسری زبان میں کلام کی تفسیر کرنا۔

لسان العرب اور قاموس میں ہے کہ ترجمان: کلام کے مفسر کو کہتے ہیں، شارح قاموس نے جوہری کے حوالے سے بیان کیا کہ تَرجَمَہٗ و تَرجَمَ عَنہُ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے کلام کا مطلب دوسری زبان میں بیان کرے۔

البتہ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بغوی سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ترجمہ، عربی زبان میں مطلقاً بیان کرنے کو کہتے ہیں خواہ اسی زبان میں ہو جس میں اصل کلام ہے یا دوسری زبان میں۔

**٤۔** کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرنا۔

لسان العرب میں ترجمان پہلے حرف پر پیش یا زبر، وہ شخص ہے جو کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرے

قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمان کا تلفظ تین طرح کیا جاسکتا ہے۔

☆ تاء اور جیم دونوں پر پیش (تُرجُمان)

☆ دونوں پر زبر (تَرجَمان)

☆ تاء پر زبر اور جیم پر پیش (تَرجُمان)

چونکہ ان چاروں معنوں میں بیان پایا جاتا ہے، اس لیے وسعت دیتے ہوئے ان چار معنوں کے علاوہ ہر اس چیز پر ترجمہ کا اطلاق کردیا جاتا ہے جس میں بیان ہو، مثلاً کہا جاتا ہے۔

☆ تَرجَمَ لِهٰذَا البَاب بِكَذَا، مصنف نے اس باب کا یہ عنوان مقرر کیا۔
☆ تَرجَمَ لِفُلَانٍ، فلاں شخص کا تذکرہ لکھا۔
☆ تَرجَمَةُ هٰذَا البَابِ كَذا، اس باب کا مقصد اور خلاصہ یہ ہے۔ [۴]
یاد رہے کہ تَرجَمَة رباعی مجرد کے باب فَعْلَلَةٌ سے ہے، اس لیے ترجمہ کرنے والے کو مُتَرجِم اور قرآن پاک کو مُتَرجَم کہا جائے گا مُتَرجِم اور مُتَرَجَّم میں جیم کو مشدد پڑھنا غلط ہے۔

**ترجمہ کا عرفی معنی:**

لغوی اعتبار سے لفظ ترجمہ چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جن کا ذکر ابھی کیا گیا ہے۔ عرف عام میں لفظ ترجمہ سے چوتھا معنی مراد لیا جاتا ہے یعنی ایک کلام کا معنی کسی دوسری زبان میں بیان کرنا۔

علامہ محمد عبد العظیم زرقانی کہتے ہیں کہ ترجمہ کا عرفی معنی یہ ہے کہ کلام ایک زبان میں ہو، اور اُس کا مطلب دوسری زبان میں اس طرح بیان کیا جائے کہ اس کلام کے تمام معانی اور مقاصد بھی ادا کردیے جائیں۔ [۵] اور ظاہر ہے کہ کسی بھی کلام کا اور خاص طور پر قرآن مجید کا ایسا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا جس میں اصل کلام کے تمام معانی اور مقاصد ادا کردیے جائیں۔ اسی لیے علامہ محمد عبد العظیم زرقانی قرآن پاک کے ترجمہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تفسیر میں اصل کلام کے تمام معانی کا ادا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بعض مقاصد کا ادا کرنا کافی ہے، اس لیے قرآن پاک کی تفسیر تو کی جاسکتی ہے ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔

دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا گیا ہے اور کوئی بھی ترجمہ کرنے والا یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے قرآن مجید کے تمام معانی اور مقاصد کو اپنی زبان میں منتقل کردیا ہے، اور یہ بھی نہیں ہوسکتا، تو اس بحث کی حاجت ہی نہیں رہتی کہ ایسا ترجمہ جائز ہے یا نہیں؟ اس سے پہلے لسان العرب اور شرح قاموس کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ترجمہ کا مطلب ایک کلام کے معنی کو دوسری زبان میں بیان کرنا ہے، یہ قید علامہ زرقانی نے اپنے طرف سے لگائی ہے کہ اصل کلام کے تمام معنی اور مقاصد بھی ادا کیے جائیں، ظاہر ہے کہ اس قید کے اضافے میں ان سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا، جو شخص بھی قرآن مجید کا ترجمہ کرے گا وہ بعض معانی اور مقاصد ہی کو بیان کرے گا، اگر ایسے ترجمہ کو تفسیری ترجمہ کہا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

# اقسام ترجمہ

**عرفی معنی کے لحاظ سے ترجمہ کی دو قسمیں ہیں:**

(۱) لفظی (۲) تفسیری

لفظی ترجمہ میں اصل کلام کے کلمات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور ایک ایک کلمہ کی جگہ اس کا ہم معنی لفظ رکھ دیا جاتا ہے، جیسے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور "تفسیر نعیمی" میں مفتی احمد یار خاں نعیمی اور "تفسیر الحسنات" میں علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری نے کیا ہے، اس ترجمہ کو حرفی ترجمہ بھی کہا جاتا ہے۔

تفسیری ترجمہ میں تحت اللفظ ایک ایک کلمہ کا ترجمہ نہیں کیا جاتا بلکہ مطالب و معانی کو بہتر اور مؤثر انداز میں پیش کیا جاتا ہے، اسے معنوی ترجمہ اور تفسیری ترجمہ کہا جاتا ہے، یہ ترجمہ تفسیر تو نہیں ہے جیسے کہ آیندہ سطور میں بیان کیا جائے گا، لیکن مقاصد کو بہتر انداز میں پیش کرنے کے اعتبار سے تفسیر کے مشابہ ضرور ہے۔

**ترجمہ اور تفسیر میں فرق:**

ترجمہ لفظی ہو یا تفسیری، وہ تفسیر سے الگ چیز ہے، ترجمہ اور تفسیر میں متعدد وجوہ سے فرق ہے۔

**۱۔** ترجمہ کے کلمات مستقل حیثیت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ ان کلمات کو اصل جگہ رکھا جاسکتا ہے، جب کہ تفسیر ہمیشہ اپنے اصل سے متعلق ہوتی ہے، مثلاً ایک مفرد یا مرکب لایا جاتا ہے پھر اس کی شرح کی جاتی ہے اور شرح کا تعلق اصل کے ساتھ ایسے ہوتا ہے جیسے خبر کا مبتدا کے ساتھ، پھر دوسری جز کی اسی طرح شرح کی جاتی ہے، ابتدا سے انتہا تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے، تفسیر اپنے اصل سے اس طرح متعلق ہوتی ہے کہ اگر تفسیر کو اصل سے جدا کر دیا جائے تو وہ بے معنی ہو کر رہ جائے گی، اسے اصل کی جگہ نہیں رکھا جاسکتا۔

**۲۔** ترجمہ میں اضافہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ترجمہ تو ہو بہو اصل کی نقل ہے، اس لیے دیانت داری کا تقاضا ہے کہ نقل کسی کمی بیشی کے بغیر اصل کے مطابق ہو، بر خلاف تفسیر کے کہ اس میں اصل کی وضاحت ہوتی ہے، مثلاً بعض اوقات مفسر کو الفاظ لغویہ کی شرح کی ضرورت پیش آئے گی، خصوصاً اس وقت جب کہ ان کے وضعی معانی مراد نہ ہوں، اسی طرح کہیں دلائل پیش کیے جائیں گے اور کہیں حکمت بیان کی جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر تفسیروں میں لغوی، اعتقادی، فقہی اور اصولی مباحث بیان کی جاتی

ہیں، کائناتی اور اجتماعی مسائل زیر بحث لائے جاتے ہیں، اسبابِ نزول اور ناسخ و منسوخ کا ذکر کیا جاتا ہے جبکہ ترجمہ میں ان مباحث و مسائل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

۳۔ عرفی ترجمہ میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اصل کلام کے تمام معانی اور مقاصد بیان کر دیے گئے ہیں (یہ علامہ محمد عبد العظیم زرقانی کی ذاتی رائے ہے) لیکن تفسیر میں صرف وضاحت مقصود ہوتی ہے۔

...... خواہ اجمالاً ہو یا تفصیلاً،

...... تمام معانی اور مقاصد پر مشتمل ہو یا بعض پر،

اس کا دارومدار ان حالات پر ہے جن میں مفسر گزر رہا ہے اور ان لوگوں کی ذہنی سطح پر ہے جن کے لیے تفسیر لکھی گئی ہے۔

۴۔ عرف عام کے مطابق ترجمہ میں اس اطمینان کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مترجم کے نقل کردہ تمام معانی اور مقاصد، اصل کلام کے مدلول ہیں اور قائل کی مراد ہیں۔ تفسیر میں یہ دعویٰ نہیں کیا جاتا، بعض اوقات مفسر دلائل کے پیش نظر اطمینان اور وثوق کا دعوی کرتا ہے اور جب اسے قوی دلائل میسر نہیں ہوتے تو وہ اطمینان کا دعویٰ نہیں کرتا، کبھی وہ بعض احتمالات کا ذکر کرتا ہے، کبھی چند احتمالات ذکر کر دیتا ہے جن میں سے بعض کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، بعض اوقات وہ تصریح یا ترجیح سے گریز کرتا ہے اور کبھی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ کسی کلمے یا جملے کے بارے میں کہہ دیتا ہے کہ اس کا قائل ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ جیسے کہ بہت سے مفسرین حروف مقطعات اور قرآنی متشابہات کے بارے میں کہہ دیتے ہیں۔ [۶]

اس جگہ اس موقف کا اعادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والے علما کا یہ موقف ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم قرآن پاک کے تمام معانی اور مطالب کو دوسری زبان میں منتقل کر رہے ہیں، کیونکہ ایسا ترجمہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے اور انسانی طاقت سے باہر ہے۔

## وہ چند امور جن کے بغیر ترجمہ نہیں کیا جاسکتا:

اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ مفسر کے لیے کن علوم میں دسترس ضروری ہے؟ قرآن حمید کے ترجمہ کے لیے بھی ان علوم میں مہارت لازمی ہے، ان کے علاوہ مترجم کے لیے جو امور ضروری ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس زبان اور عربی لغت کے معانی وضعیہ سے آگاہ ہو، اسے معلوم ہو کہ کونسا لفظ کس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے؟

۲۔ اسے دونوں زبانوں کے اسالیب اور خصوصیات کا بھی پتا ہو۔

۳۔ کسی آیت کے متعدد مطالب ہوں تو ان میں سے راجح مطلب کو اختیار کرے۔

٤۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کو پیش نظر رکھے اور ترجمہ میں کوئی ایسا لفظ نہ لائے جو بارگاہِ الٰہی کے شایانِ شان نہ ہوں، مثلاً اس آیت کا ترجمہ کیا جاتا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔ (النساء/۱۴۲)

''البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا''

اللہ تعالیٰ کی طرح دغا کی نسبت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

''بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا'' (کنز الایمان)

منافقین اللہ تعالیٰ کو دغا نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو عالم الغیب والشھادۃ ہے، وہ ہر ظاہر اور مخفی امر کو جانتا ہے، اسے کون دھوکہ دے سکتا ہے؟ ہاں منافقین دھوکہ دینے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں، اگرچہ انہیں اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی، وَهُوَ خَادِعُهُمْ کا کتنا عمدہ اور صحیح ترجمہ ہے؟ کہ:

''وہی انہیں غافل کر کے مارے گا''

یہ معنی نہیں کہ ''وہی ان کو دغا دے گا''۔

۵۔ مقام انبیا علیھم السلام کی عظمت اور تقدس کو ملحوظ رکھا جائے، ارشاد ربانی ہے:

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْـٴَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (یوسف ۱۲/۱۱۰)

اس آیت کا ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کیا:

''یہاں تک کہ جب ناامید ہو گئے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا''

اس ترجمہ میں دو باتیں قابلِ غور ہیں:

۱۔ رسولان گرامی کی طرف مایوسی کی نسبت کی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف ۱۲/۸۷)

''بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ''

۲۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی نسبت کہا گیا:

اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا''

معاذ اللہ! انبیا کرام علیھم السلام معصوم ہیں ان کے گوشۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کہا گیا تھا وہ جھوٹ تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے پوچھا وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوا (الآیۃ)

''کیا رسولوں نے یہ گمان کیا کہ انھیں جھوٹ کہا گیا تھا''؟

انہوں نے فرمایا:

مَعَاذَاللّٰہِ لَمْ تکُنِ الرُّسُلُ تظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّھَا، وَظَنَّتِ الرُّسُلُ اَنَّ اَتبَاعَھُمْ قَدْ کَذَّبُوْھُمْ [۸]

''اللہ کی پناہ! رسولان گرامی اپنے رب کے بارے میں یہ گمان کر سکتے تھے، رسولوں نے گمان کیا کہ اُن کے پیروکاروں نے انہیں جھٹلا دیا ہے''۔

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قراءت قَدْ کُذِّبُوْا ہے ذال مشدّ د مکسور کے ساتھ۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں ان کی قوم کی طرف سے جھٹلا دیا گیا ہے، دوسری قرأت میں قَد کُذِبُوا ہے اب اگر ظَنُّوا کی ضمیر رسولوں کی طرف راجع کریں تو معنی یہ ہوگا کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں جھوٹ کہا گیا، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ رسولوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو کچھ کہا گیا تھا وہ جھوٹ تھا، اسی مطلب کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کے رسول اپنے رب کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے''

ام المؤمنین کا انکار اسی صورت سے متعلق ہے جب کہ ظَنُّوا کی ضمیر رسولوں کی طرف راجع کی جائے، ورنہ امام حفص کی قرأت میں قَد کُذِبُوْا ذال کی تخفیف کے ساتھ ہے، اس قرأت کے مطابق ظَنُّوا کی ضمیر رسولوں کی طرف نہیں بلکہ ان کی قوم کے افراد کی طرف راجع ہے، اب ترجمہ یہ ہوگا کہ لوگوں نے گمان کیا کہ انہیں (رسولوں کی طرف سے) جھوٹ کہا گیا تھا۔ اور اس ترجمہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اہل علم اسے پڑھ کر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے، ملاحظہ ہو۔

''یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا'' (کنزالایمان)

یعنی رسولوں کی مایوسی ظاہری اسباب سے نہ تھی نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، اور لوگوں نے گمان کیا کہ انہیں عذاب وغیرہ کے بارے میں جھوٹ کہا گیا تھا، انبیا کرام علیہم السلام کا دامنِ عصمت اس خیال سے ہرگز داغ دار نہ تھا۔

۶۔ اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد کو ملحوظ رکھا جائے اور انہیں ذرا سی ٹھیس بھی نہ لگنے دی جائے۔ارشاد ربانی ہے: فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (الانبیا ۲۱/ ۸۷)

اس کا ترجمہ یہ کیا گیا: ''پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اس کو''

اس آیت میں سیدنا یونس علیہ السلام کا ذکر ہے، ترجمہ میں ان کی طرف اس امر کی نسبت کی گئی ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نہ پکڑ سکے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے جس کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، مغالطہ اس لیے پیدا ہوا کہ قَدَرَ يَقْدِرُ کا استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے۔

...... قادر ہونا

...... تنگی کرنا

مترجم نے سمجھا کہ اس جگہ پہلا معنی مراد ہے جو قطعاً غلط ہے اس موقع اور عصمتِ انبیا کے مطابق صرف دوسرا معنی ہے۔

علامہ محمد بن مکرم افریقی فرماتے ہیں:

جس شخص نے اس آیت میں قدر کو قدرت سے ماخوذ مان کر کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا، تو یہ ناجائز ہے اور اس معنی کا گمان کرنا کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ظن کرنا شک ہے اور اس کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا علیہم السلام کو اس قسم کے گمان سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے، ایسی تاویل وہی کرے گا جو عرب کے کلام اور اُن کی لغات سے جاہل ہوگا۔ [۸]

اس تفصیل کے بعد امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ دیکھیے ایمان تازہ ہو جائے گا:

''تو گمان کیا (یونس علیہ السلام نے) کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔''

ایک دوسری آیت کریمہ دیکھیے!

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (ابراہیم ۱۴/ ۱۳)

اس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

''ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ''۔

''لوٹ آؤ'' کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضرات رسولانِ گرامی علیہم السلام معاذ اللہ! پہلے کافروں کے مذہب میں شامل تھے، حالانکہ انبیا کرام علیہم السلام کبھی بھی کافروں کے مذہب

میں شامل نہیں ہوتے۔ اس جگہ مغالطے کی وجہ یہ ہے کہ عَادَ یَعُودُ کا استعمال دو طرح ہوتا ہے:

☆ فعل تام، اس وقت اس کا معنی لوٹنا ہوگا۔

☆ فعل ناقص، اس وقت یہ صَارَ کے معنی میں ہوگا اور ہوجانے کے معنی پر دلالت کرے گا۔

ترجمہ کرنے والے کے سامنے نحو کے مسائل وقواعد مستحضر ہوں تو وہ غور کرے گا کہ اس جگہ پہلا معنی مناسب ہے یا دوسرا؟ ظاہر ہے کہ مذکورہ ترجمہ میں پہلا معنی مراد لینے کے بنا پر غلطی ہوئی ہے، جب کہ اس جگہ دوسرا معنی مراد اور موزوں ہے، اسی لیے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

''اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر آجاؤ'' (کنزالایمان)

۷۔ قرآن پاک عربی زبان کا وہ شاہکار ہے جو مرتبۂ اعجاز پر فائز ہے، کسی بھی مترجم کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کا ترجمہ معجزانہ کلام سے کرے، تاہم علم معانی اور بیان کے مسائل ومباحث سے باخبر ایسا ترجمہ تو کر ہی سکتا ہے، جس سے اعجاز قرآنی کی جھلک دکھائی دے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (البقرہ ۲/۲)

عام طور پر اس آیت کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا جاتا ہے کہ:

''یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں ہے''

اس ترجمے پر دو سوال وارد ہوتے ہیں:

☆ ذٰلِکَ کی وضع بعید کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے، اس لیے ترجمہ کرتے ہوئے ''وہ کتاب'' کہنا چاہیے تھا نہ کہ ''یہ کتاب''

☆ ''اس میں کوئی شک نہیں'' واقع کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن کریم میں بہت سے لوگوں نے شک کیا اور آج بھی ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ دیکھیے جو اعجازِ قرآن کو واضح طور پر آشکارا کرتا ہے:

''وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں'' (کنزالایمان)

اس ترجمہ پر پہلا سوال تو ظاہر ہے کہ وارد ہی نہیں ہوتا، دوسرے سوال کا جواب بھی دے دیا کہ اگرچہ قرآن پاک کے بارے میں بہت سے لوگوں نے شک کیا ہے لیکن وہ کوئی شک کی جگہ نہیں ہے، کوئی بھی منصف عاقل، عربی زبان کے اسلوب اور نزاکتوں سے واقف اس کا مطالعہ کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ یہ ربانی کلام ہے کسی انسان کے فکر کا نتیجہ نہیں ہے۔

۸۔ جس زبان میں ترجمہ کیا جائے اس کے اسلوب اور مزاج کو پیشِ نظر رکھا جائے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا (التحریم ۶۶/۱۲)

اس کا ترجمہ یوں کیا گیا! "اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو"

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ اس ترجمہ میں اردو زبان کی شائستگی اور مزاج کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، اس کی بجائے یہ ترجمہ کتنا دلکش ہے۔

"اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی"

۹۔ قرآن پاک میں بیان کردہ کسی بھی واقعے کی واقعی تفصیلات سے آگاہی ضروری ہے ورنہ ترجمہ کرتے وقت کہیں بھی غلطی واقع ہو سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ج حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ○ رُدُّوْھَا عَلَیَّ ط فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ○ (ص ۳۸/۳۲ تا ۳۳)

عام طور پر مترجمین نے تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"سورج چھپ گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر قضا ہوگئی، انہوں نے گھوڑوں کو طلب کیا اور ان کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ دیں۔"

اس ترجمے پر دو سوال وارد ہوتے ہیں:

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ نماز قضا ہوگئی، اس میں گھوڑوں کا کیا قصور تھا؟ کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا۔

☆ گھوڑوں کی گردنیں اور ٹانگیں کاٹ کر مال کے ضائع کرنے کا کیا جواز تھا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ تمام گھوڑے خیرات کر دیتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ مِنْ ذِکْرِ طَفِقَ مَسْحًا یَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَیْلِ وَ عَرَاقِیْبَھَا [۹]

یعنی عَنْ بمعنی مِنْ ہے، اور طَفِقَ مَسْحًا کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی ایال (گردن کے بالوں) اور ان کے ٹخنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو ہلاک نہیں کیا تھا، جب یہ حقیقت ہی نظروں سے اوجھل ہو تو ترجمہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ آیئے صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب

کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں
چھپ گئے۔ پھر حکم دیا انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور
گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا" (کنز الایمان)
غرض یہ کہ قرآن پاک ایسی عظیم الشان اور لافانی کتاب کا ترجمہ کرنا ہر کس و ناکس اور ہر عالم کا کام نہیں ہے، مترجم کے لیے جو امور ضروری ہیں ان کا مختصر تذکرہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پاک کے پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بحرمة سید المرسلین ﷺ والحمدلله رب العالمین.

## حوالہ جات


[۱] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان (داراحیاء الکتب العربیة، مصر) ج ۱، ص ۷
[۲] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان، ج ۱، ص ۷۱-۴۷۰
[۳] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان (ملخصاً) ج ۱، ص ۵۲۲-۵۱۹
[۴] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان (ملخصاً) ج ۲/ص ۶-۵
[۵] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان، ج ۲، ص ۷
[۶] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان ۲/۱۲-۱۰
[۷] محمد بن اسماعیل بخاری، امام: بخاری شریف (مطبع رشیدیہ، ہند) ج ۲/ص ۶۸۰
[۸] محمد بن مکرم افریقی، علامہ امام: لسان العرب (دار صادر، بیروت) ج ۵ ص ۷۷
[۹] محمد بن اسماعیل بخاری، امام: صحیح بخاری، ج ۲/ص ۱۰۷


---

### فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

# ترجمہ قرآن کی شرائط

■ اشرف جہانگیر

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت عاشق ماہِ رسالت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علوم و فنون کے بحرِ زخار تھے۔ آپ نے ہر علم اور فن پر کتب و رسائل تحریر فرمائے جن کو پڑھ کر عقل چکرانے لگتی ہے کہ اِس خشک اور تنگ موضوع پر آپ علیہ الرحمۃ نے اتنا کیسے لکھ لیا۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی ذہن میں دوسرا سوال یہ اُٹھتا ہے کہ اگر ہم بھی ایسا لکھنا چاہیں تو کیسے لکھیں۔ تو یہ بھی حیرت فزا بات ہے کہ اس دوسرے سوال کا جواب بھی ہمیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کتب سے مل جاتا ہے۔ یہ بات اعلیٰ حضرت پر کام کرنے والوں پر بخوبی عیاں ہے۔ اور راقم کے نزدیک یہ بات اعلیٰ حضرت کی کرامات سے ہے کہ سوال بھی خود دیتے ہیں اور اُس کا جواب بھی خود، شوق بھی خود دلاتے ہیں اور منزلِ شوق پر بھی خود پہنچاتے ہیں۔ ہم زیادہ دور نہیں جاتے صرف آپ علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان ہی کو لے لیتے ہیں، اُس میں آپ علیہ الرحمۃ اپنے تمام علوم وفنون جو بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کو عطا ہوئے بروئے کار لائے ہیں، مگر جن کے پاس وہ علومِ مصطفوی نہیں ہیں اور ترجمۂ قرآن کرنے کا شوق رکھتے ہیں اُن کے لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے یہ چند فتاوی پیش ہیں:

**ترجمہ کرتے وقت شاہ عبد القادر کا ترجمہ پیش نظر رہے مگر:**

یہ بات سب پر آشکارا ہے کہ امام اہلسنت نے جب ترجمۂ قرآن کنزالایمان املا فرمایا اُس وقت تک اُردو اور فارسی کے کچھ تراجمِ قرآن بازار میں آچکے تھے، اور وہ سب تراجم امام اہلسنت کے پیشِ نظر تھے مگر مشہور تراجم میں شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے بذبانِ فارسی اور ڈپٹی نذیر احمد، شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے بذبانِ اُردو شامل تھے۔ مگر آپ علیہ الرحمۃ نے ان تمام تراجم میں سے شیخ سعدی کا ترجمہ پسند فرمایا۔ اور تراجم میں اگر کسی ترجمے کو آپ علیہ الرحمۃ نے فوقیت دی تو وہ شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن موضح القرآن ہے۔ آپ کے فتاوی اور چند رسائل مثلاً الکوکبۃ

الشہابیہ اور قوارع القہار وغیرہ میں آپ نے مخالفین کے منہ میں پتھر رکھنے کے لیے موضح القرآن ہی کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ مگر شاہ عبد القادر صاحب کے ترجمے کے متعلق اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ فتاوی رضویہ جلد ۲۶،ص ۴۵۷ میں ہے:

سوال مذکور نہیں ہے مگر مستفتی مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب لاہوری ہیں۔ امام اہلسنت جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''فقیر کی رائے قاصر یہ ہے کہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ پیش نظر رکھا جائے اور اس میں چار۴ تبدیلیاں محفوظ رہیں:

[۱] وہ الفاظ کہ متروک یا نامانوس ہوگئے، فصیح وسلیس رائج الفاظ سے بدل دیے جائیں۔

[۲] مطلب اصح جس کے مطالعے کو جلالین کہ اصح الاقوال پر اقتصار کا جن کو التزام ہے سردست بس ہے، ہاتھ سے نہ جائے۔

[۳] اصل معنی لفظ اور محاورات عرفیہ دونوں کے لحاظ سے ہر مقام پر اس کے کمال پاس رہے، مثلاً غیر المغضوب علیھم کا یہ ترجمہ کہ جن پر غصہ ہوا یا تو نے غصہ کیا، فقیر کو سخت ناگوار ہے۔ غصہ کے اصل معنی اُچھو کے ہیں یعنی کھانے کا گلے میں پھنسنا، جیسے طعاماً ذاغصۃٍ فرمایا۔ اس سے استعارہ کرکے ایسے غضب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جسے آدمی کسی خوف یا لحاظ سے ظاہر نہ کرسکے، گویا دل کا جوش گلے میں پھنس کر رہ گیا۔ عوام کہ دقائق کلام سے آگاہ نہیں، فرق نہ کریں، مگر اصل حقیقت یہی ہے کہ علما پر اس کا لحاظ لازم ہے۔ ترجمہ یوں ہوا:

''نہ اُن کی جن پر تُو نے غضب فرمایا، یا جن پر تیرا غضب ہے، یا جن پر غضب ہوا، یا جو غضب میں ہیں۔''

خیال کرنے سے ان کے ترجمے میں اس کی بہت سے نظائر معلوم ہوسکتی ہیں۔

[۴] سب سے اہم واعظم واقدم والزم مراعات ومتشابہات کہ ان میں ہمارے ائمۂ کرام سے دو۲ مذہب ہیں:

اول: ہم نصوص پر ایمان لائے، نہ تاویل کریں نہ اپنی رائے کو دخل دیں، اٰمنّا بہ کل من عند ربنا، معنی ہمیں معلوم ہی نہیں، ان سے اگر قولہ تعالیٰ ثم استوی الی السماء کا ترجمہ کرایئے تو وہ فرمائیں گے: ''پھر استوا فرمایا آسمان کی طرف'' اگر پوچھیے استویٰ کے کیا معنی، تو لَا نَـــدْرِیْ سے جواب ملے گا۔

دوم: تاویل کہ متاخرین نے تفہیم جہال کے لیے اختیار کیا کہ کسی خوبصورت معنی کی طرف پھیر دیں جس کا

ظاہر شانِ عزت پر محال نہ ہو، اور طرف تجویز و تجارب میں لفظ کریم سے قرب بھی رکھتا ہو۔ ان سے اگر آیۂ کریمہ مذکورہ کا ترجمہ کرایئے تو وہ کہیں گے: "پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا" مگر یہ کہ تفویض چھوڑیں اور تاویل بھی نہ کریں بلکہ معنی محال و ظاہر کا صریح ادا کرنے والے لفظ قائم کر دیں جیسے کریمۂ مذکورہ کا ترجمہ "پھر چڑھ گیا آسمان کو" کہ چڑھنا اور اُترنا شانِ عزت پر محال قطعی اور جہال کے لیے معاذ اللہ موہم بلکہ مصرح بہ جسمانیت ہے۔ یہ ہمارے ائمۂ متقدمین کا دین نہ متاخرین کا مسلک، اس سے احتراز فرض قطعی ہے۔ فقیر نے جہاں تک دیکھا ترجمہ منسوبہ بحضرت قدسی منزلت سیدنا مصلح الدین سعدی قدس سرہ العزیز اس عیب مشابہ سے پاک و منزہ ہے، ان میں اس سے مدد لی جائے، و باللہ التوفیق۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔"

ترجمۂ قرآن کرنے والے حضرات کے لیے اعلیٰ حضرت کا یہ فتوی مشعل راہ ہے اس میں سب کچھ ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا ہے لوگوں کی زبان اور رکھ رکھاؤ میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمے کے متعلق لوگوں کا کہنا ہے کہ اس میں متروک و نامانوس الفاظ کی بھرمار ہے، تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ترجمۂ قرآن املا کراتے وقت متروک و نامانوس الفاظ جان بوجھ کر استعمال کیے۔ بلکہ وہ تمام الفاظ جنہیں متروک کہا جا رہا ہے وہ اعلیٰ حضرت کے دور میں رائج تھے۔ اس کی دلیل امام اہلسنت کے عہد کے دیگر مصنفین کی کتب سے بآسانی مل سکتی ہے۔ ہم زیادہ نہیں تو اردو شعر و ادب کی چند پرانی کتابوں کی طرف توجہ کر کے دیکھتے ہیں کہ مختلف ادوار میں اردو زبان میں کتنا فرق آتا رہا،

۱) مثنوی نوسرہار میں ہے، جس کا سنِ تصنیف ۹۰۹ھ ہے۔

| | |
|---|---|
| کیا اب کہوں مرتے بار | لوگن کیرے عیب اظہار |
| کیا جو کچھ حکم اس کا | ہوا جوان چیتا تھا |
| اب سن میرے بھائی توں | تج دھر اپنی بات کہوں |
| بارے یوں مج مانڈیا حال | توں مج پیچھے سب سنبھال |

۲) مثنوی لولوے از غیب ۱۱۰۲ھ کی اردو دیکھیے:

| | |
|---|---|
| دکن میں پنج شنبہ کا وطن ہے | پسند اس کو سنہری پیرہن ہے |
| طرف اوترا اوس کا رخ ہے اے یار | اور اس کے سامنے رہتا ہے اتبار |
| درخت اوس سرزمیں پر ہیں بہت سے | کٹائی اور دھتورہ کے نسب سے |

اسی طرح مثنوی عاقبت بخیر جو ۱۲۳۲ھ کی تصنیف ہے، میں قدیم اردو کا نمونہ کچھ یوں ملتا ہے:

زمانہ کا کیا کوئی شکوہ کرے
زمانہ جو پیچھے کسی کے پڑے
کرے خوار اس طرح اس کے تئیں
اوکھاڑے جڑ اوس کے زمیں سے وہیں
یہاں تک کرے خوار اوس کے تئیں
کہ دردر پھرے وہ بروئے زمیں

ایسی اور بہت سی مثنویاں ہیں جن کی زبان وقت کے ساتھ صاف اور آسان ہوتی گئیں،
یہ تو چند پرانی اردو مثنویوں کی زبان تھی اردو نثر کی اولین کتابوں میں ہم صرف دو کی زبان دیکھتے ہیں:
میر انشاء اللہ خان انشا، اپنی کتاب ”کہانی رانی کیتکی اور کنور اودھے بھان کی“ میں لکھتے ہیں،
”کسی دیس میں کسی راجہ کے گھر ایک بیٹا تھا، اوسے اوس کے ماباپ اور سب گھر کے لوگ کنور اودھے بھان کرکے پکارتے تھے، سچ مچ اوس کے جوبن کی جوت میں سورج کی ایک سوت آملی تھی، اوس کا اچھا پن اور بھلا لگنا کچھ ایسا نہ تھا، جو کسی کے لکھنے اور کہنے میں آسکے، پندرہ برس بھر کے اونے سولھوے میں پاؤں رکھا تھا، کچھ یوں ہیں سی اوس کی مسیں بھیگتی چلی تھیں، اکڑ تکڑ اوس میں بہت سی سما رہی تھی کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا، پر کسی بات کی سوچ کا گھر گھاٹ پایا نہ تھا اور چاہ کی ندی کا پاٹ اونے دیکھا نہ تھا۔“
یہ خالص اردو زبان کا نمونہ ہے، اس کہانی کے متعلق دعویٰ ہے کہ اس میں کہیں عربی فارسی اور ترکی الفاظ استعمال میں نہیں لائے گئے مگر یہ خالص اردو چل نہ سکی اور اس میں وقت کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، ترکی اور دیگر زبانوں نے جگہ پائی اور اسے چار چاند لگادیے۔“
ڈاکٹر سید عبداللہ نے، شاہ عالم ثانی کی کتاب عجائب القصص کے مقدمہ میں عجائب القصص کی اہمیت کی تین وجہیں لکھیں ہیں۔ تیسری وجہ میں لکھتے ہیں:
”کہ یہ شمالی ہندوستان میں اردو نثر کی چند اولین کتابوں میں سے ایک ہے، شمالی ہندوستان کی قدیم اردو نثری کتابوں کی ترتیب قائم کی جائے تو کم وبیش یوں ہوگی۔
[۱] فضلی کی دہ مجلس (کربل کتھا) (۱۷۳۲ء ۱۱۴۵ھ)
[۲] نوطرز مرصع ۱۷۸۱ء (۱۱۹۵ھ) سے پہلے۔
[۳] سودا (متوفی ۱۱۹۵ھ) دیباچہ دیوان مراثی اردو۔ (سودا نے میر تقی میر کی مثنوی کا اردو نثر میں ترجمہ کیا تھا مگر اب وہ دست یاب نہیں) ۱۷۸۱ء۔

[۴] ترجمہ قرآنِ مجید از شاہ رفیع الدین صاحب (۱۲۰۰ھ ۸۶-۱۷۸۵ع)۔

[۵] ترجمہ قرآن مجید از شاہ عبدالقادر ۱۲۰۵ھ (۹۱-۱۷۹۰ع)

[۶] عجائب القصص ۱۲۰۷ھ (۹۳-۱۷۹۲ع)

اِن کے علاوہ اردو نثر پر اور بہت سی کتابیں ہیں۔ اور نثری قصوں کی اگر فہرست تیار کی جائے تو وہ الگ ہے:

جیسا کہ راقم نے عرض کیا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبان میں بھی فرق پڑتا رہتا ہے۔ تو ہر بعد میں آنے والا عہد اور اس کے علما، ادبا وشعرا اپنے سے پہلے کی زبان کو آسان اور عام فہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شاہ عالم ثانی، عجائب القصص کے سبب تصنیف وتالیف میں لکھواتے ہیں کہ

''اور اکثر بزرگ حق شناس اور بادشاہ قدسی اساس مشغول اور مصروف اس طرف رہے ہیں۔ ہر چند ہر ایک علم اپنا اپنا رکھتا ہے، لیکن نشہ شعر کا بھی خالی کیفیت سے نہیں، اور جب سب علموں سے ماہر ہو، تب اس علم سے واقف ہو۔ جب چند دیوان بہ زبان فارسی اور بہ زبان ریختہ ارشاد حضور والا مرتب ہوئے اور کبت دوہرے حد سے گزرے، یکا یک یہ مزاج اقدس ارفع اعلیٰ میں آیا کہ قصہ زبان ہندی میں بہ عبارت نثر کہیے اور کوئی لفظ اس میں غیر مانوس، اور خلاف روزمرہ اور بے محاورہ نہ ہو اور عام فہم اور خاص پسند ہووے کہ جس کے استماع سے فرحت تازہ اور مسرت بے اندازہ مستمع کو حاصل ہو۔ اور آداب سلطنت اور طریق عرض ومعروض دریافت ہوں اور اگر جاہل پڑھے تو اس کے فیض سے عالموں سے بہتر گفتگو اور بول چال بہم پہنچائے۔''

تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی یہی فرمایا:

''وہ الفاظ کہ متروک یا نامانوس ہو گئے، فصیح وسلیس رائج الفاظ سے بدل دیے جائیں۔''

تو یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے متروک ونامانوس الفاظ استعمال کیے ہیں تو یہ اعتراض بیجا ہے: بلکہ کسی بھی اردو لغت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے استعمال کیے ہوئے الفاظ کو متروک نہیں لکھا گیا مثلاً ''ٹوٹے، اوسر، کوتک، نیگ، ریجھ، بچھیت، بھوڑ، گرا، ٹنٹ، سادھا، کونچا، پور، اوترا، چرتر، پھک، کینڈا، گابھ، گابھنی، کنڈے، چتی پڑی، دوب، چومنکھا، پھنک وغیرہ۔

بلکہ ہمارے عہد کے بہت سے بوڑھے ہنوز یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔تو زبان کو وقت کے لحاظ سے آسان فہم کرنا اچھی بات ہے۔اور یہی اعلیٰ حضرت نے شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ کے متعلق فرمائی،اور ایسے الفاظ کنزالایمان میں زیادہ نہیں صرف تیس ۳۰ کے لگ بھگ ہوں گے۔اور اتنے لفظوں پر یہ کہہ دینا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نامانوس ومتروک الفاظ سے اپنے ترجمۂ قرآن کو بھردیا ہے۔کس قدر ستم ظریفی ہے۔اور وہ بھی کہ ماہرین لغت کے نزدیک متروک نہیں۔

مگر اِس بحث میں ایک نقطہ ہے جو نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے وہ یہ کہ متروک و نامانوس الفاظ کو فصیح وسلیس رائج الفاظ سے بدلتے وقت اُس کے معنی ومفہوم کا ضرور خیال رہے یہ نہ ہو کہ نعم البدل کے طور پر جو لفظ رکھا گیا ہے وہ کچھ اور ہی معنی ومفہوم دے رہا ہو۔تو اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن میں یہی ایک نقطہ مضمر ہے جس کا خیال نہیں کیا جاتا۔اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں جتنے بھی الفاظ متروک ونامانوس محسوس ہوتے ہیں۔وہ اردو میں اپنا نعم البدل نہیں رکھتے،جن کا پتا اردو لغات کی ورق گردانی سے لگ سکتا ہے،یہ تو تھا ترجمہ کرنے کا مسئلہ جو اعلیٰ حضرت نے حل فرمادیا۔اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ترجمہ کہاں لکھا جائے:

**بین السطور میں صرف ترجمہ ہو:**

فتاوی رضویہ جلد ۲۳ ص ۶۷۸ میں مستفتی نے سوال کیا کہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کا ترجمہ اس طرح پر کرنا کہ نیچے ترجمہ میں محذوفات اور مطالب وغیرہ خطوط ہلالی بنا کر لکھ دیے جائیں جائز ہے یا ناجائز؟

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اِس سوال کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ

"الحمدللہ قرآن عظیم بحفظ الٰہی عزوجل ابدالآباد تک محفوظ ہے تحریفِ محرفین وانتحالِ منتحلین کو اس کے سراپردۂ عزت کے گرد بار ممکن نہیں۔

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ م بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔

حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے قرآن اتارا اور اس کا حفظ اپنے ذمۂ قدرت پر رکھا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

توریت وانجیل کچھ تو ملعون احباروں نے اپنے اغراض ملعونہ سے روپے لے کر اپنے مذہب ناپاک کے تعصب سے قصداً بدلیں اور کچھ ایسے ہی ترجمہ کرنے والوں نے اس خلط وخبط کی بنیادیں ڈالیں مرورِ زماں کے بعد وہ اصل وزیادت مل ملا کر سب ایک ہوگئیں،کلامِ الٰہی وکلامِ بشر مختلط ہو کر تمیز نہ رہی۔الحمدللہ نفس قرآن میں اگرچہ یہ امر محال ہے تمام جہان اگر اکٹھا ہو کر اُس کا ایک نقطہ کم بیش کرنا

چاہے ہرگز قدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود اُن عوام کو معانیِ قرآن سمجھانا ہے جو فہمِ عربی سے عاجز ہیں خطوط ہلالی نقول و در نقول خصوصاً مطابع مطابع میں ضرور مخلوط و نامضبوط ہو کر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والے عوام اصل ارشاد قرآن کو اس مترجم کی زیادت سمجھیں گے اور مترجم کی زیادات کو رب العزۃ کا ارشاد یہ باعثِ ضلال ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو اس کی اجازت نہیں ہو سکتی اسی لیے علما مترجمین نے ترجمے کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ ایضاحِ مطلب کے لیے ہو وہ حاشیہ پر لکھا انھیں کی چال چلنی چاہیے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اس کلام سے پتا چلا کہ آیات کے نیچے صرف ترجمہ ہو اور اگر ترجمے کو زیادہ کھول کر سمجھانا ہو تو وہ سطریں اصل ترجمے کے ساتھ نہ ہوں اور نہ ہی بجد اسے خطوطِ ہلالی کے بیچ میں کہ کبھی کبھی کاتب سے خطوط ہلالی چھوٹ بھی جاتے ہیں اور ساری عبارت مل کر ایک ہو جاتی ہے اور یوں کلام الٰہی نہ سمجھیں بلکہ مترجم کی طرف سے سمجھیں۔ مگر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ وہ مطالب جو خطوطِ ہلالی میں رکھنے ہوں وہ حاشیے پر لکھیں جائیں تا کہ کلامِ الٰہی کے ترجمے کے ساتھ وہ مل کر ایک نہ ہو جائیں۔ اب آخر میں چند وہ فتوے جو اعلیحضرت نے دیگر مترجمینِ قرآن کے متعلق دیے:

## ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمۂ قرآن

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ ص ۷۰۸ میں استفتا ہے کہ نذیر احمد بی، اے، ایل، ایم کا ترجمہ صحیح ہے یا غلط؟ اور لڑکوں کو مدرسہ میں اس کا ترجمہ پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟

اعلیٰ حضرت جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"نذیر احمد کا نہ ترجمہ صحیح ہے نہ ایمان، وہ شخص منکرِ خدا تھا۔ جیسے اُس نے اور کتابیں نصرانیت و نیچریت آمیز لکھیں جن سے مال کمانا مقصود تھا ویسے ہی یہ ترجمہ بھی کر دیا گیا اس سے بھی داموں ہی کی غرض تھی، ورنہ جو شخص اللہ ہی کو نہ مانتا ہو وہ قرآن کے ترجمے کو کیا جانے گا۔ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھا جائے۔"

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ علیہ نے ڈپٹی نذیر احمد کے متعلق جو کہا وہ سب سچ ہے۔ یہ نہیں کہ آپ علیہ الرحمۃ نے سنی سنائی بات پر فتویٰ دے دیا: ڈپٹی نذیر احمد کا خاکہ لکھا ہے اور وہ خاکہ اردو خاکہ نگاری میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ مرزا فرحت اللہ بیگ اردو کے مشہور و معروف صاحب طرزِ ادیب گزرے ہیں ان کے لکھے ہوئے خاکے اور مضامین کی اُردو ادب میں بڑی اہمیت ہے اپنے خاکہ "ڈاکٹر نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ انکی زبانی" میں اُن کے ترجمۂ قرآن کے متعلق لکھتے ہیں:

ع بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

## سرسید احمد خان کا ترجمۂ قرآن

سرسید احمد خان کے متعلق بھی سن لیجیے کہ اُس نے بھی قرآن کا ترجمہ کیا ہے:

ملفوظات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ص ۲۹۳ میں ہے: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: بعض علیگڑھی کو سید صاحب کہتے ہیں:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا:

وہ تو ایک خبیث مرتد تھا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

**لا تقولو للمنافق سیدا فانه ان یکن سید کم فقد استخطتم ربکم.**

"منافق کو سید نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سید ہوا تو یقیناً تم نے اپنے رب کو غضب دلایا۔"

سرسید کے ایمان کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ مسلمان کا جن چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے وہ ان میں سے کئی ایک کا انکاری تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود و استحکام انگریز کی حکومت کے نیچے سمجھتا تھا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق اپنی کتاب چند ہم عصر، صفحہ ۲۳۱ میں لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ وہ انگریزی حکومت کو ہندوستان اور خاص کر مسلمانوں کے حق میں موجب برکت سمجھتے تھے، چنانچہ انھوں نے اس خیال کا اظہار صاف صاف ان الفاظ میں کیا ہے۔" میں ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کا استحکام کچھ انگریزوں کی محبت اور ان کی ہوا خواہی کی نظر سے نہیں چاہتا بلکہ صرف اس لیے چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی خیر اس کے استحکام میں سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اگر وہ اپنی حالت سے نکل سکتے ہیں تو انگلش گورنمنٹ کی بدولت نکل سکتے ہیں۔"

ایسا شخص جسے مسلمانوں کا استحکام انگلش گورنمنٹ میں نظر آئے وہ حقیقت میں مسلمانوں کا کس درجہ بدخواہ ہوگا یہ ہر عقلمند بخوبی سمجھ سکتا ہے، اس نے قرآن کے ترجمے میں کیا کچھ نا غلط کر دیا ہوگا، اللہ تعالیٰ ایسوں کے شر سے ہمیں بچائے۔ آمین

## شیخ سعدی کا ترجمۂ قرآن:

اعلیحضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ ص ۳۸۲ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"قرآنِ عظیم کے مطالب سمجھنا بلاشبہ مطلوبِ اعظم ہے مگر بے علمِ کثیر و کافی کے ترجمہ دیکھ کر سمجھ لینا ممکن نہیں بلکہ اس کے نفع سے اس کا ضرر بہت زیادہ ہے، جب تک کسی عالمِ ماہر کامل سنّی دین دار سے نہ پڑھے خصوصاً اس حالت میں کہ ترجمۂ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سوا آج تک اُردو فارسی جتنے ترجمے چھپے ہیں کوئی صحیح نہیں بلکہ اُن باتوں پر مشتمل ہیں کہ بے علم بلکہ کم علم کو بھی گمراہ

پہلے ممالک مغربی وشمالی کے لیفٹننٹ گورنر تھے، مجھ پر بھی بہت مہربان تھے۔میں نے شرف کے لکھے کو بیچ جانا، کتابوں کی جلدیں بنوا کر ایڈمبرا روانہ کریں۔ان کتابوں میں میرا قرآن مجید کا ترجمہ بھی تھا۔ وہ بہت پسند کیا گیا۔سر ولیم میور نے یہ کتابیں ایڈمبرا یونیورسٹی میں پیش کر دیں اور ہمیں گھر بیٹھے ایک ایل ایل ڈی کی ڈگری مل گئی۔"

اور لیجیے، مرزا فرحت اللہ بیگ لکھتے ہیں:

"سود لینا وہ (ڈپٹی نذیر احمد) جائز سمجھتے تھے. اگر کوئی حجت کرتا تو مارے تاویلوں کے اس کا ناطقہ بند کر دیتے ایک تو حافظ، دوسرے عالم، تیسرے لستان، بھلا ان سے کون ور آ سکتا تھا اور تو اور خود مجھ سے (مرزا فرحت اللہ بیگ سے) سود لینے کو تیار ہو گئے واقعہ یہ ہے کہ ہم پر متفرق قرضے تھے خیال آیا ایک جگہ سے قرض لے کر سب کو ادا کر دیا جائے، قرضہ کس سے لیا جائے یہ ذرا ٹیڑھا سوال تھا، ہر پھر کر مولوی صاحب پر نظر جاتی تھی، آخر ایک دن جی کڑا کر کے میں نے مولوی صاحب سے سوال کر ہی دیا کہنے لگے، کتنا روپیہ چاہیے؟ میں نے کہا "بارہ ہزار" "بولے ضمانت"؟ میں نے کہا چوڑی والوں کا مکان پوچھا کتنی مالیت کا ہے "میں نے کہا کوئی ساٹھ ستر ہزار روپے کا فرمایا کل قبالہ لیتے آنا میں نے دل میں سوچا چلو چھٹی ہوئی، بڑی جلدی معاملہ نپٹ گیا، دوسرے دن قبالہ لے کر پہنچا، پڑھ کر کہا ٹھیک ہے، مگر بیٹا سود کیا دو گے؟ میں نے کہا "مولوی صاحب آپ اور سود؟ کہنے لگے کیوں اس میں کیا ہرج ہے؟ میں نہ دوں گا تو کسی ساہوکار سے لو گے، اس کو بخوشی سود دو گے۔

ارے میاں! مجھے کچھ فائدہ پہنچاؤ گے تو دین و دنیا میں بھلا ہوگا، آخر میں تمہارا اُستاد ہوں یا نہیں میرا بھی کچھ حق تم پر ہے یا نہیں جاؤ شاباش بیٹا اپنے چچا سے جا کر تصفیہ کر آؤ! کل چیک بنگال بینک کے نام لکھے دیتا ہوں میں نے کہا مولوی صاحب! لوگ کیا کہیں گے مولوی ہو کر سود دیتے ہیں اور لیتے ہیں کس سے اپنے شاگردوں سے! کہنے لگے اس کی پروانہ کرو جب مجھ پر کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے تو اب مجھے ڈر ہی کیا رہا جاؤ تمہارے ساتھ یہ رعایت کرتا ہوں اوروں سے روپیہ سیکڑہ لیتا ہوں تم سے چودہ آنے لوں گا۔میں نے آ کر گھر میں ذکر کیا ہم کو دوسری جگہ سے آٹھ آنے سیکڑے پر روپیہ مل گیا اس لیے یہ معاملہ یوں ہی رہ گیا۔"

تو ڈپٹی نذیر احمد کا یہ تھا دین وایمان اور یہ تھا کردار جو مختلف دیے گئے اقتباسات میں آپ نے پڑھا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا فتویٰ کہ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھا جائے۔بالکل درست ہے۔کہ جو شخص اپنی زندگی میں کسی چیز کی پروا نہیں کرتا اور حرام حلال کی تمیز نہیں رکھتا اُس نے ترجمۂ قرآن میں کیا َ چھ نہ کیا ہوگا۔

کہاں کا حلال اور کہاں کا حرام
جو صاحب کھلائے وہ چٹ کیجیے

کردیں واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے تراجم کے علاوہ دوسرے تمام تراجمِ قرآن کو (جو چاہے اُردو میں ہوں یا فارسی میں) صحیح نہیں فرمایا اس سے پتہ چلا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے وقت تک ہونے والے اُردو فارسی کے تمام ترجمہ شدہ قرآن عظیم ملاحظہ فرمائے تھے تبھی یہ بات کہی، اور اب شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ فارسی میں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ترجمہ کنزالایمان اُردو میں سب تراجمِ قرآن سے اچھے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں تراجمِ قرآن سے زیادہ سے زیادہ فیوض و برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## ﴿حوالہ جات﴾


[۱]...... فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳، امام احمد رضا خان بریلوی رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

[۲]...... فتاویٰ رضویہ جلد ۲۴ امام احمد رضا خان بریلوی رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

[۳]...... مثنوی نوسرہار۔ از: شاہ اشرف الدین اشرف بیابانی
انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۸۲ء

[۴]...... مثنوی لولوئے ازغیب از: شیر لال
انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۸۳ء

[۵]...... مثنوی عاقبت بخیر از: سید ساجد علی فنائی
انجمن ترقی اردو پاکستان ۱۹۸۱ء

[۶]...... کہانی رانی کیتکی اور کنور اودھے بھان کی، از: میر انشاء اللہ خان انشاء
انجمن ترقی اردو پاکستان ۲۰۰۳ء

[۷]...... مقدمہ عجائب القصص از: ڈاکٹر سید عبداللہ

[۸]...... عجائب القصص از: شاہ عالم ثانی

[۹]...... مضامین فرحت از: مرزا فرحت اللہ بیگ

[۱۰]...... ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت از: مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

[۱۱]...... چند ہم عصر از: بابائے اُردو مولوی عبدالحق۔


---

وادیٔ رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے

جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

چودھویں صدی کے

عظیم محقق، علم وعمل کے بحرِ ذخار، تحریک عشقِ رسالت کے قافلہ سالار

# اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

بریلوی

کی ذات سے منسوب علمی، تحقیقی، تنقیدی، رسالہ

## رضا بک ریویو

کے اجرا پر

آپ کو پُر خلوص مبارک باد

**اسیر رضا**

سید آفتاب احمد آزاد رضوی

آزاد نیوز ایجنسی، نواب بہادر روڈ، پٹنہ سیٹی

## باب دوم

# کنز الایمان: منظر پس منظر

# کنز الایمان ضرورت وافادیت

■ —— محمد شمشاد حسین رضوی ایم۔اے

اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۰ھ میں قرآن مقدس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جو ''کنز الایمان'' کے نام سے موسوم ہے۔ دورِ حاضر میں ''کنز الایمان'' کی زبردست اشاعت ہو رہی ہے۔ ہر مکتبہ والے اس کو شائع کر رہے ہیں اور بازار میں ہدیہ کر رہے ہیں۔ ان گنت بار اس کی طباعت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ عوام وخواص میں جو شرف قبولیت ''کنز الایمان'' کو حاصل ہے کسی اور ترجمۂ قرآن کو حاصل نہیں۔ کم پڑھے لکھے افراد بھی اس کو پڑھتے ہیں اور اربابِ علم وکمال بھی۔ تنقید نگاروں نے بھی اس کا مطالعہ کیا اور ماہرین لسانیات نے بھی۔ مگر آج تک کسی صاحب علم وبصیرت نے اس کی طرف انگشت نمائی نہیں کی۔ کنز الایمان میں ترجمانی کی جو کیفیت، ادب وبیان کی جو لطافت، اسلوب کی جو چاشنی اور لب ولہجہ کا جو بانک پن پایا جاتا ہے وہ دل اور دماغ دونوں سے اپیل کرتا ہے اور دوسرے ذی علم افراد کو دعوتِ نظارہ دیتا ہے۔ اگر اس میں خامیاں ہوتیں تو اغیار بھی اس پر لب کشائی کرتے اور اپنے لوگ بھی دبے لفظوں میں خندہ زن ہوتے۔ میں بڑے وثوق سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ کنز الایمان ایک اچھا اور عمدہ قسم کا اردو ترجمۂ قرآن ہے جس میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کسی اچھے ترجمہ میں ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اربابِ کمال نے کنز الایمان کی انفرادی اور امتیازی خصوصیات وکمالات کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ کنز الایمان میں اعلیٰ قسم کی ترجمانی کو دیکھتے ہوئے کسی صاحب بصیرت نے کہا...... ''قرآن مجید اگر اردو میں نازل ہوا ہوتا تو وہ کنز الایمان ہوتا۔'' یہ جملہ صرف اظہار وصف وکمال کا ایک قوی ذریعہ ہے اور پر تاثیر اسلوب ہے۔ اس جملہ کے توسط سے نہ تو کنز الایمان کو قرآن بتایا گیا اور نہ ہی اس کے ہم پلہ قرار دیا گیا۔ ہاں صرف یہ مقصد ہے کہ کنز الایمان میں واقعی طور پر قرآن کی صحیح ترجمانی پائی جاتی ہے اور اس میں زبان وبیان کی ایسی چاشنی پائی جاتی ہے کہ کنز الایمان جیسا کوئی اور ترجمۂ قرآن نہیں۔ نہ امام احمد رضا سے پہلے ایسا کوئی ترجمۂ قرآن تھا اور نہ ان کے بعد، حد تو یہ ہے کہ اس دور میں بھی کنز الایمان جیسا کوئی ترجمہ پایا نہیں جاتا۔ مگر نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری

ہی جماعت کے کسی اہل علم وادب نے اس جملہ کی صحت پر کلام کیا ہے اور اسے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اس لیے مناسب تصور کرتا ہوں کہ اس جملہ کی توضیح کردی جائے تاکہ کنزالایمان پر گفتگو کرنے کا راستہ بالکل صاف اور ستھرا ہو جائے اور ذہن وشعور سے کدورت وشبہات کا بادل چھٹ جائے۔

**جملۂ مذکورہ کی توضیح و تشریح:**

یہ جملہ جس نے بھی ادا کیا، اس نے بہت کچھ سوچ سمجھ کر ادا کیا ہے۔ اس جملہ کا مقصد اور پس منظر کیا ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن مقدس کی صحیح اور مکمل ترجمانی، زبان وبیان کی تاثیری کیفیت، اسلوب بیان کی کشش، اردو محاوروں، عام بول چال کے لفظوں اور جملوں کے استعمال نے اہل علم وادب کے دل ودماغ کو اپیل کی اور پھر انہوں نے اپنی اس داخلی کیفیت کا اظہار مذکورہ جملہ میں کردیا۔ یہی وہ پس منظر ہے جس کی بنیاد پر یہ جملہ صفحۂ قرطاس کی زینت بن گیا۔ اس جملہ کا مقصد صرف کنزالایمان کی خوبیاں بیان کرنا ہے۔ میرا گمان غالب یہ ہے کہ جس نے بھی یہ جملہ کہا وہ کوئی کم پڑھا لکھا نہ تھا، بلکہ نہایت ہی قابل ترین انسان اور دانش ور تھا کہ اس نے یہ جملہ لکھ کر کنزالایمان میں مضمر تمام خوبیوں کو اجاگر کردیا اور اس کی معتد بہ حیثیات کا تعین بھی۔ یہ کوئی لغو اور مہمل جملہ نہیں بلکہ جدید اسلوب اور نادر ونایاب لب ولہجہ کا آئینہ دار ہے۔ علم منطق کے اعتبار سے یہ قیاس استثنائی کا ایک جز صغریٰ ہے۔ اس کے بالترتیب اجزا اس طرح ہوں گے......

صغریٰ - قرآن مجید اگر اردو میں نازل ہوا ہوتا تو وہ کنزالایمان ہوتا۔

کبریٰ - مگر قرآن مجید اردو میں نازل نہیں ہوا۔

نتیجہ - اس لیے کنزالایمان قرآن مجید نہیں۔

اس قیاس استثنائی سے جو نتیجہ نکلا وہ سو فی صد صحیح اور حقیقت پر مبنی ہے۔ بالفرض اگر کوئی اس نتیجہ کو صحیح تسلیم نہیں کرتا تو پھر اسے اس کی نقیضین یعنی کنزالایمان ہی قرآن مجید ہے، کو ماننا پڑے گا کیوں کہ نقیضین میں سے کسی ایک کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں اور ایسا بھی نہیں ہوسکتا کہ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی نہ مانا جائے اور نہ ہی دونوں کو مانا جائے گا کہ ان دونوں صورتوں میں رفع نقیضین اور صدق نقیضین لازم آئے گا۔ اہل علم بہ خوبی جانتے ہیں کہ یہ دونوں محال ہیں، اب رہی یہ بات کہ کنزالایمان ہی قرآن مجید ہے یہ سراسر جھوٹ، لہٰذا ثابت ہوا کہ کنزالایمان قرآن مجید نہیں۔ یقین کے اجالے میں ہر کوئی کہہ سکتا ہے کہ صغریٰ یعنی قرآن مجید اگر اردو میں نازل ہوا ہوتا تو وہ کنزالایمان ہوتا بالکل صحیح اور درست ہے۔ اس پر شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات کو بیان کرنے کا یہ اسلوب جدید بھی ہے اور نادر ونایاب بھی کہ اس میں دعویٰ بھی

ہے اور دلیل بھی۔ ایسا نہیں ہے کہ صرف کنزالایمان ہی کے سلسلہ میں یہ اسلوب اپنایا بلکہ قرآن و حدیث میں بھی یہ اسلوب نظر آتا ہے اور نعتیہ شاعری میں بھی۔

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے......

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (پ۱۷،س:انبیاء ۲۲)

اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں......

لو کان بعدی نبیا لکان عمر

''میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے''

(۳) استاذ زمن حضرت علامہ مولانا حسن رضا خاں بریلوی اپنی نعتیہ شاعری میں تحریر کرتے ہیں:

خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت
خدا بن کر آتا یہ بندہ خدا کا

استاذ زمن نے یہ شعر امام احمد رضا فاضل بریلوی کے سامنے پڑھا تو انھوں نے اس شعر کو پسند فرمایا اور خوشی کا اظہار کیا۔ بتایئے یہ طرز استدلال اگر غلط ہوتا یا اس سے کراہت کی بو آتی تو امام احمد رضا اور ارباب علم و ادب اور دوسرے باذوق افراد اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیوں کرتے؟ اگر کنزالایمان کی مدح وستائش میں قیاس استثنائی پر مشتمل جملہ کہہ دیا گیا تو اس سے کون سی قیامت ٹوٹ پڑی اور کیوں ارباب نکتہ داں چیں بجبیں ہو گئے؟ اور مذکورہ جملہ پر منھ بسورنے لگے۔ کسی صاف شفاف اور علم وفن کی کسوٹی پر کھرا اترنے والے جملہ پر معترض ہونا کہاں کا انصاف ہے؟ اور یہ کیسی دانش وری ہے؟ اس اعتراض کو کیا کہا جائے، حق پسندی یا شہرت کی ہوس میں بڑا بول؟ حق تو یہ تھا کہ اس جملہ کی تحسین فرماتے، انھیں مبارک باد دیتے جن کے نوک قلم سے یہ معرکتہ الآرا جملہ نکل پڑا۔ خیر زمانہ کچھ کہے میں اس جملہ پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میری نگاہ میں اس سے بہتر اور جامع اسلوب کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

## کنزالایمان کی ضرورت:

اس مقام پر بنیادی طور پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آخر کیا ضرورت تھی کہ حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اردو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا، اگر اللہ تعالیٰ کے پیغامات اور قرآنی

تعلیمات کو عام مومنین تک پہنچانا مقصد تھا تو یہ کام بہت پہلے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کر کے پورا کر دیا تھا۔ جناب خلیق انجم لکھتے ہیں:

''اردو میں قرآن شریف کا پہلا ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین نے کیا یہ ترجمہ لفظی تھا یعنی قرآن شریف کے ہر لفظ کا اس طرح ترجمہ کیا گیا کہ اردو فقروں کی ساخت ہی بدل گئی اس ترجمہ میں سلاست و روانی نہ ہونے کی وجہ سے اصل مفہوم سمجھنا مشکل تھا۔ شاہ رفیع الدین نے یہ ترجمہ ۱۷۷۶ء میں کیا تھا۔ تقریباً نو سال بعد یعنی ۱۷۸۵ء میں شاہ رفیع الدین کے چھوٹے بھائی عبدالقادر نے بھی قرآن شریف کا اردو میں ترجمہ کیا یہ ترجمہ پہلے ترجمہ کے مقابلہ میں زیادہ سلیس شگفتہ اور آسانی سے سمجھ میں آنے والا تھا۔'' (فن ترجمہ نگاری، ص ۱۴)

یہ دونوں ترجمے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی پیدائش سے پہلے ہی شائع ہو چکے تھے اور اربابِ علم اس کا مطالعہ کر رہے تھے۔ شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں سلاست و روانی اور شگفتگی بھی پائی جاتی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ترجمے افادیت اور مقصدیت سے عاری نہ تھے بلکہ اس کا افادی پہلو روشن تھا اور مقصد بھی واضح تھا کہ جن لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا وہ یہی تو چاہتے تھے کہ قرآنی تعلیمات عام ہو جائیں اور لوگ ان قرآنی تعلیمات سے استفادہ بھی کر رہے تھے۔ اس پس منظر میں اس بات کی وضاحت اور بھی زیادہ اہم نظر آتی ہے کہ آخر کنز الایمان کی ضرورت کیا تھی؟ خود امام احمد رضا کے دور میں بھی قرآن مقدس کے کئی ایک ترجمے موجود تھے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں اور ترجمہ بھی ایسے ایسے افراد نے کیا تھا جو خود ماہر لسانیات اور اردو زبان و ادب کے لیے سرمایۂ فخر و ناز تھے۔ مثال کے طور پر ڈپٹی نذیر احمد ہی کو لے لیجیے کہ اردو ادب و تنقید میں ان کو کافی اہمیت حاصل تھی، ناول و افسانہ نگار تھے، زبان و ادب کے تمام پہلوؤں پر وسیع نظر رکھتے تھے۔ اردو محاوروں اور ضرب الامثال کا استعمال بھی کرتے تھے۔ گویا دوسرے لفظوں میں آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں...... نذیر احمد کو زبان و بیان پر مکمل عبور حاصل تھا، جدید اسالیب اور ایک ہی بات کو مختلف انداز میں پیش کرنے کی صلاحیت بھی تھی۔ انھوں نے بھی قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کیا، ان کے ترجمہ میں سلاست، روانی، شگفتگی، اردو محاوروں اور خوب صورت جملوں کا استعمال پایا جاتا تھا۔ انھوں نے عام بول چال میں ترجمہ کر کے یہ کوشش کی کہ قرآنی تعلیم گھر گھر پہنچ جائے اور اہل وطن نے اس ترجمہ کو ہاتھوں ہاتھ بھی لیا کیوں کہ اس میں سلاست و روانی پائی جاتی تھی۔ روزمرہ کے الفاظ اور محاورے بھی استعمال کیے گئے تھے اس کے باوجود نذیر احمد نے ایسی غلطی کی جس کا انجام بھیانک ہوا، روزمرہ اور اردو محاوروں کے استعمال میں وہ اس طرح کھو گئے کہ انھیں اس بات کا اندازہ بھی نہ ہوا کہ ان محاوروں کا

استعمال کس کے لیے کر رہے ہیں۔ خدا کے لیے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یا پھر ان برگزیدہ بندوں کے لیے جو پاک باز اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ میں اس کی ایک جھلک پیش کر رہا ہوں، آپ مطالعہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ اس قسم کے جملوں کا استعمال کس حد تک درست ہے۔ خلیق انجم رقم طراز ہیں:

"قرآن کا ترجمہ مختلف مترجمین نے کیا، ان میں سب سے آسان اور روزمرہ کا ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد کا سمجھا جاتا ہے۔ موصوف شستہ اور بامحاورہ زبان لکھنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ امہات الامۃ لکھتے وقت بھی اسی صفت کو برت گئے اور برے پھنسے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راتوں رات مکہ سے باہر تشریف لے جانے کا تذکرہ یوں کیا: وہ راتوں رات سٹک گئے، یہ سٹک کا لفظ اگرچہ عوام کی بول چال میں استعمال ہوتا ہے، لیکن پیغمبر کی شان میں یہی لفظ ایک گستاخی سمجھا گیا اور اسی طرح کے الفاظ کی بنا پر ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمے کے خلاف عام جلوسوں میں تجویزیں پاس ہوئیں اور بہت شور ہوا۔" (فن ترجمہ نگاری، ص ۸۹)

اس عبارت محولہ سے یہ ضابطہ نکل کر آیا کہ قرآن کا ترجمہ کرتے وقت مترجم صرف لفظوں کی خوب صورتی، جملوں کی شگفتگی، اسلوب کی رنگارنگی اور انداز نگارش کی قوس وقزح پر نظر نہ رکھے اور نہ ہی محاوروں اور روزمرہ کے الفاظ کے استعمال پر دھیان مرکوز کرے، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ جملے اور محاورے کس کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں اور کیا یہ الفاظ و محاورے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے مناسب ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو ایسے لفظوں اور محاوروں کو مسترد کر دینا چاہیے۔ اس ضابطہ کا فقدان نہ صرف ڈپٹی نذیر احمد کے یہاں پایا جاتا ہے بلکہ اردو زبان میں جس قدر بھی قرآنی تراجم موجود ہیں سب میں عام ہے ذیل میں چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

(۱) سرسید احمد خاں نے لکھا:

"اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے"

(۲) ڈپٹی نذیر احمد نے اس طرح لکھا:

"اللہ ان کو بناتا ہے"

(۳) فتح محمد جالندھری نے کیا گل کھلایا اسے بھی ملاحظہ کریں:

"ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے"

(۴) شیخ محمود حسن دیوبندی نے یوں ترجمہ کیا:

"اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے"

ماہر لسانیات اور ارباب ذوق سے گزارش ہے...... ''ٹھٹھا کرتا ہے''، ''بناتا ہے''، ''ہنسی کرتا ہے'' اور ''دل لگی کرتا ہے'' جیسے جملوں پر غور کریں، میں مانتا ہوں کہ یہ ایسے الفاظ اور جملے ہیں جو روزمرہ میں بولے جاتے ہیں اور خاص و عام اپنے اپنے محاوروں میں استعمال کرتے ہیں، مگر ان محاوروں سے ذہن میں جو معانی و مفاہیم منعکس ہوتے ہیں، کیا وہ شان الٰہی کے لیے زیب دیتے ہیں؟ کیا کوئی بھی مومن اور عشق کا مزاج رکھنے والا انسان اپنے اور سارے جہان کے خالق و مالک کے لیے ان لفظوں کا استعمال کرسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ الفاظ بھی گستاخانہ کلمات ہیں جو قوتِ سماع پر گراں گزر رہے ہیں۔ اسی قسم کے بہت سے غیر محتاط اور غیر معتدل الفاظ و کلمات کے بطن سے یہ ضرورت پیدا ہوئی کہ اب قرآن مقدس کا اردو ادب میں ایسا ترجمہ کیا جائے جو ایمان و یقین اور ادب و احترام، صدق و صفا اور خوش گوار ماحول کا آئینہ دار ہو۔ اب ایسے ترجموں کی قطعی کوئی حاجت نہیں جو ماحول، ذہنی فضا اور مزاجِ عشق میں تکدر پیدا کرے۔ اسی ضرورت و تقاضا نے کنزالایمان کو وجود بخشا اور اب وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے جو چیز کسی ضرورت کے تحت نمود پذیر ہوتی ہے، وہ اعلیٰ اور بے مثال ہوا کرتی ہے۔ اس میں ایسی خوبیاں ہوتی ہیں کہ ذوق جمال جن کے حسین لمس سے جھوم سا جاتا ہے، یقین مانیے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان میں یہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

**کنزالایمان کیسے وجود میں آیا:**

اس سوال کی بھی ایک تاریخ اور پس منظر ہے چوں کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کو علمی مصروفیات سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی، تصنیف و تالیف اور فتاویٰ نویسی آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس لیے آپ کی توجہ اس طرف نہیں گئی مگر صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ نے اس ضرورت و افادیت کا احساس کیا اور اپنے دل میں مکمل عزم کرلیا کہ اس بارے میں امام احمد رضا سے وقت کا مطالبہ کیا جائے اور اس کام کے لیے انھیں آمادہ کرلیا جائے۔ صدرالشریعہ نے امام احمد رضا سے اس ضرورت کا تذکرہ کیا، انھوں نے بھی خندہ پیشانی سے اسے قبول کرلیا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت نے اس کے لیے دو وقتوں کا تعین فرمایا، دن میں قیلولہ کے وقت اور رات میں سونے سے قبل۔

اس بات سے ہر ایک فرد واقف ہے کہ ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں اور وہ بھی قرآن مقدس کا ترجمہ کرنا، کوئی بچوں کا کھیل نہیں، اس کے لیے جاں فشانی، زبردست محنت و عرق ریزی اور راتوں کو حلال کرنا پڑتا ہے اور پتہ ماری کی جاتی ہے تب کہیں جا کر ترجمہ کا عمل مکمل ہوتا ہے۔ ہر کس و ناکس قرآن مقدس کا ترجمہ کرلے ایسا نہیں ہوسکتا ہے ہاں اس کے لیے کچھ ذی علم اور باشعور افراد

مخصوص ہوا کرتے ہیں۔ یہیں سے ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ ترجمہ کون کرے؟

## ترجمہ کون کرے؟

یہ سوال بہ ظاہر بہت ہی چھوٹا اور نہایت ہی سادہ ہے مگر اس کا جواب تحقیق طلب اور خود میں گہرائی و گیرائی لیے ہوئے ہے۔ معنی خیز اور حیرت انگیز بھی ہے۔ میں اپنی ناقص معلومات سے چند باتیں عرض کر رہا ہوں شاید انھیں مخدوش عبارتوں میں اس کا جواب مل جائے۔

اولاً: قرآن مقدس کا ترجمہ وہ کرے جو قرآن فہمی اور منشاء الٰہی کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ قرآن فہمی کے لیے چند بنیادی چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) قرآن کی زبان کا ذوق پیدا کرنا ایک ضروری امر ہے اور کسی بھی زبان کا ذوق برسوں کی مشق اور پتہ ماری سے پیدا ہوتا ہے۔ صرف تفسیروں کے پڑھنے اور لغت میں بتائے گئے الفاظ و معانی کے صرف مطالعہ سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے اس زبان کا سارا کلاسیکی لٹریچر اس کے اساتذہ کا کلام، اس کے قواعد و ضوابط، اصول و نظریات، اس کے علم نحو، علم صرف، علم معانی و بیان کا نہایت ہی ٹھوس اور گہرے مطالعہ کا ہونا ایک امر ناگزیر ہے۔ فصاحت و بلاغت، اس کی باریکیوں اور لطافتوں پر عبور کا ہونا بھی ضروری ہے چوں کہ قرآن مقدس جس وقت نازل ہو رہا تھا، وہ جاہلیت کا دور تھا۔ عربوں میں شاعری کا ذوق تھا اور اہل عرب اپنی زبان دانی پر ناز کر رہے تھے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ بات دل کو لگتی ہوئی محسوس ہوتی ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے ایام جاہلیت کے شاعروں خطیبوں کے کلام پر عبور ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ عربی زبان کے تلمیحات، تشبیہات اور استعارات پر بھی گہری نظر رکھنی چاہیے کہ اس کے بغیر کام نہیں چلتا کہ قرآن انھیں کی زبان میں نازل ہوا۔ زبان کے محاورے، ضرب الامثال بھی زبان کے ذوق کو پیدا کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ جب تک ان علوم وفنون پر درک تام حاصل نہیں ہوگا تو پھر زبان کا ذوق کیوں کر پیدا ہوگا۔ اس لیے قرآن فہمی کے بنیادی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، ادب عربی سے متعلق تمام علوم وفنون کو حاصل کرے اور ان علوم وفنون کے ذریعہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

ثانیاً: ترجمہ کرنے کی کوشش وہ کرے جس کے اندر یہ استعداد و صلاحیت ہو کہ وہ سیاق وسباق، اضافات وانسلاکات کے ذریعہ لفظوں کے معانی و مفاہیم کا تعین کرسکتا ہو۔ صرف لغتوں میں بتائے گئے لفظوں کے معانی پر اعتماد کل نہ کرے کیوں کہ لفظوں کا پیکر نہایت ہی صاف وشفاف ہوا کرتا ہے، جو ہر قسم کے سیاق وسباق سے شعاعوں کو قبول کرتا ہے اور پھر ان شعاعوں سے قاری وسامع کے دل و دماغ کو منور کرتا ہے۔ یہی فلسفۂ الفاظ ہے، جس شخص کے اندر سیاق وسباق سے معانی ونتائج کے اخذ

کرنے کی صلاحیت، استعداد وقابلیت ہی نہیں وہ اس وادی میں قدم نہ رکھے تو بہتر ہے۔ اکثر مترجمین کے اندر اس صلاحیت کا فقدان تھا اس لیے ان کے قلموں نے لغزش کھائی اور علم وشعور، فن وادراک کی کشتی بیچ بھنور میں آکر ڈوب گئی جس کی وجہ اہل علم وادب کے مابین اس کے ترجمہ کے خلاف ماحول بنا، کرب واضطراب پیدا ہوا اور سماج ومعاشرہ کے مسائل میں زبردست الجھنیں پیدا ہوئیں۔ کاش اگر مترجمین معنیاتی فلسفہ وشعور کو پیش نظر رکھتے تو یہ بے چینی پیدا نہ ہوتی مگر نہ معلوم ان مترجمین نے کس زعم میں سیاق وسباق کا لحاظ نہ کیا اور قوم مسلم کو بے چین ومضطرب کر دیا۔ العیاذ باللہ۔

ثالثاً: ترجمہ وہ کرے جس کے اندر خلوص وللّٰہیت، صدق نیت، طلب ہدایت اور قرآن کریم سے اکتساب نور کا حوصلہ ہو کیوں کہ یہی وہ قرآن مجید ہے جس سے ہزاروں افراد ہدایت پا گئے اور ہزاروں کفر وضلالت کے دَل دَل میں پھنس کر رہ گئے اور موت وحیات کے کش مکش سے دوچار ہو گئے۔ صرف علوم عربیہ پر عبور ہی ترجمہ کرنے کے لیے ضروری نہیں بلکہ تائید ربانی بھی اس کے لیے ضروری امر ہے کہ الفاظ وہی ہوتے ہیں اور معانی ومفاہیم بھی وہی، دونوں کے مابین اٹوٹ رشتے بھی وہی، اس کے باوجود الفاظ قرآن سے صحیح معنی ومفہوم کا اخذ واستنباط خدائے برتر وبالا کی تائید وتوفیق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مترجمین کے لیے ایسی صلاحیت واستعداد کا ہونا ضروری ہے جس سے تائید ربانی کا نزول ہو سکے۔ جن مترجمین میں ان صلاحیتوں کا فقدان تھا ترجمہ کرتے وقت ان کے دامن کا ایک ایک تار بکھر کر رہ گیا اور خود ان کی شخصیتیں بھی مجروح ہو گئیں۔

اب تک جو باتیں تحریر کی گئیں، وہ قرآن فہمی اور اس کے مسائل سے متعلق تھیں، لیکن مترجمین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جس زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا جا رہا ہے، اس کے اصول ومسائل الگ نوعیت کے حامل ہیں، جن سے آشنائی مترجمین کے لیے ضروری امر ہے۔ اسے سمجھے بغیر ترجمہ کا عمل پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ اصول ومسائل دو مرحلوں میں بیان کیے جا رہے ہیں۔

**مرحلۂ اولیٰ:** ترسیل ہے۔ ترسیل کا مطلب قلبی واردات، ذہنی کیفیات اور مافی الضمیر کو لفظوں کے روپ میں پیش کرنا ہے۔ اس کے لیے ذخیرۂ الفاظ کا وسیع تر ہونا ضروری ہے۔ ذخیرہ میں جس قدر وسعت ہوگی مترجمین کے لیے ترجمہ کا عمل اتنا ہی آسان اور سہل ہوگا کہ لفظوں کی کمی مفہوم کی ادائیگی میں زبردست خلل ڈالتی ہے۔ اصول وقواعد، نحو وصرف، استعارات وتلمیحات، تشبیہات وکنایات اور اسلوبیات سے واقفیت بھی ہونی چاہیے۔ روزمرہ کے الفاظ وبیان اور اردو کے اساتذۂ سخن کے کلام پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ اردو عسکری زبان ہے اس میں عربی وفارسی زبانوں کے الفاظ اور علاقائی بولیوں کے محاورے بھی پائے جاتے ہیں لہٰذا ایک مترجم کو اردو کے ان تمام پہلوؤں پر نظر

رکھنی چاہیے کہ انھیں معلومات کے سبب ذخیرۂ الفاظ میں وسعت آئی ہے اور انسان ترسیلی امور کے انجام دہی میں کام یاب ہوتا ہے۔ ترسیل کے وقت مترجم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اصل متن کے الفاظ و عبارات کا صحیح صحیح ترجمہ کرے اور اس کے لیے لفظوں کے انتخاب میں اپنی پوری صلاحیت صرف کر دے اور یہ ضرور دیکھے کہ کس لفظ میں ترسیل کی قوت ہے؟ اور کس میں نہیں ہے؟ یہ حقیقت ہے کہ لفظوں کا عمل حرکی نظام پر قائم ہے۔ جس لفظ میں یہ حرکت تیز تر ہوگی اسی قدر وہ دل اور دماغ سے اپیل کرے گا اور جہاں یہ حرکت نہیں ہوتی، وہ جمود و تعطل کا شکار ہو کر انتقال معانی میں مخل ہو جاتا ہے اور پھر ترجمہ کا عمل مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ تو بتایئے کہ اس قسم کے الفاظ ترجمہ کے عمل میں کیوں کر شامل کیے جا سکتے ہیں؟

**مرحلۂ ثانیہ** : ابلاغ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لفظوں کے ذریعہ جن معانی کو قاری و سامع کے دل و دماغ تک پہنچانا ہے وہ پہنچے ہیں یا نہیں، اس بات کا پتہ لگانا اور اس کی جانچ کرنا بھی مترجم کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مترجم مناسب الفاظ اور موقع و محل کے اعتبار سے جملوں کا انتخاب کرے، کہیں استعارہ سے کام لے اور کہیں تشبیہ سے کام لے اور مناسب لب و لہجہ کو بروئے کار لائے۔ اندازِ بیاں بھی ایسا اختیار کرے جو آسان اور سہل ہو تا کہ ابلاغ میں خلل واقع نہ ہو۔ ابلاغ میں کام یابی ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ اس میں کچھ کوشش ہوتی ہے اور کچھ عطیۂ ربانی، برسوں ریاضت و مہارت کرنی پڑتی ہے تب کہیں ابلاغ میں کام یابی ملتی ہے یا پھر اس قدر ملکہ و قدرت ہو کہ انسان میں ابلاغ کی ساری توانائی حاصل ہو جائے۔

**مرحلۂ ثالثہ** : اس بات کا متقاضی ہے کہ ترجمہ میں جو الفاظ و جملے لائے جائیں، اسے ادب و احترام اور جذبۂ عشق سے سرشار ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذوات قدسیہ کے لیے مناسب بھی۔ ایسے الفاظ کا استعمال قطعی طور پر ممنوع قرار دیے جائیں جن سے بے ادبی اور گستاخی کا شائبہ ہو مگر بعض مترجمین نے اپنے ترجموں میں صرف محاوروں اور روزمرہ کے زبان کے استعمال پر زور دیا، انھوں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ ان محاوروں کا استعمال کہاں درست ہے اور کہاں درست نہیں؟

ان تمام گفتگو کو دھیان میں رکھ کر غور کریں کہ صرف امام احمد رضا بریلوی کی ہی ایسی ذات تھی جو صحیح معنی میں ترجمہ کے عمل کو انجام دے سکتی تھی۔ ان کی شخصیت میں ترجمہ کرنے کے تمام تر اصول، مسائل اور بنیادی ضرورتیں پائی جاتی تھیں، جہاں تک عربی زبان دانی اور قرآن فہمی کا تعلق ہے تو اس معاملہ میں انھیں پوری مہارت اور مکمل عبور حاصل تھا۔ عربی زبان و ادب تو ان کے گھر کی معلوم ہوتی تھی۔ آپ برملا

عربی زبان میں گفتگو کر سکتے تھے اور لکھ سکتے تھے، فصیح بلیغ عربی بولنا یا لکھنا ان کی خصوصیت اور انفرادی شان تھی۔ ان کی تصانیف کا مطالعہ کر لیجیے آپ کو ان کی عربی دانی کا اندازا ہو جائے گا۔ عربی میں شاعری کرنا ان کی طبع میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ عربی زبان وادب میں ان کی مہارت کاملہ اور درک تام کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عربی خود ان کی اپنی مادری زبان معلوم ہوتی تھی۔ اس میں زور شور کے ساتھ بلاغت وفصاحت، علم معانی و بیان کے تقاضوں کی سرگرمی اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ عربی زبان کی طرف ان کا میلان ورجحان طبعی تھا، یہی وجہ ہے کہ تمام علمی نکات، فن کی باریکیاں اور دقائق لطیفہ اولاً ان کے ذہن وشعور پر منکشف ہوتے تھے، پھر بعد میں آپ انھیں اردو زبان یا فارسی زبان میں منتقل فرماتے تھے۔ اس موقعہ پر مولانا محمد احمد مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی درج ذیل عبارت پیش کر دینا مناسب وضروری سمجھتا ہوں، آپ رقم طراز ہیں:

"ان الابحاث العلميه تتجلى فى ذهنه الثاقب اولاً . بالعربيه ثم يحولها الى اللغة الاخرويه.

یعنی اولاً مباحث علمیہ ان کے روشن ذہن پر روشن ہوتے ہیں پھر ثانیاً انھیں دوسری زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔" (تقدیم۔قصیدتان رائعتان)

اس سے آپ اندازا لگا سکتے ہیں کہ امام احمد رضا کو عربی ادب میں کس قدر مہارت تھی، مگر یہ بھی خیال رہے کہ یہ مہارت زبان کی صرف ایک یا چند جہات تک محدود نہ تھی بلکہ اس کے تمام جہتوں پر محیط تھی، خواہ اس کا تعلق زبان کے نحو وصرف سے ہو یا فصاحت و بلاغت سے، معانی و بیان سے ہو یا صنائع لفظی سے۔ لسانیات سے متعلق ابحاث ہوں یا لفظیات سے، ہر پہلوئے زبان پر انھیں پورا اور مکمل عبور حاصل تھا جس کی وجہ سے ان کی ذات وشخصیت میں عربی ادب کا ذوق پایا جاتا تھا اور قرآن فہمی میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی۔ نہ آپ کی ولادت سے سو سال قبل اور نہ ہی اب تک کوئی ایسا پیدا ہوا جو قرآن فہمی میں ان کا ثانی ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس اعتبار سے صرف اور صرف انھیں کو قرآن مقدس کا اردو ترجمہ کرنے کا حق حاصل تھا۔

جہاں تک اردو میں ترسیل وابلاغ کا سوال ہے، اس میں بھی آپ کو پوری قدرت حاصل تھی۔ لفظوں کا ایسا وسیع ذخیرہ آپ کی معلومات میں سمویا ہوا تھا کہ کسی معنی ومفہوم کو ادا کرنے کے لیے آپ کو لفظوں کا انتظار نہ کرنا پڑا بلکہ خود الفاظ تراکیب اور بندشیں آپ کی توجہ والتفات کی محتاج تھیں کہ کب لب کشا ہوں اور لفظوں کے پھول برسنے لگے، یہ صرف امام موصوف کی خدمت میں قصیدہ خوانی نہیں بلکہ اصل حقیقت کی ترجمانی ہے۔ اارسو کتابوں۔ رسالوں پر مشتمل سرمایہ علم وفن کیا اس

بات پر واضح ثبوت نہیں کہ اعلیٰ حضرت کی اردو دانی کا نہ کل جواب تھا اور نہ ہی آج ان کا کوئی جواب ہے۔ نظم ونثر دونوں میدانوں میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ حدائق بخشش اور ترجمۂ قرآن کنزالایمان کا مطالعہ کر لیجیے امام احمد رضا کی نظم نگاری اور نثر نگاری کا آپ کو بہ خوبی اندازا ہو جائے گا۔ لفظوں کا انتخاب، جملوں کی ساخت اور محاوروں کا برمحل استعمال ان کی نثر نگاری کا بین ثبوت ہے۔ ان کی زبان کی خوب صورتی کا یہ عالم تھا کہ ان کی زبان کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس اعتبار سے دیکھیے تو ہم یہ کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ کرنے کا صرف انھیں کا حق تھا۔ طبع آزمائی کوئی بھی کرے اس پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی ہے مگر اس میدان میں کھرا وہی اترتا ہے جو اس میں اترنے کا مستحق ہوا کرتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کی شخصیت میں یہ نمایاں خصوصیت پائی جاتی ہے کہ انھوں نے ترجمۂ قرآن میں جو لفظ اور جو جملہ استعمال کیا، ادب واحترام کے ساتھ کیا۔ ان کے الفاظ میں نہ تو کرخت آوازیں شامل ہیں اور نہ ہی مکروہ اصوات کا شائبہ ہی گزرتا ہے، کیوں کہ انھوں نے ترجمہ کا کام نہ تو نام ونمود کے لیے اور نہ ہی شہرت کے جذبہ سے مغلوب ہوکر بلکہ انھوں نے خدا کے پیغامات اور قرآنی تعلیمات کے خوب صورت پیرایے میں لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی اور عشق وایمان کا پہرا بٹھا کر یہ کام انجام دیا۔ اسی لیے ان کے ترجمہ سے نہ تو شان الٰہی پر کوئی فرق پڑا اور نہ ہی شان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی سوے ادبی ہوئی، حالاں کہ دوسرے مترجمین کا دامن اس قسم کے منفی جذبات سے عاری نہیں۔ ان مترجمین میں صرف امام احمد رضا بریلوی ہی ایسے مترجم ہیں جن کا قلم و تحریر ہر اعتبار سے محفوظ ہے۔ اسی لیے میرا دعویٰ ہے کہ صرف امام احمد رضا ہی قرآن کا صحیح اور اچھا ترجمہ کر سکتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے صرف انھیں کا اس کے لیے انتخاب فرمایا تھا۔

**یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے:**

قرآن مقدس کا اردو میں ترجمہ کرنا کس قدر دشوار اور مشکل کام ہے اس بات کا اندازا خود بھی آپ کو ہو گیا ہوگا۔ مگر اس مشکل ترین کام کو انجام دینے کے لیے، امام احمد رضا نے جو وقت قیلولہ اور سونے سے قبل کا وقت نکالا۔ اس پر زبردست حیرت ہو رہی ہے اور میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ آخر ایسا کیوں کیا گیا۔ جہاں اس کے لیے احادیث اور تفسیروں، لغتوں کا مطالعہ ضروری ہے مگر امام موصوف نے اس مطالعہ کی پرواہ کیے بغیر حضرت علامہ صدر الشریعہ کو ترجمہ لکھانا شروع کر دیا۔ شعور و دانش کی ساری سرحدیں یہیں پر ختم ہو جاتی ہیں کہ ایسا کیوں کر ہوسکتا ہے۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں، مگر ایسا ہی ہوا ہے اس لیے اسے جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا ہے۔ اس مقام پر میں صرف دو باتیں

پیش کر رہا ہوں جن کے مطالعہ سے حیرت واستعجاب کا یہ طلسم ٹوٹ سکتا ہے۔

اول: یہ کہ اعلیٰ حضرت کے ذہن وفکر اور شعور وادراک میں وہ تمام علوم وفنون جو معدات کی حیثیت رکھتے ہیں جمع تھے اور من کل الوجوہ متحضر بھی اور جب ذہن وفکر میں کلی استحضار ہوتا ہے تو اس شے کے وجود میں کیا دیر لگتی ہے جس کے لیے یہ استحضار ذہنی ہوتا ہے بالکل بعینہ یہ صورت ترجمہ قرآن کی تھی اسی لیے امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس مختصر سی مدت میں اتنا اہم اور مشکل کام کو انجام دے دیا اور طبع نازک پر ذرا بھی گرانی محسوس نہیں کی، یہ ترجمہ قطرہ قطرہ مل کر ایک سمندر کی شکل میں نمودار ہوا جس کا نام ''کنزالایمان'' رکھا گیا۔

دوم: اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک اَن دیکھی قوت تھی جو امام احمد رضا سے یہ ترجمہ کرا رہی تھی۔ یہ فضل ربی ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اور بے حساب دیتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھیے تو کنزالایمان کرشمہ قدرت ہے، عطیہ ربانی ہے اور کیوں نہ ہو کہ خود امام احمد رضا کی ذات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے تو پھر کنزالایمان پر اس کے انطباق میں کیا قباحت ہوسکتی ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو سمجھ میں آنے والی ہیں اور حیرت واستعجاب کی کیفیت کا ازالہ کرنے والی ہیں۔

**کنزالایمان اور اس کا افادی پہلو:**

''کنزالایمان'' واقعی کنزالایمان ہے جو ذہن وفکر میں عشق وایمان کی تازگی لاتا ہے اور دلوں میں لطافت ونزاکت اور روحوں میں بالیدگی لاتا ہے، اسے پڑھیے قرآنی ہدایات کے جلوے آپ محسوس کریں گے اور تاریک قلب وجگر میں انوار وتجلیات بکھر جائیں گے۔ سلاست وروانی، سادگی، لفظوں کی شگفتگی اور پرکشش جملوں کا تنوع، محاوروں کے برمحل استعمال سے جو رنگارنگی فضا تیار ہوتی ہے۔ کنزالایمان میں یہی فضا اور خوش گوار ماحول دیکھنے کو ملتا ہے۔ شروع سے آخر تک کنزالایمان میں کچھ اسی قسم کی کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔ ارباب ذوق جس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت علامہ بدرالدین علیہ الرحمہ کنزالایمان کی انفرادی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے جو تحریر کرتے ہیں ان کا ذکر اس مقام پر مناسب تصور کرتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں:

(۱) دورِ حاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنزالایمان ہے جو قرآن کا صحیح ترجمان ہے۔

(۲) جو تفاسیر معتبر قدیمہ کے مطابق ہے۔

(۳) جو اہل تفویض کے مسلک کا عکاس ہے۔

(۴) اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے۔

(۵) زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے۔

(۶) عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک ہے۔

(۷) قرآن کریم کے اصل منشاو مراد کو بتاتا ہے۔

(۸) آیات ربانی کے اندازِ خطاب کو بتاتا ہے۔

(۹) قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشان دہی کرتا ہے۔

(۱۰) قادر مطلق کی ردائے عزت وجلال میں نقص وعیب کا دھبا لگانے والوں کے لیے شمشیر براں ہے۔

(۱۱) حضرات انبیا کی عظمت وحرمت کا محافظ ونگہبان ہے۔

(۱۲) علماو مشائخ کے لیے حقائق وصداقت کا امنڈتا ہوا سمندر ہے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۳۶۶)

یہ کل دوازدہ خصوصیات ہیں جو کنز الایمان میں پائی جاتی ہیں۔ یہ کل خصوصیات نہیں بلکہ ان میں تو اَن گنت اور بے پناہ انفرادی امتیازات ہیں، اس کی ہر ایک خصوصیت پر سیر حاصل بحث کی جا سکتی ہے کہ عملی اور نظری دونوں اعتبار سے اس پر گفتگو کرنے کی گنجائش ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان امتیازات کا انکشاف ہر ایک پر نہیں ہوتا، جن کا جس قدر دامن علم وفکر وسیع ہوتا ہے اتنا ہی وہ اس سے استفادا کر سکتے ہیں اور اگر کوئی عام قاری ہے جو ان خصوصیات کا اندازہ نہیں لگا سکتا ہے تو میں ان کے تعلق سے کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم انھیں کنز الایمان کے مطالعہ سے ہدایت وارشاد اور عشق و ایمان کی طراوت ضرور محسوس ہوگی اور پھر وہ بھی اس بات کے اعتراف میں لیت ولعل سے کام نہ لیں گے کہ کنز الایمان واقعی طور پر ایمان کا خزانہ اور علم وعرفان کا چشمۂ سیال ہے جو ۱۳۳۰ھ میں منصۂ شہود پر آیا، جو اس وقت سے اب تک شائع ہوتا رہا ہے اور اَن گنت ہاتھوں میں پہنچ کر قبولیت کی منزل کو چھوتا ہوا دکھائی پڑ رہا ہے۔ جس طرف دیکھیے کنز الایمان کی دھوم ہے۔ جس قدر مضامین، مقالے اس کے تعلق سے شائع ہو چکے ہیں شاید ہی کسی اردو ترجمہ کے لیے لکھے گئے ہوں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے تمام پہلوؤں پر گفتگو کی جائے اور کنز الایمان میں پائے جانے والے تمام تفردات کا علیٰ وجہ الکمال ذکر کیا جائے۔

چلتے چلتے مضمون کے اختتام پر کچھ باتیں اور بھی عرض کیے دیتا ہوں جن سے مضمون میں خوب صورتی اور کشش آ سکتی ہے۔ بات کنز الایمان کی تھی اور اب بھی ہے کہ اہل علم وادب اور صاحب بصیرت نے امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کو ہاتھوں ہاتھ لیا، آنکھوں سے لگایا اور اسے دلوں میں جگہ دی کیوں کہ اس میں کچھ خوبیاں ہی ایسی ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی قلب ودماغ کا جھکاؤ اسی کی طرف دکھائی پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں جو الفاظ، جملے اور عبارتیں لائی گئی ہیں ان میں

عشق ومحبت، صدق وصفا اور قلبی کیفیات سموئی ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان میں فکر ونظر، شعور و ادراک کے عکوس وآثار بھی ہیں جو لفظ جس موقع پر استعمال ہوا ہے اس میں سب سے بڑا ہاتھ صرف اور صرف طبعی تناسب کا ہے کہ اس طبعی مناسبت سے نہ تو اس لفظ کو جدا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کسی لفظ کا اضافہ۔ وہ نگینہ کی مانند ہے کہ جب تک وہ لفظ اس مقام پر ہے اس کی خوب صورتی میں کوئی کمی نہیں، اس کو الگ کرتے ہی یا اس میں تسہیل کے طور پر کوئی اضافہ بھی طبعی مناسبت میں نقص پیدا کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ فاتحہ میں اِھدِنَا الصِّرَاطَ الْمُستَقِیم کے ترجمہ کو ہی لے لیجیے کہ اوروں نے اس کا ترجمہ کیا...... ''ہمیں سیدھی راہ دکھا'' مگر میرے اعلیٰ حضرت نے ترجمہ فرمایا...... ''ہمیں سیدھا راستہ چلا'' فرض کر لیجیے کہ ''چلا'' کو ترجمہ کی صف سے ہٹا لیا جائے تو بتایئے اس کی جگہ کون سا لفظ لایا جا سکتا ہے؟ ''دکھا'' تو لا نہیں سکتے کیوں کہ یہ تبدیلی خود امام احمد رضا نے کر دی۔ اس کے لیے کوئی ایسا لفظ لایے جو چلا کے مقام پر فٹ ہو جائے۔ ذخیرۂ الفاظ کو کھنگال لیجیے، لفظوں کی ورق گردانی کر لیجیے۔ علاقائی بولیوں کو بھی ٹٹول لیجیے۔ میں پورے طور پر یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس مقام پر لفظ ''چلا'' سے زیادہ موزوں کوئی اور لفظ نہیں ہو سکتا۔ کنزالایمان کی اسی خصوصیت کے سبب یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا نے جو لکھ دیا وہی مناسب اور انسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس میں کسی رد و بدل کے قائل نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی جواز و امکان ہے۔ اسی لیے کنزالایمان اردو ادب کا ایک عظیم شاہ کار ہے کہ اردو نثر میں اس سے بڑا اور کوئی شاہ کار اب تک دیکھنے کو نہیں ملا۔ میری اس تحریر کو مبالغہ آرائی اور بے جا مدح وستائش پر محمول نہ کیا جائے کہ یہ حقیقت ہے۔ اس میں کذب و دروغ یا لاف وگزاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ کنزالایمان سلامت رہے۔ اس کی لطافتوں رعنائیوں کو سلام اور اس کی خوب صورت ترتیب و تدوین کو ہزاروں سلام۔ یہ وہ خورشید تاباں ہے کہ ہزار پابندیوں کے باوجود ان کی تابانیاں مدھم نہیں ہو سکتی۔

---

# کنز الایمان اور صدر الشریعہ

■ مولانا عبدالمبین نعمانی

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ قرآن ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' (۱۳۳۰ھ) مقبولیت کی جس بلند ترین منزل پر فائز ہے، وہ محتاج بیان نہیں، ہندو پاک اور دیگر ممالک میں اس کی اشاعت جس پیمانے پر ہو رہی ہے اس کا مقابلہ دنیا کی دیگر زبانوں کے ترجمے تو کیا خود اردو کے تراجم میں بھی کوئی ترجمہ نہیں کرسکتا۔ ایک زمانہ تھا کہ اس کی اشاعت کی طرف سے غفلت برتی جارہی تھی، اور دوسرے تراجم چور دروازے سے قرآن کے معنی و مطلب کے نام پر سنی گھروں میں پھیلائے جارہے تھے عام خواندہ مسلمان فرق تراجم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے نادستہ تراجم قرآن حاصل کرتے جارہے تھے لیکن اب جب کہ ہر طرف ترجمہ امام احمد رضا کی دھوم مچی ہوئی ہے دوسرے تراجم قرآن کی اشاعتیں متاثر ہونے لگی ہیں یہی وجہ ہے دوسرے تراجم قرآن کی اشاعتیں متاثر ہونے لگی ہیں یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض ممالک میں ہندو پاک کے وہابی مسلک کے متعصب افراد نے پابندی لگوانے کی پوری کوشش کی اور وہ سرکاری طور پر پابندی لگوانے میں کامیاب بھی ہوگئے، لیکن الحمدللہ اس پابندی کا اثر الٹا نکلا جسے رکوانے کی تدبیر کی جارہی تھی اس کی شہرت اور اشاعت آسمانوں کو چھونے لگی۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے۔ ع۔ مہ فشاند، نور وسگ عو، عو، کند

اور بالکل ایسے ہی اس کی اشاعت بڑھتی جارہی ہے۔ جیسے اسلام کہ۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

چونکہ کنز الایمان قرآن واسلام کا سچا ترجمان اور مسلک حق کا صحیح ترین پاسبان ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام ہی کی طرح ابھرنے اور بڑھنے کی فطرت سے نوازا ہے، اب گھٹانے والے لاکھ گھٹائیں، روکنے والے ہزار تدبیریں کرتے رہیں، لیکن کنز الایمان کا سورج تو چڑھتا ہے اور چڑھتا ہی جائے گا۔

الحمدللہ کنزالایمان کی خوبیاں ایسی نہیں کہ صرف امام احمد رضا کے معتقد و مریدین ہی مدارح ہیں بلکہ جنہیں امام احمد رضا سے مسلکی ہم آہنگی بھی نہیں ارادت و تلمذ تو دور کی بات ہے وہ بھی جب حقیقت بیں نگاہوں سے غیر جانبدار ہو کر ترجمہ امام احمد رضا کی زیارت کرتے ہیں اور اس کی تہ بہ تہ خوبیوں سے واقف ہوتے ہیں تو بے ساختہ مدح و ثناء میں زبان کھول کر حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے، ذیل میں ایسے ہی دو تاثرات ہدیہ ناظرین ہیں، چشم حیرت وا کیجیے اور پڑھئے۔

پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات و نشریات، مولانا کوثر نیازی جو مشہور دیو بندی عالم مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے شاگرد تھے اور عرصہ تک جماعت مودودی معروف بہ جماعت اسلامی سے بھی منسلک رہ چکے تھے وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حقائق نگاری و ادب آموزی سے متاثر ہو کر تحریر کرتے ہیں،

ادب و احتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے یہی ان کا ہے، جو ان کا حرز جاں ہے، ان کا طغرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصل کون و مکاں ہے، برتر از این و آں ہے، باعث رشک قدسیاں ہے، راحتِ قلبِ عاشقاں ہے، سرمۂ چشمِ سالکاں ہے ترجمہ کنزالایمان ہے۔

**ووجدك ضالا فهدى** کے ترجمے کو دیکھ لو، قرآن پاک شہادت دیتا ہے **ماضل صاحبكم وما غوى** ، ''رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے'' **ضل** ماضی کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے، عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد و افکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مفہوم اخذ کر لیتے ہیں **ووجدك ضالا** کا ترجمہ ماضَل (گمراہ نہیں ہوئے) کی شہادتِ قرآن کو سامنے رکھ کر عظمتِ رسول کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو، انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے!

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں۔

اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سجھائی،

کہا جا سکتا ہے مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہوگئی آیئے ادیب شاعر، مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کا ترجمہ ہے۔

''اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا''

مولانا دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے، ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجئے اس دور میں

اردوئے معلیٰ میں لکھنے والے اہل قلم حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے ان کا ترجمہ یوں ہے،

''اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی''

پیغمبر کی گمرہی اور پھر ہدایت یابی میں جو جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھئے اور پھر کنزالایمان میں امام احمد رضا خاں کے ترجمہ کو دیکھیے۔

بیاورید گر اینجا بود سخن دانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

امام نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔'' کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ ،رشدی'' کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کاروائی کرنے میں اس لیے تامل کریں کہ کہیں آقایانِ نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا نے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگادیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنون
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۹۰۸ مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور ۱۴۱۱ھ)

اب آیئے امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان جناب سعید بن عزیز یوسف زئی کے کنزالایمان کے بارے میں تاثرات ملاحظہ کریں۔

''ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اس مضمون میں اس بات کی وضاحت وصراحت کردیں کہ کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں کیا ہے؟ اور اس پر عائد کیے جانے والے الزامات پر ہمارا کیسا نقطۂ نظر ہے۔ اب آیئے اصل مضمون کی طرف جو کہ کنزالایمان کے بارے میں ہے کہ ہمارا اس کے بارے میں کیا نظریہ ہے۔ جہاں تک علمائے دیوبند کا تعلق ہے وہ تو نہایت شدومد سے اس کی مخالفت بلکہ تکفیر تک کرتے ہیں مگر میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ **الم** سے لے کر **والناس** تک ہم نے کنزالایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی، نہ ہی کسی بدعت یا شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علو تقدس وعظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے جب کہ دیگر

تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتبِ فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔
اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوبِ خدا شفیع روز جزا، سید الاولین والآخرین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور معنوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحبِ ما ینطق عن الھویٰ۔ اور ورفعنا لک ذکرک کے مقامِ عالیشان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔

قرآن مجید کے جتنے بھی تراجم آج تک اردو زبان میں ہوئے ہیں ان سب کو پڑھ ڈالیں سوائے کنز الایمان کے ہر ترجمہ میں یہ بات نظر آئے گی الفاظ گو کہ مختلف ہوں گے مگر مفہوم ایک ہی ہوگا کہ **ووجدك ضالا فهدى** اور تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی،

افسوس ان مترجمین پر بھی ہوتا ہے کہ بوقتِ ترجمہ اپنا ذہن اتنا سا بھی استعمال نہ کرسکے کہ یہ ترجمہ ہم کس کے لیے کررہے ہیں؟ کیا وہ نعوذ باللہ گمراہ تھے، اگر گمراہ تھے تو پھر نبی کیوں کر بنے...... کیا قرآن مجید ان کے بارے میں اعلان نہیں کررہا ہے کہ **ما ضل صاحبكم وما غوىٰ**، تمہارے ساتھی محمد مصطفےٰ ﷺ گمراہ نہیں ہیں......

مگر دیکھیے کہ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہی ہیں کہ ان کا ترجمہ ہی مقام مصطفےٰ کی روشنی میں کیا گیا ہے اور حامل مقام محمود ﷺ کی عظمت و رفعت کے مطابق ہے کہ لکھتے ہیں۔ ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔'' (آئینۂ امام احمد رضا ص ۶۲ تا ۶۶ ملخصاً مطبوعہ ادارہ افکار حق بائسی پورنیہ بہار)

یوں ہی فاضل مضمون نگار نے بسم اللہ شریف، **واستغفر لذنبك** اور آیت **والنجم اذا ھویٰ، ووجدك عائلا فاغنى**، کے تراجم کی خوبیاں بیان کی ہیں اور کھل کر محاسن کنز الایمان کا اعتراف کیا ہے آخری پیراگراف میں فاضل موصوف لکھتے ہیں۔

''چنانچہ باوجود ان کے حنفی ہونے کے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمے میں وہ چیز پیش کی ہے جس کی نظیر علمائے اہل حدیث کے ہاں بھی نہیں ملتی ہے کنز الایمان واقعی ایک ایسا ترجمۂ قرآن مجید ہے جو کہ ہر ایک متبع رسول (ﷺ) کو پڑھنا چاہیے میں یہ بات برملا کہوں

گا کہ کنزالایمان کا مطالعہ ہر اس شخص کے حق میں مفید ہے جو کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہے، (ایضاً ص ۶۸)

ترجمہ اعلیٰ حضرت کے محاسن وفضائل کا ذکر اس وقت مقصود نہیں، اس موضوع پر کثیر مقالات و کتب کی اشاعت عمل میں آچکی ہے خود ناچیز کا بھی ارادہ ہے محاسن کنزالایمان پر روشنی ڈالنے کا جس میں ان شاء اللہ کچھ جدید گوشوں کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی، سرِ دست مذکورہ بالا دو فاضل کے تاثرات محض اس لیے سپردِ قلم کر دیئے گئے ہیں تاکہ قرآن عظیم کے ترجمہ صحیح کنزالایمان کی اہمیت پر بطور خاص توجہ دی جائے کہ یقیناً یہ ترجمۂ قرآن امام احمد رضا کا امت پر عظیم احسان ہے، جو بہت سی ضخیم تفاسیر پر بھی بھاری ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی جاتی ہے کہ یقیناً دنیا کی جتنی زبانوں میں بھی قرآن کا ترجمہ ہوا ہے اور غالباً اردو میں سب سے زیادہ ہوا ہے، سب پر امام احمد رضا کا ترجمہ کنزالایمان فوقیت وفضیلت رکھتا ہے اس کے جہاں اپنے مداح ہیں غیر بھی اس کی خوبیوں کے معترف ہیں، اس کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس کو دنیا کی متعدد زبانوں میں منتقل کیا جا چکا ہے۔ جب کہ کسی دوسرے ترجمہ قرآن کو شاید ہی یہ مقام حاصل ہو، اسے تین فاضل نے اپنے اپنے انداز سے انگریزی میں منتقل کیا ہے دو چھپ چکا ہے تیسرا زیرِ طبع ہے، کئی ہندی دانوں نے اسے ہندی میں منتقل کیا ہے، بنگلہ، گجراتی، سندھی، ڈچ زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہو چکے ہیں اور کئی ایک زبانوں میں سلسلہ جاری ہے غالباً فارسی میں بھی کوئی فاضل ترجمے کی خدمت انجام دے رہے ہیں، گویا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان صرف اردو ہی میں قرآن کا ترجمہ نہیں بلکہ دوسری بہت سی زبانوں میں بھی قرآن کی ترجمانی کا بہترین ذریعہ ہے اب کسی بھی زبان میں قرآن کے معنی ومفہوم کو منتقل کرنے کے لیے براہ راست کنزالایمان کو سامنے رکھا جا رہا ہے اور اسی ترجمہ کو بنیاد بنایا جا رہا ہے اب تک اس کے محاسن پر پچاس سے زائد مقالات وکتب لکھے جا چکے ہیں۔ پھر بھی اس کے محاسن کا احاطہ نہیں کیا جا سکا، جو بھی قلم اُٹھاتا ہے کچھ نہ کچھ نئی خوبیاں سامنے لاتا ہے، غرضیکہ ایک طرف قرآن تمام کتابوں پر فضیلت رکھتا ہے تو دوسری طرف کنزالایمان بھی تمام تراجم قرآن پر فوقیت رکھتا ہے، اور اس حسین ترین وصحیح ترین ترجمے کی خدمت سے ایک طرف سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ عہدہ برآ ہوتے ہیں تو املا کی خدمت انجام دینے میں صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ اپنا ثانی نہیں رکھتے بلکہ یہ ترجمہ قرآن سچ پوچھیے تو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ہی کی تحریک وتحریض کا نتیجہ ہے واقعے کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

قادری بریلوی قدس سرہ سے ترجمہ قرآن کی گزارش کی اور قوم کو اس کی جس قدر ضرورت ہے، اسے ظاہر کرتے ہوئے اس کے لیے اصرار کیا، اعلیٰ حضرت نے وعدہ تو کر لیا لیکن کثرتِ مشاغل کے باعث تاخیر ہوتی گئی، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ ترجمہ کے لیے مستقل وقت نکالنا مشکل ہے اس لیے آپ رات کو سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں تو میں املا کرا دوں، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا، حضرت ترجمہ شروع ہو جائے، چنانچہ اسی وقت ترجمہ شروع کرا دیا، ترجمہ کا طریقہ ابتداء یہ تھا کہ ایک آیت کا ترجمہ ہوتا اس کے بعد اس کی تفاسیر سے مطابقت ہوتی اور لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ بغیر کسی کتاب کے مطالعہ و تیاری کے ایسا برجستہ اور مناسب ترجمہ تمام تفاسیر کے مطابق یا اکثر کے مطابق کیسے ہو جاتا ہے، یقیناً یہ اللہ کا بڑا فضل و احسان ہے اعلیٰ حضرت پر اس کام میں جب دیر لگنے لگی تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ ایک رکوع کا پورا ترجمہ کرتا ہوں اس کو بعد میں آپ لوگ تفاسیر سے ملا لیا کریں، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ اس کام میں لگ گئے پہلے ترجمہ لکھتے پھر تفاسیر سے ملاتے، جس کی وجہ سے اکثر بارہ بجے کبھی کبھی دو بجے رات گئے اپنی رہائش گاہ پر واپس ہوتے، غرض اس طرح حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کرا لیا۔ (ماہنامہ فیض الرسول مارچ ۱۹۶۶ء و سوانح اعلیٰ حضرت)

یہ عظیم الشان اور اہم کام دن یا رات کے قلیل عرصے میں سال ۱۳۳۰ھ و ۱۳۳۱ھ کے درمیانی چند ماہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا، کنز الایمان کا جو مخطوطہ (قلمی نسخہ) مولانا قاری احمد جمال اعظمی مصباحی شیخ التجوید جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی معرفت نہایت خستہ حالت میں دستیاب ہوا ہے اس کے شروع اور درمیان سے بعض اوراق غائب ہیں، شروع صفحہ سات سورہ بقرہ رکوع نمبر ا سے ہے اس کے پہلے کے صفحات دستیاب نہیں، یہ مخطوظ خاص صدار الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ترجمے کے کل صفحات ۳۲۵ ہیں اور سائز پیش تیس آٹھ انچ ہے جابجا حاشیہ پر تاریخ بھی درج ہے، سورۂ بقرہ شریف کے اختتام پر تاریخ ہے۔

"شب بست ۲۹ و نہم جمادی الآخرہ قبل عشا باختتام رسید بفضلہٖ تعالیٰ"

سن نہیں دیا ہوا ہے غالباً ۱۳۳۰ھ ہے کہ یہی تاریخی نام کنز الایمان سے نکلتا ہے جب کہ ترجمے کا اختتام ۱۳۳۱ھ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ نام آغاز ترجمہ کے حساب سے ہے۔

سورہ آل عمران کے اختتام پر ہے۔ "شب پنجم رجب"

جس سے ظاہر ہوتا ہے پوری سورۂ آل عمران کا ترجمہ جو ۱۵ ر صفحات پر ہے پانچ دنوں یا اس

کے کم میں اختتام کو پہنچا، اس سے ترجمے کی رفتار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یومیہ پانچ صفحات ہوتے، واضح رہے کہ مسودے پر صرف ترجمہ ہی مرقوم ہے اور سطریں مختلف ہیں کسی صفحے پر ۱۶، کسی پر ۱۷، کسی پر ۲۱ ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ شریف کا ترجمہ بھی لکھا ہے جو اس طرح ہے۔ ''اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا'' بعض مقامات پر ہے بڑا مہربان، سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ سے ترجمہ یوں ہے۔ جو نہایت مہربان رحم والا۔

سورۂ نسا کے اختتام پر یہ تاریخ ہے جب کہ اس کے کل ۱۷ صفحات ہیں، ''شب دہم رجب قبل العشاء ۱۳۳۰ھ''

گویا یہ بھی پانچ ایام میں مکمل ہوا،

سورۂ انعام کے اختتام کی تاریخ ہے ''۱۶ر رجب'' گویا مائدہ اور انعام دونوں سورتیں صرف ۶ یوم میں ترجمے سے گزرے جب کہ ان کے کل صفحات ۲۴ ہیں،

سورۂ اعراف کے اختتام پر ''۲۰ رجب'' کی تاریخ درج ہے، سورۂ یونس کے اختتام پر ۲۵ر رجب کی تاریخ درج ہے سورۂ ابراہیم پارہ ۱۳ کے اختتام پر ۸ شعبان درج ہے سورۂ حجر پارہ ۱۴ کے اختتام پر ۹ شعبان ہے۔ سورۂ نحل پارہ ۱۴ پر۔ ۱۶ر شعبان ہے۔

اندازہ ہے کہ جمادی الآخرہ کی کسی تاریخ کو ترجمہ شروع ہوا اور ۱۶ر شعبان تک ڈھائی مہینے میں مکمل ۱۴ پارے ہو گئے،

سورۂ اسراء (یعنی بنی اسرائیل) پر ۱۹ر شعبان درج ہے۔

سورۂ کہف کے اختتام پر کوئی تاریخ نہیں البتہ تین رکوع قبل ختم ہونے کے ۲۱ر شعبان درج ہے، اس کے بعد سورۂ مریم مکمل نہیں ہے اور چالیس صفحات غائب ہیں،

پھر سورۂ نحل پارہ ۲۰ کے اختتام سے ایک رکوع قبل ''شب ۲ر جمادی الاول ۳۰ھ تک ۹ مہینے کام بند رہا کسی اہم ضرورت یا علالت کے پیش نظر، پھر ۹ ماہ بعد ۲ر جمادی الآخرہ'' کے قریب شروع ہوا، یا جمادی الاولیٰ کے اواخر میں۔

سورۂ سبا پارہ ۲۲ کے اختتام پر ''شب ۷ر جمادی الآخرہ'' درج ہے۔

سورۂ یٰسٓ شریف کے اختتام پر ۸ر جمادی الآخرہ کی تاریخ درج ہے گویا سورۂ فاطر و یٰسٓ کے ترجمے جو ساڑھے پانچ صفحات پر مشتمل ہیں ایک دن میں تحریر کیے گئے۔

سورۂ صافات پارہ ۲۳ کے اختتام پر، شب ۹ جمادی الآخرہ، درج ہے۔

سورۂ حدید پارہ ۲۷ کے آخر میں ''شب ۲۰ر جمادی الآخرہ'' درج ہے۔

سورۂ حشر پارہ ۲۸/ کے آخر میں ''شب ۲۱/ جمادی الآخرہ'' درج ہے۔

سورۂ تحریم پارہ ۲۸ کا اختتامیہ ''شب ۲۲/ جمادی الآخرہ ہے۔

سورۂ قلم پارہ ۲۹/ کا آخریوں ہے۔ ''شب ۲۳/ جمادی الآخرہ''

سورۂ جن پارہ ۲۹/ کے آخر میں ہے۔ ''شب ۲۴/ جمادی الآخرہ''صفحات۔

سورۂ دہر پارہ ۲۹/ کے آخر میں تاریخ ہے۔ ''شب ۲۵/ جمادی الآخرہ، ۴ صفحات۔

سورۂ تطفیف پارہ ۳۰ کی تاریخ اختتام شب ۲۶/ جمادی الآخرہ، ۵ صفحات۔

سورۂ والتین کے آخر میں ہے۔ شب ۲۷/ جمادی الآخرہ'' ۴ صفحات۔

مسودے کے صفحات ۳۲۵ ہیں آخری صفحہ پر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا دستخط اس طرح ہے۔

شب ۲۸/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ

کاتب، فقیر بارگاہ رضوی، ابو العلا امجد علی اعظمی عفی عنہ

بہت سی سورتوں کے اختتام پر تاریخ درج نہیں، بلکہ بعض سورتوں کے درمیان میں بھی تاریخیں درج ہیں۔

ابتدا اور انتہا کی تاریخوں سے اندازہ لگتا ہے کہ ترجمہ کنز الایمان کی تحریر کا آغاز جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ میں ہوا اور اختتام ۲۸/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ ہیں، لیکن کام مسلسل نہیں ہوا ہے۔ بعض صفحات مسودے کے درمیان سے غائب بھی ہیں جن کی تاریخیں معلوم کرنا مشکل ہے، البتہ اس بات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ یہ نادر و نایاب اور مہتم بالشان ترجمہ قرآن موسوم بہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن سال کے چند مہینوں میں مکمل ہوا، پورے ایک سال بھی صرف نہ ہوئے، اور وہ بھی رات میں عشاء کے بعد سوائے چندان ایام کے جن کی صراحت ہے کہ ان میں قبل عشا کام ہوا، اندازہ ہے کہ یہ کام چار پانچ مہینوں میں انجام کو پہنچا غالباً اتنی قلیل مدت میں قرآن کا ایسا عظیم الشان ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مسودہ اصل وہی مسودہ معلوم ہوتا ہے جسے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے املا کرایا، کیوں کہ متعدد مقامات پر خاص سطر ہی میں ایک ترجمہ لکھا ہوا ہے پھر اس کو قلم زد کر کے آگے دوسرا ترجمہ ہے، گویا ایک ترجمہ لکھوا کر اس پر غور فرماتے پھر ضرورت محسوس ہوتی تو قلم زد کر کے دوسرا لکھواتے پھر آگے کی آیات کا ترجمہ ہوتا۔ ہاں بعض مقامات وہ بھی ہیں جن کو قلم زد کر کے دو سطروں کے درمیان کی جگہ یا حاشیہ پر (^) کا نشان لگا کر دوسرا ترجمہ مرقوم ہے۔ لیکن ایسے مقامات نسبتاً کم ہیں، غالباً یہ نظر ثانی کے وقت ہوا ہوگا۔

بعض آیات کے ترجمے دو دو ہیں، میں نے ایسے مکرر تراجم کو رضوی کتاب گھر بھیونڈی سے شائع ہونے والے نسخہ کنزالایمان کے حاشیہ پر مکرر لکھ کر حاشیہ میں شامل کر دیا ہے۔ جب کہ سابقہ مطبوعہ نسخوں میں صرف ایک جگہ مکرر ترجمہ توسین میں اصل ترجمہ کے ساتھ ہی درج ہے اور وہ آیت ہے الحق من ربک (بقرہ ۱۴۷)

اس مسودے میں درمیان سطور جگہ جگہ موٹے قلم سے صفحات لگے ہوئے ہیں، جیسے پہلے کے کاتب درمیان کتابت جب کتاب کا صفحہ پورا ہوتا تو مسودے میں اسی جگہ سطروں کے بیچ صفحہ ڈال دیا کرتے تھے اب یہ رواج کم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسی خاص نسخہ سے اولین مرتبہ کتابت و طباعت کا بھی کام لیا گیا ہے، کاتب نے سورۂ اخلاص پر ۶۰۹ صفحہ لگایا ہے جب کہ تین سورتیں اس کے بعد ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جو کنزالایمان کی اشاعت ہوئی ہے اس کے کل صفحات ۶۱۰ تھے، ایسا کوئی مطبوعہ نسخہ اب تک میری نظر سے نہیں گزرا ہے، البتہ سنا ہے کہ پہلے پہل صرف ترجمہ قرآن بغیر تفسیر کے چھپا تھا، غالباً یہ اسی نسخہ کا صفحہ ہوگا، کیوں کہ ۶۱۰ صفحات میں تفسیر کے ساتھ ترجمہ و متن قرآن کو سمونا مشکل ہے، خصوصاً اس وقت جب کہ تمام کام لیتھو سسٹم سے ہوتا تھا، قرآن حکیم کے اردو تراجم مصنفہ۔۔۔۔ کنزالایمان کا پہلا ایڈیشن مراد آباد۔۔۔۔۔ کاغذ پر طبع تھا اور چار سو اٹھاسی۔۔۔۔ کوئی نسخہ بھی اب تک میری نظر۔۔۔۔ قرآن صرف ترجمہ کی کوئی اولین اشاعت ہو۔

اب ذیل میں بعض وہ مقامات پیش کئے جاتے ہیں جہاں پہلے ترجمہ کچھ تھا بعد میں تبدیل کر کے دوسرا لکھا گیا تا کہ اس سے امام احمد رضا کے فکری ارتقاء کا اندازہ لگایا جا سکے،

| سورہ | آیت | ترجمہ اول (غیر مطبوعہ وقلم زدہ) | ترجمہ ثانی مطبوعہ |
|---|---|---|---|
| آل عمران | ۴۳ | اے میرے اپنے رب کے لیے سجدہ کر اور اس کے حضور ادب سے کھڑی ہو۔ | اے میرے اپنے رب کے (حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لیے سجدہ کر) |
| آل عمران | ۴۴ | جب وہ اپنی قلمیں ڈالتے تھے | جب وہ اپنی (قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے) |
| نساء | ۷۴ | تو اسے چاہیے کہ اللہ کی راہ میں ان سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لیتے ہیں | انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں۔ |
| نساء | ۸۳ | جان لیتے یہ جو بات کھود کر نکال لیتے ہیں | جان لیتے یہ جو بات (میں کاوش کرتے ہیں) |
| نساء | ۱۵۵ | تو یقین نہیں لاتے (رکھتے) مگر تھوڑا | تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے |

| | | | |
|---|---|---|---|
| مائدہ | ۳۱ | اور اپنی کی طرف پلٹ نہ جاؤ کہ زیاں کی طرف پلٹو گے | اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔ |
| انعام | ۱۴۶ | یا وہ بے حکمی کا جانور، جو غیر خدا کا نام لے کرذبح کیا گیا، | یا وہ بے حکمی کا جانور (جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا) |
| انعام | ۲۷ | اے ایمان والو اللہ و رسول سے خیانت کرو | اے ایمان والو اللہ و رسول سے دغا نہ کرو |
| انعام | ۲۷ | اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو جان کر | اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت |
| انعام | ۲۷ | تو اللہ ان کے کاموں سے خبر دار ہے | تو اللہ ان کے (کام دیکھ رہا ہے) |
| توبہ | ۱ | بیزاری ہے اللہ اور رسول کی | بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور رسول کی طرف سے |
| ابراہیم | ۱۲ | اور ہم ضرور صبر کریں گے تمہاری ایذا پر | اور تم جو ہمیں ستارہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے |
| نسل | ۴۴ | اس محل میں داخل ہو | اس سے کہا گیا (صحن میں آ) |
| صافات | ۴۸ | ان کے پاس ہیں نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھ والیاں | ان کے پاس ہیں (جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی بڑی آنکھ والیاں) |

سورۃ الشمس میں **وقد خاب من دسھا** کا ترجمہ صرف اس قدر ہے ''اور نقصان پایا'' آگے جگہ چھوٹی ہوئی ہے شاید بعد میں لکھنا تھا کسی وجہ سے نشست بدل گئی اور یہ ناقص رہ گیا۔ مراد آباد سے حضرت صدر الافاضل نے جو نسخہ مع تفسیر طبع کرایا ہے اس میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے۔ ''اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا'' (سورۂ شمس پارہ ۳۰ آیت ۱۰)

سورۂ مجادلہ پارہ ۲۸ آیت نمبر ۱۲۔ **یایھا الذین امنو** الخ اے ایمان والو جب تم کوئی بات رسول سے آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض کے پہلے کچھ صدقہ دے لو'' اس پر مسودے میں ایک مختصر حاشیہ ہے۔ یہ اس کی اصل ہے جو مزارات اولیاء پر تصدق کے لیے شیرینی وغیرہ لے جاتے ہیں''

اس حاشیہ کو حضرت مفسر قرآن مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں حضور اعلیٰ حضرت کے حوالے سے شامل فرمالیا ہے۔

سورۂ رحمٰن آیت ۳۵، ۳۷ پر بھی دو حاشیے ہیں، جو تفسیر خزائن العرفان میں شامل ہیں۔

سورۂ مائدہ آیت ۵۴ ولا یخافون لومۃ لائم کا مطبوعہ ترجمہ ہے "اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے" اس کا مسودے میں حاشیہ پر دوسرا ترجمہ بھی مرقوم ہے "اور کسی کے اولہنے سے نہ ڈریں گے" یہ دوسرا ترجمہ پہلے کو قلم زد کیے بغیر نسخہ کی علامت ن کے ساتھ ہے، یہ دوسرا ترجمہ پہلے سے زیادہ مختصر اور ٹھیٹ محاورے میں ہے، میں نے تصحیح شدہ جدید اطبع نسخہ میں اس کو شامل کر دیا ہے اور حاشیے پر علحدہ رکھا ہے۔

سورۂ اعراف (پارہ ۸) کی ابتدائی آیات کتاب انزل الیک الخ کے ترجمہ "اے محبوب ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رُکے" پر ایک مختصر حاشیہ بھی بعینہ طبع ہونے سے رہ گیا ہے البتہ اس کا مفہوم خزائن العرفان میں موجود ہے۔

ایک ضروری وضاحت: ترجمہ اعلیٰ حضرت کے مخطوطہ اور اس کے قدیم مطبوعہ نسخوں کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل قدس سرہما نے مضامین قرآن کی کوئی فہرست نہیں بنائی تھی، اور نہ قدیم نسخوں میں کوئی فہرست مضامین چھپی ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلے ترجمہ اعلیٰ حضرت کو کتب خانہ اشاعت الاسلام دہلی نے چھاپنا شروع کیا تو اس کے مطبوعہ نسخوں میں بھی فہرست نہیں ہوتی تھی، کچھ دنوں کے بعد کسی کے مشورے پر یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس کتب خانے نے ایک فہرست مضامین شامل کر دی اور جب دیگر اداروں نے ترجمہ اعلیٰ حضرت شائع کرنا شروع کیا تو پھر سب نے اس کی تقلید کی اور وہی فہرست تقریباً دہلی کے تمام ناشرین نے اس کو شائع کر ڈالا، فہرست کی پیشانی پر یا اس کے آخر میں مرتب کی حیثیت سے کسی کا نام بھی نہیں، اس لیے آج کل عام طور سے یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ یہ فہرست القرآن المجید، اعلیٰ حضرت کی ہے یا صدر الافاضل کی، حالانکہ دونوں بزرگوں کا اس فہرست کی ترتیب و اشاعت سے کوئی تعلق نہیں، اور چونکہ اس فہرست میں بعض عنوانات کے تحت جو آیات دی گئی ہیں ان کا بظاہر عنوان سے تعلق معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی تفسیری طور پر ان آیات کی عنوان سے مطابقت ہو پاتی ہے، اس لیے اس کو بہانا بنا کر بعض معاندین نے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنا شرو کر دیا ہے حتی کہ بعض مخالفین نے اس کے خلاف مضامین بھی چھاپ ڈالے ہیں اس لیے وضاحت ضروری تھی، اور میری تمام ناشرین قرآن سے گزارش ہے کہ ترجمہ اعلیٰ حضرت و تفسیر صدر الافاضل کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی فہرست مضامین شامل نہ کریں کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل مورد الزام ٹھہریں۔ اور اگر عوام کی افادیت کے پیش نظر کوئی فہرست شامل ہی کرنی ہے تو اسے مستند و معتمد علمائے اہلسنت،

بالخصوص بریلی شریف آستانہ اعلیٰ حضرت جامعہ نعیمیہ مراد آباد یا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے معتمد علماء کو دکھالیں اور مرتب کی صراحت بھی فہرست کی پیشانی پر یا آخر میں کر دیں تب شائع کریں، تاکہ اضافی چیزوں میں تسامح کے واقع ہو جانے کی وجہ سے سرکار اعلیٰ حضرت یا حضور صدرالافاضل کے دامن پر دھبہ نہ آئے۔

غرض حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کا بڑا احسان ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت سے اصرار کر کے قوم مسلم کی بھلائی کے لیے قرآن عظیم کا اردو میں ترجمہ کراڈالا، ورنہ قرآن فہمی میں اردوداں طبقے کو کتنی دشواری ہوتی محتاج بیان نہیں خصوصاً جب کہ مارکیٹ میں متعدد غلط ترجمے رواج پا چکے تھے، یقیناً حضور صدرالشریعہ اور سرکار اعلیٰ حضرت کے اس عظیم احسان سے امتِ مسلمہ رہتی دنیا تک عہدہ برا نہیں ہوسکتی ہے۔

راقم حروف نے کنزالایمان کے مخطوطے اور قدیم مطبوعہ نسخوں کی مدد سے کنزالایمان کی حتی المقدور تصحیح کرڈالی ہے کیوں کہ ناشرین کی بے توجہی اور تصحیح میں غفلت کی وجہ سے کنزالایمان میں کتابت کی بے شمار غلطیاں در آئی تھیں، الحمدللہ تصحیح شدہ نسخے فیاض الحسن بک سیلر نئی سڑک کان پور و رضوی کتاب گھر بھیونڈی دہلی سے شائع ہو رہے ہیں، فالحمد للہ اولاً و آخراً۔

---

# ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' کی اشاعت

■ مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری

ادھر چند سالوں سے تصنیفات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا جو کام وسیع پیانے پر ہوا ہے وہ بڑا ہی خوش آئند اور مسرت بخش ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب اعلیٰحضرت کی اکثر تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ البتہ حواشی و تعلیقات میں اکثر ابھی منتظر طبع ہیں۔ بہت سی تصانیف کے متعدد ایڈیشن اور بعض کے تراجم بھی دوسری زبانوں میں طبع ہو چکے ہیں جس کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ البتہ سب سے زیادہ جس کی اشاعت ہوئی ہے وہ آپ کا ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' ہے۔ ترکی، ہندی، انگریزی، ڈچ، گجراتی، بنگالی اور سندھی زبانوں میں بھی اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے کنزالایمان کی اشاعت مطبع اہل سنت مرادآباد سے ہوئی ہے۔ سنا ہے پہلے صرف ترجمہ شائع ہوا تھا جواب تک راقم الحروف کی نظر سے نہ گزر سکا۔ پھر متعدد ایڈیشن حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی تفسیر خزائن العرفان کے ساتھ شائع ہوئے۔ البتہ تقسیم ہند اور وفات صدرالافاضل کے بعد عرصہ دراز تک اس صحیح ترین ترجمے کی اشاعت موقوف رہی جس کا الزام کسی پر نہیں۔ البتہ حالات کا تقاضا ہی کچھ ایسا تھا۔ ہاں! اس طویل وقفے کے بعد سب سے پہلے مکتبہ رضویہ کراچی کی طرف سے حضرت علامہ مفتی ظفر علی صاحب نعمانی قبلہ نے اس کی بہترین اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس کی تقریب یوں ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب نے تاج کمپنی کراچی والوں سے کہا آپ بہت سے تراجم قرآن چھاپتے ہیں۔ اعلیٰحضرت کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان بھی چھاپیں۔ تو اس پر تاج کمپنی والوں کی طرف سے جواب ملا کہ اس کو کون خریدے گا۔ بس یہ بات حضرت مفتی صاحب کو لگ گئی۔ آپ نے خود اس کی اشاعت کا اہتمام کیا اور تجربے کے طور پر تاج کمپنی کو بھی دیا کہ دیگر تراجم کے ساتھ اس کو بھی فروخت کریں۔ سنی حضرات عرصہ سے پیاسے تھے ہی مارکیٹ میں کنزالایمان دیکھتے ہی ٹوٹ پڑے۔ اور دم کی دم میں اس کا ایک ایڈیشن نکل گیا۔ جس کی کافی تعداد خود تاج کمپنی کے ہاتھوں فروخت ہوئی۔ جب ترجمۂ اعلیٰحضرت نے خود اپنی اہمیت بتائی تو اب تاج کمپنی نے بھی

اس کی شاعت کا اہتمام کیا۔ اگرچہ اس کے وہابی کارپردازوں نے جل بھن کر اس میں کافی تحریفیں بھی کیں۔ افسوس کہ اس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ اگرچہ توجہ دلانے پر تاج کمپنی نے اکثر مقامات پر اصلاح کر ڈالی ہے مگر کثیر اغلاط اب بھی باقی ہیں۔ اور دوسرے ناشرین تو بالکل آنکھ بند کر کے تاج کمپنی کے محرف نسخے کا عکس لے کر اب بھی شائع کرتے جارہے ہیں۔ یہاں ہمیں صرف یہ دکھانا ہے کہ تاج کمپنی کی اشاعت کے بعد سے بڑے پیمانے پر ترجمۂ اعلیٰحضرت کی نکاسی ہونے لگی۔ اور گھر گھر یہ ترجمۂ قرآن عام ہونے لگا۔ اور اس کے بعد ہی پھر ہندوستان میں بھی اس کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے ۱۹۶۸ء میں کتبخانہ اشاعت الاسلام نئی دہلی نے (جو ایک آریہ پنجابی غیر مسلم کا کتب خانہ ہے) کنزالایمان کی اشاعت کی۔ کچھ سالوں تک تو وہ اکیلا ہی چھاپتا رہا لیکن دھیرے دھیرے اس کی کثرت اشاعت کی بھنک دہلی کے دوسرے ناشرین قرآن کو بھی لگ گئی۔ پھر کیا تھا اب تو اکثر بڑے کتب خانوں نے یہ سوچ لیا ہے کہ جب تک ہم اعلیٰحضرت کا ترجمۂ قرآن نہیں چھاپیں گے ترقی نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ اس وقت ہندوستان میں تقریباً بیس کتب خانے ترجمۂ اعلیٰحضرت کی اشاعت میں مصروف ہیں جس کو دیکھ کر یقیناً یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اب کنزالایمان کی اشاعت لاکھوں میں ہو چکی ہے۔

شمس الاطباء حکیم محمد حسین بدر بی اے (علیگ) نے تقریباً پچیس سال پیشتر کنزالایمان کی اشاعت کا ایک جائزہ لیا تھا وہ انہیں کے قلم سے اختصار کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے رفقاء اور احباب کی فرمائش پر قرآن حکیم کا جو ترجمہ فرمایا اس کی مثال برصغیر پاک وہند میں نہیں ملتی۔ کلام پاک کے بیسیوں اردو تراجم چھپ چکے ہیں لیکن جو مقام و مرتبہ آپ کے ترجمہ کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکا۔ اس ترجمے کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ تاج کمپنی (لاہور/کراچی) نے اس ترجمہ کو مختلف انداز اور کئی اقسام میں کئی بار شائع کیا جس کی اشاعت لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ تفصیل کے لئے تاج کمپنی کے منیجر کا انٹرویو ملاحظہ فرمائیے''۔

''صرف چند سال پہلے اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمہ مبارکہ مسمی بہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کی اشاعت تاج کمپنی نے شروع کی۔ اس سے پہلے تاج اور ترجمے شائع کر چکی ہے مگر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے ترجمۂ مبارکہ کے بیشمار تراجم کی موجودگی میں اور سب سے آخر میں شائع ہونے کے باوجود بفضلہٖ تعالیٰ و ببرکتہ حبیبہ علیہ التحیۃ والثناء نہایت قلیل مدت میں حیرت انگیز مقبولیت و فوقیت حاصل کی۔ ترجمۂ اعلیٰحضرت کے اشاعتی سلسلہ میں نمائندہ ''رضائے مصطفیٰ'' (ماہنامہ) نے جب مفتی خلیل الرحمٰن منیجر تاج کمپنی سے انٹرویو لیا تو انہوں نے مختلف اقسام کے نمبروں کے لحاظ سے جو

اعداد وشمار فراہم فرمائے ان کی مجموعی تعداد دولاکھ گیارہ ہزار (۲۱۱۰۰۰) تک پہونچتی ہے۔

اس کے بعد متعدد قسم کے مزید ایڈیشن بھی شائع ہوئے جن کی تعداد اس سے کئی گنا بڑھ چکی ہے۔" (سات ستارے ص ۴۹، ۵۰، مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء)

تقریباً پچیس سال پہلے صرف تاج کمپنی نے چند سالوں میں دولاکھ گیارہ ہزار کی تعداد بتائی ہے۔ اب تک اس کی اشاعت بشمول تاج کمپنی دیگر اداروں سے یقیناً ایک کروڑ کے قریب پہونچ گئی ہوگی۔ بلکہ اس سے تجاوز بھی کرگئی ہو تو تعجب نہیں۔ یہ بھی عجب حسن اتفاق ہے کہ جب سے سعودی نجدی حکومت نے کنزالایمان پر پابندی لگائی ہے اس کی اشاعت آندھی طوفان کی طرح بڑھتی جارہی ہے جسے دیکھ کر شاید پابندی لگوانے والوں کو بھی افسوس ہورہا ہوگا۔ بڑی سچی بات کہی ہے مولانا کوثر نیازی نے جو عرصے تک غلط پروپیگنڈے کا شکار تھے۔ لیکن جب انہوں نے حقیقت کی نظر سے کنزالایمان کا مطالعہ کیا تو انصاف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور امام احمد رضا کی بارگاہ میں ان کے ادب و احتیاط کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔

"ادب واحتیاط کی یہی روش امام رضا کی تحریر وتقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ یہی ان کا سوز نہاں ہے جوان کا حرز جاں ہے۔ ان کا طرۂ ایمان ہے۔ ان کی آہوں کا دھواں ہے۔ حاصل کون ومکان ہے۔ برتر از این وآں ہے۔ باعثِ رشکِ قدسیاں ہے۔ راحت قلب عاشقاں ہے۔ سرمۂ چشم سالکاں ہے۔ ترجمۂ کنزالایمان ہے"۔

پھر چند آیات کے تراجم کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ "رُشدی" کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کارروائی کرنے میں اس لئے تامل کریں کہ کہیں آقایان ولی نعمت ناراض نہ ہوجائیں۔ مگر امام رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ (ترجمۂ قرآن) پر پابندی لگادیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے"

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۲۱، ۲۲، مطبوعہ رضا اسلامک مشن، بنارس)

---

## امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن

# کنز الایمان تاریخ کے آئینے میں

■——— ڈاکٹر مجید اللہ قادری

امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے اردو ترجمۂ قرآن سے قبل بیسیوں اردو تراجمِ قرآن موجود تھے مگر اتنی بڑی تعداد میں تراجم کی کیا ضرورت تھی؟ کیا شاہ برادران[1] کے اردو تراجمِ قرآن کافی نہ تھے کہ اتنی بڑی تعداد میں تراجمِ قرآن کیے گئے۔ اصولی اعتبار سے ایک یا چند اردو تراجم کافی تھے کہ اس کو تمام مسلمان پڑھتے اور استفادہ کرتے یا جب ایک خاصی تعداد اردو ترجمۂ قرآن کی سامنے آگئی تھی تو سب مسلمان مل کر ایک قرآن کے ترجمے پر متفق ہو جاتے اور اگر کسی مستند ترجمۂ قرآن پر اتفاق نہ ہو پاتا تو پھر کسی ایک عالم پر اتفاق کر کے اس سے ترجمۂ قرآن کرواتے تا کہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمان ایک ترجمہ پر متفق رہتے اور بغیر تفرقہ کے پُرسکون زندگی گزارتے۔ مختلف تراجمِ قرآن پڑھنے کے بعد قاری کو یہ احساس ہوتا ہے ہر مترجمِ قرآن کی فکر جدا ہے اور عقائد کے معاملے میں ہر مترجم ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس کی اس فکر اور جدید نظریات کو ترجمۂ قرآن میں پڑھا جا سکتا ہے۔ مترجمینِ قرآن نے جہاں ۱۳ ویں صدی ہجری میں ترجمۂ قرآن کے ذریعہ اردو زبان کے دینی ادب کو فروغ دیا وہاں انہوں نے اپنے خود ساختہ عقائد اور نظریات کو بھی ترجمۂ قرآن میں بھرپور جگہ دی لیکن اس عمل سے ایک عام قاری کے اعتماد کو سخت دھچکا لگا کہ وہ اس ترجمۂ قرآن کو ہی منشاءِ الٰہی سمجھنے لگا اور جو کچھ ترجمے کے ذریعہ اس کو عقیدہ ملا، وہ اس کو ہی حق سمجھا۔

قارئین کرام! ۱۳ ویں صدی ہجری میں متعدد نئے عقائد رکھنے والے مترجمِ قرآن نے برصغیر پاک و ہند میں اپنے اپنے ترجمۂ قرآن کے ذریعہ فرقہ بندیوں کا ایک جال بچھا دیا۔ ابتدا میں نیچری، چکڑالوی، دیوبندی، پرویزی، اہلِ قرآن، اہلِ حدیث، قادیانی، وغیرہ وغیرہ نہ جانے کتنے نئے نظریات رکھنے والے سامنے آئے اور انہوں نے اپنے عقائد کے پرچار کے لیے قرآن کا سہارا لیا اور اپنے عقائد انہوں نے ترجمۂ قرآن کے ذریعے لوگوں تک پہنچائے اور عام لوگ صحیفے قرآن کے ترجمہ کو بھی روحِ قرآن سمجھتے ہوئے اس پر یقین کرتے چلے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے

برصغیر میں عقائد کی ایک جنگ چھڑ گئی۔ برصغیر میں جہاں ایک طرف اردو زبان فروغ پارہی تھی تو دوسری طرف ترجمہ قرآن کے ذریعہ تفرقہ کی آگ سلگائی جارہی تھی اور ہر کوئی ترجمہ قرآن سے سہارا لے رہا تھا۔ شاید ان ہی حالات کے لیے قرآن میں ایک جگہ ارشاد موجود ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ط وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ O (البقرة: ۲۶)

ترجمہ: اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔ اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے نازل کیا کہ یہ ہر دور میں حق و باطل میں امتیاز بتائے۔ ۱۳ ویں صدی ہجری برصغیر پاک و ہند میں اس لحاظ سے بڑی ابتر تھی کہ انگریز یہاں مختلف سازشوں کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا رہا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے درمیان خونی جنگ سے ابتداء نہ کی بلکہ اس نے مسلمانوں کی یکجہتی ختم کرنے کے لیے نام نہاد مسلمانوں اور نام نہاد علماء کے ذریعہ اول ترجمہ قرآن کے ذریعہ لوگوں کو منتشر کرنے کی سازش کی اور دوسری طرف اس نے نبی کریم ﷺ کی محبت اور عظمتوں کو کم کرنے کے لیے نام نہاد مسلمانوں سے ایسی باتیں قلم سے لکھوائیں جو ۱۳ سو سال میں کسی نے نہ لکھیں اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو منتشر کردیا۔ لہٰذا ان حالات کے پس منظر میں ایک جامع، مستند اور صحیح العقیدہ ترجمہ کی ضرورت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا سے ترجمہ قرآن کا کام لیا۔ امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن میں اسلاف کے عقائد کا رنگ نمایاں ہے بالخصوص برصغیر پاک و ہند کے اکابرین مثلاً حضرت عبدالحق محدثِ دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، حضرت شاہ برکت اللہ مارہروی، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہم الرضوان۔

قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوال بھی جگہ پاسکتا ہے کہ اس کا کیا بین ثبوت کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن ہی مستند ہے اور باقی تراجم مستند تراجم نہیں۔ یقیناً یہ سوال قاری کے ذہن میں آسکتا ہے اس کے لیے راقم اصولِ ترجمہ قرآن کی کسوٹی پیش کرتا ہے۔ پھر قاری خود فیصلہ کرے کہ کون سا مترجم مستند ہے اور کون سا نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء) مفسر قرآن کے لیے بیسیوں علوم پر دسترس کو لازمی قرار دیتے ہیں جن میں سے چند نقل کیے جارہے ہیں:

علم اللغۃ، علمِ نحو، صرف، علمِ معانی و بیان، علمِ اصولِ دین، علم اصول فقہ، علمِ حدیث، علمِ ناسخ و منسوخ، علم التاریخ، علم محاورات عرب وغیرہ وغیرہ۔

(الاتقان فی علوم القرآن، جلد۲، ص ۱۸۵، سہیل اکیڈمی، لاہور)

علامہ جلال الدین سیوطی کی بیان کردہ شرائط کی روشنی میں مترجم قرآن کی ذمہ داری مفسرِ قرآن سے بھی زیادہ بنتی ہے کیوں کہ مترجمِ قرآن کو بہت ہی محدود الفاظ میں وہی کچھ کہنا یا لکھنا ہے جو منشاءِ الٰہی ہے اور یہ کام ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔ تمام احتیاط کے ساتھ مستند ترجمہ جب ہی ممکن ہے کہ مترجمِ قرآن تمام تفاسیر، تمام کتبِ حدیث، فقہ وتاریخ پر دسترس کے ساتھ ساتھ عربی زبان وادب پر کامل عبور رکھتا ہو۔ ساتھ ہی وہ عبقری شخصیت کا مالک ہو۔ علاوہ ازیں مترجمِ قرآن اصل مآخذ عربی زبان سمجھنے کی حد درجہ صلاحیت رکھتا ہو۔ احقر اس میں صرف یہ اضافہ کرے گا کہ مترجمِ قرآن تمام دینی علوم کے ساتھ ساتھ تمام دنیاوی علوم کو بھی سمجھتا ہو کہ قرآن میں ہر علم سے متعلق آیات موجود ہیں اور ترجمہ کرتے وقت ضروری ہے کہ مترجم اس علم کو بھی جانتا ہو اور پھر اس علم سے متعلق اصطلاحات کو ترجمہ میں استعمال کرے تاکہ اس علم کی نشاندہی ہو سکے۔

ان حقائق اور قوانینِ تفاسیر وترجمہ کے آئینے میں جب آپ اردو مترجمینِ قرآن کو دیکھیں گے تو آپ کو اکثر مترجمین اس کسوٹی پر پورے اترے ہوئے نظر نہیں آئیں گے کیونکہ اکثر مترجمینِ قرآن کنز الایمان سے قبل کے اور متعدد مترجمِ قرآن کنز الایمان کے بعد کے بھی، مستند عالمِ دین ہی نہیں ہیں اور ان کی کوئی مستند کتب نہ اصولِ دین پر ہیں نہ اصولِ حدیث وتفسیر پر ہیں، نہ ہی فقہ پر دسترس ہے اور نہ ان کی عربی زبان میں کوئی تصنیف ہے جس سے ان کی قابلیت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ اصل عربی متنِ قرآن سے ترجمہ کرنے والا بھی شاید کوئی ایک بھی مترجم سوائے امام احمد رضا کے نظر نہ آئے گا۔ تمام مترجمینِ قرآن نے ترجمہ کرتے وقت اپنے سے قبل اردو تراجم سامنے رکھے ہیں یا انہوں نے صرف لغت کا سہارا لیا ہے۔ آپ معروف مترجمین کے حالات کا مطالعہ کریں، اکثریت آپ کو صحافی پیشہ نظر آئے گی یا کسی نہ کسی نئے فرقے کا بانی یا ان کا پیروکار نظر آئے گا ان تمام فرقوں میں کسی فرقے کی عمر سو برس بھی نہیں ہے اور ان تمام مترجمینِ قرآن میں ایک بھی مترجم ایسا نہیں ہے جس کو دین ودنیا کے تمام علوم پر دسترس حاصل ہو سوائے امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے۔ اور یہ محبت یا عقیدت میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے کہ امام احمد رضا نے ایک ہزار سے زائد رسائل ایک سو سے زیادہ علوم وفنون پر اردو، فارسی اور عربی میں لکھے۔ فقہ میں ان کا عظیم قلمی شاہکار ۱۲ ر جلدوں پر مشتمل فتاوىٰ رضویہ ہے جس کے ہر ہر مسئلہ میں قرآن وحدیث وفقہ کے اصول سے استفادہ کیا گیا ہے۔ دوسری طرف دیگر مترجمینِ قرآن پر اجمالی نظر ڈالیے، سر سید احمد خان، دنیاوی ماہرِ تعلیم اور گورنمنٹ کے ملازم۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، عام مدرس۔ مولوی فتح محمد جالندھری، کے

سوائے ترجمۂ قرآن کے اور کوئی تصنیف نہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، افسانہ نگار۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی، دیوبندی عالم دین۔ مولوی مرزا وحید الزمان، اہلِ حدیث۔ مولوی اشرفعلی تھانوی، معروف دیوبندی عالم مگر شانِ رسول میں گستاخ۔ ابوالکلام آزاد، صحافی۔ مولوی مودودی، صحافی و سیاستدان۔ مولوی عبداللہ، چکڑالوی، اہلِ قرآن۔ غلام احمد پرویز، فرقۂ پرویز کا بانی۔ [تفصیل کے لیے احقر کا Ph.D تھیسس بعنوان کنزالایمان اور معروف تراجمِ قرآن کا مطالعہ ضرور کریں] فیصلہ قاری خود کرسکتا ہے کہ کون سا مترجم قرآن مستند ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں ایک صدی کے اندر کثیر تعداد میں نئے نئے فرقے سامنے آئے اور ہر فرقے کا اپنا ترجمۂ قرآن ہے جو اس فرقے کے نظریات کی تائید کرتا ہے مگر عام قاری کیونکہ عربی زبان سے نابلد ہوتا ہے اس لیے وہ ہر فرقے کے ترجمے کو ترجمۂ قرآن ہی سمجھتا ہے اور اس دھوکے میں آکر اس کو ہی اپنا عقیدہ بنالیتا ہے۔

امام احمد رضا کے احباب نے آپ سے گزارش کی کہ ملتِ اسلامیہ غیر مستند اردو تراجمِ قرآن کے باعث فرقہ بندیوں کا شکار ہورہی ہے اور روزانہ نئے فرقے اور عقائد سے دوچار ہورہی ہے، اس لیے آپ ایک مستند ترجمۂ قرآن لکھیں تاکہ ملتِ اسلامیہ کو راہ نجات ملے۔ چنانچہ امام احمد رضا خان جو پہلے ہی پورے دن میں ۲۲ گھنٹے مسلسل دین کی خدمت میں قلم کے ذریعہ مصروفِ عمل تھے، اس ذمہ داری کو بھی قبول کیا اور مغرب وعشاء کے درمیان (جو آپ کا آرام اور وظائف پڑھنے کا وقت تھا) مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی کو کہا کہ آپ میرے پاس آجایا کریں۔ جیسے جیسے وقت ملے گا، احقر ترجمہ املا کروادے گا۔ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے حکم کے مطابق ان اوقات میں ان کے پاس بیٹھنا شروع کردیا۔

امام احمد رضا نے قرآن مجید کا ترجمہ املا کروانا شروع کیا۔ اس دوران کوئی تیسرا آدمی نہ ہوتا۔ مولانا امجد علی آیت تلاوت کرتے جاتے اور امام احمد رضا فی البدیہہ ترجمہ لکھواتے جاتے اور دورانِ ترجمہ کسی آیت کے لیے بھی نہ لغت کی ضرورت پیش آئی نہ کسی تفسیر کو دیکھا نہ کسی اور ترجمۂ قرآن کو سامنے رکھا۔ ایک ایک گھنٹے میں ایک، آدھ پارے کا ترجمہ لکھوادیا اور کبھی کسی لفظ یا جملے کو دوبارہ لکھوانے کی ضرورت پیش نہیں کی۔ مولانا امجد علی بعض دفعہ مطمئن نہ ہوتے مگر جب وہ تفسیر یا لغت دیکھتے، ان کو وہی ترجمانی نظر آتی جو امام احمد رضا نے ترجمہ میں کی تھی۔ (ھذا من فضلِ ربی)

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کے مخطوطے سے اس بات کی واضح نشاندہی ہوتی ہے کہ ترجمہ تقریباً سال، ڈیڑھ سال کے اندر ۲۸ رجمادی الآخر ۱۳۳۰ھ کو مکمل ہوا جو جلد ہی مرادآباد کے

پریس سے شائع ہوا۔ اول صرف ترجمہ شائع ہوا تھا اور بعد میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے حاشیہ کے ساتھ شائع ہونا شروع ہوا جو آج تک شائع ہو رہا ہے۔

احقر نے پاک و ہند کے اکثر علماء سے رابطہ کر کے اس اول ترجمۂ قرآن جو بغیر حاشیہ کے شائع ہوا تھا، حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ البتہ قدیم ترین ترجمہ جو حاشیہ خزائن العرفان کے نام سے مراد آباد سے شائع ہوا، وہ احقر کے پاس موجود ہے۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کو جلد ہی ایک مستند ترجمۂ قرآن کی حیثیت حاصل ہوگئی جس کا بین ثبوت اس کی لاتعداد اشاعت ہے۔ برصغیر پاک و ہند کا کوئی مکتبہ ایسا نہ ہوگا جہاں یہ ترجمۂ قرآن موجود نہ ہو۔ ابھی چونکہ عوامِ اہلِ سنت کی تعداد دیگر فرقوں کی مجموعہ تعداد سے بھی زیادہ ہے، اس لیے عوام الناس کی کثیر تعداد اس ترجمے کو برابر خرید رہی ہے اس لیے اس کی مقبولیت برقرار ہے۔

احقر کے خیال میں کنزالایمان کی فروخت نے دیگر فرقے کے ترجمے شائع کرنے والوں کے کاروبار کو جب بالکل ٹھپ کر دیا تو انہوں نے اپنے کاروبار کو سنبھالنے کے لیے دیگر فرقوں کے علمائے کرام سے مل کر ایک سازش تیار کی کہ کسی طرح کنزالایمان پر پابندی لگائی جائے تاکہ ہمارے ترجمے بھی لوگ خریدیں اور پڑھیں۔ چنانچہ غیر اہلِ سنت کے علماء جمع ہوئے۔ انہوں نے غور و فکر کیا اور پابندی لگوانے کی وہاں سفارش کی جہاں کی زبان اردو نہیں، عربی ہے مگر وہ اپنی سازش میں کامیاب ہوئے۔ ان علماء کی سفارش پر ۱۹۸۲ء میں سعودی عرب، کویت اور امارات پر اردو زبان کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان پر پابندی لگادی۔ ساتھ ہی ساتھ ایک سازش یہ بھی کی گئی کہ کنزالایمان کی مقبولیت کو مزید کم کرنے کے لیے اور لوگوں کو اس سے دور کرنے کے لیے سعودی حکومت کو سفارش کی گئی کہ حج کے موقع پر اردو زبان والے حجاج کو مولوی محمود الحسن دیوبندی کا ترجمۂ قرآن تحفتاً دیا جائے تاکہ ہر سال برصغیر پاک و ہند کے اردو بولنے والے مسلمان اس ترجمہ کو پڑھ کر اپنے عقائد کنزالایمان سے بدل کر اس نئے ترجمے کے مطابق کرلیں۔ چنانچہ ۱۹۸۲ء سے یہ عمل آج تک جاری ہے اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں مولوی محمود الحسن کا ترجمۂ قرآن نہایت خوب صورت آرائش کے ساتھ چھپا ہوا اردو بولنے والے حجاج کو حج سے واپسی پر زم زم کے ساتھ ساتھ تحفتاً پیش کیا جاتا ہے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اب کتنی بڑی تعداد اردو ترجمۂ قرآن کنزالایمان سے دور ہوتی جارہی ہے۔

قارئین کرام! آپ کی معلومات کے لیے محمود الحسن کے ترجمۂ قرآن کا مختصر تعارف پیش کر رہا ہوں ملاحظہ کیجئے:

محمود الحسن دیوبندی ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۲ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے اور

اسی مدرسے میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ ۱۹۱۴ء تک اسی دار العلوم میں خدمت انجام دیتے رہے۔ مولوی قاسم نانوتوی اور مفتی رشید احمد گنگوہی کی شاگردی حاصل ہوئی جب کہ ان کے تلامذہ میں مولوی حسین احمد مدنی، مولوی عبید اللہ سندھی، مولوی انور شاہ کشمیری، مولوی احمد علی لاہوری اور مولوی الیاس کاندھلوی (بانی، تبلیغی جماعت) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مالٹا کے جزائر میں ۱۹۱۷ء تا ۱۹۱۹ء قید رہے۔ اسی دوران ترجمۂ قرآن کا کام مکمل کیا جس کی تفصیل وہ خود بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''عاجز محمود ابن مولوی ذوالفقار علی عرض کرتا ہے کہ بعض احباب نے بندے سے درخواست کی کہ قرآن شریف کا ترجمہ سلیس مطالب خیز اردو زبان میں مناسب حال زمانہ کیا جائے تا کہ لفظی اغلاط جو بعض آزاد پسند صاحبوں کے ترجمے سے لوگوں میں پھیل رہی ہیں۔ ان سے بچاؤ کی صورت نکل آئے۔ اس عاجز نے اس درخواست کے جواب میں عرض کیا کہ اکابر کے فارسی و اردو کے تراجم موجود ہیں۔ پھر اب کسی جدید اردو ترجمہ کی کیا حاجت بجز اس کے کہ اسمائے مترجمین میں ایک نام اور زیادہ ہو جائے اور کوئی نفع نہیں اور اگر یہ اکابر قرآن مقدس کی اس ضروری خدمت کو انجام نہ دیتے تو اس شدت ضرورت کے وقت میں ترجمہ بہت دشوار ہوتا۔ علماء کو صحیح اور معتبر ترجمہ کرنے کے لیے متعدد تفاسیر کا مطالعہ کرنا پڑتا اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا اور ان وقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کر سکتے جیسا کہ اب کر سکتے ہیں۔'' (مولوی محمود الحسن، مقدمۂ ترجمۂ قرآن، ص:۱، دار التصنیف، کراچی)

آگے چل کر شاہ برادران یعنی حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی و شاہ عبد القادر کے تراجمِ قرآن کو سراہتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''زیادہ کہتے ہوئے ڈرتا ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں۔ اگر ہم ان کے کلام کی خوبیوں کو اور ان اغراض واشارات کو جو ان کے سیدھے سیدھے مختصر الفاظ میں ہی سمجھ میں آجائیں تو ہم جیسوں کے فخر کے لیے یہ امر بھی کافی ہے۔'' (ایضاً، ص:۲)

مزید خود ترجمہ کرنے سے متعلق رقم طراز ہیں:

''تراجم موجودہ صحیح و معتبرہ کے ہوتے ہوئے ہمارا جدید ترجمہ لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتبرہ پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو بلکہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا جدید ترجمہ کرنا گویا زبانِ حال سے یہ کہنا ہے کہ تراجم موجودہ میں کوئی خلل ہے جس کا تدارک کیا جا رہا ہے یا ہمارے ترجمے میں کوئی خوبی اور منفعت زیادہ ہے جس کی وجہ سے جدید ترجمہ

کی حاجت ہوئی تو ہم کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکر نظر آتا ہے۔"

(ایضاً، مقدمہ، ص:۲)

آخر میں اپنے ترجمہ کی غایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس لیے اس تنگِ خلائق کو یہ خیال ہوا کہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کے مبارک مفید ترجمہ میں لوگوں کو جو کل ۲ خلجان ہیں یعنی ایک بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہو جانا، دوسرے بعض بعض مواقع میں ترجمے کے الفاظ کا مختصر ہونا جس سے اپنے مفید و قابلِ قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو اگر غور و احتیاط کے ساتھ الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لیے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کھول دیا جائے تو یہ عمل مستقل ترجمہ سے زیادہ مناسب ہے اور مفید بھی۔" (ایضاً، مقدمہ ترجمہ قرآن، ص:۲)

مولوی محمود الحسن دیو بندی کا اعتراف اور ان کا کیا ہوا ترجمۂ قرآن کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ مولوی محمود الحسن مترجمِ قرآن نہیں ہیں کیونکہ اس ترجمہ میں ۹۰ فیصد ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی کا ہی استعمال ہوا جس کا آپ نے خود اقرار کیا اور اک اور ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی میں صرف چند مقامات پر متروک الفاظ کو بدل دیا، کچھ محاورات تبدیل کیے البتہ اپنے عقائد اور نظریات کو بھر پور جگہ دی ہے جو عقائد اہلِ دیو بند کے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ شاہ عبد القادر دہلوی یا شاہ عبد العزیز دہلوی یا ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے دادا شاہ عبد الرحیم دہلوی کے عقائد و نظریات ہر گز ہر گز وہ نہ تھے جو اہلِ دیو بند کے ہیں جب کہ محمود الحسن دیو بندی کا ترجمۂ قرآن عقائد میں اہلِ دیو بند کی نمائندگی کرتا ہے جس کے اصل عقائد نجدی ہیں۔ محمود الحسن دیو بندی کے ترجمۂ قرآن کو اس لیے تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ اہلِ دیو بند کے عقائد لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کیے جائیں۔

کنز الایمان پر جب پابندی لگوائی گئی تو اہلِ سنت و جماعت کے عوام برصغیر پاک و ہند میں سراپا احتجاج بن گئے۔ دنیا بھر میں بڑے بڑے جلسے اس پابندی کے خلاف منعقد کیے گئے اور اہلِ عرب سے مطالبہ کیا گیا کہ یہ پابندی جلد ہٹائی جائے۔ اس احتجاج کے باعث کچھ نرمی ضرور برتی گئی مگر مستقل پابندی سالوں لگی رہی۔ اب آہستہ آہستہ یہ پابندی مکمل طور ختم کر دی گئی ہے لیکن اہلِ دیو بند نے اس پابندی سے خاصا فائدہ حاصل کر لیا۔

اللہ کی شان دیکھیئے کہ سالوں پابندی لگی رہی مگر کنز الایمان کی ترسیل میں کمی آنے کے بجائے اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جس مقصد کے لیے انہوں نے پابندی لگوائی تھی کہ پابندی کے بعد عوام امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن نہیں خریدیں گے مگر سازش ناکام ہوگئی۔ کنز الایمان کے مقابلے میں

برصغیر پاک و ہند کے مکتبوں میں محمود الحسن کے ترجمہ قرآن کی ترسیل نہ ہوسکی جب کہ کنز الایمان کی مانگ اتنی بڑھ گئی کہ برصغیر پاک و ہند کے تمام ہی بڑے بڑے مکتبے اور مطبع خانے اس اشاعت میں مصروف ہوگئے اور سب تراجم فروخت ہوتے رہے۔ آج بھی اگر معلومات اکٹھا کی جائیں تو تمام تراجم کی فروخت ایک طرف اور کنز الایمان کی فروخت ان سب کے مجموعے سے بھی زیادہ ہوگی۔ خدا عوام الناس کے عقائد کو سلامت رکھے اور کنز الایمان سے افادہ کی سعادت نصیب کرے۔

کنز الایمان پر پابندی لگنے کے بعد پاک و ہند کے اندر بے شمار مقامات پر احتجاجی جلسے منعقد ہوئے، ریلیاں نکالی گئیں اور علمی مذاکرے ہوئے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا جو ۱۹۸۰ء میں چند احبابِ اہلِ سنت کی مشاورت سے قائم ہوا تھا۔ اس نے اس پابندی کے خلاف قلمی جہاد کا کام کیا اور اپنی سالانہ کانفرنسوں میں مسلسل کنز الایمان کے حوالے سے مقالات پڑھوائے، لکھوائے۔ اس کے علاوہ بھی ادارکی کاوشوں سے اہلِ قلم نے کنز الایمان کے حوالے سے جو مقالات تحریر کیے تھے، ان کی تفصیل ملاحظہ کیجیے:

۱۔ پروفیسر امتیاز احمد سعید۔ کنز الایمان کا ترجمۂ قرآن مجید کنز الایمان۔ معارفِ رضا ۱۹۸۵ء

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری۔ ترجمۂ قرآن مولانا احمد رضا خان۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء

۳۔ مولوی سعید بن یوسف زئی (اہلِ حدیث)۔ کنز الایمان ایک اہلِ حدیث کی نظر میں۔ معارفِ رضا ۱۹۸۳ء

۴۔ محترمہ ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم شرف۔ مولانا احمد رضا خاں اور ان کا ترجمۂ قرآن۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء

۵۔ عبد الستار طاہر مسعودی۔ کنز الایمان علم و دانش کی نظر میں۔ معارفِ رضا ۱۹۸۹ء

۶۔ مولانا غلام مصطفیٰ رضوی۔ کنز الایمان اور تحقیقی امور۔ معارف رضا ۲۰۰۵ء

۷۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر۔ کنز الایمان کے ایک علمی تجزیے کا جائزہ۔ معارفِ رضا ۱۹۹۶ء

۸۔ مولانا فضل القدیر ندوی۔ کنز الایمان و خزائن العرفان۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء

۹۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ قرآن، سائنس اور امام احمد رضا۔ معارفِ رضا ۱۹۸۹ء

۱۰۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ کنز الایمان کی امتیازی خصوصیات۔ معارفِ رضا ۲۰۰۴ء

۱۱۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ سائنس، ایمانیات اور امام احمد رضا۔ معارفِ رضا ۲۰۰۰ء

۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ کنز الایمان اور دیگر اردو تراجمِ قرآن (مقالہ PhD)۔ ۱۹۹۹ء

۱۳۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ معارفِ رضا ۲۰۰۷ء۔

۱۴۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ کنز الایمان میں سائنسی مصطلحات۔ ۲۰۰۳ء

۱۵۔ علامہ محمد حنیف رضوی بریلوی۔ علمِ تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام۔ معارفِ رضا ۲۰۰۸ء۔

۱۶۔ پروفیسر محمد طاہر القادری۔ کنز الایمان کا اردو تراجم میں مقام۔ معارفِ رضا۔ ۱۹۸۵ء

۱۷۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل۔ قرآن حکیم فتاویٰ رضویہ کا اصل مآخذ۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء

۱۸۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ کنز الایمان کی ادبی جھلکیاں۔ معارفِ رضا ۱۹۹۲ء

۱۹۔ علامہ نوشاد عالم چشتی۔ کنز الایمان اور عظمتِ رسالت۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء

۲۰۔ علامہ سید وجاہت رسول قادری۔ قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ۔ معارفِ رضا ۱۹۸۹ء

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے علاوہ متعدد مکتبوں نے مختلف اہلِ قلم کے مقالات، مضامین اور کتابیں کنز الایمان کے حوالے سے شایع کیں۔ ان میں سے چند معروف کی تفصیل بھی ملاحظہ کیجیے:

۱۔ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن حقائق کی روشنی میں۔ از: تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری (المیزان، امام احمد رضا نمبر)

۲۔ امام احمد رضا اور اردو تراجمِ قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ از: علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی (المیزان، امام احمد رضا نمبر)

۳۔ کنز الایمان اور معارف القرآن۔ (المیزان، امام احمد رضا نمبر)

۴۔ امام احمد رضا اور ترجمۂ قرآن کی خصوصیات۔ از: مولانا حکیم خلیل الرحمٰن (المیزان، امام احمد رضا نمبر)

۵۔ کنز الایمان پر اربابِ علم و دانش کے تاثرات۔ از: کلیم احمد قادری (سہ ماہی افکارِ رضا، ۲۰۰۷ء)

۶۔ کنز الایمان اور عظمتِ توحید۔ از: جناب یٰسین اختر مصباحی (القول السدید، جولائی ۱۹۹۵ء)

۷۔ فاضلِ بریلوی کا ترجمۂ کنز الایمان۔ ز: ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (ماہنامہ "قاری" "تعلیماتِ قرآن نمبر)

۸۔ کنز الایمان۔ تفاسیر کی روشنی میں، از: مولانا عبداللہ خاں صاحب عزیزی بستی۔ (القول السدید، ستمبر ۱۹۹۲ء)

۹۔ ترجمۂ قرآن۔ مولوی فتح جالندھری۔ از: صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی۔ (القول السدید، جون ۱۹۹۲ء)

۱۰۔ صاحبِ کنز الایمان۔ از: ابوطیب نذیر فریدی۔ ("نور الحبیب، جون ۱۹۹۱ء)

۱۱۔ کنز الایمان پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ۔ از: محمد آفتاب عالم رحمانپوری ("اعلیٰ حضرت"، اپریل ۱۹۸۹ء)

۱۲۔ دولتِ عشق و ایمان یعنی کنز الایمان۔ از: سید کفیل احمد ہاشمی، بریلی شریف۔ ("اعلیٰ حضرت"، مارچ ۲۰۰۲ء)

۱۳۔ ایک اہم جملہ اور اس کا فکری و فنی تجزیہ۔ از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی۔ ("اعلیٰ حضرت"، فروری ۲۰۰۷ء)

۱۴۔ ترجمانِ قرآن۔ امام احمد رضا خان۔ از: علامہ عبدالحکیم شرف قادری۔ (ماہنامہ "کاروانِ قمر" فروری ۲۰۰۸ء)

۱۵۔ اعلیٰ حضرت کا بے مثال ترجمۂ قرآن، کنز الایمان۔ از: مولانا بدر الدین احمد قادری۔ ("مصلح الدین"، مارچ ۲۰۰۸ء)

۱۶۔انوارِ کنزالایمان۔ از: محمد وارث جمال (ناشر: مکتبہ غوثیہ، بمبئی)

۱۷۔کنزالایمان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ۔از: خواجہ غلام حمید الدین سیالوی مدظلہ (رضا اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۱ء)

۱۸۔الرد علی الشبہ الثارۃ حول کنزالایمان۔ از: فضیلۃ الشیخ غلام حمید الدین سیالوی

(اکادیمیۃ رضا، لاہور ۲۰۰۱ء)

۱۹۔شانِ کنزالایمان۔ از: مولانا محمد توفیق احمد نعیمی، قاضی امان اللہ صاحب

(شہید امت علیہ الرحمہ اکیڈمی، اسلام آباد، آزاد کشمیر، ۱۹۹۶ء)

۲۰۔کنزالایمان کی امتیازی شان۔ از: محمد ارشد حسین قادری (ادارہ کنزالایمان، سندھ)

۲۱۔خصائصِ کنزالایمان۔ از: علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری۔

(مرکزی مجلسِ امام اعظم، لاہور)

۲۲۔محاسنِ کنزالایمان۔ از: ملک شیر محمد اعوان نواب آف کالاباغ (رضا اکیڈمی، لاہور ۲۰۰۸ء)

۲۳۔کنزالایمان اور تحقیقی امور۔ از: غلام مصطفیٰ رضوی (نوری مشن، مالیگاؤں)

۲۴۔کنزالایمان کے خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب۔ از: علامہ الستار خان نیازی۔

(مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، ۱۴۰۳ھ)

امام احمد رضا کے ترجمہ کنزالایمان کی اشاعت کے بعد ۷۰ تا ۸۰ سال تک کسی نے ترجمۂ قرآن کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ایک مستند ترین ترجمے کے بعد مزید ترجمہ کرنا سورج کے آگے چراغ دکھلانے کے مترادف تھا۔حقیقت بھی یہی ہے کہ جب اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے ایک چیز کو شہرتِ دوام حاصل ہو جائے۔اس کے بعد اس جیسی دوسری چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔مثلاً اس دنیا میں خلافتِ راشدہ جیسی حکومت دوبارہ قائم نہیں ہوسکتی۔یہ بات نہیں کہ یہ قدرت کے لیے ممکن نہیں (معاذ اللہ) بلکہ اللہ عزوجل کی بھی یہ سنت ہے کہ وہ ایک ہی دفعہ ایک شاہکار تخلیق دیتا ہے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات والا۔اب ان جیسا دوسرا ناممکن ہے۔اسی لیے ان کو آخر میں بھیجا تاکہ بقیہ انبیاء کرام کی فضیلتیں متاثر نہ ہوں۔اسی طرح انبیاء کے بعد خلافتِ راشدہ اس کے فضل وکرم سے دنیا میں قائم ہوئی، اب ایسی جیسی خلافت ناممکن ہے۔اس نے فقہائے کرام میں امام ابوحنیفہ کو فہم وذکا عطا کی، اب ان جیسا امام مطلق ممکن نہیں۔اس نے سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کو طریقت میں اعلیٰ مقام عطا فرمادیا کہ اب ان جیسا صاحبِ طریقت قیامت تک ممکن نہیں۔اسی طرح اللہ عزوجل نے امام احمد رضا سے جہاں اور دین کی خدمات لیں، وہاں ان سے قرآن کریم کا ایسا جامع ترجمہ کروادیا کہ اب اس کے بعد کسی اور ترجمہ کی ضرورت

نہیں۔ یہ ترجمہ قرآن اُردو ملتِ اسلامیہ کے لیے قیامت تک صحیح العقیدہ ترجمانی کرتا رہے گا۔

خدمت قرآنِ پاک کی وہ لاجواب کی
راضی رضا سے صاحبِ قرآں ہے آج بھی

(مرزا ادیب)

پچھلے ۱۵، ۲۰ سالوں میں اہلِ سنت کی طرف سے بھی کئی اردو ترجمہ قرآن سامنے آئے ہیں جن کی اولاً ضرورت نہ تھی مگر انھوں نے ترجمہ قرآن کو سعادت سمجھتے ہوئے یہ خدمت انجام دی۔ مثلاً

ترجمہ قرآن البیان۔ حضرت علامہ سعید احمد شاہ کاظمی

ترجمہ قرآن عرفان القرآن۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترجمہ قرآن۔ علامہ مفتی سرور قادری

تبیان القرآن۔ مولوی غلام رسول سعیدی

ضیاء القرآن۔ پیر کرم شاہ الازہری

مگر ان تمام تراجم کو وہ مقبولیت حاصل ہی نہ ہو سکی جو کنز الایمان کو حاصل ہے۔ پچھلے دور کے علماء نے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو حرفِ آخر سمجھا اور انہوں نے ترجمہ کرنے کی بجائے اس ترجمہ قرآن کی روشنی میں تفاسیر لکھیں اور ترجمہ کنز الایمان برقرار رکھا۔ ان مفسرین کی عظمتوں کو سلام جنہوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن سے بہتر ترجمہ ممکن ہی نہیں۔ اس لیے انہوں نے تفاسیر لکھیں اور اس کمی کو پورا کیا جو امام احمد رضا اپنی مصروفیت کے باعث نہ کر سکے۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کا جب کسی عام ترجمہ قرآن سے تقابل کیا جاتا ہے تو صاحبِ کنز الایمان کے ترجمے میں بہت خوبیاں اور انفرادیت نظر آتی ہیں۔ اس ترجمہ کی ایک اہم ترین خوبی عصرِ حاضر کے ایک بہت بڑے عالم دین حضرت علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمہ نے مولانا مفتی غلام نبی فخری صاحب مدظلہ العالی کے سامنے بیان کی، جو انہوں نے مجھ سے زبانی بیان کی۔ وہ فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان کی جہاں اور بے شمار خوبیاں ہیں وہاں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس ترجمہ کو جس علمی سطح کا آدمی پڑھے گا، اس کو اپنی علمی سطح کے مطابق ترجمانی ملے گی۔ ہر بلند علمی سطح کے عالم کو اس میں بلند علمی سطح کا ترجمہ ملے گا اور وہ اس مقام پر امام احمد رضا کے ترجمے کی بلندی کو سمجھے گا جب کہ باقی تراجم میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ اس لیے اردو زبان میں صرف امام احمد رضا کا ترجمہ ہی سب سے زیادہ مستند اور صحیح ترجمانی کرنے والا ترجمہ ہے۔"

اب ملاحظہ کیجئے ان مفسرین کی فہرست جنہوں نے کنزالایمان کو مآخذ بنا کر تفاسیر لکھیں۔

۱۔ حاشیہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۹۴۸ء)

۲۔ تفسیر امداد الدیان فی تفسیر القرآن از مولانا مفتی حشمت علی خاں قادری پیلی بھیتی (م ۱۹۶۱ء)

۳۔ احسن البیان لتفسیر القرآن از علامہ عبدالمصطفیٰ الازھری (م ۱۹۸۹ء)

۴۔ حاشیہ نور العرفان از مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی (م ۱۹۷۱ء)

۵۔ تفسیر نعیمی از مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۵ جلدیں)

۶۔ خلاصۃ التفاسیر از مولانا مفتی خلیل احمد خان برکاتی (م ۱۹۸۴ء)

۷۔ تفسیر حسنات از مولانا مفتی سید محمد احمد قادری (م ۱۹۸۰ء)

۸۔ تفسیر نبوی از مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی (م ۱۹۴۴ء)

۹۔ فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ روح البیان از علامہ مولانا فیض احمد صاحب اویسی

۱۰۔ نجوم الفرقان من تفسیر آیات القرآن از مولانا مفتی عبدالرزاق بھترالوی حطاردی۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ القرآن کنزالایمان کو دیگر زبانوں میں بھی ترجمہ کیا جارہا ہے۔ جو ترجمے مختلف زبانوں میں کیے جاچکے ہیں اور شایع بھی ہوچکے ہیں، ان کی فہرست ملاحظہ کیجئے:

۱۔ ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی (انگریزی)

۲۔ پروفیسر شاہ فرید الحق قادری (انگریزی)

۳۔ مفتی عبدالرحیم سکندری، شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ (سندھی زبان)

۴۔ مفتی عبدالمنان (بنگلہ زبان)

۵۔ مولانا غلام رسول الہ دین (ڈچ زبان)

۶۔ مولانا اسمٰعیل حقی (ترکی زبان)

۷۔ مولانا نور الدین نظامی (ہندی زبان)

۸۔ قاری نور الہدیٰ نعیمی (پشتو زبان)

۹۔ ڈاکٹر عبدالمجید (انگریزی)

۱۰۔ مفتی محمد حسین مقدم (انگریزی)

۱۱۔ سخاوت علی (انگریزی)

۱۲۔ مولانا حسن آدم گجراتی (گجراتی)

۱۳۔ مولانا ذاکر اللہ نقشبندی (پشتو)۔ زیر طبع

۱۴۔مولانا ریاض الدین شاہ صاحب (سرائیکی)
۱۵۔مولانا پیر محمد چشتی صاحب (چترالی)

راقم الحروف نے ادارہ میں ۱۹۸۲ء کے آخر میں بحیثیت ادنیٰ کارکن شمولیت اختیار کی اور ادارہ سے وابستگی کے ساتھ ہی کنزالایمان پر پابندی کی آوازیں کانوں میں بازگشت کرنے لگیں۔ اس دوران کئی بڑے بڑے جلسوں میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی اور ادارہ کی کانفرنسوں میں بھی علماء سے کنزالایمان کی نمایاں خصوصیات سننے کو ملیں۔ نشتر پارک میں ۱۹۸۳ء میں ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ منعقد کیا گیا جس میں حضرت مفتی اختر رضا خاں قادری بریلوی الازہری مدظلہ العالی نے بھی شرکت کی۔ اس جلسے میں متعدد تقاریر نے دل پر اثر کیا اور بغیر سوچے سمجھے احقر نے ارادہ کر لیا کہ اب کنزالایمان پر پابندی کا علمی جواب اس پر PhD کر کے دیا جانا چاہیے۔ چنانچہ سب نے احقر کی حمایت کی لیکن ضروری تھا کہ پہلے ایم۔اے کیا جائے۔ چنانچہ ۱۹۸۶ء میں اسلامیات میں کراچی یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا اور اس میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ کراچی کے شعبہ اسلامک لرننگ کے استاد پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کے پاس گیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے مولانا منتخب الحق قادری (م ۱۹۸۹ء) سے ملنے کے لیے کہا۔ احقر ان کے پاس گیا اور عرض کیا کہ احقر کنزالایمان پر علمی تحقیقی کام کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے ہمت بندھائی اور خاکہ لکھنے کے لیے کہا۔ احقر نے علمی احباب کی مدد سے خاکہ تیار کیا اور اس کو یونیورسٹی میں جمع کرادیا۔ جب اس خاکہ کی منظوری ہوئی تو اس کو صرف M.Phil کے لیے منظور کیا گیا۔ احقر کو زیادہ معلومات نہ تھیں۔ یہ خیال کیا کہ پہلے اس پر ایم۔فل کیا جاتا ہے، بعد میں Ph.D چنانچہ کام شروع کردیا۔ اس دوران پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (م ۲۰۰۸ء) سے بھی برابر مشاورت جاری رہی۔ اس کام کے دوران ۱۹۸۹ء میں مولانا منتخب الحق قادری صاحب کا انتقال ہوگیا۔ پھر احقر نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کو اپنا سپروائزر مقرر کروایا۔ ڈاکٹر صاحب کی توجہ سے احقر نے ۱۹۹۰ء میں مقالہ مکمل کرلیا اور اس کو جمع کرادیا۔ اب مرحلہ تھا ممتحن حضرات کا کہ یہ مقالہ کس کس کے پاس بھیجا جائے گا۔ آپ تعجب کریں گے کہ اس مرحلہ میں مجھے تین برس سے زیادہ لگ گئے۔ کبھی یہ مقالہ امریکہ بھیجا گیا، کبھی ساؤتھ افریقہ اور کبھی ہندوستان اور کبھی پاکستان کے مختلف اسکالرز کو بھیجا گیا۔ بالآخر اس کی ایک رپورٹ امریکہ کے ایک اسکالر کے پاس سے آئی اور ایک رپورٹ سندھ کے معمر اسکالر کے پاس سے آئی اور ان دونوں کی سفارش پر احقر کو ۱۹۹۳ء میں PhD کی سند تفویض کردی گئی۔

اس مقالے کو حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے علاوہ حضرت شمس بریلوی (م ۱۹۹۷ء) نے

اول تا آخر بغور دیکھا اور پڑھا اور اس کی اصلاح فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت عبدالحکیم شرف قادری (م ۲۰۰۵ء) نے بھی اس کے چند اہم باب پڑھے اور انڈیا کے معروف مذہبی رہنما حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی نے بھی اس کو پڑھا اور احقر کی ہمت افزائی فرمائی۔ ان حضرات کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''فاضل مقالہ نگار نے تقریباً ۴ سو مآخذ سے رجوع کیا ہے جس سے مقالے کے علمی معیار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر مجید اللہ قادری بنیادی طور پر چونکہ سائنس کے استاذ ہیں اس لیے ممکن ہے کہ بعض قارئین کو ان کی بعض عبارات میں جھول نظر آئے، تحریر میں پختگی بڑے ریاض کے بعد آتی ہے۔ ان شاء اللہ مستقبل میں یہ کمی بھی دور ہو جائے گی۔ ڈاکٹر مجید اللہ تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں، اور جب لکھتے ہیں تو موضوع کا حق پورا ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بات مقالے کے مطالعے کے بعد سامنے آجائے گی۔

آخر میں مقالہ نگار کے بارے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وہ شعبہ ارضیات کے استاد ہیں، جدید رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے ہمت کی اور رنگ بدلا اور اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔ اللہ تعالیٰ یہ رنگ اور گہرا کردے۔ آمین۔''

''ارضیات میں مہارت کے باوجود انہوں نے بلند ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جامعہ کراچی سے ایم اے اسلامیات کیا اور زمین (ارضیات) سے آسمان (اسلامیات) کی طرف سفر شروع کیا۔ ان کے والد گرامی شیخ حمید اللہ قادری حشمتی علیہ الرحمہ سلسلہ قادری میں بیعت تھے، عاشقِ رسول تھے اور فقیر سے بہت محبت کرتے تھے۔ فاضل مقالہ نگار نے بہت جلد میدانِ تحقیق میں قدم بڑھایا، ان کے کئی وقیع مقالات اور رسائل شایع ہو چکے ہیں اور برابر شایع ہو رہے ہیں۔ تحقیق میں علم سے زیادہ لگن کی ضرورت ہوتی ہے۔ الحمد للہ ان میں یہ لگن بدرجہ اتم موجود ہے اور مسلسل مطالعہ سے علم میں ترقی کر رہے ہیں۔ راقم کی دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کو دین و دنیا میں سرفراز کرے۔ مسلکِ اہلِ سنت و جماعت کی خدمت کرتے رہیں اور امام احمد رضا محدثِ بریلوی کا نام روشن کرتے ہیں۔''

---

# کنز الایمان: پس منظر اور پیش منظر

مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں، انڈیا

قوانین الٰہی کی اطاعت اور انسانیت کی رہبری کے لیے انبیاے کرام کی بعثت ہوئی اور پھر جب وقارِ آدمیت وانسانیت زوال کی انتہا کو پہنچا تو خاتم الانبیا سید عالم رحمت کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد ہوئی اور یوں دین مکمل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی دین ٹھہرا:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ [1] ''بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے'' (کنز الایمان)

**قرآنی انقلاب:**

کتابِ حکمت قرآن مقدس کے نزول نے دین کی اکملیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی جب کہ عرب میں فصاحت و بلاغت کا بڑا زور تھا اور اخلاقی لحاظ سے پستی میں رہ کر بھی عرب ادب کی زبان میں کلام کیا کرتے تھے اور اس قدر نازاں تھے کہ ساری دنیا کو گونگا گردانتے۔ ایسے میں قرآن مقدس کا نزول ان کے لیے ایک چیلنج ثابت ہوا اور وہ بے زبان ہو کر رہ گئے

عرب کا معاشرہ بڑا ابتر اور ظلم سے مکمل طور پر آلودہ تھا۔ قرآن مقدس کی بنیاد پر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو معاشرہ تشکیل فرمایا وہ ایک انقلابی اور آفاقی معاشرہ کہلایا۔ جو ظالم تھے وہ رحم دل اور نیک بن گئے، پتھر دل موم ہو گئے۔ اس کے اثرات عالم گیر تھے نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کا پیغام پوری کائنات کے لیے متاثر کن ثابت ہوا۔ قرآن نے معاشرے میں انقلاب برپا کر دیا۔ شعور کو صحیح راہ دی اور علم وفن کا ذوق دلایا۔ تجربہ و مشاہدہ کی سمت مائل کیا۔ قرآن سے روشنی لے کر مسلمانوں نے سمتوں میں علم وفن کی روشنی پھیلائی اور جبینوں کے وقار کو پامال ہونے سے بچایا۔ معبود برحق کی بارگاہ میں سروں کو جھکایا۔ قوانین فطرت کا پابند بنایا۔

قرآن مقدس کی رہنمائی ایسی جامع اور عالم گیر ہے کہ ماضی، حال و مستقبل سب اس سے فیض یاب ہیں اور ممنون کرم۔ جغرافیائی وسیاسی اور لسانی وارضیاتی حدود وقیود قطعاً حائل نہیں اور پوری کائنات کو قرآنی ہدایات واحکام کی ضرورت ہے۔ کتاب ایسی کہ شکوک وشبہات سے بری ومنزا:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ [2] ''وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی

شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو" ( کنز الایمان )

**ایک سازش:**

نزول قرآن سے اسلام دشمن اور فطرت سے انحراف کرنے والے ادیانِ باطلہ لرز اٹھے۔ فطری دین کی تابشیں بہت جلد نہاں خانۂ دل کو روشن کرنے لگیں۔ اسلام کی دعوت کے نتیجے میں دنیا ایک عظیم و صالح انقلاب سے دوچار ہوئی تو تمام باطل قوتیں متحد ہو کر اسلام کے مقابلے پر جٹ گئیں۔ اللہ کریم کی مدد اور قرآن کی رہنمائی نے مسلمانوں کو ناکامی سے بچائے رکھا اور ہر جا مسلمان کامیاب ہوتے گئے۔ جب دو بہ دو، مقابلے میں مخالفین ناکام و نامراد ہو گئے تو قرآن مقدس کے خلاف سازشیں تیار کرنے لگے، اس کے کلام الٰہی ہونے میں شبہات پھیلانے لگے حالاں کہ پہلے ہی قرآن مقدس نے چیلنج کر رکھا تھا:

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۳

"اور اگر تمھیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ" ( کنز الایمان )

مخالفین مبہوت ہو کر رہ گئے۔ ان سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ انھیں پتہ تھا کہ قرآن کا جواب نہیں اور اس کے احکام شک و شبہہ سے بالاتر ہیں، اس کے فیصلے غلطیوں سے مبرا ہیں۔ پھر بھی وہ اسلام سے مخالفت میں قرآن کے خلاف سرگرم رہے اور توہین کے حیلے بہانے تلاش کرتے رہے۔

۱۸ ویں صدی عیسوی میں اسلام کے خلاف متحرک برطانوی سامراج نے جو خفیہ منصوبہ بنایا اس میں جو اہم نکتہ تھا اسے برٹش جاسوس ہمفرے نے اس طرح لکھا ہے: "ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود قرآن میں کمی بیشی کر کے لوگوں کو شک میں مبتلا کیا جائے۔"[۴] ایک اور مقام پر تحریر کرتا ہے کہ: "قرآن میں کمی بیشی ...... ایک جدید قرآن کی نشر و اشاعت۔"[۵] ...... ان کی یہ سازش بار آور تو نہ ہو سکی اس لیے کہ قرآن مقدس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۶ "بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں" ( کنز الایمان )

اور یہ اعجاز ہے قرآن کا جو کسی اور کتاب کو نہ ملا اس لیے بھی کہ جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں قرآن بھی آخری پیغام جس کے احکام جاری و ساری رہیں گے۔ قرآن مقدس کے خلاف رچی جانے والی سازش کے دو رُخ سامنے آئے:

(۱) خارجی (۲) داخلی

خارجی رُخ تو ساری دنیا کے سامنے کھلے طور پر ہے کہ کس طرح صیہونی سازشیں کام کر رہی ہیں، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و بے ادبی، قرآنی اصولوں کے خلاف معاشرے کی تشکیل، اسلامی قوانین و مبادیات پر طنز و تشنیع، تمدنی حملہ، تہذیبی و ثقافتی حملہ، اسلامی مملکتوں میں سود و رشوت اور خرد برد کو رواج دینا، قرآنی احکام پر عمل سے روکنا، اسلامی مملکتوں کے معاشی وسائل پر کنٹرول، یوں ہی فلم، اخبارات، انٹرنیٹ، الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے مسلسل اسلام پر تنقید کی جارہی ہے۔

برطانوی سامراج کے سازشی نکتہ "ایک جدید قرآن کی نشر و اشاعت" کو بہ زعم خود اس طرح عمل میں لایا گیا کہ "فرقان الحق" (True Furqan) کو منظر عام پر لایا گیا۔ اس کی کم زوری کھل گئی اور مسلم معاشرے نے اس خود ساختہ کتاب کو مسترد کر دیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؎ "اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بے اللہ کے اتارے" (کنزالایمان)

**فتنوں کی بھیڑ:**

یہود و نصاریٰ نے جان لیا کہ ہم اسلام کے مقابلے میں کوئی سازش بناتے ہیں، کوئی چال چلتے ہیں تو مسلمان اسے ناکام کر دیتے ہیں اور ان کا بھرم کھل جاتا ہے۔ پھر منصوبہ بند طریقہ یہ اپنایا کہ جو ظاہراً مسلمان رہیں وہ ہمارے کام انجام دیں۔ اسلاف کی راہ چھوڑ بیٹھنے اور دینی اصولوں سے انحراف کرنے والے ایسے مسلم نما افراد کے بارے میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری تحریر فرماتے ہیں:

"بعض نوجوانوں کو جن میں حکمت کی متانت کم اور جوش و خروش زیادہ ہوتا ہے انگریز نے اپنے دام فریب میں آسانی سے اسیر کر لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ ایک ایسی کھیپ تیار ہوگئی جن کے قلب و نظر کو اغیار کی عشوہ طرازیوں نے اپنا گرویدہ بنالیا۔ وہ برملا اسلامی تعلیمات کا استخفاف کرنے لگے۔ دین کے اصول، دین کے مسلمات کا انکار ان کے لیے قطعاً کوئی اہم بات نہ رہی، انھیں اپنی اسلامی تمدن سے بھی گھن آنے لگی۔" ؎۸

اس وجہ سے کہ یہ کوئی بات کہیں گے تو نوعیت مسلمان کی سی ہوگی اور بات انگریز کی۔ اس تناظر میں جب ہم برصغیر میں انگریزی اقتدار کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جب انگریزوں نے یہاں قبضہ جمایا تو سب سے شدید مخالفت مسلمانوں نے کی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا معرکہ پیش آیا۔ جس میں اصل کردار علمائے حق نے ادا کیا۔ پھر ایسے علما خریدے گئے جنھوں نے بارگاہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اہانت و گستاخی کی جسارت کی، ان کی پس پشت مادی منفعت و آسائش کارفرما تھی۔ قرآن تو بدل نہ سکے پھر ایسی من گڑھت تفسیریں منظر عام پر

لائی گئیں کہ عقیدے کی دنیا بنجر ہو کر رہ جائے اور فکر مجروح۔ اس سلسلے میں وہابیت، دیو بندیت، غیر مقلدیت، نیچریت، قادیانیت وغیرہ نو پید فرقے قابل ذکر ہیں۔ جن کے لٹریچر ایسے ہی افکار سے آلودہ ہیں کہ ایمان جاتا رہے۔ ان فرقوں کے پیش واؤں نے قرآن مقدس کے ترجمے بھی کیے جن کا مقصد قرآن کی اپنے فہم وعقیدے کے مطابق تعبیر پیش کرنا تھا۔ ان کے اکابر نے اپنی اپنی کتابوں میں عظمت وشان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی کی جرأت کی اور کتابیں بھی شائع کیں جن سے مسلمانوں میں انتشار پھیلا، اختلاف پروان چڑھا۔ انھیں علمائے حق نے رجوع وتوبہ کی ترغیب دی، ان کی حرکتوں پر حکم شرع بیان کیا لیکن وہ باز نہ آئے اور اپنے فرنگی آقاؤں کی خوش نودی کے اور دنیوی فائدے کے لیے اپنی ایمان سوز عبارات کی تاویلیں گڑھتے رہے۔

فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

دیو بند کے ایک ذمہ دار عالم مولوی عامر عثمانی نے اپنے اکابر کی کتابوں میں متنازعہ عبارتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس طرح کا ریمارک دیا ہے جو لائق غور ہے: ”ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہا پر رکھ کر آگ دے دی جائے اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔“ 9

دیابنہ کے اکابر نے قرآن مقدس کے جو ترجمے کیے ان میں بھی اپنے مذموم عقائد کو ملایا یوں عقیدہ وایمان کو پراگندہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ علامہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری رقم طراز ہیں:

”یوں تو قرآن کریم کا کتنے ہی علما نے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے جن میں سے مولوی محمود حسن دیو بندی (المتوفی ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)، مولوی اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)، مولوی فتح محمد جالندھری، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی اور جناب ابوالاعلیٰ مودودی کے تراجم پاک وہند میں آج کل بڑی آب وتاب سے شائع ہو رہے ہیں اور ان حضرات کو کلام الٰہی کی ترجمانی کے علم بردار منوانے کی بھر پور سعی کی جاتی رہی ہے لیکن انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ان حضرات نے اپنے اپنے مخصوص خیالات کو ترجمے کی آڑ میں قرآن کریم سے ثابت کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا۔“ 10

**طلوع سحر:**

خائف ولرزاں ہوا تجھ سے ہر اک باطل پرست

تیرے علم و فضل کی ہے کیا ہی یہ روشن دلیل

یہ بھی خدائی اہتمام تھا کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں وجود میں آنے والے فتنوں کے سدباب کے لیے ۱۸۵۶ء میں شہر بریلی میں مجدد اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی ولادت ہوتی ہے۔

ایک طرف فتنوں کی بھیڑ تھی اور ہر ایک اسلام کے قصر رفیع میں شگاف ڈالنا چاہتا تھا۔ اسلاف کی راہوں کو چھوڑ کر نئے نئے راستے تراش لیے گئے تھے اس وقت ان فتنوں کے دامِ فریب سے امت مسلمہ کو بچانے کے لیے امام احمد رضا کی ذات میدان عمل میں آئی۔ جس طرح فاسد انقلابات کا آپ نے مقابلہ کیا اور حق کے چہرے پر غبار نہ آنے دیا اس بارے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (م ۲۰۰۸ء) لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا متقدمین اہل سنت و جماعت کے مسلک پر قائم تھے اور اس استقامت کے ساتھ کہ زمانہ کا کوئی انقلاب ان کو متاثر نہ کر سکا حالاں کہ ان کے معاصرین میں اکثر زمانے کی رو میں بہہ گئے اور تاریخی عمل کی زد میں آ گئے مگر امام احمد رضا نے اپنی بے پناہ ہمت و استقامت اور حق تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا، زمانے سے ٹکر لی، اسلام کی خاطر اپنی جان و مال اور ناموس و شہرت کو داؤ پر لگا دیا اور بالآخر وہی سب کچھ ہوا جو ان کے مولیٰ نے چاہا، بے شک ؏

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر''[۱۱]

ہند میں عہد اکبری میں جو الحاد سر ابھارا تھا اور مشیت نے مجدد الف ثانی کو بھیجا تھا ایسے ہی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد رونما ہوا۔ اگر مجدد اسلام امام احمد رضا محدث بریلوی شعار مشرکین اور باطل تحریکات کا سدباب نہ فرماتے تو شاید ایمانی حمیت و رمق الحاد و بے دینی اور مراسم شرک کی نذر ہو کر رہ جاتی۔ علامہ ارشد القادری تحریر فرماتے ہیں:

''تاریخ شاہد ہے کہ وقت کا بڑے سے بڑا فتنہ، چاہے اپنے چہرے پر کتنا ہی خوب صورت نقاب ڈال کر سامنے آیا ہو اعلیٰ حضرت کے قلم کی ضرب سے پاش پاش ہو کے رہ گیا۔ باطل کی آمیزش سے اسلام کو پاک کرنے کے لیے انھیں چومکھی لڑائی لڑنی پڑی۔ فتنہ چاہے اندر کا ہو یا باہر کا ان کے قلم کی تلوار یکساں طور پر سب کے خلاف نبرد آزما رہی۔ عمل تطہیر کی اس مہم کے پیچھے نہ کسی حکومت کی سرپرستی تھی نہ کسی دولت مند کی منت پذیری۔''[۱۲]

ایک ایمان افروز بہار آئی۔ ڈالیاں جھولنے لگیں۔ شاخیں جھومنے لگیں۔ ایمان کے گلستاں میں تازہ پھول کھلنے لگے۔ بلبلیں چہکنے لگیں۔ قمریاں نغمہ ریز ہو گئیں۔ امام احمد رضا نے ایک

انقلاب برپا کردیا۔ صالح اور ایمان افروز انقلاب، باطل سوز انقلاب کہ ہر طرف چاندنی پھیل گئی بہ قول علامہ بدر القادری مصباحی۔

خونِ دل سے جس نے بزمِ دیں کو بخشی روشنی
ہند میں چاروں طرف ہے اُس کے رُخ کی چاندنی
روشنی ہی روشنی
تازگی ہی تازگی
عشق کی تابندگی
زندگی ہی زندگی
خوشبوئے ایماں لیے آئی نسیم آگہی
عشقِ سرور کی شمیمِ جاں فزا
یوں چلی، مُرجھائے غنچے کھل گئے
قافلے صحراؤں میں بھٹکے ہوئے
گنبد خضریٰ کے رُخ پر چل پڑے [۱۳]

چوں کہ اس دور میں قلم کا زور تھا۔ اسی کے ذریعے عقیدے کی عمارت میں نقب زنی کی گئی تھی تو امام احمد رضا نے قلم کے ذریعے احیا و تجدید دین کا فریضہ انجام دیا۔ ملک شیر محمد خاں لکھتے ہیں:

''اس وقت اعلیٰ حضرت بریلوی کے علم و دانش نے زبان و قلم کے ہتھیاروں سے تجدد کی فتنہ انگیز تحریک کے خلاف صف آرائی کی اور تاریخ آج تک شہادت دے رہی ہے کہ اس منہ زور تحریک نے علم کے اسی بحر زخار کے سامنے دم توڑ دیا۔ وہ معارف قلب و روح کے ساتھ ساتھ علوم عقلی و نقلی میں بے مثال مہارت کے حامل تھے۔ مسلمانان پاک و ہند کے سواد اعظم کو ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے اہل سنت کے فتویٰ جہاد کے بعد آپ ہی کی تحریک عرفان رسالت نے مجتمع کیا تھا۔'' [۱۴]

امام احمد رضا نے یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ مشرکین کے شعار کا رد کیا۔ تہذیبی و تمدنی حملوں کا جواب دیا۔ اور اسلامی معاشرے کے قیام کو یقینی بنایا۔ ختم نبوت کے عقیدے پر ضرب لگانے والے مولوی قاسم نانوتوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کو دنداں شکن جواب دیا۔ قرآن مقدس کی من مانی تفسیریں کرنے والوں پر قدغن لگایا اور تفہیم قرآن کے سلسلے میں رہنمائی کی اس رخ سے ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' (۱۳۳۰ھ) ایک شاہ کار ہے جس سے ایمان کی کھیتی سیراب

ہوتی ہے اور عقیدے کے گلشن میں بہار آجاتی ہے۔

## کنزالایمان کی جوہرپاشی:

''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' جسے امام احمد رضا نے ۱۳۳۰ھ میں مکمل فرمایا قلیل مدت میں مقبولیت وشہرت کی بلندیوں پر فائز ہوگیا۔ اور ایمان سے لبریز دلوں میں بس بس گیا۔ مومنوں کی نگاہوں کا نور اور دل کا سرور بن گیا۔ جس میں ادبی وفنی نیز شرعی لوازمات کی پاس داری کے ساتھ ساتھ حفظ مراتب کا بھی اہتمام ہے۔ ملک شیر محمد خاں لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی برصغیر پاک وہند کے وہ عظیم ترین مترجم ہیں جنھوں نے انتہائی کدوکاوش سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جس میں روح قرآن کی حقیقی جھلک موجود ہے۔ مقام حیرت واستعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور بامحاورہ بھی اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر انھوں نے ترجمہ کے سلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق ومعارف کے وہ اسرار ومعارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیا علیہم السلام کے ادب واحترام اور عزت وعصمت کو بہ طور خاص ملحوظ رکھا ہے۔''[۱۵]

کنزالایمان اگرچہ صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی کو املا کروایا گیا لیکن ظاہری اہتمام کے بغیر فی البدیہہ وجود میں آنے والا یہ ترجمہ خصوصیات ومحاسن کا حامل ہے اس لیے بھی کہ اس ترجمہ کی زمانے کو ضرورت تھی۔ ترجمہ جس نے فرمایا اور جس ذات نے اسے قلم بند کیا دونوں کو رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ دونوں نے اپنی اپنی زندگی اسلام کی اشاعت اور قرآنی احکام کی ترویج میں گزاری۔ امام احمد رضا نے شریعت کو ہی مقدم رکھا...... شریعت سے جدا راہ تلاش کرنے والوں کی خبر لی...... قرآنی احکام سے منھ موڑ جانے والوں کا محاسبہ کیا...... وہ عملی زندگی میں قرآنی احکام کی جھلک دیکھنا چاہتے تھے...... اس لیے کہ جو قرآن سے قریب ہو جائے گا وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ سے قریب ہو جائے گا...... اور اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری کا پیکر بن جائے گا...... قرآن مقدس کے معنیٰ ومفہوم کی گہرائی وگیرائی اور اس کی اہمیت نیز اس کے جواہر کی شان سے متعلق امام شرف الدین بوصیری (م ۶۹۴ھ) فرماتے ہیں۔

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِيْ مَدَدٍ
وَفَوْقَ جَوْهَرِهٖ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ

**ترجمہ** :ان کے معانی کثرت اور زیادتی میں سمندر کی لہروں کی طرح ہیں اور حسن و جمال اور قدر و قیمت میں دریا کے موتیوں سے بڑھ کر ہیں۔[16]

کنزالایمان بے شک ایمان کا خزانہ ہے...... دوسروں نے متاع ایمانی کی تباہی کا سامان کیا...... قرآن مقدس کے ترجمے کی آڑ میں ایمان کی کھیتی کو بنجر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا...... جب کہ "کنزالایمان" قرآن کی ترجمانی میں نمایاں رہا...... یہ ایمان کے گوہر تقسیم کرتا رہا...... خوش عقیدگی کی قلمیں لگا تا رہا...... ایمان کی جوت جگا تا رہا...... فکر کو مہکا تا رہا...... مشام جاں کو معطر کرتا رہا...... علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری نے سچ فرمایا:

"قرآن مجید کے یوں تو اردو میں بہت سے ترجمے منظر عام پر آچکے ہیں لیکن کنزالایمان کے نام سے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں جو ترجمہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے کیا اس کا جواب نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اردو میں کلام الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ ترجمہ ایک جانب تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے تو دوسری جانب اردو ادب کی جان، عظمت خداوندی و شان مصطفوی کا نگہبان اور حفظ مراتب کا پاسبان ہے۔ واقعی یہ ترجمہ کنزالایمان یعنی ایمان کا خزانہ ہے۔

**خصوصیات کی ایک جھلک:**

مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی تحریر فرماتے ہیں: "دور حاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنزالایمان ہے جو قرآن کا صحیح ترجمان ہونے کے ساتھ (۱) تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے۔ (۲) اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکاس ہے۔ (۳) اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے۔ (۴) زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے۔ (۵) عوامی لغات و بازاری بولی سے یکسر پاک ہے۔ (۶) قرآن حکیم کے اصل منشاو مراد کو بتاتا ہے۔ (۷) آیات ربانی کے انداز خطاب کو پہچنواتا ہے۔ (۸) قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشان دہی کرتا ہے۔ (۹) قادر مطلق کی ردائے عزت و جلال میں نقص و عیب کا دھبا لگانے والوں کے لیے شمشیر براں ہے۔ (۱۰) حضرات انبیا کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے۔ (۱۱) عامۂ مسلمین کے لیے بامحاورہ اردو میں سادہ ترجمہ ہے، (۱۲) لیکن علما و مشائخ کے لیے حقائق و معارف کا امنڈتا سمندر ہے۔"[18]

کنزالایمان کی جامعیت کے حوالے سے علامہ شمس بریلوی (م ۱۹۹۷ء) کے ملفوظات

میں ایک نفیس نکتہ نظر سے گزرا جسے بہ طور مثال یہاں درج کرتا ہوں، جامع ملفوظات پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری فرماتے ہیں:

"(علامہ شمس بریلوی نے) احقر سے سوال کیا: قادری صاحب! یہ بتایئے کہ قرآن میں سفر معراج میں جانے کا ذکر تو سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کریمہ میں موجود ہے واپسی کا ذکر کس آیت میں ہے؟ فقیر کو فوری ذہن میں نہیں آیا۔ پھر خود ہی فرمایا کہ: قربان جایئے اعلیٰ حضرت پر اور ان کے فہم قرآن پر آپ نے سورۃ النجم کی پہلی آیت کریمہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى "اس پیارے چمکتے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے" کا جو ترجمہ کیا ہے وہ اردو زبان کے تراجم میں بالکل منفرد ہے۔ آپ نے قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفر معراج سے واپسی کا اس طرح ثبوت پیش کر دیا ہے کہ داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔" ١٩

ڈاکٹر صابر سنبھلی نے اپنے ایک تحقیقی و علمی مقالہ میں کنزالایمان کی ادبی نقطۂ نظر سے ۸ر خصوصیات بیان کی ہیں:

(١) آیات کے تراجم میں ربط باہمی (٢) روانی (٣) سلاست (۴) اردو کا روز مرہ (۵) اللہ (تعالیٰ) اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مراتب کا لحاظ (٦) احتیاط (۷) سوقیانہ اور بازاری الفاظ سے اجتناب (۸) سہل ممتنع ٢٠

**ہمہ گیر اثرات اور مقبولیت:**

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کی پہلی اشاعت "نعیمی پریس" مراد آباد میں ہوئی۔ دوسری اشاعت "اہل سنت برقی پریس" مراد آباد میں صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی (م ١٩۴٨ء) کے تفسیری حواشی "خزائن العرفان" کے ساتھ ہوئی۔ پھر جب طلب بڑھتی گئی اشاعت کا دائرہ پھیلتا گیا۔ اس کی شہرت برصغیر سے نکل کر اکناف عالم میں پھیل گئی۔ ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ اردو زبان میں کسی اور ترجمۂ قرآن کو نہیں ملی جس سے مخالفین کے حواس جاتے رہے اور وہ بجائے اس سے استفادہ کے اس کی مخالفت پر اتر آئے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" جب لاکھوں کی تعداد میں مشرق و مغرب میں پھیلنے لگا تو بڑی تشویش ہوئی، یہ کوشش کی گئی الزام تراشیوں کا سہارا لے کر کم از کم عرب ملکوں میں اس پر پابندی لگوا دی جائے اور بالآخر پابندی لگا دی گئی...... جب کہ ایسے مترجمین کے ترجموں پر پابندی نہ لگی جو قرآن کی اداؤں کے رازدار نہیں...... جو ترجمے کے مزاج سے واقف نہیں۔" ٢١

پھر عرب میں بھی اس کی عظمتوں کے گن گائے جانے لگے۔ نگاہوں سے پردے اٹھنے

لگے۔ صداقت شعار اس کی طرف مائل ہونے لگے اور مطلع صاف نظر آنے لگا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے سچی اور دل لگتی بات کہی: ''مطالعہ و مشاہدہ نیک و بد اور خیر و شر کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہے۔ پروپیگنڈے سے کچھ وقت کے لیے خیر کو شر اور نیک کو بد بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے مگر ہمیشہ کے لیے نہیں...... مطالعہ کے بعد جب جہل ولاعلمی کے پردے اٹھتے ہیں تو مطلع صاف نظر آنے لگتا ہے۔''۲۲...... اور ایمان کے خزانے تقسیم ہونے لگے...... اس ترجمے کے مختلف زبان میں ترجمے ہونے لگے۔ راقم نے اپنے ایک مقالے میں ایسے ۹ر تراجم کا ذکر کیا ہے جن میں اکثر مطبوعہ ہیں ان میں انگریزی، بنگلہ، ڈچ، ترکی، ہندی، کرول، گجراتی، بروہی، پشتو، اور سندھی ترجمے شامل ہیں۔ کتب و مقالات بھی اس کثرت سے لکھے گئے کہ راقم نے اجمالی فہرست تیار کی تو تعداد ۶۰ر سے بڑھ گئی جب کہ جن کا علم نہیں وہ سوا ہیں اور یہ ۲۰۰۵ء کی بات ہے اس کے بعد بھی کئی اہم کام ہوئے ہیں۔ مولانا محمد عبدالمبین نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

''ناشرین قرآن کا فیصلہ ہے کہ آج کنزالایمان جس کثرت سے پھیل رہا ہے اور جس عقیدت سے پڑھا جا رہا ہے دوسرے تمام اردو تراجم اس سے بہت پیچھے ہیں اس کی مقبولیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اب تک انگریزی، ہندی، بنگالی، گجراتی، پنجابی، سندھی، بلوچی، ڈچ وغیرہ متعدد زبانوں میں اسے منتقل کیا جا چکا ہے اور بہت ساری زبانوں میں اس کو منتقل کرنے پر کام جاری ہے۔''۲۳

ڈاکٹر صابر سنبھلی نے ''ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ'' کے زیر عنوان ایک تفصیلی مقالہ قلم بند کیا ہے۔ کراچی یونی ورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نگرانی میں ''کنزالایمان اور معروف قرآنی تراجم'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر ۱۹۹۳ء میں کراچی یونی ورسٹی کراچی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

کنزالایمان میں کشش ہے۔ جو ہر چمکتا ہے لیکن حالات کی گرد کی جب تہہ اسے دھندلا دیتی ہے حسن کی کشش کم ہو جاتی ہے لیکن یہ وہ خزانہ ہے جس کی چمک دمک میں نشیب نظر نہیں آتا، سچ ہے وہ شمع کیا بجھے گی جسے خدائے تعالیٰ نے روشن فرمایا ہے، کنزالایمان؛ قرآن مقدس سے روشن ہوا اور ایسا کہ جہاں بھر میں مشہور ہو گیا۔ اہل علم کی نگاہوں کا نور بن گیا۔ اپنوں کی کیا بات بیگانے بھی اس کی عظمت کے معترف ہیں راقم نے اس کے مظاہر خود دیکھے۔

چند سال گزرے کہ شیخ الازہر دکتور محمد سید طنطاوی کی سرپرستی میں چلنے والا تحقیقی ادارہ ''مجمع البحوث الاسلامیہ'' قاہرہ مصر نے کنزالایمان کو تحقیق کے بعد اردو زبان کا معتبر و مستند

ترجمۂ قرآن قرار دیا اس سلسلے میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی کوششیں شامل ہیں۔ ازہر سے معرکہ آرا ترجمہ کے متعلق سند کے اجرا کی خبر درج ذیل عربی اخبارات میں شائع ہوئی جن کے عکس راقم کے پاس محفوظ ہیں:

(۱) صوت الازھر قاہرہ مصر، ۱۲/ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

(۲) الجمهورية ۲۸/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(۳) الازھر ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

آخر الذکر نے تفصیلی خبر دی علاوہ ازیں انگریزی و فرانسیسی میں شائع ہونے والے اخبار "الدعوة" نے ۲۶/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ کے شمارے میں خبر دی۔

**حزم واحتیاط:**

قرآن مقدس کی ترجمانی سعادت کی بات ہے لیکن یہ بڑی احتیاط کی راہ ہے۔ یہاں صرف علم ہی کافی نہیں بلکہ شعور و فکر پر خشیت و خوف الٰہی کا ہونا بھی ضروری ہے اور دل میں احترام و محبت کا جلوہ بھی۔ علم کے ساتھ ساتھ وہ ترجمہ نگاری کے تمام اصول و ضوابط سے پوری طرح باخبر ہو، علامہ عبدالحکیم شرف قادری (م ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء) رقم طراز ہیں:

(۱) مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس زبان اور عربی لغت کے معانی وضعیہ سے آگاہ ہو، اسے معلوم ہو کہ کون سا لفظ کس معنٰی کے لیے وضع کیا گیا ہے؟

(۲) اسے دونوں زبانوں کے اسالیب اور خصوصیات کا بھی پتا ہو۔

(۳) کسی آیت کے متعدد مطالب ہوں تو ان میں سے راجح مطلب کو اختیار کرے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کو پیش نظر رکھے اور ترجمہ میں کوئی ایسا لفظ نہ لائے جو بارگاہ الٰہی کے شایان شان نہ ہو۔[۲۴]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کردہ اصولوں کے پیش نظر دو مثالیں درج کر دی جائیں۔ پہلی عظمت الٰہی عزوجل سے متعلق ہے اور دوسری عظمت سیدنا آدم علیہ السلام سے متعلق۔

**پہلی مثال**: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ [۲۵]

"البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا" (ترجمہ از مولوی محمود حسن دیوبندی)

اللہ تعالیٰ کی طرف دغا کی نسبت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

''بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انھیں غافل کر کے مارے گا'' (کنزالایمان)

منافقین اللہ تعالیٰ کو دغا نہیں دے سکتے کیوں کہ وہ تو عالم الغیب و الشھادۃ ہے، وہ ہر ظاہر اور مخفی امر کو جانتا ہے، اسے کون دھوکہ دے سکتا ہے؟ ہاں منافقین دھوکہ دینے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں، اگرچہ انھیں اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی، وَھُوَ خَادِعُھُمْ کا کتنا عمدہ اور صحیح ترجمہ ہے کہ: ''وہی انھیں غافل کر کے مارے گا۔''[26]

**دوسری مثال:** عصمت انبیا کا تقاضا ہے کہ ان کا ادب و احترام بجالایا جائے، آیت مبارکہ: وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی[27] کے دو ترجمے دیکھیں پھر کنزالایمان کا ایمان افروز ترجمہ،

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے''

ترجمہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی: ''اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے''

اول الذکر نے حضرت آدم علیہ السلام کی ذات سے ''قصور'' اور ''غلطی'' کا انتساب کیا جب کہ آخر الذکر نے ''نافرمانی'' اور ''گمراہی'' کا۔ اور یہ عصمت انبیا کے موافق اور شایان شان نہیں جب کہ امام احمد رضا نے جو ترجمہ کیا اس میں ترجمہ کے قواعد کا اہتمام بھی ہے اور عصمت انبیا کا پاس بھی:

''اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی'' (کنزالایمان)

**اختتامیہ**

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کو مقبولیت عطا کی۔ آپ کے ترجمۂ قرآن کو مقبولیت عطا کی۔ ایسی مقبولیت کہ بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ پھیلتی ہی جا رہی ہے۔ امام احمد رضا ایسے مقبول تھے کہ حرمین کے اکابر علما تعظیم بجالاتے، مدح میں زبان تر رہتی۔ مکہ معظمہ کے جلیل القدر عالم مولانا عبدالحق الہ آبادی کے تلمیذ مولانا محمد کریم الفنجابی (مدینہ منورہ) فرماتے ہیں:

''میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں ہندوستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں ان میں اہل اصلاح، اہل تقویٰ سب ہوتے ہیں انھیں دیکھا ہے کہ وہ بلدۂ مبارکہ کی گلیوں میں گھومتے ہیں کوئی ان کی طرف دھیان نہیں کرتا لیکن آپ کی مقبولیت کی عجیب شان دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علما، عظما آپ کی طرف دوڑے آ رہے ہیں اور تعظیم بجالانے میں جلدی کر رہے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔''[28]

جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے امام احمد رضا کی خدمات سے آشنائی بڑھتی جا رہی ہے اور

تطہیر فکر کا عمل برابر جاری ہے اور کنز الایمان کی عظمت وشہرت کے نقوش گہرے ہوتے جارہے ہیں، اس خزانے کی چمک دمک سے نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں اور باطن بھی روشن لاریب:

**ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء**

## حوالہ جات:


(۱) سورۃ آل عمران: ۱۹

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲۳

(۴) ہمفرے کے اعترافات، رضوی کتاب گھر دہلی، ص ۱۱۶

(۵) مرجع سابق: ۱۳۰

(۶) سورۃ الحجر: ۹

(۷) سورۃ یونس: ۳۷

(۸) پیر محمد کرم شاہ ازہری، مولانا، ماہ نامہ ضیاے حرم لاہور، دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۵۸

(۹) ارشد القادری، علامہ، زلزلہ، مکتبۂ جام نور دہلی (تبصرہ بر زلزلہ از مولوی عامر عثمانی) ص ۲۳

(۱۰) عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری، علامہ، سیرت امام احمد رضا، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کشمیر ۲۰۰۷ء، ص ۱۰

(۱۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۰ء، ص ۳۶

(۱۲) ارشد القادری، علامہ، تقدیم سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۲ء، ص ۱۳ (۱۳) بدر القادری، مولانا، امام احمد رضا کون؟ مشمولہ یادگار رضا سال نامہ ۲۰۰۵ء، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۱۱۸-۱۱۹

(۱۴) ملک شیر محمد خاں، محاسن کنز الایمان، کنز الایمان سوسائٹی آزاد کشمیر ۲۰۰۴ء، ص ۱۷

(۱۵) مرجع سابق، ص ۲۲

(۱۶) نفیس احمد مصباحی، مولانا، کشف بردہ، المجمع القادری مبارک پور ۲۰۰۵ء، ص ۳۱۱

(۱۷) عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری، علامہ، خصائص کنز الایمان، مشمولہ ماہ نامہ قاری دہلی، مئی ۱۹۹۰ء، ص ۴۹

(۱۸) بدر الدین احمد قادری، علامہ، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۲ء، ص ۳۶۶

(۱۹) مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، ملفوظات شمس، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۳ء، ص ۶۴۔۶۵
(۲۰) صابر سنبھلی، ڈاکٹر، سہ ماہی افکار رضا ممبئی، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۰ء، ص ۱۶
(۲۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، مقدمہ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، رضا اسلامک فاؤنڈیشن بھیونڈی، ص ۱۴۔۱۵
(۲۲) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، آئینۂ رضویات، مرتبہ محمد عبد الستار طاہر، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۶۱
(۲۳) محمد عبد المبین نعمانی قادری، مولانا، خاتمۃ الطبع، مشمولہ کنز الایمان، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۹۹۱
(۲۴) محمد عبد الحکیم شرف قادری، علامہ، مقالات رضویہ، المجمع المصباحی مبارک پور ۲۰۰۰ء، ص ۲۹
(۲۵) سورۃ النساء: ۱۴۲
(۲۶) محمد عبد الحکیم شرف قادری، علامہ، مقالات رضویہ، المجمع المصباحی مبارک پور ۲۰۰۰ء، ص ۲۹
(۲۷) سورۃ طٰہٰ: ۱۲۱
(۲۸) احمد رضا خاں، امام، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، مترجم محمد احسان الحق رضوی، مولانا، ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی، ص ۱۰۳

---

# کنز الایمان میں تحریفات کا جائزہ

——■ مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری

"کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" (۱۳۳۰ھ) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوہ قدس سرہ کا وہ شہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن ہے جس کے منظرِ عام پر آتے ہی دیگر تراجم پھیکے پڑ گئے، کیوں کہ یہ ترجمہ اپنے اندر جو خوبیاں رکھتا ہے وہ کہیں اور نظر نہیں آتیں۔ شروع میں جب اس کی اشاعت ہوئی تو رفتار سست تھی، پھر جیسے جیسے اعلیٰ حضرت کا شہرہ ہوتا گیا اور آپ کے علم وفن کا اہلِ علم اعتراف کرنے لگے تو پھر آپ کے ترجمۂ قرآن کی مانگ بھی بڑھی۔ سب سے پہلے مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اس ترجمے پر اپنی مختصر اور جامع تفسیر لکھی جو "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" کے نام سے موسوم ہے۔ ترجمہ مکمل ہونے کے بعد کئی سال تو تفسیر لکھنے میں صرف ہوئے، پھر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے خود اپنے اہتمام سے متوسط سائز پر ترجمہ وتفسیر کو شائع فرمایا۔ جلد ہی جب اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تو دوسرا ایڈیشن نئی کتابت سے بڑے جہازی سائز پر شائع ہوا جو اپنے انداز کا نہایت خوب صورت نسخہ ہے اور اس کے صفحات ۱۷۶ ہیں۔ دو صفحے پر فضائلِ قرآن مجید اور رموزِ اوقاف کا بیان بھی شامل ہے۔ فضائلِ قرآن کا یہ مضمون پہلے والے ایڈیشن میں بھی موجود ہے۔ اس دوسرے ایڈیشن پر طابع وناشر کی حیثیت سے حضرت مولانا ظفر الدین احمد (شاہ زادہ صدر الافاضل) کا نام بھی درج ہے اور مطبع کا نام ہے "اہلِ سنت برقی پریس مراد آباد" حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے نام کے ساتھ "دامت برکاتہم" بھی لکھا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ نسخہ بھی حضرت مفسر علیہ الرحمہ کی حیات میں ان کے صاحب زادے کے اہتمام سے طبع ہوا ہے۔ مذکورہ دونوں نسخوں پر کہیں سنِ اشاعت درج نہیں کہ تاریخ طبع کا صحیح اندازہ ہو۔ غالب گمان یہی ہے کہ یہ دونوں نسخے تقسیمِ ہند سے پہلے ہی طبع ہوئے۔ پھر عرصۂ دراز تک اس موقر ترجمے کی اشاعت موقوف رہی۔ غالباً تقسیم کے ناگفتہ بہ حالات اس کی اشاعت میں رکاوٹ بن گئے۔

پاکستان بننے کے بعد میرے خیال میں اس کی تیسری اشاعت حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی

(علیہ الرحمہ) نے اپنے اہتمام سے کی اور پورا قرآن مع ترجمہ وتفسیر بلاک کے ذریعہ طبع فرمایا۔ خود آپ نے سب سے پہلے لاہور کے بہت بڑے ناشرِ قرآن ادارہ ''تاج کمپنی'' سے رابطہ کیا اور منیجر عنایت اللہ سے اس کی اشاعت کی بات کی۔ مگر جب اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اسے کون لے گا؟ یہ بات مولانا مفتی ظفر علی صاحب کو لگ گئی۔ خود بہت بڑے تاجر تھے لیکن کتابوں کی نشر واشاعت کا کاروبار نہیں تھا۔ پھر کیا تھا، مولانا اب پورے طور پر تیار ہو گئے اور اس عظیم کارنامے کو انجام دے ڈالا۔ جب اس کی اشاعت ہو گئی تو آپ اس کے چند نسخے لے کر تاج کمپنی میں گئے اور کہا کہ اسے رکھیے، اگر فروخت ہو گیا تو ٹھیک ورنہ میں واپس لیتا جاؤں گا۔ تاج کمپنی والوں نے بادلِ ناخواستہ ان نسخوں کو رکھ لیا پھر یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ ایک نیا ترجمہ چند ہی روز میں ہاتھوں ہاتھ نکل گیا، پھر اپنے آدمی کو بھیج کر مزید نسخے منگائے اور ہدیہ پیش کر دیا۔ دوبارہ جو نسخے آئے وہ بھی آناً فاناً نکل گئے۔ چند بار جب ایسا ہوا تو تاج کمپنی کے کارپردازان کو اندازہ ہوا کہ یہ ترجمہ ٔ قرآن بھی مارکیٹ میں چلنے والا ہے، چناں چہ اب اس کی اشاعت کا بھی فیصلہ کر لیا، عمدہ کتابت کرائی اور حنائی رنگ سے آراستہ کر کے آفسیٹ سے شائع کیا۔ اب یہیں سے کنز الایمان میں تحریف کا دور بھی شروع ہوتا ہے۔ تاج کمپنی والوں کے بارے میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ وہابی ہیں یا صلح کل ٹائپ کے عام مسلمان، ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ تاجر ہیں، انھیں تجارت اور نفع سے غرض ہے، میں ان کی نیت پر بھی بلا دلیل حملہ نہیں کرتا لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ ان کے ملازمین بہت سے وہابی بھی ہیں جنھوں نے اعلیٰ حضرت سے اپنی عداوت اور دشمنی کی وجہ سے کنز الایمان میں طرح طرح کی تحریفیں کر کے اپنے دل کا بخار نکالا۔ چوں کہ یہ ایڈیشن نئی کتابت سے طبع ہوا ہے، اس لیے تحریف کرنے میں بھی آسانی ہوئی۔ پہلی بے اعتنائی تو یہ برتی کہ ''کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان'' کا جو نسخہ تاج کمپنی نے شائع کیا، اس کے ٹائٹل سے کنز الایمان اور خزائن العرفان کا نام حذف کر دیا، صرف مترجم ومفسر کا نام وہ بھی باریک خط سے باقی رکھا۔ آخر سے فضائل قرآن اور رموزِ اوقاف کے دو صفحات بھی غائب کر دیے اور قرآن شریف کے عام نسخوں کے برخلاف ہر پارے کو نئی سطر اور نئے صفحے سے شروع کرنے کے بجائے درمیان صفحہ سے شروع کر دیا، تاکہ عام خریدار اس کی وجہ سے بھڑک کر اسے نہ لیں، اسے صرف وہی خریدے جو اعلیٰ حضرت کا سچا عاشق ہو، اور ان کے دیگر تراجم کی نکاسی پر اثر نہ پڑنے پائے۔ یہ حرکت خود تاج کمپنی کے ذمہ داروں نے یا ان کے ملازم کاتبین نے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

تاج کمپنی لاہور نے جو ایڈیشن سب سے پہلے نکالا اس کا سائز بھی متوسط ہے۔ کل صفحات ۸۸۰ رہیں اس کو نمبر ۲۲ ر سے یاد کیا جاتا ہے یعنی ناشرین مختلف ایڈیشنوں کے الگ الگ نمبرات رکھتے ہیں تاکہ ان کو فروخت کرنے میں آسانی ہو۔ جب میں نے کنز الایمان میں کتابت وغیرہ کی

اغلاط کو واضح کرنے اور ان کی تصحیح کرانے کی غرض سے مقابلہ شروع کیا تو بہت ساری اغلاط سامنے آئیں۔ مذکورہ نسخے یعنی نمبر۲۲ رکی اغلاط کی تعداد ۳۷۴ ر تین سو چوہتر ہے جب کہ بہت سی نظر سے رہ گئی ہوں گی۔ میں نہیں کہتا کہ ہر جگہ تحریف ہی کو دخل ہے، کتابت کی غلطیاں بھی بہت عام ہیں اور تصحیح کے بعد بھی کچھ غلطیاں رہ جاتی ہیں، لیکن بہت سارے مقامات ایسے بھی ہیں جہاں مبینہ طور پر تحریف کا دخل ہے کہ کاتب اس طرح کی غلطیاں ہرگز نہیں کرتا۔ اس کی چند مثالیں ناظرین ملاحظہ کر لیں۔

(۱) ص: ۱۷،۴ر تفسیر ۱۱۹۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز نہیں۔

اس میں ''جائز'' کے بعد ''نہیں'' کا اضافہ ہے۔ اس طرح بات مثبت کے بجائے منفی ہو گئی۔ یہ کاتب کی غلطی نہیں بلکہ تحریف ہے اور اس تحریف میں واضح طور سے وہابی عقیدے کی ترجمانی ہے کیوں کہ وہابی خدا کی بارگاہ میں کسی کو وسیلہ نہیں مانتے۔ بلکہ وسیلے کو شرک کہتے ہیں۔

(۲) ص: ۳۲۴ر تفسیر ۵۴۔ اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سیدِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔

اصل اور صحیح عبارت یہ ہے: ''اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سیدِ انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر کہتے اور ہم سری کا خیالِ فاسد رکھتے ہیں۔''

غور کیجیے، دونو عبارتوں میں کتنا فرق ہے جو کھلی ہوئی تحریف ہے، کیوں کہ بشر بشر کی رٹ لگانا اور اپنی ہم سری کا دعویٰ کرنا وہابیہ ہی کا طریقہ ہے۔ ہم اہلِ سنت حضور کو بشر ضرور مانتے ہیں لیکن اپنے جیسا نہیں کہتے۔ پھر بشر ماننا اور ہے اور بشر کہہ کر سرکار کو عام آدمیوں جیسا گرداننا الگ۔ اس لیے وہابی کاتب یا مصحح یا ناشر نے اپنی وہابیت ظاہر کرتے ہوئے اس تفسیر میں تحریف کر ڈالی۔

(۳) اس آیت میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے جس کو ذبح کرتے وقت غیرِ خدا کا نام نہ لیا گیا ہو۔ (ص: ۱۵۵، تفسیر ۱۳ر مائدہ: ۵ر۳)

اصل عبارت یہ ہے: ''اسی کو حرام فرمایا گیا ہے جس کو ذبح کرتے وقت غیرِ خدا کا نام لیا گیا ہو۔''

اب ترجمے کی تحریف ملاحظہ ہو:

(۴) لبسنے کے باغ جن میں گائیں گے۔ (ص: ۳۹۱ر آیت ۳۱ر سورۃ النحل، ترجمہ یدخلونہا)

اصل اور صحیح ترجمہ یہ ہے: ''بسنے کے باغ جن میں جائیں گے۔''

(۵) جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔' (ص: ۱۳۳ر ترجمہ یستنبطونہ، نساء: ۸۳ر۴)

صحیح یہ ہے: ''جو بات میں کاوش کرتے ہیں۔''

(۶) جو ان کا کچھ بھلا نہ کرے۔ (ص: ۳۰۴ر ترجمہ لا یضرھم، یونس، آیت: ۱۸)

صحیح یہ ہے: ''جوان کا کچھ برا بھلا نہ کرے۔''

(۷) تونے بہت بری بات کی۔صحیح: ''تونے بہت بڑی بات کی۔'' (ص:۴۴۴، ترجمہ: شیئاً فریا، مریم،۱۹/۲۷)

(۸) اللہ کے حکم پر۔صحیح: ''اللہ کے حلم پر۔'' (ص:۶۳۰، ترجمہ: ولا یغرنکم، فاطر،۳۵/۵)

(۹) بدرجہا بہتر۔صحیح: ''بدرجہا بدتر'' (ص:۶۳۰ تفسیر:۱۹/ فاطر،۳۵/۸)

(۱۰) نشانیاں بیان کرو۔صحیح: ''مثال بیان کرو۔'' (ص:۶۳۸، ترجمہ: واضرب، یٰس،۳۶/۱۳)

کئی سو اغلاط اور تحریفات میں سے یہ چند پیش ہیں، اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پورے ترجمہ وتفسیر میں اس قسم کی کتنی تحریفات واغلاط ہوں گے۔

ناچیز راقم الحروف نے آج سے تقریباً ۲۷/سال قبل تاج کمپنی لاہور کے منیجر کو چند غلطیوں پر مشتمل ایک فہرست بھیجی تھی اور تصحیح کا تقاضا کیا تھا، منیجر کا جواب بھی آیا اور شکریہ بھی لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تاج کمپنی کے بعد میں شائع ہونے والے ایڈیشن ان اغلاط سے پاک ہیں یا نہیں۔

تاج کمپنی کے اس غلط ایڈیشن کا ہندو پاک میں خوب چرچا ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس ایڈیشن میں پارے درمیان سے شروع ہوتے تھے، جس کی وجہ سے یہ مطالبہ تھا کہ ہر پارہ نئے صفحے سے شروع ہونے والا نسخہ شائع کیا جائے اور یہ کہ اغلاط کی بھی پوری تصحیح ہو۔ تاج کمپنی والے چوں کہ ایک نسخہ چھاپ رہے تھے، دوسرے کی ہمت نہ کر سکے۔ دوسری طرف ''المجد داحمد رضا اکیڈمی'' کراچی سے شاہ زادۂ صدر الشریعہ مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مصباحی امام وخطیب نیو میمن مسجد کراچی نے عام سائز اور بڑے جہازی سائز پر کنز الایمان کا وہ نسخہ عکس لے کر چھاپ ڈالا جو مراد آباد سے دوسری بار چھپا تھا اور جسے بلاک سے مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ نے شائع کیا تھا۔ قاری صاحب نے حتی الوسع تصحیح کی کوشش کی، مشکل الفاظ کے تراجم بھی شامل کیے، مگر کما حقہ تصحیح کا کام ہنوز باقی تھا۔ دوسری طرف نئی کتابت کرا کے نہایت عمدہ انداز سے چاند کمپنی لاہور نے ایک ایڈیشن نکالا جس کے آخر میں مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب کی مرتبہ فہرستِ مطالب بھی ہے، ان دونوں نسخوں میں چوں کہ ہر پارہ نئے صفحے سے شروع تھا اس لیے سارے شائقین ان دونوں نسخوں پر ٹوٹ پڑے اور تاج کمپنی کے ایڈیشن کی کھپت کم ہو گئی، اس صورتِ حال سے متاثر ہو کر تاج کمپنی والوں نے ازسرِ نو کتابت کرا کے ایک ایسا ایڈیشن تیار کیا جس میں ہر پارہ نئے صفحے سے شروع تھا جس کی وجہ سے تاج کمپنی کی مارکیٹ پھر چالو ہو گئی۔ اسی درمیان ضیاء القرآن پبلی کیشن لاہور نے بھی دو ایڈیشن نئی کتابت سے نکالے، ایک میں یہ خصوصیت ہے کہ متنِ قرآن اور ترجمہ اوپر ہے اور تفسیر بالکل نیچے یکجا

لیکن اس میں تفسیر کو بہت باریک کردیا ہے، جب کہ متن عام نسخوں کے مقابلے میں بہت جلی ہے۔ دوسرا ایڈیشن محض ترجے پر مشتمل اور اس میں تفسیر نہیں ہے، ہندوستان میں یہ دونوں نسخے شائع ہوگئے ہیں اور دستیاب ہیں، لیکن ان دونوں نسخوں میں بھی تصحیح کا بالکل خیال نہیں رکھا گیا ہے جو قابل افسوس ہے۔

## کنز الایمان کے مختلف ایڈیشن (اردو میں)

| نمبر شمار | کنز الایمان | تفسیر | صفحات | ناشرین | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن | خزائن العرفان فی تفسیر القرآن | ۷۱۶ | جامعہ نعیمیہ مرادآباد | ۲۶×۲۰=۸ |
| ۲ | " | " | ۷۱۶ | اہل سنت برقی پریس، مرادآباد | جہازی سائز |
| ۳ | " | " | ۸۸۰ | تاج کمپنی، لاہور/کراچی | ۳۶×۲۳=۸ |
| ۴ | " | " | ۹۶۴ | تاج کمپنی، لاہور/کراچی | ۳۶×۲۳=۸ |
| ۵ | " | " | ۱۱۲۴ | ضیاء القرآن پبلی کیشن، لاہور | ۳۰×۲۰=۸ |
| ۶ | " | بغیر تفسیر | ۸۳۶ | ضیاء القرآن پبلی کیشن، لاہور | ۳۰×۲۰=۸ |
| ۷ | " | خزائن العرفان | ۸۸۲ | لاہور/ فرید بک ڈپو، دہلی | ۳۰×۲۰=۸ |
| ۸ | " | نور العرفان فی تفسیر القرآن | ۱۰۰۰ | نعیمی کتب خانہ، گجرات، پاکستان | ۳۰×۲۰=۸ |
| ۹ | " | " | ۱۰۰۰ | ادارہ استقامت، کان پور | متوسط سائز |
| ۱۰ | " | خزائن العرفان | ۹۳۲ | چاند کمپنی، لاہور | " |
| ۱۱ | " ۲ رجلد | مع نور الایمان لفظی ترجمہ | ۱۹۲۶ | جیلانی بک ڈپو، دہلی | ۳۰×۲۰=۸ |

## کنز الایمان کے تراجم مختلف زبانوں میں

### (انگریزی)

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۲ | کنز الایمان | | ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی | ترجمہ مع متن | ورلڈ اسلامک مشن لندن | ۳۶×۲۳=۱۶ |
| ۱۳ | // // | ۱۰۷۲ | پروفیسر شاہ فرید الحق | // | مرکز اہل سنت پوربندر گجرات | " |

| ۱۴ | 〃 〃 | ۷۴۸ | عاقب فرید قادری | 〃 | سنی نوری مسجد باندرہ ممبئی | ۳۰×۲۰=۸ |
|---|---|---|---|---|---|---|

(ہندی)

| ۱۵ | کنزالایمان | ۱۰۸۸ | مفتی عبدالقدیر | ترجمہ مع تفسیر | رضوی کتاب گھر دہلی | ۳۰×۲۰=۸ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۶ | 〃 〃 | | حاجی توفیق احمد رضوی ناندیڑ | متن وترجمہ | رضا اکیڈمی ممبئی | ۳۶×۲۳=۱۶ |
| ۱۷ | کلامِ الٰہی | ۵۸۴ | مولانا نعمان رضا، بریلی | ترجمہ وتفسیر | غوثیہ بک ڈپو کانکر (ایم. پی.) | عربی متن کے بغیر ۳۶×۲۳=۱۶ |
| ۱۸ | کلام الرحمٰن | ۱۰۹۶ | سید آلِ رسول حسنین میاں بنگلور | متن وترجمہ و تفسیر | برکاتی پبلکیشن، ممبئی | ۳۶×۲۳=۸ |
| | کنزالایمان | ۱۱۰۸ | مولانا عبدالمنان | متن وترجمہ و تفسیر | چشتیہ مرکز، بنگلہ دیش | ۳۶×۲۳=۸ |

(گجراتی)

| ۱۹ | کنز الایمان ۲ رجلد | ۱۳۹۵ | مولانا حسن آدم | ترجمہ ومتن | فیضان رضا، دیادرہ، ومعین الاسلام تھام گجرات | ۳۰×۲۰=۸ |
|---|---|---|---|---|---|---|

(ڈچ)

| ۲۰ | کنزالایمان | | مولانا غلام رسول ڈچ | | ہالینڈ | ۳۰×۲۰=۸ |
|---|---|---|---|---|---|---|

نوٹ:۔ ۷ رنمبر کا نسخہ فرید بک ڈپو دہلی کا مطبوعہ ہے لیکن کتابت لاہور کے کسی کتب خانے کی ہے، نام غائب ہے۔ اس لیے اصل ناشر کا نام نہ دیا جا سکا، اسے ہندوستان میں فرید بک ڈپو نے شائع کیا ہے، اس میں ہر صفحے کی باقی تفسیریں آخر میں دی گئی ہیں۔

# ناشرینِ کنزالایمان

| نمبر شمار | کنزالایمان | مع تفسیر خزائن العرفان | ناشرین |
|---|---|---|---|
| ۱ | " | " | اہلِ سنت برقی پریس، مرادآباد |
| ۲ | " | | تاج کمپنی، لاہور/کراچی |
| ۳ | " | " | چاند کمپنی، لاہور |
| ۴ | " | " | ضیاء القرآن پبلی کیشن، لاہور |
| ۵ | " | " | مکتبہ رضویہ، کراچی |
| ۶ | " | " | المجد داحمد رضا اکیڈمی، کراچی |
| ۷ | " | " | اشاعت الاسلام، دہلی |
| ۸ | " | " | ناز پبلشنگ، دہلی |
| ۹ | " | " | حفیظ بک ڈپو، دہلی |
| ۱۰ | " | " | تاج کمپنی، دہلی |
| ۱۱ | " | " | فرید بک ڈپو، دہلی |
| ۱۲ | " | " | فاروقیہ بک ڈپو، دہلی |
| ۱۳ | " | " | مکتبہ نعیمیہ، سنبھل، مرادآباد |
| ۱۴ | " | مع تفسیر خزائن العرفان | قرآن کمپنی، بریلی شریف |
| ۱۵ | " | " | جامعۃ الرضا، بریلی شریف |
| ۱۶ | " | " | رضا اکیڈمی، مالیگاؤں |
| ۱۷ | " | " | رضا اکیڈمی، ممبئی |
| ۱۸ | " | " | محمود اینڈ کمپنی، ممبئی |
| ۱۹ | " | " | ناز بک ڈپو، ممبئی |
| ۲۰ | " | " | مجلسِ برکات اشرفیہ، مبارک پور |
| ۲۱ | " | " | مرکزِ برکاتِ رضا، پور بندر |

| ۲۲ | ” | ” | عمران بک ڈپو، دہلی |
|---|---|---|---|
| ۲۳ | ” | ” | اسلامک پبلی شر، دہلی |
| ۲۴ | ” | ” | اعتقا پبلی شنگ ہاؤس، دہلی |
| ۲۵ | ” | ” | مکتبۃ المدینہ، کراچی |
| ۲۶ | ” | ” | غوثیہ پبلی شر کانکیر (ایم. پی.) |
| ۲۷ | ” | ” | برکاتی پبلی شر ممبئی |
| ۲۸ | ” | ” | فیضانِ رضا، دیادرہ، گجرات |
| ۲۹ | ” | ” | چشتیہ مرکز، بنگلہ دیش |
| ۳۰ | ” | صرف ترجمہ | مولانا غلام رسول، ہالینڈ |
| ۳۱ | ” | مع تفسیر نور العرفان | ادارۂ استقامت کان پور |
| ۳۲ | ” | ” | فیاض الحسن، بک سیلر کان پور |
| ۳۳ | ” | ” | جیلانی بک ڈپو، دہلی |
| ۳۴ | ” | صرف ترجمہ | دار العلوم امام احمد رضا، رتنا گیری |

یہ وہ ناشرین ہیں جن کے ایڈیشن میری نظر سے گزرے، اور ان میں بعض نے کئی کئی قسم کے کنزالایمان طبع کیے، یہاں مقصود صرف ناشرین کا شمار کرانا ہے، ابھی بہت سے وہ نام ہوں گے جو میرے علم میں نہ آسکے، اور پاکستان میں تو نہیں معلوم کتنے ناشرین نے کنزالایمان مختلف انداز سے شائع کیے، صرف ان چند کے کام یہاں مذکور ہوئے جن کے مطبوعہ نسخے نظر سے گزرے۔ بعض نسخوں کے صفحات اس لیے نہیں لکھے جاسکے کہ وہ ہر وقت سامنے موجود نہیں، اگرچہ نظر سے گزر چکے ہیں، جیسے ڈچ زبان کے مترجم مولانا غلام رسول سے دہلی میں میری ملاقات ہو چکی ہے اور ان کا مطبوعہ نسخہ بھی نظر سے گزر چکا ہے لیکن وہ میرے پاس موجود نہیں اس لیے صفحات اور ناشرین کا پتہ نہ لکھا جاسکا۔

ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے مختلف زبانوں میں ترجمے کے ساتھ اس کی تسہیل کا کام بھی ہوا ہے۔

حضرت مولانا عزیز احمد بدایونی نے تفسیر ابن عباس مترجم از حضرت علامہ عبد المقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کے ساتھ جو ترجمۂ قرآن شامل کیا ہے وہ بھی اصلاً کنزالایمان ہی ہے، مگر مولانا نے جا بہ جا

مشکل الفاظ کی تسہیل کر دی ہے۔ یعنی اصل ترجمے ہی میں یہ کام کیا ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ منسوب تو مولانا عزیز احمد صاحب کی طرف ہے لیکن اس ترجمے کی اصل کنز الایمان ہی ہے۔

ادارہ استقامت کے بانی جناب مولانا حافظ ظہیر الدین قادری برکاتی مدیر ماہ نامہ استقامت نے تقریباً ۱۹۶۵ء میں نور العرفان والی تفسیر کے ساتھ کنز الایمان لیتھو کتابت کے ساتھ چھپوایا تھا جو اغلاط سے پُر تھا اور طباعت بھی بہت خراب تھی۔ میں نے قصداً اس کو ایڈیشن کے ضمن میں جگہ نہیں دی۔ اگر اس کو شمار کر لیا جائے اور فیاض الحسن بک سیلر کان پور کے نسخے کو بھی جو اس لحاظ سے اہم ہے، اس کے ترجمۂ کنز الایمان کی تصحیح کی خدمت بھی ناچیز راقم الحروف نے انجام دی ہے۔ اگر چہ یہ ادارۂ استقامت کان پور اور نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان کی نقل ہے تو اب ایڈیشنوں کی تعداد تیرہ ہو جائے گی۔

ترجمۂ کنز الایمان کے ساتھ جو متنِ قرآن شائع ہوا ہے، اس کی تصحیح بھی کما حقہ نہیں ہوئی ہے۔ تعجب ہے کہ تاج کمپنی جو قرآن پاک کا عالمی ناشر ادارہ ہے اور بڑے اہتمام سے متنِ قرآن کی تصحیح کراتا ہے، لیکن اس نے بھی کنز الایمان کے متن کے ساتھ وہ اہتمام نہیں برتا جو اپنے دوسرے قرآنی نسخوں کے ساتھ برتا ہے۔

ضرورت ہے کہ آج از سرِ نو کنز الایمان کے ساتھ چھپنے والے متنِ قرآن کو بغور دیکھا جائے اور تصحیح کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ مگر افسوس کہ آج بھی مارکیٹ میں غیر تصحیح شدہ کنز الایمان کے نسخے تیزی سے فروخت ہو رہے ہیں، کیوں کہ ناشرین ان کی ظاہری آرائش و زیبائش پر خوب توجہ دے رہے ہیں اور ہدیہ کم ہی رکھتے ہیں۔ اس صورتِ حال سے مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ تمام ناشرین کو تصحیح شدہ نسخے کی طباعت و اشاعت پر مجبور کیا جائے اور عوام میں بے داری لائی جائے تا کہ وہ صرف تصحیح شدہ نسخہ ہی دکان داروں سے طلب کریں۔ دوسرے یہ کہ ہمارے ذمہ دار ناشرین عمدہ کاغذ اور اچھی بائنڈنگ کے ساتھ کم ہدیہ میں تصحیح شدہ نسخہ مارکیٹ میں لائیں۔

یوں ہی ایک غلطی یہ بھی چلی آ رہی ہے کہ جس کو جو سمجھ میں آیا، مضمون یا مضامین کی فہرست کنز الایمان کے آگے پیچھے لگا دی اور لکھنے والے کی نشان دہی بھی نہیں کی، جس سے یہ نقصان ہو رہا ہے کہ وہ اضافہ شدہ مضامین بھی اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل قدس سرہما کے کھاتے میں چلے جاتے ہیں، اور پھر ان مضامین کی بنیاد پر اعتراضات بھی شروع ہو جاتے ہیں، جب کہ مترجم یا مفسر کا ان مضامین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ میں نے اس سلسلے میں ایک تحریر تاج الشریعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری دامت برکاتہم العالیہ سے لے کر شائع کرا دی تھی۔ اس ''کنز الایمان نمبر'' میں بھی وہ تحریر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

# تصحیح نامہ کنز الایمان

## حوالہ نمبر ۲۲ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور ، دہلی

■ — حضرت مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی صاحب قبلہ

| شمار نمبر | غلط | صفحہ | صحیح | تفصیل |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | تو جلدی کرکے | ص ۴۷ س ۹ | تو جو جلدی کرکے | ترجمہ |
| ۲ | جہاں نہیں | ص ۵۳ س ۱ | جہاں تمہیں | " |
| ۳ | غیر خدا کا نام نہ لیا گیا | ص ۱۵۵ س آخر | غیر خدا کا نام لیا گیا | تفسیر، یہ صریح تحریف ہے |
| ۴ | یہ جو بعد میں کاوش، الخ | ص ۱۳۳ س ۵ | یہ جو بات میں کاوش، الخ | ترجمہ |
| ۵ | دردناک عذاب آئے گا | ص ۲۳۲ س اول | دردناک عذاب آلے گا | " |
| ۶ | سدید العقاب | ص ۲۵۸ س ۷ | شدید العقاب | متن قرآن |
| ۷ | اس کے معنی | ص ۲۲۸ س | یا اس کے معنی | تفسیر |
| ۸ | کچھ بھلا نہ کرے | ص ۲۰۴ س اول | کچھ برا بھلا نہ کرے | ترجمہ |
| ۹ | جس دن مردہ | ص ۳۴۳ س ۵ | جس دن زندہ | |
| ۱۰ | کشفیط طونس | ص ۴۲۶ س ۱۰ | کشفیط طونس | تفسیر |
| ۱۱ | جن میں گائیں گے | ص ۳۹۱ س ۶ | جن میں جائیں گے | ترجمہ |

| ۱۲ | علم پر | ص/۶۰۰ س/آخر | حلم پر | 〃 |
|---|---|---|---|---|
| ۱۳ | اور آنکھوں کے سامنے بہتی شراب کہ | ص/۳۷۷ س/۶ | آنکھوں کے سامنے بہتی شراب کے | 〃 |
| ۱۴ | ان سب کی ڈوریں | ص/۳۸ س/۵ | ان کی سب ڈوریں | 〃 |
| ۱۵ | جو موسی سے پہلے ہوا تھا | ص/۲۶ آخر | جو پہلے موسی سے ہوا تھا | 〃 |
| ۱۶ | جیسا ہم نے | ص ۳۵۳ | جیسے ہم نے | تفسیر |
| ۱۷ | ۱۰/شوال | ص ۴۲۳ | ۱۰/شعبان | تفسیر |
| ۱۸ | اللہ کی طرف | ص/۴۹ | اللہ ہی کی طرف | ترجمہ |
| ۱۹ | عبداللہ بن جحش | ص/۱۵ | عبداللہ بن جحش | 〃 |
| ۲۰ | اتنی بات کہو | ص/۲۵ | اتنی ہی بات کہو | 〃 |
| ۲۱ | تم عورتوں کو | ص/۵۷ | اگر تم عورتوں کو | 〃 |
| ۲۲ | انڈیل | ص/۶۱ | انڈیل دے | 〃 |
| ۲۳ | نہیں تجھے | ص/۶۴ | نہیں بلکہ تجھے | ترجمہ |
| ۲۴ | کہ جس کی تانہ رہے | ص/۶۴ | (کہ جس کی تانہ رہیں) | 〃 |
| ۲۵ | بیچ کو | ص/۶۹ | بیچ | 〃 |
| ۲۶ | ناشکرا | ص/۶۹ | ناشکر | ترجمہ |
| ۲۷ | پچھلے پہرسے | ص/۶۷ | پچھلے پہرے | 〃 |
| ۲۸ | حاضر پائے گی | ص/۷۹ | حاضری پائے گی | 〃 |
| ۲۹ | اللہ سکھائے گا | ص/۸۲ | اللہ اسے سکھائے گا | 〃 |
| ۳۰ | باب میں | ص/۸۵ | بارے میں | 〃 |
| ۳۱ | غیر کتابیوں کا | ص/۸۷ س/ | غیر کتابیوں | تفسیر |
| ۳۲ | بھلائی کا حکم دیتے | ص/۹۵ س/۲ | بھلائی کا حکم | ترجمہ |
| ۳۳ | اللہ کی طرف | ص/۱۰۴ س/۱ | اللہ ہی کی طرف | 〃 |
| ۳۴ | پاک کرتا ہے | ص/۱۰۵ س/۲ | پاک کرتا | 〃 |
| ۳۵ | اور اللہ چاہتا ہے | ص/۱۰۷ س/۵ | اللہ چاہتا ہے | 〃 |

| ۳۶ | اس حال | ص/۱۰۷ س/۹ | اسی حال | ، |
|---|---|---|---|---|
| ۳۷ | بخل کیا تھا | ص/۱۰۷ س/۵ | بخل کیا | ، |
| ۳۸ | اقرار کرلیا | ص/۱۰۸ س/۱۰ | قرار کرلیا | ، |
| ۳۰ | تھوڑا برتنا | ص/۱۱۱ س/۱۰ | تھوڑا برتنا ہے پھر | ، |
| ۴۰ | بہت سے مرد وعورت | ص/۱۱۳ س/۱ | بہت مرد وعورت | ، |
| ۴۱ | اس میں عمل کا | ص/۱۱۵ س/۱ | اس عمل کا | تفسیر نمبر ۲۰ |
| ۴۲ | تھوڑی دیر میں | ص/۱۱۷ س/۹ | تھوڑی ہی دیر میں | ترجمہ |
| ۴۳ | بیان کردے | ص/۱۲۰ س/۸ | صاف بیان کردے | ، |
| ۴۴ | خرچ کرتے ہیں | ص/۱۲۳ س/۶ | خرچتے ہیں | ترجمہ |
| ۴۵ | بڑا گناہ کا | ص/۱۲۶ س/۱ | بڑے گناہ کا | ، |
| ۴۶ | نوری ممبر | ص/۱۲۷ س/۱۷ | نوری منبر | تفسیر ۱۲۶ |
| ۴۷ | دور بہکاوے | ص/۱۲۸ س/۵ | دور بہکادے | ترجمہ |
| ۴۸ | یہ کیا ہی | ص/۱۳۰ س/۲ | اور یہ کیا ہی | ترجمہ |
| ۴۹ | واسطے یہ دعا کررہے ہیں | ص/۱۳۱ س/۲ | واسطے جو یہ دعا کررہے ہیں | ، |
| ۵۰ | یہ جو بعد میں | ص/۱۳۳ س/۵ | یہ جو بات میں | ، |
| ۵۱ | راہ نہ پائے گا | ص/۱۳۴ س/۵ | کوئی راہ نہ پائے گا | ، |
| ۵۲ | تو قریب ہے | ص/۱۳۷ س/۱۰ | تو قریب ہے کہ | ، |
| ۵۳ | تجویز کرتے | ص/۱۴۰ س/۳ | تجویز تے | ، |
| ۵۴ | ضرور بہکادوں گا | ص/۱۴۲ س/۲ | ضرور انھیں بہکادوں گا | |
| ۵۵ | دین پر | ص/۱۴۳ س/۴ | دین پر چلا | ، |
| ۵۶ | اور چاہے کتنی ہی | ص/۱۴۴ داس/۵ | چاہے کتنی ہی | ، |
| ۵۷ | ان کی شبیہ کا | ص/۱۵۰ س/۳ | اس کی شبیہ کا | ، |
| ۵۸ | اور رسولوں کو | ص/۱۵۱ س/۳ | اور اور رسولوں کو | ، |
| ۵۹ | کارساز، مسیح | ص/۱۵۳ س/۴ | کارساز ہے ہرگز مسیح | ، |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۶۰ | اپنا منھ | ص/۱۵۷ س/۵ | اپنے منھ | 〃 |
| ۶۱ | بیمار ہو یا سفر میں | ص/۱۵۷ س/۶ | بیمار یا سفر میں ہو | 〃 |
| ۶۲ | یا تم میں سے کوئی | 〃 〃 | یا تم میں کوئی | 〃 |
| ۶۳ | وہاں جائیں | ۱۶۲ س/۶ | وہاں جائیں گے | 〃 |
| ۶۴ | ڈرنے والوں میں سے تھے | ص 〃 | ڈرنے والوں میں تھے | 〃 |
| ۶۵ | مالک ہے سارے جہان کا | ص/۱۶۳ س/۷ | مالک سارے جہان کا | 〃 |
| ۶۶ | فساد کئے | ص/۱۶۴ س/۵ | فساد کے | 〃 |
| ۶۷ | جو کچھ وہ اپنے منھ سے | ص/۱۶۶ س/۳ | کچھ وہ جو اپنے منھ سے | 〃 |
| ۶۸ | وان حکمت فاحکم | ص/۱۶۷ س/۳۲ | وان احکم بینهم | تفسیر |
| ۶۹ | وان حکمت | | وان احکم | 〃 |
| ۷۰ | ان کے ہاتھ | ص/۱۷۲ س/۸ | انھیں کے ہاتھ | ترجمہ |
| ۷۱ | کوئی گروہ اگر اعتدال پر | ص/۱۷۳ س/۶ | کوئی گروہ اعتدال پر | 〃 |
| ۷۲ | اور اچھے کام | ص/۱۷۴ س/۶ | اور اچھا کام | 〃 |
| ۷۳ | اس گمان میں ہیں | ص/ 〃 س/۷ | اس گمان میں رہے | 〃 |
| ۷۴ | سیدھی راہ سے بہک گئے | ص/۱۷۶ س/۲ | سیدھی راہ بہک گئے | 〃 |
| ۷۵ | تمہارا ہاتھ | ص/۱۷۹ س/۶ | تمہارے ہاتھ | 〃 |
| ۷۶ | تم میں کہ | ص/ 〃 س/۹ | تم میں کے | 〃 |
| ۷۷ | حرمت والے مہینہ | ص/۱۸۰ س/۸ | حرمت والے مہینے | 〃 |
| ۷۸ | سب غیبوں کا جاننے والا | ص/۱۸۳ س/۱ | سب غیبوں کا خوب جاننے والا | 〃 |
| ۷۹ | اپنے رب کی | ص/۱۸۶ س/۱ | ان کے رب کی | 〃 |
| ۸۰ | اس کا وعدہ خلافی الخ | ص/۱۸۶ س/۵ | اس کا وعدہ خلاف نہیں ہوسکتا کیوں کہ وعدہ خلافی الخ | 〃 |
| ۸۱ | کان میں | ص/۱۸۹ س/۸ | کانوں میں | ترجمہ |

| ۸۲ | سیدھے راستہ | ص/۱۹۲س/۴ | سیدھے رستے | ٭ |
|---|---|---|---|---|
| ۸۳ | اسی کی طرف پھرنا ہے | ص/۱۹۶س/۱ | اسی کی طرف تمھیں پھرنا ہے | ٭ |
| ۸۴ | ہر چیز کا | ص/۱۹۷س/۲ | ہر خبر کا | ٭ |
| ۸۵ | طعن تشنع | ص/۱۹۷س/۲۹ | طعن تشنیع | ٭ |
| ۸۶ | پینے کا | ص/۱۹۷س/۱۰ | پینے کو | ٭ |
| ۸۷ | شیطان نے | ص/۱۹۸س/۳ | شیطانوں نے | ترجمہ |
| ۸۸ | سچی ہے | ص/۱۹۸س/۷ | سچ ہی ہے | ٭ |
| ۸۹ | تو وہ مجھے | ص/۱۹۹س/۷ | وہ تو مجھے | ٭ |
| ۹۰ | بیہودگی میں انھیں کھیلتا | ص/۲۰۱س/۹ | بیہودگی میں کھیلتا | ترجمہ |
| ۹۱ | مردہ سے نکالنے | ص/۲۰۲س/۱۰ | مردہ سے نکالے | ٭ |
| ۹۲ | اور اس کے سوا | ص/۲۰۴س/۴ | اس کے سوا | ٭ |
| ۹۳ | شرک نہیں کرتے | ص/۲۰۵س/۱ | شریک نہیں کرتے | ٭ |
| ۹۴ | پہلی بار ایمان | ص/۲۰۵س/۸ | پہلی بار اس پر ایمان | ٭ |
| ۹۵ | ایک جوڑ بھیڑ کا | ص/۲۱۲س/۷ | ایک جوڑا بھیڑ کا | ٭ |
| ۹۶ | گوشت وہ نجاست ہے | ص/۲۱۲س/۲ | گوشت کہ وہ نجاست ہے | ٭ |
| ۹۷ | یا آنت | ص/۲۱۳س/۶ | یا آنت میں | ٭ |
| ۹۸ | اور یتیموں کے مال | ص/۲۱۳ | اور یتیم کے مال | ٭ |
| ۹۹ | تو ان میں سے | ص/۲۲۰س/۷ | تو ان میں | ٭ |
| ۱۰۰ | اس سے جہاں چاہو | ص/۲۲۰س/۱۰ | اس میں سے جہاں چاہو | ٭ |
| ۱۰۱ | اسی میں اٹھائے جاؤ گے | ص/۲۲۲س/۱۰ | اسی میں سے اٹھائے جاؤ گے | ٭٭ |
| ۱۰۲ | عذاب آئے گا | ص/۲۳۲س/۱ | عذاب آلے گا | ٭ |
| ۱۰۳ | اللہ ہی پر | ص/۲۳۵س/۲ | ہم نے اللہ ہی پر | ٭ |
| ۱۰۴ | جھٹلانے والے ہی | ص/ ″س/۲ | جھٹلانے والے وہی | ٭ |
| ۱۰۵ | بے خبر ہیں | ص/۲۳۶س/۶ | نڈر ہیں | ٭ |

| ۱۰۶ | اگر تم ہم پر عذاب اٹھادو گے | ص/۲۴۱س/۱ | اگر تم ہم پر سے عذاب اٹھادو گے | ۰ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰۷ | اس میں رب کا | ص/۲۴۲س/۴ | اس میں تمہارے رب کا | ۰ |
| ۱۰۸ | اپنے رب سے | ص/۲۵۳س/۸ | اپنے رب اللہ سے | ۰ |
| ۱۰۹ | پھر کمی نہیں کرتے | ص/۲۵۵س/۲ | پھر کمی نہیں کرتے | ۰ |
| ۱۱۰ | تمہارے دلوں کو | ص/۲۵۸س/۲ | تمہارے دلوں کی | ۰ |
| ۱۱۱ | تمہیں اس کی طرف | ص/۲۶۰س/۴ | تمیں اسی کی طرف | ۰ |
| ۱۱۲ | جعثم | ص/۲۶۵س/۲۲ | جعثم | تفسیر نمبر ۹۰ |
| ۱۱۳ | اگر تم انھیں کہیں | ص/۲۶۶س/۹ | اگر تم کہیں انھیں | ترجمہ |
| ۱۱۴ | تخفیف فرمائی | ص/۲۶۸س/۶ | تخفیف فرمادی | ۰ |
| ۱۱۵ | نماز قائم کرتے ہیں | ص/۲۷۴س/۸ | نماز قائم رکھتے | ۰ |
| ۱۱۶ | احکام شرع | ص/۲۷۹س/۱ | احکام شرع کی بنا | تفسیر |
| ۱۱۷ | اور جو | ص/۲۸۴س/۷ | اور وہ جو | ترجمہ |
| ۱۱۸ | جہاد کی نکلنے کی | ص/۲۸۹س/۱۰ | جہاد کو نکلنے کی | ۰ |
| ۱۱۹ | بیشک اللہ اور رسول سے | ص/۲۹۰س/۳ | بیشک وہ اللہ اور رسول سے | ۰ |
| ۰۲۱ | قبیلہ مزنیہ | ص/۲۹۳س/۸ | قبیلہ مزینہ | تفسیر نمبر ۲۲۴ |
| ۱۲۱ | اخذ کیا | ص/۲۹۷/۳۲ | ذکر کیا | ۲۶۸ |
| ۱۲۲ | جب تک اپنے بندوں کی | ص/۲۹۷س/۲۸ | اس وقت تک اپنے بندوں کی | ۲۷۲ |
| ۱۲۳ | حسن الاعمال ہونا | ص/۲۹۸س/۳۹ | احسن الاعمال ہونا | تفسیر نمبر ۹۰ |
| ۱۲۴ | وہ بات بتاتے ہو | ص/۳۰۴س/۲ | وہ بات جتاتے ہو | ترجمہ |
| ۱۲۵ | اور جب کہ ہم | ص/۳۰۴س/۷ | اور جب ہم | ۰ |
| ۱۲۶ | تقریر کا جواب | ص/۳۰۵س/۳۴ | تقریر جواب | تفسیر نمبر ۲۸ |
| ۱۲۷ | چیزیں سب گھنی | ص/۳۰۵س/۷ | چیزیں گھنی | ترجمہ |
| ۱۲۸ | گم ہو جائیں گی | ص/۳۰۷س/۱ | گم جائیں گی | ۰ |

| ١٢٩ | نہیں دیکھا | ص/٣٠٨ س/٧ | نہیں دیکھا ہے | 〃 |
|---|---|---|---|---|
| ١٣٠ | ظالموں کا کیسا انجام ہوا | ص/〃 س/٨ | ظالموں کا انجام کیسا ہوا | 〃 |
| ١٣١ | کہ پورے گھاٹے | ص/٣٠٩ س/٥ | پورے گھاٹے | 〃 |
| ١٣٢ | اللہ ہی کے ملک میں | ص/٣١٢ س/٧ | اللہ ہی کی ملک میں | ترجمہ |
| ١٣٣ | تمہارے کام | ص/٣١٣ س/٧ | پھر تمہارے کام | 〃 |
| ١٣٤ | زمین پر | ص/٣١٥ س/٦ | زمین میں | 〃 |
| ١٣٥ | خوشخبری سناؤ | ص/٣١٦ س/٢ | خوشخبری سنا | 〃 |
| ١٣٦ | کس چیز نے روکا ہے | ص/٣٢١ س/٧ | کس چیز نے اسے روکا ہے | ترجمہ |
| ١٣٧ | گھیرے گا | ص/٣٢١ س/٧ | گھیر لے گا | 〃 |
| ١٣٨ | دلیل پر ہوں | ص/٣٢٥ س/١ | روشن دلیل پر ہوں | 〃 |
| ١٣٩ | اور کشتی بناؤ | ص/٣٢٦ س/٧ | اور کشتی بنا | 〃 |
| ١٤٠ | کچھ گروہ ہیں | ص/٣٢٨ س/٨ | کچھ گروہ وہ ہیں | 〃 |
| ١٤١ | غیب کی خبریں | ص/٣٢٨ س/٩ | غیب کی خبریں ہیں کہ | 〃 |
| ١٤٢ | تم پر | ص/٣٢٩ س/٤ | وہ تم پر | 〃 |
| ١٤٣ | اس گھر والو | ص/٣٣٦ س/٨ | اے اس گھر والو | 〃 |
| ١٤٤ | یہ بڑی سختی کا دن ہے | ص/٣٣٣ س/٣ | یہ بڑے سختی کا دن ہے | 〃 |
| ١٤٥ | آپ اس کے خلاف | ص/٣٣٥ س/٣ | آپ اس کا خلاف | 〃 |
| ١٤٦ | کوئی چلتا | ص/٣٤١ س/٩ | کوئی راہ چلتا | ترجمہ |
| ١٤٧ | اسے لے جاؤ | ص/٣٤٢ س/٢ | تم سے لے جاؤ | 〃 |
| ١٤٨ | روتے ہوئے آئے | ص/〃 س/٦ | روتے آئے | 〃 |
| ١٤٩ | عزت سے رکھو | ص/٣٤٣ س/٤ | عزت سے رکھ | 〃 |
| ١٥٠ | بندوں میں سے ہے | ص/٣٤٤ س/٢ | بندوں میں ہے | 〃 |
| ١٥١ | ایک چھری دی | ص/٣٤٥ س/٣ | ایک چھری دیدی | 〃 |
| ١٥٢ | اس کا بھائی | ص/٣٥٣ س/٨ | اس کا ایک بھائی | 〃 |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۵۳ | میرے باپ اجازت دیں | ص/۳۵۴س/۵ | میرے باپ مجھے اجازت دیں | 〃 |
| ۱۵۴ | پورا ناپ دیجئے | ص/۳۵۵س/۸ | پورا ماپ دیئے | 〃 |
| ۱۵۵ | سب گھر بھر کو میرے پاس | ص/۳۵۶س/۵ | سب گھر بھر میرے پاس | 〃 |
| ۱۵۶ | اور سب | ص/۳۵۷س/۲ | اور وہ سب | 〃 |
| ۱۵۷ | زمین پر چلے | ص/۳۵۸س/۱۰ | زمین میں چلے | ترجمہ |
| ۱۵۹ | یہاں تک جب | ص/۳۵۹س/۲ | یہاں تک کہ جب | 〃 |
| ۱۶۰ | بے ستونوں کے | ص/۳۵۹س/۱۰ | بے ان ستونوں کے | 〃 |
| ۱۶۱ | کافروں کو ہمیشہ کیلئے یہ | ص/۳۶۶س/۵ | کافروں کو ہمیشہ ان کے کئے پر | 〃 |
| ۱۶۲ | رسولوں سے بھی ہنسی کی گئی | ص/ر/س/۷ | رسولوں پر بھی ہنسی کی گئی | 〃 |
| ۱۶۳ | وہ ہر جان پر | ص/ر/س/۹ | وہ جو جان پر | 〃 |
| ۱۶۴ | یعنی کافروں کو | ص/۳۶۷س/۳۳ | یعنی کافروں کی | 〃 |
| ۱۶۵ | اپنے پاس بلائیں | ص/۳۶۸س/۵ | اپنے پاس بلالیں | 〃 |
| ۱۶۶ | لے کر بھجا | ص/۳۷۰س/۱ | دے کر بھیجا | 〃 |
| ۱۶۷ | جو تم سے پہلے تھی | ص/۳۷۰س/۹ | جو تم سے پہلے تھے | 〃 |
| ۱۶۸ | آسمان اور زمیں | ص/۳۷۱س/۳ | آسمانوں اور زمین | 〃 |
| ۱۶۹ | بڑائی والوں سے | ص/۳۷۳س/۳ | وہ بڑائی والوں سے | 〃 |
| ۱۷۰ | تم سے وعدہ فرمادیا تھا | ص/۳۷۳س/۳۵ | تم سے فرمادیا تھا | 〃 |
| ۱۷۱ | مثالیں دے کر بتادیا | ص/۳۷۷س/۷ | مثالیں دے دے کر بتادیا | 〃 |
| ۱۷۲ | آگے نہ بڑھے | ص/۳۷۸س/۱۰ | نہ آگے بڑھے | 〃 |
| ۱۷۳ | معلوم اندازے سے | ص/۳۸۰س/۴ | معلوم اندازے سے | 〃 |
| ۱۷۴ | پھونک دوں | ص/۳۸۱س/۹ | پھونک لوں | 〃 |
| ۱۷۵ | بے راہ کروں گا | ص/۳۸۱س/۹ | بے راہ کردوں گا ج | 〃 |
| ۱۷۶ | ان شریکوں سے | ص/۳۸۶س/۵ | ان کے شریکوں سے | 〃 |
| ۱۷۷ | کہ اس تک | ص/۳۸۸س/۱ | کہ تم اس تک | 〃 |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۷۸ | وہ مغرور ہیں | ص/۳۹۰س/۱ | وہ مغرور | |
| ۱۷۹ | ہر امت میں ہم نے ایک رسول | ص/۳۹۲س/۶ | ہر امت میں سے ہم نے ایک رسول | میں کے بعد سے ہوگا |
| ۱۸۰ | اللہ نے فرمادیا | ص/۳۹۴س/۹ | اللہ نے فرمایا | ترجمہ |
| ۱۸۱ | سب کچھ جانتا ہے | ص/۳۹۷س/۱۰ | سب کچھ جانتا | " |
| ۱۸۲ | ایک گروہ | ص/۴۰۱س/۷ | ایک گواہ | " |
| ۱۸۳ | ابن عیینہ | ص/۴۰۱س/۳۸ | ابن عیینہ | " |
| ۱۸۴ | لائق ہوں | ص/۴۰۳س/۷ | لائق ہوں | " |
| ۱۸۵ | دوبارہ فساد | ص/۴۰۹س/۱ | دوبار فساد | " |
| ۱۸۶ | اپنے بندے بھیجے | ص/۴۰۹س/۲ | اپنے کچھ بندے بھیجے | ترجمہ |
| ۱۸۷ | نشانیاں دکھانے والی | ص/۴۱۰س/۴ | نشانی دکھانے والی کی | " |
| ۱۸۸ | بے شک ہرگز | ص/۴۱۴س/۳ | بیشک تو ہرگز | " |
| ۱۸۹ | پیدا کیا | ص/۴۶۱س/۳ | پیدا کیا تھا | " |
| ۱۹۰ | بے شک سب کا بدلہ | ص/۴۱۸س/۴ | بے شک تم سب کا بدلہ | " |
| ۱۹۱ | رحم کرے چاہے تو | ص/۴۶۱س/۸ | رحم کرے یا چاہے تو | " |
| ۱۹۲ | اکثرُھم | ص/۴۱۹س/۲۱ | اکثرُھم | " |
| ۱۹۳ | ساتھیوں کو سب کو | ص/۲۴۲س/۵ | ساتھیوں سب کو | " |
| ۱۹۴ | حق ہی کیلئے اترا | ص/۴۲۴س/۷ | حق ہی کے ساتھ اترا | " |
| ۱۹۵ | بہت مہربان رحم والا | ص/۴۲۵س/۷ | بہت مہربان نہایت رحم والا | بسم اللہ شریف |
| ۱۹۶ | ان کی ڈھارس | ص/۴۲۷س/۱ | ان کے دلوں کی ڈھارس | " |
| ۱۹۸ | اس کی رضا چاہتے ہیں | ص/۴۳۰س/۴ | اس کی رضا چاہتے | " |
| ۱۹۹ | کیا ہی برا اپنا ہے | ص/۴۳۰س/۹ | کیا ہی برا اپنا | " |
| ۲۰۰ | اپنے رب کی طرف پھر گیا کسی کو نہ چھوڑیں گے | ص/۴۳۱س/۹ | اپنے رب کی طرف پھر کر گیا کسی کو چھوڑ نہ دیں گے | " |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۰۱ | کسی حکم کے خلاف | ص/۴۳۶ س/۷ | کسی حکم کا خلاف | • |
| ۲۰۲ | مانگا انھوں نے | ص/۴۳۷ س/۶ | مانگا تو انھوں نے | • |
| ۲۰۳ | یاجوج ماجوج | ص/۴۳۹ س/۸ | یاجوج وماجوج | • |
| ۲۰۴ | تانبہ | ص/۴۴۰ س/۳ | تانبا | • |
| ۲۰۵ | ایلا آوے گا | ص/ " س/۵ | ریلا دے گا | • |
| ۲۰۶ | تو ہم سب کو | ص/۴۴۰ س/۶ | تو ہم ان سب کو | • |
| ۲۰۷ | کافر جیہ سمجھتے ہیں | ص/۴۴۰ س/۹ | کافر یہ سمجھے ہیں | • |
| ۲۰۸ | یہ لوگ جنھوں نے | ص/۴۴۱ س/۲ | یہ لوگ ہیں جنھوں نے | • |
| ۲۰۹ | جن کا نام | ص/۴۴۲ س/۷ | جس کا نام | • |
| ۲۱۰ | زبردست وہ نافرمان | ص/۴۴۳ س/۴ | اور زبردست ونافرمان | • |
| ۲۱۱ | مردہ اٹھایا جائے گا | ص/۴۴۳ س/۱۰ | زندہ اٹھایا جائے گا | • |
| ۲۱۲ | مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا | ص/۴۴۳ س/۱۰ | مجھے تو نہ کسی آدمی نے ہاتھ لگایا | • |
| ۲۱۳ | گود میں لے | ص/۴۴۴ س/۸ | گود میں لئے | • |
| ۲۱۴ | مروں | ص/۴۴۵ س/۴ | مروں گا | • |
| ۲۱۵ | بہت بری بات کی | ص/ " س/۸ | بہت بڑی بات کی | • |
| ۲۱۶ | اٹھایا جاؤں | ص/ | اٹھایا جاؤں گا | |
| ۲۱۷ | اور نہیں مانتے | ص/۴۴۶ س/۱ | اور وہ نہیں مانتے | • |
| ۲۱۸ | اس کا بھائی | ص/۴۴۷ س/۶ | اسے اس کا بھائی | • |
| ۲۱۹ | قرار رکھا | ص/۴۵۱ س/۴ | قرار کر رکھا | • |
| ۲۲۰ | تو موسی نے ڈال دیا | ص/۴۵۳ س/۷ | تو موسی نے اسے ڈال دیا | • |
| ۲۲۱ | اوران کی بناوٹوں کو | ص/۴۵۷ س/۷ | وہ ان کی بناوٹوں کو | • |
| ۲۲۲ | وہ ایمان لائیں گے | ص/۴۷۰ س/۴ | وایمان نہ لائیں گے | • |
| ۲۲۳ | جیسے پہلے | ص/۴۷۹ س/۴ | ہم نے جیسے پہلے | • |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۲۴ | بھلائی پہنچ گئی | ص/۴۸۲س/۷ | بھلائی بن گئی | ۔ |
| ۲۲۵ | پلٹ کر آتا ہے | ص/۴۸۹س/۶ | پلٹ کر آنا | ۔ |
| ۲۲۶ | تمہارے باغ | ص/۴۹۶س/۴ | تمہارے لئے باغ | ۔ |
| ۲۲۷ | ہم نے تو یہ اگلے | ص/۴۹۷س/۲ | ہم نے تو یہ اپنے اگلے | ۔ |
| ۲۲۸ | اللہ نے فرمایا کہ کچھ | ص/۴۹۸س/۱۰ | اللہ نے فرمایا، کچھ | ۔ |
| ۲۲۹ | بھاری ہولیں | ص/۵۰۴س/۱۰ | بھاری ہوئیں | ۔ |
| ۲۳۰ | اے ہمارے رب | ص/۵۰۵س/۴ | اے رب ہمارے | ۔ |
| ۲۳۱ | کافروں کا چھٹکارہ نہیں | ص/۵۰۶س/۴ | کافروں کو چھٹکارہ نہیں | ۔ |
| ۲۳۲ | اللہ مقدور والا کردے | ص/۵۱۲س/۹ | اللہ انہیں مقدور والا کردے | ۔ |
| ۲۳۳ | کہ عرض کریں | ص/۵۱۶س/۸ | تو عرض کریں | ۔ |
| ۲۳۴ | اس سے بھی بچنا | ص/۵۱۸س/۱۰ | اس سے بچنا | ۔ |
| ۲۳۵ | وہ کہ جس نے | ص/۵۲۰س/۸ | وہ جس نے | ۔ |
| ۲۳۶ | اس نے | ص/۵۲۰س/۱۰ | اور اس نے | ۔ |
| ۲۳۷ | ظالم اور جھوٹ پر | ص/۵۲۱س/۴ | ظلم اور جھوٹ پر | ۔ |
| ۲۳۸ | کرے گا تمہارے لئے | ص/۵۲۲س/۳ | کردے تمہارے لئے | ۔ |
| ۲۳۹ | من مانی مرادیں | ص/۵۲۲س/ | من مانتی مرادیں | ۔ |
| ۲۴۰ | بولے وہ جو | ص/۵۲۳س/۱۷ | بولے وہ لوگ جو | تفسیر ۱۸ |
| ۲۴۱ | درمیان میں ہے | ص/۵۳۲س/۳ | درمیان ہے | ترجمہ |
| ۲۴۲ | تمہیں دیا جائے | ص/۵۳۱س/۱۷ | تمہیں جواب دیا جائے | ۔ |
| ۲۴۳ | امانت دار رسول | ص/۵۳۸س/۹ | اللہ کا امانت دار رسول | ترجمہ |
| ۲۴۴ | کہا تم نہیں ڈرتے | ص/۵۴۰س/۱۰ | کیا تم ڈرتے نہیں | ۔ |
| ۲۴۵ | ان پر جس کا | ص/۵۴۳س/۷ | ان پر وہ جس کا | ۔ |
| ۲۴۶ | اللہ کو جب رب ہے | ص/۵۴۵س/۱۰ | اللہ کو جو رب ہے | ۔ |
| ۲۴۷ | اپنی اعیان دولت | ص/۵۴۸ آخر | اپنے اعیان دولت | ۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۴۸ | فرمایا | ص/۵۴۹س/۴ | سلیمان نے فرمایا | ۔ |
| ۲۴۹ | جن بولا کہ میں | ″س/۸ | جن بولا میں | ۔ |
| ۲۵۰ | سلیمان نے تخت | ″س/۱۰ | سلیمان نے اس تخت | ۔ |
| ۲۵۱ | زمین کا وارث کرتا ہے | ص/۵۵۲س/۱۰ | زمین کے وارث کرتا ہے | ۔ |
| ۲۵۲ | آسمانوں اور زمین کے | ص/۵۵۴س/۷ | آسمان اور زمین | ۔ |
| ۲۵۳ | اندھوں کو گمراہی سے | ص/۵۵۵س/۳ | اندھوں کو ان کی گمراہی سے | ۔ |
| ۲۵۴ | اپنا تابع بنایا | ص/۵۵۷س/۷ | اپنا تابع بنالیا | ۔ |
| ۲۵۵ | آنکھوں کی ٹھنڈک | ص/۵۵۸س/۷ | آنکھ کی ٹھنڈک | ۔ |
| ۲۵۶ | اپنی دونوں بیٹیوں میں سے | ص/۵۶۲س/۲ | اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے | ۔ |
| ۲۵۷ | قریب ہے انشاء اللہ | ص/۵۶۲س/۴ | قریب ہے کہ انشاء اللہ تعالی | ۔ |
| ۲۵۸ | جو موسی کو دیا گیا | ص/۵۶۶س/۴ | جیسا موسی کو دیا گیا | ۔ |
| ۲۵۹ | کہیں گے کہ وہ | ص/۵۶۸س/۹ | کہیں گے وہ | ۔ |
| ۲۶۰ | روشنی لادے | ص/۵۷۰س/۱ | روشنی لادے | ۔ |
| ۲۶۱ | بدی لائے بدکام والوں کو | ص/۵۷۲س/۹ | بدی لائے تو بدکام والوں کو | ۔ |
| ۲۶۲ | ہم سے نکل کر جانے والے | ص/۵۸۰س/۳ | ہم سے نکل جانے والے | ۔ |
| ۲۶۳ | کوئی ضرر پہنچا سکیں | ص/۵۸۰س/۳ | نہ کوئی ضرر پہنچا سکیں | تفسیر ۱۰۲ |
| ۲۶۴ | اس کی اطاعت میں | ص/۵۸۵س/۳۵ | اس کی طاعت میں | ۔ |
| ۲۶۵ | شریکوں سے منکر | ص/۵۸۸س/۳ | شریکوں کے منکر | ترجمہ |
| ۲۶۶ | اور جو کافر ہوئے | ص/۵۸۸س/۵ | اور وہ جو کافر ہوئے | ترجمہ |
| ۲۶۷ | اور اسکی نشانیوں سے ہے | ص/۵۸۹س/۶ | اور اس کی نشانیوں میں سے ہے | ترجمہ |
| ۲۶۸ | تو تم اسی کو سناتے ہو | ص/۵۹۴س/۴ | تم تو اسی کو سناتے ہو | ۔ |
| ۲۶۹ | کھیل کی باتیں | ص/۵۹۶س/۲ | کھیل کی بات | ۔ |

| ۲۷۰ | آواز گدھے کی | ص/۵۹۸ س/۶ | گدھے کی آواز | 〃 |
|---|---|---|---|---|
| ۲۷۱ | تو جو اپنا منھ | ص/۵۹۹ س/۱ | اور جو اپنا منھ | 〃 |
| ۲۷۲ | کفایت فرمادی | ص/۶۱۰ س/۱ | کفایت دی | 〃 |
| ۲۷۳ | بھروسہ رکھو | ص/۶۳۱ س/۱ | بھروسہ کرو | 〃 |
| ۲۷۴ | اسی کی طرف ہے | ص/۶۲۰ س/۱ | اسی کی طرف سے ہے | 〃 |
| ۲۷۵ | مہربان بخشنے والا | ص/ 〃 س/۴ | مہربان بخشش والا | ترجمہ |
| ۲۷۶ | آسمان اور زمین | ص/۶۲۱ س/۶ | آسمان اور زمین سے | 〃 |
| ۲۷۷ | راتوں اور دنوں | ص/۶۲۴ س/۵ | دنوں اور راتوں | 〃 |
| ۲۷۸ | ان کے دلوں کی | ص/۶۲۴ا/۵ | ان کے دل کی | 〃 |
| ۲۷۹ | ہمارے قریب تک | ص/۶۲۶ س/۷ | ہمارے قرب تک | 〃 |
| ۲۸۰ | ایک نصیحت کرتا ہوں | ص/۶۲۸ س/۳ | ایک ہی نصیحت کرتا ہوں | 〃 |
| ۲۸۱ | اللہ کے حکم پر | ص/۶۳۰ س/۴ | اللہ کے حلم پر | 〃 |
| ۲۸۲ | بدر جہاں بہتر ہے | ص/۶۳۰ س/۳۲ | بدر جہا بدتر ہے | تفسیر ۱۹ |
| ۲۸۳ | پانی خوشگوار | ص/۶۳۱ س/۹ | جس کا پانی خوشگوار | ترجمہ |
| ۲۸۴ | دوسرے کا | ۶۳۲ س/۸ | دوسری کا | 〃 |
| ۲۸۵ | سنانا انھیں کو | ص/۶۳۲ س/۱۰ | سنانا تو انھیں کو | 〃 |
| ۲۸۶ | چوپایوں کے رنگ | ص/۶۳۴ س/۱ | چارپایوں کے رنگ | 〃 |
| ۲۸۷ | ایمان واطاعت | ص/۶۳۵ س/۲۷ | ایمان وطاعت | تفسیر ۹۳ |
| ۲۸۸ | سیدھی راہ پر | ص/۶۲۷ س/۱۰ | سیدھی راہ | ترجمہ |
| ۲۸۹ | جیسے کھجور کی پرانی ڈال | ص/۶۴۱ س/۶ | جیسی کھجور کی پرانی ڈال | 〃 |
| ۲۹۰ | آج اسی میں جاؤ | ص/۶۴۳ س/۸ | آج اس میں جاو | 〃 |
| ۲۹۱ | بدل دیتے | ص/۶۴۴ س/۱ | بدل دیتے کہ | 〃 |
| ۲۹۲ | تو کیا سمجھتے نہیں | ص/۶۴۴ س/۲ | تو کیا وہ سمجھتے نہیں | 〃 |
| ۲۹۳ | سوار ہوتے ہیں | ص/۶۴۴ س/۶ | سوار ہوتے | 〃 |

| ۳۳۹ | ڈرسنانے والا ہوں | ص/۸۱۲ س/۱۰ | ڈرسنانے والا | ″ |
|---|---|---|---|---|
| ۳۴۰ | صبح ہوتے ایک دوسرے کو | ص/۸۲۰ س/۹ | صبح ہوتے آپس میں ایک دوسرے کو | ″ |
| ۳۴۱ | ان سے اجرت | ص/۸۲۲ س/۷ | ان سے کچھ اجرت | ″ |
| ۳۴۲ | اس میں پڑھتے ہو | ص/۸۱۲ س/۹ | جس میں پڑھتے ہو | ″ |
| ۳۴۳ | بچھڑے ہوئے | ص/۸۲۳ س/۸ | پچھڑے ہوئے | ″ |
| ۳۴۴ | علیہ السلام کی | ص/۸۲۴ س/۳ | علیہ السلام | تفسیر ۱۴ |
| ۳۴۵ | حضرت نوح علیہ السلام | ص/۸۲۴ س/۶ | حضرت نوح علیہ السلام کی | ۱۵″ |
| ۳۴۷ | پھر ان کی رگ دل | ص/۸۲۶ س/۶ | پھر ہم ان کی رگ دل | ″ |
| ۳۴۸ | وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے | ص/۸۳۰ س/۶ | بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے | ″ |
| ۳۴۹ | روشن کیا | ″ | روشنی کیا | ″ |
| ۳۵۰ | اور سواع | ص/۸۳۱ س/۵ | اور نہ سواع | ″ |
| ۳۵۱ | ہرگز آدمی اور جن | ص/۸۳۲ س/۸ | ہرگز جن اور آدمی | ″ |
| ۳۵۲ | آدمیوں میں کچھ مرد | ص/۸۳۲ س/۸ | آدمی میں کے کچھ مرد | ″ |
| ۳۵۳ | کچھ مردوں کے پناہ | ص/۸۳۲ س/۹ | کچھ مردوں کی پناہ | ترجمہ |
| ۳۵۴ | آدمیوں کو ڈراؤ | ص/۸۳۹ س/۵ | آدمیوں کو ڈراوا | ″ |
| ۳۵۵ | اور کہیں گے | ص/۸۴۱ س/۸ | اور لوگ کہیں گے | ″ |
| ۳۵۶ | اس نے نہ تو سچ مانا | س/۷ | تو اس نے نہ تو سچ مانا | ″ |
| ۳۵۷ | کہ وہ اسے جانچیں | ص/۸۴۲ س/۸ | کہ اسے جانچیں | ″ |
| ۳۵۸ | چھوڑ بیٹھے ہیں | ص/۸۴۴ س/۹ | چھوڑے بیٹھے ہیں | ″ |
| ۳۵۹ | وہ روز فیصلہ کیا ہے | ص/۸۴۵ س/۹ | وہ روز فیصلہ کیسا ہے | ″ |
| ۳۶۰ | اور پھر بدلیوں سے | ص/۸۴۸ س/۷ | اور بھری بدلیوں سے | ″ |

| نمبر | | حوالہ | | |
|---|---|---|---|---|
| ۳۶۱ | فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے | ص/ س/۷ | فیصلہ کے دن کا وقت ٹھہرا ہوا ہے | ٭ |
| ۳۶۲ | اس کی رات | ص/۸۵۱س/۴ | اور اس کی رات | ٭ |
| ۳۶۳ | ناپ تول کردیں | ص/۸۵۶س/۴ | ناپ یا تول کردیں | ٭ |
| ۳۶۴ | مگر ہر سرکش | ص/۸۵۷س/۳ | مگر ہر سرکش گنہگار | ٭ |
| ۳۶۵ | ضرور دوڑنا ہے | ص/۸۵۹س/۱ | یقینی دوڑنا ہے | ٭ |
| ۳۶۶ | کھائی والوں پر لعنت ہو | ص/۸۶۰س/۳ | کھائی والوں پر لعنت ہو وہ | ٭ |
| ۳۶۷ | پھر ہوا ان سے | ص/۸۶۶س/۹ | پھر ہوا ان سے | ٭ |
| | انھوں نے آپس میں کا وصیتیں کیں | ص/ س/ | آپس میں صبر کی وصیتیں کرو اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کرو | ٭ |
| ۳۶۹ | اور بہت اس سے | ص/۸۶۸س/۸ | اور بہت جلد اس سے | ٭ |
| ۳۷۰ | رضا چاہتا ہے | س/۱۰ | رضا چاہتا | ٭ |
| ۳۷۱ | کیا ہم نے تمارا سینہ | ص/۸۶۹س/۹ | کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارا سینہ | ٭ |
| ۳۷۲ | ناشکرا | ص/۸۷۴س/۳ | ناشکر | ٭ |
| ۳۷۳ | گھٹا سر پر اٹھائی | ص/۸۷۴س/۴ | گھٹا سر پر اٹھائے | ٭ |
| ۳۷۴ | مخلوق کی شر سے | ص/۸۸۰س/۱ | مخلوق کے شر سے | ٭ |

## ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ

### کی قلمی خدمات

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | امام احمد رضا کی فطری تنقیدیں | پی ایچ ڈی مقالہ |
| ۲ | امام رضا اور بہار | مجموعۂ مقالات |
| ۳ | امام احمد رضا اور بہار کی خانقاہیں | مجموعۂ مقالات |
| ۴ | امام احمد رضا اور عظیم آباد | مجموعۂ مقالات |
| ۵ | امام احمد رضا اور سلسلۂ فردوسیہ | گم شدہ کڑیوں کی تلاش |
| ۶ | فتاویٰ احمد رضا | عوامی مسائل کا انتخاب |
| ۷ | ارمغان رضا | امام احمد رضا کے فارسی کلام کا انتخاب و ترجمہ |
| ۸ | چمنستان رضا | حدائق بخشش کی موضوعاتی ترتیب |
| ۹ | بیاض رضا | قطب رضا میں شامل اشعار |
| ۹ | غزلیات رضا | مع تقدیم و ترتیب |
| ۱۰ | قصائد امام احمد رضا | مع تقدیم و ترتیب |
| ۱۱ | رباعیاتِ امام احمد رضا | مع تقدیم و ترتیب |
| ۱۲ | ''تحفۂ حنفیہ'' تحقیقی جائزہ اور اشاریہ | رضویات کے پہلے رسالے کی تحقیق و ترتیب |
| ۱۳ | تحریک ندوہ، تاریخی و تنقیدی جائزہ | مجموعۂ مقالات |
| ۱۴ | ''نعتیہ شاعری کے آداب'' کا تنقیدی مطالعہ | ناوک حمزہ پوری کی کتاب کا علمی جائزہ |
| ۱۵ | مطالعۂ رضویات | رضویات پر علمی و تنقیدی مقالات |
| ۱۶ | عرفانِ ادب | علمی و ادبی مقالات |
| ۱۷ | میزانِ ادب | تفسیراتی مضامین |
| ۱۸ | لمعان ادب | مذہبی مضامین |
| ۱۹ | وادیٔ نور کا سفر | تاثراتی سفرنامۂ حج |
| ۲۰ | پیمانۂ حجاز | نعتیہ مجموعہ |
| ۲۱ | درد ہے ہم سفر | شعری مجموعہ |

# باب سوم

# کنزالایمان: علمی وفنی مباحث

# امام احمد رضا اور کنز الایمان

■ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد قدس سرہ

اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' اور فتاویٰ '' العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' اپنی مثال آپ ہیں۔ ''کنز الایمان'' پر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے کراچی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی بھی کیا ہے جبکہ صرف ''کنز الایمان'' کے حوالے سے تقریباً پچاس کتب و رسائل اور مقالات پاک و ہند میں شائع ہو چکے ہیں۔ حال ہی میں عالمِ اسلام کی عظیم یونیورسٹی ''جامعۃ الازھر'' کے سربراہ (شیخ ازھر) کو بھی ''کنز الایمان'' کا تحفہ پیش کیا گیا ہے (۱۵)۔ اس ترجمہ پر بعض مفسرین نے تفسیری حواشی اور تفاسیر لکھی ہیں (۱۶)۔ ''کنز الایمان'' کا تقریباً ۸؍ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، عنقریب فارسی زبان میں ترجمہ کا کام بھی شروع ہونے والا ہے۔

''فتاویٰ رضویہ'' فقہ حنفی کا ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے جسے دیکھ کر علماء عجم ہی نہیں بلکہ فضلاء عرب بھی حیران رہ گئے، چنانچہ محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض کے کلیۃ الشریعہ کے پروفیسر شیخ عبد الفتاح ابوغدہ نے فتاویٰ رضویہ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمایا تو حیرانی کے عالم میں فرمایا:

> ''میں نے جلدی جلدی میں عربی، فتویٰ مطالعہ کیا، عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوالِ سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے''۔ (۱۷)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علمی خدمات پر اہلِ علم و فن کے تاثرات کے متعدد مجموعے اردو، انگریزی وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں آپ پر لکھے گئے مضامین و مقالات اور تحقیقی کام کی تفصیل الگ ہے۔ اعلیٰ حضرت واحد ایسی شخصیت ہیں جن کی ذات کے حوالے سے تحقیقی کام کرنے کے لیے دنیا بھر میں افراد ہی نہیں ادارے بھی فعال کردار ادا کر رہے ہیں جن میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی، رضا اکیڈمی لاہور، مرکزی مجلس رضا، رضا فاؤنڈیشن لاہور،

رضا اکیڈمی ممبئی، انٹرنیشنل سنی رضوی سوسائٹی ماریشس، رضا فاؤنڈیشن امریکہ، اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن اور رضا اسلامک اکیڈمی چٹا گانگ بنگلہ دیش، رضا اکیڈمی برطانیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

رضا فاؤنڈیشن لاہور نے علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی (علیہ الرحمہ) کی سرپرستی میں فتاویٰ رضویہ کی عربی وفارسی عبارات کے تراجم اور تخریج کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا، اس طرح اب تک فتاویٰ رضویہ قدیم کی ۱۲ر جلدیں، ۳۰ر جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے فکر و خیال کے بہت سے پہلو ہیں مگر اس وقت ہم صرف ''کنزالایمان'' کے حوالے سے آپ کے علوم وفنون کا نظارہ کرانا چاہتے ہیں۔

قرآن حکیم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اور پھر باطن کا باطن ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے ظاہر بیں نگاہ اس گہرائی میں اُتر سکتی ہی نہیں۔ ترجمہ کرتے وقت مترجم کی ایک ذہنی فضا ہوتی ہے، باکمال مترجم کی اس ذہنی فضا میں ستارے ڈھلتے ہیں۔ علم ودانش کی وسعت کے ساتھ ساتھ یہ فضا بھی وسیع ہوتی جاتی ہے ورنہ مترجم لغت میں اٹک کر رہ جاتا ہے بلکہ اس کے لیے مختلف المعانی لفظ کے لیے یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ کس معنی کا انتخاب کرے اور کن معانی کو چھوڑ دے۔ وہ ایک معنی کی تنگ نائے میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسی محدود نظر رکھنے والا مترجم ہرگز قرآن جیسی عظیم کتاب کے ترجمے کا حق نہیں رکھتا۔

جس طرح نگینے جڑنے والا زیورات میں رنگ برنگے چھوٹے بڑے نگینے بٹھاتا چلا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح باکمال مترجم الفاظ کے سامنے الفاظ بٹھاتا چلا جاتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو الفاظ خود بخود بیٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کنزالایمان کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بے پناہ تدبر کا بھی اندازہ ہوتا ہے، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ عوام الناس کے سامنے کیا بات آنی چاہیے اور کیا بات نہیں آنی چاہیے۔ وہ ترجمہ کرتے وقت پڑھنے والوں کے دلوں کو سنبھالے رکھتے ہیں۔ اس خوبی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اردو کے مترجمین قرآن میں امام احمد رضا اپنے تبحر علمی کی وجہ سے بے نظیر اور بے مثال معلوم ہوتے ہیں جس نے ان کا مطالعہ کیا ہے اور مختلف علوم وفنون اور مختلف زبانوں میں ان کی مطبوعات و مخطوطات اور شرح وحواشی دیکھے ہیں وہ اس امر کی تصدیق کر سکتا ہے، وہ ایک باخبر ہوشمند اور باادب مترجم تھے، ان کے ترجمے کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے آنکھیں بند کر کے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامینِ قرآن اور متعلقاتِ قرآن ان کے سامنے ہوتے تھے۔ آپ کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں، مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایسی نظر عطا فرما دے جس کے سامنے علم ودانش کی وسعتیں سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائیں، فی البدیہہ ترجمۂ قرآن میں ایسی جامعیت کا پیدا ہو جانا عجائباتِ عالم میں سے ایک عجوبہ

ہے، اس سے مترجم کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

کسی حسین کے کمالِ حسن کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب کوئی اور حسین اس کے پہلو میں بٹھایا جائے۔ اردو کے تمام تراجمِ قرآن میں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ نہایت ہی حسین معلوم ہوتا ہے مگر حیرت ہے کہ بعض لوگوں کو دوسرے ایسے تراجم حسین لگتے ہیں جن کو عقلِ سلیم تسلیم نہیں کرتی۔ ہم اس حسین ترجمے کے ساتھ اردو کے دیگر تراجم کی بعض مثالیں پیش کر رہے ہیں پھر آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ حسن و رعنائی، ادب اور گہرائی و گیرائی کس ترجمہ میں ہے۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (سورۂ آل عمران ۳- آیت ۵۴)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی:

"اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے"

ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری:

"اور وہ (یعنی یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں ایک) چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لیے) چال چلا اور خدا خوب چال چلانے والا ہے"

ترجمہ مولانا اشرفعلی تھانوی:

"اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں"

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

"اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے"

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ط (سورۂ النساء ۴- آیت ۱۴۲)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی:

"البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا"

ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری:

"منافق ان چالوں سے اپنے نزدیک خدا کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) اور وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے"

ترجمہ مولانا اشرفعلی تھانوی:

"بلاشبہ منافق لوگ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس

چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں"

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

"بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا"

فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ ط (سورۂ شوریٰ ۴۲- آیت ۲۴)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی:

"سو اگر اللہ چاہے مُہر کر دے تیرے دل پر"

ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری:

"اگر خدا چاہے تو اے محمد تمہارے دل پر مہر لگا دے"

ترجمہ مولانا اشرفعلی تھانوی:

"سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے"

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

"اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت وحفاظت کی مُہر فرما دے"

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ط (سورۂ محمد ۴۷- آیت ۱۹)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی:

"اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کیلیے"

ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری:

"اور گناہوں کی معافی مانگو اور (اور) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی"

ترجمہ مولانا اشرفعلی تھانوی:

"اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے بھی"

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

"اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو"

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ط

(سورۂ الفتح ۴۸- آیت ۱،۲)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی:

''ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے''

ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری:

'' (اے محمد) ہم نے تم کو فتح دی۔ فتح بھی صریح اور صاف تا کہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے''

ترجمہ مولانا اشرفعلی تھانوی:

''بیشک ہم نے آپ کو ایک کُھلم کُھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے''

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

''بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے''

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (سورۃ الضحیٰ ۹۳۔ آیت ۷)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی:

''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی''

ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری:

''اور رستے سے ناواقف دیکھا تو رستہ دکھایا''

ترجمہ مولانا اشرفعلی تھانوی:

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) راستہ بتلادیا''

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورۃ الکہف ۱۸۔ آیت ۱۱۰)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی:

''تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم''

ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری:

''کہہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں''

ترجمہ مولانا اشرفعلی تھانوی:

''اور آپ یوں بھی کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں''

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

''تم فرماؤ ظاہری صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں''

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ۝ (سورۂ طٰہٰ ۲۰۔ آیت ۱۲۱)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی:

''اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا''

ترجمہِ مولانا فتح محمد جالندھری:

''اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے''

ترجمہ مولانا اشرفعلی تھانوی:

''اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے''

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

''اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی''

قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۝ (سورۂ الشعرآء ۲۶۔ آیت ۲۰)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی:

''کیا تو تھا میں نے وہ کام اور میں تھا چوکنے والا''

ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری:

''(موسیٰ نے) کہا کہ (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں تھا''

ترجمہ مولانا اشرفعلی تھانوی:

''موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی''

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

''موسیٰ نے فرمایا، میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی''

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِىٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (سورۃ التحریم ۶۶۔ آیت ۱۲)

ترجمہ مولانا محمود حسن دیو بندی:

''اور مریم بیٹی عمران کی، جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو''

ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری:

''اور (دوسری) عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا''

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی:

''(اور نیز مسلمانوں کی تسلی کے لیے) عمران کی بیٹی (حضرت) مریم (علیہا السلام) کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنے ناموس کو (حرام اور حلال دونوں سے) محفوظ رکھا''

ترجمہ اعلیٰ حضرت:

''اور عمران کی بیٹی مریم، جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی''

یہ چند نمونے پیش کیے گئے ہیں، پورے قرآن پاک سے لیے جاتے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاتی۔ ترجمہ کا جائزہ لیتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے شاگرد و خلیفہ، فاضل جلیل مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کو فی البدیہہ یہ ترجمہ املا کرایا تھا، ان کے سامنے نہ سابقہ اردو تراجم تھے اور نہ متعلقہ کتابیں، ہاں وہ دماغ ضرور تھا جس کو دنیا کا عظیم علمی خزانہ کہا جائے تو بجا ہے۔ ترجمۂ قرآن فی البدیہہ املا کرانے کے باوجود یہ ترجمہ ایسا گٹھا ہوا اور بندھا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے برسوں محنت کی ہو اور مہینوں نوک پلک درست کی ہو۔ الحمد للہ اس ترجمہ کے اصل متن کا مخطوطہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے، اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ املا بھی اتنی سرعت سے کرایا گیا کہ تشریحی کلمات کے لیے قوسین لگانے کا وقت بھی میسر نہ آیا۔ یہ کام ناشرین کو کروانا چاہیے۔

الغرض اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے علم و فضل کی شعاعوں سے ہر شعبۂ زندگی کو منور کیا۔ وہ جب تک رہے عالم اسلام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

.........انہوں نے علوم قرآنیہ میں راہ دکھائی (۱۸)۔

.........علوم قدیمہ میں راہ دکھائی (۱۹)۔

.........علوم جدیدہ میں راہ دکھائی (۲۰)۔

............ردِ بدعات میں راہ دکھائی (۲۱)۔

............ادبیات میں راہ دکھائی (۲۲)۔

............سیاسیات میں راہ دکھائی (۲۳)۔

وہ ایک عظیم رہنما تھے، زندگی بھر بھولے بھٹکوں کو راہ دکھاتے رہے۔ انہوں نے مارہرہ شریف سے جو روشنی حاصل کی تھی سارے عالم میں اس کو پھیلاتے رہے اور دنیا کو روشن کرتے رہے۔ وہ مارہرہ شریف کے پیارے دُلارے تھے، اپنے مرشد کامل کے محبوب و مطلوب تھے۔ آج بھی مرشد کا خاندان آپ کے خاندان کا قدرداں ہے، مولیٰ تعالیٰ محبت و الفت کے ان روحانی رشتوں کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے (آمین)۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے صاحبزادگان حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں اور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہما الرحمہ بھی آفتاب و ماہتاب تھے اور عرب و عجم کے خلفاء نورٌ علیٰ نور، ایک ایک پر کسی بھی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا جا سکتا ہے۔

## حواشی و حوالے


(۱) ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی، حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۳۸ء، ص ۱

(۲) ایضاً ص ۲ (نوٹ: بڑیچ قبیلے کی اکثریت آج کل کوئٹہ اور اس کے مضافات میں آباد ہے، حال ہی میں ان لوگوں نے "بڑیچ قومی اتحاد" نامی تنظیم بھی قائم کی ہے۔)

(۳) مولوی رحمٰن علی، تذکرہ علماء ہند، مطبوعہ کراچی، ص ۵۳۰

(۴) ملاحظہ کریں: عبدالستار ہمدانی "کہی اَن کہی" مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء

(۵) ابوالحسن علی ندوی "نزہۃ الخواطر"، جلد ۸، مطبوعہ ۱۹۷۶ء، ص ۳۸ (نوٹ: ان عرب علماء کے حالات ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، قسط وار شائع کر رہا ہے)

(۶) مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ بنارس ۱۹۸۹ء، ص ۳۶۸

(۷) مولانا محمود احمد قادری، تذکرۂ علمائے اہلسنت، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء، ص ۲۱

(۸) علامہ محمد احمد مصباحی، امام احمد رضا اور تصوف، مطبوعہ مبارک پور ۱۹۸۸ء، ص ۹-۱۰

(۹) ایضاً ص ۱۰

(۱۰) مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی ۱۹۹۲ء، ص ۳۱

(۱۱) ملاحظہ کریں: اقبال احمد اختر القادری، امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، مطبوعہ حیدرآباد سندھ

(۱۲) مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، کراچی ۱۹۹۸ء، ص ۲۱

(۱۳) ملاحظہ کریں: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ''امام احمد رضا اور عالمی جامعات'' مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء

(۱۴) ملاحظہ کریں: اقبال احمد اختر القادری، ''امام احمد رضا اور جامعۃ الازہر'' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء

(۱۵) ہفت روزہ ''الدعوۃ'' لیبیا، شمارہ ۲۶ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(۱۶) سالنامہ ''معارف رضا'' کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۱۴۰

(۱۷) مولانا یٰسین اختر مصباحی ''امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں''، مطبوعہ کراچی، ص ۱۸۴

(۱۸) ملاحظہ کریں: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ''کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن'' مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء

(۱۹) ملاحظہ کریں: ''الکلمۃ الملھمہ فی الحکمۃ الحکمہ''، از: امام احمد رضا، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

(۲۰) ملاحظہ کریں: (الف) ''فوز مبین در رد حرکتِ زمین''، از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ ادارہ سنی دنیا بریلی، انڈیا، (ب) ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین''، از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، (ج) ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم''، از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

(۲۱) ملاحظہ کریں: مولانا یٰسین اختر مصباحی، ''امام احمد رضا اور ردِ بدعات ومنکرات''، مطبوعہ لاہور

(۲۲) ملاحظہ کریں: (الف) حدائق بخشش، از: امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، (ب) شرح سلام رضا، از: علامہ مفتی محمد خان قادری، مطبوعہ لاہور، (ج) ''الحقائق فی الحدائق'' از: علامہ فیض احمد اویسی، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

(۲۳) ملاحظہ کریں: (الف) ''دوام العیش'' از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور، (ب) ''فاضل بریلوی اور ترک موالات''، از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، (ج) ''المحجۃ المؤتمنہ'' از: امام احمد رضا، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ص ۷۵

# کنز الایمان گنجینۂ عرفان

■ محمد نعیم اختر نقشبندی مجددی قادری رضوی

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں قادری قدس اللہ سرہ العزیز بلاشبہ آیت من آیات اللہ اور حجۃ اللہ فی الارض کے معزز القابات کے سزاوار ہیں۔

حضور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی عطایات میں ایک عطا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی صورت میں ہے جس کے باعث ہزارہا مسلمانانِ اہلِ سنت کے عقائد واعمال گمراہی و بے راہ روی سے محفوظ ہیں **الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک**

علمائے اہلِ سنت و جماعت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن بنام کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کو اسم بامسمّٰی (ایمان کا خزانہ) جانتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کو قرآن مجید کی تفسیر و ترجمہ یوں ازبر تھا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی پیش کش پر اُنہیں برجستہ املا کرواتے کہ گویا قرآن کریم کی تمام معتبر و مستند تفاسیر پر گہری نظر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُردو زبان کے الفاظ و محاورات برمحل استعمال جو روح قرآن کی ترجمانی کرنے پر کامل عبور ہے۔

قرآن مجید کا اُردو زبان میں اس سے بہتر اور عمدہ ترجمہ معرض وجود نہیں آیا۔ آپ کے ترجمۂ قرآن کے علاوہ بہت سے اُردو تراجم بازار میں موجود ہیں لیکن جو ایمان کی چاشنی وحلاوت اور تفاسیر کی تحقیقات کا جو عطر کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن میں ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ بندہ ناچیز نے صرف چند آیات کا ترجمہ کنز الایمان سے نقل کر کے اسکی اہمیت پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک کے صدقے میں قبول فرمائے۔ آمین۔

**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔**

سب تعریفیں خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام مخلوق کا پروردگار ہے۔ (فتح محمد)

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا۔ (محمود الحسن)

ان ترجموں میں رب کے معنے پالنے والا کیا ہے کہ اب بمعنی مربی یعنی پرورش کرنے والا استعمال ہوتا ہے۔

لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہاں رب کے معنی مالک کے کیے ہیں۔

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک ہے سارے جہان والوں کا۔ رب بمعنی مربی خاص ہے لیکن مالک عام ہے۔ جو اس کے ہر قسم کے تصرف کو شامل ہے۔ تفسیر جلالین کی عبارت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ کی تائید کرتی ہے۔

رب العلمین اسی مالك جميع الخلق من الانس والجن والملائكة والدواب.

وہ تمام مخلوق کا مالک ہے انسانوں۔ جنوں۔ فرشتوں جانوروں وغیرہ کا۔

یایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

(سورۂ بقرہ آیت)

ترجمہ امام احمد رضا: اے لوگو! اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے "لعلکم تتقون" کے بارے میں فرمایا۔

حال من الضمير فی أُعبدوا. کا نہ قال اعبدو ربکم راجین ان تنخرطوا فی سلك المتقين ۔اعبدوا میں ضمیر سے حال ہے۔ گویا کہ فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو یہ امید کرتے ہوئے کہ تم متقیوں کی صف میں شامل ہو جاؤ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے قاضی بیضاوی کے استدلال کو مدنظر رکھتے ہوئے دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ بعض نے "لعلکم تتقون" کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ قاضی بیضاوی نے اس کے بارے میں فرمایا:

لم یثبت فی اللغة: یعنی لغت میں اس کی مثال ثابت نہیں۔

قاضی بیضاوی نے یہ کیوں فرمایا کہ راجین ان تنخرطوا فی سلك المتقين ۔

قاضی صاحب فرماتے هیں. ان العابد ینبغی لایغتر بدبادته ویکون ذاخوف ورجاء عابد کو چاہیے کہ وہ عبادت پر مغرور نہ ہو خوف ورجا کے ساتھ عبادت کرنے والا ہو۔

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔

یہ امید کرتے ہوئے تمہیں پرہیزگاری ملے۔

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (سورۂ بقرہ آیت ۴۸)

اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش۔ (محمود الحسن)

نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی۔ (مودودی)

اور نہ کسی کی سفارش منظور کی جائے۔ (فتح محمد)

اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے۔ (اشرف علی)

ان تراجم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی کی سفارش کسی کے لیے نہیں ہوگی۔
حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ انبیاء، شہدا، صلحا، سفارش فرمائیں گے کما جاء فی الحدیث
قرآن کریم نے فرمایا۔

**ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعة الامن شهد بالحق وهم یعلمون**
(سورۂ زخرف آیت ۸۶)

اور جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہاں شفاعت کا اختیار انھیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔
اس آیت کریمہ کی روشنی میں اوپر والی آیت کا ترجمہ کنز الایمان ملاحظہ ہو۔
''اور نہ کافر کے لیے کوئی سفارش مانی جائے۔''

**انما حرم علیکم المیتة والدم الحم الخنزیر وما اهل به لغیر اللّٰه** (سورۂ بقرہ)

زیرِ آیت **وما اهل به لغیر اللّٰه** میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔
اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ فارسی میں یوں فرمایا۔
وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا۔
یہ بالکل وہی ترجمہ ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ قاضی ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا۔

**ولا خلاف بین المسلمین ان المرادبه الذبیحة اذا اهل بها لغیر اللّٰه عند الذبح**
(ج ا ص ۱۲۵)

افسوس ناک پہلو یہ ہے حکومتِ سعودیہ کی طرف سے جو شاہ ولی اللہ کا ترجمۂ قرآن فارسی زبان میں شائع کیا گیا ہے ان الفاظ کا ترجمہ بدل دیا گیا ہے۔
اب یہ کہہ دیا گیا ہے
وآنچہ آواز بلند کرد شود براو بغیر نام خدا۔ ۳۷ے
جبکہ تاج کمپنی کا جو فارسی ترجمہ ہے وہاں اصل الفاظ موجود ہیں۔
وآنچہ آواز بلند کردہ شود ذبح وے بغیر خدا۔

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (پ ۱۴ آیت ۲۹)

اس میں اپنی بے بہا چیز یعنی روح پھونک دی۔ (مولوی فتح محمد)

اور پھونک دوں بیچ اس کے روح اپنی سے۔ (شاہ رفیع الدین)

اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے۔ (شاہ عبد القادر، محمود الحسن)

اس میں اپنی جان ڈال دوں۔ (مولوی اشرف علی)

اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں۔

ان تراجم میں "اپنی جان ڈال دوں" یا اپنی جان پھونک دوں یہ وہم ہوتا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ پر روح کا اطلاق ہو سکتا ہے؟

کیا روح باری تعالیٰ اس سے جدا ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی روح کیسے ڈال دی؟

ان خدشات واوہام کو امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں راہ ہی نہیں ملاحظہ ہو۔

اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں۔

تفسیر جمل میں ہے۔

من روحی من زائدۃ اوتبعیفیۃ ای نفخت فیہ روحاً ھی بعض الارواح التی خلقھا ای ادخلتھا واجریتھا

یعنی من روحی "میں" مِنْ زائدہ یا تبعیضہ یعنی میں اس میں روح دال دوں جو میری تخلیق شدہ ارواح کا بعض ہوگا۔

تفسیر جلالین وحاشیہ میں ہے۔

اضاف الروح الیہ تشریفاً لادم کما یقال بیت اللہ

یعنی من روحی میں اضافت تشریفی ہے آدم علیہ السلام کے لیے جیسے بیت اللہ میں۔ اس طرح من روحی میں اللہ تعالیٰ کی روح جان نہیں بلکہ مراد وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے معزز ترین ہوگی۔ امام رازی نے بھی اسی مضمون کو بیان فرمایا۔ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں ابتداءً اسی مقصود کو بیان کر دیا ہے۔

یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی ہیں جس میں ہمارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی قرآن کریم کی تمام معتبر و مستند تفاسیر پر گہری نظر ہے۔ جوں جوں اہل علم کنز الایمان پر تحقیقی نظر ڈالیں گے کنز الایمان کی تابانیاں پورے جوبن پر تعصب وعناد کی سیاہ تاریکیوں کو منہ چھپانے پر مجبور کر دیں گی۔

کنز الایمان ترجمہ قرآن کا ہے بغیر ریب وشک اک شاہکار

# ہدایتِ صراطِ مستقیم: معنی حقیقی کی تحقیق

■ مولانا یٰسین اختر مصباحی ———

قرآنِ حکیم علوم و معارفِ کائنات کا بیش بہا مرقع اور لازوال خزانہ ہے۔ بنی نوعِ انسان کی چشمِ بصیرت کے لیے نگار خانۂ قدرت اور صحیفۂ ہدایت ہے۔ سعید و صالح اَرواح کے لیے چشمۂ شیریں اور آبِ حیات ہے، جس سے قیامت تک ہر سلیم الفطرت انسان فیض یاب و سیراب و شادکام ہوتا رہے گا۔ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اس کی مخلوق کے لیے نازل ہونے والی یہ آخری کتابِ ہدایت ہے۔

اسرار و حقائقِ قرآنِ حکیم کے فہم و ادراک سے اب تک عقلِ انسانی عاجز و درماندہ ہے۔ اور اس کے کمالات و امتیازات و خصوصیات کی کماحقہ تفسیر و تشریح سے زبان و قلم دونوں قاصر اور بے بس ہیں۔

صرف ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی بلکہ ضخیم ترین کتبِ تفاسیر اور طویل ترین دفاتِر تشریح و توضیح سے بھی یہ ممکن نہیں کہ قرآن حکیم کے مفاہیم اور معانی و مطالب کا احاطہ کیا جا سکے۔ لیکن جہاں تک اور جس حد تک بھی ہمارے قدیم و جدید مفسرین و مترجمین کرام سے ممکن ہو سکا ہے انہوں نے مسلسل کوشش کی ہے کہ صحت و وضاحت کے ساتھ تعلیمات و ارشاداتِ قرآن کو عام سے عام تر کیا جا سکے۔ قرآنی جواہر پارے مختلف زبانوں میں پیش کرتے رہنے کا سلسلہ عہد صحابۂ کرام سے آج تک جاری ہے اور اِن شاء اللہ قیامِ قیامت تک یہ سلسلۂ خیر و برکت یوں ہی جاری رہے گا۔

دنیا کی بیشتر زبانوں میں قرآن حکیم کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں جن میں اردو زبان کے تراجم قرآن کی تعداد غالباً سب سے زیادہ ہے۔ عربی زبان کے بعد تفسیر قرآن کے باب میں بھی اردو ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے اندر متعدد ضخیم تفاسیر موجود نہیں ہیں۔ ان تراجم و تفاسیر کا معیار اور ان پر کچھ نقد و نظر یہ ایک الگ مسئلہ ہے جس پر اظہار خیال اور خامہ فرسائی کا یہ موقعہ نہیں۔

اردو زبان کے درجنوں تراجم قرآن حکیم کے درمیان "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کی شہرت و مقبولیت کا ایک بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ ترجمۂ قرآن قدیم و معتمد اور راجح تفاسیر قرآن کے عین مطابق ہے اور اس کے اندر توحید و رسالت کی عظمت و منزلت کا خصوصی خیال و لحاظ رکھا گیا ہے جو اسلام کو مطلوب

اور اس کا مقصود ہے۔ مطالب و مفاہیم قرآن حکیم کو جس صحت و جامعیت کے ساتھ اس ترجمۂ قرآن میں اجاگر کیا گیا ہے اس کی مثال اردو زبان کے دوسرے تراجم میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔

فقیہ اسلام امام اہلِ سُنت حضرت مولانا المفتی الشاہ محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا یہ ترجمۂ قرآن بلاشبہ ہدایت یافتہ اور انعام یافتہ ہے اپنے ربِ قادر و قیوم کی جانب سے جس نے اس کے مترجم کو اپنی توفیقِ خاص سے شرحِ صدر اور وصول اِلیٰ الحق کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور اہلِ حق کے قلوب اس کی جانب مائل کر کے اسے قبولِ عام کی بیش بہا دولت عطا فرمائی۔

کنز الایمان کے محاسن و خصوصیات کا دائرہ اور اس کا دامن بے حد وسیع ہے جس سے اہلِ علم اپنے ذوق و ظرف کے مطابق خوشہ چینی کرتے رہتے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں یہاں ہم صرف ایک آیت کریمہ کے اس ترجمہ کی نشان دہی کرنا چاہتے ہیں جس سے اکثر و بیشتر اردو مترجمینِ قرآن نے غفلت برتی ہے اور اس مفہوم قرآن کو واضح نہیں کر سکے جس کا مقام نہایت اعلیٰ اور افضل ہے۔

سورۃ الفاتحہ کی ایک آیت کریمہ ہے۔ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ۔ اکثر مترجمین نے اِهۡدِنَا کا ترجمہ کیا ہے۔ ہمیں دکھا۔ یہ ترجمہ اگرچہ صحیح ہے مگر اس سے بہتر اور افضل و اعلیٰ ترجمہ ہے۔ ہمیں چلا۔ کسی کو راہ بتانا یا اسے راہ دکھانا اور چیز ہے اور اس راہ پہ چلانا اور چیز ہے۔ پہلی صورت کو اِراءۃ الطریق (راستہ دکھانا) اور دوسری صورت کو ایصال الیٰ المطلوب (منزل مقصود تک پہنچانا) کہا جاتا ہے۔ ان دونوں طرح کی ہدایات کے درجات میں جو تفاوت ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

کنز الایمان کے اندر اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ الحمد لِلّٰہ یہی ترجمہ قدیم تفاسیر معتبرہ راجحہ کے عین مطابق ہے۔

صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) کیا ہے اس کے بارے میں امام ابو محمد بن الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی (المتوفیٰ ۵۱۶ من الهجرة) زیرِ آیت اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ لکھتے ہیں:

والصراط المستقیم: قال ابن عباس وجابر: هو الاسلام وهو قول مقاتل۔ و قال ابن مسعود: هو القرآن۔ وروی عن عليٍ مرفوعاً "الصراط المستقیم کتاب الله"۔ وقال سعید بن جبیر: طریق الجنة۔ وقال سهل بن عبد الله: طریق السنة و الجماعة۔ وقال بکر بن عبد الله المزنی: طریق رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔ وقال ابو العالية والحسن: رسول الله وآله وصاحباه۔ واصله فی اللغة، الطریق

الـواضـح۔(ص ١٥۔تـفسير البـغوى(معالم التـنـزيـل)الـجز ء الاول،دار الكتب العلميه،بيروت)

صراطِ مستقیم سے مراد اسلام بھی ہے،قرآن بھی ہے،سنت بھی ہے،مذہب سنت و جماعت بھی ہےاور راہِ جنت بھی ہے۔

اہل ایمان کے درمیان اپنے علم وہدایت ومعرفت کے مختلف مراتب کے حامل خواص بھی ہوتے ہیں اور ایسے عوام بھی جو ان صفات سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ایسے خواص وعوام کے لحاظ سے ہدایت ودرجاتِ ہدایت مختلف ہوتے ہیں۔چنانچہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کی تفسیر کرتے ہوئے ابو الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسی البغدادی (المتوفی ١٢٧٠من الهجرة) لکھتے ہیں:

فمتىٰ قال الـعـامى اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ أراد أرشِدنا الى الاستقامة علىٰ امتثـالِ أوامـرك و اجتـنـابِ نواهيك۔ومتىٰ قال ذلك احد الخواص اَراد ثَبِّتۡنا علىٰ ما مـنحتنا به۔وهو المروى عن يعسوب المؤمنين كرم الله تعالىٰ وجهه وأُبى رضى الله تعالىٰ عنه۔(ص ٩٥۔روح المعانى،المجلد الاول۔دار الكتب العلميه،بيروت)

پھر ہدایت یافتہ مومن کی طرف سے دعائے ہدایت کا مطلب بتاتے ہوئے اور ہدایت کے متعدد معانی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

وللمحققين فى معنىٰ اِهۡدِنَا وجوه۔دفعوا بها ما يوشك ان يسأل عنه من ان المؤمن مهتدٍفالدعاء طلب لتحصيلِ الحاصل۔

احدها:۔ان معناه ثبتنا على الدين كيلا تزلزلنا الشبه۔وفى القرآن:رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا(آل عمران:٨) وفى الحديث:اللّٰهم يا مقلّبَ القلوب ثَبِّتۡ قلوبَناعلىٰ دينِك۔

وثـانيهـا:اعـطِـنـا زيـادـةَ الهـدىٰ كـمـا قال تعالىٰ:وَالَّذِيۡنَ اهۡتَدوا زَادَهُمۡ هُدىً(محمد:١٧)

وثـالثهـا:۔ان الـهـداية الثـواب كـقـولـه تـعـالـىٰ:يَهۡدِيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِيمَانِهِمۡ(يونس:٩)

فالمعنى اهدنا طريق الجنة ثواباً لنا،وَأيّدَ بقولهِ تعالىٰ :اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِى هَدانَا لِهذا(الاعراف:٤٣)

ورابـعهـا:۔ان الـمـراد دلّنا علىٰ الحق فى مستقبلِ عمرِنا كما دللتنا عليه

فی ماضیہ۔(ص۹۶:روح المعانی:المجلد الاول)

ہدایات ربانی کے مختلف وجوہ ومعانی بتاتے ہوئے الامام الشیخ اسمٰعیل حقی بن مصطفی الحنفی الخلوتی (المتوفی ۱۱۲۷من الھجرۃ/۱۷۱۵من المیلاد) اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ثم فی قولہ :اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم،مع انہ مھتدٍ وجوہ۔

الاول:۔ان لا بد بعد معرفۃ اللہ تعالیٰ والا ھتداء بھا من معرفۃ الخطِ المتوسط بین الافراط و التفریط فی الاعمال الشھویۃ و الغضبیۃ و انفاقِ المال۔والمطلوب ان یھدیہ الی الوسط۔

والثانی:۔انہ و ان عرف اللہ بدلیل فھناك ادلۃ اخریٰ۔فمعنی اھدنا عرفناما فی کل شئیٔ من کیفیۃِ دلالتہٖ علیٰ ذاتِك وصفا تِك وافعا لِك۔

والثالث:ان معناہ بموجب قولہ تعالیٰ:و اَنَّ ھذا صِراطِی مُستَقِیمًا (الانعام:۱۵۳)طلب الاِعراض عماسوی اللہ و ان کان نفسہ۔والاقبال بالکلیۃ علیہ۔(ص۲۴۔روح البیان۔المجلدالاول۔دارالکتب العلمیہ،بیروت)

مزید وضاحت مگر اختصار کے ساتھ الشیخ الامام ابو الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی (المتوفی ۵۱۶من الھجرۃ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قولہ:اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔اِھْدِنَا:اَرْشِدْنا:وقال علی و أبی بن کعب:ثَبِّتْنَا کما یقال:قُم حتی اعودالیك۔ای:دُم علیٰ ماانت علیہ۔واھدنا الدعاء من المؤمنین مع کونھم علیٰ الھدایۃ بمعنی التثبیت و بمعنی طلب المزید من الھدایۃ۔لأن الألطاف والھدایات من اللہ تعالیٰ لاتتناھی علیٰ مذھب اھل السنۃ(ص۱۴۔تفسیر البغوی(معالم التنزیل)الجزء الاول۔دارالکتب العلمیہ۔بیروت)

اِھْدِنَا کا معنی ہے:ہماری رہبری فرما۔حضرت علی وحضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے ہمیں اس پر ثابت قدم رکھ۔جیسے کہا جاتا ہے کہ ٹھہرے رہو جب تک میں تمہارے پاس واپس نہ آجاؤں۔ہدایت پر رہتے ہوئے بھی اہل ایمان کی اس دعا کا معنی ہے کہ اس پر ہمیں ثبات قدمی عطا فرما اور ہمیں مزید ہدایت کی توفیق مرحمت فرما۔کیوں کہ اللہ کی ہدایات والطاف غیر متناہی ہیں جیسا کہ اہلِ سُنّت کا مذہب ہے۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری(المتوفی ۳۱۰من الھجرۃ)اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والذی ھواولیٰ بتاویل ھذہ الایۃ عندی،اعنی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم۔ان یکون معنیابہ:وَفِّقنا للثبات علیٰ ما ارتضیتہ ووفقت لہ من انعمت علیہ من عبادك

من قول وعمل۔وذلك هوالصراط المستقيم۔لأن من وُفِّقَ لما وُفِّقَ له مَن أنعم اللهُ عليه من النبين والصديقين والشهداءِ فقدوُفِّقَ للاسلام،وتصديق الرسل،والتمسك بالكتاب۔و العمل بما امرالله به،و الانزجارعما زجره عنه،واتباع منهجِ النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم،ومنهاجِ ابی بکر و عمروعثمٰن وعلی،وکل عبدٍللّٰه صالحٍ۔وکل ذلك من الصراط المستقيم۔(ص ١٠٤۔تفسیرالطبری(جامع البیان فی تاویل القرآن)المجلدالاول،دارالکتب العلمیه،بیروت)

میرے نزدیک اس آیت کی اصح اور اولیٰ تفسیر اس کا یہ معنی ومفہوم ہے۔اپنی پسندیدہ بات اور جن بندوں پر اپنے انعام کے ذریعہ ان کے لیے اچھے قول وعمل کی راہ کی تو نے توفیق دی اس پر ہمیں بھی استقامت کی توفیق دے۔سبھی انعام یافتہ انبیا وصدیقین وشھدا کو جو بھی توفیق ملی وہ توفیق یہی ہے کہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔رسولوں کی تصدیق کریں۔کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رہیں۔اللہ کے حکم پر عمل کریں۔اس کی منع کردہ چیزوں سے دور رہیں۔

اور اہل ایمان کو یہی توفیق ملی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کی اتباع کریں،ابوبکروعمروعثمان وعلی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلیں،اللہ کے ہر نیک بندے کا طریقہ اپنائیں۔یہی چیزیں صراط مستقیم ہیں اور انہیں ہی صراط مستقیم کہا جاتا ہے۔

اس سے پہلے ھدایت کی مختلف تفاسیر پر بحث کرتے ہوئے امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (المتوفی ٣١٠ھ من الھجرۃ) فیصلہ کن انداز میں لکھ چکے ہیں کہ:

فکذلك قوله "اِهْدِنَا" انما هو مسألة الثبات علیٰ الهدیٰ فیما بقی من عمرہٖ (ص ١٠٣۔تفسیرالطبری۔المجلد الاول)

اس اِهْدِنَا کے اندر اس بات کی دعا ہے کہ اے اللہ! ہماری آئندہ زندگی اور باقی ماندہ عمر میں ہمیں ھدایت ہی پر ثبات واستقامت عطا فرما۔

کنزالایمان کے اس ایک ترجمہ اور نمونہ سے ہی یہ بات واضح اور ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے اپنی توفیق خاص سے نوازا ہے اور ہر قدم پر اس کی ایسی ہدایت فرمائی ہے جو اسے منزل مقصود سے ہم کنار کر دے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورۃ البقرہ:٢١٣) اور اللہ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔(سورۃ المائدہ:٥٤) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

# ترجمہ کنزالایمان کے بعض علمی پہلو

مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی

سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" کو اللہ رب العزت جل جلالہ نے وہ شرف قبولیت عطا فرمایا کہ ہر دور میں اپنوں اور غیروں نے اس کی جامعیت ومعنویت، سلاست وروانی، اور اردو ادب میں انفرادیت کا خطبہ پڑھا۔

اس میں شبہ نہیں کہ غیروں میں منصف مزاج لوگوں کے ساتھ ساتھ معاندین بھی ہر زمانہ میں رہے اور آج بھی ہیں، لیکن اس فرقہ عنادیہ کا نہ پہلے کوئی علاج تھا اور نہ آج ہے، لہذا اگر کوئی شخص بغرض عناد "کنزالایمان" کو نشانہ ستم بنائے تو اس سے اس کی حقانیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ماضی قریب میں کچھ اسی طرح کے لوگوں نے اس ترجمہ کے ساتھ معاندانہ رویہ اپنایا تو اس کی مقبولیت میں اضافہ ہی ہوا۔ بلا مبالغہ آج بھی اس کی مقبولیت کا آفتاب نصف النہار پر ہے اور چشم بد دور، اس کی مقبولیت عام میں اضافہ ہوتا ہی جائے گا۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی مسلم ہے کہ اس کی پذیرائی بلاوجہ نہیں بلکہ اس ترجمہ کے اندر زبان وبیان کی ندرت، فصاحت وبلاغت کی شان عقائد واحکام اور اصول وقواعد کی رعایت، عشق ومحبت کی چاشنی وحلاوت، حتی کہ روح قرآن کی نورانیت جیسی صفات بدیعہ جلوہ بار ہیں۔

ترجمہ کے اندر قرآنی علوم کو پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے، آیات کے موقع ومحل کو مدنظر رکھتے ہوئے نظم قرآن کے معانی اس طرح چن چن کے لائے گئے ہیں جیسے برسوں ان پر تحقیق کی گئی ہو، حالانکہ ترجمہ کا پس منظر بتاتا ہے کہ پورا ترجمہ بصورت املا تحریر کرایا گیا ہے، اور املا کرانے کے لیے بھی کوئی مستقل اطمینان کا وقت نہیں تھا بلکہ بوقت قیلولہ جب کہ اس وقت کتابوں کی طرف نہ توجہ نہ مراجعت، فقط آیات کو سن کر یونہی فی البدیہ اور برجستہ بولا گیا اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے لکھ لیا۔

اس پس منظر کو سامنے رکھ کر حاملین علم ودانش جب اس کا مطالعہ کریں گے تو وہ اس کی خوبیوں کے تعلق سے خراج عقیدت پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

دیگر مترجمین سے امتیاز کے لیے یہ بہت بڑا انفرادی وامتیازی پہلو ہے کہ امام اہلِ سُنّت نے

اپنی ہنگامی مصروفیات میں سے ایک ضمنی وقت اس کے لیے نکالا لیکن قوم وملت کو اردو زبان میں ایسا ایمانی خزانہ عطا فرمایا جو نادر المثال، علمی تحقیقات سے مالا مال اور عرفانی نکات کا بحر ذخار ہے۔

قرآن کریم کی ہر ہر آیت میں لفظی ومعنوی اعتبار سے جو حکمتیں پنہاں ہیں ان کو رسول ﷺ کے سوا کما حقہ کوئی انسان نہیں بیان کرسکتا آپ کے علاوہ کوئی بھی جو کچھ بتائے گا وہ آپ کی تعلیمات سے یا آپ کے صدقہ وطفیل ملنے والی عقیل سلیم کے ذریعہ۔۔۔۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہ سلسلہ جاری ہوا اور آج تک جاری ہے اور آئندہ بھی اسی طرح جاری رہے گا۔ زیر مطالعہ مضمون میں راقم الحروف نے چند مقامات سے آیات کے ترجمہ کے بعض علمی پہلو متقدمین ومتاخرین کی عربی تفاسیر کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس سے ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "کنز الایمان" کا معیار کتنا بلند ہے اور یہ اپنے اندر کس قدر خوبیاں رکھتا ہے۔

**مقام اول:**

سورہ بقرہ کی دوسری آیت کا جز ہے:

آیت:﴿ذلك الكتاب لا ريب فيه﴾

ترجمہ: وہ بلند رتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں۔ (کنز الایمان)

یہاں (ذلک) کے سلسلہ میں مفسرین نے نہایت تفصیلی گفتگو کی ہے، اصل سوال یہ ہے کہ قرآن کریم جو موجود ہے یہاں (ذلک) سے اس کی جانب اشارہ ہے جب کہ "ذلک" اسم اشارہ اہل عرب کے عرف میں بعید کے لیے بولا جاتا ہے، لہذا یہاں عرف عرب کے مطابق "ھذا" آنا چاہیے تھا، پھر یہاں وہ کونسا نکتہ ہے جس کے پیش نظر "ھذا" کے بجائے "ذلک" لایا گیا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کے بارے میں بہت سے لوگ پہلے دن سے شک وشبہ میں مبتلا ہیں اور آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں پھر بالکلیہ نفی فرمانا کہ "اس میں کوئی شک نہیں" بظاہر خلاف واقع معلوم ہوتا ہے۔

ان دونوں سوالوں کے جواب سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے ترجمہ کے اندر اس بالغ نظری اور عمیق نگاہی سے دیے ہیں جس کی جتنی مدح کی جائے کم ہے، جب کہ دوسرے متداول ترجمے اس سے یکسر خالی ہیں۔

ملاحظہ کریں کہ آیت کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے:

"وہ بلند رتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں"

یعنی "ذلک" اسم اشارہ یہاں بُعد حقیقی کے لیے نہیں بلکہ بُعد رتبی کے لیے ہے، اور جب

اس کا مرتبہ بلند ہے تو وہاں تک کسی کا شک وشبہ بھی نہیں پہونچ سکتا، یعنی وہ اپنی رفعت وبلندی کے سبب ریب اور شک سے پاک ہے، اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں، یہ لوگوں کی ہٹ دھرمی اور کج فہمی ہے کہ اس میں شک کرتے اور شبہات پیش کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قرآن کریم کی عظمت کا اظہار اور اس کا شک وشبہ سے بالاتر ہونا دونوں کا ترجمہ کنزالایمان سے بخوبی پتہ چل رہا ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس فصیح وبلیغ ترجمہ کی تائید مفسرین کرام کی مستند تفاسیر میں موجود ہے۔

مندرجہ ذیل تفاسیر کو ملاحظہ کیجئے اور ترجمہ کنزالایمان کی حقانیت کی داد دیجئے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

وسابعها أن القرآن لما اشتمل علی حکم عظیمۃ وعلوم کثیرۃ یتعسر اطلاع القوۃ البشریۃ علیها بأسرها والقرآن وان کان حاضراً نظراً الی صورتہ لکنه غائب نظراً الی أسرارہ وحقائقه فجاز أن یشار الیه کما یشار الی البعید الغائب۔

(ج ۱، ص ۲۵۹)

"ذلک" اسم اشارہ بعید کو یہاں لانے کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم چونکہ ایسی عظیم حکمتوں اور اتنے کثیر علوم پر مشتمل ہے کہ بشری طاقت کے لیے ان سب کا احاطہ دشوار ہے، چنانچہ قرآن اگرچہ اپنی ظاہری صورت میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے حاضر ہے لیکن اپنے اسرار وحقائق کے اعتبار سے نظروں سے غائب ہے، لہذا یہاں وہ اسم اشارہ لایا گیا جس سے غائب بعید کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد "لا ریب فیه" کی تفسیر میں ہے:

المراد أنه بلغ في الوضوح الی حیث لا ینبغي لمرتاب أن یرتاب فیه والأمر کذلك، لأن العرب مع بلوغهم فی الفصاحة الی النهایة عجزوا عن معارضة أقصر سورۃ من القرآن، وذلك لیشهد بأنه بلغت هذہ الحجة في الظهور الیٰ حیث لا یجوز للعاقل أن یرتاب فیه۔

(تفسیر کبیر۔ ج ۱، ص ۲۶۶)

یہاں مراد یہ ہے کہ قرآن کریم اپنی نہایت وضاحت کے سبب اس اعلیٰ مقام پر ہے کہ اس نے کسی شک کرنے والے کے لیے اس بات کی گنجائش ہی نہیں رکھی کہ وہ اس میں شک کرے، یہی وجہ

ہے کہ عرب اپنی غایت فصاحت کے باوجود اس کی چھوٹی سی سورت کا بھی مقابلہ نہ کر سکے، اس تناظر میں یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اس میں شک کی گنجائش نہیں

تفسیر روح البیان میں ہے:

فالجواب أن هذا نفي الريب عن الكتاب لا عن الناس والكتاب موصوف بأنه لا يتمكن فيه ريب فهو حق صدق معلوم ومفهوم شك فيه الناس أولم يشكوا (جلد ۱، ص ۳۳)

یہاں شک کی نفی کتاب سے ہے نہ کہ لوگوں سے، اور کتاب کی شان یہ ہے کہ اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں، لہذا یہ کلام حق وصداقت پر مبنی ہے اور اس کی یہ صفت یقینی وواقعی ہے، خواہ اس کے بارے میں لوگ شک میں گرفتار رہیں یا نہیں۔

تفسیر جلالین اور اس کے حاشیہ صاوی میں ہے:

والاشارة به للتعظيم، أي والقرآن وان كان قريبامنا الا أنه مرفوع الرتبة وعظيم القدر من حيث أنه منزه عن كلام الحوادث۔ (ج ۱، ص ۱۱)

اور "ذلک" سے اشارہ تعظیم کے لیے ہے، یعنی قرآن کریم اگرچہ ہم سے قریب ہے مگر اس اعتبار سے اس کا مرتبہ نہایت بلند ہے کہ یہ کلام حوادث کی آمیزش سے منزہ و پاک ہے۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

"ذلك" ذا اسم اشارة واللام عماد جئ به للدلالة علىٰ بعد المشار اليه والكاف للخطاب والمشار اليه هو المسمى فانه منزل منزلة المشاهد بالحسن البصري ومافيه من معنى البعد مع قرب العهد بالمشار اليه للايذان بعلو شانه وكونه فى الغاية القاصية من الفضل والشرف۔ (ج ۱۔ ص ۲۷)

"ذلک" میں 'ذا' اسم اشارہ ہے اور لام حرف عماد، یہ مشار الیہ کے بُعد پر دلالت کے لیے لایا گیا ہے، اور "ک" برائے خطاب ہے، یہاں مشار الیہ مسمی ہے اور یہ محسوس مشاہد کی منزل میں قرار دیا گیا ہے، اور مشار الیہ قریب ہونے کے باوجود اشارہ بعید اس لیے لایا گیا تا کہ اس کی علوشان پر آگاہی بخشی جائے اور یہ بتایا جائے کہ یہ فضل وشرف میں غایت نہایت پر ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

ومعنى نفيه عن الكتاب أنه فى علو الشان وسطوع البرهان بحيث ليس فيه مظنة أن يرتاب فى حقيقته وكونه وحيا منزلا من عند الله تعالىٰ لأنه لا يرتاب فيه

أحد أصلا۔ (ج ۱، ص ۲۹)

قرآن کریم سے شک کی نفی اس طور پر ہے کہ یہ اپنی شان کی بلندی اور دلیل وبرہان کی تابانی میں اس منزل پر ہے کہ اس کی حقیقت اور وحی منزل ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں، یہ مطلب نہیں کہ اس میں کوئی شک کرنے والا ہی موجود نہیں۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

والاشارة "بذلك "للتعظيم وتنزيل البعدالرتبي منزلة البعدالحقيقي كمافى قوله تعالیٰ ﴿فذلكن الذي لمتنني فيه﴾ كماأختاره فى المفتاح ،أولأنه لمانزل عن حضرة الربوبية وصار بحضر تنابعد۔ (ج ، ۱۔ص ۱۷۴)

"ذلك" سے اسم اشارہ تعظیم کے لیے ہے ،یعنی بُعد رتبی کو بُعد حقیقی کی منزل میں قرار دیا گیا، جیسے آیت کریمہ: ﴿فذلكن الذي لمتنني فيه﴾ میں ،صاحب مفتاح کا یہی مختار ہے، دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب بارگاہ خداوند قدوس سے ہمارے پاس قرآن آیا تو بعید قرار پایا۔

نیز دوسرے مقام پر ہے:

ونفي سبحانه الريب فيه مع كثرة المرتابين۔لاكثرهم الله تعالیٰ۔ علیٰ أنه في علو الشان وسطوع البرهان بحيث لايرتاب العاقل بعدالنظرفى كونه وحيامن الله تعالیٰ۔ (ج ۱۔ ص ۱۷۷)

قرآن کریم میں شک کرنے والے بے شمار لوگ ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو نیست ونابود فرمائے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ریب کی نفی بایں معنی فرمائی کہ قرآن اپنی رفعت شان اور تابانی دلیل وبرہان میں اس اعلیٰ مقام پر متمکن ہے کہ عقل مند غور وفکر کے بعد اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ وحی ربانی ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کو دخل نہیں۔

تفسیر حدائق الروح والریحان میں ہے:

انماهونفي الريب عن الكتاب لاعن الناس۔ (ج ۱،ص ۱۰۷)

شک وارتیاب کی نفی کتاب سے ہے لوگوں سے نہیں۔

ان تمام تفاسیر کی وضاحتوں کو سامنے رکھیے اور پھر "کنز الایمان" کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے ،معلوم ہوتا ہے کہ سب کا نچوڑ اور خلاصہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے چند الفاظ میں بیان فرمادیا ہے۔

**مقام دوم:**

اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر انعامات کو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے: انہیں

میں ایک یہ بھی ہے کہ بنواسرائیل کوان کے زمانہ میں ساری اقوام پرفضیلت دی، ارشادربانی ہے:

آیت:﴿وأني فضلتكم على العالمين﴾ (سورۃ بقرۃ)

ترجمہ: اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔ (کنزالایمان)

اس ترجمہ سے یہ بات عیاں ہے کہ بنواسرائیل کوتمام انسانوں میں فضیلت اور بڑائی صرف انہیں کے زمانہ میں تھی۔ ہر زمانہ میں نہیں، ورنہ یہ آیت دوسری آیت:﴿وكنتم خير أمة أخرجت للناس الآية﴾ کے معارض ومخالف قرار پائے گی حالانکہ دونوں کامحمل اپنے اپنے مقام پر ٹھے ہے، یعنی بنواسرائیل اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی امت کوسب پر فضیلت مطلقہ حاصل ہے، یہ مضمون جس طرح آیات سے ثابت ہے اسی طرح اس کی وضاحت احادیث کریمہ میں بھی موجود ہے۔ اسی لیے تفاسیر میں اس کی نشاندھی مفسرین ہر زمانہ میں کرتے آئے، مندرجہ ذیل تفاسیر ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر قرطبی میں ہے:

يريد على عالمي زمانهم۔ (ج ،۱۔ص ،۴۱۹)

مراد یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں.

تفسیر ثعالبی میں ہے:

المعنى على عالمي زمانهم الذي كانت فيه النبوة المتكررة ،لأن الله تعالىٰ يقول لأمة محمد ﷺ: كنتم خير أمة أخرجت للناس لآية۔ (ج ، ۱۔ص ،۲۳۳)

مطلب یہ ہے کہ ان کو یہ فضیلت انہیں کہ زمانہ میں تھی کہ ان کے خاندان میں لگا تار رسولوں کی آمد ہوتی رہی، ہر زمانہ میں ان کو یہ بڑائی حاصل نہیں، اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: كنتم خير أمة أخرجت للناس الآية

تفسیر روح البیان اور حدائق الروح والریحان میں ہے:

أي فضلت آباء كم على عالمي زمانهم بمامنحتهم من العلم والايمان والعمل الصالح۔ (روح البيان۔ ج ،۱ ص ،۱۲۸/ حدائق الروح والريحان۔ ج ،۱۔ص ۳۶۹)

یعنی تمہارے آباء واجداد کوان کے زمانہ میں فضیلت حاصل رہی، کہ اللہ تعالیٰ نے علم، ایمان اور عمل صالح کی برکتوں سے نوازا۔

تفسیر اعراب القرآن میں ہے: وال في العالمين للعهد لاللجنس لئلا يلتزم تفضيلهم علىٰ جميع الناس والمراد علىٰ عالمي زمانهم۔ (ج ،۱۔ص ،۱۰۰)

"العالمین" میں الف لام برائے عہد ہے جنس کے لیے نہیں، تا کہ تمام لوگوں پر فضیلت نہ لازم آئے، لہذا انہیں کے زمانہ کے لوگ مراد ہیں۔

تفسیر بیضاوی اور اس حاشیہ شیخ زادہ میں ہے: "أي عالمي زمانهم "اشارة الیٰ جواب مايقال: كيف قيل في حق من وجدفي زمان نزول هذه الآية ﴿اني فضلتكم علىٰ العالمين﴾مع أن العالم اسم الجميع مايعلم به وجودالصانع من الموجودات وتفضيلهم علىٰ العالمين بهذاالمعنى يستلزم كونهم مفضلين علىٰ رسول الله ﷺ وعلىٰ أصحابه وأمته التي قال تعالىٰ في حقهم: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس﴾ ومن المعلوم بالضرورة أنهم ليسوا مفضلين عليهم؟ وتقرير الجواب أن المفضل علىٰ العالمين حقيقة واصالة ليس هو الموجودين في زمان نزول هذه الآية بل هم الذين كانوا في عصر موسى عليه السلام، وبعده قبل أن تغير شريعة موسى عليه السلام، والحكم عليهم بأنهم مفضلون علىٰ العالمين انما يستلزم فضلهم علىٰ أهل زمانهم لا علىٰ من سيوجد بعدهم لأن العالم اسم للموجود ومن سيوجد بعدهم من الصحابة والتابعين لهم من هذه الامة ليسوا بموجودين في زمان نسبة الفضل اليهم فلا يتناولهم مفهوم العالمين فلا يلزم من تفضيل آباء هم الذين كانوا في عصر موسى عليه السلام وبعده قبل أن تغير شريعته تفضيلهم علىٰ من سيوجد بعدهم من هذه الأمة۔

(تفسیر بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ۔ج، ۲۔ ص ،۳۷)

یعنی ان کے زمانہ والوں پر، اس تفسیر میں ایک جواب کی جانب اشارہ مقصود ہے سوال یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت ان لوگوں کو تمام عالموں پر کیسے فضیلت حاصل ہوئی جب کہ عالم ان تمام موجودات کا نام ہے جن کے ذریعہ صانع عالم کی معرفت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ان کی تمام عالم پر فضیلت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام وجمیع امت محمدیہ سے افضل قرار پائیں حالانکہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شان تو نہایت ارفع واعلیٰ ہے آپ کے طفیل آپ کی امت کو بھی دیگر امتوں پر فضیلت مطلقہ حاصل ہے کہ امتیوں کے حق میں آیت کریمہ: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس﴾ نازل ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کو امت محمدیہ پر فضیلت حاصل نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تمام عالم سے مراد اس آیت کے نزول کے وقت پائے جانے والے لوگ نہیں صرف وہی لوگ مراد ہیں جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں موجود تھے اور انہوں نے شریعت موسوی میں تغیر وتبدل نہیں کیا تھا، اور ان کی فضیلت صرف ان لوگوں پر ہی مراد ہے

جو ان کے زمانہ میں تھے ان پر نہیں جو آئندہ موجود ہونے والے تھے۔ کیونکہ عالم کا اطلاق موجودین پر ہوتا ہے، لہذا اس زمانہ کے لحاظ سے جو موجود تھے انہیں پر عالم کا اطلاق ہوا، رہے صحابہ اور تمام امتی وہ نہ اس وقت موجود تھے اور نہ عالمین کا لفظ ان کو شامل، لہذا بنواسرائیل کی امت محمدیہ پر فضیلت لازم نہیں آتی۔

تفاسیر کی ان وضاحتوں سے معلوم ہوا کہ بنواسرئیل کو فقط انہیں کے زمانہ میں اقوام عالم پر برتری حاصل تھی، سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے ترجمہ کے ایک لفظ سے ان سب کا خلاصہ بیان کر دیا جب کہ دوسرے ترجموں میں بالعموم یہ بات نظر نہیں آتی۔

**مقام سوم:**

حضرت شعیب علیہ السلام اہل مدین کی طرف مبعوث ہوئے، بہت سے لوگوں نے آپ کے پیغام ہدایت کو قبول نہ کیا بلکہ الٹا حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ مشورہ دیا کہ آپ ہمارا مذہب اختیار کرو اور اس پر مزید یہ دھمکی بھی دی کہ اگر تم نے ہمارا مذہب قبول نہ کیا تو ہم تمہیں شہر بدر کردیں گے۔ مندرجہ ذیل آیت میں اس کا بیان ہے: ﴿قال الملأ الذين استكبروا من قومه لنخرجنك يشعيب والذين آمنوا معك من قريتنا أولتعودن في ملتنا﴾ (سورۃ اعراف۔۸۸)

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے، یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔

اسی طرح کافروں نے دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے بھی کہا تھا کہ یا تو ہم تمہیں اپنے علاقوں سے ضرور نکال دیں گے یا پھر تم ہمارے مذہب میں آجاؤ۔

آیت: ﴿وقال الذين كفروا الرسلهم لنخرجنكم من أرضنا أولتعودن في ملتنا۔ (سورۃ ابراہیم۔۱۳)

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم ضرور تمہیں اپنی زمیں سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ۔

ان دونوں آیتوں کا ترجمہ عام طور پر مترجمین یہ کرتے ہیں کہ: "تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ" چنانچہ مندرجہ ذیل ترجمے ملاحظہ کیجئے:

یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔ (اشرف علی تھانوی)
تم خود ہی ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ گے۔ (ثناء اللہ امرتسری)
یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ (نذر احمد)
یا پھر ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ (وحید الزماں)

یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں۔ (محمود الحسن)

یا تو تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔ (مودودی)

ان تمام ترجموں سے صاف ظاہر ہے کہ کافروں نے رسولوں کو اپنے مذہب میں لوٹنے کا مشورہ دیا تھا، تو مطلب یہ ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اعلان نبوت سے پہلے ان کے مذہب میں داخل تھے، یعنی انبیائے کرام کافروں کے کفر میں شریک تھے، معاذ اللہ، یہ سراسر خلاف واقع اور اہل اسلام کے عقیدہ کے قطعا منافی ہے، عقیدہ یہ ہے کہ کبھی کوئی نبی ورسول کسی کفری عقیدہ میں مبتلا نہیں رہے بلکہ وہ تو قبل اعلان نبوت اور اس کے بعد دونوں زمانوں میں کبائر وصغائر سے پاک ہوتے ہیں۔

اسی لیے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ترجمہ فرمایا: تم ہمارے دین پر ہو جاؤ۔ دوسری جگہ یوں کیا: تم ہمارے دین میں آجاؤ۔

ان دونوں مقام کے ترجمہ سے عقیدہ اسلامی پر ذرہ برابر حرف نہیں آرہا ہے بلکہ عظمت وعصمت انبیائے کرام کی بخوبی حفاظت بھی ہو رہی ہے۔

لیکن یہاں ایک علمی سوال ہے کہ 'لتعودن'' جس کا ترجمہ دوسرے مترجمین نے پھر آنا، لوٹ آنا اور واپس آجانا، کیا، تو کیا یہ لغت کے مطابق نہیں، اور کیا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ ''آجانا اور ہو جانا'' کی بھی کوئی سند ہے۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ دیگر مترجمین نے جو ترجمہ کیا ہے وہ لغت کے عین مطابق ہے جب کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ لغت مشہور کے موافق نظر نہیں آتا اسی چیز کو سمجھنے کے لیے اصول وقواعد، لغت عرب اور مفسرین کی صراحت کی طرف چلتے ہیں۔

عربی گرامر کا مبتدی طالب علم بھی اس بات سے نحو میر جیسی ابتدائی کتابوں میں واقف ہو جاتا ہے کہ ''عاد' افعال ناقصہ میں بھی شمار ہوتا ہے، اور اس کا استعمال 'بمعنی 'صار' خوب ہوتا ہے، جیسے: ''عاد زید غنیا'' زید غنی ہو گیا۔ مطلب یہ ہوا کہ 'عاد' جب افعال ناقصہ سے ہے اور 'صار' کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے تو اب 'عاد یعود عودا' 'بمعنی 'صار یصیر صیرورۃ' ہوگا، جس کا معنی 'ہونا' ہوگا، چونکہ 'صار' انتقال کے لیے آتا ہے لہذا 'آجانا' بھی اس کا معنی ہوگا۔

یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ 'العود' ہمیشہ 'لوٹنے' اور واپس آجانے، کے معنی ہی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے دوسرے معنی بھی ہیں، لغت میں بھی اس کی صراحت موجود ہے، چنانچہ لغت کی مشہور ومستند کتاب ''لسان العرب'' میں ہے۔

عاد الشیء یعود عوداً ومعاداً أي رجع .وقد یرد بمعنی صار۔ (لسان العرب۔ج،۱۔ص،۳۲۶)

'عاد یعود" رجع، کے معنی میں آتا ہے، لیکن اس کا استعمال کبھی 'صار' کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔
لہذا اب معنی ہوں گے: ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا،
حدیث شریف میں بھی اس معنی کی صراحت موجود ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

أعدت فتاناً یا معاذ۔

اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے ہو گئے۔

یہاں 'عدت' بمعنی 'صرت' ہے. ایسا نہیں کہ حضرت معاذ پہلے بھی ایسے ہی فتنہ انگیز تھے اور اب پھر اسی حالت کی طرف لوٹ گئے، بلکہ ان کی اس حالت کا بیان ہے کہ پہلے تم لوگوں کو راحت پہونچاتے تھے کیا اب ان کو آزمائش میں ڈال رہے ہو۔
آیت کریمہ میں بھی یہی معنی مراد ہیں، یعنی کافر انبیائے کرام کو شہر بدر کرنے کی دھمکی سنا رہے ہیں یا پھر ان کے مذہب میں شامل ہو جائیں۔
مفسرین کرام نے بھی اس اشکال کو دور کرنے کی غرض سے اس معنی کی وضاحت کی ہے۔
تفسیر بیضاوی اور اس کے حاشیہ شیخ زادہ میں ہے: حلفوا علیٰ أن یکون أحد الأمرین اما اخراجهم للرسل أو عودهم الی ملتهم وهو بمعنی الصیرورة لأنهم لم یکونوا علیٰ ملتهم قط۔

﴿او لتعودن﴾ یوهم ان الانبیاء کانوا علی ملتهم فی اول الامر حتی یصح ان یقال: ﴿لتعودن فی ملتنا﴾ أجاب عنه أو لا بأن العود هنا بمعنی الصیرورة واستعمال عاد بمعنی صار کثیر فی کلام العرب: وثانیا بأن الخطاب وان کان مع الرسل ظاهرا الا أن المقصود بهذا الخطاب کل رسول مع اتباعه واصحابه فغلب أتباع الرسل علی أنفسهم فی حکم العود، فقیل: ﴿أو لتعودن﴾ اذ الظاهر أن الأتباع کانوا قبل ذالك علی دین اولئك الکفار، ومع هذا أن من قال: ﴿أو لتعودن﴾ هم الکفار ولا یجب أن یکونوا صا دقین فی کل ماقالوه فلعلهم توهموا کون الأنبیاء علیٰ ملتهم أولاً بناء علی أنهم نشأوا فی بلاد الکفر وما أظهروا مخالفة الکفار، فلذالك ظن الکفرة أنهم کانوا فی أول الأمر علی دینهم فقالوا: ﴿أولتعودن فی ملتنا﴾ (حاشیہ شیخ زادہ سورہ ابراہیم۔۱۳ص۱۵۰)
یہاں آیت ﴿أو لتعودن﴾ سے اس بات کا وہم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام پہلے ان کافروں ہی کے مذہب میں تھے، لہذا ان کی بات اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں

''عود'' بمعنی ''صیرورت'' ہے اور ''عاد'' کا استعمال بمعنی ''صار'' کلام عرب میں کثیر الوقوع ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ خطاب یہاں اگرچہ بظاہر پیغمبروں سے ہے مگر مقصود رسولوں کے ساتھ ان کی امتیں اور ان کے اصحاب ہیں، لہٰذا یہاں تغلیباً انبیائے کرام کو مخاطب بنایا گیا، اس لیے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ رسولوں کے متبعین پہلے انہیں کافروں کے دین پر تھے، نیز یہاں کفار کا مقولہ نقل ہوا ہے یعنی ﴿او تعودن﴾ کافروں کا قول ہے اور ان کی جہاں اور بہت سی باتیں جھوٹ تھیں اسی طرح یہ بھی جھوٹ، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے وہم وخیال کے مطابق یہ بات کہی ہو، کیوں کہ انبیائے کرام انہیں کفار کے ملک میں بڑھے پلے اور اعلان نبوت سے پہلے ان حضرات نے کفار کی مخالفت بھی نہیں کی، لہٰذا کفار یہ گمان کر بیٹھے کہ یہ لوگ پہلے ہمارے ہی مذہب پر تھے، لہٰذا اپنے گمان فاسد کی بنیاد پر ان کو مشورہ دینے لگے کہ ﴿أو لتعودن فی ملتنا﴾ یا آپ لوگ ہمارے مذہب میں لوٹ آو۔

حاشیہ شیخ زادہ میں دوسرے مقام پر سورۂ اعراف میں ہے: وعاد قد تستعمل بمعنی صار فحینئذ ترفع الاسم وتنصب الخبر فلا تکتفی بمرفوع بل تفتقر الیٰ خبر منصوب فلو کان المعنی ههنا ﴿أولتعودن فی ملتنا﴾ بعد أن لم تکونوا فیها لزال الاشکال من غیر احتیاج الی اعتبار التغلیب۔ (حاشیہ شیخ زادہ سورۃ الاعراف۔۸۸ص۲۶۰)

'عاد' کبھی 'صار' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، تو اس صورت میں یہ اسم کو مرفوع اور خبر کو نصب دے گا، لہٰذا فقط مرفوع پر اکتفا نہیں کرے گا بلکہ اس کو خبر منصوب کی بھی احتیاج ہوگی، تو اگر یہاں اب ''أولتعودن فی ملتنا'' کا معنی 'أولتصیرن فی ملتنا' ہو، یعنی ہوجاؤ تم ہمارے دین میں، تو سرے سے اشکال ہی وارد نہیں ہوگا، لہٰذا اب جواب میں تغلیب وغیرہ توجیہات کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

تفسیر حدائق الروح والریحان میں ہے: ﴿أو لتعودن فی ملتنا﴾

عاد هنا بمعنی 'صار' والظرف خبره، أي: لتصیرن داخلین فی ملتنا، فان الرسل لم یکونوا فی ملتهم قط۔

وفی الخازن: فان قلت: هذا یوهم بظاهره أنهم کانوا علی ملتهم فی أول الأمر حتی یعودوا فیها۔

قلت: معاذ الله، ولکن العود هنا بمعنی الصیرورة، وهو کثیر فی کلام عرب۔ (تفسیر حدائق الروح والریحان۔ سورۃ ابراہیم ۱۳ اص ۳۶۰/۱۴)

آیت کریمہ ﴿أو لتعودن فی ملتنا﴾ میں 'عاد' بمعنی 'صار' ہے اور ظرف 'فی ملتنا' اس کی خبر، یعنی یا آپ لوگ ہمارے دین میں داخل ہوجاؤ، اس لیے کہ رسول ان کے دین میں پہلے کبھی نہیں تھے۔

تفسیر خازن میں ہے: اس آیت سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام پہلے ان کے مذہب
میں داخل تھے جبھی تو لوٹنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ تو اس کا جواب صاحب خازن نے دیا: معاذ اللہ
ہرگز نہیں، بلکہ عود یہاں بمعنی صیر ورت ہے۔ اور یہ کلام عرب میں کثیر الاستعمال ہے۔

تفسیر بحر مدید میں ہے: حلفوا ليكونن أحد الأمرين، اما اخراج الرسل من
ديارهم، أو عودهم الى ملتهم، والعود هنا بمعنى الصيرورة، لأنهم لم يكونوا على
ملتهم، كما تقدم فى قصة شعيب عليه الصلاة والسلام، (سورۃ ابراہیم، ۱۳۔ ص ۳۶۲)

کافروں نے حلف اٹھایا کہ دو چیزوں میں سے ایک ضرور ہوگی، یا تو ان رسولوں کو شہر بدر کر
جائے گا۔ یا یہ ان کے مذہب میں آجائیں۔ اور 'عود' یہاں بمعنی صیر ورت ہے، اس لیے کہ انبیائے کرام
ان کے دین میں کبھی نہیں تھے، جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ میں گذرا۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

'عاد' بمعنى 'صار' والظرف خبر أى لتصيرن فى أهل ملتنا فان الرسل لم
يكونوا فى ملتهم قط۔ (سورۃ ابراہیم۔ ۱۳ ص ۴۲۸، ۴)

تفسیر روح البیان میں ہے: والمراد من العود الصيرورة والانتقال من حال الى
اخرى وهو كثير الاستعمال بهذا المعنى، فيندفع ما يتوهم من أن العود يقتضى أن الرسل
عليهم السلام كانوا۔ وحاشاهم۔ فى ملة الكفر قبل ذالك۔

(سورۃ ابراہیم، ۱۳، ص ۲۸۸/۴)

اور 'عود' سے مراد صیر ورت اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال ہے اور اس معنی
میں یہ کثیر الاستعمال ہے، لہذا وہ وہم دفع ہو گیا کہ 'عود' یعنی لوٹنا اس بات کا متقاضی ہے کہ انبیائے کرام
اس سے پہلے کفر کی حالت میں تھے۔ معاذ اللہ۔

تفسیر فتح القدیر میں ہے: والعود هنا بمعنى الصيرورة لعصمة الأنبياء عن أن يكونوا
على ملة الكفر قبل النبوة وبعدها۔ (سورۃ ابراہیم۔ ۱۳، ص ۱۲۳/۳)

'عود' یہاں صیر ورۃ کے معنی میں ہے، اس لیے کہ انبیائے کرام علیہ التحیۃ والسلام قبل اعلان
نبوت اور اس کے بعد دونوں زمانوں میں کفر و شرک سے معصوم ہوتے ہیں۔

تفسیر بحر محیط میں ہے: العود بمعنى الصيرورة: (سورة ابراهيم۔ ۱۳، ص ۴۰۰)

'عود' صیر ورت کے معنی میں ہے۔

تفسیر جلالین اور صاوی میں ہے۔ ﴿أو لتعودن﴾ تصيرن، ﴿فى ملتنا﴾ ديننا۔ دف

بذالك ما يقال: ان العود يقتضي أنه سبق لهم التلبس بملتهم مع أن الرسل معصومون من ذالك،فأجاب المفسر:بأن المراد بالعود الصيرورة،أي:لتصيرن داخلين في ملتنا۔
(صاوی علی جلالین ص۲،۲۲۶)

﴿أولتعودن﴾ کا معنی ہے یا ہوجاؤ ہمارے دین میں، اس سے اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ لوٹنا اس بات کو چاہتا ہے کہ وہ ان کے دین پر تھے حالانکہ اللہ کے رسول اس سے معصوم ہوتے ہیں، لہٰذا مفسر اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "عود" بمعنی صیرورت ہے یعنی تم ہمارے دین میں داخل ہوجاؤ۔

تفسیر ماتریدی میں ہے:

قوله: ﴿لتعودن﴾ ليس أنهم كانوا فيها وتركوها،ولكن على ابتداء الدخول فيها على ما ذكرنا۔ (ص۶/۴۷۴)

یہاں 'تعودن' بایں معنی نہیں کہ یہ حضرات پہلے کفر میں مبتلا تھے (معاذ اللہ) پھر اس کو ترک کردیا، بلکہ یہاں ابتداء دخول مراد ہے۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

والعود اما بمعنى مطلق الصيرورة أو باعتبار تغليب المؤمنين على الرسل۔
(سورۃ ابراہیم ۱۳۔ص ۳،۱۸۳)

'عود' یا تو مطلق صیرورت کے معنی میں ہے، یا پھر باعتبار تغلیب یہ حکم لگایا گیا۔

تفسیر زاد المسیر میں ہے: والثاني ان المعنى :لتصيرن الى ملتنا،فوقع العود على معنى الابتداء، كما يقال :قد عاد عليّ من فلان مكروه،أي قد لحقني منه ذالك،وان لم يكن سبق منه مكروه۔ (سورۃ الاعراف۔۸۸،ص۳۔۱۷۷)

دوسری توجیہ یہ ہے کہ تم ہمارے دین پر ہوجاؤ، چنانچہ 'عود' کے معنی ابتداء کسی حال پر ہوجانا ہیں، جیسے کہا جاتا ہے: فلاں کی جانب سے مجھے یہ ناپسندیدہ چیز لاحق ہوئی، اگرچہ اس سے قبل کبھی کوئی، پسندیدہ چیز لاحق نہ ہوئی ہو۔

ان تمام تفاسیر کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا ترجمہ ان تفاسیر کے عین مطابق ہے اور آپ نے محتاط قول کو ہی اپنایا جس سے انبیائے کرام کی شان عصمت میں کسی طرح کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ کے ترجمہ کی خوبیاں اتنی نہیں کہ مجھ جیسا ہیچ مداں شمار کرسکے، مختصر جامع اور آخری بات وہی ہے جو محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمائی:

علم قرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے اور نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا۔

---

# آیت مغفرتِ ذنب کا علمی جائزہ

■ علامہ مفتی سید شاہ حُسین گردیزی مدظلہ العالی

مولانا غلام رسول سعیدی نے مسئلہ ''ذنب'' پر اپنی چند سالہ تحقیق کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

سورہ فتح کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت کا قطعی اعلان کردیا ہے۔ قرآنِ مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور پہلے مرحلہ میں بجز آپ کے تمام نبی اور رسول شفاعت سے گریز کریں گے اور صرف آپ شفاعت کبریٰ فرمائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر عظیم نعمت ہے اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے۔ لیکن آپ کی یہ خصوصیت اس وقت ہوگی جب مغفرت ذنوب کا تعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا ہے اس کو برقرار رکھا جائے۔ (۱)

مولانا غلام رسول سعیدی کا یہ مؤقف ان کی چند سالہ تحقیق کا خلاصہ ہے۔ لیکن ان کی یہی بات حضرت عزالدین شافعی برسوں پہلے لکھ چکے ہیں مگر اسے کسی نے قبول نہیں کیا۔ حضرت عزالدین شافعی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر دی تھی کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب معاف فرمادیے گئے ہیں اور یہ کہیں منقول نہیں نہ کسی نبی نے اپنے متعلق اس قسم کی خبر دی ہو، بلکہ یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے ایسی کوئی خبر نہیں دی۔ اسی لیے جب قیامت میں ان سے شفاعت کرنے کی درخواست کی جائے گی تو ہر ایک اپنی لغزش کو یاد کرکے جو سرزد ہوئی ہے نفسی نفسی پکارے گا۔ اگر ان میں سے کسی کو بھی یہ معلوم ہوتا کہ ان کی لغزش معاف فرمادی گئی ہے تو شفاعت کے نام سے جھجک کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔ (۲)

گویا محققانہ مؤقف اصل میں حضرت عزالدین شافعی کی عبارت کی نقل ہے۔

### مماثلت کی وضاحت:

مولانا سعیدی کے مؤقف کی حضرت عزالدین شافعی کی عبارت سے جو مماثلت ہے اس کی ہم وضاحت کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوجائے کہ صدیوں کے فاصلہ کے

باوجود عبارت میں کس قدر قربت ہے۔ حضرت عزالدین شافعی نے لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی تھی کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب معاف فرمادیے گئے ہیں۔

مولانا سعیدی نے اس میں ترمیم وتضعیف کرتے ہوئے لکھا سورہ فتح کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت کا اعلان کردیا۔

حضرت عزالدین شافعی نے لکھا:

یہ کہیں منقول نہیں کہ کسی نبی نے اپنے متعلق اس قسم کی خبر دی ہو، بلکہ یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے ایسی کوئی خبر نہیں دی۔

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

قرآنِ مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

حضرت عزالدین شافعی لکھتے ہیں:

اسی لیے جب قیامت میں ان سے شفاعت کرنے کی درخواست کی جائے گی تو ہر ایک اپنی لغزش کو یاد کر کے جو سرزد ہوئی ہے نفسی نفسی پکارے گا۔ اگر ان میں سے کسی کو بھی یہ معلوم ہوتا کہ ان کی لغزش معاف فرمادی گئی ہے تو شفاعت کے نام سے جھجک کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور پہلے مرحلے میں بجز آپ کے تمام نبی اور رسول شفاعت سے گریز کریں گے۔

اور پھر لکھتے ہیں:

اور آپ کی یہ خصوصیت اسی وقت ہوگی جب مغفرت ذنوب کا تعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا ہے اس کو برقرار رکھا جائے۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ اصل مؤقف حضرت عزالدین شافعی کا تھا جسے کمال ہوشیاری سے مولانا سعیدی نے اپنا مؤقف ظاہر کر کے ان کی عبارت کو اپنی تائید میں پیش کردیا اور ہر جگہ ''کلی'' اور ''قطعی'' کی قید لگائی اور پھر ''قرآنِ مجید'' کا اضافہ بھی کیا اور مغفرت ذنوب کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برقرار رکھنے پر اصرار کیا۔ تاہم

حضرت عزالدین شافعی ہوں یا مولانا غلام رسول سعیدی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت کے مطابق ہے یا نہیں۔ ہم اس بات کو پانچ وجوہات سے بیان کریں گے۔

**(۱) قطعیت کی نفی:**

سورہ فتح کی اس آیہ کریمہ **لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر** میں ''مغفرت قطعی کا اعلان'' نہیں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ آیت کریمہ قطعی ہے۔ کیونکہ یہ قرآنِ حکیم میں ہے مگر اس سے جو مفہوم ثابت کیا جارہا ہے وہ قطعی نہیں ہے۔ آیت کریمہ تو قطعی الثبوت ہے مگر اس سے جو مفہوم کشید کیا جارہا ہے وہ قطعی الدلالت نہیں ہے۔ کیونکہ نص قطعی سے جو چیز ثابت ہوتی ہے اس کا قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یہ اس معنی میں تو قطعی الثبوت ہے کہ یہ آیت کریمہ ہے۔ مگر اس مقام میں جو حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کی طرف ''مغفرت ذنب'' کی نسبت کی جارہی ہے وہ قطعی الدلالت نہیں ہے۔ یعنی اس میں بے شمار احتمالات موجود ہیں۔ ان احتمالات کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس بیان کردہ مفہوم پر دلالت کرنے میں قطعی نہیں ہے۔ حضرت عزالدین شافعی کے شیخ، حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ لکھتے ہیں:

**ان الله قد شرك اهل البيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قوله تعالىٰ ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر.** (۳)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اہل بیت کو بھی شریک کیا ہے تو اگر اس آیت کریمہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ''مغفرت کلی قطعیت'' کے ساتھ ثابت ہوتی ہے تو اہل بیت اور صحابہ کرام کی بھی ''مغفرت کلی قطعیت'' کے ساتھ ثابت ہوگی اور اس کے قائل مولانا سعیدی خود بھی نہیں ہیں اور وہ برملا اس کی نفی کرچکے ہیں۔ حضرت ابن عربی قدس سرہ کی عبارت ہم نے اس لیے پیش کی ہے کہ حضرت عزالدین شافعی ان کے فیض یافتہ اور معتقد خاص تھے۔ ان کے دمشق کے زمانہ قیام میں ان کی خدمت کرتے رہے اور انہیں وضو تک کراتے تھے۔ تو جب کسی بات میں حضرت عزالدین شافعی کا قول کیا جاسکتا ہے تو اس معاملہ میں ان کے شیخ حضرت ابن عربی قدس سرہ کا قول بدرجہ اولیٰ قبول کیا جاسکتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ علماء امت کا ایک بڑا طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرام یعنی امت کے ذنب ہیں تو پھر بھی یہ اپنے مذکورہ معنی میں قطعی الدلالت نہ ہوئی تو جب یہ آیت کریمہ اپنے معنی و مراد میں غیر واضح ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آیت کریمہ کے اس

حصہ میں ''مغفرت کلی قطعیت'' کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکتی۔

**(۲) قرآنِ حکیم اور مغفرت کلی و قطعی:**

حضرت عزالدین شافعی کا یہ کہنا کہ ''کسی نبی نے اپنے بارے میں ایسی کوئی خبر نہیں دی'' اور مولانا سعیدی کا یہ کہنا کہ ''قرآنِ مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔'' یہ خبر نہ دینا اور اعلان کرنا اس کے وجود کی نفی ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کسی چیز کا عدم ذکر اس کے عدم وجود کو مستلزم نہیں ہوتا۔ اگر حضرات انبیاء کرام کے بارے میں ''کلمہ مغفرت'' سے خبر یا اعلان مغفرت نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی مغفرت نہیں ہے۔ ہم ان شاء اللہ اس کی آئندہ صفحات میں وضاحت کریں گے۔ البتہ حضرت عزالدین شافعی نے تو ''کسی نبی'' کی بات کی تھی مگر مولانا سعیدی نے ''کسی نبی، رسول'' کے ساتھ ''کسی بھی شخص'' کا ذکر کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ عالی کو عام آدمی کے مقابل لا کھڑا کیا جو افسوسناک بات ہے۔ مگر ہم مولانا سعیدی کی خدمت میں گزارش کناں ہیں کہ انطاکیہ کا وہ شخص جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نمائندوں سے ملاقات کی قرآنِ حکیم میں اس کا ذکر ہے کہ ایک شخص اس شہر کے کسی دور کے مقام سے دوڑتا ہوا آیا، کہنے لگا کہ اے میری قوم ان فرستادہ لوگوں کی اتباع کرو۔ ایسے لوگوں کی اتباع کرو جو تم سے کوئی اجر اور بدلا نہیں مانگتے اور وہ خود بھی سچائی کی راہ پر ہیں اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم لوگوں کو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے معبود بنالوں کہ اگر رحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان کی سفارش میرے کام آئے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں۔ اگر میں ایسا کروں تو کھلی گمراہی میں ہوں۔

اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ○ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ○ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ○ (۴)

یعنی میں تو تمہارے رب پر ایمان لا چکا ہوں تم میری بات سن لو۔ حکم ہوا جنت میں داخل ہو جا، تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے رب نے میری مغفرت کر دی اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا۔

علماء تفسیر کے ایک طبقہ نے اسے ظاہر ہی پر رکھا ہے کہ اس شخص کو زندہ ہی جنت میں داخل کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ تیری مغفرت ہو گئی تو پھر اس نے کہا میرے رب نے میری مغفرت کر دی اور مجھے عزت داروں میں شامل کر لیا کاش کہ میری اس مغفرت کا علم میری قوم کو بھی ہو جاتا۔ اور دوسرے

طبقہ نے یہ کہا کہ جب اس شخص نے کہا کہ میں رب پر ایمان لاچکا تو لوگوں نے اس پر سنگ باری شروع کردی جس سے اس کا انتقال ہو گیا اور پھر ''اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا جنت میں داخل ہو جا۔ تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے رب نے میری مغفرت کردی اور مجھے عزت داروں میں شامل کردیا۔'' دونوں صورتوں میں کوئی بھی ہو اس کی مغفرت کلی اور قطعی ہو گئی اور اس کی اطلاع بھی اسے کردی گئی۔ اس آیت میں ''غفر'' ماضی کا صیغہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام وقوع پذیر ہو چکا اور اب اس کی خبر دی جارہی ہے اور اس خبر کی اطلاع اس مغفور شخص کو بھی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے اس کی مغفرت ہوئی اور پھر دخول جنت ہوا۔ لہٰذا جب کسی کو جنت کی بشارت دی گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی مغفرت ہو گئی ہے اور اس سے ''کلی'' کا مسئلہ حل ہو گیا کہ مغفرت کا ثمر دخول جنت ہے۔ جب اسے دخول جنت کا مژدہ جانفزا مل گیا تو اس کی ''کلی'' مغفرت ہو گئی۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ اس میں ''مَا تَقَدَّمَ وَ مَا تَاَخَّرَ'' کی قید نہیں ہے تو اس سے ''کلی مغفرت'' کا اثبات نہیں ہوسکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کی کلی مغفرت ہو چکی اور دخول جنت ہو چکا یا اس کا فیصلہ ہو چکا ہے کیونکہ ''ماتقدم وما تاخر'' کی قید سے جو چیز ثابت کی جاسکتی ہے وہ اس کے بغیر بھی اس مقام میں حاصل ہے اور ''قطعی'' بھی ہو گئی کہ اس آیت کریمہ میں کوئی دوسرا احتمال نہیں ہے۔ کیونکہ جو چیز نص قطعی سے ثابت ہوتی ہے اس کے دو جزء ہوتے ہیں ایک قطعی الثبوت ہونا وہ تو ظاہر ہے کہ آیت کریمہ ہے اور دوسرا قطعی الدلالت ہونا تو وہ بھی واضح ہے کہ مغفرت اور دخول جنت کی بات اسی شخص کے بارے میں ہے جو ''شہر کے کسی دور کے مقام سے دوڑتا ہوا آیا۔'' اس میں علماء تفسیر کی دو رائے نہیں ہیں لہٰذا مولانا سعیدی کا یہ لکھنا کہ:

''قرآنِ مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی ''کلی مغفرت قطعیت'' کے ساتھ ثابت نہیں ہے''۔

غلط ثابت ہوا۔ قرآنِ حکیم میں موجود چیز کا انکار کیا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ عالی کو ایک عام آدمی کے مقابل لا کھڑا کیا گیا اور یہ زیادتی ہے۔ ایسا کرنا بہر حال کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں ہے حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ (۵)

یعنی اے میرے رب میری مغفرت فرما اور میرے والدین اور جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مؤمنین اور مؤمنات کی۔

اور کافروں کی تباہی میں زیادتی فرما۔

اس آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں جو درخواست ودعا کی ہے اس کے آخری حصہ میں تو طے ہے کہ وہ قبول ہو گیا۔ اس وقت کے کافر عذاب میں غرق ہو گئے لیکن اس کا پہلا حصہ "رَبِّ اغْفِرْلِیْ" اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمایا ہے مولانا سعیدی کو اس کا ثبوت فراہم کرنا چاہیے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو شرف پذیرائی بخشی ہے اور اس لیے بھی کہ ان کی دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں قرآنِ حکیم میں کوئی تردیدی بیان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا ہے کہ میں نے آپ کی دعا رد کر دی ہے اور میں آپ کی مغفرت نہیں کروں گا یا میں نے مغفرت نہیں کی ہے۔

اسی طرح قرآنِ حکیم میں ہے حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گزارش کی:

لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ○ (۶)

انکا مجھ پر ذنب ہے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ فرعونی مجھے قتل کر دیں گے۔

اس قبطی کے قتل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی "ذنب" کا اطلاق کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ذنب قرار نہیں دیا۔ پھر اس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گزارش کی:

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَغَفَرَلَهٗ . (۷)

یعنی اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو میری مغفرت فرمادے پس ان کی مغفرت کر دی گئی۔ قرآنِ حکیم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ ایک ہی ذنب ثابت ہے اور اس کی مغفرت ہو گئی۔ اس کے علاوہ ان کے کسی اور "ذنب" کا ثبوت قرآنِ حکیم سے نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی مغفرت کلی اور قطعی ثابت ہو گئی۔ اس کے علاوہ بھی ایسی مثالیں قرآنِ حکیم سے پیش ہو سکتی ہیں لیکن ہم اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور ایک دفعہ پھر یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا سعیدی نے جو یہ لکھا ہے کہ:

قرآنِ مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی "کلی مغفرت قطعیت" کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

باطل محض ہے لائق اعتبار نہیں ہے۔ اس لیے کہ "فغفرلہ" میں "غفر" ماضی کا صیغہ

ہے جس سے خبر دی جارہی ہے کہ ماضی میں یہ کام ہو چکا ہے۔لہٰذا قرآنِ حکیم سے ان کی کلی اور قطعی مغفرت کا اعلان ثابت ہے۔

(۳) حدیث شفاعت سے استدلال:

قرآنِ حکیم کی آیات سے بحث کے بعد اب ہم خبر واحد سے استدلال کی بات کرتے ہیں۔ایک حدیث ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیٰمۃ ماج الناس بعضھم فی بعضٍ فیاتون آدم، فیقولون اشفع الی ربك. فیقول لست لھا، ولکن علیکم بابراھیم فانہ خلیل الرحمن، فیاتون ابراھیم، فیقول لست لھا. ولکن علیکم بموسیٰ فانہ کلیم اللہ. فیاتون موسیٰ فیقول لست لھا، ولکن علیکم بعیسیٰ فانہ روح اللہ وکلمتہ، فیاتون عیسیٰ فیقول لست لھا، ولکن علیکم بمحمد فیاتونی فاقول انالھا (۸)

یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح سے ہم نے نقل کی ہے اور اس کے مصنف نے کہا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔اس حدیث میں لوگوں کو چار انبیاء کرام کے پاس سفارش کے لیے جانے کا ذکر ہے تو ان چاروں کا ایک ہی جواب ہے۔ "لست لھا" یعنی اس بارگاہ میں ہمیں اس کی اجازت نہیں لیکن آخر میں جب لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں "انالھا" یہ میرا منصب ہے اور یہ کام میں کروں گا۔چنانچہ آپ بارگاہ خداوندی میں شفاعت کریں گے۔اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول کرے گا۔شفاعت کبریٰ کا یہ عظیم منصب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ہمارا موقف یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کرام نے معذرت کر کے لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں پہنچنے میں مدد فرمائی۔

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب شفاعت کا بیان ہے جس کا فیصلہ آپ کے حق میں ہو چکا تھا۔اس حدیث میں شفاعتِ کبریٰ کے منصب کو "مغفرت ذنب" یا کسی بھی اور چیز سے معلق اور منسلک نہیں کیا گیا۔لیکن مولانا سعیدی نے اس حدیث سے استدلال اور کوئی استفادہ نہیں کیا۔اس لیے کہ ان کی "حدیث نفس" کی تائید اس روایت سے نہیں ہو سکتی۔اس سلسلہ میں انہوں نے ایک دوسری روایت کو مستدل بنایا اور وہ یہ ہے:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یجس المؤمنون یوم القیمۃ، حتی یھموا بذالك فیقولون لو استشفعنا الی ربنا فیریحنا من کاننا، فیاتون آدم،

فیقولون انت آدم ابو الناس خلقك الله عهده واسکنك جنة و اسجد لك ملئکته وعلم اسماء کل شیء اشفع لنا عند ربك حتی یریحنا من مکاننا هذا، فیقول لست هناکم ویذکر خطیئته التی اصاب اکله من الشجرة وقد نهی عنها ولکن ائتوا نوحاً اول نبی بعثه الله الی اهل الارض فیاتون نوحا فیقول لست هناکم ویذکر خطیئته التی اصاب سواله ربه بغیر علم ولکن ائتوا ابراهیم خلیل الرحمن قال فیاتون ابراهیم فیقول انی لست هناکم ویذکر ثلث کذبات کذبهن ولکن ائتوا موسیٰ عبداً اتاه الله التوراة وکلمه و قربه نجیا قال فیاتون موسیٰ فیقول انی لست هناکم ویذکر خطیئته التی اصاب قتله النفس ولکن ائتوا عیسیٰ عبد الله رسوله و روح الله کلمته قال فیاتون عیسیٰ فیقول لست هناکم ولکن ائتوا محمداً عبداً غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تاخر قال فیاتونی. (۹)

ہم نے اس روایت کو مشکوۃ المصابیح سے نقل کیا ہے اور اس کے مؤلف نے کہا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے مولانا سعیدی نے اس روایت کو استدلال کے لیے اس لیے منتخب فرمایا ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے غفر الله له ماتقدم من ذنبه وما تاخر کا استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت ہم آگے بیان کریں گے۔

اس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کا ابوالناس ہونا، دست خداوندی سے ان کا تخلیق ہونا، جنت میں رہائش پذیر ہونا، فرشتوں کا ان کے سامنے سجدہ ریز ہونا، انہیں ہر شئی کے اسم کا علم ہونا، حضرت نوح علیہ السلام کا اہل زمین کی طرف مبعوث ہونے والوں میں اول ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل الرحمن ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عبد ہونا، تورات کا ان پر نازل ہونا، اللہ تعالیٰ کا ان سے ہم کلام ہونا اور خاص قرب بخشنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عبد ہونا، رسول ہونا، روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہونا یہ ان کے اوصاف جمیلہ کا بیان ہے لیکن ان اوصاف کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ شفاعت کبریٰ کا منصب بھی انہیں عطا کیا جاتا۔ بس اسی طرح بات ہے کہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا نزول اور مغفرت ذنب کی آپ کی طرف نسبت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ شفاعت کبریٰ کا منصب آپ کو عطا کیا جائے، جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت عطا کرنے کا کوئی سبب نہیں ہے۔ والله یختص برحمته من یشاء اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص فرمالیتا ہے، اس طرح آپ کو شفاعت کبریٰ کا منصب عطا فرمانے کا کوئی سبب عطا فرمانے کا کوئی سبب نہیں ہے بلکہ یہ محض اس کی عطا ہے۔

(الف) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان کی وضاحت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعارف کے لیے جو کلمات فرمائیں گے وہ یہ ہیں۔

**عبداً غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر**

چونکہ دوسرے انبیا کرام نے معذرت کی کہ لَستُ ھُنَاکُم یعنی ہم اس بارگاہ میں تمہارے لیے اس وقت کوئی سفارش نہیں کرا سکتے لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کی رہنمائی ایک ایسی ہستی کی طرف کی جس کی وجہ سے دنیا میں اس قسم کا اعلان ہو چکا تھا۔ یعنی اس وقت ایسی ہستی کی ضرورت تھی جو نہ صرف اپنی ذات کی حد تک محفوظ ہو بلکہ دوسروں کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے جو نہ صرف اپنی ذات کی حد تک مغفور ہو بلکہ دوسروں کی مغفرت کے لیے سبب اور باعث بنے اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے ایسے عبد کامل ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے اگلوں اور پچھلوں کے ذنب کی مغفرت فرمائی ہے۔

اور اس وقت ایسی ہی ہستی کی ضرورت تھی جو دوسروں کے لیے اتنی نفع رساں ہوں نہ یہ کہ اپنی ذات کی حد تک اس کا نفع اور فائدہ محدود ہو۔ اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی ذاتِ گرامی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کی رہنمائی آپ کی طرف اس لیے کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں یہ فرما چکا ہے۔

تاکہ مغفرت کرے اللہ تعالیٰ آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے ذنب کی۔ یعنی اس مقام کا اقتضاء یہی تھا کہ دنیا میں آپ کے بارے میں یہ اعلان ہو چکا ہو۔ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جن کے سبب لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے وہ ذات تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور آج اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرنی ہے کہ وہ مخلوق کا حساب شروع فرمائے تاکہ لوگ جو اس مخمصے میں پھنسے ہوئے ہیں اور کشمکش میں مبتلا ہیں، امید و بیم اور خوف و رجاء کی کیفیت میں مبتلا ہیں اس سے خلاصی اور رہائی کی کوئی صورت پیدا ہو تو اس کام کے لیے بھی آپ ہی کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس مقام میں حضرت عطاء خراسانی کا مؤقف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہتر ترجمانی کر سکتا ہے۔ اس لیے مولانا سعیدی کا یہ کہنا "آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیا اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی۔"

اس میں ''یہی وجہ ہے'' درست نہیں ہے بلکہ یہ ان انبیا کرام کا منصب ہی نہیں تھا۔ اگر ''یہی وجہ ہے'' کو تسلیم کیا جائے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سفارش کرنی چاہیے تھی کیونکہ انہوں نے یہ تو کہا ''لَستُ ھُنَاکُم'' مگر اس کے ساتھ اپنے کسی عذر کو بیان نہیں کیا کہ میں یہ کام کیوں نہیں کر سکتا یعنی اپنی کسی کمزوری کو بیان نہ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کوئی کمزوری تھی ہی نہیں اور بیان بھی نہیں ہوئی تو پھر انہیں شفاعت کبریٰ کا منصب ملنا چاہیے تھا مگر اس کے باوجود بھی نہیں ملا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت کبریٰ ان کا منصب ہی نہیں تھا۔

اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات شفاعت کا سبب بنے ہیں تو لازم آئے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات حضرت نوح علیہ السلام کے لیے شفاعت کبریٰ کے حصول کا سبب بنتے۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اور ان کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے، جب کہ ایسا نہیں ہوا تو اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات تعارفی حیثیت رکھتے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ شفاعت کبریٰ کا سبب بن گئے۔ شفاعت کبریٰ آپ کا منصب تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر کسی مطالبہ کے عطا فرمایا۔

(ب) بخاری و مسلم کی روایت میں اختلاف:

یہ روایت بخاری میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہیں گے عبداً غفر اللہ لہ ماتقدم من ذنبہ وماتاخر مگر ''مسلم'' میں اس طرح بھی ہے:

**اذھبوا الیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیاتونی، فیقولون یا محمد انت رسول اللہ و خاتم الانبیاء و غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر، اشفع لنا الیٰ ربک. (۱۰)**

یعنی ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تو وہ میرے پاس آئیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ کہیں گے۔ اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیا ہیں اور اللہ نے آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے ذنب کی مغفرت کر دی ہے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے لیے شفاعت کیجیے۔

اس مقام میں حضرت خراسانی کی توجیہ یا مؤقف بالکل درست ہے اس لیے کہ ابتداء میں اَنْتَ رَسُوْلُ اللہِ اور خَاتَمُ الْاَنْبِیَاء آپ کی ذاتی تعریف ہے اور غَفَرَ اللہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وہ تعریف ہے جو دوسروں کے حوالے سے ہے جس میں آپ کی وجہ سے امت کی

مغفرت کا ثبوت ملتا ہے تو جب صحابہ کرام کی مغفرت آپ کی جہ سے ہوئی تو اس لیے لوگوں کو ہمت ہوئی اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کے طالب ہوئے۔

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اس کے سایہ رحمت میں ہوں گے۔ انہیں حساب کی اتنی جلدی نہیں ہوگی بلکہ وہ پچاس ہزار سال کا دن ان پر چشم زدن میں گزر جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے مقبول ترین بندہ ہیں اور وہ مقبول ترین لوگوں میں ہوں گے۔

اب جب "صحیح مسلم" کی روایت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں ہے بلکہ قیامت کے روز وہ لوگ جو پریشان حال اور پراگندہ اعمال ہوں گے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت گرامی میں گزارش کریں گے:

**انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء و غفر اللہ لک ماتقدم من ذنبک وما تاخر. اشفع لنا الیٰ ربک.**

تو گویا گنہگار اور عام لوگوں کا قول ہوگا۔ اس لیے اسے سند کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے۔ عام لوگوں کا قول اس دنیا میں دلیل نہیں ہوتا تو آخرت میں کیسے دلیل ہو سکتا ہے۔ اگر یہ گنہگار لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر نہ ہوں تو بھی شفاعت کبریٰ آپ کرتے اس لیے کہ یہ آپ کا منصب ہے۔

## (ج) حضرات انبیا کرام اور میدانِ حشر:

قیامت کے روز تمام انسان میدانِ حشر میں جمع ہوں گے۔ ان میں ایک طبقہ فرمانبرداروں کا ہوگا اور دوسرا طبقہ نافرمانوں کا ہوگا اور پھر ان دونوں طبقات میں درجات ہوں گے اور یہ حساب کا دن ہوگا قرآنِ حکیم میں ہے:

مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ. (۱۱)

اس ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال جتنی ہوگی۔ اور اس کی ہولناکیوں کو قرآنِ حکیم میں جابجا بیان کیا گیا ہے۔ لیکن وہ طبقہ جو فرمانبرداروں کا ہوگا وہ اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے ہوگا اور خوش وخرم ہوگا۔ ان پر اس دن کی ہولناکیوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ وہ نہایت مطمئن اور شاداں وفرحاں ہوگا۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِیْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ. (۱۲)

یعنی وہ لوگ جن کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے ہوں گے اور قرآنِ حکیم میں ہے:

وُجُوہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ○ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ○ (۱۳)

یعنی قیامت کے روز ایسے چہرہ بھی ہوں گے جو تر و تازہ اور خوش و خرم اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے اور قرآنِ حکیم میں ہے:

وُجُوہٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَۃٌ ○ ضَاحِکَۃٌ مُّسْتَبْشِرَۃٌ ○ (۱۴)

یعنی اس روز ایسے چہرہ بھی ہوں گے جو چمکتے ہوئے، ہنستے ہوئے خوش و خرم ہوں گے اور قرآنِ حکیم میں ہے:

وُجُوہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ ○ لِّسَعْیِہَا رَاضِیَۃٌ ○ (۱۵)

یعنی ایسے روز ایسے چہرے بھی ہوں گے جو تازہ اور خوش ہوں گے اور اپنی سعی و کوشش پر راضی ہوں گے۔

ان آیات کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حشر کے روز ایک طبقہ نہایت خوش و خرم ہوگا، ان کے چہروں پر خوف و حزن اور رنج و ملال کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جو اس روز اطمینان و سکون سے ہوگا وہ آگے والے مرحلے سے مطمئن ہوگا۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا۔ (۱۶)

یعنی قیامت کے روز ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کے ہاں مہمانوں کی حیثیت سے جمع کریں گے۔ گویا متقین اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ جتنے متقی لوگ ہیں سب سے حسن سلوک کا وعدہ ہے اور اس دنیا میں حضرات انبیا کرام متقی بلکہ اتقی ہیں اور ان سے زیادہ کوئی تقوے دار نہیں ہے۔ چنانچہ ان حضرات کا قیامت کے روز میدان حشر میں مہمان ہونا، معزز و محترم ہونا اور خوش و خرم ہونا یقینی امر ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُہُمْ (۱۷)

یعنی قیامت کے روز صادقین کو ان کا صدق بھرپور فائدہ دے گا۔ کیونکہ وہ ظلم زیادتی کا دن نہیں ہوگا بلکہ عدل و انصاف کا دن ہوگا۔ اس روز کسی سے ذرہ برابر زیادتی نہیں ہوگی اور تمام انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب سے زیادہ صادق ہیں لہٰذا ان کا سکون و اطمینان یقینی چیز ہے اور قرآن حکیم میں ہے:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْہِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ، فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْہِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ۔ (۱۸)

یعنی ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جن کی طرف انبیا و رسل کو بھیجا گیا ہے اور حضرات مرسلین

سے بھی پوچھیں گے۔ پھر ہم خود ان پر بیان کریں گے اس لیے کہ ہم کوئی غائب وغیر حاضر تو نہیں تھے۔
یہاں حضرات مرسلین سے پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی ان لوگوں نے آپ پر ایمان لایا تھا جب آپ نے انہیں دعوت و تبلیغ سے نوازا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرات مرسلین سے حساب ہوگا اور وہ اس لیے پریشان ہوں گے۔ وہ تو معصوم و مغفور ہیں اور اگر کسی نے نیک اور اچھا کام کیا ہے اور اپنی ذمہ داری کو حسن و خوبی سے سرانجام دیا ہے تو اس سے معلوم کر لینا کہ یہ کام آپ نے کیا ہے، سرزنش نہیں ہے اور جس کے سامنے وہ عمل وقوع پذیر ہوا ہے اس سے معلوم کر لینا بھی عتاب نہیں ہے۔ اس آیت میں ''المرسلین'' **جمع معرف باللام** ہے اور ایسی جمع کے بارے میں حضرت علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ: **الجمع المعرف بلام الاستغراق یتناول کل واحد من الافراد۔ (۱۹)**

یعنی جمع بلام الاستغراق افراد میں سے ہر ہر فرد کو شامل ہوتا ہے، جیسے قرآنِ حکیم میں **علم ادم الاسماء** ہے۔ اس میں ''**الاسماء**'' میں اسماء، اسم کی جمع ہے اور اس پر الف لام داخل ہے تو اب یہاں ''الاسماء'' سے مراد ہر ہر اسم ہوگا۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیت کریمہ میں ''المرسلین'' مرسل کی جمع ہے اور اس پر الف لام داخل ہے اور جمع پر الف لام کا دخول استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ''ہر ہر مرسل'' سے یہ سوال ہوگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مسئول ہوں گے اس لیے کہ آپ مرسل ہیں۔ اور یہ سوال کرنا کوئی تہدید یا عتاب نہیں ہے۔ ہماری اس بات کی تائید اس آیتِ کریمہ سے بھی ہوتی ہے کہ:

**یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ (۲۰)**

یعنی قیامت کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور وہ اہل ایمان جو آپ کے ساتھ ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر نوازش و مہربانی فرمائے گا۔ یعنی جن لوگوں کو اس روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایمانی معیت نصیب ہوگی ان پر بھی نوازش و عطا ہوگی۔ جب غیر انبیا اہل ایمان اور اہل تقویٰ کو یہ اعزاز و اکرام حاصل ہوگا تو حضرات انبیاء کرام کا کیا کہنا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرات انبیا کرام اس روز راحت و سکون سے ہوں گے، ان پر کوئی خوف و حزن کی کیفیت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی خصوصی نوازشات و عنایات ان پر ہوں گی۔ اس لیے ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اس طرح لکھیں کہ:

تمام انبیا و مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی۔

حضرات انبیا کرام کا نفسی نفسی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی ذات کی حد تک محفوظ و مصون ہیں اور سر دست کسی کی شفاعت و سفارش کی اجازت نہیں ہے۔ ہمیں اس کا امر اور ارشاد نہیں، یہ ہماری ذمہ داری نہیں، ہم اس کے پابند نہیں ہیں۔ یہ کسی حدیث میں نہیں ہے کہ جب ''الناس'' ان

کے پاس پہنچے تو وہ خوف زدہ اور غمزدہ تھے، لرز رہے تھے، ان سے بات نہیں ہو پا رہی تھی بلکہ جب یہ ''الناس'' ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ان کی بات سنی اور عمدہ طریقہ سے انہیں جواب دیا کہ فی الحال شفاعت وسفارش کی اجازت نہیں۔ اس طرح ہر ایک نے دوسرے کی طرف رجوع کا مشورہ دیا۔

ایک فروگزاشت کی طرف اشارہ:

حضرات انبیا کرام کی تعداد کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس میں معمولی کم وبیش پر مشتمل ہے اور ان میں سے تقریباً دو درجن حضرات گرامی کے اسماء قرآن حکیم میں ہیں اور ہم نے جو احادیث شفاعت ذکر کی ہیں ان میں سے ایک میں چار اور دوسری میں پانچ انبیا کرام کے اسماء گرامی مذکور ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ان لوگوں کے پاس ''الناس'' کی حاضری ہوگی۔ بہرصورت میدانِ حشر میں حضرت آدم سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیا کرام موجود ہوں گے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن جن کے پاس ''الناس'' کی حاضری کا ذکر ہے وہ چار پانچ ہی ہیں۔ مگر مولانا سعیدی نے لکھا کہ:

''تمام'' انبیا کرام اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی۔

مولانا سعیدی نے چار پانچ انبیا کرام پر ''تمام'' کا اطلاق کیا ہے، جو درست نہیں ہے۔ کیونکہ ''چار'' اور ''پانچ'' جمع تو ضرور ہیں۔ مگر ''تمام'' نہیں ہیں۔ ''تمام'' ''کل'' کا معنی ہے، جس میں حصرو استغرق پایا جاتا ہے۔ جاء نی القوم اور جاء نی القوم کلھم کے معنی ومفہوم میں بڑا فرق ہے۔ صرف ''قوم کا آنا'' اور تمام قوم کا آنا'' میں فرق اور امتیاز نہ کرنا، غفلِ اکبر اور تحقیقی بحث میں غیر محتاط کلمات کا استعمال ہے۔ حضرت عزالدین شافعی نے اپنی عربی عبارت میں ایسا کوئی کلمہ استعمال نہیں کیا۔ یہ مولانا سعیدی کی اختراع ہے۔

**(۴) شفاعت کبریٰ اور کلی مغفرت ذنب:**

مولانا غلام رسول سعیدی کا یہ مؤقف کہ ''کلی مغفرت ذنب کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے روز شفاعت کبریٰ فرمائیں گے'' اس لیے بھی غیر صحیح ہے کہ آیت کریمہ:

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (۲۱)

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ہے اور سورہ بنی اسرائیل مکی دور میں نازل ہوئی۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے مکی دور میں آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائیں گے اور اس پر حدیث:

وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَّحْمُوْدًا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ (۲۲)

میں "اَلَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ" بھی دلالت کر رہا ہے۔ یعنی وہ مقام محمود جس کا وعدہ تو نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے۔ اذان کے بعد کی جانے والی یہ دعا مدنی دور کے ابتداء سے تعلق رکھتی ہے جو بہر صورت معاہدہ حدیبیہ سے پہلے ہی کا زمانہ ہے اور لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ معاہدہ حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور "مقامِ محمود" اس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں قیامت کے روز میدانِ حشر میں جلوہ گر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی حمد وثناء کریں گے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی ہوگی اور وہیں آپ شفاعت فرمائیں گے۔ جسے شفاعت کبریٰ اور عظمیٰ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت جار اللہ زمخشری "مقاماً محموداً" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

**المراد الشفاعة (۲۳)**

اس سے مراد شفاعت یعنی مقامِ شفاعت ہے۔ حضرت علی مہامی لکھتے ہیں:

**هو مقام الشفاعة (۲۴)**

یعنی مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے۔ حضرت بیضاوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

**المشهور انه مقام الشفاعة لماروى ابو هريرة انه عليه السلام قال هو المقام الذى اشفع فيه لامتى. (۲۵)**

مشہور یہ ہے کہ وہ مقام شفاعت ہے جیسا کہ ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مقامِ محمود وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا۔

اور حضرت محمود آلوسی لکھتے ہیں:

**المراد بذالك المقام، مقام الشفاعة العظمىٰ. (۲۶)**

یعنی مقام محمود، شفاعت عظمیٰ کے مقام کا نام ہے۔ اسی طرح حدیث شفاعت کے آخر میں ہے:

**ثم تلاهذه الاية عسى ان يبعثك ربك مقاما محموداً قال و هذا المقام المحمود الذى وعده نبيكم. (۲۷)**

پھر انہوں نے **عسى ان يبعثك ربك مقاما محموداً** کی تلاوت کی اور فرمایا یہ مقام محمود وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے وعدہ فرمایا ہے:

چنانچہ اس "مقام محمود" یعنی شفاعت کبریٰ کا منصب عطا کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ہجرت سے قبل مکی دور میں کیا تھا اور لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ معاہدہ حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی۔ اس لیے اس آیہ کریمہ یا اس کے مضمون کو مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کے حصول سے منسلک کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ

غیر مشروط اور غیر مقید ہے۔ اس میں ایسی کوئی شرط یا قید نہیں ہے کہ پہلے آپ کے اگلے پچھلے ذنب معاف کیے جائیں گے اور پھر آپ کو مقامِ محمود اور شفاعت کبریٰ کا منصب دیا جائے گا۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے بھی یہ بات نہیں کی اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ ''کلی مغفرت کے نتیجے میں یہ منصب مجھے عطا ہوا ہے۔'' تو پھر وہ لوگ جن کا دعویٰ یہ ہے کہ ''ہمارا قبلہ حدیث ہے'' جدھر حدیث ہوتی ہے ہم ادھر ہو جاتے ہیں اور جدھر وہ مڑتی ہے ہم ادھر مڑ جاتے ہیں تو یہاں ان کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صاف وعدہ موجود ہے اور وہ بھی غیر مشروط و غیر مقید اور پھر اس کی شان یہ ہے کہ ''**لا یخلف المیعاد**'' کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا تو وہ اس بات کو کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ شفاعت کبریٰ آپ کا منصب ہے اور یہ وہ منصب ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر مطالبہ کے عطا فرمایا ہے۔ اس کا ''کلی مغفرت'' سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کا کلی مغفرت سے تعلق ثابت کرنا اختراع و ابداع ہے۔

**(۵) مغفرتِ ذنب میں نسبت ظنی ہے:**

حضرت ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

**ان الادلة السمعية اربعة. الاول قطعی الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسرة او المحكمة، والسنة المتواترة، التی مفهومها قطعی، الثانی قطعی الثبوت ظنی الدلالة كالآيات المؤولة. (۲۸)**

سماعی دلائل کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے جیسے قرآنِ حکیم کی وہ نصوص جو مفسرہ یا محکمہ ہیں اور سنت متواترہ جس کا مفہوم قطعی ہے اور دوسری قسم قطعی الثبوت اور ظنی الدلالت ہے جیسے آیات مؤولہ ہیں۔ یعنی کوئی چیز قطعی الثبوت والدلالت ہو تو اسے قطعی کہتے ہیں اور اگر کوئی چیز قطعی الثبوت اور ظنی الدلالت ہو تو وہ قطعی نہیں ہو سکتی اسے ''ظنی'' کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسے وہ آیات جن میں تاویل ہوتی ہے اور کئی کئی احتمال ہوتے ہیں اور تاویل سے کام لے کرا یک احتمال کو متعین کیا جاتا ہے اور یہ چیز ظنی ہوتی ہے۔ جس کی ایک مثال حضرت نظام الدین شاشی نے لکھی ہے:

**لفظ القروء، المذكور فی كتاب الله تعالیٰ محمول اما علی الحيض كما هو مذهبنا او علی الطهر كما هو مذهب الشافعی (۲۹)**

قرآنِ حکیم میں جو ''ثلثة قروء'' ہے اس میں سے لفظ ''قروء'' یا تو ''حیض'' پر محمول ہے (جیسا کہ ہمارا مذہب حنفی ہے) یا ''طہر'' پر محمول ہے (جیسا کہ شافعی مذہب ہے) یعنی ''قروء'' کے دو

معنی ہیں ایک حیض دوسرا طہر اس لیے اصحاب علم نے اس میں تاویل س کام لیا ہے۔ حنفیہ نے تاویل کر کے اس سے مراد حیض لیا ہے اور شافعیہ نے تاویل کر کے اس سے مراد طہر لیا ہے، چونکہ "ثلثۃ قروء" قرآنِ حکیم کی آیت کا حصہ ہے اس لیے قطعی الثبوت ہے مگر معنی مراد یعنی حیض پر اطلاق و دلالت میں ظنی ہے۔ اس لیے کہ اس میں اور احتمالات بھی ہیں۔ اس بنا پر یہ کہا جائے گا کہ "قروء" سے حیض مراد لینا ظنی ہے، قطعی نہیں ہے۔ حضرت شیخ احمد موؤل کے حکم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**حکم المؤول وجوب العمل بما جاء فی تاویل المجتھد مع احتمال انہ غلط و یکون الصواب فی جانب الآخر، والحاصل انہ ظنی واجب العمل غیر قطعی فی العلم. (۳۰)**

یعنی موؤل کا حکم یہ ہے کہ جب اس میں مجتہد تاویل کر کے ایک معنی متعین کرتا ہے تو اس پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے باوجود اس کے کہ اس میں یہ احتمال بھی موجود ہوتا ہے کہ وہ غلط ہو اور صواب جانب مخالف میں ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ موؤل دلیل ظنی ہوتا ہے اس پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے۔ لیکن علم کے معاملہ میں غیر قطعی ہوتا ہے۔ یعنی اگر اس کا تعلق عمل سے ہے تو وہ لازم ہوتا ہے اگر اس کا تعلق یقین وعقیدہ سے ہے تو پھر موؤل کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ عام ازیں کہ موؤل کے معنی کا تعین خبر واحد سے ہوا ہو یا قیاس سے ہو۔ حضرت جلال الدین محلی لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ کے بارے میں لکھتے ہیں:

**ھو مؤول لعصمۃ الانبیاء علیھم السلام بالدلیل العقلی القاطع من الذنوب. (۳۱)**

یعنی اس آیت کریمہ میں ذنب کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف موؤل ہے اس لیے کہ حضرات انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت دلیل عقلی کے ساتھ ذنوب سے قاطع ہے۔ یعنی چونکہ حضرات انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت دلیل عقلی سے ثابت ہے اس کی وجہ سے ان کی طرف ذنوب کی نسبت نہیں کی جاسکتی اور "ذَنْبِكَ" میں جو نسبت ہے یہ تاویل کی ہوئی ہے۔ اس کی تشریح میں حضرت صاوی لکھتے ہیں:

**ان اسناد الذنب لہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤول، اما بان المراد ذنوب امتك. (۳۲)**

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اس مقام میں ذنب کی نسبت کی تاویل کی گئی ہے یا اس سے مراد امت
کے ذنوب ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے کئی احتمال حضرت صاوی نے اس مقام میں بیان کیے ہیں۔

ہمارا مدعا یہ ہے کہ جو چیز موؤل ہوگی وہ دلیل ظنی ہوگی۔ دلیل قطعی نہیں ہوگی۔ عمل میں تو اسے اہمیت حاصل ہوگی لیکن علم وعقیدہ کے باب میں وہ مفید نہیں ہوگی۔ اور اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ذنب کی نسبت موؤل ہے اور یہاں عمل کی نہیں علم وعقیدہ کی بات ہے۔

اور خود مولانا غلام رسول سعیدی نے اس میں حضرت سیوطی کے حوالے سے کوئی سترہ احتمالات ذکر کیے ہیں اور جب خبر واحد سے وہ ایک احتمال کو متعین کر رہے ہیں تو یہ دلیل ظنی ہوئی۔

حضرت علامہ تفتازانی خبر واحد کے بارے میں لکھتے ہیں:

**ان خبر الواحد علیٰ تقدیر اشتماله علیٰ جمیع الشرائط، المذکورة فی اصول الفقه لا یفید الا الظن. (۳۳)**

یعنی خبر واحد اگر ان تمام شرائط پر جو اصول فقہ میں مذکور ہیں مشتمل ہو تو بھی صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے اور اسکے بعد واضح طور پر لکھتے ہیں۔

**لا عبرة بالظن فی باب الاعتقادیات. (۳۴)**

یعنی اعتقادیات میں ظن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ یعنی خبر واحد دلیل ظنی ہوتی ہے۔ اور دلیل ظنی اعتقادیات میں سودمند نہیں ہوتی لہٰذا خبر واحد یقینیات میں فائدہ نہیں دیتی۔ اور حضرت شیخ عبد العزیز پرہاروی نے بھی لکھا ہے:

**ان خبر الواحد لا یعتبر فی العقائد. (۳۵)**

عقائد چونکہ یقینیات کے باب میں شامل ہیں اس لیے خبر واحد ان میں سودمند نہیں ہوتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحابِ بدر کے بارے میں فرمایا ہے:

**اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ قَدۡ غُفِرَتۡ لَکُمۡ. (۳۶)**

یعنی تم لوگ جو چاہو عمل کرو اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ مولانا سعیدی نے اس پر لکھا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کو مغفرت کی نوید سنائی ہے۔ لیکن یہ خبر واحد سے ثابت ہے اور ظنی ہے۔ (۳۷)

یعنی جو چیز خبر واحد سے ثابت ہوتی ہے وہ ظنی ہوتی ہے۔ مولانا سعیدی نے آیت کریمہ **لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ** میں جو سترہ احتمال بیان کیے ہیں ان میں ایک احتمال کہ "ذَنۡبِکَ" میں ذنب کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے کو خبر واحد سے ثابت کیا ہے۔ لہٰذا یہ ثبوت دلیل ظنی سے ہوا اور چونکہ ذنب کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی کی

طرف ہوسکتی ہے یا نہیں علماء کرام نے عصمت انبیا علیہم السلام کے ضمن اور ذیل میں بیان کیا ہے اور عصمت انبیا علیہم السلام کے ضمن اور ذیل میں بیان کیا ہے اور عصمت انبیا علیہم السلام کی بحث عقائد سے تعلق رکھتی ہے جو یقینیات کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا خبر واحد جو دلیل ظنی ہوتی ہے سے یقینیات و اعتقادیات میں استدلال کرنا خلاف قاعدہ

اور خلاف ضابطہ ہے اور یہ وہ قاعدہ اور ضابطہ ہے جو مولانا سعیدی کو بھی تسلیم ہے۔ لہٰذا انہیں اپنے اس موقف: ''آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں''

کے درست نہ ہونے کا اعتراف کرنا چاہیے اور حقیقت جیسی ہے ویسی ہی قبول کرنی چاہیے۔

''حوالہ جات''


۱۔ شرح صحیح مسلم، ج ۷، ص ۳۳۸۔

۲۔ جواہر البحار، ج ۱، ص ۱۹۷۔

۳۔ فتوحاتِ مکیہ، ج ۱ ص ۲۵۷

۴۔ قرآنِ حکیم، سورۂ یٰسین، آیت ۲۷۔

۵۔ قرآنِ حکیم، سورۂ نوح، آیت ۲۸۔

۶۔ قرآنِ حکیم، سورۃ الشعراء، آیت ۱۴۔

۷۔ قرآنِ حکیم، سورۃ القصص، آیت ۱۶۔

۸۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۸۸۔

۹۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۸۸۔

۱۰۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۱۱۔

۱۱۔ قرآنِ حکیم، سورۃ المعارج، آیت ۴۔

۱۲۔ قرآنِ حکیم، سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۰۷۔

۱۳۔ قرآنِ حکیم، سورۃ القیامہ، آیت ۲۲۔

۱۴۔ قرآنِ حکیم، سورۂ عبس، آیت ۳۸۔

۱۵۔ قرآنِ حکیم، سورۃ الغاشیہ، آیت ۸۔

۱۶۔ قرآنِ حکیم، سورۂ مریم، آیت ۸۵۔

۱۷۔ قرآنِ حکیم، سورۂ مائدہ، آیت ۱۱۹۔

۱۸۔ قرآنِ حکیم، سورۂ اعراف، آیت ۷۔

۱۹۔ مختصر المعانی، ص ۱۱۸۔
۲۰۔ قرآنِ حکیم، سورۃ التحریم، آیت ۸۔
۲۱۔ قرآنِ حکیم، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۹۔
۲۲۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۶۵۔
۲۳۔ تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۶۸۷۔
۲۴۔ تفسیر تبصیر الرحمن، ج ۱ ص ۴۳۵
۲۵۔ تفسیر بیضاوی، ص ۴۹۶۔
۲۶۔ تفسیر روح المعانی، ج ۱۵، ص ۱۴۰۔
۲۷۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۸۸۔
۲۸۔ فتاویٰ شامی، ج ۱، ص ۷۰
۲۹۔ اصول الشاشی، ص ۱۳۔
۳۰۔ نور الانوار، ص ۸۵۔
۳۱۔ تفسیر جلالین، ص ۴۲۳۔
۳۲۔ حاشیہ جلالین، ص ۴۲۳۔
۳۳۔ شرح عقائد، ص ۱۰۱۔
۳۴۔ شرح عقائد، ص ۱۰۱۔
۳۵۔ نبراس، ص ۴۵۰۔
۳۶۔ صحیح البخاری، ج ۲، ص ۵۶۷۔
۳۷۔ شرح صحیح مسلم، ج ۷، ص ۳۴۱۔

---

# ذنب تحقیق وتنقید کے میزان پر

—■ حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد رمضان گل تر چشتی قادری

**الفتح**

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ○ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ (الآیت)

"بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔" الخ (ترجمہ کنز الایمان)

یہ ہے ترجمہ امام اہلسنّت، مجدّدِ ملّت، عظیم البرکت، اعلیٰ حضرت شیخ العرب والعجم، مفسّرِ اعظم، پروانۂ شمع رسالت، پاسبانِ شانِ نبوت، محسنِ جماعت، پیر طریقت الحافظ القاری الحاج سیّدنا و مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

لاریب یہ ترجمہ خصوصاً اور عموماً تمام قرآن مجید کا ترجمہ جو کہ کنز الایمان سے موسوم ہے موافقِ احادیثِ صحیحہ، عقائد کا محافظ، صحیح العقل کا رہبر، اھلِ حق کا مؤید، صحیح اور واضح اور مُصرّحِ حق، جواباتِ باطل کا بیانِ حق، بے اصل بیان سے مبرّا، کلام معجز نظام کا بار بط ترجمہ، مطابق تفاسیرِ اربابِ علمِ لغت، اسلوبِ قرآن، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنھم، انوارِ بزرگان کا مصداق، الہامی اشارہ اور رُوحانی نظارہ ہے ۔

یہی کہتی ہے بُلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں

نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیِ طبع رضا کی قسم!

لیکن علامہ غلام رسول سعیدی حال شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم نعیمیہ کراچی کے نزدیک لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ (الآیت) کا ترجمۂ اعلیٰ حضرت غیر صحیح ہے، کہ

"ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت، اطلاقاتِ قرآن، نظم قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات اور ایرادات ہیں۔"

(شرح صحیح مسلم ص ۳۲۵ ج ۷ مطبوعہ لاہور)

اور اسی طرح اپنی مرقومہ شرح صحیح مسلم شریف کی مختلف جلدوں میں اس ترجمہ شریف پر باغیانہ ایسی ایسی واردات فرمائیں کہ

الامان والحفیظ اور یمین و یسار سے بے پرواہو کر وہ موشگافیاں کیں کہ اربابِ ادب کو متحیر کر دیا اور اس پر طرّہ یہ کہ اسلاف میں جو بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہم خیال نظر آیا وہ بھی نشانۂ سعیدی بنا اور

اخلاف میں جس نے بھی دردِ دین کا اظہار کیا تائیدِ حق میں امامِ اہلسنّت کا دم بھرا وہ بھی رگڑا گیا۔

گلۂ جفائے وفا نما جو حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہَری ہَری

ترجمۂ اعلیٰ حضرت میں بنیادی اختلاف اس بات میں ہے کہ نسبت ذنب شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کی گئی لہٰذا

۱...... یہ تفسیر احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً مخدوش ہے۔ (شرح صحیح مسلم، ص ۹۸)

۲...... اس تفسیر پر عقلی خدشات بھی ہیں۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۱۰۰ ج، ۳)

۳...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث کے برعکس۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۶۹۱ ج،

۴...... اس آیت سے امّت کی مغفرت لینا صحیح نہیں۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۹۸ ج، ۳)

۵...... یہ ترجمہ صحیح نہیں (تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۶۹۴ ج، ۶)

۶...... اس ترجمہ کے غلط ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۶۹۶ ج، ۶)

۷...... یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۳۲۵ ج، ۷)

۸...... یہ جوابات باطل و بے اصل ہیں۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۳۲۲ ج، ۷)

۹...... یہ تمام احادیث کے خلاف ہے۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۳۳۵ ج، ۷)

۱۰...... اعلیٰ حضرت نے تصریح کردی کہ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرْ کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے نہ کہ اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۳۳۵ ج، ۷)

۱۱...... یہ بات مان لینی چاہیے کہ یہ بات خلافِ تحقیق ہے اور یہی حق پرستی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۳۴۶ ج، ۷)

۱۲...... اگرچہ اس ترجمہ کی بنیاد کمزور اور غلط ہے۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۳۴۶ ج، ۷)

۱۳...... وہ ترجمہ کہ لغت قرآن، اسلوبِ قرآن، احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مستند علما کے اقوال وخود ان کے اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے۔ (شرح صحیح مسلم ص، ۳۴۶ ج، ۷) وغیرہ وغیرہ

آنکھوں پہ کچھ ایسا ہی پٹہ ہے چڑھایا
مجنوں نظر آئی اسے لیلیٰ نظر آیا

یہ الزامات، خدشات اور ایرادات کے نشتر ذاتِ ستودہ صفات مجددِ ملّت پر کیوں؟ کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں معصوم نبی، بے ذنب، کو مذنب رسول منسوب ذنب نہیں کہا پھر مغفرتِ ذنبِ رسول کا نظریہ

نہیں اپنایا اس کے خلاف صرفی نحوی منطقی بوقلمونیاں، ابحاث کے طوفان، ناعاقبت اندیشی، کے طویل بیان داغے کہ مدّتوں سے گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالفانِ بزرگان جو بدعقیدگی اور بے اَدبی کی وجہ سے منہ چھپاتے پھرتے تھے اعلیٰ حضرت اور مسلکِ اہلِ سنّت کے خلاف پھر پر تولتے نظر آئے۔

وفا کے بھیس میں بیٹھا ہے کوئی بے وفا بن کر
نگاہِ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف ہوجائے

اَلغرض علامہ سعیدؔی صاحب کی بے ضرورت، بے وقت تحقیق، بے وجہ بے فائدہ تشریح وتصریح کے پردہ میں تحقیق کے بہانے سے رُونما ہونے والے لاوے نے اربابِ علوم، اصحابِ فنون، احبابِ معارف، عاشقانِ مُصطفےٰ کو بہت ہی مجروح کیا، غیورانِ ملّت، جسورانِ جماعت کو دِلی صدمہ پہنچایا۔

اور اس دِل ہلادینے والی تشریح، رُلادینے والی تصریح، تڑپادینے والی تحقیق، مُرجھادینے والی تدریس، شرمادینے والی تبلیغ اور اُکسادینے والی تقریر نے دُنیائے اہلِ سنّت میں کُہرامِ غم اور طوفانِ اَلم بَرپا کردیا۔

نچا مارا ہے یکسر، کیا عرب اور کیا عجم سب کو
خدا غارت کرے اس اختلافِ دین و مذہب کو

کیا یہ سعیدؔی صاحب وہی ہیں۔

یہی علامہ غلام رسول سعیدؔی جب مدرّسِ دارالعلوم نعیمیہ لاہور تھے اِنھیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اور ان کے ترجمۂ قرآن کے متعلق فرماتے تھے:

''اگر قرآن اردو میں نازل ہوتا تو اسی ترجمہ میں ہوتا، اس ترجمہ کو اگر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرتِ شامی رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے تو سراہتے۔ اِکتسابِ فیض کرتے، زانوئے تلمذ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خم کرتے، شاباش دیتے۔ اور سعیدی صاحب فرماتے ہیں اس ترجمہ میں رازی رحمۃ اللہ علیہ کی موشگافیاں ہیں، غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا تصوّف ہے۔ جامی رحمۃ اللہ علیہ کی وارفتگی ہے نعمان رحمۃ اللہ علیہ کا تفقہ ہے۔ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی ژرف بینی ہے...... مزید فرماتے ہیں:

میں نے اعلیٰ حضرت کا زمانہ نہیں پایا لیکن جب میں اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو دیکھتا ہوں، میرے دِل میں ایک شبیہ ابھرتی ہے۔ جس کی آنکھوں میں فاروقی جلال، لبوں پر ملکوتی تبسّم، چہرہ ایسے جیسے کھلا ہوا قرآن، گفتار میں علی المرتضیٰ کی حلاوت، کردار میں ابوذر رضی اللہ عنہ کا استغناء، نفس میں گرمی صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انداز میں بلال رضی اللہ عنہ کی تب وتاب،...... الغرض اعلیٰ

حضرت کی شخصیت عشاقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع عنوان معلوم ہوتی ہے۔"
(توضیح البیان ص ۲۷ مطبوعہ لاہور)

**اور اب:**

ان تمام گلہائے عقیدت کو پسِ پُشت ڈالتے ہوئے مجدّدِ ملت پر ایرادت، واردات اور جلوت وخلوت میں محسنِ اہلِ سنّت، شیخ الاسلام پر عقیدتِ صادقہ کو مخدوش کر دینے والے، غیروں کو جرأت گستاخی فراہم کرنے والے، اپنوں کو جسارتِ مقابلہ میسّر کرنے والے بیانات کہ دردمندانِ دیں ماتم کناں نظر آنے لگے۔

اَپنوں کی یہ شانِ شریفانہ سلامت
غیروں کو بھی یوں زہرا اُگلتے نہیں دیکھا

امام احمد رضا خاں نے ذنب کو بر بنائے مجازِ عقلی لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ الخ میں بذریعہ اضافت لفظِ امّت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور رکھنے اور نسبت ذنب کو امّت کی طرف منسوب کرنے سے جو کرم فرمایا ہے خالی الذہن لوگوں کو عصمتِ انبیا علیہم السّلام پر غیر مسلم معترضوں سے چھٹکارا ملتا ہے۔ سُنّی مرہونِ منّت ہیں اور امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں منفرد و متفرد نہیں۔

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جُنید و شبلی و عطار ہم مست

اور اب علاّمہ سعیدی صاحب شیخ الحدیث صدر مدرسین جامعہ دار العلوم نعیمیہ لاہور کے نہیں بلکہ دار العلوم نعیمہ کراچی کے ہیں، بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ علاّمہ سعیدی صاحب کی مخالفتِ مجدّدِ ملّت کی وجہ سے ایک لمبی چوڑی عالمانہ، فاضلانہ، قاہرانہ محققانہ تحقیق کے باوجود بھی خود سعیدی مفتی عبد المجید صاحب، رحیم یار خان بھی تمام سُنیوں، رضویوں، سعیدیوں کی آہ کو پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

کہ علاّمہ غلام رسول سعیدی صاحب...... نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کے خلافِ عَلمِ بغاوت بلند کر کے اہلِ سنّت کو نیچا دکھانے اور وہابیّت کے پنجے مضبوط کرنے میں نہایت ہی تھوڑے عرصہ میں یقیناً وہ کام کر دکھایا ہے جو پوری ایڑی چوٹی کا زور صَرف کرنے کے باوجود کم وبیش ایک سو سال کی طویل مدّت میں بھی وہ سرانجام نہ دے سکے جس سے علاّمہ غلام رسول نے اپنے سعیدی ہونے کی بجائے سعودی ہونے کا عملی مظاہرہ فرمایا ہے۔ (کنز الایمان پر اعتراضات کا اپریشن ص ۵۵)

یہ حکمتِ لاہوتی یہ علمِ ملکوتی
تیری خودی کے نگہبان نہیں تو کچھ بھی نہیں

(علامہ غلام مہر علی صاحب جواباتِ رضویہ ص ۱۹)

ممکن ہے کہ جب کاظمی صاحب ترجمہ البیان لکھوار ہے ہوں تو ترجمہ لکھنے یا طبع کرنے والے کسی مولوی کو خرید کر کسی وہابی دیوبندی ایجنسی نے کاظمی صاحب کے ترجمہ میں کسی ضمیر فروش مولوی سے گناہ وخلافِ اولیٰ کے الفاظ درج کرادیے ہوں۔

اُلٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پر یہ بدبلا نہ دے

**ذنب کے متعلق:**

**الذنب. الاثم والجُرم والمعصيّة.**

ذنب گناہ، جُرم اور بدعملی کو کہا جاتا ہے۔

(لسان العرب از امام محمد ابن مکرم مصری ص ۳۸۹)

**الاثم۔**

**اسمٌ لا فعال المطئية عن الثواب** ۔اثم ایسے افعال کو کہتے ہیں جن کے کرنے سے آدمی ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔

(مفردات امام راغب ص ۸)

ہر نبی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم ذنب، اثم، جُرم اور معاصی سے پاک ممبرّا اور معصوم ہوتا ہے۔

**عصمت:**

**حقيقة العصمة ان لا يخلق الله تعالىٰ فى العَبد الذنب مع بقاء قدرتِهٖ و اختيارهٖ**

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں ذنب باوجود بندے کی بقا اور اس کے اختیار کے پیدا نہ کرے۔(شرح عقائد، علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ)

**بل ماهية العصمة عند اهل سُنّت ان لا يخلق الله الذنب فى العبد.**

اہلِ سُنّت کے نزدیک عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں ذنب (گناہ) پیدا ہی نہ کرے۔(حاشیہ لعصام علی شرح العقائد مولانا عصام الدین متوفی ۹۴۲ھ)

**وقد تقرر ان العصمة عند المتكلمين ان لا يخلق الله فى النبى ذنباً.**

علما متکلمین میں عصمت کی تعریف یہ ہے کہ خدا، نبی میں کوئی گناہ پیدا نہیں کرتا۔

(نسیم الریاض، علامہ شہاب الدین متوفی ۱۰۶۹ھ)

وھی عندنا ان لا یخلق فیھم ذنباً وَھِی عند الحکماملکة تمنعُ الفجور

ہمارے نزدیک عصمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، نبیوں میں گناہ پیدا نہیں کرتا، حکما کے نزدیک عصمت ایک ایسا ملکہ ہے جو برائی سے روکتا ہے۔

شرح مواقف میر سیّد شریف علی جرجانی متوفی ۸۱۶ھ

وعدم خلق اللہ الذنب فی العبد ..........

خدا تعالیٰ کا بندے میں گناہ کو پیدا نہ کرنے کا نام عصمت ہے۔

نبراس ص ۵۵۲ علاّمہ عبدالعزیز پرہاروی۔

مذکورہ حوالہ جات سے آپ نے دیکھ لیا، ذَنب اور عصمت ایک دوسرے کی ضِد ہے۔ ذَنب والا معصوم نہیں اور معصوم ذَنب والا نہیں۔ مذنب نہیں۔

الضدّان لا یجتمعان. اصولِ فقہ

ذنب کا ترجمہ مجازِ عقلی کی بناپر مضاف الیہ امت بنا کر کرنے سے عقیدۂ عصمت محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہی ترجمہ مجدّدِ دین وملّت نے اختیار فرمایا جس میں وہ منفرد نہیں جسے ہوا خواہاں نے منشائے خدا کے خلاف ترجمہ کرنے والا کہا۔

ذنب سے ذنب اُمت فرمانے والے اکابرین۔

۱۔ امام اہلِ سُنّت مجدّدِ اُمّت علاّمہ فخر الدّین رازی متوفی ۶۰۶ھ

۲۔ امام علاّمہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ

۳۔ امام الصوفیا صاحب الحقائق محمد بن حُسین ابوعبدالرحمن سلمی نیشاپوری، طبقات الصوفیا متوفی ۴۱۲ھ

۴۔ امام مسلک قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ، الشفاء ص ۱۳۸ ج ۲ مصر

۵۔ امام ابو العباس احمد بن محمد سہل بن عطاء الزاہدی بغدادی متوفی ۳۹۹ھ

۶۔ امام ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن سلام بغدادی الناسخ والمنسوخ ۴۱۰ھ

۷۔ امام مذہب ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح شفا ص ۱۷۵ ج ۴

۸۔ امام حقیقت علاّمہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ص ۱۷۵ ج ۴

۹۔ امام ابوحبان اندلسی تفسیر البحر المحیط ص ۵۲۸ ج ۴ بیروت

۱۰۔ امام حنفیت علاّمہ نسفی تفسیر مدارک التنزیل ص ۵۴۵ ج ۳

۱۱۔ امام تفسیر سیّد محمود آلوسی رُوح المعانی ص ۷۷ ج ۱۳ ملتان شریف

۱۲۔ امام واعظ علامہ مُلّا مُعین کاشفی، تفسیر حسینی ص ۱۰۷۰

۱۳۔ امام شریعت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی، نُور العرفان ص ۷۷۵

۱۴۔ امام الفقاہت سیّد محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ احکام القرآن ص ۳۸ ج ا

۱۵۔ امام التصوف شیخ اکبر ابن العربی، فتوحاتِ مکیہ ص ۳۳۸ ج ۱۳

۱۶۔ امام المعارف علی شریف جرجانی، شرح المواقف ص ۲۷۹ ج ۸

۱۷۔ امام العلوم والفنون تفتازانی مختصر معانی

مذکورہ زعما ائمہ کرام ذنبک کا ترجمہ ذنبِ مؤمنین اہتِک کرنے والے ہیں یہاں اکیلے مترجم امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نہیں جسے سعیدی صاحب نے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کا نشانہ بنالیا ہے اور کئی غیر ضروری ابحاث پر قلمی جولانیاں دکھا کر عاشقانِ رسول کو اپنے سے نیچا دکھلانے کی سعی ناتمام، ناکام بلکہ بدنام سامنے لا رہے ہیں۔ ترجمہ ذنب، مغفرتِ ذنب، لام تعدیہ کہ تعلیلیہ اور مغفرتِ ذنب کو حضور کے لیے مغفرت کا اعلانِ کلی خصوصیت عظیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کر رہے ہیں۔

شاعر کی نُوا ہو کہ مُغنی کا نفس ہو
ہو جس سے چمن افسردہ وہ بادِ سحر کیا
اے اہلِ نظر! ذوقِ نظر خُوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے نظر کیا

**حضرت سعیدی صاحب کی دُھن:**

حضرت کی دُھن کہ ذنب منسوب بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے لہٰذا مغفرتِ رسُول ہے اور بس حالانکہ لم یکن للنبی ذنب فما ذا یغفر لہ ... اس دُھن کے خلاف کوئی بھی نظر آیا وہ غیر صحیح، غلط، مخدوش، مرُدود ہے اگرچہ وہ ممدوحِ عالم کیوں نہ ہو، مجدّد و مُفتی کیوں نہ ہو غیر معتبر ہے اور اس دھن میں نہ معلوم کتنے طالب علم ساتھی، مسلک کے گول مول، غیرتِ ملی سے ناآشنا محبتِ ایمانی سے نابلد، جذبۂ اسلامی سے کورے، دُنیوی شُہرت کے خواہاں دُھنے گئے۔

ان ہمنواؤں میں کچھ تو صرف بے سوچے سمجھے ہمنوائی کی حد تک دھن میں ہم آواز نظر آئے اور کچھ سوچ سمجھ کر ابوالخیر بن کر حضرت سعیدی صاحب کے تتبع میں مغفرتِ ذنب کا نغمہ الاپتے حضرت سعیدی صاحب سے بھی ایک دو قدم آگے بڑھ گئے۔ حضرت سعیدی صاحب نے ذنب کو منسوب الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتکاب تو کیا لیکن ترجمہ نہیں کیا اور اگر ترجمہ کیا تو ذنب "بمعنی خلاف اولیٰ کام" کیا۔ اگرچہ دونوں باتیں غیرت مند سُنی کے لیے باعثِ آزار ہیں، ذنب کا ترجمہ نہ

بھی ہوتو ذنب، ذنب ہی رہے گا، ذنب ہر حال میں ذنب ہے گناہ ہے جس سے اللہ کا ہر نبی ورسول پاک ہے۔ اور اگر ذنب کا ترجمہ خلاف اولیٰ ہے۔ نبیِ اولیٰ کی صفت غیر اولیٰ نہیں ہوسکتی۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ط نبی کی ہر اَدا، ہر پیروی احسن اولیٰ، اجمل واکمل ہے۔

الغرض اُن کے ہر مُو پہ لاکھوں دُرود
اُن کی ہر خُو و خصلت پہ لاکھوں سلام

نبی کا ہر فعل اولیٰ ہے۔ امتی یہ حق نہیں رکھتا کہ آقا کی سنت کو غیر اولیٰ کہے، جو کیا اچھا کیا کرنا بھی اولیٰ نہ کرنا بھی اولیٰ۔

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

اور مذکورہ ہر دو طریقوں سے سعیدی صاحب کی طرح کوئی طریقہ بھی اختیار کر کے تحقیق انیق کے پاپڑ بیلتے رہنا دل آزار باعثِ سد بار ہوگا اور یہ کام اپنانے والے کا انجام بہت بے قرار او بیمار ہوگا۔ ع:

علمے کہ راہِ حق ننماید جہالت است

اور علامہ سعیدی صاحب سے ان کے نظریہ کو اپناتے ہوئے ایک دو قدم آگے بڑھنے والے صاحبزادہ مولانا ابوالخیر پیر محمد زبیر صاحب نے ذنب کو باترجمہ اپنی تحریر و تقریر میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر کے دَائے سُوْءَ عَمَلِہٖ حَسَنَۃٌ کے پیشِ نظر بہت کچھ کہتے ہوئے یعنی مسلکِ رضا والے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو نبیوں، وَلیوں بلکہ خود حضور امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

ایضاً یہ فرقہ مرزائیوں، خارجیوں اور پرویزیوں کی طرح خطرناک ہے۔

(مغفرت ذنب از صاحبزادہ ص ۳-۱۱۳

وہ کچھ کہہ ڈالا جو نہ کہنا تھا

گھائل تیری نگاہ کا بنوعِ دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

جن کے ردِّ عمل میں جواباتِ رضویہ از عالم ربانی محقق لاثانی علامہ غلام مہر علی اور کتاب معرکۂ ذنب از علامہ غلام مہر علی منصۂ عام پر پیش ہوئی۔

سمجھتے تھے رہے گی جنگ محدود و گل و بُلبل

## مگر تخریبِ نظمِ گلستاں تک بات جا پہنچی

ابھی ابھی یہ بات صاحبزادہ اُبوالخیر علامہ محمد زبیر صاحب، رُکن الاسلام حیدرآباد کی اور آپ کے متعلق اس معاملہ میں مزید کچھ لکھنا چاہتا تھا کہ حضرت مولانا بشیر القادری صاحب خطیب مسجد سُبحانی اورنگی ۱۳ ؍ کراچی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ قائد اہلِ سنّت علامہ الشاہ احمد نورانی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کثیر تعداد جماعت کے سامنے اِس نظریۂ ذنب کے متعلق مخالفتِ اعلیٰ حضرت سے مراجعت لکھوائی تھی اور وہ تحریر میرے پاس ہے میں پہلی فرصت میں پیش کردوں گا۔ لہٰذا بس...... اور دُعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے پیش رو علامہ سعیدی صاحب کو دیگر مسائل میں مراجعت کرنے کی طرح یہاں بھی مراجعت کی توفیق نصیب فرمائے۔

از کنز و ھدایہ نتواں یافت خدا را
یک پارہ دِل خواں کہ کتابے بہ ازاں نیست

علامہ سعیدی صاحب نے ترجمۂ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ اور اس کے مواقف ومُطابق اکابرین علمائے کرام وصوفیائے کرام کے ترجمہ کے خلاف جس انداز کو اختیار فرمایا ہوا ہے وہ ہر ذی شعور کے سامنے ہے۔ کتنے دل اندوگیں ہوئے، کتنے ضمیر بے یقین ہوئے اور کتنے مخلص بے تمکین ہوئے بلکہ مبرّا عن الدّین ہوئے۔

دِل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اگرچہ اس آگ سے مختلف مقاماتِ مُلک وغیر مُلک سے سوختاں کی چیخیں، پکاریں، سسکیاں جہاں زمانے نے سُنیں علامہ سعیدی نے بھی سُنی ہوں گی۔ لاہور، گوجرانوالہ، چشتیاں شریف، ملتان شریف، رحیم یارخاں، حیدرآباد اور خود کراچی سے دَرد کی آہیں اُٹھیں اِن تمام میں میرے نزدیک آہ بصُورتِ مغفرتِ ذنب مقالہ از سیّدی مخدومی محقّقِ اہل سنت محترم علامہ مفتی سیّد شاہ حسین گردیزی دامت برکاتہم العالیہ طویل تشریح سعیدی پر اطول تصریح گردیزی ہے جس میں تقریباً ہر مسئلہ صَرفی نحوی منطقی روایات ودرایات پر علمی واَدبی ابحاث ہیں جویانِ راہ کے لیے کافی حد تک سامانِ خیر میسّر آسکتا ہے۔

دیکھ! اس قوم کی تذلیل نہ ہونے پائے
اَپنے ایوان میں جس قوم کی آواز ہے تُو

علامہ سعیدی صاحب نے ترجمۂ اعلیٰ حضرت اور دیگر ہم مسلک ومذہب بزرگوں کے خلاف اپنی لمبی اور طویل تشریح وتحقیق میں زیروبم کے طعن کا تان اَلاپتے ہوئے کہ: جس ترجمہ میں

مغفرت کا تعلق اگلوں پچھلوں کے ساتھ کیا گیا ہے وبلغت، قرآن مجید کی بکثرت آیات میں انبیا علیہم السّلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق، نظمِ قرآن، احادیث، آثار اور فقہاِ اسلام کی تصریحات کے خلاف ہے اس لیے وہی ترجمہ صحیح ہے جس میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ الخ (شرح مُسلم ص ۳۴۶)

سب سے آخر میں فرماتے ہیں:

ہم نے اَپنے اکابر کے جس ترجمہ پر تنبیہ کی ہے وہ ترجمہ ہر چند کہ لغت، اسلوب قرآن، احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم مُستند علما کے اقوال اور خود ان اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے...... اس ترجمہ کی اصل عطا خراسانی اور شیخ مکّی کے اقوال میں موجود ہے۔

(شرح صحیح مسلم ص ۳۴۶)

جیسے ہر مؤید و مصدق متقدمین یا متاخرین یا معصرین میں ہو، سعیدی کے نزدیک وہ خلافِ تحقیق ہے اسی طرح کیونکہ عطا خراسانی بھی اسی نشانے پر تھے، ان کے تمام مناصب اور مراتب کو قابلِ ذکر نہ سمجھتے ہوئے اپنی تشریح میں ان کے متعلّق کچھ منفی رائے رکھنے والے علما کا نام مثلاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ضعفا میں بتایا امام ابنِ حبان نے حافظہ کا ردی کہا اور بتایا کہ وہ خطا کرتے اور خطا کا انہیں علم نہیں ہوتا تھا، اس لیے ان کی روایات سے استدلال کرنا باطل ہے۔

(شرح مسلم ص ۳۴۴ ج ۷)

اور اسی صفحہ پر ایک اور عطا خراسانی ۱۶۳ھ میں فوت ہونے والے کا ذکر کیا۔ کہ عطا خراسانی بہت بد شکل تھا، یہ تناسخ کا قائل تھا، حلول کا قائل تھا...... اور الوہیت کا مدعی تھا۔ (شرح مسلم ص ۳۴۴)

یہاں اس کی اِس طور میں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور وہ عطا خراسانی جو ۱۳۵ھ میں فوت ہو گیا وہ اور تھا۔ وہ ایک مفسر، محدّث تابع شبِ زندہ دار پرہیز گار تھا، کبار میں شامل تھا۔

۱۔ عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ بن عبد اللہ الخراسانی ہی عطا بن مُسلم ہیں۔

۲۔ عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن اسعدی رضی اللہ عنہم نے ان سیروایات کی ہیں جو مراسیل میں شمار ہیں۔

۳۔ وہ کثیر الارسال شخص تھے۔

۴۔ حضرت انس، حضرت سعید ابن مسیّب، حضرت عکرمہ، حضرت عروہ رضی اللہ عنہم سے اور دیگر حضرات سے روایات کیں۔

۵۔ اور ان سے ان کے بیٹے امام عثمان، امام اوزاعی، امام معمر، شعبہ، امام سفیان یحیی بن حمزہ،

اسمٰعیل بن عیاش رضی اللہ عنہم نے روایات کیں۔

۶۔ آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا تھا۔

۷۔ امام نسائی نے فرمایا کہ ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔

۸۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ابوایوب، عطا ابنِ میسرہ، عروہ بن عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہم ان سے روایت کرتے تھے۔

۹۔ امام احمد بن حنبل، یحیٰ ابنِ معین عجلی اور یعقوب بن شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا وہ ثقہ تھے۔

۱۰۔ ابوحاتم نے فرمایا لاباس بہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں وہ اللہ کے نیک بندے تھے۔

۱۱۔ امام دارقطنی نے فرمایا وہ ثقہ تھے اور اسی طرح امام ترمذی نے فرمایا وہ ثقہ تھے ان سے مالک، معمر رضی اللہ عنہما جیسے بزرگوں نے روایت کی۔

۱۲۔ امام ترمذی نے فرمایا وہ ثقہ تھے لم اسمع ان احدًا من المتقدمین تکلم فیہ۔ میں نے نہیں سُنا کہ متقدمین میں سے کسی نے اس کی ثقاہت پر اعتراض کیا ہو۔

۱۳۔ حضرت عثمان بن عطا فرماتے ہیں، میرے والد مسکین لوگوں میں بیٹھتے اور انہیں تعلیم دیتے۔

۱۴۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں، "طبقۂ تابعین میں یہ تین قابلِ ذکر ہیں:
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عطا ابن ابی رباح اور عطا ابن مسلم الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور فرمایا سوائے ابنِ حبان رضی اللہ عنہ کے ان پر کسی نے جرح نہیں کی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، اور امام شعبہ رضی اللہ عنہ اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔" (الاتقان)

آپ کے متعلق مماتی فرقے کے مشہور مولوی طاہر پیری نے لکھا ہے کہ عطا بن ابی مسلم خراسانی نے صحابہ سے مرسل وغیر مرسل طریقے سے روایت کیا انہیں امامِ جرح وتعدیل یحیٰ ابنِ معین اور امام المحدثین ابن ابی حاتم نے اپنے والد کے حوالے سے ثقہ کہا ہے۔ (نیل السائرین ص ۲۵ مردان)

ابن سعد نے کہا وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور ثقہ تھے اور حضرت انس کے شاگرد تھے۔ اسی طرح طبرانی نے فرمایا۔

(میزان الاعتدال مطبوعہ سانگلہ ہل ص ۳ / ج ۳ تہذیب التہذیب ص ۱۹۰، ج ۷، نیل السائرین ص ۲۵ وغیرہ)

متاعِ دین و دانش لُٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی

عطا الخراسانی رحمۃ اللہ نے ذنبك سے ذنب ابویک آدم وحوا لیا ہے۔ اس ترجمے میں آپ کا تسامح کہا جاسکتا ہے غیر صحیح اور غلط ترجمہ کہا جاسکتا ہے جیسے اکابرین متقدمین نے کہا

لیکن ان کے ترجمے پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خراسانی کا تتبع کرنے والا کہنا ایک بڑی زیادتی ہے جیسے علامہ سعیدی صاحب نے امام اعلیٰ حضرت پاسدار عصمتِ انبیا، نگران مسلکِ علما، نگہبان مشربِ اولیا مہربان فقرا کو متہم کیا ہے۔

سُنیت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں
پھول ہوگئے ہیں خار ہم

**درد:**

آ عندلیب مِل کے کریں آہ و زاریاں
تُو ہائے گل پُکار، میں چلاّؤں ہائے دل

شیخ العرب والعجم، مفسّر و محقق معظم، علوم کثیرہ کے عالم، محدّث و مجدّدِ اعظم، فقیہ و مفکرِ دوراں، پیشوائے زماں، مقامِ مصطفےٰ کے پاسبان، بے لوث مُرشد، بے داغ شخصیت، مقتدائے مقبول، عاشقِ رسول، پیر طریقت، سراپا برکت، ممدوحِ عالم، اہلسنّت کے امام، ذوالمجد والاحترام، الفاضل، الحافظ، القاری، سیّدی سندی آقائی ومولائی ذخری لیومی وغدی المفتی الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

زمانہ حضرت کو غوث، قطب، ابدال، استاذ العلما، رئیس الفقرا، تاجدارِ فنون، سر اللہ المکنون وغیرہ جو کچھ کہتا ہے انہیں نبی کی طرح معصوم تو نہیں کہتا، وہ سب کچھ ہیں لیکن اِنسان ہیں۔ اگر ان میں کسی کو کوئی سقم، تسامح خلاف اور غلط بات نظر آئے تو وہ اختلاف کا حق رکھتا ہے اور اکابرین ومعاصرین کے اختلافات بھی دیکھے۔

گلہائے رَنگا رَنگ سے ہے زینتِ چمن
اے داغ اِس چمن کو ہے زیب اختلاف سے

لیکن افسوس! اور دَرد تو ایسے اختلاف سے ہے جسے بذاتِ خود دُرست صحیح سمجھے اور دوسروں کی سمجھ کو غلط اور غیر دُرست سمجھے۔

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اَوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا
شاید کہ زمیں ہو یہ کسی اور جہاں کی
تُو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں اگر ذنب کو بلا واسطہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں منسوب نہ کرنے اور مغفرتِ ذنب کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس تشریح پر بات نہیں

کی کہ شاید دیگر مسائل میں تغیر تبدل جائز ناجائز راجح مرجوح ناسخ منسوخ کی طرح اس تشریح پر نظر ثانی ہو جائے۔

لیکن علامہ سعیدی نے نا معلوم کیا کچھ سوچ کر اس مخالفتِ اعلیٰ حضرت کے معاملے میں شدّت دکھائی کہ ہر ملنے والے کو مایوس فرماتے رہے۔

کیا خبر کتنے سفینے ڈبو چکی
کتاب مُلّا و صُوفی کی ناخوش اندیشی

اور حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب تھے کہ ہر لحہ مخالفتِ اعلیٰ حضرت پہ تُل کر عقیدتوں کا خون کرنے پر ڈٹے ہوئے تھے۔ نہ معلوم کیا نشہ تھا کہ امام اہلِ سنّت کو ایک عام آدمی سمجھ کر ان کی ہر دینی خدمت سے صَرف نظر کر کے انہیں غلطی کرنے والا مخدوش، اپنے بزرگوں سے اختلاف رکھنے والا، خدا کی منشا کے خلاف ذنب کو غیر نبی سے منسوب کرنے والا کہ کر جماعت اہلِ سنّت بریلویہ سے نفرت دِلانے پر جمے ہوئے تھے ع

چوں کُفر از کعبہ برخیز و کُجا ماند مسلمانی

بلکہ ان دنوں راقم الحروف غیر معروف دیہاتی صحرائی بھی اپنے اُستاد معظم محدثِ اعظم سیّدی سندی مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے تحت (کہ اپنے ہم مسلک علما اور اولیا سے جہاں جاؤ ملتے رہا کرو) حاضر ہوا تو درسگاہِ سعیدی میں اتفاقاً وہاں دیگر علمائے کرام بھی موجود تھے اور امام اہلِ سنّت کی شاعری پر تبصرہ اور اعتراض پر محفل گرم تھی اور اس بات پر بحث تھی کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر کہ۔

کون دیتا ہے دینے کو مُنہ چاہیے
دینے والا ہے سچّا ہمارا نبی ﷺ

درست نہیں تو فقیر نے عرض کی کہ لینے دینے کے لیے منہ دیکھے جاتے ہیں حُضورِ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا: اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ مِنْ حِسَانِ الْوُجُوْہِ

تو سعیدی صاحب نے فوراً فرمایا یہ حدیث ہی نہیں دیگر علمائے کرام تھے جن کی اکثریت علامہ سعیدی کی تائید میں نظر آئی۔ فقیر یہاں سے طوطی بہ نقار خانہ کے تصور سے بلا بحث واپس آ گیا اگلے دن چند حوالے کتبِ علما سے لے کر گیا تو سعیدی صاحب نے فرمایا میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی عالم دین نے اس کو حدیث ماننے سے انکار کیا ہے لیکن عرضِ ثبوت پر خاموش ہو گئے جبکہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے

اعلیٰ حضرت سے برسوں پہلے اس حدیث کی مطابقت میں رقم فرمادیا ہے کہ۔

ہر حاجت بہ نزدیک ترشرو
کہ از خوئے بدش فرسودہ گردی

اِن دنوں عرسِ حضرت خطیبِ پاکستان مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی پر تشریف لائے ہوئے شیخ القرآن ابو البیان علاّمہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے علاّمہ کوکب نُورانی کے گھر میں راقم الحروف کی ملاقات ہوئی اور علاّمہ سعیدی صاحب کے متعلق بھی ذکر تشریح لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰه ہوا۔

تو حضرت مولانا شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے موجودہ حاضرین کے سامنے فرمایا، مولانا گلتر صاحب! اس معاملے میں آپ سعیدی صاحب سے زیادہ نہ اُلجھو۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
بادرد منداں ہر کہ در اُفتاد اُفتاد

حضرت نے سردست ایک مرقومہ پرچہ بھی مجھے تھمادیا جو میرے پاس اب بھی موجود ہے جو متعلق لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ ہے۔

اور یہی ہدایت وتلقین فرمائی کہ قدرت سے ایسے دریدہ دہنوں اور اکابر پر خواہ مخواہ اعتراض کرکے نیچا دکھانے والوں اور مسلک ومذہب کا شیرازہ بکھیرنے والوں کو سبق جلد تر مل جاتا ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند
بے اَدب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ ایں آفت ہمہ آفاق زد

اس پر فقیر بھی خاموش اور فقیر کے ملنے والے اکثر رضوی سُنی دوست بھی خاموش دیکھے گئے اکثر اہلسُنّت کے مختلف جرائد اور کُتب اس نظریے پر تبصرے طبع کرتے رہے۔

فقیر تو حسبِ استطاعت تشریح سعیدی کی سخت رَوی اور باغیانہ تحریر کے جواب سے خاموش رہا لیکن حال ہی میں کچھ محققانہ اور مخلصانہ مضامین نظر سے گزرے۔

فقیہِ شہر کی تحقیر کیا مجال مری
مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی کُشاد

ان میں ''کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن'' از قلم مفتی محمد عبد المجید سعیدی رضوی، رحیم یار خاں۔ اور ''مغفرت ذنب'' از قلم مفتی پیر مولانا شاہ حسین گردیزی، کراچی اگرچہ علاوہ ازیں

گردو پیش سے سعیدی صاحب کی تحقیق وتشریح وایرادات کے جوابات وارد ہورہے ہیں لیکن ان ہر دو رسالوں میں کافی وشافی دائرہ ادب میں مواد موجود ہے ورنہ۔

بنے ہیں سنگدل مجبور ہو کر اس ستمگر سے
جواب آخر انہیں دینا پڑا پتھر کا پتھر سے

پھر علامہ محقق گردیزی صاحب کے مضمون "مغفرت ذنب" پر تائید وتصدیق فرمانے والے علما پر ایک مضمون کو دارالعلوم نعیمیہ کراچی سے نکلنے والے رسالہ "النعیم" مارچ ۲۰۰۴ء میں خود نوشتہ حضرت سعیدی لیکن اپنے کو محدثِ اعظم کہلوانے کے لیے از تحریر مولانا محمد نصیر اللہ نقشبندی مدیر اعلیٰ ماہنامہ النعیم کراچی طبع کرادیا۔

## یہ حق جوئی اور صدق کی وفاداری؟:

حضرت علامہ سعیدی صاحب کی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کو غلط ثابت کرانے والی تشریح ناروا پر دُکھ سے مجبور ہو کر گذارشات کے لیے تو بہت سارے مواقع ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے بطفیلِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اَب صرف دُعا ہے یارب ہمیں دین وملت کے نفع ونقصان سے بے نیاز ہو کر ایسا کرنے سے بچا کہ مولانا نصیر اللہ صاحب جیسے کئی طالب علم اس سوچ قاہرانہ سے متاثر ہو کر مستقبل میں یہ نہ کہیں کہ۔

چیست یاراں بعد ازیں تدبیرِ ما
رُخ سوئے میخانہ دارد پیرِ ما،
شیخ از سرِ نبی بیگانہ شد
بعد ازیں بیت الحرم بُت خانہ شد

---

# کنز الایمان اور افکار شاہ ولی اللہ دہلوی

■ ——— پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے۔ اس ملک میں ہزاروں رنگ ونسل کے لوگ بستے ہیں۔ سب کے مذاہب جداگانہ ہیں، ہندو مسلم سکھ عیسائی جین بودھ دھرم کے پرستار ہندوستان میں موجود ہیں۔ ہر مذہب کے پرستاروں میں مختلف افکار ونظریات کے حامل لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس روئے زمین پر شاید ہی ایسا کوئی مذہب ہو جس کے اصولوں پر تمام رنگ ونسل کے لوگ یکساں اتفاق رکھتے ہوں یہ امر واقعہ ہے اس دنیا میں جتنے مذاہب پائے جاتے ہیں سبھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک دوسرے مذاہب کے پرستار اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ وارفع سمجھتے ہیں تمام مذاہب میں باہمی اتحاد تو غیر ممکن ہے ہی ایک مذہب کے ماننے والے بھی نظریاتی طور پر باہم متحد نہیں ہندو دھرم ہی کو لیجیے اولاً تو اس مذہب کا کوئی بانی نہیں جتنے متضاد نظریات اس مذہب میں پائے جاتے ہیں شاید ہی کسی اور مذہب میں پائے جاتے ہوں۔ جو پتھروں کی پوجا کرتے ہیں وہ بھی اپنے کو ہندو کہتے ہیں جو پتھروں کی پوجا پر یقین نہیں رکھتے انہیں بھی ہندو کہا جاتا ہے، رام کی مالا جپنے والے بھی ہندو ہیں اور راون کو اپنا مذہبی رہنما تسلیم کرنے والے بھی ہندو ہیں اس مذہب کے تین اہم فرقے ویشنو، شیو اور شاکیت ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہندو مذہب میں جتنے نظریات وخیالات پائے جاتے ہیں اس کی مثال اور دوسرے کسی مذہب میں مشکل سے ہی ملے گی۔ راجندر نارائن لال بنارسی بنارس ہندو یونیورسٹی لکھتے ہیں۔

انتہائی آستک شنکر آچاریہ کے پیروکار بھی ہندو ہیں اور ناستک جینی اور بائیں بازو والے کمیونسٹ بھی ہندو پیاز لہسن تک نہ کھانے والے بھی ہندو ہیں اور انتہائی ناپسندیدہ چیزیں کھانے والے اوگھڑ بھی ہندو ہیں، پیتامبر پیلے کپڑے پہننے والے سادھو بھی ہندو ہیں اور مادر زاد ننگے رہنے والے سادھو بھی ہندو ہیں ویشنو میں گوشت خوری منع ہے شاکتوں میں گوشت خوری جائز ہے۔ ہندو اصولی طور پر توحید پرست ہیں اور عمل سے بہت سے معبودوں کو ماننے والے (بہو دیووادی یا مشرک) ہیں،

اصولی طور پر ہندوؤں کا ایشور کا تیار کردہ دھرم گرنتھ وید ہے لیکن شمالی بھارت میں واقعی طور پر رام چرت مانس ہے جنوب میں ہندوؤں کے تصورات بالکل مختلف ہیں۔'' (۱)

سطور بالا میں بطور مثال صرف ہندو دھرم کا ذکر کیا گیا ہے یہی حال دوسرے مذاہب کا بھی ہے۔ مذہب اسلام آسمانی مذہب میں سے ہے اور یہ مذہب پوری دنیا کے انسانوں کے لئے ہے اس مذہب میں جس خدا کی عبادت کا حکم دیا ہے وہ رب العالمین ہے اور جس پیغمبر کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے وہ رحمۃ اللعالمین ہے۔ یہی مذہب دین فطرت ہے اور تمام اللہ کے بندوں کے لئے ہے۔ پنڈت وید پرکاش اپادھیائے نے کالکی اوتار (ہادی عالم) کے نام سے ایک مقالہ لکھا جس میں انہوں نے واضح لفظوں میں ہندوؤں کو اس مذہب کو قبول کر لینے کی دعوت دی۔

''ہندو مذہب کے ماننے والے جس کالکی اوتار کا انتظار کر رہے ہیں وہ در حقیقت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہے جس کا ظہور آج سے چودہ سو سال قبل ہو چکا ہے لہٰذا ہندوؤں کو اب کسی ''کالکی اوتار'' کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور فوراً اسلام قبول کر لینا چاہئے'' (۲)۔

مذہب اسلام ہی خدا کا وہ واحد مذہب ہے جو تا قیام قیامت رہے گا اب نہ کسی نئے مذہب کے آنے کی توقع ہے اور نہ ہی کسی پیغمبر کے آنے کا امکان اس مذہب کی تکمیل الیوم اکملت لکم دینکم کے ذریعہ رب العزت نے پیغمبر آخر الزماں احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ پر فرمادی۔ اس مذہب کے جتنے پیروکار ہیں سب کو اتحاد و اتفاق کے ساتھ مذہب اسلام کی اتباع کر لینی چاہئے اور جس طرح صحابہ کرام اور تابعین عظام اخلاص دل کے ساتھ اسلام کی پیروی کر کے خیر الناس اور ان کا دور خیر القرون کہلانے کا مستحق ہوا اسی طرح بعد کے ادوار میں پیروان اسلام کو بھی کرنا چاہئے مگر ایسا نہ ہو سکا مرور ایام کے ساتھ پیروان اسلام کے ذہن و فکر میں تبدیلیاں ہوتی گئیں اور وہ تمام چیزیں جسے صحابہ و تابعین نے جزء ایمان سمجھا وہ بعد کے مسلمانوں نے غیر ضروری سمجھ کر اسے ترک کر دیا۔ کتاب و سنت کی ایسی تشریحیں کی گئیں جس سے مختلف نظریات ابھر کر سامنے آگئے اور یہ سلسلہ صدیوں تک چلتا رہا دور آخر میں ملت اسلامیہ کی اس نظریاتی کشمکش کو فروغ دینے میں انگریزوں نے اہم کردار ادا کیا اور ملت اسلامیہ کا رہا سہا شیرازہ منتشر کرنے کی انہوں نے ہر ممکن جد وجہد کر ڈالی اپنی اسی سازش کا سر بزم پردہ چاک کرتے ہوئے انگریز مصنف سر جان میلکم لکھتا ہے۔

''ہماری حکومت کی حفاظت اسی پر منحصر ہے کہ جو بڑی جماعتیں ہیں ان کو تقسیم کر کے ہر جماعت کو مختلف طبقوں اور فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تا کہ وہ جدا رہیں اور ہماری حکومت کو متزلزل نہ کر سکیں۔'' (۳)

انگریز اپنی اس سازش میں پوری طرح کامیاب رہے اور مسلمان باہمی اختلاف وانتشار کا جس طرح شکار ہوئے اس سے ہندوستان کا ہر باشندہ واقف ہے۔ اسلام کی تاریخ میں اسلامی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ہندوستان میں شیعیت کا فتنہ رونما ہوا شیخ احمد سرہندی نے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی تحریروں سے رسالہ رد روافض اور تحفہ اثنا عشریہ لکھ کر اس فتنہ کو سرد کیا حضرت شیخ سرہندی نے اپنے مکتوبات میں باضابطہ اپنے متبعین وپیروکاروں کو مذہب اہل سنت پر عمل پیرا ہونے کی درج ذیل الفاظ میں تاکید فرمائی۔

''اہل سنت کے معتقدات پر مدار اعتقاد رکھیں اور زید وعمر کی باتوں پر توجہ نہ دیں اور مذہبوں کے خودساختہ خیالات وتوھمات پر مدار کار رکھنا خود کو ضائع کرنا ہے فرقہ ناجیہ کی اتباع ضروری ہے تاکہ امید نجات پیدا ہو'' (۴)

فتنوں کے ظہور کا یہ سلسلہ بند نہیں ہوا آئے دن نئے نئے فتنے جنم لیتے رہے اسلام کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے جو رہی سہی کسر تھی اسے انگریزوں نے پوری کردی، انگریزوں کے ہندوستان میں قدم جماتے ہی مزید کئی نئے فتنوں نے جنم لیا یہ فتنہ آٹھارویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں فتنۂ وہابیت نمودار ہوا یہ فتنہ ابن تیمیہ حرانی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد ونظریات پر مشتمل تھا جس کی اشاعت ہندوستان میں شاہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی نے کی اور اس فکر کی اشاعت کے لئے تقویۃ الایمان جو دراصل کتاب التوحید مصنفہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا چربہ ہے اردو میں شائع کیا۔ اور یہ کام ۱۸۳۸ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ نے انگریزوں کی سرپرستی میں انجام دیا، ہزاروں کی تعداد میں یہ کتاب مفت تقسیم ہوئی اس کتاب کے مباحث کی تردید میں سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں جن میں خود مصنف کے خاندان کے لوگ شامل تھے۔ مولوی مخصوص اللہ جو مولوی رفیع اللہ کے صاحبزادے اور حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے تھے انہوں نے بھی معید الایمان کے نام سے تقویۃ الایمان کا رد لکھا ان کی تردیدی تحریر منظر عام پر آتے ہی پھر جو یہ سلسلہ دراز ہوا تو ہوتا ہی چلا گیا اور کسی نہ کسی شکل میں اس کتاب کے مندرجات کی تردید صدیاں گزر جانے کے بعد ہنوز علمائے حق کی زبان وقلم سے جاری ہے۔ شاہ اسماعیل دہلوی ولی اللہی خاندان کے ایک فرد ضرور تھے مگر فکر ولی اللہی جسے اس دور میں حق کا معیار سمجھا جاتا ہے اور جس پر علمائے حق عمل پیرا ہیں اس سے وہ کوسوں دور تھے۔

الغرض یہ اسلام مختلف نشیب وفراز سے گذرتا ہوا ہم تک پہنچا کبھی یزیدی فتنہ نے اس کی شکل کو مسخ کیا تو کبھی سبائیوں نے اس کا چوکھا رنگ دھندلا کیا، کبھی قادیانیت نے اس کے نقش ونگار

کو پھیکا کیا تو کبھی وہابیت اور غیر مقلدیت نے اس کے مسلمہ اصولوں کے ساتھ کھلواڑ کیا ایک زمانہ تو وہ آ گیا کہ نبی کو مردہ ماننا صرف نہیں بلکہ مٹی میں مل جانا، نبی کو مجبور محض ماننا، نبی کے علم کو شیطان کے علم سے کمتر جاننا ضروریات دین سے سمجھا گیا اور پیروکاروں کو یہ بتایا گیا اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور یہ بھی اسلامی عقیدہ بتایا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب بالواسطہ کل ہو گا یا بعض کل تو عقلاً محال ہے اور اگر بعض ہے تو ایسا علم ہر صبی (بچے) مجنوں (پاگل) حیوانات بہائم (چوپایوں) کو بھی حاصل ہے اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی کیا تخصیص ہے؟۔ نبی رحمت کی رحمت اللعالمینی پر بھی قینچی چلائی گئی اور یہ کہا گیا وہ عالمین کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف مسلمانوں اور مسلمانوں میں وہ لوگ جو مکلف بہ اسلام ہیں صرف ان کے لئے رحمت ہیں الغرض ان باطل نظریات نے انیسویں صدی میں اسلام کا چہرہ بری طرح مسخ کر کے رکھ دیا تھا اور اس صراط مستقیم پر بد عقیدگی کی ایسی دبیز چادر ڈال دی گئی کہ اصل اسلام کا راستہ کیا ہے لوگ تقریباً بھول گئے۔ انیسویں صدی میں جن فتنوں نے جنم لیا اس کے عقائد و نظریات یہ تھے۔ ایک غلط فہمی علمائے دیوبند میں یہ پائی جاتی ہے کہ وہ دیوبندیت کو عصر حاضر میں فکر ولی اللہی کا ترجمان سمجھتے ہیں جب کہ یہ سراسر حقائق کے خلاف ہے کیوں کہ خود مسلک دیوبند کے اکابر علماء اس سے انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

"میرے نزدیک (دیوبندیت) خالص ولی اللہی فکر بھی نہیں اور نہ کسی خاص خانوادہ کی لگی بندھی فکر و دولت متاع، میرا یقین ہے کہ دیوبندیت جن کی ابتدا میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فقیہ اکبر مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے۔۔۔ اس لئے اس دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں مولانا قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے کرتا ہوں کیوں کہ دیوبندیت کے تو صرف یہی دو امام وقت ہیں" (۵)

اب یہ بات سطور بالا کی تحریروں سے واضح ہو گئی فکر ولی اللہی نہ تو شیعیت کی علمبردار ہے اور نہ ہی فکر نجدیت و دیوبندیت کی غماز اور نہ ہی قادیانیت کی رہنما۔ فکر ولی اللہی اپنے اصول ونظریات کے اعتبار سے زیادہ تر فکر رضا سے ہم آہنگ ہے جسے اس زمانہ میں اہل سنت و جماعت (بریلویت) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کی ولادت ۴ شوال ۱۱۱۴ھ کو چہار شنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت ہوئی ان کی ذات ستودہ صفات کے باعث ہی خاندان تاریخی شہرت واہمیت کا حامل بنا۔ والد ماجد شیخ عبد

الرحیم دولت منداور صاحب اقتدار نہ تھے متوسط درجہ کے انسان تھے۔توکل پر گذر بسر ہوتا تھا، ہر وقت خدا پر نظر رہتی، اس کا نتیجہ تھا کہ ہمیشہ خوش حال رہتے، آپ نے اپنے فرزند کی اس طرح اعلیٰ سطح پر تعلیم وتربت فرمائی کہ وہ اپنے زمانے کے سر برآوردہ علماء میں شامل ہو گئے، ہندوستان میں جس طرح آپ نے اکابر علم وفن سے اخذ فیض کیا وہ تو مسلم ہے ہی اس کے علاوہ آپ بقول شاہ ابوالحسن زید فاروقی۔

''شاہ ولی اللہ علم ظاہر و علم باطن میں کمال حاصل کرنے کے بعد حرمین شریفین ۱۱۴۳ھ میں تشریف لے گئے وہاں علم ظاہر علمائے اعلام سے خاص کر علامہ ابو طاہر جمال الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم مدنی کردی کورانی شافعی سے درجہ اکمال و تکمیل کو پہنچایا اور باطن کا تصفیہ تزکیہ صیقل اور جلا بیت اللہ المبارک، آثار متبرکہ، مشاہد مقدسہ، اور روضہ مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک روبی اور ان امکنہ مقدسہ میں جبہ سائی نے اس سلسلے میں آپ کی مبارک تالیف فیوض الحرمین اور المشاہد المبارکہ شایان مطالعہ ہیں'' (۶)

مسلک وہابیت سے وابستہ جو لوگ اپنے کو فکر ولی اللہی کا سچا ترجمان مانتے ہیں ان کے عقائد ونظریات کی ایک جھلک پیش کی جارہی ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کس طرح ان لوگوں نے انہیں اپنا رہنما تسلیم کرکے ان کے عقائد پر ضرب کاری لگائی ہے۔

وہابیت کی رہنما کتاب تقویۃ الایمان میں ہے ''جو کہے اللہ ورسول نے غنی کردیا وہ شرک ہے''

حالانکہ قرآن عظیم فرماتا ہے اغنهم الله ورسوله من فضله (۷)

(اللہ ورسول نے انہیں دولت مند کردیا اپنے فضل سے)

تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ احمد بخش اور محمد بخش نام رکھنا شرک ہے۔

حالانکہ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب حضرت سیدتنا مریم کے پاس آئے تو فرمایا انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما ذکیا (۸) (میں رب کا رسول ہوں اس لئے کہ میں ستھرا بیٹا دوں)

اس طرح کی عبارتوں سے پوری کتاب بھری ہے تقویۃ الایمان کی عبارتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد امام اہل سنت مولانا احمد رضا فرماتے ہیں۔

''وہابیہ کے شرک سے نہ ائمہ محفوظ نہ صحابہ نہ انبیاء نہ جبرئیل امین نہ خود رب العالمین (۹)

وہابیوں کے سرغنہ شاہ اسماعیل دہلوی کی دوسری تصنیف صراط مستقیم ہے۔اس کتاب میں یہ عبارت بھی پائی جاتی ہے۔

''از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از

معظمین گو جناب رسالت مآب باشد بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاو وخر خود است" (۱۰)

(نماز میں زنا کے وسوسہ سے بیوی کے ساتھ مجامعت کے خیال کو بہتر اور حضور علیہ السلام کی طرف توجہ لگانے کو گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہو جانے کے مقابلے میں بدتر قرار دیا گیا ہے)

فکر ولی اللّٰہی کے نام سے اکابر علمائے دیوبند نے جو گلفشانیاں کی ہیں اس پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں مولانا محمد قاسم نانوتوی اپنی تصنیف تحذیر الناس میں لکھتے ہیں۔

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" (۱۱)

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

آپ (ﷺ) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی مجنوں بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔ (۱۲)

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں۔

الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟۔ شیطان ملک الموت کی یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ (۱۳)

یہ واضح رہے کی اس عبارت کو مصنف کے استاذ مولوی رشید احمد گنگوہی کی تائید بھی حاصل ہے کیوں کہ یہ کتاب انہی کے حکم سے تصنیف ہوئی ہے اور انہوں لفظاً لفظاً پڑھ کر اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

کیا فکر ولی اللّٰہی یہی ہے جس کا ذکر سطور بالا میں ہوا یا اس سے ہٹ کر کوئی اور چیز ہے ۹۔ اگر یہ شاہ ولی اللہ کی فکر نہیں تو وہابیت اور دیوبندیت کے اکابر واصاغر علما انہیں اپنے رہنما کے طور پر کیوں پیش کرتے ہیں؟۔ جب کہ واقعہ یہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے افکار ونظریات ماضی میں حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ہم آہنگ تھے بعد کے ادوار میں ان نظریات کی ترجمانی کافی حد تک امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قادری نے کی جس کی تشہیر دور حاضر میں بریلویت اور بالفاظ دیگر مسلک اعلیٰ حضرت سے ہوئی۔ امام اہل سنت نے اپنی تمام تر تصانیف میں انہیں افکار ونظریات کی ترجمانی کی جن پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عمل تھا اور شاہ ولی محدث دہلوی کی وہ تمام تصانیف جو غیر محرف ہیں ان سے بھی تقریباً وہی سب کچھ ثابت ہے جس کا ذکر امام اہل

سنت نے اپنی تصانیف میں کیا ہے اگر ان کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو یہ مقالہ ضخیم کتاب کا متقاضی
ہوگا۔ یہاں کنز الایمان جو امام اہل سنت فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن ہے بغیر کسی توضیح وتشریح کے
اس کے ترجمہ کے ذریعہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے افکار ونظریات کی ہم آہنگی دکھانے کی کوشش
کی گئی ہے کیوں کہ قرآن حکیم ایک ایسی کتاب ہے جس سے ہی تمام مسالک کے لوگ اپنے افکار
ونظریات کو جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں بعض مخلص نہ ہونے کے باعث گمراہ ہوجاتے ہیں اور بعض کو
ہدایت مل جاتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیرا'' اس لئے ضروری ہوا
کہ بتایا جائے کہ کنز الایمان کے ترجمہ میں کس قدر فکر ولی اللہی سے ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور کتاب
اللہ سے اپنے افکار ونظریات کو مربوط کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ شاہ صاحب کی وصیت تھی کہ
اعتقاد وعمل میں کتاب وسنت کو ہی رہنما تسلیم کیا جائے جیسا کہ مولوی ابوالحسن علی ندوی تاریخ دعوت
وعزیمت میں رقم طراز ہیں۔

''اس فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے کہ اعتقاد وعمل میں کتاب وسنت کو مضبوط ہاتھوں سے تھاما
جائے اور ہمیشہ ان پر عمل کیا جائے عقاید میں متقدمین اہل سنت کے مذہب کو اختیار کیا جائے اور (
صفات وآیات متشابہات) کے سلسلے میں سلف نے جہاں تفتیش اور تفصیل سے کام نہیں لیا ہے ان
سے اعراض کیا جائے اور معقولیان کے کام کی تشکیکات کی طرف التفات نہ کیا جائے'' (۱۴)

اس وضاحت کے بعد آیئے دیکھیں کہ اہل سنت وجماعت سے حضرت شاہ ولی محدث
دہلوی کے افکار ونظریات کس درجہ ہم آہنگ تھے۔؟

**شفاعت**

شفاعت کے تعلق سے فکر ولی اللہی کا اپنے آپ کو اصل ترجمان سمجھنے والے وہابی علما کا
عقیدہ ہے کہ کوئی نبی وولی کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا اور جو اس طرح کا اعتقاد رکھے وہ ابو جہل ہی کی
طرح مشرک ہے شاہ اسماعیل دہلوی فرماتے ہیں۔

جو کسی نبی وولی سے یہ معاملہ کرے اور اس کو اپنا وکیل وسفارشی جانے تو وہ ابو جہل کے
برابر مشرک ہے اس پر شرک ثابت ہوجاتا ہے۔ (۱۵)

علمائے اہل سنت کے نزدیک شفاعت حق اور ثابت ہے اور اس بات پر صدفی صد ایمان
ہے کہ روز قیامت خدا کے حکم سے اللہ کے نبی ﷺ ہم جیسے گنہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے اس
تعلق سے قرآن حکیم کی بیشتر آیات ہیں جن سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔

۱. یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمٰن ورضی له قولاً (۱۶)

(اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمان نے اذن دے دیا ہے اور اس کی بات پسند فرمائی)

۲. واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات (۱۷)

(اور اے محبوب اپنے خاصوں اور مسلمان مردوں کے گناہوں کی معافی مانگو)

۳. مامن شفیع الا من بعد اذنہ (۱۸)

(کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد)

٤. لاتنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ (۱۹)

(اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لئے وہ اذن فرمائے)

کنزالایمان کے یہ وہ مومنانہ تراجم ہیں جس پر مومنانہ عقیدہ ونظریہ کی مکمل چھاپ ہے اور ساتھ ہی منشائے الٰہی کے عین مطابق ہے اس طرح اور بھی آیات ہیں جن سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔ کنزالایمان میں واضح لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ شفیع المذنبین ہیں احادیث کریمہ اور اقوال صحابہ وائمہ میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں تمام اکابر علمائے اہل سنت کا بھی یہی نظریہ تھا اور ہے اب دیکھئے اس تعلق سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کیا فرماتے ہیں۔

ملفوظات کے مرتب شیخ محمد عاشق پھلتی لکھتے ہیں۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کا علمائے حدیث کے حق میں شفاعت کا اور موت کے وقت توسل اور علم حدیث سے توسل کا مشاہدہ کیا اور اس کی حفاظت عروۃ الوثقی اور حبل ممدود ہے جو منقطع ہوتی ہی نہیں ہے پس ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ یا محدث ہو یا ان کا طفیلی ہو جائے"(۲۰)

## توسل

موجودہ دور کے وہ علماء جو فکر ولی اللہی پر عمل پیرا ہونے کا ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں ان کا عقیدہ انبیاء ومرسلین اور اولیاء وبزرگان دین سے توسل کا ہے توسل یہ ہے کہ اگر ان کو کوئی وسیلہ اور سفارشی سمجھے تو وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے تفصیل کے لئے تقویۃ الایمان کا مطالعہ کرنا چاہئے اس کتاب میں کئی ایک ایسی عبارتیں ہیں جن سے درج بالا وہابی موقف کی تائید ہوتی ہے۔ شاہ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

"سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ ومخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے (۲۱)

اس تعلق سے علمائے اہل سنت کا موقف بالکل واضح ہے ان کا ماننا ہے کہ حضرات انبیائے

کرام اور اولیائے عظام بارگاہ رب العزت میں وسیلہ ہیں ان کے توسل سے گنہ گار بندوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ وہ اپنے موقف کی تائید میں درج ذیل آیات قرآنی سے استشہاد کرتے ہیں۔

**۱. یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (۲۲)**

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو)

**۲. ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما (۲۳)**

(اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں)

کنز الایمان کے اس ترجمہ سے بالکل واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں رسول مقبول ﷺ کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت برآری کا ذریعہ ہے۔ اس آیت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے خزائن العرفان کے مصنف صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں۔

''سید عالم ﷺ کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ شریف کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے **ولو انھم اذ ظلموا انفسھم** الخ میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی''

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد صاحب خزائن العرفان چند مسائل کا استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

۲ قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی جاؤک میں داخل ہے اور یہ خیر القرون کا معمول ہے۔

۳ بعد وفات مقبولان حق کو یا کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔

۴ مقبولان حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ (۲۴)

مولانا احمد رضا چونکہ اپنے دور میں اہل سنت و جماعت کے مقتدا تھے اس لئے انہوں نے کنز الایمان کے ترجمہ میں واضح لفظوں میں وہی ترجمہ کیا ہے جو منشائے الٰہی کے عین مطابق تھا۔ انبیاء و مرسلین، اولیاء و بزرگان دین جتنے بھی بارگاہ رب العزت میں مقربین ہیں وہ گنہ گار بندوں کے لئے گناہوں کی معافی کے لئے وسیلہ ہیں۔

اب آئے دیکھیں کہ اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا موقف کیا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و ابتغوا الیہ الوسیلۃ میں وسیلہ سے مراد مشائخ اور بزرگان دین سے بیعت وارادت مراد لیتے تھے اس آیت کی وہ تشریح جو ایک موقع سے امیر عصمت اللہ سہارنپوری نے کی اسے معتبر نہیں مانتے تھے وہ فرماتے ہیں۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون اس آیت میں ابتغاء وسیلہ سے مراد کیا ہے؟۔امیر عصمت اللہ سہارنپوری نے جو کچھ بعض مفسرین کے حوالے سے اعمال صالحہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ایمان تو اس لئے مراد نہیں ہوسکتا کیوں کہ خطاب مومنین سے ہے (یعنی ایمان والوں سے یہ کہنا کہ ایمان لاؤ ایک مہمل سی بات ہوگی) اور اعمال صالحہ تقویٰ میں داخل ہیں اور تقویٰ سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنا ہے (یہ بھی و ابتغوا الیہ الوسیلۃ میں داخل نہیں) اور یہ بھی مراد نہیں ہوسکتا کیوں کہ قاعدہ عطف مغائرت چاہتا ہے یعنی اتقوا اللہ اور وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے معنی میں مغائرت ہے کیوں کہ معطوف اور معطوف الیہ ہم معنی نہیں ہوتے اور ذکر میں ترتیب اس کی مقتضی ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہے جو تقویٰ کے بعد پیدا ہوتی ہے اور وہ چیز ارادت اور مرشد سے بیعت ہے اس کے بعد مجاہدہ وریاضت ہے تاکہ فلاح حاصل ہو جس سے مطلب ذات حق کا حصول ہے (۲۵)

**عرس:**

اکابر علمائے اہل سنت وجماعت کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنے مشائخ کرام وبزرگان دین کا عرس بڑے اہتمام سے منایا کرتے تھے جس میں قرآن خوانی، محفل حمد ونعت ومنقبت، مجالس اصلاح المسلمین، اطعام غربا ومساکین کے علاوہ وعظ وتبلیغ کی مجلسیں ہوتی تھیں اور آج بھی علمائے اہل سنت کے نزدیک یہ معمول ہے جو لوگ عرس کو ناجائز وحرام لکھتے اور کہتے ہیں ان کا بھی اس پر عمل ہے فرق صرف اتنا ہے کہ علمائے اہل سنت کے معمولات سے ہٹ کر وہ ان تاریخوں میں سیمینار وکانفرنس اور مذاکروں کا اہتمام کر کے ان کی یاد تازہ کرتے ہیں۔جب کہ بانی مسلک دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔

"عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہٰذا بدعت ہے (۲۶)

کسی عرس ومولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی عرس ومولود درست نہیں (۲۷)

یہ ان حضرات کا عقیدہ ہے جو اپنے کو فکر ولی اللہی کا ترجمان سمجھتے ہیں اب آئے اہل سنت کا نظریہ ملاحظہ فرمائیے۔ان کا ماننا ہے کہ اولیائے کرام وبزرگان دین کا عرس منانا جائز ومباح ہے اور

احیاء اموات کے لئے فائدہ مند ہے امام اہل سنت مولانا احمد رضا کا اس پر عمل تھا وہ اپنے مشائخ کا عرس بڑے اہتمام سے منایا کرتے تھے۔ عرس کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**والسلام علیٰ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیاً (۲۸)**

(وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا)

**والسلام علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیاً (۲۹)**

(اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا)

یہ دونوں آیات کریمہ پیغمبران اسلام کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان مقربین بارگاہ الٰہی کے یوم ولادت ووفات اور زندہ اٹھائے جانے والے دن پر سلامتی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ولادت وموت کے دنوں میں چونکہ خدا کی سلامتی نازل ہوتی ہے اس لئے یادگار کے طور پر بنام عرس اسے منایا جاتا ہے اور اسی نقطہ نظر کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نہ صرف نیاز مندانہ انداز میں اعراس میں شرکت فرماتے تھے بلکہ اپنے چچا شیخ ابوالرضا کا عرس بھی بڑے اہتمام سے کیا کرتے تھے، آپ کے ملفوظات میں ہے۔

''ایک بار شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ (آپ کے چچا) کے عرس کے موقع پر رات کے وقت جب کہ ان کے مقبرہ میں ہنگامہ وسرود جاری تھا اور حاضرین پر (سماع وسرود سے) ذوق ووجد طاری تھا میں بعد العشاء اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا سامنے لایا گیا اور یہ کہا گیا جو کچھ اس محفل میں ذوق وشوق اور روح مبارک کی توجہ کی برکات ہیں سب نے مرکب ہو کر یہ صورت اختیار کی ہے جو عطائے الٰہی ہے اور اسی وقت تمام عالم میں نفس ناطقہ کا سریان ظاہر ہوا اور یہ واضح ہوا کہ وہ نور اسی منبع کا تابع ہے اگر چہ اسی جگہ سے بھیجا گیا ہے (۳۰)

اس تعلق سے ایک دوسرا واقعہ بھی آپ کی ملفوظات کے مرتب لکھتے ہیں۔

''حضرت قبلہ ایک بار مخدوم جمال الدین قدس سرہ کے عرس کے موقع پر ان کی قبر شریف کی زیارت کو موضع بھلاوہ تشریف لے گئے وہاں لوگوں کا ایک انبوہ عظیم تھا اور ایک کثیر ہجوم ان کی قبر کو بوسہ دے رہا تھا حضرت قبلہ وہاں تھوڑی دیر کھڑے رہے اور اس کے بعد مقبرہ کے اندر سے باہر آکر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ آدمی جب تک قید حیات میں رہتا ہے اور اس میں ہر چند یاد حق کرتا ہے اور ترقیات کرتا ہے لیکن بہ سبب تعلق جسمانی اس کو بشریت ناسوتیت سے کلی طور پر نجات میسر نہیں ہے

اور جب اس عالم سے انتقال کر گیا تو اس وقت بشریت سے مکمل طور پر نجات حاصل ہو کر صفت لا ہوتیت غالب ہو جاتی ہے لہٰذا وہ مسجود خلائق ہو جاتا ہے۔ (۳۱)

ایک تیسرا واقعہ بھی لگے ہاتھوں پڑھتے چلئے ملفوظات کے مرتب محمد عاشق پھلتی لکھتے ہیں۔

''ایک بار عرس کی مجلس تھی اور ہم شیخ ابوالفتح اور شیخ ابوالفضل کے روضے کی دیوار کے نیچے بیٹھے تھے ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک نور مثل برق دونوں قبروں سے نکلا اور بہ شدت تمام مجھ میں سرایت کر گیا ایسا کہ میں سخت مضطرب ہوا اور قریب تھا کہ اچھل کر رقص کرنے لگوں اور نعرے ماروں کہ یکا یک (اسی وقت) حضرت قبلہ گاہی مرشد برحق کی صورت نمودار ہوئی اور مجھ کو تسکین بخشی اگر چہ اس وقت بظاہر نہ میری کوئی چیخ نکلی اور نہ اضطراب ظاہر ہوا لیکن میں نے دیکھا کہ میری حقیقت رقص کر رہی ہے اور اس سے ایک اضطراب عظیم برپا ہے اور یہ حال تقریباً ایک ساعت تک مجھ پر رہا'' (۳۲)

ان تینوں واقعات کی روشنی میں بصد وثوق یہ کہا جا سکتا ہے کہ فکر ولی اللہی وہ نہیں جس پر ارباب مسلک دیوبند کا عمل ہے بلکہ فکر ولی اللہی کے اصل ترجمان اس دور میں علمائے اہل سنت وجماعت ہیں جنہیں اس دور میں بریلویت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

## میلاد مصطفی ﷺ

میلاد شریف کے تعلق سے مسلک دیوبند کے بانی مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔

''عقد مولود اگر چہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں (۳۳)

علمائے اہل سنت کے نزدیک یہ فعل نہ فقط جائز ومباح ہے بلکہ مستحب و مستحسن، موجب اجر وثواب اور باعث خیر وبرکت ہے۔ اسلاف کا اس پر عمل رہا ہے اس موضوع پر علمائے اہل سنت کے نوک قلم سے متعدد تحریریں منظر عام پر آچکی ہیں ہمیں ان کا مطالعہ کرنا چاہیے ارباب مسلک حق نے متعدد آیات کریمہ سے اس پر دلیلیں قائم کی ہیں۔ کنز الایمان میں اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

١. لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ماعنتم حريص عليكم بالمومنين روف رحيم (٣٤)

(بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان)

٢. لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا (٣٥)

(بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا)

۳. هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم آیاته(۳۶)

(وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں)

اس طرح کی متعدد آیات ہیں جن میں سرکار دو عالم ﷺ کے فضائل ومناقب کے ساتھ آپ کی بعثت کا ذکر ہے علمائے حق میلاد کی محافل میں عقیدت واحترام کے ساتھ سرکار کی بعثت، عرب کے حالات اور آپ کی آمد سے جو عرب سماج میں تبدیلیاں ہوئیں اس کا ذکر ملتا ہے قرآنی آیات اور کتب سماوی میں انہیں کا ذکر ہے اور یہ سب کچھ امر مستحسن ہے۔ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قادری کا نظریہ بھی کچھ اسی طرح کا تھا جس کا اظہار کنزالایمان کے حوالہ سے سطور بالا میں ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کے تعلق سے اسی طرح کا عقیدہ رکھتے تھے وہ اس قسم کے محافل میں نہ صرف شریک ہوتے تھے بلکہ آپ کی بعض تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود ایسی محافل کا انعقاد بھی فرمایا کرتے تھے۔

''مکہ معظمہ میں روز ولادت سرور کائنات (محفل میلاد شریف) مولد شریف میں لوگوں کا ایک جم غفیر تھا اور وہ آنحضرت پر صلوٰۃ وسلام اور آپ کے معجزات بیان کرنے میں مشغول تھے ناگاہ میں نے اس بقعہ کریمہ سے بجلیاں چمکتی ہوئی دیکھیں مجھے ان کے ادراک کی فکر ہوئی کہ کیا وہ نگاہ ظاہر سے ہیں یا نگاہ باطن سے، پھر جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ ان ملائکہ کے انوار ہیں جو اس متبرک مقام پر مامور ہیں'' (۳۷)

### ندائے یا رسول اللہ

ندائے غیر اللہ صحیح وجائز ہے اور اسی پر اکابر علمائے اہل سنت کا عمل ہے۔ لیکن بانی مسلک دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی اسے ناجائز وکفر سمجھتے ہیں وہ ایک سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اور اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں سبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔ (۳۸)

ہندوستان میں مسلک وہابیت کے علم بردار مولوی اسماعیل دہلوی کا بھی یہی خیال ہے وہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں فرماتے ہیں۔

''کسی انبیاء واولیاء کی، پیر وشہید کی، بھوت وپری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر ونیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو

مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے (۳۹)

علمائے اہل سنت کے نزدیک اللہ تبارک وتعالیٰ نے جاندار چیزوں کو ہی صرف نہیں بلکہ بے جان چیزوں کو بھی حرف ندا سے خطاب کیا ہے جس کی صراحت کنزالایمان میں مولانا احمد رضا نے فرمادی ہے۔

**یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة (٤٠)**

(اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو)

**یا ایها النبی انا ارسلناك شاهداً (٤١)**

(اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے بھیجا تمہیں حاضر ناظر)

**یا ایها الذین آمنو استعینوا بالصبر والصلوٰة (٤٢)**

(اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو)

**یا ایها الناس اتقو ربکم ان زلزلة الساعة شئی عظیم (٤٣)**

(اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے)

**یا نار کونی بردا وسلاما علیٰ ابراهیم (٤٤)**

(اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر)

**یا ارض ابلعی مائك ویاسماء اقلعی وغیض الماء (٤٥)**

(اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا)

**یا جبال اوبی معه والطیر (٤٦)**

(اے پہاڑو اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو)

ان آیات کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انبیاء ومرسلین ہی کو صرف نہیں حرف ندا سے خطاب کیا ہے بلکہ عامۃ الناس اور عام مخلوقات کو بھی جیسے زمین آسمان اور پہاڑوں کو بھی مخاطب کیا ہے اسی روشنی میں کنزلایمان میں اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

اب اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تک رسول بقید حیات تھے انہیں حرف ندا سے خطاب کرنا جائز تھا لیکن اب جب کہ وہ نگاہوں کے سامنے نہیں پھر انہیں کیوں کر حرف ندا سے خطاب کیا جائے یہ اعتراض ان کی طرف سے ہے جو نبی کو مردہ مانتے ہیں۔ اگر اسی نظریہ سے انہیں خطاب کرنا ناجائز سمجھا جارہا ہے تو ان پر یہ واضح ہو جانا چاہئے کہ انبیاء مرتے نہیں وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں ادا کرتے ہیں جیسا کہ حضرت انس بن مالک سے ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون (انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں) اس کے رواۃ میں جتنے

لوگ ہیں سب ثقہ ہیں ائمہ اسلام نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے علامہ مناوی، حافظ ابن حجر، امام ہیثمی، علامہ علی بن احمد عزیزی، علامہ شوکانی، علامہ نور السمہودی، امام سخاوی، امام جلال الدین سیوطی، اور علامہ علی القاری المکی سب نے ہی اس حدیث کو صحیح لکھا ہے اور موخر الذکر نے اس روایت کی ان الفاظ میں اس کی تائید کی ہے۔

صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم (۴۷)

(الانبیاء احیاء فی قبورھم کی روایت صحیح ہے)

اس روایت کی ایک دوسری حدیث سے بھی تائید ہوتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں ان کا حال بالکل ملائکہ کی طرح ہے جس طرح وہ موجود ہیں مگر ہم انہیں نہیں دیکھتے ٹھیک اسی طرح انبیاء بھی زندہ ہیں موجود ہیں مگر ہم انہیں دیکھتے لہذا حدیث کا یہ جملہ" ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء بالکل درست ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ شب معراج بیت المقدس میں تمام انبیاء اپنی حیات جسمانی کے ساتھ جمع ہوئے اور آسمانوں میں بعض انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں اور گفتگو بھی ہوئی، اگر موت عدم محض کا نام ہوتا تو ان کے اجتماع کا کیا معنی؟ اسی وجہ سے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ اللہ کے نبی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں ارشاد نبوی ہے۔

" انبیاء الله لایموتون ولکن ینقلون من دار الیٰ دار (۴۸)

(اللہ کے نبی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا بھی یہی نظریہ تھا وہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں سرکار دو عالم ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وصلی علیك الله یا خیر خلقہٖ

ویاخیر مامول ویا خیر واھب

ویاخیر من یرجیٰ لکشف رزیة

ومن جودہٖ قد فاق جود السحائب

وانت مجیر ی من ھجوم ملمة

اذا انشبت فی القلوب شر المخاطب (۴۹)

ا۔ اے مخلوق خدا میں سب سے بہتر تم پر درود وسلام ہو ۔

۲۔ اور اے مصیبتوں کے دور کرنے والے اور اے بارش کی طرح سخاوت کرنے والے۔

۳۔اور مصائب میں اور اس وقت جب دل میں کوئی چنگل والا چنگل مارے تو ہی مجھے پناہ دینے والا ہے۔

انبیاء ومرسلین کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بانی سلسلہ قادریہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کو بھی حرف ندا سے خطاب کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں ایک وظیفہ کا طریقہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اول دو رکعت نفل بعد ازاں یکصد ویازدہ بار درود وبعد ازاں یکصد ویازدہ بار کلمہ تمجید ویک صد ویازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی گوید (۵۰)

(پہلے دو رکعت نماز پڑھے پھر اس کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے پھر اس کے بعد ایک سو گیارہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی کا وظیفہ پڑھے)

یہی نظریہ بانی مسلک دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی کے پیر ومرشد سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی تھا وہ اس تعلق سے فرماتے ہیں۔

''جو ندا نص میں وارد ہے مثلاً یا عباد اللہ اعینونی وہ بالاتفاق جائز ہے اور یہ تفصیل حق عوام میں ہے اور جو اہل خصوصیت ہیں ان کا حال جدا ہے اور حکم بھی جدا کہ ان کے حق میں یہ فعل عبادت ہو جاتا ہے۔ جو خواص میں ہوگا خود سمجھ لے گا بیان کی حاجت نہیں۔ یہاں سے معلوم ہو گیا ہے حکم وظیفہ یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ کا لیکن اگر شیخ متصرف حقیقی سمجھے تو منجر الی الشرک ہے ہاں اگر وسیلہ وذریعہ جانے یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر خالی الذہن ہو کر پڑھے کچھ حرج نہیں یہی تحقیق ہے اس مسئلہ میں'' (۵۱)

**تصرف**

اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو مجبور محض نہیں بنا کر پیدا کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا ہے کائنات کی بیشتر چیزوں کو اپنے برگزیدہ بندوں کے تابع کیا ہے مگر ہمارے بعض نام نہاد مسلمان اس کی تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تصرف کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کسی نبی اور کسی ولی کو تصرف کی طاقت حاصل نہیں اور اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ مسلک وہابیت ودیوبندیت سے متعلق کتابوں میں اس قسم کی کئی ایک عبارتیں ملتی ہیں ہندوستان میں مسلک وہابیت کے علم بردار شاہ اسماعیل دہلوی اپنی مشہور زمانہ تصنیف تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں۔

اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی (۵۲)

اور وہ ایک ایک میں آپ ہی تصرف کرتا ہے کسی کو کسی کے قابو میں نہیں دیتا (۵۳)

جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے (۵۴)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا عقیدہ اس کے بالکل برعکس تھا اگر وہ وہابیت کے علم بردار ہوتے تو ان کا بھی یہی عقیدہ ہوتا جس کا ذکر سطور بالا میں ہوا مگر حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں۔ وہ تو سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ تھے اور سلسلہ قادریہ کے شیخ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے انہیں گہری عقیدت تھی اور وہ ان کی روحانی عظمتوں کا دل سے اعتراف کرتے تھے۔ تصرف کے تعلق سے اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''حضرت علی کے بعد اولیائے کرام اور اصحاب طرق کا سلسلہ چلتا ہے اور ان میں سب سے زیادہ قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہ جذب کو باحسن وجوہ طے کر کے نسبت اویسی کی اصل کی طرف رجوع کیا اور نہایت کامیابی کے ساتھ قدم رکھا وہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذات گرامی ہے اسی بنا پر آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ موصوف اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔'' (۵۵)

اب آیئے کنزالایمان جو مولانا احمد ضا خاں کا ترجمہ قرآن ہے انہوں نے اس تعلق سے آیات قرآنی کی کس طرح مومنانہ ترجمہ کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**۱. انا مکنا له فی الارض و آتیناه من کل شئی سبباً (۵۶)**

(بیشک ہم نے زمین میں ذوالقرنین کو قابو دیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا)

**۲. وسخرنا مع داود الجبال یسبحن و الطیر (۵۷)**

(اور داود کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادئے کہ تسبیح کرتے اور پرندے)

**۳. ولسلیمان الریح عاصفة تجری بامره الی الارض التی بارکنا فیها و کن بکل شئی عالمین (۵۸)**

(اور سلیمان کے لئے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے)

**قیام:**

علمائے دیوبند جو اس زمانے میں اپنے کو فکر ولی اللہی کا علمبردار عوام الناس سے منوانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے نزدیک قیام مکروہ ناجائز بدعت بلکہ بعض کے نزدیک کفر و شرک بھی ہے۔ مسلک دیوبند کے بانی مولوی رشید احمد گنگوہی ایک استفتا کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''قیام مروج جو امور محدثہ ممنوعہ کو مشتمل ہے ناجائز و بدعت ہے'' (۵۹)

جب کہ ان کے پیر و مرشد مجلس مولود میں قیام کے وقت لذت محسوس کرتے تھے انہوں نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ۔

"اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں" (۶۰)

سید الطایفہ مہاجر مکی کا یہ بھی عقیدہ تھا۔

مجلس مولد میں حضور پُر نور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے، کیوں کہ یہ امر ممکن ہے عقلاً و نقلاً۔ بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہوئے اس کے آگے ایک ادنیٰ سی بات ہے (۶۱)

علمائے اہل سنت کے نزدیک قیام میلاد جائز مستحب و مستحسن ہے بوقت ذکر ولادت سرکار دو عالم ﷺ مسرت و محبت کے طور پر لوگ قیام کریں تو اس میں کوئی شرعی قباحت لازم نہیں آتی امت مسلمہ نے اس قیام کو قیام عظمت قرار دیا ہے اسی لئے قیام تعظیمی بھی کہا جاتا ہے۔ شعایر اللہ اور نبی کی تعظیم و توقیر کے لئے قرآن حکیم میں کہا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱. ومن یعظم شعایر اللہ فانہا من تقوی القلوب (۶۲)

(اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہی دلوں کی پرہیز گاری ہے)

۲. انا ارسلناك شاھداً ومبشراً ونذیراً لتو منوا باللہ ورسولہٖ وتعزروہ وتوقروہ (۶۳)

(بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ان آیات کریمہ کی روشنی میں ہی بارگاہ نبوی میں کھڑے ہو کر اپنی عقدت و محبت کا نذرانہ پیش کیا ہے آپ کے ملفوظات القول الجلی کے مرتب لکھتے۔

"آپ نے تحریر فرمایا ایک روز میں حضرت کے مواجہہ شریف میں کھڑا ہوا آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہا تھا اور تضرع وزاری کر رہا تھا کہ ناگاہ آپ کی جانب سے ایک سر مثل برق ظاہر ہوا اور میری روح نے ایک لمحہ میں پوری شدت سے اسے پکڑ لیا ایسا کہ مجھے اس کی سرعت پر تعجب ہوا اور آن واحد میں اس کے اصل و فرع کا احاطہ کر لیا" (۶۴)

ان آیات کی جس طرح مومنانہ تشریح کنز الایمان میں امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا

خاں قادری نے کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی تعظیم وتوقیر ہر زمانے میں اکابر علماء ہی کا صرف نہیں بلکہ عوام اہل سنت کا بھی معمول رہا ہے اس موضوع پر علمائے حق کے نوک قلم سے متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں عصر حاضر میں حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی کا رسالہ تعظیم نبی بھی اچھی کوشش ہے اس رسالہ میں وہی سب کچھ ہے جس کی ترجمانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری نے اپنی اپنی تحریروں میں فرمائی ہے اس سے ان دونوں اکابر علمائے کرام کے عقائد ونظریات میں یکسانیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

## مصادر وماخذ


۱۔ اسلام اور غلط فہمیاں سہ روزہ دعوت ص ۶ ۷ جولائی ۲۰۰۲ء

۲۔ روزنامہ نوائے وقت ملتان شمارہ ۱۹ ردسمبر ۱۹۹۷ء

۳۔ ماہنامہ البلاغ کراچی فروری ۱۹۶۹ء

۴۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱

۵۔ البلاغ کراچی شمارہ نمبر ۱۲ ص ۴۸ دار العلوم کراچی ۱۹۶۹ء

۶۔ ابوالحسن زید فاروقی، اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص ۴۵، ۴۶

۷۔ التوبۃ ۴۷

۸۔ المریم ۔۱۹

۹۔ احمد رضا خاں قادری، فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۶۰

۱۰۔ اسماعیل دہلوی، صراط مستقیم ص ۸۶ المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

۱۱۔ محمد قاسم نانوتوی، تحذیر الناس ص ۳ کتب خانہ امدادیہ دیوبند

۱۲۔ اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان مع بسط البنان ص ۸ کتب خانہ عزیزیہ دیوبند

۱۳۔ خلیل احمد انبیٹھوی، براہین قاطعہ ص ۵۵ کتب خانہ امدادیہ دیوبند

۱۴۔ ابوالحسن علی الندوی، تاریخ دعوت وعزیمت جلد ۵ ص ۲۶۵

۱۵۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص ۸

۱۶۔ طٰہٰ ۱۰۹

۱۷۔ محمد ۱۹

۱۸۔ یونس ۳

۱۹۔ سباء ۲۳

۲۰۔ولی اللہ دہلوی، القول الجلی ص ۸۷ خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری لکھنؤ ۱۹۹۷ء

۲۱۔اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص ۸

۲۲۔المائدہ ۳۵

۲۳۔النساء ۶۴

۲۴۔نعیم الدین مرادآبادی ،خزائن العرفان برحاشیہ کنزالایمان ص ۱۴۱، رضا اکیڈمی ممبئی

۲۵۔ولی اللہ دہلوی ،القول الجلی ص ۵۳۲

۲۶۔رشید احمد گنگوہی، فتاوی رشیدیہ جلد ا ص ۸

۲۷۔رشید احمد گنگوہی، فتاوی رشیدیہ جلد ۳ ص ۱۱۲

۲۸۔مریم ۳۳

۲۹۔مریم ۱۵

۳۰۔ولی اللہ دہلوی، القول الجلی ص ۱۲۹

۳۱۔ولی اللہ دہلوی، القول الجلی ص ۴۹۴

۳۲۔ ولی اللہ دہلوی، القول الجلی ص ۵۲۰

۳۳۔رشید احمد گنگوہی، فتاوی رشیدیہ جلد اول ص ۹۲

۳۴۔التوبہ ۱۲۸

۳۵۔آل عمران ۱۶۴

۳۶۔الجمعہ ص ۲

۳۷۔القول الجلی ص ۲۷

۳۸۔رشید احمد گنگوہی، فتاوی رشیدیہ جلد ۳ ص ۷

۳۹۔اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص ۱۱

۴۰۔البقرہ۔۳۵

۴۱۔الاحزاب ص ۴۵

۴۲۔البقرہ ص ۱۵۳

۴۳۔الحج ص ۱

۴۴۔الانبیا ص ۶۹

۴۵۔ھود ص ۴۴

۴۶۔سباء ص۱۰

۴۷۔ملاعلی القاری، المرقاۃ، جلد۳ص۲۴۱بحوالہ حیاۃ الانبیاء، احمد حمزہ مطبوعہ دار العلوم قادریہ لیڈی اسمتھ ۱۴۲۴ھ

۴۸۔فخر الرازی تفسیر کبیر جلد۲۱ص۴۱بحوالہ حیاۃ الانبیاء، احمد حمزہ مطبوعہ دار العلوم قادریہ لیڈی اسمتھ ۱۴۲۴ھ

۴۹۔ولی اللہ دہلوی، اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم ص ۲۷،۲۸، مرادآباد ۱۸۸۷ء

۵۰۔ولی اللہ دہلوی، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ بحوالہ فتاوی رضویہ جلد۱۲ص۱۰۹، رضا اکیڈمی ممبئی

۵۱۔حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، فیصلہ ہفت مسئلہ (توضیحات وتشریحات) ص۲۴۰ کتبہ رحیمیہ کانپور ۱۴۰۴ھ

۵۲۔شاہ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص۸

۵۳۔شاہ اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان ص۴۸ کمال ہند پریس دہلی ۱۳۶۲ء

۵۴۔شاہ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص۳۲

۵۵۔ولی اللہ دہلوی، ہمعات ص۲۷ لاہور ۱۹۴۶ء

۵۶۔الکہف ۸۴

۵۷۔الانبیاء ۷۹

۵۸۔الانبیاء ۸۱

۵۹۔فتاوی دیوبندیہ جلد۱ص ۳۸ بحوالہ فیصلہ حق وباطل ص۱۲۲ سنبھل مرادآباد ۱۹۶۰ء

۶۰۔حاجی امداد اللہ، فیصلہ ہفت مسئلہ ص۱۱

۶۱۔حاجی امداد اللہ، فیصلہ ہفت مسئلہ ص۹۲

۶۲۔الحج ص۳۲

۶۳۔الفتح ص۸

۶۴۔شاہ ولی اللہ دہلوی۔القول الجلی ص۱۷

---

# کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات

■ ڈاکٹر مجید اللہ قادری

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی کی شخصیت عالم اسلام میں ایک عظیم مدبر اور مفکر کی ہے اور آپ بے شک ایک طرف علوم اسلامیہ کے بحرِ ذخار ہیں تو دوسری طرف دیگر علوم میں کنز الفنون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک عظیم مفکر کی پہلی پہچان قرآنی علوم پر کامل دسترس ہے کیونکہ یہ اول مآخذ ہوتا ہے۔ امام احمد رضا بھی اس اول ماخذ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ علوم قرآن میں ترجمہ، تفسیر، اصول تفسیر لغت سب ہی شامل ہیں اور امام احمد رضا کی تصانیف و تالیفات ان علوم پر بھی ملتی ہیں۔ یہاں صرف ان کے ترجمۃ القرآن کے حوالے سے تحریر پیش کی جارہی ہے۔ ان کے ترجمہ کا بغور جائزہ لینے کے بعد دیگر معروف اردو قرآنی تراجم سے تقابل بھی کیا گیا تاکہ اس فن میں امام احمد رضا کی مہارت کا صحیح اندازہ لگایا جاسکے احقر نے امام احمد رضا کے ترجمہ کے چند بہت ہی اہم خصوصیات پر یہاں مقالہ قلمبند کیا ہے۔

جن خطوط کی روشنی میں اس ترجمۂ قرآن کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جن خصوصیات کو خاص طور سے مدنظر رکھا گیا ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱)..........نام کا انتخاب

(۲)..........اسلوبِ ترجمہ

(۳)..........جامعیت و معنویت اور مقصدیت

(۴)..........صوتی حسن، سلاست و ترنم

(۵)..........ادبی خصوصیت

**[۱]..........کنزالایمان**

امام احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کی ایک اہم خصوصیت اس ترجمہ قرآن کا نام ہے جس کا انہوں نے تاریخی نام "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" (۱۳۳۰) رکھا۔ جس طرح خداوند کریم نے کتاب الٰہی کا نام قرآن رکھا جو نہ صرف نام کی مناسبت سے جامع ہے بلکہ قرآن کے اندر موجود تمام

جامع رموز کی نشاندھی بھی کرتا ہے یعنی یہ وہ کتاب الٰہی ہے جس کے اندر سب کچھ جمع کر دیا گیا، امام صاحب نے اپنے ترجمہ کا نام ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' رکھا یعنی قرآن کا ایسا ترجمہ جس کو پڑھ کر قاری ''ایمان کا خزانہ'' پالیتا ہے آپ نے قاری کو پہلے ہی ذہن نشین کرا دیا کہ حقیقت میں یہ ''الکتاب'' ایسا خزانہ ہے کہ اس سے بڑھ کر دنیا کا کوئی خزانہ ممکن ہی نہیں۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کا نام ''کنزالایمان'' اس لحاظ سے صد فیصد مناسب ہے کہ قران کی ہر ہر آیتِ شریفہ مسلمانوں کے لیے خصوصاً اور عام انسانوں کے لیے عموماً خزانہ ہے۔ مثلاً اگر کوئی آیتِ شریفہ امر بالمعروف کا حکم دے رہی ہے تو اس حکم پر عمل اور اس کی پیروی ہی اصل ایمان ہے۔ اگر نہی عن المنکر کا ذکر ہے تو گناہ سے بچنا ہی مومن کے لیے ایمان کی دلیل ہے۔ اگر آیتِ کریمہ عزیز و اقارب کے ساتھ حُسنِ سلوک کا پیغام دے رہی ہے تو اس پر عمل درآمد مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے اور اگر آیتِ مبارکہ کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کر رہی ہے تو ان سے دور رہنے میں ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے اور اگر قرآن کی آیت مسلمانوں کو مژدہ سنا رہی ہے تو اللہ سے امید رکھنا ایمان کا بنیادی حصہ ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کی ہر آیت ایمان کے خزانے کا پتہ دے رہی ہے اس لیے یہ نام ''کنزالایمان'' تمام تراجم قرآن میں انفرادی خصوصیت کا حامل ہے کیونکہ ہر آیت کے حوالے سے ایمانی خزانے کی نشاندہی ہو رہی ہے۔

**[۲]............ اسلوبِ ترجمہ:**

اردو قرآنی تراجم میں سوائے شاہ محمد رفیع الدین دہلوی کے ترجمہ قرآن کے بقیہ تمام تراجم، قرآن کا با محاورہ ترجمہ ہیں۔ ان تراجم میں مترجمین قرآن نے اپنے ترجمہ قرآن کو سلیس اور سادہ زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کنزالایمان کے قبل کے اکثر مترجمینِ قرآن نے خاص طور سے ترجمہ قرآن میں عبارت آرائی، انشاء پردازی اور روزمرہ کی زبان اور گوناگوں محاورات کے استعمال پر قوت زیادہ صرف کی ہے جب کہ ''کنزالایمان'' کے بعد مترجمینِ قرآن نے عموماً مفہومی، توضیحی اور تشریحی اسلوب پر زیادہ زور دیا ہے، جس کے نتیجے میں بعد کے مترجمین خصوصیت کے ساتھ نظمِ قرآن کی اصل روح سے دور ہوتے چلے گئے جب کہ قرآن پاک کا اپنا اسلوب نہ صرف لفظی ہے اور نہ صرف محاوراتی۔ اس طرح نہ یہ اسلوب تقریری ہے نہ تحریری، بلکہ قرآن پاک کا اپنا ایک انفرادی اسلوب ہے جس کو اسلوب قرآنی کہا جانا چاہیے۔[۱]

جناب مودودی صاحب تمام مترجمین میں واحد مترجم قرآن ہیں جن کی نظر میں قرآن کا

اسلوب صرف تقریری ہے اور وہ قرآن مجید کے طرز بیان کو صرف تقریری قرار دیتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں تفہیم القرآن کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں:

"ایک اور وجہ اور بڑی اہم وجہ لفظی ترجمہ کے غیر موثر ہونے کی یہ ہے کہ قرآن کا طرز بیان تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے۔ اگر اس کے منتقل کرتے وقت تقریر کی زبان کو تحریر کی زبان میں تبدیل نہ کیا جائے اور جوں کا توں اس کا ترجمہ کرڈالا جائے تو ساری عبارت غیر مربوط ہو کر رہ جاتی ہے۔" [۲]

اہل زبان اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ قرآنی اسلوب بیان میں حسنِ کلام، روانی بیان، شکوہ لفظی اور مضامین کا ربط وضبط ایسی منفرد صفات ہیں جنہیں کوئی ایک اسلوب اپنے اندر سمو نہیں سکتا جب تک کہ اس اسلوب بیان میں سب کو جذب کر لینے کی استعداد نہ ہو اور یہ صرف اسلوب الٰہی میں ہی ممکن ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی ترجمہ اس اسلوبِ قرآنی کے قریب تر ضرور ہو سکتا ہے مگر حقیقی روح کا ترجمہ نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم کا حقیقی مفہوم نہ تو صرف لفظی ترجمہ ادا کر سکتا ہے اور نہ ہی صرف با محاورہ بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ جہاں لفظی ترجمہ کی ضرورت ہے وہاں لفظی ترجمہ کیا جائے اور با محاورہ کی جگہ محاوراتی ترجمہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ الفاظ کا انتخاب اس طرح کیا جائے کہ ترجمہ نہ صرف تحریری معلوم ہو اور نہ صرف تقریری بلکہ الفاظ کا چناؤ آیت کی مناسبت سے ہو۔

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کا ترجمہ قرآن خاص حد تک قرآنی اسلوب کے قریب تر ہے کیونکہ آپ کا ترجمہ قرآن نہ تو صرف با محاورہ ہے اور نہ صرف لفظی بلکہ آپ نے ترجمہ قرآن میں یہ التزام واہتمام کیا ہے کہ حتی الامکان لفظ کے نیچے لفظ ہی کا ترجمہ لائیں مگر الفاظ کا چناؤ موقع اور محل کی مناسبت سے اتنا عمدہ کیا ہے کہ عبارت میں تسلسل بھی قائم رہتا ہے اور ترجمہ لفظی ہونے کے باوجود با محاورہ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ط (البقرۃ:۱۰۴)

"اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو۔" [۳]

جب کہ دیگر معروف اردو قرآنی مترجمین نے ترجمہ کو با محاورہ بنانے کی کوشش میں اسلوبِ قرآن کی روشنی کو مدہم کر دیا، مثلاً چند دوسرے تراجم ملاحظہ ہوں:

(۱) مسلمانو! (پیغمبروں کے ساتھ) راعنا کہہ کر خطاب نہ کیا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو اور (دھیان لگا کر) سنتے رہا کرو۔ [۴]

(۲) اے ایمان والو! تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو۔ [۵]

اب امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ دیکھیں کہ لفظ کے نیچے لفظی ترجمے کا اہتمام بھی ہے اور ہر لفظ کے معنی ایسے منتخب کیے ہیں کہ ترجمہ میں روانی بھی برقرار رہی اور کسی لفظ کے معنی بھی قاری کی نظر سے اوجھل نہ رہے جب کہ دیگر تراجم کو پڑھنے کے بعد قاری "انظرنا" کے معنی سے نہ صرف بے خبر رہتا ہے بلکہ عبارت میں تسلسل بھی قائم نہیں رہتا اسی طرح "واسمعوا" کی معنویت سے بھی بے خبر رہتا ہے کیونکہ مترجمین نے "واسمعوا" کا ترجمہ، سنتے رہو، اور خوب سنتے رہو جب کہ امام احمد رضا بریلوی اس معنوی ماحول کی پوری عکاسی کرتے ہوئے ترجمہ کرتے ہیں کہ "پہلے ہی سے بغور سنو"۔ امام احمد رضا بریلوی ہر ہر لفظ پر گہری نظر رکھتے ہیں اسی لیے قاری کو ہر طرح تفسیری مواد چند لفظوں میں پہنچانے کے ساتھ ساتھ ترجمہ میں قرآنی اسلوب سے قریب تر بھی رہتے ہیں۔

قرآن پاک کے آزاد اور لفظی تراجم کے علاوہ مترجمین قرآن نے قرآنی اسلوب اپنانے کی کوشش ضرور کی ہے مگر امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن، لفظی تراجم کے نقائص سے بھی پاک ہے اور با محاورہ ترجمہ کی کمزوریوں سے بھی مبرا ہے۔ آپ کے ترجمے کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ لفظی ترجمے کے محاسن کے حوالے سے قرآن کے ہر ہر لفظ کا مفہوم و معنی اس طرح واضح کر دیا ہے کہ اسے پڑھ لینے کے بعد کسی لغت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ بامحاورہ ترجمے کے محاسن کو بھی اس خوبی و کمال کے ساتھ اپنے اندر سمولیا ہے کہ عبارت میں کسی قسم کا بوجھ یا ثقل محسوس نہیں ہوتا اسی طرح امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کے ترجمے کے انداز کو کسی نئے اسلوب میں نہیں ڈھالا بلکہ اسلوبِ قرآن کو قائم رکھتے ہوئے اس کا اس طرح ترجمہ کیا کہ یہ اسلوب نہ تو تقریری رہے اور نہ تحریری۔ اب ایک مثال پیش کی جاتی ہے جس کی مدد سے مذکورہ بالا توجیحات کی تصدیق ہو سکے:

اللہ تعالیٰ کلام الٰہی میں ارشاد فرماتا ہے:

وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاوِيلِ الْاَحَادِيثِ ٥ (یوسف ۴)

اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا"[۶]

دیگر مترجمین کا ترجمہ ملاحظہ ہوں:

(۱) اور تجھ کو (خواب کی) باتوں کی تعبیر سکھائے گا۔[۷]

(۲) اور سکھا دے گا کل بٹھانی باتوں کی۔[۸]

(۳) اور سکھا دے گا تجھ کو تعبیر بتانی باتوں کی۔[۹]

(۴) اور سکھا دے گا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا۔[۱۰]

ان تراجم کے علاوہ دیگر اردو قرآنی تراجم میں لفظ "تاویل" اور "احادیث" کے معنی واضح نہیں

ہیں جب کہ امام بریلوی کے ترجمہ قرآن میں دونوں معنی واضح ہیں۔ اسی طرح اسلوب پر نظر ڈالیں تو امام صاحب کی تحریر میں وہی تسلسل قائم رہتا ہے جس طرح متن میں پڑھنے والے کا ربط نہیں ٹوٹتا جب کہ بقیہ تراجم میں کہیں الفاظ ثقیل ہیں اور کہیں اضافی الفاظ سے عبارت میں جھول پیدا ہو گیا۔

**[۳] ............جامعیت، معنویت اور مقصدیت :**

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمۂ قرآن کا ایک اور امتیازی پہلو دیگر معروف اردو قرآنی مترجمین کے مقابلے میں یہ ہے کہ جو جامعیت، معنویت اور مقصدیت قرآن کے کلمات میں پوشیدہ ہے اس کی مکمل جھلک امام موصوف کے ترجمہ میں نمایاں ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ مترجم کے ذہن میں وہ تمام تفاسیر، لغوی معنی، اس سے متعلق احادیث مبارکہ اور اقوالِ صحابہ موجود ہوں اور ساتھ ہی ساتھ قوت حافظہ بھی اتنا قوی ہو کہ وہ کمپیوٹر کی طرح کام کرے، جس طرح کمپیوٹر کا بٹن دبا کر مطلوبہ معلومات (Informations) یکجا طور پر ایک ہی نظر میں اسکرین پر دیکھی جا سکتی ہے اسی طرح مترجم کا ذہن بھی اتنا قوی اور فعّال ہو کہ فوراً ان تمام کلمات کے مقامات کو یکجا کر کے اور ان کی جامعیت، معنویت اور مقصدیت کے پیش نظر ایسے الفاظ کا انتخاب کرے کہ ترجمہ میں کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے اور نہ عبارت میں کوئی جھول۔ حقیقت میں اگر بلا امتیاز امام احمد رضا کے ترجمہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ یہ ترجمہ مستند تفاسیر اور مستند کتب لغت کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر چہ یہ تینوں پہلو ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں مگر تینوں میں جو فرق ہے اسی فرق کے پیش نظر مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

**ترجمہ میں جامعیت :**

جامعیت قرآن کو امام بریلوی نے جس خوبی کے ساتھ ترجمہ میں ڈھالا ہے اس کے لیے مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن (الرحمٰن ۳۳)

''اے جن وانس کے گروہ اگر تم سے ہو سکے آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔''

قرآن پاک کی یہ آیت شریفہ سائنس وحکمت کے بہت ہی اہم نکتہ کی طرف نشاندہی کر رہی ہے۔ اس آیت میں کلمہ ''سلطٰن'' کی جامعیت کو کوئی بھی مترجم ترجمہ میں پیش نہ کر سکا۔ البتہ تفاسیر میں کسی حد تک اس کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مگر امام احمد رضا خاں نے ''سلطٰن'' کا ترجمہ سلطنت کر کے عظمتِ

خداوندی کو عوام کی نظر میں اجاگر کیا ہے۔ اس ترجمہ سے یہ احساس و یقین قوی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت پوری کائنات میں ہے گویا امام احمد رضا یہاں لفظ سلطنت کی مدد سے حکومت الٰہیہ اور اقتدار اعلیٰ کا تصور قاری کے ذہن میں بٹھانا چاہتے ہیں جب کہ دیگر تراجم میں اس قسم کا قطعی تاثر نہیں ملتا۔

امام احمد رضا ترجمہ میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ جس آیت سے جس علم پر روشنی پڑتی ہے اس آیت کا ترجمہ ٹھیک اسی علم کی مصطلحات میں کیا جائے جیسا کہ انہوں نے اس آیت میں بھی کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی وہ واحد مترجم قرآن ہیں جن کے علوم عقلیہ یعنی موجودہ اور قدیم سائنس و حکمت پر بھی سو سے زیادہ رسائل موجود ہیں اور سائنس و حکمت کا کوئی بنیادی شعبہ ایسا نہیں جس پر امام صاحب کی دو چار قلمی یادگاریں نہ ہوں۔[12]

یہاں سائنس و حکمت کے حوالے سے چند امثال پیش کرنا چاہوں گا تا کہ امام موصوف کی ان علوم پر دسترس کا اندازہ لگایا جا سکے۔ (مثلاً)

سورۃ النباء کی ۲۰ ویں آیت ملاحظہ ہو:

وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًاo (النباء:۲۰)

''اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا اور پانی کا دھوکا دینا۔''[13]

دیگر مترجمین کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) اور چلائے جاویں گے پہاڑ پس ہو جاویں گے مانند ریت کی۔[14] (شاہ رفیع الدین دہلوی)

(۲) اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جاویں گے۔[15] (مولوی اشرف علی تھانوی)

(۳) اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) چلائے جائیں گے اور وہ غبار ہو کر رہ جائیں گے۔[16] (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

(۴) اور پہاڑ چلائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے۔[17] (ابوالاعلیٰ مودودی)

اس آیت کا ترجمہ جو امام احمد رضا نے کیا ہے اس کو پڑھ کر جہاں ایک دینی عالم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا وہیں علوم عقلیہ کا ماہر خاص کر علوم ارضیات اور طبیعات کا ماہر بھی امام صاحب کے اس ترجمہ قرآن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، خاص کر لفظ ''سرابا'' کا ترجمہ جب کہ اکثر مفسرین نے انہوں معنوں میں تفسیر فرمائیں ہے۔ مثلاً: تفسیر خازن میں ہے (فکانت سرابا) "ای هباء منبثا کالسراب فی عین الناظر"[18]

''ریت کے ذرات جو دور سے دیکھنے میں (پانی کی طرح) چمکتے ہیں انہیں سراب کہا جاتا ہے''

مدارک میں ہے:- ای هباء تخیل الشمس انه ماء۔[19]

"پانی کی طرح چمکتے معلوم ہوں"

تفسیر فتح القدیر میں ہے: فکانت هباء منبثا يظن الناظر أنها سراب والمعنى كما ان السراب يظن الناظرانهٔ وليس بماء [۲۰]

"ریت کے ذرات کی چمک کا دیکھنے میں پانی کا گمان ہوتا ہے اور سراب درحقیقت دیکھنے میں پانی کا گمان دیتا ہے مگر حقیقت میں وہاں پانی نہیں ہوتا"

تفاسیر اور لغت کی معونیت سے جو بات سامنے آئی وہ یہ ہے کہ سرابا ایک قسم کا دھوکہ ہے کہ جب ریگستان میں یا کسی سخت سطح پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں تو دور سے پانی کی موجودگی کا دھوکہ ہوتا ہے دیگر مترجمین نے اس کا ترجمہ صرف ریت کیا ہے۔ جس سے "سرابا" کی جامعیت اجاگر نہیں ہوتی۔ جب کہ امام احمد رضا نے "سرابا" کی جامعیت کے پیش نظر صحیح مفہوم اخذ کر کے ترجمہ کیا ہے۔

امام احمد رضا خان نے دراصل قرآن پاک کی سورۃ القارعہ میں قیامت میں پہاڑوں کی حالت کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وتكون الجبال كالعهن المنفوش ٥ (القارعہ:۵) اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون" [۲۱]

اسی طرح سورۃ المرسلت کی آیت کے پیش نظر کہ ارشاد خداوندی ہے: واذا الجبال نسفت ٥ (المرسلت:۱۰) "اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیئے جائیں" [۲۲]

امام احمد رضا نے "سرابا" کا وہ مفہوم بیان کیا ہے کہ جیسا اس وقت نظر آئے گا کیونکہ قیامت سے قبل جو زلزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگا جس کی وجہ سے پہاڑ جو اپنی جگہ سے چلنا (سرکنا) شروع ہوں گے۔ ٹوٹ ٹوٹ کر گر جائیں گے اور زمین کی اپنی تھرتھراہٹ کی وجہ سے بڑے بڑے گڑھے پڑ جائیں گے جس میں سے زمین اپنے اندر کا لاوا (LAVA) اگلے گی، یعنی (VOLCANIC ERUPTION) ہوگا اور جب یہ لاوا (LAVA) ٹھنڈا ہو جائے گا تو یہ دور سے چمکتی ریت کی طرح پانی کا دھوکا دے گا کہ لوگ پانی کی طرف دوڑیں گے مگر پانی ان کو نہ مل سکے گا۔ کیونکہ اس وقت زمین سخت تانبے کی ہوگی۔ [۲۳] اور تانبے پر سورج کی شعائیں پڑیں گی تو دوسرے دیکھنے والوں کو اس کی سطح پر پانی گمان ہوگا۔ اس سارے منظر کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی نے لفظ "سرابا" کی مکمل جامعیت کو اپنے ترجمہ میں سمو دیا ہے۔ انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے تمام علوم کا لحاظ رکھا ہے۔

امام احمد رضا صرف دینی علوم کی ہی نہیں سائنسی علوم کے بھی اپنے وقت کے امام ہیں یہاں

صرف ایک مثال علمِ ارضیات کے حوالے سے بھی دینا چاہوں گا۔ کیونکہ علم ارضیات راقم کا شعبہ تعلیم وتدریس ہے اور ترجمہ کے وقت کئی آیات ایسی نظر کے سامنے آئیں کہ جن کے تراجم میں اگر علم ارضیات کی اصطلاحات میں ترجمہ نہ کیا جاتا تو راقم امام موصوف کے سائنسی شعور سے کبھی آگاہ نہ ہوتا اس لیے دو مثالیں ملاحظہ کیجیے جس کو دیگر مترجم اپنے تراجم میں علم ارضیات کی صحیح عکاسی نہ کرسکے۔ قرآن پاک کے سورہ النّٰزعٰت کی ۳۰/ویں آیت میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

والارض بعد ذالك دحها (النزعت:۳۰) ''اور اس کے بعد زمین پھیلائی'' ۲۴

دیگر تراجم قرآن کا جب مطالعہ کیا تو اکثر مترجمین نے ''دٰحٰھا'' کے معنی پھیلنے کے بجائے ''جماؤ'' کیے ہیں جب کہ پھیلنا اور جمانا دو مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ جمانے سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ ایک کے اوپر ایک جم رہی ہو جس طرح سمندر کے اندر مٹی تہہ بہ تہہ جمتی ہے اور اس طرح آبی چٹانیں (Sedimentary Rocks) بنتی ہیں اور یہ عمل دراصل پہاڑوں کے بننے یا جمائے جانے کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں لفظ پھیلنے سے جو مفہوم ایک علمِ ارضیات کے طالب علم کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کسی چیز کے پھیلنے سے اس کا حجم (یہاں رقبہ مراد ہے) بڑھے۔ علم ارضیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے۔ ۲۵ یہ عمل اسی طرح جاری ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں (OCEANS) یعنی بحیرہ ہند، بحیرہ اوقیانوس وغیرہ میں بیچ بیچ میں ۵ تا ۶ میل گہرے پانی کے نیچے سمندری خندقیں، جن کو Oceanic Trenches بھی کہا جاتا ہے، موجود ہیں۔ یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں۔ خندقوں سے ہر وقت گرم گرم پگھلا ہوا لاوا (LAVA) نکل رہا ہے۔ جب یہ لاوا خندق کے دونوں سروں پر آتا ہے تو جلد ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جب نیا لاوا پھر نکلتا ہے تو وہ پہلے جمع شدہ لاوے کی تہہ کو دونوں جانب سرکاتا ہے۔ خندق کے کنارے پر جو یہ عمل ہوتا ہے تو اس سرکنے سے پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے کی جانب چلا جاتا ہے یعنی زمین کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔ یہ عمل اگر چہ بہت خاموشی کے ساتھ اور بہت آہستہ ہوتا ہے مگر برابر جاری رہتا ہے۔ ۲۶

براعظم اسی عمل کی وجہ سے برابر پھیل رہے ہیں۔ اس پھیلاؤ کی رفتار مختلف براعظموں کی مختلف ہے۔ کوئی براعظم ہر سال ۳/سینٹی میٹر سمندر سے اونچا ہو جاتا ہے کوئی ۳/سینٹی میٹر۔ براعظم ایشیا کے برصغیر پاک و ہند کا حصہ Mount Everest ہر سال ۳/اعشاریہ ۵/سینٹی میٹر اوپر اٹھ جاتا ہے اس کو آسانی سے سمجھنے کے لیے بحیرہ ہند کا مطالعہ کریں، یہ ہر سال پیچھے ہٹ جاتا ہے اس طرح سمندری کناروں کا حجم ہر سال بڑھ جاتا ہے۔ اس قدرتی عمل سے زمین برابر پھیل رہی ہے

اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی نشاندہی سورہ النزعت کی آیت میں فرمائی اور سوائے امام احمد رضا کی قوتِ بصیرت کے اس عمل کو سمندر کی ۶ ر میل تہہ کے نیچے کوئی اور نہ دیکھ سکا۔ امام موصوف نے باطنی علوم کی روشنی میں دیکھ لیا اس لیے انہوں نے اس قدرت کے عمل کو ترجمے میں ارضیاتی اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے اپنی علمی وسعتوں کا اظہار کیا اور ترجمہ کیا ''اس کے بعد زمین پھیلائی'' زمین کے پھیلنے کے اس عمل کو صرف امام احمد رضا جیسا سائنسداں ہی دیکھ سکا کیونکہ ظاہری لفظوں کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کا باطن بھی اللہ کی دی ہوئی فہم سے سمجھتے ہیں جب کہ اردو زبان کے تمام مترجمین قرآن آیت کا ترجمہ علم ارضیات کی روشنی میں نہ کر سکے جس علم کے متعلق آیت اشارہ کر رہی ہے۔

راقم الحروف علم ارضیات کا طالب علم ہے اور گزشتہ ۲۰ ر سال سے جامعہ کراچی کے شعبہ ارضیات میں علوم ارضیات کی تدریس میں مصروفِ عمل ہے اس لیے میری نظر جب قرآن پر پڑتی ہے تو میں آیات قرآنی میں وہ قانون تلاش کرتا ہوں جو زمین کی پیدائش اور اسی کے ارتقاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کہ کسی بھی ترجمہ قرآن میں مجھے علوم ارضیات سے متعلق خصوصاً اور دگر سائنسی علوم سے متعلق عموماً ایسی اصطلاحات نہیں ملتیں جو ان علوم وفنون کی نشاندہی کریں، مثلاً:

''علم ارضیات میں یہ قانون عام ہے کہ زمین جب پیدا ہوئی تو یہ آگ کا گولہ تھی اس کے بعد یہ ٹھنڈا ہونا شروع ہوئی۔ ٹھنڈا ہونے کے دوران یہ برابر ہچکولے کھاتی رہی یعنی اس میں تھرتھراہٹ تھی اور زمین کو قرار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ زمین کے اوپر پہاڑ بننا شروع ہوئے، زمین اگرچہ اوپر سے ٹھنڈی ہوگئی مگر اس کے اندر (نیچے) گرم پگھلا ہوا مادہ مائع کی شکل میں موجود رہا، پہاڑ (آبی یا آتشی) سمندر کے نیچے بھی موجود ہیں اور سمندر کے باہر زمین کے اوپر بھی موجود ہیں اور یہ سب پہاڑ اسی گرم لاوا کے اوپر اسی طرح لنگر انداز ہیں جس طرح سمندری جہاز سمندر میں لنگر انداز ہوتا ہے۔ اس سمندری جہاز کو اس کے لنگر (Anchor) روکے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی جنبش یا تھرتھراہٹ کو پہاڑوں کے لنگر ڈال کر روک رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ زمین ہم کو ساکن محسوس ہوتی ہے۔ جب بھی اس توازن میں فرق آتا ہے تو ان مقامات پر زلزلے آجاتے اور بعض اوقات بڑی بڑی دراڑوں (Deep Faults) کے ذریعے وہ پگھلا ہوا لاوا بھی اوپر آجاتا ہے کیونکہ ان سخت پہاڑوں کے نیچے ہر جگہ یہ لاوا موجود ہے کہیں اس کی گہرائی ہزاروں فٹ میں ہے اور کہیں اس کی گہرائی کئی سو میل نیچے ہے۔ زلزلہ کے وقت جو تھرتھراہٹ یا جنبش ہوتی ہے زمین اپنی پیدائش کے وقت اس طرح کانپتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنا کر اس پر لنگر انداز کیے اور اس طرح اس زمین کو

سکون حاصل ہوا۔ اس سارے عمل کو علمِ ارضیات میں (Plate-Tectionics) کہتے ہیں۔ ۲۷ے

ان امثال کے بعد یہ بات قطعی واضح ہوتی ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن دیگر تمام تراجم سے زیادہ بہتر ہے اور یہ عین سائنٹفیک توجیہات کے مطابق بھی ہے یہاں موقع نہیں ورنہ دیگر سائنسی علوم وفنون سے متعلق بھی آیات کا تقابل پیش کرتا۔ شواہد اور دلائل اس بات کے مظہر ہیں کہ امام احمد رضا مسلمان سائنسدانوں میں ان چند ہستیوں میں شامل ہیں جن کو دین کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم کا مجدد تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ امام احمد رضا کی کوئی بھی تھیوری قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہوتی۔ دنیا آج زمین کو سورج کے گرد گھومتا ہوا تسلیم کرتی ہے مگر آپ نے اپنی کتاب "فوز مبین در ردِ حرکت زمین" میں ۱۰۵ دلائل سے زمین کو ساکن قرار دیا کیونکہ قرآن کی نص سے یہ بات ثابت ہے کہ زمین و آسمان ساکن ہیں اور باقی سارے سیارے گھوم رہے ہیں۔

تاریخ میں ہزاروں مسلمان سائنسدان علوم عقلیہ کے امام تسلیم کیے گئے ہیں مگر ان میں علوم نقلیہ کی استعداد رکھنے والے بہت کم ہیں۔ اگر چہ ہر کوئی قرآن وحدیث سے استفادہ ضرور کرتا ہے کیونکہ اول ماخذ یہی ہے لیکن دونوں علوم میں دسترس رکھنے والے امام غزالی جیسی ہستیاں کم ہیں۔ امام احمد رضا کو دینِ اسلام کے بھی اکثر علوم وفنون کے مجدد نظر آتے ہیں۔ راقم اس دعوے پر غلطی پر نہیں کہ امام احمد رضا مجدد دین وملت اور مجدد علوم جدیدہ ہیں۔ حکیم محمد سعید صاحب نے صحیح تجزیہ فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں:

"گزشتہ نصف صدی میں طبقۂ علماء میں جو جامع شخصیات ظہور میں آئی ہیں ان میں مولانا احمد رضا کا دائرہ وسیع ہے۔ تفقہ اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کی مہارتِ سائنس اور ادب کے علوم میں بھی بہت زیادہ ہے ان کی بصیرت علماء سلف کے اس ذہن وفکر کی نمائندگی کرتی ہے جس میں دینی یا دنیاوی علوم کی تفریق نہ تھی، ان کی شخصیت کا یہ پہلو عصرِ حاضر کے علماء اور دانش گاہوں کے معلمین دونوں کو دعوت فکر ومطالعہ دیتا ہے۔" ۲۸ے

حکیم صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لیے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کسی لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے"۔ ۲۹ے

## ترجمہ میں معنویت کا پہلو:

قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت کے سب ہی معترف ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام الٰہی

کے الفاظ اپنی جگہ اتنے جامع ہیں اور الفاظ اپنے اندر اتنے معانی سموئے ہوئے ہیں کہ انسان اگر احادیث وتفاسیر کا سہارا نہ لے تو جو معنی چاہے وہ اخذ کر کے مطالب نکال سکتا ہے جب ہی قرآن نے ارشاد فرمایا: یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا ط (البقرہ:۲۶)

قرآن کی معنویت اور مقصدیت کو سمجھنا ہر فرد یا عربی زبان کی معمولی قابلیت رکھنے والوں کا کام نہیں بلکہ قرآن پاک کی فہم وادراک کے لئے اگر علم لدنی حاصل نہ ہو تو کم از کم علامہ جلال الدین السیوطی کی شرائط پر اترنا مترجم اور مفسر دونوں کے لیے اشد ضروری ہے۔ علامہ سیوطی کی شرائطِ تفسیر و ترجمہ کی روشنی میں اکثر اردو مترجمیں قرآن ان پابندیوں سے دور نظر آتے ہیں، جو شرائط پر پورے بھی اُترتے ہیں تو ان میں امام احمد رضا بریلوی سرفہرست ہیں۔ امام بریلوی نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی ہر نوع پر کتب ورسائل لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ ان کے معاصرین میں نہ کوئی عالم ہی ان جیسا تھا اور نہ کوئی مسلمان سائنسدان، بلکہ وہ انگریز سائنسدانوں سے بھی بہت آگے تھے، افسوس کہ ان کے یہ علمی کارنامے زیورِ طباعت سے آراستہ نہ ہو سکے۔ یہاں قرآن کے معنوی پہلو سمجھنے کے لیے امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن سے سورۃ رحمٰن کی ابتدائی آیات کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے، یہ ترجمہ تفاسیر کی مکمل عکاسی بھی کرتا ہے، ملاحظہ کیجیے:

الرحمن، علم القرآن، خلق الانسان علمه البیان۔ (سورۃ الرحمٰن)

"رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔"[۳۰]

دیگر معروف مترجمین کا ترجمہ بھی ملاحظہ کیجیے:

(۱) رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا، پھر اسی کو گویائی سکھائی۔[۳۶]

(۲) رحمٰن نے قرآن پڑھایا، اس نے انسان کو پیدا کیا۔ پھر اس کو بولنا سکھایا۔[۳۲]

(۳) بڑے رحم والے خدا نے قرآن "محمد" کو سکھایا۔ اسی نے آدم کو پیدا کیا، اس کو بولنا سکھایا۔[۳۳]

(۴) نہایت مہربان خدا نے۔ اس قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔[۳۴]

امام احمد رضا بریلوی نے سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات کے ترجمے میں جس مہارت کا ثبوت دیا ہے اس ے لغت وتفاسیر کی روشنی میں دیکھنا ضروری ہے۔ تب ہی اس فیصلے پر پہنچنے میں آسانی ہوگی کہ کہاں تک یہ ترجمہ جو بالکل انفرادی خصوصیت کا حامل ہے معیاری ہے کیونکہ ایک فریق اس ترجمے کو کھلی تنقید کا نشانہ بناتا ہے جب کہ دوسرا گروہ اس ترجمہ کی تائید میں دلائل فراہم کرتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ ترجمہ کا حقائق کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے۔ ان ابتدائی آیات میں

''علم القرآن'' کے ترجمے میں امام احمد رضا بریلوی کے علاوہ صرف نواب وحید الزماں نے اس مقام پر قرآن سکھانا نبی کریم ﷺ کی ذات کی طرف منسوب کیا ہے مگر فرق پھر بھی یہ ہے کہ نواب وحید الزماں نے نام نامی ''محمد'' ﷺ استعمال کیا ہے جب کہ امام احمد رضا نے ''محبوب'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

امام احمد رضا نے سورۃ رحمٰن کی تیسری اور چوتھی آیات کا مرادی ترجمہ کیا ہے جو تقریباً تمام مترجمین سے مختلف ہے۔ ایک لمحہ کے لیے ترجمہ پڑھ کر تعجب یقیناً ہوتا ہے لیکن قاری اس ترجمہ قرآن کو پڑھنے کے بعد محظوظ ضرور ہوتا ہے جب کہ عربی زبان سے کچھ واقفیت رکھنے والا جس کی تفاسیر پر اچھی نظر ہو داد دیئے بغیر نہیں رہتا کیونکہ تفاسیر کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس ترجمہ قرآن میں معتبر تفاسیر کا بھرپور سہارا لیا گیا ہے۔ جیسا کہ ''خلق الانسان'' سے جمہور مفسرین قرآن نے خلقت مصطفےٰ ﷺ ہی مراد لی ہے اور ''علمہ البیان'' سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک ''علم ما کان و ما یکون'' ہی لیا گیا ہے۔ مثلاً امام القرطبی اس مراوی معنیٰ کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے اخذ کرتے ہیں:

"وعن ابن عباس ایضاً و ابن کیسان (خلق الانسان) الانسان ھاھنا مراد بہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" [۳۵]

''ابن عباس اور ابن کیسان ''خلق الانسان'' سے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں ''الانسان'' سے مراد محمد ﷺ ہیں''

امام الجوزی (المتوفی ۵۹۸ھ) رقمطراز ہیں:

"خلق الانسان" انہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (علم البیان) کل شئی ماکان وما یکون قالہ ابن کیسان" [۳۶]

''خلق الانسان سے مراد یہاں محمد ﷺ ہیں جن کو ماکان و یکون کا کل علم اللہ نے سکھایا یہ فرمان ابن کیسان کا ہے''

...... ملا واعظ حسین کاشفی اپنی فارسی تفسیر میں جمہور مفسرین کی آراء کے مطابق تشریح فرماتے ہیں:

''(خلق الانسان) بیافرید خدا جنس آدمیان (علمہ البیان) بیان اموخت خدا آموخت محمد صلی اللہ علیہ وسلم راو بیاموزید ویرا بیان آنچہ بود ھست و باشد چنانچہ مضمون فعلمت علم الاولین والاخرین معنی خبر میدھد'' [۳۷]

ترجمہ: پیدا کیا خدا نے انسان کو جنس ...... تعلیم کر دیا اس کو بیان یعنی محمد ﷺ کو پیدا کیا اور جو کچھ تھا

اور ہے اور ہوگا سب ان کو تعلیم کر دیا چنانچہ علمت علم الاولین والآخرین کا مضمون اسی کی خبر دیتا ہے۔"[۳۸]

......دورِ حاضر کے مفسرین میں علامہ طنطاوی (المتوفی ۱۳۵۸ھ/۱۹۴۰ء) بھی قریب قریب یہی مراد معنی لیتے ہیں:

الرحمن علم القرآن ای علم محمد القرآن و محمد علم امته۔ [۳۹] "یعنی اللہ نے محمد ﷺ کو قرآن سکھایا اور محمد ﷺ نے اپنی امت کو قرآن سکھایا"

## ترجمے میں مقصدیت کی عکاسی:

امام احمد رضا کا ترجمہ لفظوں کی مقصدیت کے اعتبار سے بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ترجمہ قرآن میں مقصد کے پہلو سے مراد یہ ہے کہ قرآن کسی مقام پر خاص مضمون یا کسی خاص حقیقت کو عام لفظوں میں جو تاثر قائم کرتا ہے ترجمہ قرآن میں مناسب الفاظ منتخب کر کے اس تصور قرآن کو ذہن نشین کرایا جائے اس مقصد کے لیے جو آیات منتخب کی ہے اس میں امام احمد رضا خان نے عام مترجمین قرآن سے ہٹ کر اور قرآن سے قریب تر رہ کر تمام معتبر تفاسیر کو جمہور رائے کے مطابق ترجمہ کیا ہے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ ہوں:

"قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اله واحد" (سورۃ الکہف ۱۱۰/حم السجدہ ۴)

"تم فرماؤ (ظاہر صورتِ بشری میں تو) میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔[۴۰]

تم فرماؤ! آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے"۔[۴۱]

ساتھ ہی ساتھ دیگر تراجم قرآن بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم، حکم آتا ہے مجھ کو کہ تمہارا صاحب ایک صاحب ہے۔[۴۲]

(۲) (اے پیغمبران لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی تو) تم ہی جیسا ایک بشر ہوں۔ (مجھ میں تم میں صرف اتنا فرق ہے) کہ میرے پاس (خدا کی طرف سے) یہ وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود (وہی اکیلا) ایک معبود ہے۔[۴۳]

(۳) (اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔[۴۴]

اس آیت کے ترجمہ میں مترجمین نے کسی نہ کسی لفظ کا اضافہ کیا ہے اور کچھ نہ کچھ زور دینے کی کوشش کی ہے بلکہ آیت کا سادہ ترجمہ کرنے کے بجائے اس میں زور بیان پیدا کرنے کی کوشش کی گئی

ہے۔ جو قرآنی آیات کے لیے مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہوتا کہ قرآن کا وہی مفہوم لیا جاتا جو آیت سے حاصل ہو رہا ہے۔ اپنا من پسند مفہوم اخذ کرنے کے لیے کسی لفظ کا غیر ضروری اضافہ یا ترجمہ کرتے وقت زور بیان پیدا کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ قرآنی آیات کی خوبی یہ ہے کہ اگر انہیں اردو میں اسی انداز سے منتقل کیا جائے تب بھی بات سمجھ میں ضرور آجاتا ہے۔

اسی آیات میں ''قل'' اگرچہ فعل امر ہے لیکن اس سے مراد محض کہنا ہے، اعلان کرنا ایک الگ بات ہے۔ اسی طرح آیت مبارکہ میں لفظ ''بس'' کا اضافہ یا ''بھی'' اور ''واہ، صاحب'' قطعی غیر ضروری اور غیر مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ یوں بھی چونکہ قل کے مخاطب کفار و مشرکین مکہ ہیں اور وہ بھی اہل زبان جو نبی کریم ﷺ کو پہلے ہی بشر کہتے ہیں اور سمجھتے تھے اور اس مسئلے میں ان کو کوئی اختلاف بھی نہیں تھا مگر اس کو قرآن پاک نے کئی مقامات پر خود کفار مکہ کی زبان میں دھرایا بھی ہے مثلاً سورۃ فرقان میں اللہ تعالیٰ کفار مکہ کے قول کو دھراتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وقالو امال لهذا الرسول ياكل الطعام ويمشي في الاسواق ط لو لا انزل اليه ملك فيكون معه نذيرا ٥ اويلقى اليه كنز او تكون له جنة ياكل منها وقال الظلمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا ٥ (الفرقان، ۷۔۸)

''اور بولے (کفار قریش) اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں کہ اتارا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ان کے ساتھ ڈر سناتا۔ یا غیب سے انہیں کوئی خزانہ مل جاتا یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتے مگر ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا'' ۴۵

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان کہاوتوں کا اپنے محبوب کی تسلی کی خاطر یہ جواب دیا:

انظر كيف ضربو لك الامثال فضلو افلا يستطيعون سبيل (الفرقان:۹)

''(اے محبوب) دیکھو کیسی کہاوتیں تمہارے لیے بنا رہے ہیں تو گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے۔'' (۴۶)

امام بغوی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: قال ابن عباس علم الله رسوله التواضع لئلا يزهو على خلقه، فامره الله يقرأ فيقول انا آدمي مثلكم الا اني خصصت بالوحي واكرمني الله به ۴۷

یعنی اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو اظہار تواضع کے لیے حکم فرمایا حکم فرمایا چنانچہ آیت کریمہ میں یوں ارشاد کیا گیا کہ پیارے محبوب فرما دیجیے کہ آدمی ہونے میں تمہاری مثل ہوں مگر مجھے وحی جیسی نعمت عظیمہ کے ساتھ مختص کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس وحی کی وجہ سے بزرگ

کیا۔ اس کے علاوہ امام بغوی کے اس قول کو جو ابن عباس سے منسوب ہے تفسیر نیشاپوری، تفسیر خازن اور دیگر معروف مفسرین نے بھی نقل کیا ہے تفسیر روح البیان میں علامہ شیخ اسمعیل حقی اسی بشریت کی مزید وضاحت فرماتے ہیں:

"(قل انما انا بشر مثلکم) بمعنی قل یا محمد ما انا الا آدمی مثلکم فی الصورة ومساویکم فی بعض الصفات البشریة" ۴۸

"یعنی اے محمد ﷺ فرما دو میں نہیں ہوں مگر تم جیسا آدمی صورت میں (نہ کہ حقیقت میں) اور بعض صفات بشریہ (نہ کہ کل) کے ظہور میں تم جیسا ہوں"

اس مقام پر ملا واعظ حسین کاشفی شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کے اقوال نقل فرماتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی تین صورتیں ہیں ایک صورت بشری جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: قل انما انا بشر مثلکم

دوسری ملکی جیسا خود رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انی لست کاحد کم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔

تیسری صورت حقی جیسا کہ خود ارشاد فرمایا:

لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل۔

اور اس سے بھی کھلی یہ حدیث ہے:

من رانی فقد رای الحق۔ ۴۹ ے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں واضح طور پر قل انما انا بشر مثلکم کو متشابہات میں شمار کیا۔ ۵۰ ان کے نزدیک اس آیت کو متشابہات میں شمار کرنے کی واضح دلیل یہ ہے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک مثلکم کا خطاب ان کفار و مشرکین سے ہے جو طرح طرح کی کہاوتیں گھڑتے تھے اور پھر کہتے کہ ہم اپنے جیسے آدمی کو کیسے نبی و رسول مان لیں اس پر اللہ تعالیٰ نبی کریم کی دلجوئی کی خاطر اور ان کو توضیح کی تعلیم دینے کی خاطر اس آیت کریمہ کو نازل کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں کسی صحابہ رسول نے اپنی زبان مبارک سے کفار و مشرکین کی کہاوتوں کے الفاظ بھی نہیں دہرائے یہاں تک کہ جب ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ "قال انی لست کھنیتکم" ۵۱ اس پر کسی بھی صحابی رسول نے یہ نہیں فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمارے جیسے انسان تو ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا بشر تصور ہی نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ محض ادب رسالت کی وجہ سے تھا تو بھی صحیح ہے کیونکہ ادب کی ہی وجہ سے ہم قرآن کریم کو دوسری کتابوں کے مثل نہیں سمجھتے، اگرچہ تمام کتابیں ایک ہی طرح کے کاغذ پر چھپی ہوئی ہوتی ہیں اگر سرِ ورق پر کوئی نام لکھا ہوا نہ ہوت کوئی

انسان کسی بھی کتاب میں تفریق نہ کرسکے مگر جب سرِ ورق پر قرآن کریم لکھا ہوا ہوتا ہے تو وہ کتاب سے منفرد و ممتاز ہو جاتی ہے اسی طرح ہر انسان دیکھنے میں ایک جیسا ہے مگر جب کسی کے پاوچی کا نزول ہوتا ہے تو وہ تمام انسانوں سے منفرد و ممتاز ہو جاتا ہے اور سوائے ظاہری صورت کے وہ اس جیسا ہر گز نہیں ہوتا۔

## صوتی حسن، سلاست و ترنم:

علومِ قرآن سے شغف رکھنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اعجازِ قرآن میں ایک اچھوتا صوتی حسن اور وجد آور صورتی سلاست و ترنم ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے "الفوز الکبیر" کے باب سوم میں قرآن کے صورتی ترنم اور سلاست و نغمگی پر سیر حاصل گفتگو کی ہے مثلاً ایک جگہ کہتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے اکثر سورتوں میں آواز کی کشش کا اعتبار کیا ہے نہ کہ بحر طویل و مدید وغیرہ کا"۔ ۵۲

آگے تحریر فرماتے ہیں:

"دیکھو حق تعالیٰ ایک جگہ "کریما" دوسری جگہ "حدیثاً" اور تیسرے مقام پر "بصیراً" فرماتا ہے۔ اگر حراف روی کی موافقت کا التزام اس موقع پر کیا جائے تو گویا خود کو ایک غیر لازمی شئی کا پابند بنانا ہے جیسا کہ سورۃ مریم، اور سورۃ فرقان، کے ابتداء میں واقع ہوا ہے علی ہذا ایک مخصوص جملے کو کلام کے درمیان بار بار لانا ہی لذت پیدا کرتا ہے جیسا کہ سورۃ شعراء، سورۃ قمر، سورۃ رحمٰن و مرسلات میں واقع ہے۔" ۵۳

دور حاضر کے محقق اور ادیب شہیر علامہ شمس الحسن شمس بریلوی قرآن کے صوتی حسن سے متعلق لکھتے ہیں:

"قرآن کریم کے اسلوبِ بیان کے سلسلے میں کوئی جامع بات کہنا انسانی قدرت سے باہر ہے کیونکہ انسان کے نظم اور نثر کے جتنے بھی اسلوب جس جس زبان میں بھی بنائے گئے ہیں قرآن کے کسی اسلوب میں محدود نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس کا اپنا ایک اسلوب ہے۔ جس کو قرآنی اسلوب کہا جاتا ہے۔ قرآنی اسلوب کے وجوہ اعجاز میں ایک وجہ اعجاز "نظم قرآن" ہے۔ قرآن بطور کل، حروفِ کلمات اور جملوں سے مرکب ہوتا ہے۔ حروف کا مادہ صوت (آواز) ہے یعنی وہ صورت سے بنتے ہیں اور قرآن کے کلمات کی ترکیب حروف سے ہوتی ہے اور جملہ ان کلمات کی ترکیب سے بنتا ہے، نظمِ کلام کا اعجاز ان تینوں سے وابستہ ہے۔"

قرآن پاک کی بلاغت یہ ہے کہ فنونِ ادبی از قسم مجاز، کنایہ استعارہ اور دوسری ادبی خصوصیات جو قرآن حکیم میں ادبی حیثیت سے موجود ہیں بالکل طبیعی ہیں۔ قرآن حکیم نے بصورت مجاز، استعارہ اور کنایہ جو لفظ جہاں استعمال کیا ہے، اس کے سوا کوئی اور لفظ نہیں مل سکے گا یہی وجہ ہے کہ حروف،

کلمات اور جملوں کے نظم سے اگر آپ قطع نظر بھی کرلیں تو یہی ایک وصفِ خاص کاملاً اعجاز قرآن میں ایک مقام رکھتا ہے۔ قرآن حکیم کا صرف ایک حرف بھی اپنے موقع کی مناسبت سے دوسرے تمام حروف پر ان کی تقدیم وتاخیر اور اسی طرح دوسرے کلموں اور جملوں کے مقابلے میں اپنے اندر اعجاز رکھتا ہے یعنی صرف ایک حرف جس طرح اور جہاں قرآن میں استعمال ہوا، خواہ تمام حروف کی تقدیم وتاخیر کی جائے یا دوسرے کلمات یا جملے اس کی جگہ رکھ دیئے جائیں وہ خوبی ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی۔''۵۴؎

# کنز الایمان شاہکار ترجمہ قرآن

■ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری

یہ قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہے جو دیگر اردو تراجم پر امتیازی شان رکھتا ہے۔ جو مقبولیت کی بلند ترین منزل پر فائز ہے۔ ہندو پاک اور دیگر ممالک میں اس کی اشاعت جس پیمانے پر ہو رہی ہے اس کا مقابلہ دنیا کی دیگر زبانوں کے ترجمے تو کیا خود اردو تراجم میں بھی کوئی ترجمہ نہیں کر سکتا، کنز الایمان کی خوبیاں ایسی نہیں کہ صرف امام احمد رضا کے معتقدین و مریدین ہی مداح ہیں بلکہ جنہیں امام احمد رضا سے مسلکی ہم آہنگی بھی نہیں وہ بھی جب حقیقت بیں نگاہوں سے ترجمہ امام احمد رضا کی زیارت کرتے ہیں اور اس کی تہ بہ تہ خوبیوں سے واقف ہوتے ہیں تو بے ساختہ حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی تأمل نہیں کرتے۔ ذیل میں ایسے ہی دو تاثرات ہدیۂ ناظرین ہیں۔

مولانا کوثر نیازی امام احمد رضا کی حقائق نگاری و آداب آموزی اور محتاط طرز نگارش سے متاثر ہو کر تحریر کرتے ہیں۔

''ادب و احتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ یہی ان کا سوز نہاں ہے۔ ان کا طغرائے ایمان ہے۔ ان کی آہوں کا دھواں ہے۔ حاصل کون و مکاں ہے۔ برتر از این و آں ہے۔ باعث رشک قدسیاں ہے۔ راحت قلب عاشقاں ہے۔ سرمۂ سالکاں ہے۔ ترجمہ کنز الایمان ہے''۔ [۱]

امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان جناب سعید بن عزیز یوسف زئی لکھتے ہیں۔

''اب آیئے اصل مضمون کی طرف جو کہ کنز الایمان کے بارے میں ہے کہ ہمارا اس کے بارے میں کیا نظریہ ہے۔ جہاں تک علمائے دیوبند کا تعلق ہے وہ تو نہایت شد و مد سے اس کی مخالفت بلکہ تکفیر تک کرتے ہیں۔ مگر میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ الم سے لے کر والناس تک ہم نے کنز الایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہے۔ اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی، نہ ہی کسی بدعت یا شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا

خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت علو تقدس و عظمت و کبریائی، کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہلحدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں۔ ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا، شفیع روز جزا، سید الاولین والآخرین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

زبان پہ بار خدا یا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

سے ہے یا جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور معنوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحب ماینطق عن الھویٰ اور ورفعنا لک ذکرک کے مقام عالیشان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے کنزالایمان واقعی ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے جو کہ ہر ایک متبع رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پڑھنا چاہئے۔ میں یہ بات برملا کہوں گا کہ کنزالایمان کا مطالعہ ہر اس شخص کے حق میں مفید ہے جو کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحیح معنوں میں اطاعت گذار ہے۔ (آئینہ امام احمد رضا ص ۶۲ تا ۶۸)

مذکورہ بالا دو فاضل کے (جن کا تعلق امام احمد رضا سے نہ مسلک کا ہے نہ تلمذ و ارادت کا) تاثرات محض اسے لئے پیش کئے گئے ہیں کہ تا کہ قرآن عظیم کے ترجمہ صحیح کنزالایمان کی اہمیت پر بطور خاص توجہ دی جائے۔ کنزالایمان کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس کو دنیا کی متعدد زبانوں میں منتقل کیا جا چکا ہے اور کئی ایک زبانوں میں کیا جا رہا ہے۔ گویا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان صرف اردو ہی میں قرآن کا ترجمہ نہیں بلکہ دوسری بہت سی زبانوں میں بھی قرآن کی ترجمانی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اب تک اس کے محاسن پر ساٹھ کے قریب کتب و مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ (صدر الشریعہ نمبر ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر ر نومبر ۱۹۹۵ء)

## خصوصیات:

۱...... اس کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ترجمہ جہاں ایک طرف فنی اعتبار سے مستند ترین ترجمہ ہے۔ تو دوسری طرف مکمل سائینٹیفک ترجمان ہے۔ آپ نے سائنس اور قرآن کو کبھی علیحدہ نہ کیا۔ ترجمہ تو بہت سارے لوگوں نے کیا ہے۔ مگر دیگر مترجمین اس معیار کا ترجمہ نہ کر سکے۔ کیوں کہ ان میں کوئی بھی سائنسی علوم سے واقف کار نہ تھا۔ مگر اعلیٰ حضرت عالم دین ہونے کے ساتھ

ساتھ چوں کہ عظیم سائنسداں بھی ہیں لہٰذا آپ کا ترجمہ پڑھ کر جہاں ایک دینی عالم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا وہیں علوم عقلیہ کا ماہر بھی امام احمد رضا سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا اور وہ یہ جان کر خوش ہوتا ہے کہ سائنسی قانون جو آج پیش کئے جا رہے ہیں ہمارا قرآن ۱۴ سو سال قبل پیش کر چکا ہے۔

یہاں صرف سورۂ رحمان کی آیت نمبر ۷ا کے ترجمے کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

**"یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت و الارض فانفذوا لاتنفذون الا بسلطن**

(۱) شاہ رفیع الدین، محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) اے جماعت جنوں کی اور آدمیوں کی اگر طاقت رکھتے ہو تم یہ کہ بیٹھ جاؤ بیچ کناروں آسمانوں کے اور زمین کے پاس بیٹھ جاؤ گے تم مگر ساتھ غلبہ کے۔

(۲) مولوی نذیر احمد دہلوی (۱۳۳۲ھ م ۱۹۱۴ء) اے گروہ انسان اگر تم سے ہو سکے۔ کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے (ہو کر کہیں کو) نکل بھاگو تو نکل دیکھو، مگر کچھ ایسا ہی زور ہے تو نکلو (اور وہ تم میں نہ ہے نہ ہو)

(۳) مولوی اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ م ۱۹۴۳ء) اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کے حدود سے کہیں اور باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو! مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں)

(۴) مولانا احمد رضا خاں بریلوی (۱۳۴۰ھ م ۱۹۲۱ء) اے جن اور انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے۔ کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، جہاں تک جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔

مندرجہ بالا تراجم میں لفظ سلطان کا ترجمہ مولوی رفیع الدین دہلوی نے "غلبہ" کیا ہے۔ مولوی نذیر احمد دہلوی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے "زور" کیا ہے۔ مگر حضرت رضا بریلوی نے "سلطنت" کیا ہے۔ جس نے دور جدید کی خلائی تحقیقات سے پیدا ہونے والی تمام پیچیدگیوں کو یکسر ختم کر دیا۔

نوائے وقت لاہور کے کالم نگار میاں عبد الرشید نے الابسلطان کا ترجمہ "مگر سلطان کے ذریعہ" کیا تھا کیپٹن شفیق احمد نے جس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا یہ ترجمہ پڑھ کر ایک دوست نے مجھ سے اس خیال کا اظہار کیا کہ۔ پھر امریکی اور روسی خلائی جہاز زمین کی حدود کو پار کر کے چاند پر کیسے اتر سکتے ہیں؟ ایسا خیال دوسرے بھائیوں کو بھی آسکتا ہے۔ میں نے بطور تحقیق قرآن پاک کے تین چار مستند تراجم دیکھے، مولانا مفتی محمد احمد رضا خاں کا ترجمہ صحیح معلوم ہوا جو قارئین کی

خدمت میں پیش ہے۔ انہوں نے بہت پہلے اس آیت کا یوں ترجمہ کیا تھا ''اے جن وانسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے تو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ، جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے'' لفظ الا بسُلطٰن کا ترجمہ اردو میں ''مگر اسی کی سلطنت ہے'' درست ہے لفظ سلطن کا انگریزی ترجمہ ''اتھارٹی'' یا ''کنٹرول'' ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ انسان جہاں کہیں بھی جاسکے وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار و قابو سے باہر نہیں جاسکتا (نوائے وقت لاہور، شمارہ ۱۶ر ستمبر ۱۹۷۵ء) کیپٹن شفیق احمد کے تاثرات کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد باقر نے مدیر نوائے وقت کے نام ایک مکتوب میں ''بعنوان'' سورۂ رحمٰن کے ایک آیت کی وضاحت، میں لکھا ہے۔

''مکرمی!

آپ کے مؤقر جریدے میں کیپٹن شفیق احمد خان صاحب کے توجہ دلانے پر راقم نے عربی لغت کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ ''سلطان'' کے معنی ''سلطنت'' لغات میں موجود ہیں (قرآن ص ۴۲۲ رچرڈسن ص ۷۰۱) لہٰذا سورۂ رحمٰن کی آیت میں اعلیٰحضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی نے ''سلطان'' کا ترجمہ ''سلطنت'' کر کے مذکورہ آیت کی تفہیم کو سادہ اور آسان کر دیا ہے۔ یعنی باری تعالیٰ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ تم زمین اور آسمانوں سے کتنا بھی پرے کیوں نہ نکل جاؤ بہر صورت تم میری سلطنت ہی میں رہو گے...... راقم شفیق احمد، خان صاحب کا ممنون ہے کہ انہوں نے دیگر تراجم اور تفاسیر کے مقابلے میں اعلیٰحضرت کے ترجمے کی طرف توجہ دلا کر ایک مفید خدمت سرانجام دی۔ (نوائے وقت لاہور ۳۰ر ستمبر ۱۹۷۵ء) [۲]

اسی لئے کنز الایمان کی یہ خوبی کہ وہ علوم دینیہ کا ترجمان تو ہے ہی علوم سائنسیہ کی بھی ترجمانی کرتا ہے، ماننا پڑتا ہے کہ ''امام احمد رضا مسلمان سائنسدانوں کی صف کی ان چند ہستیوں میں شامل ہیں جو سائنس کا سرمایہ مانے جاتے ہیں جن کو بشرح صدر دینی اور سائنسی دونوں علوم کا مجدد تسلیم کیا جاسکتا ہے''

(۲...... کنز الایمان کی دوسری خصوصیت اور خوبی یہ ہے کہ اردو تراجم کے ہجوم میں صرف یہی وہ ترجمہ ہے۔ جس میں شان الوہیت کا لحاظ بھی ہے اور مقام نبوت کا خیال بھی باایں ہمہ جو لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی۔ الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معنی کا انتخاب کیا گیا ہے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔ صرف ایک مثال پیش ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (پ ۳۰ر سورہ، والضحیٰ)

اس آیت کے اردو تراجم اور مترجمین، نیز ان تراجم کے بطن سے جنم لینے والے شبہات و

خدشات پر مولانا کوثر نیازی نے بڑا بے لاگ اور حقیقت افروز تبصرہ کیا ہے ہم وہی تبصرہ من وعن پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

تحریر فرماتے ہیں......"ووجدك ضالا فهدىٰ کے ترجمہ کو دیکھو قرآن پاک شہادت دیتا ہے" ما ضل صاحبكم و ما غوىٰ "رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے۔" ضل ماضی کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ کئی مفہوم رکھتا ہے۔ ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد و افکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مطلب اخذ کر لیتے ہیں "ووجدك ضالا" کا ترجمہ ماضل کی شہادت کو سامنے رکھ کر عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے؟

(دیوبندیوں کے شیخ الہند) مولوی محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں۔

"اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سُجھائی"

کہا جاسکتا ہے کہ مولوی محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہوگئی، آیئے ادیب شاعر اور مصنف اور صحافی مولوی عبد الماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کا ترجمہ ہے......"اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا" مولوی دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے، ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجیے۔ اس دور میں اردوئے معلی میں لکھنے والے اہل قلم حضرت مولوی سید ابو الاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے۔ ان کا ترجمہ ہے......"اور تمہیں ناواقف راہ پایا پھر ہدایت بخشی"۔ پیغمبر کی گمراہی اور پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں۔ انہیں نظر میں رکھئے اور پھر "کنز الایمان" میں امام احمد رضا خان کے ترجمے کو دیکھئے۔

بیاورید گر اینجا بُود سخن دانے
غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

امام نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔" [۳]

ان دو مثالوں ہی سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا علوم قرآنی میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ترجمہ ایسا کیا جو تمام تفاسیر معتبرہ کا خلاصہ اور ان کے علو فکری، وسیع النظری کا نچوڑ اور اردو ادب کے سر کا تاج ہے۔

---

# کنز الایمان اور عقیدۂ الوہیت ورسالت

—— ■ پروفیسر سید اسد محمود کاظمی

قرآن عظیم کتب مبین ہے[۱] ہر شے کا واضح بیان ہے[۲] ہر خشک وتر کی جامع [۳] اور ہر چھوٹی بڑی چیز کو سمیٹے ہوئے ہے[۴] عالمین کے لیے نصیحت ہے[۵] مکمل کتاب ہے[۶] ان خصوصیات کے ساتھ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ خالق ومالک کا بے مثل ومثیل کلام ہے۔ قرآن عظیم کے کتاب اللہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟ ملاحظہ فرمایئے قرآن نے اتنے مشکل سوال کے جواب کیلیے نہ تو منطقیانہ وفلسفیانہ اصطلاحات کا استعمال کیا ہے اور نہ کوئی ارق اور پیچیدہ دلیل پیش کی جو عام انسان کی سوچ سے ماوراہو۔ بلکہ انتہائی سادہ مگر وزنی دلیل پیش کی۔

وَلَوْ کان من عند غیر اللہ لوجد وا فیہ اختلافا کثیرا [۷]

''اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے''۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ)

**خصوصیات مترجم قرآن:**

مذکورہ بالا صفات قرآنیہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جو کتاب علوم کاملہ کو اپنے سینے میں سمیٹے ہوئے ہو اس کی ترجمانی کیلیے کسی جامع العلوم، مجمع الفہوم ہستی کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ ترجمہ وتفسیر مراد خداوندی پر آگاہی کا نام ہے۔

گویا مراد خداوندی نے قرآنی حروف، اشکال ونقوش کا جامہ پہنا ہوا ہے۔[۸] تو جب تک علوم قرآنیہ پر دسترس نہ ہوگی تو مراد خداوندی پر آگاہی کیسے ممکن ہے؟

نتیجتاً مترجم قرآن جگہ جگہ علمی ٹھوکریں کھائے گا اور اس کی سیاہی کی بوندیں اہل اسلام کی گمراہی کا سبب بنیں گی۔

بقول حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمتہ

''علمائے کرام اور فضلائے عظام کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن کریم کے ترجمہ کے لیے اکیس ۲۱ علوم میں محنت کرتے تھے۔ مثلاً نحو، معانی، بیان، بدیع، ادب، لغت، منطق، فلسفہ، حساب، جیومیٹری،

فقہ، تفسیر، حد اصول وغیرہ وغیرہ۔ ان علوم میں اپنی عمر کا کافی حصہ صرف کرتے تھے۔ جب نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے ان علوم میں پوری مہارت حاصل کرلیتے تب قرآن شریف کے ترجمہ کی طرف توجہ کرتے[۹]

## اعلیٰ حضرت بحیثیت مترجم قرآن:

زُلفِ یار اور ریشِ واعظ سے الجھنا ہمارا منصب نہیں۔ بہرکیف یہ بات بغیر تعصب اور جانبداری کے کہی جاسکتی ہے کہ برصغیر پاک وہند میں مترجمین قرآن کی صف میں جو مرتبہ علم، ندرت فکر، علوم جدیدہ وقدیمہ پر دسترس، وسعت مطالعہ، ذخیرہ الفاظ، خداخوفی، محبت، رسالت، تقوٰی و پرہیزگاری جیسی صفات جس طرح قدرت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو ودیعت فرمائی تھیں وہ کسی اور مترجم کے حصہ میں نہیں آئیں۔

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری رقمطراز ہیں:

"اس (کنزالایمان) کے غائر مطالعے سے یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ امام احمد رضا خان قادری نہ صرف یہ کہ واقعی ایک جامع العلوم شخصیت ہیں بلکہ عظمت الٰہی اور ناموس انبیاء ورسل کے ایک عظیم علمبردار بھی ہیں۔ ترجمہ میں اردو زبان کے الفاظ، محاورات اور ٹکسالی اصطلاحات کے انتخاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی فکر محبت الٰہی جل جلالہ میں غرق اور ان کا قلب عشق رسول ﷺ میں سرشار اور ان کا قلم تحفظ عظمت الٰہی اور ناموس رسالت کے لیے برق رفتار تلوار ہے[۱۰]

اعلیٰ حضرت الشیخ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو علوم قرآنیہ پر کیسی دسترس تھی؟ آپ کے سیرت نگار ملک العلماء ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔۔۔"تاج الفحول، محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمۃ کے عرس شریف میں بدایوں تشریف لے گئے۔ وہاں نو بجے سے تین بجے تک کامل چھ ۶ گھنٹے سورۃ والضحیٰ پر حضور کا بیان ہوا پھر فرمایا اسی سورۃ مبارکہ کی کچھ آیات کریمہ کی تفسیر میں ۸۰ جزرقم فرما کر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن پاک کی تفسیر لکھ سکوں۔[۱۱]

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی ان خداداد صلاحیتوں کو دیکھ کر ماہر رضویات، ترجمان افکار و تعلیمات اعلیٰ حضرت محترم پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"وہ ایک باخبر ہوشمند اور باادب مترجم تھا۔ ترجمہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے آنکھیں بند کر کے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامین قرآن، اور متعلقات قرآن ان کے سامنے ہوتے تھے"[۱۲]

## دیگر تراجم قرآن:

ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا خاصا مشکل امر ہے اور پھر مزید یہ کہ کلام الٰہی کی ترجمانی تو اس سے بھی مشکل امر ہے۔ اسی لیے مترجم قرآن پر ضروری ہے کہ وہ عربی قواعد کو پیش نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اسلامی اصول و قوانین کو بھی ملحوظ رکھے۔ مبادا ترجمہ قرآن کرتے ہوئے شرعی قوانین و اسلامی قواعد پر حرف آئے۔

مگر حیرت کے سمندر میں ڈوب کر ہم یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں مترجمین قرآن نے اپنے ذاتی عقائد و نظریات کو پیش نظر رکھ کر صرف ظاہری ترجمہ پر ہی اکتفا کیا اور دوسرا اہم پہلو ان کی نگاہ سے اوجھل رہا کہ ظاہری ترجمہ کرنے سے وہ لوگ مترجمین کی صف میں شامل تو ہو گئے مگر انہوں نے اسلام کے بنیادی عقائد اور اصول و ضوابط کی مضبوط جڑوں پر کلہاڑا چلا دیا اور کہیں ترجمہ قرآن سے جبریوں اور قدریوں کے موقف کی حمایت کر دی۔

توحید کے علمبرداروں کے ترجمہ قرآن سے نہ تو خداوند قدوس کی تقدیس محفوظ رہی اور نہ ہی رحمت کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت۔ اگر کوئی نو مسلم ایسے مترجمین قرآن کے ترجمہ کو پڑھے گا تو وہ کیا محسوس کرے گا کہ یہ اسلام کیسا دین ہے کہ جس میں ''خدا بھی مکر کرتا ہے'' ''نعوذ باللہ'' دغا بھی دیتا ہے'' ''داؤ بھی کرتا ہے'' ''بھول بھی جاتا ہے'' ''سب فریب اس کے ہاتھ میں ہے'' تو تصور فرمائیے! خدا کے بارے میں اس کا کیا نظریہ ہوگا جو حقانیت اسلام سے متاثر ہو کر اپنے مذہب کو تو چھوڑ چکا کیا خدا کے بارے میں یہ جان کر کہ مسلمانوں کا خدا مکر کرتا ہے'' ''بھول بھی جاتا ہے'' ''داؤ بھی کرتا ہے'' وہ اسلام میں رہے گا؟

کیا یہ مترجمین، قرآن پڑھنے والوں کو دین اسلام کی تعلیمات پر مطمئن کر رہے ہیں؟ یا دین سے ہٹا رہے ہیں؟۔ پھر ایسے تراجم کی اشاعت تبلیغ دین ہے یا تضییع دین؟ انانیت وہٹ دھرمی سے بڑھ کر کوئی چیز مضر نہیں۔ جب ''انسان مستند ہے میرا فرمایا ہوا'' کے نظریے پر عمل کرتے ہوئے خود کو عقل کل اور مخزن علم سمجھ کر دوسروں کے درست عمل کی بھی تغلیط کرے تو اس سے بڑھ کر جہالت کچھ نہیں۔ اور جہالت مرضیست کہ دوائے ندارد۔

اس لیے اگر تمام تراجم قرآن کو ایک ایسے مقام پر اکٹھا کیا جائے جہاں عقیدت مندی کے بجائے ترجمہ کے لفظ لفظ پر تنقیدی نگاہ ڈالی جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ قرآن مجید کو عربیت سے اردو میں جس طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے ڈھالا ہے وہ کسی دوسرے مترجم کو نصیب نہیں ہوا۔ مترجمین قرآن نے جب قرآنی آیات کے ترجمہ میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا جو توحید و

رسالت کے منافی تھے، جن سے اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کیے جاسکتے تو اعلیٰ حضرت وہ اوّلین مترجم ہیں جنہوں نے ۱۳۳۰ ہجری میں اہل اسلام کو قرآن عظیم کا صحیح ترین ترجمہ دیا۔ یاد رہے کہ کنزالایمان شریف سے قبل مولوی عاشق الٰہی اور اشرف علی تھانوی کے تراجم مارکیٹ میں دستیاب تھے۔ جبکہ محمود الحسن، عبدالماجد دریابادی اور مولوی احمد سعید دہلوی جو کہ سب کے سب دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے ان کے تراجم کنزالایمان کے بعد احاطہ تحریر میں آئے۔ مگر اس کے باوجود یہ مترجمین انتخاب الفاظ میں مار کھا گئے اور غیر مناسب الفاظِ قرآن کے ترجمان بن گئے۔

فاضل شہیر، نابغہ عصر، علمبردار فکر رضا مفتی فیض احمد صاحب اویسی قبلہ زاد اللہ شرفہ اسی پس منظر میں رقمطراز ہیں۔ ''اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام العرب وعجم رضی اللہ عنہ نے اپنے قلم سے اسلام پر دشمنان اسلام کے تمام گھناؤنے داغ دھونے میں زندگی گزار دی۔ پھر وہ اب کس طرح کسی غبار آلود لفظ کو منہ لگا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کنزالایمان کی ترجمانی ہر آیت کی آواز ہے۔ اور اس کا ہر مضمون اسلام کا صحیح ترجمان ہے۔ چنانچہ بقول علامہ زرقانی مترجمین میں کچھ لوگ معاندین اسلام بھی ہیں جن کو ترجمہ کرنے سے غرض صرف اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنی ہیں اور بس۔ لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کیلئے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ترجمہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے توحید و رسالت سے لے کر شریعت کے عام مسئلہ تک ہر ایک کا پورا حق ادا کیا [۱۳]

**تقابل تراجم:**

قارئین کرام اب قرآن عظیم سے ایسی آیات کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے کہ جن آیات میں دیگر مترجمین قرآن نے منصب توحید و رسالت کا پاس نہ رکھا اور من پسند ترجمے کیے اور ساتھ ہی کنزالا یمان شریف کا ترجمہ بھی پیش کیا جائے گا۔ تاکہ علم ہو سکے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے ان آیات کے ترجمہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب بین السطور اردو ترجمہ میں ہی ادا کر دیا۔

**توحید باری تعالیٰ:**

(۱) **یخادعون اللہ والذین امنوا** [۱۴]

☆ ''دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے'' (شاہ عبدالقادر)

☆ ''فریب دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو کہ ایمان لائے'' (شاہ رفیع الدین)

☆ ''چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے'' (اشرف علی تھانوی)

☆ ''وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں'' (مودودی)

مذکورہ بالا تراجم قرآن کا بغور مطالعہ کرنے سے بہت سے سوالات سامنے آتے ہیں۔ مثلاً

منافقین فی الواقع اللہ تعالیٰ سے دغابازی کرتے ہیں یا اللہ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔حالانکہ یہ درست نہیں۔اس لیے کہ جو ذات علیم بذات الصدور ہے اس سے دغا ممکن نہیں ہے۔نیز منافقین کا جب یہ عقیدہ ہی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے تو انہیں اپنی منافقت میں اللہ تعالیٰ سے دغا،فریب کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ تو پتہ چلا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دغا،فریب،چالبازی ممکن تو نہیں مگر منافقین ہیں کہ اپنے خیال میں دغابازی کرنا چاہتے ہیں یہ نہیں کہ دغا کرتے ہیں۔

اب ذرا کنزالایمان شریف کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہنے آیت پر وارد ہونے والا یہ اعتراض کس حسین انداز میں ترجمہ فرما کر رفع کردیا ہے۔اور دیگر تراجم سے جو وہم پیدا ہوسکتا تھا اس کا ازالہ کیسے فرمایا:

"فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو"

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ)

(۲) انما التوبة علیٰ اللّٰہ [۱۵]

☆"توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور" (شاہ عبدالقادر)

☆"توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے" (اشرف علی تھانوی)

☆"اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق ہے" (مودودی)

☆"توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور" (محمود الحسن)

اسلامی بنیادی عقائد میں عقیدہ توحید کے متعلق نظریہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں مگر مذکورہ آیہ مبارکہ کے جو تراجم پیش کیے گئے ان سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر قبولیت توبہ لازم ہے۔اس لیے کہ جب اس پر کچھ کرنا واجب ہی نہیں تو کسی عمل کا کرنا ضروری کیسے ہوگیا؟ جبکہ کسی چیز کا ضروری کرنا اس کے وجوب کے مترادف ہے۔

قرآن حکیم کی ایک دوسری آیہ مقدسہ میں ہے

"و من اصدق من اللّٰہ قیلا"

جس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمان کو پورا فرماتا ہے۔اور یہ اس کا فضل ہے نہ کہ اس پر واجب ولازم۔تو اب پہلی آیہ مقدسہ کا مفہوم یہ ہوا کہ توبہ کی قبولیت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذمہ واجب تو نہیں مگر اس نے اپنے فضل سے توبہ کی قبولیت کو لازم فرمالیا ہے اور وہ اپنے وعدہ کا تخلف نہیں فرماتا۔

اس تشریح کی روشنی میں یہ ترجمہ بھی ملاحظہ فرمایئے جس میں سرے سے یہ اعتراض وارد

ہی نہیں ہوتا۔

''وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا''

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ)

(۳) وما جعلنا القبلة التی کنت علیھا الا لنعلم [۱۶]

☆اور وہ قبلہ جو ہم نے ٹھہرایا جس پر تو تھا نہیں مگر اس واسطے کہ معلوم کریں۔ (شاہ عبدالقادر)

☆اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کے لیے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جاوے
(اشرف علی تھانوی)

☆نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں۔ (محمود الحسن)

بیت المقدس اہل اسلام کیلیے قبلہ اول تھا ہجرت مدینہ کے تقریبا ڈیڑھ برس بعد تک بیت المقدس ہی مسلمانوں کے لیے قبلہ تھا اور پھر نبی کریم ﷺ کی چاہت پر کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا۔ اس آیت مقدسہ میں یہی پس منظر بیان ہوا ہے۔ کہ تبدیلی قبلہ کا مقصد یہی ہے کہ یہ امتیاز ہو جائے کہ کون رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور کون انحراف کرتا ہے؟

اس شان ورود کے پیش نظر تراجم بالا سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبلہ کو اسلیے تبدیل کیا کہ اسے اطاعت شعاروں اور انحراف کرنے والوں کا علم ہو جائے ''معلوم کریں '' اور ''ہم کو معلوم ہو جاوے'' کا یہی مفاد ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو پہلے علم نہ تھا جو آزمائش کے بعد ہوا؟ رسول اللہ ﷺ کے علم شریف کو پیمانوں میں ناپنے والے علم الٰہی سے کتنے مخلص ہیں یہ دیکھنا چاہتے ہیں تو مذکورہ تراجم پر ایک مرتبہ پھر نظر ڈالیے۔ ممکن ہے ہمارے اس حرف اختلاف پر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ کیا ''**لنعلم**'' کا لفظی ترجمہ ''ہم کو معلوم ہو جاوے'' یا ''معلوم کریں'' لغوی اعتبار سے درست نہیں؟ تو جواباً گزارش ہے کہ اگرچہ لفظی ترجمہ اپنی جگہ درست ہے مگر مراد خداوندی پر آگاہی کے لیے بعض اوقات لفظی ترجمہ کے بجائے ترجمانی کا رنگ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ قرآن عظیم میں چند دیگر مقامات پر بھی ''علم'' مختلف جہتوں سے استعمال ہوا ہے۔ جیسے

☆لمایعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین [۱۷]

☆ولیعلم اللہ الذین آمنو ویتخذ منکم شھداء [۱۸]

☆ولیعلم اللہ الذین نافقوا [۱۹]

ان جیسی متعدد آیات قرآن عظیم کی زینت ہیں جن میں دیگر مترجمین نے ایسے تراجم کیے ہیں جن سے معتزلہ کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ جن کا موقف یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو وقوع فعل کے بعد

علم ہوتا ہے۔ جبکہ اہل سنت کا علم باری تعالیٰ کے متعلق نظریہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی و قدیم ہے اسی طرح اس کا علم بھی ازلی اور قدیم ہے۔

جہاں تک مذکورہ آیات کا تعلق ہے تو ان میں ''علم'' کبھی تو ابتلاء و آزمائش کیلیے مستعمل ہے۔ کہیں اظہار کے معنی میں، کہیں تمیز کے معنی میں، کہیں رویت کے معنی میں۔ آیات ہم نے سورۃ اور پارہ کی قید سے ذکر کردی ہیں قارئین مختلف تراجم لے کر موازنہ کرسکتے ہیں کہ قرآن عظیم کے معنی و مفہوم کو کس نے صحیح ادا کیا ہے اور کون راہ اعتزال کا راہی ہے۔

اب آیت مطلوبہ کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔ ''اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اس لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں''

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ)

**۴۔ نسو اللّٰه فنسیھم [۲۰]**

☆ بھول گئے خدا کو پس بھول گیا ان کو اللہ (شاہ رفیع الدین)

☆ بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو (محمود الحسن)

☆ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا (مودودی)

جس طرح اللہ کی ذات ہر قسم کے عیب سے پاک ہے ویسے ہی نسیان سے بھی پاک ہے۔ علامہ احمد ابن محمد صاوی مالکی اپنے مشہور حاشیہ میں فرماتے ہیں:

**ان النسیان مستحیل علی اللّٰه تعالی [۲۱]**

مترجمین بالا نے دونوں مقامات پر ''نسیان'' کا معنی بھولنا کیا ہے۔ حالانکہ اگر انسان بھول جائے تو اس پر مواخذہ نہیں اور بھولنے کی نسبت خدا کی طرف کرنا محال ہے تو پھر معنی کیا ہوگا؟

تفسیر جلالین میں ہے:

**''نسو اللّٰه'' ترکوا طاعته ''فنسیھم'' ترکھم من لطفه**

کہ منافقین نے خدا کی اطاعت کو ترک کیا تو خدا تعالیٰ نے انھیں اپنے لطف و کرم سے محروم کردیا۔ امام صاوی علیہ الرحمۃ کی اس تشریح کے بعد دل پر ہاتھ رکھ کے بتایئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف نسیان کی نسبت کررہے ہیں یہ اہل اسلام کو قرآن کی تفہیم بتارہے ہیں یا لفظی ترجمہ کرکے عقیدہ توحید سے کھیل رہے ہیں۔

حیرت ہے جن لوگوں کی دسوں انگلیاں توہین کے جرم قبیح سے آلودہ ہیں وہ دوسروں کے شفاف دامن پر شرک و بدعت کے دھبے تلاش کررہے ہیں۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ غافل آنکھ کا اپنی ذرا شہتیر بھی

آیئے اب تفسیری اور باادب ترجمہ ملاحظہ فرمایئے اور اگر یاد نہ رہا ہو تو "جلالین" پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجیے۔

"وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا"

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ)

**ناموس رسالت:**

بخوف طوالت مقالہ صرف دو آیات مقدسات کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ فا ن یشا ء اللہ یختم علیٰ قلبك [۲۲]ے

☆ اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر مہر کر دے (مودودی)

☆ سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر (محمود الحسن)

☆ سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے (اشرف علی تھانوی)

تراجم بالا کے تیور ملاحظہ فرمایئے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مترجمین اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ "ختم اللہ علیٰ قلوبھم "[۲۳] کے بعد مہر کی جگہ اگر باقی ہے تو وہ قلب رسالت پناہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام ہی ہے۔ ہمارے لیے تو یہ تصور ہی نہایت بھیانک اور ہولناک ہے۔

افسوس اس بات پر ہے کہ رحمت کائنات علیہ السلام کی حیات ظاہری میں جس طرح دشمنان دین زر ہیں، نیزے، تلواریں خرید کر آپ علیہ السلام کے قلب مبارک کو حزیں کرتے تھے۔ آج وہی کام چند سکوں کی نب خرید کر اپنے گھر کی چاردیواری یا اپنے مدرسہ کے دارالحدیث میں بیٹھ کر بآسانی سرانجام دیا جا رہا ہے۔ اگر اس آیت مبارکہ کے شان نزول پر نگاہ ڈالی جائے تو معاملہ واضح ہو جائے گا کہ یہ مہر کون سی ہے۔ کفار و مشرکین نے جب رسول اللہ ﷺ پر یہ اعتراض کیا کہ آپ نے اعلان نبوت کر کے خدا پر جھوٹ باندھا ہے تو آقائے دوجہاں ﷺ کو ان کی باتوں سے اذیت ہوئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ اب ادب رسالت سے معمور یہ ترجمہ بھی دیکھ لیجیے جو قرآن کا بہترین ترجمان اور عظمت رسالت ﷺ کا محافظ ہے۔

"اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرما دے" (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

۲۔ فلاتکونن من الممترین [۲۴]

☆ تحقیق سو مت ہو شک لانے والا (شاہ عبدالقادر)

☆ سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں (اشرف علی تھانوی)

☆ سو تو مت ہو شک کرنے والوں میں سے (محمود الحسن)

☆ لہذا تم شک کرنے والوں میں نہ ہوں (مودودی)

قرآن عظیم کے قاری کا عام تاثر یہ ہے کہ قرآن عظیم کے ہر حکم کے مخاطب رسول رحمت ﷺ ہیں۔ جب یہ تاثر لے کر کوئی قاری تراجم بالا کو پڑھے گا تو اس کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ یہ خطاب بھی حضور ﷺ کو ہی ہے۔ حالانکہ تفاسیر کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ قرآن عظیم میں بعض اوقات خطاب حضور ﷺ کو کیا جارہا ہوتا ہے اور مراد امت ہوتی ہے۔ اسے اصطلاح میں "تعریض" کہتے ہیں۔ اب اگر منتخب آیت مبارکہ کا مطالعہ تفاسیر معتبرہ کی روشنی میں کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ خطاب بظاہر حضور ﷺ کو ہے مگر یہاں مراد امت ہی ہے۔ تفسیر روح المعانی، تفسیر جلالین، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک، اور حاشیہ الصاوی میں جلیل القدر مفسرین کرام نے بھی آیت مبارکہ کی تفسیر یہی کی ہے کہ اگر چہ بظاہر خطاب حضور نبی کریم ﷺ کو ہے مگر مراد امت ہے۔ ہم نمونہ کے طور پر صرف علامہ احمد ابن محمد الصاوی المالکی علیہ الرحمۃ کی وضاحت پیش کرتے ہیں۔

تفسیر جلالین میں تھا (فلاتکونن من الممترین) **الشاکین فیه والمراد بذالك التقریر للکفار** کہ ممترین سے مراد شک کرنے والے ہیں اور وہ کافر ہیں۔ اس کی تفسیر میں صاحب حاشیہ الصاوی فرماتے ہیں "یہ جو کہا جاتا ہے کہ شک کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا محال ہے تو پھر جس چیز کا کرنا محال ہے اس سے روکا ہی کیوں گیا ہے" **اجیب ایضاً بانه من باب التعریض للکفار بانهم هم الممترون فالخطاب له والمراد غیرهٗ** [۲۵]

جواباً کہتے ہیں کہ یہ کفار کے لیے تعریضاً استعمال ہوا۔ ظاہری خطاب تو رسول اللہ ﷺ کو ہے مگر حقیقتاً مراد امت ہے۔ اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ خطاب میں مراد امت ہے۔ اور یہ چیز تفاسیر معتبرہ کی درک سے حاصل ہوئی جس کی طرف مترجمین مذکورہ نے کوئی اشارہ نہ کیا اور قاری کو اس شبہ میں مبتلا کر دیا کہ اس آیت کی مراد حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اس تفسیری نکتہ کے پیش نظر ترجمہ ہی ایسا کیا کہ صرف ترجمہ سے ہی سارا تفسیری مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ "تو اے سننے والے! تو ہر گز شک والوں میں نہ ہو"

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں ''اے سننے والے'' الفاظ کا اضافہ ہے جس سے یہ پتہ چلا کہ اس آیت کی مراد حضور نبی کریم ﷺ نہیں بلکہ عام مخاطب ہے۔ اس ترجمہ میں تفسیری مفہوم بھی ہے اور عظمت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ السلام کا دفاع بھی۔

آخر میں محمد حنیف خان رضوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کی زبانی مخالفین کے ایک اہم فرد امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان استاد سعید ابن یوسف زئی کا اعتراف بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ''یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت و تقدیس اور عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزاء سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا نے اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا بلکہ آپ کے عالی مقام کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علماء اہل حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔ [۲۶]

''بے شک یہ ترجمہ ایمان کا خزانہ ہے''

## حوالہ جات


[۱] النمل، آیۃ ۱، پارہ ۱۹

[۲] النحل، آیۃ ۸۹، پارہ ۱۴

[۳] الانعام، آیۃ ۵۸، پارہ ۷

[۴] القمر، آیۃ ۵۲، پارہ ۲۷

[۵] القلم، آیۃ ۵۲، پارہ ۲۹

[۶] یوسف، آیۃ ۱۱۱، پارہ ۱۳

[۷] النساء، آیۃ ۸۲، پارہ ۵

[۸] شرح العقائد للنسفی

[۹] علم القرآن لترجمۃ القرآن، ص ۴، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات

[۱۰] پیش لفظ ''کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن'' مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

[۱۱] حیات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل ص ۳۵۷، مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی

[۱۲] اظہار مسعود "کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن" مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
[۱۳] کنز الایمان پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۶، مطبوعہ عطاری پبلشرز کراچی
[۱۴] البقرۃ، آیۃ ۹، پارہ ۱
[۱۵] النساء، آیۃ ۱۷، پارہ ۴
[۱۶] البقرہ آیۃ ۱۴۳، پارہ ۲
[۱۷] آل عمران، آیۃ ۱۴۲، پارہ ۴
[۱۸] آل عمران، آیۃ ۱۴۰، پارہ ۴
[۱۹] آل عمران، آیۃ ۱۶۷، پارہ ۴
[۲۰] التوبۃ، آیۃ ۶۷، پارہ ۱۰
[۲۱] الصاوی علی الجلالین، جلد اول، صفحہ ۵۸، مطبوعہ مکتبۃ الغوثیہ کراچی
[۲۲] الشوریٰ، آیۃ ۲۴، پارہ ۲۵
[۲۳] البقرۃ، آیۃ ۷، پارہ ۱
[۲۴] الانعام، آیۃ ۱۱۴، پارہ ۸
[۲۵] حاشیہ الصاوی علی الجلالین جلد اول، جز ثانی، ص ۲۱۲
مطبوعہ مکتبۃ الغوثیہ کراچی
[۲۶] ماہ نامہ جہان رضا اکتوبر نومبر ۲۰۰۸ء، ص ۲۳

---

# کنز الایمان اور شانِ الوہیت

تحریر: پروفیسر محمد اسلم پرویز

انسان جب روشن خیالی زعم میں مبتلا ہو کر ہمہ جہتی مساوات کا پرستار ہو جاتا ہے تو اسے نبی اور پیغمبر بھی ہمہ جہتی مساوات کے نظریہ کے تحت اپنے جیسے عیب دار نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں وہ ظاہر پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل دل کے جذبات مجروح کر رہا ہوتا ہے پھر ایسی ہی رو میں بہہ کر بندے کا اپنے خدا سے تعلق بھی کم سے کم تر اور کمزور تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسے عالم میں انسان کو یہ خیال بھی آنا شروع ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدس اور عظیم کلام قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے کچھ زیادہ علم کی ضرورت نہیں ہے بس ایک عام پڑھا لکھا آدمی جسے عربی بھی آتی ہو وہ اپنی عقل وفہم کے مطابق قرآن مجید کا ترجمہ کر سکتا ہے۔ ایسی فضا میں پروان چڑھنے والے علماء بھی اسی غیر ذمہ دارانہ رجحان اور محبت واحترام کے ماحول سے ناآشنا رویوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور تقدیس الوہیت کے نازک احساس کو دانستہ طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں تو اہل دل کی روحیں پریشانی کے عالم میں سرگرداں کسی ایسے دل دردمند رکھنے والے اور روح قرآن سے شناسا انسان کی تلاش میں رہتی ہیں جو اس کرب انگیز ماحول میں تقدیس و تعظیم کے جذبات کی روشنی پھیلائے اور فرحت وانبساط کی خوشبو سے چمن عشق ومحبت میں بہار آفرینی کا سبب بنے۔ لوگوں کو عقلیت پسندی کے معتبر پہلوؤں کی رفاقت کے ساتھ ساتھ ادب واحترام کے زریں احساسات کی اپنائیت بھی تقسیم کرے اور لوگوں کو ظاہر پرستی کی تنگنائے سے نکال کر حسن تاویل کی لذتوں سے آشنا کرتے ہوئے انہیں باطن بینی کی نعمتِ عظمیٰ کے شوق سے بھی سرشار کرے۔

ایسے عالم میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کو جوش آیا اور محبت کی پیاسی روحوں کے چین اور ان کی تشنگی کو دور کرنے کا سامان پیدا کر دیا۔ روحِ قرآن سے آشنا دل و دماغ رکھنے والی ہستی کو حقیقت کے متلاشیوں کے درمیان لے آیا اور اپنے حبیب لبیب حضرت محمد واحمد ﷺ کی رضا کا امین بنا کر اپنے زمانہ میں معیارِ محبت واحترام ٹھہرایا اور اس عاشقِ رسول ﷺ نے احمد رضا نام پایا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' میں تقدیس الوہیت کے تمام تر تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآنی آیات کا ایسا ترجمہ کیا جیسے انگوٹھی میں صحیح بیٹھنے والا نگینہ۔

اردو کی تمام تر نزاکتوں اور احتیاطوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ادب واحترام کے جملہ اصولوں اور خدا اور بندے کے تعلق کی پاسداری کرتے ہوئے ایسا ترجمہ کیا جو سہل ممتنع میں اپنی مثال آپ ہے۔ زبان و ادب کے رمز شناسوں نے جس کی زبان کو کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان قرار دیا۔

ڈاکٹر سید حمید شطاری ''قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ'' (۱۹۱۴ء تک) مطبوعہ حیدر آباد دکن انڈیا اشاعت ستمبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۷۴ میں اپنی رائے لکھتے ہیں۔

''مولوی احمد رضا بریلوی کا ترجمہ عام تحت اللفظ ترجموں کے انداز کا نہیں ہے۔ عبارت میں ربط اور تسلسل قائم رکھنے کی ایسی کوشش کی گئی ہے کہ پڑھتے وقت اسکے لفظ ہونے یا نہ ہونے کا دھیان بھی نہیں ہوتا۔ یہ ترجمہ مفہوم قرآن کے قریب ہے۔''

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ''معارف رضا'' ۲۰۰۴ء میں فرماتے ہیں۔

''قرآن حکیم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور پھر باطن ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ ظاہر بین نگاہ اس گہرائی میں اتر سکتی ہی نہیں۔ ترجمہ کرتے وقت مترجم کی ایک ذہنی فضا ہوتی ہے، باکمال مترجم کی اس ذہنی فضا میں ستارے ڈھلتے ہیں۔ علم و دانش کی وسعت کے ساتھ ساتھ یہ فضا بھی وسیع ہوتی جاتی ہے ورنہ مترجم لغت میں اٹک کر رہ جاتا ہے بلکہ اس کے لیے مختلف المعانی لفظ کے لئے یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ کس معنی کا انتخاب کرے اور کن معانی کو چھوٹ دے۔ وہ ایک معنی کی تنگنائے میں گم ہو کر رہ جاتا ہے ایسی محدود نظر رکھنے والا مترجم ہرگز قرآن جیسی عظیم کتاب کے ترجمے کا حق نہیں رکھتا۔ جس طرح نگینے جڑنے والا زیورات میں رنگ برنگے چھوٹے بڑے نگینے بٹھاتا چلا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح باکمال مترجم الفاظ کے سامنے الفاظ بٹھاتا چلا جاتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو الفاظ خود بخود بیٹھتے چلے جاتے ہیں۔ اردو کے مترجمین قرآن میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اپنے تبحر علمی کی وجہ سے بےنظیر اور بے مثال معلوم ہوتے ہیں۔ جس نے ان کا مطالعہ کیا ہے اور مختلف علوم و فنون اور مختلف زبانوں میں ان کی مطبوعات و مخطوطات اور شروح و حواشی دیکھے ہیں وہ اس امر کی تصدیق کر سکتا ہے۔ وہ ایک باخبر ہوشمند اور باادب مترجم تھے، ان کے ترجمے کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے آنکھیں بند کر کے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامینِ قرآن اور متعلقاتِ قرآن ان کے سامنے ہوتے تھے۔ آپ کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں۔ مولا تعالٰی کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایسی نظر عطا فرمادے جس کے سامنے علم و دانش کی وسعتیں سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائیں، فی البدیہہ ترجمہ قرآن میں ایسی جامعیت کا پیدا ہو جانا عجائبات عالم میں سے ایک عجوبہ ہے، اس سے مترجم کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کسی حسین کے کمالِ حسن

کا اس وقت پتا چلتا ہے جب کوئی اور حسین اس کے پہلو میں بیٹھا یا جائے۔ اردو کے تمام تراجم قرآن
میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ (امام احمد رضا) کا ترجمہ نہایت ہی حسین معلوم ہوتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو توحید کے علم بردار کہتے رہے ان کے تراجم قرآن شانِ
وحدانیت کے برعکس دکھائی دیئے اور یہ لوگ جسے توحید سے ناآشنا قرار دیتے رہے ان کا ترجمہ قرآن
اللہ تعالیٰ کی تقدیس کے فیضان سے بارگاہِ قدسیت وسبوحیت میں اعتبار عطا کر گیا اور اس کی رحمتوں کا
مستحق ٹھہرا۔

شان وتقدیس الوہیت کے حوالے سے مختلف مترجمین قرآن کے متعلقہ چند آیاتِ قرآنی
کے تراجم پیش کیے جاتے ہیں جنہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی کہ کون سا ترجمہ قرآن
درست ہے۔ کس ترجمہ میں شانِ تقدیس الٰہی کی پاسداری کی گئی ہے اور قرآن مجید کے بے مثال
ادبی ومعنوی حسن کی ترجمانی کی گئی ہے۔

## [ا] استہزاء اور تمسخر کی نسبت

اللہ یستھزئی بھم ۔ (سورہ بقرہ، آیت ۱۵، رکوع ۲، پہلا پارہ)

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے۔ (مولانا محمود الحسن)

انہیں اللہ بنا رہا ہے۔ (عبدالماجد دریابادی)

اللہ جل شانہٗ ان اسے دل لگی کرتا ہے۔ (وحید الزماں)

ان (منافقوں) سے خدا ہنسی کرتا ہے۔ (مولانا فتح محمد)

اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے۔ (مولانا مودودی)

اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

امام احمد رضا نے ترجمہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے استہزاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہونے
سے اس کی کیفیت مجہول ہوگئی اور اس کے معنی کو خدا تعالیٰ کی منشا پر چھوڑ دیا کیونکہ وہ ہنسی، مذاق اور دل
لگی نہیں کرتا ہے اور نہ ہی لوگوں کو بنا رہا ہے۔ وہ ایسے برے اوصاف سے متصف نہیں ہوسکتا۔ ان
الفاظ کو اس کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ لفظ یستھزئی منسوب الی اللہ ہونے کی صورت میں متشابہات
کے قبیل سے ہو جاتا ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ دوسرے تراجم شانِ الوہیت کے منافی
ہیں۔ جب کہ امام احمد رضا کا ترجمہ تقدیس الوہیت کا پاسدار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہنسی، مذاق اور دل لگی
جیسے کام کرنے سے بلند وبالا ہے۔ یہ اوصاف مخلوق کے تو ہو سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے نسبت تفعیل بیان
نہیں کر سکتے۔

فیسخرون منهم ط سخر الله منهم۔ (سورہ توبہ، آیت ۷۹، رکوع ۱۶، م پ ۱۰)

پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے۔ (مولانا محمود الحسن)

سو ان سے یہ تمسخر کرتے ہیں، اللہ ان سے تمسخر کرتا ہے۔ (عبدالماجد دریابادی)

اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس (راہِ خدا میں دینے کے لیے) اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کر کے دیتے ہیں۔ اللہ ان مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے۔ (مولانا مودودی)

تو ان سے ہنستے ہیں، اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو مسلمانوں نے اپنی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق مال پیش کیا۔ جن مسلمانوں نے زیادہ مال پیش کیا منافقین ان کا مذاق اڑا کر کہتے کہ یہ ریاکار ہیں اور جن غریب مسلمانوں نے تھوڑا مال پیش کیا تو ان کا تمسخر اڑاتے کہ اتنا تھوڑا سامان تو کنجوسی ہے۔ اصل میں تو منافقین کا مقصد ہی مسلمانوں کا مذاق اڑانا اور ان پر ہنسنا تھا مگر اللہ تعالیٰ ٹھٹھا، تمسخر اور مذاق اڑانے جیسے قبیح اوصاف سے پاک ہے۔ یہاں تمسخر کا معنی جزائے تمسخر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ٹھٹھا کرنے، تمسخر کرنے اور مذاق اڑانے کی سزا دے گا۔ امام احمد رضا کا ترجمہ شانِ الوہیت کے تقاضوں کے قریب ترین ہے۔

## [۲] مدد و نصرت کی نسبت

نحن انصار الله۔ (سورہ آل عمران، آیت ۵۲، رکوع ۱۳، پارہ ۳، اور سورہ الصف، آیت ۱۴، رکوع ۱۰، پارہ ۲۸)

ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کی۔ (مولانا محمود الحسن)

ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ (عبدالماجد دریابادی)

ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ (مولانا مودودی)

ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے پوچھ رہے ہیں کہ کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کے سلسلے میں میری مدد کرے گا جس کے جواب میں آپ کے حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے کے لیے آپ کے ساتھ ہیں۔ صرف امام احمد رضا شانِ الوہیت کی اس نزاکت کو نبھا سکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی کسی قسم کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ باقی تراجم دیکھنے سے فوری طور پر ذہن میں آتا ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ بھی انسانوں کی مدد لینے کا محتاج ہے حالانکہ وہ سب کی

مدد کرنے والا اور سب کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے وہ خود کسی کا محتاج نہیں ہے۔ امام احمد رضا کے ترجمہ سے یہ وہم پیدا ہی نہیں ہوتا۔

### [۳] مکر کی نسبت

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر المٰکرین۔ (آل عمران، آیت ۵۴، رکوع ۱۳، پ ۳)

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا مکر سب سے بہتر ہے۔ (مولانا محمود الحسن)

اور وہ (یعنی یہود قتل عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں) ایک چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لیے) چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔ (مولانا فتح محمد)

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر والا ہے۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اس مقام کی نزاکت کو نہ سمجھنے کے باعث عام مترجمین نے مکر، فریب، داؤ اور چال جیسے الفاظ کی نسبت رب قدوس کی بے عیب ذات کی طرف کردی۔ اس سے ایک عام انسان جو مراد قرآن سے ناآشنا ہے وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو جائے گا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی عام انسانوں کی طرح مکر کرکے مکار اور چال چل کر چالباز ہو گیا۔ یاد رکھیے، مکر کا مطلب ہوتا ہے کسی کو شر پہنچانے میں حیلہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو شر پہنچانے میں حیلہ کرنا محال ہے اس لیے مفسرین نے اس کا معنی یہاں جزائے مکر کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ مکر کی جزا دیتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ مکر کا معنی تدبیر محکم و کامل ہے پھر بعد میں اسے کسی کو عذاب پہچانے، ہلاک کرنے میں خفیہ تدبیر کرنے کے معنوں میں استعمال کیا جانے لگا اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے حق میں ممتنع نہیں ہے۔

امام احمد رضا کا ترجمہ اسی دوسرے مطلب کے مطابق ہے کہ "اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی"۔ اس سے عام اردو داں بھی قرآن کی مراد سمجھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان تقدیس بھی محفوظ رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر عیب ثابت ہونے کا خدشہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

ویمکرون و مکر اللہ واللہ خیر المٰکرین۔ (انفال، آیت ۳۰، رکوع ۱۸، پ ۹)

اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (مولانا محمود الحسن)

ادھر تو وہ چال چل رہے تھے اور ادھر خدا چال چل رہا تھا اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔ (مولانا مودودی)

اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ کی طرف داؤ اور چال کے لفظوں کی نسبت کرنا جو عام طور پر اردو میں برے معنوں اور قبیح اوصاف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، نا مناسب ہے۔ وہ برے وصف سے متصف ہونے سے پاک ہے۔ برے وصف میں اتنی صلاحیت ہی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات سے سنت وقوعی تو کیا نسبت امکانی ہی پیدا کر سکے۔ کسی چیز پر قابو پانے کے لیے مکر سے کام لینا اس سے عاجزی کی وجہ سے ہوتا ہے اگر کھلم کھلا اس پر قابو پایا جاسکتا تو مکر کی ضرورت ہی نہ تھی اور اللہ تعالیٰ کا عاجز ہونا محال ہے لہٰذا اس کے لیے مکر بھی محال ہوا۔ امام احمد رضا کا ترجمہ اس احتمال کو رد کر دیتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ جب مکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو اس سے مراد جزائے مکر ہوگی جو کہ خفیہ تدبیر ہے جس سے مکار لوگوں کی کوششوں کو رسوا اور نا کام کیا جائے اور ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا جائے۔

قل اللہ اسرع مکرا۔ (سورہ یونس، آیت ۲۱، رکوع ۸، پارہ ۱۱)

کہہ دے اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے۔ (مولانا محمود الحسن)

کہہ دو خدا بہت جلد حیلہ کرنے والا ہے۔ (مولانا فتح محمد)

ان سے کہو اللہ اپنی، چال میں تم سے زیادہ تیز ہے۔ (مولانا مودودی)

فرما دو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

حیلے بنانا اور چالیں چلنا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ اسی وجہ سے مفسرین نے مکر لفظ کو مجاز پر محمول کیا ہے اور مکر سے جزائے مکر مراد لی ہے۔ کفار نے جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مکر سے مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کا اپنی خفیہ تدبیر سے شدید جواب دیا۔ اس کی خفیہ تدبیر دنیا میں کفار کی ذلت اور رسوائی ہے جب کہ آخرت میں شدید عذاب۔ اللہ تعالیٰ تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے اس لیے اس سے مکر کرنا ممکن نہیں بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ حیلہ بازی، مکاری اور چالبازی سے بھی پاک ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ مکر نہیں بلکہ اپنی خفیہ تدبیر کرتا ہے جس سے کفار کو عذاب دے گا اور قیامت کے دن رسوا کرے گا۔

**[۴] علم اور جہل کی نسبت**

ولما یعلم اللہ الذین جاھدو امنکم ویعلم الصبرین۔ (سورہ آل عمران، آیت ۱۴۲، رکوع ۵، پارہ ۴)

اور ابھی تک معلوم نہیں کیا کہ اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔ (مولانا محمود الحسن)

ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا اور نہ صبر کرنے والوں کو

جانا۔ (عبدالماجد دریابادی)

حالانکہ ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم نہیں کیا اور یہ بھی مقصود ہے کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرلے۔ (مولانا فتح محمد)

اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر کرنے والوں کی آزمائش کی۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اس مقام پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن مرادِ قرآن کے قریب ترین بلکہ عین مطابق ہے کہ یہاں اللہ کے علم کی نفی کیسے ہوسکتی ہے۔ یوں کہنا کہ ابھی تک اللہ نے معلوم نہیں کیا، اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے کہ "معلوم نہیں" کہنے سے جہل لازم آتا ہے جہل لازم آتا ہے اور خدا کو جاہل کہنے میں ایمان کا کیا حصہ؟ اس کی ذات جہل سے پاک اور منزہ ہے اور اس کا علم وسیع۔ وہ اپنے علم وسیع کی بنا پر چیزوں کو ان کے وقوع سے پہلے بھی جانتا ہے۔ بلکہ یہاں نفی علم کے بجائے نفی جہاد مراد ہے اور مقصود بھی یہی ہے کیونکہ اس سے پہلے آرہا ہے "کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے ابھی تو اللہ نے تمہیں جہاد میں آزمایا بھی نہیں اور نہ صبر کرنے والوں کی آزمائش کی ہے۔ گویا یہاں نفی جہاد و صبر ہے نہ کہ نفی علم۔ ان معانی کی وضاحت کو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کیسی خوبی سے ظاہر کررہا ہے دیکھنے کی چیز ہے جب کہ دوسرے تراجم سے اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کا اظہار ہورہا ہے۔

ولیعلم اللہ الذین امنوا۔ (آل عمران، آیت ۱۴۰، رکوع ۵، پارہ ۴)

اور اس لیے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے۔ (مولانا محمود الحسن)

تاکہ اللہ ایمان والوں کو جان لیویں۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

تاکہ اللہ ایمان والوں کو جان لے۔ (عبدالماجد دریابادی)

اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرادے ایمان والوں کی۔ (امام احمد رضا)

یہاں علم کا تعلق اس کے وجودِ خارجی سے ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ پہلے ہی جانتا ہے اسے خارج میں ظاہر فرمائے۔ دوسرے یہاں علم کا مجازی معنی جدا کرنا اور تمیز کرنا ہے۔ اس طرح معنی یہ ہوا کہ ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کو ان کے غیروں سے ممتاز کردے۔ اللہ تعالیٰ غزوۂ احد کا ذکر فرمارہا ہے کہ مسلمانو! اگر تمہیں احد میں تکلیف پہنچی ہے تو کفار کو بدر میں اسی طرح تکلیف پہنچی ہے۔ یہ راحت اور تکلیف کے دن ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد زیر بحث آیت کا ذکر ہے۔ جس سے واضح ہے کہ یہاں صدمہ اٹھائے ہوئے ایمان پر ثابت رہنے والوں اور ایمان پر پھر جانے والوں کی پہچان کرانا مقصود ہے۔ دوسرے تراجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے نہیں

جانتا تھا کہ کون ایمان والا رہے گا اور کون ایمان سے پھر جائے گا بلکہ غزوۂ احد کے بعد معلوم کیا اور جانا۔ مگر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر غور کریں تو کوئی سطحی ذہن رکھنے والا بھی اس وہم وگمان میں مبتلا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ آزمائش اور تجربہ کے بعد جانتا ہے، پہلے علم نہیں رکھتا۔

ولیعلم المومنین ولیعلم الذین نافقوا۔ (آل عمران، آیت ۱۶۷،۱۶۶، رکوع ۸، پ ۴)

اور اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے۔ (مولانا محمود الحسن)

تاکہ اللہ مومنین کو جان لے اور ان لوگوں کو بھی جنہوں نے منافقت کی۔ (عبد الماجد دریابادی)

یہ مقصود تھا کہ خدا مومنوں کو اچھی طرح معلوم کرے اور منافقوں کو بھی معلوم کرے۔ (مولانا فتح محمد)

☆ اور اس لیے کہ پہنچان کرادے ایمان والوں کی اور اس لیے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہوئے۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

یہاں بھی امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن مناسب ترین ہے جو باطل وہم وگمان کو رد کرتا ہے ورنہ دوسرے تراجم کو دیکھ کر یہ وہم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس واقعہ کے بعد حاصل ہوا حالانکہ ایسا سوچنا ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظاہر کردے مومنوں کے ایمان اور منافقوں کے نفاق کو۔ گویا دونوں گروہوں کی پہچان کرادے۔

ولیعلمن اللہ الذین امنوا ولیعلملن المنفقین۔ (العنکبوت، آیت ۱۱، رکوع ۱۳، پارہ ۲۰)

البتہ معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اور البتہ معلوم کرلے گا جو لوگ دغاباز ہیں۔
(مولانا محمود الحسن)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو معلوم کرکے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کرکے رہے گا۔
(مولانا اشرف علی تھانوی)

اور ضرور اللہ ظاہر کردے گا ایمان والوں کو اور ضرور ظاہر کردے گا منافقوں کو۔

(امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ منافقین کا ذکر فرماتے ہوئے ان کا حال بیان کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ مگر جب انہیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے تو اسے خدا کا عذاب قرار دے کر اسلام کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس کوئی مدد آئے تو پھر وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ خوب نہیں جانتا جو کچھ دنیا والوں کے دلوں میں ہے؟ اس کے بعد زیر بحث آیۂ کریمہ ارشاد فرماتا ہے۔ اس پس منظر کے ساتھ دیکھیں تو آیت کا مطلب نہایت واضح طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان فرق وامتیاز مقصود ہے۔ دونوں کی پہچان کرانا

ہی مراد ہے۔اس مقصد اور مراد کو امام احمد رضا کا ترجمہ بخوبی پورا کرتا ہے۔دوسرے تراجم سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چیزوں کو ان کے واقع ہونے سے پہلے نہیں جانتا بلکہ اس کا علم چیزوں کے وقوع کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ بڑھتا رہتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں ہے کیونکہ بعض چیزوں کو کسی وقت نہ جاننا نقص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے۔

### [۵] لزوم و وجوب اور ذمہ کی نسبت

انما التوبة على الله۔ (سورہ النسآء، آیت ۱۷، رکوع ۱۴، پارہ ۴)

توبہ قبول کرنا اللہ کو ضرور۔ (مولانا محمود الحسن)

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (مولانا اشرفعلی تھانوی)

اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق ہے۔ (مولانا مودودی)

وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم، ضرور اور حق و ذمہ نہیں رکھتی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو لازم، ضرور اور ذمہ کرنا وجوب کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ یہاں توبہ سے مراد وہ توبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی چیز کو ذمہ و ضرور ٹھہراتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس پر کچھ لازم و ضروری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ لزوم سے پاک ہے۔ یہ معنی ہی مقصد کے مطابق ہے کہ وہ اپنے فضل سے اپنے آپ پر بندوں کی توبہ قبول کرنا لازم کیے ہوئے ہے۔ اس طرح امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ تمام اوہام باطلہ کو رد کر دیتا ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی شانِ تقدیس کو اجاگر کرتا ہے۔

وما من دآبة في الارض الا على الله رزقها۔ (سورہ ہود، آیت ٦، رکوع ۱، پ ۱۲)

اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔ (مولانا محمود الحسن)

اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے۔ (مولانا فتح محمد)

زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔ (مولانا مودودی)

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب، ذمہ اور لازمی نہیں ہے کیونکہ اس سے اس کی مجبوری اور اضطرار ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ کسی بھی قسم کے جبر و اضطرار سے پاک ہے یعنی کوئی اسے مجبور نہیں کرسکتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ الوہیت کے تقاضوں کے پیش نظر صرف اور صرف اپنے فضل و کرم سے ہر

جاندار کی روزی کو اپنے ذمہ لیا ہے نہ کہ بوجہ واجب ہونے کے۔ امام احمد رضا کے ترجمہ نے اس مشکل کو لفظِ کرم سے حل کر دیا کہ اللہ تعالیٰ مجبور نہیں بلکہ فضل واحسان فرمانے والا ہے۔ جب کہ دوسرے تراجم سے اللہ تعالیٰ کی اس شان کا اظہار نہیں ہوتا ہے بلکہ ان سے یہ تاثر ملتا ہے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ پر اضطراراً واجب ہو۔ (معاذ اللہ)

### [۶] خدع کی نسبت

ان المنفقين يخادعون الله وهو خادعهم. (سورہ النسآء، آیت ۱۴۲، رکوع ۲۱، پ ۵)

البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا۔ (مولانا محمود الحسن)

منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) خدا کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔ (مولانا فتح محمد)

منافق اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکے بازی کر رہے ہیں حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکا میں ڈال رکھا ہے۔ (مولانا فتح محمد)

بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کو مخفی یا پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اسے دھوکا اور فریب دینا بھی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس سے دغابازی کی جاسکتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی کو دغا، فریب یا دھوکا دے یہ بھی درست نہیں۔ دھوکا کھانا لاعلمی کی دلیل ہے اور دھوکا دینا عیب ونقص کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ لاعلمی اور عیب دونوں سے پاک اور منزہ ہے۔ منافقین باطن میں کفر رکھتے تھے اور ظاہراً ایماندار بنتے تھے تاکہ دنیا میں ان پر کافروں والے احکام نافذ نہ ہوں۔ حقیقت میں وہ فکر آخرت سے یا اپنے انجام سے غافل ہو گئے تھے وہ اپنے گمانِ باطل میں اللہ تعالیٰ کو دھوکا یا فریب دیا چاہتے تھے ورنہ حقیقۃً ایسا کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ ذہن کے خیالوں اور دلوں کے وسوسوں تک سے باخبر ہے اس طرح اس سے دھوکا بازی بھی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ دغابازی نہیں کرے گا اور نہ کسی کو دھوکا دے گا بلکہ منافقوں کو ان کے خدع کی جزا دے گا۔ منافقین کا دورخاپن انہیں آخرت کی فکر سے غافل کر دے گا اور انجام کار وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ انہیں دھوکا نہیں دے گا بلکہ انہیں ایسی غفلت کی موت مارے گا جس کے دنیا میں اپنے آپ کو سزاوار کر چکے تھے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی، مستقل اور لامتناہی علم کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے عیب ونقص سے پاک ہونے کی شان کو بھی بڑی خوبصورتی سے ظاہر کرتا ہے۔

یخدعون اللہ والذین آمنوا (البقرہ، آیت ۹، رکوع ۲، پہلا پارہ)
دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے۔ (مولانا محمود الحسن)
چال بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)
وہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ دھوکا بازی کررہے ہیں۔ (مولانا مودودی)
فریب دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)
امام احمد رضا کے ترجمہ سے پتا چلتا ہے کہ منافقین ظاہراً ایمان لاکر اور باطناً کافر رہ کر اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو اپنے خیال میں دھوکا دینا چاہتے ہیں حقیقت میں وہ دھوکا دے نہیں سکتے۔ مگر دوسرے تراجم سے یہ تاثر ملتا ہے کہ منافقین واقعی اللہ تعالیٰ سے دغا بازی اور چال بازی کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ممتنع ہے کیونکہ وہ دلوں کی چھپی ہوئی باتیں تک جانتا ہے پھر اسے دغا دینا کیسے ممکن ہے؟ اس طرح امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ نے مراد قرآن کو واضح کردیا اور شانِ الوہیت کی مطابقت بھی برقرار رکھی۔

## [۷] دل یا جی کی نسبت

تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔ (آلمائدہ، آیت ۱۱۴، رکوع ۶، پ ۷)
تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ (مولانا محمود الحسن)
تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے دل میں ہے۔
(عبد الماجد دریابادی)
تو تو میرے دل تک کی بات جانتا ہے اور (البتہ) میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا۔
(وحید الزماں)
آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔
(مولانا مودودی)
تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)
دل اور جی جسم کے ایک ٹکڑے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور اس کے اجزاء سے بھی۔ جن آیات میں اللہ تعالیٰ سے انسانی اجزاء کے نام منسوب ہیں وہ متشابہات میں سے ہیں۔ جن کے معنی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لہٰذا ہاتھ، پنڈلی، نفس یا دل کے الفاظ سب اللہ تعالیٰ سے منسوب ہوں گے تو ان کی تاویل کرنا پڑے گی۔ کیونکہ اس کے لیے بلا تکلف دل یا جی ثابت کرنے سے جسمیت لازم آتی ہے جو اس کے لیے محال ہے۔ جس طرح ہاتھ کے لیے مفسرین دستِ قدرت یا

قوت وطاقت مراد لیتے ہیں۔ جب نفس یا دل کے لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی تو اس کا معنی علم لیا جائے گا۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو اللہ کے سوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے اے اللہ! پاکی ہے تجھے، مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا۔ اس کے بعد زیر بحث حصہ آیت کے۔ کہ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے (یعنی چھپی ہوئی باتوں کو، دل کے خیالوں کو) اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم وسیع والا تحھی میں ہے۔ اس کے فوراً بعد اس آیت کا آخری حصہ ہے کہ بے شک تو ہی ہے سب کا خوب جاننے والا۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے علم کی لامتناہی وسعتوں کے مقابلے میں اپنے عجز کا اظہار کیا ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ روح قرآن کا صحیح ترجمان ہے۔

**[۸] مستور و محاط ہونے اور جسمانی اجزاء کی نسبت**

هل ینظرون الا ان یا تیهم الله فی ظلل من الغمام والملئکة۔

(سورہ البقرہ، آیت ۲۱۰، رکوع ۲۵، پارہ ۲)

کیا وہ اس کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے۔ (مولانا محمود الحسن)

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس آویں۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

کیا اب وہ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے فرشتوں کے پرے ساتھ لیے خود سامنے آموجود ہو۔ (مولانا مودودی)

کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

یہاں بھی امام احمد رضا کا ترجمہ مراد قرآن کے مطابق ہے اور جملہ تفاسیر اس کی ہمنوا ہیں۔ اس میں اللہ کے آنے کو اس کے امر اور عذاب کے آنے کے معنوں میں بیان کیا ہے۔ دوسرے تراجم میں یہ ذکر ہے کہ اللہ آئے، خود سامنے آموجود ہو۔ جو شان الوہیت کے لائق نہیں کیونکہ سامنے آموجود ہونا جسمیت کو چاہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ ہے۔ اس لیے کسی مفسر نے خود اللہ تعالیٰ کے آنے کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس کے آنے سے اس کے امر و عذاب کا آنا مراد لیا ہے کیونکہ وہ سائبانوں یا دوسری چیزوں میں مستور و محاط اور مظروف ہونے سے پاک ہے۔

یوم یکشف عن ساق۔ (سورہ القلم، آیت ۴۲، رکوع ۴، پارہ ۲۹)

جس دن کہ کھولی جائے پنڈلی۔ (مولانا محمود الحسن)

جس دن (حق تعالیٰ کی) پنڈلی کھولی جائے گی۔ (وحید الزماں)

جس دن پنڈلی سے کپڑا اُٹھایا جائے گا۔ (مولانا فتح محمد)

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اس آیت میں لفظ ''ساق'' متشابہات کے قبیل سے ہے۔ جس کے معنی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کی کیفیت ہمارے لیے مجہول ہے۔ دیگر مترجمین کے تراجم کا امام احمد رضا کے ترجمہ سے تقابل کیا جائے تو امام احمد رضا کا ترجمہ منشائے الٰہی و مراد قرآن کا مظہر ہے۔ دیگر مترجمین نے ''ساق'' کا معنی پنڈلی کیا اور ظاہری معنی مراد لے کر پنڈلی کو بطور جزو بدن اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب مانا، اسے کپڑوں ملبوس ٹھہرایا اور قدیم و بے نیاز ہستی کو محتاج الی الحادث ثابت کر دیا۔ مخلوق کی صفات خدا کے لیے ممکن نہیں کیونکہ اس کی صفات ذاتی، مستقل اور قدیم جبکہ بندوں کی صفات عطائی، غیر مستقل اور عارضی و حادث ہیں۔ خدا تعالیٰ جسم، اجزائے جسم اور متعلقاتِ جسم سے پاک ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ باطل نظریات کو رد کرتا ہے اور تقدیس الوہیت کا پاسدار ہے۔

### [۹] استواء کی نسبت

ثم استوی علی العرش۔ (الاعراف، آیت ۵۴، رکوع ۱۴، پارہ ۸)

پھر قائم ہوا عرش پر۔ (مولانا محمود الحسن)

پھر عرش پر قائم ہوا۔ (مولانا اشرفعلی تھانوی)

پھر تخت پر چڑھا۔ (وحید الزماں)

پھر تخت پر بیٹھا۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری)

پھر تختِ (شاہی) پر قائم ہوا۔ (مولانا فتح محمد)

پھر تختِ سلطنت پر جلوہ گر ہوا۔ (مولانا مودودی)

پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

ایک کم پڑھا لکھا آدمی جب اللہ تعالیٰ کے عرش پر قیام کرنے، تخت پر چڑھنے، بیٹھنے، قائم ہونے اور جلوہ گر ہونے کو پڑھے گا تو اس کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت، جہت اور مکان کا خیال آئے گا۔ کسی چیز پر قائم ہونا، چڑھنا، بیٹھنا اور جلوہ گر ہونا مخلوق کی صفات ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ جسمیت، جہت اور مکان سے پاک ہے۔ یہ آیت اصل میں متشابہات کی قسم سے ہیں۔ یہاں

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا استواء عرش پر بلا کیف ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ غلط خیال کو پیدا ہی نہیں ہونے دیتا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آیۂ مبارکہ کو ظاہر پر رکھنا ممکن ہی نہیں بلکہ یہی مناسب ہے کہ یوں کہا جائے کہ عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

### [۱۰] استواء کی نسبت

ثم استوی علی العرش۔ (الاعراف، آیت ۵۴، رکوع ۱۴، پارہ ۸)

بے شک میرا داؤ پکا ہے۔ (مولانا محمود الحسن)

میری چال کا کوئی توڑ نہیں۔ (مولانا مودودی)

بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔ (امام احمد رضا)

داؤ یا چال عیب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے نسبتِ تفعیل پیدا نہیں کر سکتے۔ اردو میں یہ الفاظ برے معنوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنی حکمت و تدبیر سے مقام ہلاکت تک لے جائیں گے اس لحاظ سے وہ جانتے بھی نہیں ہوں گے کہ ان کو اس دنیا میں مہلت دینا میری خفیہ تدبیر ہے۔ اس کے بعد ان کی شدید پکڑ ہوگی۔ چونکہ ظاہراً کسی کو مہلت دینا اس پر احسان ہوتا ہے مگر مہلت کی آزمائش سہولت سے فائدہ نہ اٹھانا اور اپنی اصلاح نہ کرنا حقیقت میں شرمندگی اور رسوائی بھی ہوتی ہے اس وجہ سے اسے کید سے مشابہت ہے لہٰذا اس پر، گرفت یا خفیہ تدبیر کو کید کہا گیا۔ یہاں کید بمعنی داؤ یا چال نہیں بلکہ خفیہ تدبیر کے ہے اور یہی معنی شانِ الوہیت کے مناسب ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جملہ عیوب و نقائص سے منزہ ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ اسی خوبصورت تاثر کو لیے ہوئے ہے۔

### [۱۱] کید کی نسبت

کذالك كدنا ليوسف۔ (سورہ یوسف، آیت ۷۶، رکوع ۳، پارہ ۱۳)

یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو۔ (مولانا محمود الحسن)

ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

جس طرح اللہ تعالیٰ خود کسی سے مکر نہیں کرتا، کسی سے داؤ نہیں کرتا اور کسی سے چالبازی نہیں کرتا بالکل اسی طرح وہ کسی کو داؤ یا چالبازی سکھانے کے عیب سے بھی پاک ہے۔ سکھائے گا بھی کسے، اپنے پیغمبر کو؟ اگر پیغمبر نعوذ باللہ داؤ کرنے والا یا چالباز ہو جائے تو اس کے پیغام پر کون اعتبار کرے گا۔ اس طرح تو کلامِ ربانی بھی مشکوک ٹھہر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وبالِ فکر سے محفوظ رکھے۔ یہاں کید کا مجازی معنی خفیہ تدبیر مراد ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو

تدبیر سکھانے کا ذکر ہے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی انبیامین کو اپنے پاس، حسنِ نیت کے ساتھ اور بھائی بلکہ پورے خاندان کے آرام کی خاطر، مستقل طور پر رکھ سکتے ہیں۔ واقعۂ یوسف علیہ السلام کے اس حصہ میں خاندان کے افراد کو اکٹھا کرنے کی تدبیر بھی ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ خدائے قدوس جل جلالہ، اور اس کے پیغمبر علیہ السلام کی عظمتوں کا پاسدار ہے۔

**[۱۲] نسیان کی نسبت**

نسو الله فنسیهم۔ (سورہ توبہ، آیت ۶۷، رکوع ۱۵، پارہ ۱۰)

بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو۔ (مولانا محمود الحسن)

انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کو بھلا دیا۔ (مولانا فتح محمد)

یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا۔ (مولانا مودودی)

وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

یہاں منافقین کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے یعنی اس کی اطاعت اور رضا طلبی کو چھوڑ دیا، اس کی عبادت و ثناء کو ترک کر دیا تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم و ثواب سے محروم کر دیا اور انہیں اپنی رحمت و احسان سے یاد کرنا چھوڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ بھولنے سے مبریٰ ہے۔ انسان کے نسیان یا بھولنے پر مذمت نہیں کیونکہ انسان کو نسیان پر طاقتِ ضبط یا قابو نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا بھول جانا محال ہے۔ بھول چوک نقصان و کمزوری ہے وہ خدا ہی کیا جو کمزور ہو۔ اس طرح امام احمد رضا کا ترجمہ شان الوہیت کے عین مطابق ہے۔ اور جملہ تفاسیر اس کی ہمنوا ہیں۔

بما نسیتم لقآء یومکم هذا ج انا نسینکم۔ (سورہ السجدہ، آیت ۱۴، رکوع ۱۵، پارہ ۲۱)

تم نے بھلا دیا تھا اس اپنے دن کے ملنے کو، ہم نے بھی بھلا دیا تم کو۔ (مولانا محمود الحسن)

تم اپنے اس دن کے آنے کو بھول رہے تھے ہم نے تم کو بھلا دیا۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

پس اس دن کو بھولنے کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو ہم تم کو بھول گئے۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری)

تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا ہم نے بھی اب تمہیں فراموش کر دیا ہے۔ (مولانا مودودی)

تم اپنے اس دن کی حاضری بھولے تھے ہم نے تمہیں چھوڑ دیا۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اس آیت میں لفظ نسیان کافروں کی طرف منسوب ہونے کی صورت میں بھولنے، بھلانے اور فراموش کرنے کے معنوں میں استعمال کرنا درست ہو گا مگر جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو گی تو بھولنے، بھلانے اور فراموش کرنے کے معنی درست نہیں ہوں گے کیونکہ بھولنا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ جب کافروں نے اس کی اطاعت و عبادت ترک کر دی اور اس کی

حمد وثنا کرنا بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی کافروں کو اپنے ثواب وکرم سے محروم کردیا اور انہیں اپنی رحمت واحسان سے یاد کرنا چھوڑ دیا۔ بھولنا نقص اور عیب کا اطلاق بھی محال ہے۔ اس طرح امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن اللہ تعالیٰ کی شانِ قدوسیت کے عین مطابق ہے۔

### [۱۳] روح کی نسبت

ونفخت فيه من روحي. (سورہ حجر، آیت ۳۰، رکوع ۳، پارہ ۱۴)

اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے۔ (مولانا محمود الحسن)

اور اس میں اپنی جان ڈال دوں۔ (مولانا اشرفعلی تھانوی)

اور اس میں اپنی بے بہا چیز یعنی روح پھونک دوں۔ (مولانا فتح محمد)

اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں۔ (مولانا مودودی)

اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرمارہا ہے کہ میں بجتی ہوئی مٹی سے انسان بنانے والا ہوں، جب اس کی تخلیق مکمل کرلوں تو اس میں ارواحِ خلائق میں سے ایک معزز ومحترم روح ڈال دوں تاکہ وہ عزت و حرمت والی زندگی حاصل کرلے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں 'من روحی' میں من تبعیضیہ ہے یعنی میں اس میں ایک احترام واعزاز کی حامل اور معزز روح ڈال دوں جو میرے تخلیق کردہ اروح کا بعض ہوگا جس طرح بیت اللہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا گھر نہیں بلکہ اضافت تشریفی ہے۔ (گھر اسے کہتے ہیں جہاں اور جس میں کوئی شخص رہتا ہو اور گھر اس شخص کے وجود کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ ذات باری تعالیٰ کا احاطہ ناممکن ہے۔) اسی طرح من روحی میں اللہ تعالیٰ کی روح اس کی اپنی جان نہیں بلکہ مراد وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے لیکن اس سے منسوب ہونے کی وجہ سے معزز ہوگی۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اس مطلب کو پوری طرح واضح کررہا ہے جب کہ دیگر تراجم میں اپنی جان پھونک دوں، اپنی جان ڈال دوں، اپنی روح پھونک دوں یا اپنی روح سے کچھ پھونک دوں جیسے الفاظ ملتے ہیں۔ جن سے خدشات پیدا ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جان (روح) کیسے ڈال دی؟ جب اپنی روح دوسرے میں ڈال دی تو خود بے روح یا بے جان رہا؟ کیا اس کی روح کسی جسم میں منتقل ہوکر اس کی ذات سے جدا ہوگئی؟ (معاذ اللہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ جسم کا ہونا مخلوق کی صفت ہے اور مخلوق اور اس کی صفات زوال پذیر ہیں اور حادث ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو زوال محال ہے۔ وہ قدیم ہے حادث نہیں۔ حادث ہونا مخلوق کے لیے ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف کی خاص معزز روح کے لفظوں سے مذکورہ خدشات کی پیدائش کا

امکان ہی ختم کر دیا اور قرآنی مطلب بھی واضح ہو گیا۔ یاد رہے یہاں 'پھونک دوں' کے الفاظ سے مراد ملائکہ سے مشورہ نہیں یا اس کی مرضی نہیں پوچھی جا رہی ہے بلکہ انہیں خبر دی جا رہی ہے کہ جب میں ایسا کرلوں تو تم سارے میرے حکم کے مطابق آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو گے گویا روح آدم علیہ السلام کو شرافت و تکریم عطا کی گئی۔

ونفخ فیه من روحة (السجدہ، آیت ۹، رکوع ۱۴، پارہ ۲۱)

اور پھونکی اس میں اپنی ایک جان۔ (مولانا محمود الحسن)

اور اس میں اپنی روح پھونکی۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔ (مولانا مودودی)

اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔ (امام احمد رضا)

امام احمد رضا کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی طرف سے تخلیق کی گئی ارواح میں سے ایک روح عطا فرمائی یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روح انسان کو حاصل ہو گئی یا انسان میں حلول کر گئی (معاذ اللہ) مگر دوسرے تراجم سے یہ وہم ضرور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روح انسان کے اندر پھونک دی تو کیا خدا پھر بھی ہمیشہ کی طرح زندہ رہا؟ کیا خدا کی روح منتقل ہو سکتی ہے؟ جو چیز منتقل ہو سکے یا تغیر پذیر ہو وہ حادث ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ حدوث، تغیر اور انتقال جیسے عیوب سے پاک ہے وہ قدیم و لازوال ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ تقدیس الوہیت کا پاسبان ہے۔

[۱۳] **آڑ، حجاب یا پردہ نسبت**

وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا اومن ورائی حجاب۔ (سورہ الشوریٰ، آیت ۵۱، رکوع ۶، پارہ ۲۵)

اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے۔ (مولانا محمود الحسن)

کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے مگر یا تو الہام سے یا حجاب کے باہر سے۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

یہ کسی بشر کا مرتبہ نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر ہاں یا تو وحی سے یا کسی آڑ سے۔ (عبد الماجد دریابادی)

اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر الہام کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے سے۔ (مولانا فتح محمد)

کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو بات کرلے۔ اس کی بات یا تو وحی (اشارے)

کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے۔ (مولانا مودودی)

اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے ادھر ہو۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ کا پردے کے پیچھے سے، حجاب کے باہر سے یا کسی آڑ سے کلام کرنا اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب کہ اسے ایک معین مکان اور معین جہت سے مختص کر کے متصف مانا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ مکان و جہت سے پاک ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ان سب اعتراضات کو اُٹھا رہا ہے۔ جب کوئی شخص کلام کو سنتا ہو اور متکلم کو نہ دیکھتا ہو تو بغیر دیکھے سننے اور کلام کرنے والا شخص بالکل اس شخص کی طرح ہے جو پردے کے پیچھے سے کلام کرے۔ اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ پردے کے پیچھے سے کلام نہیں فرماتا اور نہ اس کی شان کے لائق ہے کہ وہ پردے کے پیچھے ہو البتہ وہ انسان یا شخص جو اللہ تعالیٰ سے کلام کرے اور اسے دیکھ نہ سکے تو وہ سمجھتا ہے کہ گویا وہ انسان پردے کے پیچھے ہے۔ اللہ تعالیٰ پردہ ہونے یا پردے کے پیچھے ہونے سے منزہ ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ''وہ بشر پردۂ عظمت کے ادھر ہو'' کتنا درست ہے۔

ان الله يحول بين المرء وقلبه۔ (الانفال، آیت ۲۴، رکوع ۱۷، پارہ ۹)

اللہ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی اور اس کے قلب کے درمیان میں۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

اللہ آدمی اور اس کے دل کے بیچ میں آڑ ہو جاتا ہے۔ (وحید الزماں)

خدا انسان کے دل پر پردہ ہو جاتا ہے۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری)

اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ (مولانا مودودی)

اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

ایک شے جو دو اشیاء کے درمیان حائل ہو اور بیچ میں آڑ بن جائے وہ دو اشیاء کے درمیان گھری ہوئی ہوتی ہے۔ اور وہ دونوں چیزیں درمیان والی چیز پر حاوی ہوا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ چونکہ گھر نہیں سکتا اور کوئی چیز اس پر حاوی نہیں ہوسکتی اس لیے ایسے تراجم جن سے اللہ تعالیٰ کے گھرنے یا اس کی ذات کا احاطہ ہونے اور اس پر کسی چیز کے حاوی ہو جانے کا تاثر ملے، وہ مناسب نہیں ہیں۔ ان تراجم سے شان الوہیت کی نفی ہوتی ہے۔ مگر امام احمد رضا کے ترجمہ سے قرآن کی بہترین ترجمانی ہوتی ہے اور اس سے ایسا کوئی غلط تاثر نہیں ابھرتا اللہ تعالیٰ جہت و مکان کے تصور، گھرنے، محدود ہونے، احاطہ ہونے جیسے عیوب سے پاک ہے اور کوئی اس پر حاوی نہیں ہوسکتا۔

## [۱۴] گھات یا تاک کی نسبت

ان ربك لبالمرصاد (سورہ الفجر، آیت ۱۶، رکوع ۱۴، پارہ ۳۰)

بے شک تیرا رب لگا ہے گھات میں۔ (مولانا محمود الحسن)

بے شک آپ کا رب گھات میں ہے۔ (مولانا اشرفعلی تھانوی)

بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔ (مولانا فتح محمد)

تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہیں۔ (مولانا مودودی)

بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

یہ کلام استعارہ تمثیلیہ کے طور پر ہے جس کا مقصد و مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو سزا دے گا کیونکہ وہ ان کے اعمال کو نظر میں رکھتا ہے۔ عموماً بزرگ حضرات شرارتیں کرنے والے بچوں سے مخاطب ہوکر تنبیہانہ انداز میں کہتے ہیں کہ بچو! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ شرارتوں سے باز آجاؤ۔ تمہاری سب حرکتیں میری نگاہ میں ہیں اگر باز نہ آئے تو سزا پاؤ گے۔ خدا تعالیٰ گنہگاروں کو متنبہ فرما رہا ہے کہ تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں ہے۔ جن مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ رب گھات میں، تاک میں ہے یا گھات لگائے ہے، مناسب شانِ الٰہی نہیں ہے۔ گھات میں ہونے سے مراد دوسرے سے نظر بچا کر چوری چھپے بیٹھنا ہے اور چھپ کر دوسرے پر حملہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا چھپ کر بیٹھنا اور دوسرے پر گھات میں حملہ آور ہونا اس کی شان کے لائق نہیں۔ اس لیے کہ وہ انسانوں جیسی بیٹھنے اور چھپنے کی صفات سے پاک ہے۔ نظر بچا کر چوری چھپے گھات یا تاک میں بیٹھنا تو خوف اور بزدلی کی دلیل ہوتا ہے۔ ایسا اس لیے کیا جاتا ہے کہ بتا کر یا سامنے سے حملہ کیا تو شکست کا خوف یا جان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ یہ کمزوری بہت بڑا نقصان ہے۔ اور خدا تعالیٰ ہر عیب و نقصان سے منزہ ہے۔ اسی وجہ سے امام احمد رضا کا ترجمہ شان و تقدیس الوہیت کا پاسدار ہے۔ توحید پر امام احمد رضا کے کامل و راسخ ایمان کی یہ عملی دلیل ہے کہ آپ کا ترجمہ قرآن کنزالایمان کہیں بھی اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں ہے اور اسے جملہ معتبر تفاسیر کی تائید بھی اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں ہے اور اسے جملہ معتبر تفاسیر کی تائید بھی حاصل ہے۔

قرآن مجید کی اور بھی بہت سی آیات کے ترجمہ میں مشہور و معروف مترجمین نے احتیاط سے کام نہیں لیا ہے مگر امام احمد رضا نے وہاں بھی کمالِ ادب و احتیاط کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر مذکورہ آیات کے تراجم پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ہدایت کے طالب کے لیے حکیمانہ اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

---

# کنز الایمان کے خاص سائنسی پہلو

ڈاکٹر مجید اللہ قادری، تلخیص: رہبر مصباحی

نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری ہے آپ نے ظاہری پردہ فرما کر دوسری دنیا کو اپنے وجود مسعود سے رونق بخشی ہے۔ اس لیے دنیا میں قیامت تک آپ کی ظاہری کمی کو علماء ربانین پورا کرتے رہیں گے۔ جو درحقیقت آپ کے ہی نائبین ہوتے ہیں۔ (العلماء ورثۃ الانبیاء) اللہ تبارک وتعالیٰ ہر زمانے میں حضور ﷺ کے نائبین کو بھی اس زمانے کے جملہ علوم وفنون میں یکتائے روزگار بناتا ہے تاکہ اگر ان سے کوئی سوال کیا جائے تو وہ ہر سوال کا جواب دے دیں ورنہ اسلام، قرآن، صاحب قرآن، اور صاحب قرآن کے بھیجنے والے پر حرف آئے گا کہ وہ نہیں جانتا (معاذ اللہ) اس لیے دنیا میں خداوند کریم ایسی عبقری شخصیات کو بھیجتا رہتا ہے۔ ایسی ہی ایک شخصیت، نائب رسول اور فاسئلوا اھل الذکر کی جامع تفسیر کی شکل میں ایک ذات امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی ہے۔ ان کی ۵۵ رسالہ علمی زندگی میں جس کسی نے جس شعبہ سے جس نوعیت کا سوال کیا آپ نے اس علم کی اصطلاحات اور اس علم کی روشنی میں اس کا بھرپور تسلی بخش جواب عطا فرمایا۔ یہاں سوال وجواب کی بجائے ان کی علمی بصیرت، قرآن فہمی اور سائنسی اصطلاحات وعلوم سے متعلق دو چار مثال پیش کروں گا۔

امام احمد رضا کے علوم وفنون کا مرکز قرآن حکیم ہے۔ انہوں نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ جس علم پر روشی پڑتی ہے اس آیت کا ترجمہ اسی علم کی مصطلحات میں کرتے ہیں۔ امام احمد رضا واحد مترجم قرآن ہیں جن کو علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ پر بھی دسترس حاصل تھی۔ جن پر سو سے زائد تصنیفات متنوع زبان میں شاہد ہیں۔ اب میں چند امثال کے ذریعہ امام موصوف کی ان علوم پر دسترس کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ مثلاً ملاحظہ ہوں۔

وسیرت الجبال فکانت سرابا ○ (۲۰ سورہ النباہ)

اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکہ دیتا (کنز الایمان)

امام احمد رضا کے اس ترجمہ قرآن کو پڑھ کر علوم عقلیہ کا ماہر بالخصوص علوم ارضیات وطبیعات کا

ماہر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مولانا نے "سرابا" کا جو ترجمہ کیا ہے یہ اس وقت ممکن ہے جب وہ اس عمل سے واقف ہوں۔ تیز گرمی میں ریگستانوں میں یا کسی بھی ہموار سطح پر پانی ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ اور جوں جوں وہ قریب جاتا ہے وہ پانی ذرّہ ہوتا جاتا ہے پھر وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ یہ میرا دھوکہ ہے۔

امام احمد رضا ساتھ ہی ساتھ مفسرین اور ماہرین لغت سے بھی پورا پورا استفادہ کرتے ہیں چنانچہ ملاحظہ کیجیے کہ مفسرین اور ماہرین نعت "سرابا" کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

تفسیر خازن: (فکانت سرابا) ای ھبأ منبثا کا سراب فی عین الناظر۔

ریت کے ذرات جو دور سے دیکھنے میں (پانی کی طرح) چمکتے ہیں انہیں سراب کہا جاتا ہے۔

تفسیر مدارک:- (فکانت سرابا) ای ھبأ تخیل الشمس انه ما۔

ریت کے ذرات جو سورج کی روشنی میں پانی کی طرح چمکتے معلوم ہوں۔

مفردات القران: سراب اس کو کہا جاتا ہے کہ جب شدید گرمی میں دوپہر کے وقت بیاباں میں پانی کی طرح ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

ان دلائل سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ سراب ایک قسم کا دھوکہ ہے جو ریگستان میں کسی ہموار سطح پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں تو دور سے پانی کی موجودگی کا دھوکہ ہوتا ہے۔ امام احمد رضا نے اس حقیقت کی ترجمانی فرما کر بتا دیا کہ اللہ نے انہیں قرآن فہمی کا کتنا وسیع ادراک دیا ہے جب کہ اردو زبان کے تمام مترجمین نے "سرابا" کا ترجمہ صرف ریت کیا ہے۔

امام احمد رضا نے یہ ترجمہ دراصل قران پاک کی سورہ "القارعۃ" میں قیامت میں پہاڑوں کی حالت کے پیش نظر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ القارعہ میں ارشاد فرماتا ہے:

وتکون الجبال کالعھن المنفوش۔ (سورہ القارعہ)

اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون۔ (کنز الایمان)

سورۂ المرسلت میں ارشاد قدسی ہے:

واذا الجبال نسفت ۔(١٠ سورۂ المرسلت)

اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیئے جائیں۔ (کنز الایمان)

امام احمد رضا نے سرابا کا وہ مفہوم بیان کیا ہے جو روز قیامت نظر آئے گا۔ قیامت کے دن چونکہ زلزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوتا جس کی وجہ سے پہاڑ سرکنا شروع ہوں گے۔ ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے زمیں پر تھرتھراہٹ کے باعث گڑھے پڑ جائیں گے، زمین اسی دوران اپنا لاوا اگلے گی

اور جب تمام لاوا ٹھنڈا ہو جائے گا تو زمین کی سطح پر ہموار ہو جائے گی، لوگ دوبارہ زندہ کر کے اس زمین پر لائے جائیں گے اور وہ سخت پیاس میں مبتلا ہوں گے تو یہ زمین دور سے چمکتی ریت کی طرح پانی کا دھوکہ دے گی۔ لوگ پانی کی طرف دوڑیں گے مگر پانی ان کو نہ مل سکے گا کیوں کہ اس وقت زمین تانبے کی ہوگی اور اس پر سورج کی شعائیں پڑنے کے باعث پانی کا گمان ہوگا۔ اس سارے منظر کے پیش نظر امام احمد رضا نے سرابا کا ترجمہ نہایت ہی سائنٹیفک طریقے پر کیا ہے۔

علم ارضیات کی اصطلاح میں صرف امام احمد رضا کا ترجمہ ہی واحد ترجمہ ہے جب کہ تمام اردو زبان کے مترجمین نہ صرف علم ارضیات بلکہ کسی بھی علم کی اصطلاحات میں ان آیات کا ترجمہ نہ کر سکے۔

سورۂ النزعت کی مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے جس میں اللہ تعالیٰ نے زمین کی بناوٹ سے متعلق ارشاد فرمایا اور امام احمد رضا نے اس کی اصطلاح میں ترجمہ کر کے قاری کو سمجھنے میں آسانی فرمائی ہے۔

والارض بعد ذالك دحها (سورۂ النزعت۔ ۳۰)

اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔ (کنز الایمان)

اکثر مترجمین نے ''دحھا'' کے معنی پھیلنے کے بجائے ''جماؤ'' کیے ہیں۔ جب کہ پھیلنا اور جمانا دو مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ جمانے سے مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ جمتی ہے اور اس طرح آبی چٹانیں (Sedenenstary Rocks) بنتی ہیں اور اس پر عمل دراصل پہاڑوں سے بننے یا جمانے کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس سے بالمقابل لفظ پھیلنے سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کسی چیز کے پھیلنے سے اس کا حجم (رقبہ) بڑھے۔ علم ارضیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے۔

(SWOKINS, F.S. ETAL. 1987 THE REVOLVING EARTH PAGE 153)

اور یہ عمل اسی طرح جاری ہے دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں کے بیچ و بیچ ۵ تا ۶ میل گہرے پانی کے نیچے سمندری خندقیں موجود ہیں۔ یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں۔ ان سے ہر وقت گرم گرم پگھلا ہوا لاوا نکل رہا ہے۔ جب نیا لاوا نکلتا ہے تو پہلے سے جمع شدہ لاوے کی تہہ کو دونوں جانب سرکاتا ہے اور اس کی وجہ سے پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے کی جانب چلا جاتا ہے۔ اور یہ عمل بہت خاموشی کے ساتھ برابر جاری رہتا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

براعظم اسی عمل کی وجہ سے برابر پھیل رہے ہیں۔ اس کی رفتار بھی مختلف ہے کوئی ہر سال ۳ر سینٹی میٹر سمندر سے اونچا ہوتا ہے کوئی ۴ر سینٹی میٹر۔ براعظم ایشیا کا برصغیر ہندوپاک کا حصہ ہر سال ۳ اعشاریہ ۵ سینٹی میٹر اوپر اٹھ جاتا ہے۔ سمندر چونکہ ہر سال پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اس کے ساحلوں کا

حجم ہر سال بڑھ جاتا ہے۔اس قدرتی عمل سے زمین برابر پھیل رہی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عمل کی نشاندہی سورۂ النزعت کی آیت میں فرمائی اور سوائے امام احمد رضا کے قدرت کے اس عمل کو سمندر کی ۶ رمیل تہہ کے نیچے کوئی اور نہ دیکھ سکا۔اور انہوں نے قدرت کے اس عمل کو ترجمہ میں ارضیائی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے جامع ترجمہ کیا ''اس کے بعد زمین پھیلائی زمین کے پھیلنے اس عمل کو صرف امام احمد رضا جیسا سائنس داں ہی دیکھ سکا۔جب کہ دیگر ترجمین اس آیت کا ترجمہ علم ارضیات کی روشنی میں نہ کر سکے۔

راقم الحروف گذشتہ ۲۵ رسال سے جامعہ کراچی کے شعبۂ ارضیات میں علوم ارضیات کی تدریس میں مصروف ہے اس لیے میری نظر جب قرآن پر پڑتی ہے تو میں آیات قرآن میں وہ قانون تلاش کرتا ہوں جو زمین کی پیدائش اور اس کے ارتقا سے متعلق ہیں۔

مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کسی بھی ترجمہ قرآن میں مجھے علوم ارضیات خصوصاً سائنسی علوم سے متعلق عموماً ایسی اصطلاحات نہیں ملتیں جو ان علوم وفنون کی نشاندہی کریں۔ مثلاً ''علم ارضیات میں یہ قانون عام ہے کہ زمین جب پیدا ہوئی تو یہ آگ کا گولہ تھی اس کے بعد یہ ٹھنڈا ہونا شروع ہوئی ٹھنڈا ہونے کے دوران یہ برابر ہچکولے کھاتی رہی۔یعنی اس میں تھرتھراہٹ تھی اور اس کو قرار نہ تھا۔اس کے ساتھ ساتھ زمین کے اوپر پہاڑ بننا شروع ہوئے، زمین اگرچہ اوپر سے ٹھنڈی ہوگئی مگر اس کے اندر گرم پگھلا ہوا لاوا مائع کی شکل میں موجود رہا۔ پہاڑ (آبی یا آتشی) سمندر کے نیچے بھی موجود ہیں اور سمندر کے باہر زمین کے اوپر بھی۔اور یہ پہاڑ اسی گرم لاوا کے اوپر لنگر انداز میں جس طرح سمندری جہاز سمندر میں لنگر انداز ہوتا ہے۔اس سمندری جہاز کو اس کے لنگر روکے اٹھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے زمین کی جنبش یا تھرتھراہٹ کو پہاڑوں کے لنگر ڈال کر زمین کو روک رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ زمین ہم کو ساکن محسوس ہوتی ہے۔ جب کبھی اس توازن میں فرق آتا ہے تو ان مقامات پر زلزلے آجاتے ہیں اور بعض اوقات بڑی بڑی دراڑوں کے ذریعے وہ پگھلا ہوا لاوا اوپر آجاتا ہے کیوں کہ ان سخت پہاڑوں کے نیچے ہر جگہ لاوا موجود ہے کہیں اس کی گہرائی ہزاروں فٹ میں ہے اور کہیں اس گہرائی کئی سو میل نیچے ہے۔زلزلے کے وقت جو تھرتھراہٹ یا جنبش ہوئی ہے زمین اپنی پیدائش کے وقت اس طرح کانپتی رہتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنا کر اس پر لنگر انداز کیا۔ اس طرح اس زمین کو سکون حاصل ہوا اس سارے عمل کو علم ارضیات میں۔

(PLATE TECTONICS) کہتے ہیں۔

(arthor holmes, 1972, prinpals. of physical. Geology. P.22)

قرآن مجید نے زمین کے متعلق کئی انداز میں تذکرہ کیا ہے۔ اردو مترجمین نے ہر آیت کا ترجمہ تو کیا لیکن اس کے پیچھے جو علم کا سمندر ہے اس کو لفظی، لغوی ترجمہ کرنے والے سمجھنے سے قاصر رہے۔ وہ صرف لفظی ترجمہ کر کے آگے بڑھ گئے۔ مگر امام احمد رضا علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم ارضیات کے بھی ماہر ہیں ان کی نگاہ نے آیت کے پیچھے قدرت کے اس سارے عمل کو دیکھ لیا۔ اور ترجمہ کرتے وقت ان کے لیے ایسے الفاظ کا انتخاب کیا جو علوم ارضیات کی عکاسی بھی کر رہا ہے۔

سورۃ الانبیاء کی آیات کا مطالعہ کریں۔

اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنھما و جعلنا من الماء کل شئی حی افلا یؤمنون و جعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم ٥ و جعلنا فیھا فجا جا سبلا لعلھم یھتدون (سورۃ الانبیاء، آیت ۳۰/۳۱)

"کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان لائیں گے اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں کہ کہیں راہ پائیں"۔ (کنزالایمان)

وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم کے متعلق چند تراجم ملاحظہ کیجیے۔

"کیا جو لوگ منکر ہیں انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی آسمان و زمین دونوں کا ایک بھنڈار (ڈھیر) ساتھ تو ہم نے (توڑ کی) زمین و آسمان کو الگ الگ کیا اور پانی سے تمام جاندار چیزیں بنائیں تو کیا اس پر بھی لوگ (ہم پر) ایمان نہیں لاتے اور ہم ہی نے زمین میں بھاری بھوبھل پہاڑ (مواقع مناسب پر) رکھے تا کہ زمین لوگوں کو لے کر (کسی طرف کو) جھک نہ پڑے اور ہم نے اس میں چوڑے چوڑے راستے بنائے تا کہ لوگ اپنی منزل مقصود کو جا پہنچیں۔

(ڈپٹی نذیر احمد دہلوی۔ حمائل شریف مترجم ص ۵۱۹)

.....اور رکھ دیئے ہم نے زمین میں بھاری بوجھ، کبھی ان کو لے کر جھک پڑے (مولوی محمود الحسن دیوبندی)

.....اور ہم نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ بنا دیئے کہ ایک طرف ان کے ساتھ جھک پڑے۔ (ابوالکلام آزاد)

.....اور زمین میں ہم نے بھاری بھاری پہاڑ قائم کر دیئے کہ کہیں اس کو لے کر جھک نہ جائے۔ (مقبول احمد دہلوی)

سورہ الانبیاء کی ۳۱ رویں آیت کریمہ کی جامعیت جو امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن میں پائی جاتی ہے وہ جامعیت دیگر تراجم میں ناپید ہے اور دیگر مترجمین قدرت کے اس طریقے کو جان ہی نہ سکے کہ پہاڑ کس طرح قائم ہیں اور زمین کا سکون کس طرح برقرار ہے کیوں کہ کوئی بھی مترجم

(isostatic theory) کونہیں سمجھتا اس لیے ترجمہ میں جو بات پوشیدہ ہے ضبط تحریر میں نہ لا سکا۔ یہ صرف امام احمد رضا کی فکر کی گہرائی ہے کہ انہوں نے دو لفظوں کے انتخاب سے اس قدرتی طریقے کو ترجمے میں ظاہر کر دیا کہ ''پہاڑ'' ضرور تہہ بہ تہہ جمائے گئے ہیں یہ لنگر انداز ہیں اور یہ کھلی حقیقت ہے کیونکہ جیولوجی سے تعلق رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ پہاڑ کیوں ساکن خاموش ہے۔

دیگر تراجم میں ایک بات کہی گئی ہے کہ زمین لوگوں کے بوجھ سے ادھر سے ادھر جھک جاتی ہیں اس لیے پہاڑوں کو جمایا گیا ہے، جب کہ زمین انسانوں کی پیدائش سے ۴؍ سے ۶؍ ملین سال قبل قرار پا چکی تھی۔ اگر انسانوں کے بوجھ سے ہلتی جلتی تو آج اس کو پہلے کے مقابلے میں زیادہ ملنا چاہیے تھا کہ روزانہ ہزاروں لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔ درحقیقت آیت کا مفہوم جو امام احمد رضا کی نظر اور عقل نے سمجھا ہے جو علوم ارضیات سے بھی مطابقت رکھتا ہے کہ پہاڑوں کے لنگر اس لیے ڈالے گئے ہیں کہ زمین ان لنگروں کے بغیر ہچکولے کھاتی تھی اس لیے ان لنگروں سے اس کو قائم کر رکھا ہے ان تمام امثال کے بعد یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن دیگر تمام اردو تراجم سے زیادہ بہتر اور سائنٹیفک توجیہات کے مطابق بھی ہے۔ امام احمد رضا مسلمان سائنسدانوں میں ان چند ہستیوں میں شامل ہیں جن کو دین کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم کا مجدد تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

---

# کنز الایمان اور تقدیس الوہیت

—— ■ مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری

اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' تراجم کی دنیا میں نہایت معتبر اور اپنی نظیر آپ ہے۔ لسانی وقار، ادب کی نزاکت، زبان کی چاشنی، روزمرہ کے الفاظ، اسلوب بیان کی لطافت اور اردو محاوروں کے استعمال کے ساتھ جو سب سے بڑی خوبی ہے وہ یہ کہ شان الوہیت کی پاسداری ہر جگہ اپنی بہار دکھارہی ہے جس سے دوسرے مترجمین کا دامن تقریباً خالی ہے۔ مولانا یوسف زئی لکھتے ہیں

''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' یہی ایک ترجمہ ہے جو ایمان کو منور فرمانے والا اور دلوں کو چمکانے والا ہے۔ (کنز الایمان کوئز ص ۱۳۵)

مفسر قرآن حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں ''علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمے سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے، نہ فارسی میں، نہ اردو میں، جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا جو بظاہر محض ترجمہ مگر در حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اردو زبان میں روح قرآن ہے'' ایضاً ص ۱۳۳

حضور علامہ سید محمد میاں محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ''یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح اور عربیت کے بہت قریب ہے''۔

مفتی شمشاد حسین رضوی بدایوں شریف رقم طراز ہیں ''کنز الایمان'' واقعی کنز الایمان ہے جو ذہن و فکر میں عشق و ایمان کی بالیدگی، دلوں میں لطافت و نزاکت اور روحوں میں تازگی پیدا کرتا ہے اسے پڑھئے تو قرآنی ہدایات کے جلوے محسوس کریں گے اور تاریک قلب و جگر میں انوار و تجلیات بکھر جائیں گے (مجلہ یادگار رضا ممبئی ص ۴۴)

علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھنے والے ان عظیم اسکالرز کے اعتراف حق کے بعد آیئے

چند نمونے پیش کردوں تا کہ پوری طرح یہ بات واضح ہو جائے کہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا ترجمہ کس قدر ایمان افروز، شان الوہیت کے تمام آداب واکرام کا ترجمان، فکر و اعتقاد کی دنیا کو جلا بخشنے والا اور خدائے سبوح وقدوس کی عظمت تقدیس کا پاسبان ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی جنہیں اپنی اردو زبان دانی پر بہت زیادہ غرہ ہے اور جو اپنی فکری لطافت اور اسلوب بیان کی دلکشی کے سامنے دوسروں کو طفل مکتب سمجھتے ہیں مگر جب وہ قرآن کا ترجمہ کرنے بیٹھے تو اس قدر ٹھوکریں کھائیں جو شمار سے باہر ہیں۔ظاہر ہے کہ قرآن کی روح تک پہنچنے کے لئے صرف علم کام نہیں آسکتا اس کے ساتھ فیضان الوہیت اور عشق رسالت کا شریک سفر ہونا ضروری ہے، مگر یہ مقدس دولت تو امام احمد رضا قادری کے دامن زندگی میں مسکرا رہی ہے۔تفہیمات حصہ اول ص ۳۴۴ پر قرآن کی آیت مبارکہ پارہ ۹، رکوع ۲ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"سو اللہ کی "چال" سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جن کو برباد ہونا ہے"۔

دیکھئے یہاں "مکر" کا ترجمہ انہوں نے "چال" کیا ہے اور چال اردو زبان میں کہاں استعمال ہوتا ہے وہ کسی بھی صاحب فہم و فراست اور فکر مستقیم رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔اب ذرا مجدد اعظم کا ترجمہ کنزالایمان پڑھئے لکھتے ہیں "تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے"۔اب دونوں ترجموں کو سامنے رکھ کر قارئین خود فیصلہ کریں کہ کس ترجمہ سے خدائے واحد و یکتائی کی عظمت شان ظاہر ہے اور کس سے تنقیص کی بو آرہی ہے۔مودودی نے لغوی ترجمہ کر کے اپنی عاقبت خراب کر لی ہے اور امام احمد رضا کا ترجمہ روح تفسیر سے اتنا قریب ہے کہ خود قاری کی روح جھوم جھوم اٹھتی ہے۔

پروردگار عالم کا ارشاد گرامی ہے إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۔(سورۂ نساء پارہ ۵، رکوع ۱۷) زیادہ تر مترجمین نے اس آیت پاک کا ترجمہ یوں کیا ہے "بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور اللہ ان کو دھوکہ دینے والا ہے۔

یہ ترجمہ آداب الوہیت سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔دھوکہ یہ عیب ہے اور پروردگار عالم ہر عیب سے پاک ومنزہ ہے معلوم ہوا کہ ہر جگہ قرآن کا لفظی ترجمہ زیب نہیں دیتا بلکہ ترجمہ کرتے وقت خدا کی عظمت شان بھی پیش نظر ہو اور یہ فیضان امام احمد رضا قادری کے حصے میں آیا ہے آپ کا ترجمہ اتنا سلیس، شگفتہ اور حسن زیبائش لئے ہوئے ہے کہ جہاں زبان وادب کی معراج ہو رہی ہے وہیں ایمان وعقیدہ کی فضا بھی معطر ہو رہی ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ ترجمہ کرتے

ہیں

”بے شک منافقین اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اپنے گمان میں اور وہ ان کی تدبیر کو ناکام کردیگا

“۔

دیگر مترجمین نے ترجمہ کیا کہ منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں مگر غور کرنے کی بات یہ ھیکہ کیا کوئی انسان اللہ کو دھوکہ دے سکتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے لفظ ”گمان“ بڑھا کر خدا کی بارگاہ میں بندہ کے عجز کو ظاہر فرمادیا اور لفظ ”خدع“ کا ترجمہ ”تدبیر“ فرما کر تقدیس کے ایسے پھول کھلائے جس کی خوشبو اعتقاد کی دنیا کو ہمیشہ عطر بیز کرتی رہے گی۔

قرآن شریف کے پارہ (۲) اور رکوع اول کی یہ آیت مبارکہ ہے رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے ترجمہ اس طرح کیا ہے۔اور جس سمت قبلہ پر رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم کو (یعنی اللہ کو) معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول اللہ کا اتبا ع کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے

تھانوی کو علم کے معنی ،جاننا؛معلوم تھا اس لئے ”لِنَعْلَمَ“ کا ترجمہ معلوم کیا۔اس میں جو فساد ہے وہ یہ کہ پروردگار کو بعد میں علم ہوا اس سے قبل معاذ اللہ پروردگار کو بھی علم نہ تھا اس ترجمہ سے عقیدہ علم الٰہی پر کیسی کاری ضرب لگ رہی ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری ترجمہ کرتے ہیں

”ہم نے وہ اس لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔آپ نے لنعم کا ترجمہ؛دیکھیں؛ کیا ہے جو نہایت پاکیزہ صاف ستھرا اور شگفتہ ہونے کے ساتھ ساتھ عقیدے کی طہارت کا مکمل آئینہ دار ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے قلم اور اپنے ترجمہ کا محور شان الٰہی کو بنایا اس لئے حسن ادب کی دلکشی بار بار اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے اور جن لوگوں نے الوہیت کی عظمت سے صرف نظر کیا ان کے یہاں لغوی ترجمہ نے ایسا نقص پیدا کر دیا جو ذات یکتائی کے مکمل منافی ہے۔

لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْ مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (پارہ۴،رکوع۵،آل عمران)

محمود الحسن دیوبندی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے ”اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ جولڑنے والے ہیں تم

جن کی مجموعی تعداد دو لاکھ گیارہ ہزار تک پہنچتی ہے۔

| نمبر شمار | نمبر ترجمہ | تعداد اشاعت | ہدیہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲۲ | ۷۵۰۰۰ | ۲۰ |
| ۲ | ۲۲پی | ۲۵۰۰۰ | ۲۲ |
| ۳ | ۲۲خاص | ۱۰۰۰۰ | ۲۵ |
| ۴ | ۲۲مصری | ۱۰۰۰۰ | ۲۴ |
| ۵ | ۱/۲۳نیوز | ۲۵۰۰۰ | ۱۵ |
| ۶ | ۲۷۷ | ۲۵۰۰۰ | ۳۵ |
| ۷ | ۲۷۸ | ۱۰۰۰۰ | ۳۰ |
| ۸ | ۲۸۰ | ۱۰۰۰ | ۱۵۰ |
| ۹ | ۲۸۱ | ۵۰۰۰ | ۵۰ |
| ۱۰ | ۳۶۳ | ۲۵۰۰۰ | ۱۵ |

کل تعداد: ۲۱۱۰۰۰

اس کے بعد متعدد قسم کے مزید ایڈیشن بھی شائع ہوئے جن کی تعداد اس سے کئی گنا بڑھ چکی ہے یاد رہے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی یہ دو لاکھ گیارہ ہزار کی اشاعت چند سالوں میں صرف تاج کمپنی سے ہوئی ہے۔ تاج کمپنی کے علاوہ بریلی شریف، مراد آباد، نوری کتب خانہ لاہور، مقبول عام کتب خانہ لاہور، مکتبہ رضویہ کراچی، نعیمی کتب خانہ گجرات اور دیگر مقامات سے اس ترجمہ مبارکہ کی بکثرت اشاعت تاج کمپنی کی اشاعت کے علاوہ ہے۔

اب پاکستان کی ایک اور مشہور فرم چاند کمپنی لاہور نے کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کو ایک نئے اسلوب اور بڑی شان سے تین چار قسموں میں شائع کر کے عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے۔ ؎

؎ حال ہی میں اسے پاکستان کے ایک اور مشہور ادارہ ''قرآن کمپنی'' لاہور نے بڑے اہتمام اور حسین انداز میں شائع کیا ہے۔ (ادارہ)

---

باب چہارم

## تنقیدات وتعاقبات:

## کنزالایمان کے خلاف شائع مواد کا تنقیدی جائزہ

# ''قرآن پر ظلم'' کا ناقدانہ جائزہ

■ تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ اختر رضا خاں ازہری، دام ظلہ

اپنی کتاب کے مقدمہ میں (فاضل مقالہ نگار جناب امام علی قاسمی رائے پوری نے) اس مختصر تمہید کے بعد کہ ''ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں سکون وراحت اور آخرت میں نجات ومغفرت حاصل کرنے کا ذریعہ اس دین کی پیروی ہے جسے اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے پیش فرمایا'' قاسمی صاحب یوں شعلہ افشانی کرتے ہیں ''اس کے ساتھ یہ ایک تکلیف دہ اور افسوس ناک حقیقت ہے کہ ہر زمانے میں اپنے مسلمان کہنے والوں میں ایسے گمراہ لوگ بھی پیدا ہوتے رہے ہیں اور آج بھی ہیں جو زبان سے کتاب وسنت کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اپنی طرف سے کچھ عقیدے اور احکام نکال لیتے ہیں پھر انہیں ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی غلط تفسیر اور حدیثوں کی مہمل تاویل کرتے ہیں ایسے ہی گمراہ لوگوں میں نام نہاد بریلوی مکتب فکر کے لوگ ہیں الخ''

**فاقول** آپ نے دوسروں کو تو دل کھول کر گمراہ کیا۔ قرآن وحدیث کی غلط تفسیر مہمل تاویل کرنے اپنی طرف سے عقیدے اور احکام نکالنے کا الزام دیا قطع نظر اس کے کہ یہ الزام ہرگز صحیح نہیں، یہاں آپ سے آپ ہی کے امام کی عبارتیں پیش کر کے پوچھنا یہ ہے کہ کیا آپ اور آپ کے امام الطائفہ پر یہ الزام عاید نہیں ہوتے۔ اب ہم وہ عبارتیں ذکر کرتے ہیں جن سے بعونہ تعالیٰ یہ ثابت ہوگا کہ یہ الزام انہیں پر عائد ہیں اور بزور زبان انہوں نے ہمارے اوپر تھوپے ہیں۔ امام الطائفہ اپنی کتاب ''تقویت الایمان'' میں رقمطراز ہیں۔

''جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا مختار نہیں'' (ص ۳۷) نیز کہتے ہیں ''اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنیکی قدرت نہیں دی'' (ص ۱۷) اور اسے آیت سے ثابت بتایا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ امام الطائفہ کا یہ دعویٰ اس آیت مذکورہ سے کس طرح ثابت ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فالمدبرات امرا، یعنی قسم ان کی جو کاموں کی تدبیر کریں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک اس جگہ قسم سے مراد ملئکہ ہیں اور علامہ بیضاوی نے بطور احتمام فرمایا کہ اس قسم سے مراد کاملین

کی روحیں ہیں جو شدت کے ساتھ جسموں سے جدا ہوتی ہیں اور جلد عالم ملکوت میں پہنچتی اور خطائر قدس
(کذا) کی طرف بڑھ کر تدبیر امور کرتی ہیں۔ان کی عبارات زیر کریمہ والنازعات یہ ہے۔

او صفات النفوس الفاضله حال المفارقه فانها تزع عن الابدان غرقا
ای نزعا شدیدا من اغراق النازع فی القوس فتنشط الی عالم الملکوت و
تسبیح فیه.......الخ

**اقول** دونوں توجیہوں پر (خواہ ملئکہ مراد ہوں خواہ ارواح کاملین) تصرف غیر اللہ
ثابت اور امام الطائفہ کا دعویٰ باطل، وللہ الحمد ——— نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
حکایت فرماتا ہے کہ انہوں نے فرمایا

انی اخلق من الطین کهیئة الطیرفانفخ فیه فیکون طیرا باذن الله
وابرئ الاکمه والابرص واحی الموتیٰ باذن الله...... یعنی میں تمہارے لئے مٹی سے
پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور
میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اب بتاؤ غلط تفسیر کا الزام کس کے سر ہے؟ امام الطائفہ کے اس قول سے ان آیات و
احادیث کی جن میں انبیاء و اولیاء کے تصرف کی تصریح ہے تعطیل لازم آتی ہے کہ نہیں؟-----
قرآن و سنت کا نام لیں اور قرآن و سنت کو جھٹلائیں۔ سچ کہا (معترض نے) کہ "زبان سے کتاب و
سنت کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں" اگر کسی کے لئے تصرف کی قدرت ثابت کرنا شرک ہے جیسا کہ اس
کی مذکورہ عبارتوں کا مفاد ہے۔ کما لایخفی بلکہ خود اس نے تصریح کی کہ "جو کوئی کسی مخلوق کا عالم
میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے، سو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ
کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے"، تو بتائیے ان ائمہ اعلام، اساطین
دین و فقہاء و محدثین کے لئے کیا حکم ہوگا جو تصرف ثابت کر گئے۔ اگر وہ مشرک ہیں (تمہارے زعم پر
) تو مشرک کی خبر دیانات میں نامعتبر تو قرآن و سنت (جو دین کی اصل ہیں اور ہمیں انہیں سے پہنچے
ہیں) کا اعتبار کیوں کر ہوگا۔ اور جب یہ نامعتبر ٹھہرے تو دین کس چیز کا نام رہ گیا و لا حول ولا
قوة الا بالله العلی العظیم۔ جانے دو اپنے مستند ابن تیمیہ کو کیا کہو گے جو یہ تصریح کر گئے۔

ولأن الأمة لا يصلون ما بينهم و بين ربهم الا بوساطة الرسول
ليس لاحد طريق غيره ولا سبب سواه وقد اقامه الله مقام نفسه فی امره
ونهيه ......الخ

کتنا عظیم تصرف حضور ﷺ کے لئے ثابت کیا کہ ساری امت کا واسطہ عظمیٰ خدا کے دربار میں انہیں قرار دیا بلکہ خدا کے امر و نہی، خبر و بیان میں خدا کا نائب ٹھہرایا۔ بولو کتنا بڑا شرک اس نے کیا۔۔۔۔ رہا حدیثوں کی مہمل تاویل کا الزام، تو سنو! امام الوہابیہ نے شفاعت کی تین قسمیں کیں اور تیسری کو جائز مانا لکھا ہے "تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہوگیا، سو اس پر شرمندہ ہے" آگے لکھا ہے "سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگذر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے" آگے لکھا "سو اللہ کی جناب میں اسی قسم کی شفاعت ہوسکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا ذکر قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں [ص 28-29]

اولاً۔۔۔۔ اس کے زعم پر اس قسم کی شفاعت کیوں کر ہوسکتی ہے، وہ تو کہہ چکا "سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ [ص ۷ ملتقطا]

ثانیاً۔۔۔۔ اس کا یہ کہنا "اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے... الخ۔ اپنے منہ قرآن و سنت کو جھٹلانے کا اقرار ہے کہ نہیں؟ سچ کہا معترض نے "اپنی طرف سے عقیدے واحکام نکال لیتے ہیں" الخ شفاعت بالوجاہت کے معنی اپنی طرف سے گڑھ کر اس کا انکار کرتے ہیں اور بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑتے ہوئے خود کہا "ان کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہوجاتی ہے کسی کام کے لئے کچھ سامان اور اسباب جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں" للہ انصاف تو یہاں کیوں سبب کی حاجت ہوگئی۔ ما قدروا اللہ حق قدرہ اللہ کی قدر ہی نہ جانی۔ امام الطائفہ الوہابیہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ جس نے چوری کو اپنا پیشہ بنالیا اللہ اس سے درگذر نہ فرمائے گا۔ تو نصوص شفاعت کی طرح نصوص عفو و درگذر بھی مخصوص ہوگئیں۔ یہ تخصیص بھی اسمٰعیلی وحی باطنی میں اتری ہے یا اس پر کوئی دلیل ہے؟ جب گناہ کے پیشہ وروں سے درگذر نہیں تو لا جرم وہ بھی مثل شفاعت اس کے زعم پر اسی کے لئے ہوا جس نے گناہ کو اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا، مگر نفس کی شامت سے قصور ہوگیا تو یہ درگذر دنیا ہی میں ہوگی، اس لئے کہ شرمساری گناہ پر توبہ ہے اور توبہ دنیا ہی میں ہوگی کما لا یخفی احادیث شاہد کہ اللہ کی رحمت بڑے بڑے گنہ گاروں کو برزخ میں نوازتی ہے اور قیامت میں بھی وہ غفور و رحیم ہے جسے چاہے طفیل نبی رحیم و کریم ﷺ بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ شرح الصدور میں وہ احادیث بکثرت ہیں، ہم ایک طویل حدیث کا کچھ حصہ ذکر کریں

اخرج الطبرانی فی الکبیر و الحکیم الترمذی فی نواد الاصول و الاصبھانی فی الترغیب عن عبد الرحمن بن سمرہ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ ذات یوم قال انی رائیت البارحہ عجبا رائیت رجلا من امتی جاء ہ ملک الموت لیقبض روحہ فجاء برہ لوالدیہ................ الخ

یعنی طبرانی کبیر اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں اور اصبہانی ترغیب میں عبد الرحمٰن بن سمرہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف لائے اور فرمایا آج رات میں نے عجیب منظر دیکھا میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح کھینچنے کو آیا تو اس کے والدین کے ساتھ اس کے حسن سلوک نے اسے روک دیا، (یعنی علم الٰہی میں اس کی موت معلق تھی صحف ملئکہ میں معلق نہ تھی) اور میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جس پر عذاب قبر بچھا دیا گیا تو اس کے وضو نے آکر اسے بچالیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس سے ہانپ رہا ہے جب کسی حوض پر جاتا ہے روکا جاتا ہے تو اس کا روزہ آیا اور اسے اس نے سیراب کیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ آگ کی گرمی اور لپیٹ کو اپنے چہرے سے ہاتھ کے ذریعہ بچانا چاہتا ہے تو اس کا صدقہ آیا جو اس کے چہرے کی آڑ اور سر کا سایہ بن گیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے نامۂ اعمال نے اسے بائیں جانب گرادیا تو اس کا خوف خدا آیا اور اس نے اپنے نامۂ اعمال کو دائیں ہاتھ میں لے لیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے تو اس کے پاس اس کا اللہ سے لرزنا آیا، جس نے اسے بچالیا اور میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر کبھی گھٹنوں کے بل اور کبھی کولھوں کے بل چل رہا ہے تو اس کا میرے اوپر بھیجا ہوا درود آیا جس نے اس کی دست گیری کی اور اسے کھڑا کردیا تو وہ پل پر گذر گیا اور میں نے ایک ایک امتی کو دیکھا کہ جنت کے کے دروازوں پر پہنچا ہے تو دروازے اس پر بند ہو گئے ہیں تو کلمۂ طیبہ آیا اور اس کے لئے دروازے کھول کر اسے جنت میں لے گیا" یہ حدیث ذکر کے علامہ سیوطی نے فرمایا

قال القرطبی ھذ حدیث عظیم ذکر فیہ اعمالا خاصہ تنجی من اھوال خاصۃ یعنی یہ حدیث عظیم ہے جس میں خاص اعمال کا ذکر ہے جو خاص مصیبتوں سے بچاتے ہیں۔ الحمد للہ یہ حدیث برزخ و قیامت میں عفو و درگذر کی جامع ہے۔ ان احادیث کا کیا جواب ہوگا؟ ایک سوال اور پوچھ لوں، آگے چل کر (معترض نے) خود کہا" وہ خود بڑا غفور و رحیم ہے۔ سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخشدے گا" یہ کھلا اقرار ہے کہ اللہ ہر گنہ گار کو بخشنے پر قادر ہے خواہ وہ ہمیشہ کا گنہکار رہو یا نہ ہو۔ تو بھلا یہ گناہ گاروں کی تفصیل اور یہ تین صورتیں پھر شفاعت کا تیسری صورت میں حصر، یہ سب پاپڑ کیوں بیلے۔ اپنے منھ پر خود طمانچہ مار لیا کہ بے دلیل

تخصیص کی تھی ولله الحمد کفی الله المومنین القتال۔ اسی پر بس کروں۔ ورنہ امام الطائفہ کے کلام میں معارضہ وتناقض بہت ہے۔ اور اسی طرح اس کے پیروان امام کے کلام میں —— ناظر منصف اسی کو دیکھ کر یہ سمجھ لے گا کہ واقعی یہ لوگ اپنی طرف سے کچھ عقیدے اور احکام نکال لیتے ہیں پھر انہیں ثابت کرنے کے لئے قرآن کی غلط وتفسیر اور حدیثوں کی مہمل تاویل کرتے ہیں۔

آگے چل کر قاسمی صاحب رقمطراز ہیں "کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے بہت سے علوم کی ضرورت ہے جنہیں تفسیر لکھنے والے علماء نے بیان فرمایا ہے۔ بعد میں ان علوم کا ذکر کیا ہے جو قرآن فہمی میں شرط ہیں پھر قرآن مجید سمجھنے کا غلط طریقہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ آدمی میں شرطیں موجود نہ ہوں اور محض ترجمہ کی مدد سے مفسر بن جائے۔ یا ہوں مگر وہ غلط عقیدہ ونظریہ کے لئے شرطوں کی مخالفت کرے۔ ایسے کو تفسیر بالرائے کا مرتکب بتایا ہے اور اس پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کا ذکر کیا ہے"

**اقول** آپ تو کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے بہت سے علوم کو ضرورت ہے مگر کچھ خبر بھی ہے امام الطائفہ الوہابیہ کیا کہتا ہے سنئے وہ صاف کہتا ہے کہ اللہ ورسول کے کلام کو سمجھنے کے لئے بہت علم نہیں چاہئے" الخ

**الحمد لله** آپ نے اپنے امام کے کلام کو خود ہی رد کر دیا اور اپنے کلام سے اسے ان سب وعیدوں کا مستحق بھی بتا دیا کہ یہ وعید جس طرح تفسیر بالرائے کے مرتکب پر ہے۔ بدرجۂ اولیٰ اس پر بھی ہے جو اسے جائز بتائے۔

رہا آپ کا امام احمد رضا و مولانا نعیم الدین علیہما الرحمہ والرضوان کے بارے میں یہ کہنا

> "مگر ان کے ترجمے کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی اعتقاد ونظریہ کو اصل قرار دیکر ترجمہ کیا ہے۔ اور جو کچھ کمی رہ گئی تھی اسے ان کے معتقد مولوی نعیم الدین مرادآبادی نے حاشیہ چڑھا کر پوری کر دی ہے۔

صریح افتراء و بہتان ہے یہاں بھی آپ نے اپنے الزام کو دوسروں کے سر تھوپا ہے۔ ابھی ابھی خوب مبرہن ہو چکا ہے کہ امام الطائفہ نے اپنے دل سے کیسے کیسے عقائد گڑھے ہیں اور انبیاء اولیاء اور اپنے پیروں کے ساتھ کیسی دورنگی چلا ہے اور غلط تفسیر و مہمل تاویل کے نمونے بھی گذر چکے ہیں اور آیت واحادیث کی تکذیب کی مثالیں بھی دی جا چکی ہیں۔ آگے چل کر معترض ترجمہ رضویہ و تفسیر نعیمی کی خامی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> اس ترجمہ وتفسیر کی بنیادی خامی یہی ہے کہ مولوی احمد رضا اور مولوی نعیم الدین نے قرآن مجید کے اس ترجمہ ومفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ جسے مستند مفسر لکھتے آئے ہیں۔

چلئے ابھی کھلا جاتا ہے کہ اس دعوے میں کتنی صداقت ہے۔اب ہم بعونہ تعالیٰ معترض کے پہلے اعتراض کا جواب دیں جواس نے شاھدا کا ترجمہ ''حاضروناظر'' کرنے کے پر کیا ہے۔

فنقول و با للہ التوفیق ۔مناسب ہے کہ پہلے شہادۃ و شاھد وغیرہ کے جو معانی لغت میں بیان ہوئے ذکر کئے جائیں کہ شاھد کی حقیقت آشکارا ہوجائے قاموس میں ہے۔

الشھادۃ خبر قاطع و قد شھد کعلِم و کرم قد لتسکن ھاء ہ و شھدہ کسمعہ شھوداً حضرہ فھو شاھد و شھد لزید بکذ ادی ما عند ہ من الشھادۃ فھو شاھد و استشھد ہ سالہ ان یشھدوالشھیدو تکسرشینہ الشھاھد والامین فی شھادۃ الذی لایغیب عن علمہ............الخ

ناظر دیکھئے شہادت، شہود، شاہد، شہید کے معانی میں حضور غالب ہے۔ہم ان معانی کو ذیل میں درج کریں۔شھد و شھدہ حاضر ہوا شاھد – حاضر، شھد لزید بکذا زید کے لئے گواہی دی، شہادت کے لئے حضور ضروری۔فقہاء کرام کی عبارتیں اس پر شاہد ہیں۔تنویر و در مختار کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں۔ شہید، شاہد، شہادت میں امانت والا، جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا۔اسے شہید اس لئے کہتے ہیں کہ ملئکہ رحمت اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں ـــ یا اس لئے کہ اللہ اور اس کے فرشتے اس کے لئے جنتی ہونے کے گواہ ہیں---- یا اس لئے کہ وہ اگلی امتوں پر قیامت کے دن گواہ ہوگا۔اس لئے کہ وہ شاہدہ (زمین) پر گرتا ہے (زمین کو شاہدہ کہا گیا اس لئے کہ وہ قیامت کے دن گواہی دے گی۔قال تعالیٰ یو مئذ تحدث اخبارھا اس کے تحت تفسیر عزیزی میں ہے

آں روز باوجود شدت زلزلہ وکمال بےتابی و بیقراری سخن گوید زمین از خبر ہائے خود یعنی اعمال بنی آدم را اظہار کند و بگوید کہ فلاں کس برمن نماز گذاشت وروزہ داشت وکار ہائے نیک کرد وفلاں کس خون ناحق کرد وزنا بعمل آورد ودزدی....الخ

یا اس لئے کہ وہ زندہ ہے اور اپنے رب کے حضور میں ہے یا اس لئے کہ وہ اللہ کی ملکوت و ملک کا مشاہدہ کرتا ہے۔ شاھد ہ عاینہ کسی چیز کا مشاہدہ ومعاینہ کرنا امراۃ مشھد وہ عورت جس کا شوہر حاضر ــــ شاھد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام (اسی میں تمہیں نزاع ہے) نیز فرشتہ، یوم جمعہ، ستارہ، گھوڑے کی جودت کی علامت ہے جسے مجازاً شاہد کہا گیا۔جلد ہونے والا کام اسے بھی مجازاً شاہد بمعنی حاضر سے تعبیر کیا گیا۔گویا وہ جلد ہونے کی وجہ سے حاضر ہی ہے۔صلوۃ الشاھد مغرب کی نماز۔ المشھود ۔جمعہ یا عرفہ قیامت کا دن و اشھد ہ ۔کسی کو حاضر کرنا۔ اشھدت

الجاریۃ لڑکی کا بلوغ کو پہنچنا۔ المشھد لوگوں کے حاضر ہونے کی جگہ ۔ دیکھو ان تمام معانی میں "حضور" ملحوظ ہے۔ اور یہ معانی لغت میں غالب ہیں تو لا جرم شہود کا حقیقی معنی "حضور" ٹھہرا۔ اس لئے کہ یہی معنی عند الاطلاق متبادر ہوتے ہیں اور تبادر امارات حقیقت سے ہے، جیسا کہ "فتح القدیر" اور "رد المحتار" سے مستفاد ہے اور "نسمات الاسحار حاشیہ منار للشامی" میں ہے۔ التبادر من امارات الحقیقۃ ملتقطا لہٰذا کہنے دو کہ شاھدا کا ترجمہ حاضر و ناظر ٹھیک لغوی معنی کے مطابق ہے۔ بلکہ شرعا بھی یہ اس کا حقیقی معنی ہے۔ اسی لئے قرآن عظیم میں جا بجا شہود کے مشتقات بمعنی حضور وارد ہیں۔ فمن شھد (حضر) منکم الشھر الآیۃ جو رمضان کو پائیے تو اس مہینے کے روزے رکھے۔ اور زانی مرد عورت کے کوڑے مارے جانے کو مسلمانوں کی ایک جماعت آکر دیکھے۔ ام کنتم شھداء اذ حضرا یعقوب الموت ۔ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی و کنت شھیدا علیھم الآیۃ (رقیبا امنعھم مما یقولون [ جلالین ] ) یعنی عیسیٰ علیہ السلام ان پر نگہبان تھے جب تک ان میں تھے۔ للہ الحمد ان آیات کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ شہود بمعنی حضور حقیقت لغویہ ہی نہیں بلکہ شرعیہ بھی ہے۔ بلکہ پچھلی آیت نے تو خاص شاھدا کا فیصلہ کر دیا کہ جب شہید بمعنی نگہبان ٹھہرا اور اس کے لئے حضور ضروری اور وہ اسم فاعل کے معنی میں ہے کما لا یخفی تو شاھدا بھی بمعنی نگہبان و حاضر ہے۔ یہیں سے ظاہر کہ حاضر شاہد کا اسلامی معنی ہے اور اعتبارات علماء کرام سے مزید ظاہر ہو جائے گا۔ اب ذرا بتا یئے کہ آپ کا اسے امام احمد رضا کا ذاتی نظریہ قرار دے کر ان پر کھلی خیانت کا الزام لگانا اور اس کے اسلامی معنی ہونے سے انکار کرنا کس درجہ کی بدترین خیانت ہے، جسے آپ نے اس کے سر دھرا ہے، جس کا دامن بحمدہ ہر خیانت سے پاک ہے ——— یہ تو تمہیں اور تمہارے امام ہی کو مبارک ہو، جس نے اپنے گڑھے ہوئے عقاید کے لئے کتنی آیات و احادیث کو جھٹلایا اور اپنے خائن ہونے کا ثبوت دیا۔ آگے آپ یوں گویا ہوئے ہیں "اس ترجمے میں لفظ شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر لکھا ہے جبکہ یہ تمام مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے" ——— یہ آپ نے کیسے کہہ دیا کیا جناب نے تمام تفاسیر دیکھ لی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ڈبل خیانت مبارک ہو کہ جناب نے ان تفسیروں کی عبارتوں کو نظر انداز کر دیا جن سے آپ کا مطلب نہیں نکلتا اور پھر منہ بھر کے یہ جھوٹ بول دیا کہ "یہ تمام مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے" تمام مفسرین تو تمام مفسرین، کسی ایک معتمد سنی صحیح العقیدہ مفسر کی تفسیر کے خلاف ثابت کر دکھاؤ، اور اگر نہیں، تو یہ قرآنی فتوے مبارک ہو الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔ پھر یہ امر قدرے دلچسپ ہے کہ آپ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دو ترجمے ترجمہ شاہ رفیع الدین و ترجمہ شاہ عبد

القادر پیش کئے ہیں کیا جناب کے نزدیک ترجمہ و تفسیر کا مفہوم ایک ہی ہے اور اس سے زیادہ پر لطف آپ کا یہ کہنا کہ ”شاہ صاحب نے بھی شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر نہیں کیا ہے بلکہ گواہ کے مرادف بتانیوالا کر کے یہ سمجھایا ہے کہ نبی اکرم اس معنی میں گواہ ہیں کہ آپ سیدھا راستہ بتاتے ہیں“۔

اولا بتانے والا گواہ کے مرادف ہرگز نہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ بتانے والا عام ہے گواہ وغیر گواہ دونوں کو شامل ہے اور گواہ خاص ہے تو یہاں وحدت معنی من کل وجہ متحقق نہیں اور مترادفین میں وحدت معنی من کل وجہ کا اعتبار ہے۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی علیہ الرحمہ شرح مرقات میں فرماتے ہیں

المعتبر فیھما وحدۃ المعنیٰ من کل وجہ فالمتحد ان الامن کل وجہ کالناطق و الفصیح لیسا مترادفین ۔ مگر شاہ صاحب علیہ الرحمہ چونکہ امام الطائفہ کے بزرگوں میں ہیں۔ اس لئے ان کی بات بتانے کے لئے اپنے مبلغ علم کے مطابق کچھ کہنا ضرور تھا

ثانیا بتانے والا گواہ کے مرادف ہے اس پر کسی مستند کی شہادت اگر نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ان شاء اللہ ہرگز نہ لاسکو گے۔ تو یہ سنتے چلو کہ تم تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو مستند تفسیروں کی مخالفت کا الزام دیتے تھے اپنے گھر کی تو خبر لو کہ تمہارے زعم پر تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا دامن بھی اس سے داغدار ہے۔ ولا حول ولاقوۃ الا با اللہ العلی العظیم۔

ثالثا یہ ایک ہی رہی کہ نبی اکرم اس معنی میں گواہ ہیں کہ آپ سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔ کیوں صاحب گواہ بایں معنی کس لغت میں آپ نے دیکھا۔ آیا کسی عالم کا یہ قول ہے۔ یا بات یہ ہے کہ آپ خود ہی چلتی پھرتی لغت ہیں۔ یا بات یہ ہے کہ گواہ میں جناب نے حضور ضروری نہ سمجھا تو اندھیرے میں یہ دور کی سوجھی کہ کسی طرح سرکار کے حاضر ہونے کا انکار ہو جائے مگر یہ تو بتایئے کہ جس نے راستہ دیکھا ہی نہ ہو وہ کیا راستہ بتائے گا۔ ایمان والے تو یہی سمجھتے ہیں کہ سرکار ﷺ راہ دیدہ منزل شناس ہیں۔ ہاں کوئی کسی اندھے کے پیچھے ہولے تو اور بات ہے کل حزب بما لدیھم فرحون ۔ پھر آپ نے بیضاوی و خازن و ابن کثیر و نسفی کے ارشادات کو ذکر کر کے یوں منہ کھولا ہے۔

”مسلمانوں سوچو بلند پایہ مفسرین شاہد کے معنی گواہ لے رہے ہیں دوسری آیتوں سے مطابقت بھی اسی معنی کے مراد لینے میں ہے۔ مگر فاضل بریلوی سب کے خلاف محض اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے شاہد ا کا ترجمہ حاضر و ناظر کر رہے ہیں، الخ

اقول یہ سارا واویلا بیکار ہے۔ اولا اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ شاہدا سے محض گواہ بلا لحاظ معنی دیگر مراد ہے تو تمہیں کیا مفید اور ہمیں کیا مضر۔ اجی گواہ کے لئے تو حضور ضروری۔ فقہائے کرام کے ارشادات دیکھنے کی فرصت نہ ملی ہو تو ہم سے سنو۔ تنوی الابصار و درمختار میں ہے و

شرائط التحمل ثلثة العقل الكامل وقت التحمل و البص و معاينة المشهود به ۔ اسی میں ہے و رکنها لفظ اشهد لا غیر لتضمنه معنی مشاہدہ ۔ ردالمحتار میں اسی کے تحت ہے و هی الاطلاع علی الشئی عیانا نیز آگے اسی میں ہے۔ ولا یشهد احد بما لم یعاینه بالاجماع الخ دیکھو یہ عبارتیں تصریح فرما رہی ہیں کہ شہادت میں بینائی اور امر مشہود بہ کو آنکھوں دیکھنا شرط ہے اور صاف بتا رہی ہیں کہ معاینہ مشہود بہ اصل ہے اور اصل سے عدول بے دلیل جائز نہیں ۔ اس لئے اس کا رکن لفظ اشہد ٹھہرا کہ وہ مشاہدہ و معاینہ کو متضمن ہے ۔ لاجرم ثابت کہ شاہد و حاضر میں منافات نہیں تو جو شاہد مانے گا وہ ضرور حاضر مانے گا اور تم نہیں مانتے تو بولو کہ شاهدا کے منکر ہوئے کہ نہیں، ضرور ہوئے تو پھر کس منہ سے بے گناہوں پر مخالفت کی تہمت دھرتے ہو ۔ کیا قرآن کو ماننا اسی کا نام رہ گیا ہے ۔ نام کو لفظ بولے جاؤ اور معنی کا انکار کئے جاؤ ۔ یہیں سے ثابت ہو گیا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر مفسرین کی مخالفت کا الزام محض بہتان ہے ۔ وللہ الحمد ۔

ثانیا تمہاری ان منقولہ عبارتوں سے ظاہر ہے کہ یہاں شاهدا علی الناس علی من بعث الیهم محض گواہ کے معنی میں نہیں اس لئے کہ حضور علیہ السلام مومن و کافر دونوں کے اعمال کے گواہ ہیں تو باعتبار مومنین شاهدا کا صلہ لهم اور باعتبار کفار کے علیهم ہونا چاہئے اور یہاں من بعثت الیهم مطلق فرمایا لاجرم یہاں رقیبا کے معنی کی تضمین ماننا پڑے گی کہ سبب کے لحاظ سے شاهدا کا علیٰ کے ذریعہ متعدی ہونا صحیح ہو جائے ۔ تمہاری ہی مبلغ علم تفسیر بیضاوی میں ہے ۔ وهذا الشهادة و ان کانت لهم لکن لما کان الرسول علیه السلام کا لرقیب المهیمن علیهم عدی بعلیٰ اور تفسیر نسفی میں ہے لما کان الشهید کا الرقیب جئی بکلمة الاستعلاء کقوله تعالیٰ کنت انت الرقیب علیهم ۔

دیکھو یہ دونوں علماء صاف بتا رہے ہیں کہ اگرچہ شہادت مومنین کے لئے ہے تو صلہ لام ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر رقیب و نگہبان ہیں اس لئے علیٰ سے متعدی کیا گیا لہذا کہنے دو کہ اسی لئے مفسرین کرام نے نگہبانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مطلقا علی من بعثت الیهم فرمایا ۔ لاجرم علامہ ابوالسعود نے اسی لئے فرمایا ترجمہ :۔ یعنی ہم نے بھیجا گواہ ان لوگوں پر جن کے لئے تجھے نبی بنایا گیا کہ تو ان کی حالتوں پر نگاہ رکھتا اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کی تصدیق و تکذیب و ہدایت و گمراہی کی شہادت کا حامل ہے اور قیامت کے دن تو اس شہادت کو ادا فرمائے گا ۔ بحمدہ تعالیٰ یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہیں اور اپنی امت پر نگہبان و رقیب

بھی ہیں اور دونوں وجوہ پر حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ظاہر و باہر وللہ الحمد ـــــ اسی لئے تفسیر کبیر میں فرمایا ثالثھا انہ شاھد فی الدنیا باحوال الاخرۃ من الجنہ و النار و الصراط والمیزان و شاھد فی الاخرۃ باحوال الدنیا من الطاعۃ و المعصیۃ و الصلاح والفساد یعنی تیسری توجیہ یہ ہے کہ حضور ﷺ دنیا میں آخرت کے احوال پر (یعنی جنت و دوزخ و پل صراط و میزان) حاضر ہیں اور آخرت میں دنیا کے احوال طاعت و معصیت و صلاح و فساد پر حاضر ہیں۔ دیکھو کیسی صریح عبارتیں ہیں کہ سرکار ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ یہیں سے ظاہر کہ جسے تم اپنی دلیل سمجھے تھے وہ تو ہماری دلیل ہے وللہ المنۃ ------- اب بتایئے جن نصوص سے حضور ﷺ کے حاظر و ناظر ہونے کا اثبات ہو، انہیں اس کی نفی کی دلیل بتانا خصم کا مال ہتھیانا نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ پھر اسی کے سر خیانت کا الزام چوری اور سینہ زوری ہی تو ہے۔ کہنے کو تو کہہ دیا مگر یہ نہ سوچا کہ یہ الزام کسے کسے لپیٹے گا اور سنو علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں انا فرطکم فانا شھید کی توجیہ میں فرماتے ہیں ای اشھد علیکم با عمالکم فکانی باق معکم ۔یعنی میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا تو میں تمہارے ساتھ باقی ہوں۔

نیز اسی میں ہے۔ میں ان شہیدوں کے لئے کل گواہی دوں گا یعنی ان کی شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا کہ انہوں نے اپنی جانیں اللہ کے لئے دیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان کا نگہبان ہوں کہ ان کے احوال پر نظر رکھتا ہوں اور انہیں معاصی سے بچاتا ہوں۔ نیز اسی میں ہے۔ والشاھد من اسماء ہ ﷺ لانہ یشھد للانبیاء بالتبلیغ و یشھد علی امتہ و یزکیھم او ھو بمعنیٰ الشاھد للحال کانہ الناظر الیھا۔یعنی نبی کریم ﷺ کا نام شاہد ہے۔ اس لئے کہ وہ قیامت میں انبیاء کے لئے تبلیغ کی گواہی دیں گے۔ اور اپنی امت کے لئے گواہی دینگے اور انہیں عدل (صالح شہادت) فرمائیں گے یا اس معنیٰ کر کہ حضور ﷺ حال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ بولو کس کس کا عقیدہ غلط بتاؤ گے اور اگر یہ خیانت ہے تو بولو کسے کسے خائن بتاؤ گے اور سنو علامہ اسمٰعیل حقی رومی تفسیر روح البیان میں ویکون الرسول علیکم شھیدا کے تحت فرماتے ہیں "و معنیٰ شھادۃ الرسول علیکم اطلاعۃ علیٰ رتبۃ کل متدین بدینہ و حقیقۃ التی ھو علیھا من دینہ وحجابہ الذی ھو محجوب عن کمال دینہ فھو یعرف ذنوبھم و حقیقۃ ایمانھم و اعمالھم و حسناتھم و سیاتھم و اخلاصھم

و نفاقهم وغیر ذالک بنور الحق؛شاہ عبدالعزیز صاحب فتح العزیز میں بعینہ یہی فرما رہے ہیں ترجمہ یعنی قیامت میں تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں گے اس لئے کہ وہ مطلع ہیں نور نبوت سے اپنے دین سے ہر متدین کے رتبہ پر کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ حجاب جس کی بدولت وہ ترقی سے محجوب رہا کیا ہے تو وہ جانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے درجات ایمان کو اور تمہارے اچھے برے اعمال کو اور تمہارے اخلاص ونفاق کو لہٰذا ان کی شہادت امت کے حق میں دنیا و آخرت میں بحکم شرع مقبول وواجب العمل ہے۔

اب بتاؤ شاہ صاحب کے عقیدہ ودیانت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔بحمدہ تعالیٰ عبارات علماء کرام سے مسئلہ خوب روشن ہو گیا اور ازاں جا کہ کسی عبارت میں خلاف کی حکایت نہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ علماء کے درمیان اجماعی ہے۔ہم نے جو عبارتیں لکھیں وہ معترض کی عبارتوں کے علاوہ ہیں۔بحمدہ تعالیٰ ہم نے ثابت کیا کہ وہ تمام عبارتیں ہمارے مدعی کی واضح دلیل ہیں۔ناظرین کرام دیکھیں کہ معترض ایسے مسئلہ میں خلاف کا مرتکب ہے اور بے گناہ پر خیانت اور جمہور کے عقیدہ کی مخالفت کا الزام دے رہے ہیں اور خود ہی فیصلہ کر لیں کہ یہ الزام کس کے سر ہے۔رہی یہ بات کہ مسئلہ اجماعی ہے اگر اس میں اب بھی معترض کو شک باقی ہے تو شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی یہ شہادت بھی سنتا چلے۔وہ ''اقرب السبل'' میں فرماتے ہیں

وباچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتو ہم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال امت حاضر وناظر مر طالبان حقیقت راو متوجہان آنحضرت رامفیض ومربی است۔

اب آنکھوں کی پٹی اتار کر بغور دیکھیں کہ یہ شیخ محقق کیسا صاف صاف تحریر فرمارہے ہیں کہ اس میں کسی کو خلاف نہیں حضور ﷺ حیات حقیقی کے ساتھ جس میں نہ مجاز کا شائبہ نہ تاویل کا وہم دائم وباقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں کہ ان کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان درگاہ کے لئے فیض رساں ومربی ہیں۔مگر آں جناب سے بعید نہیں کہ یہ سب دیکھ کر بھی اندھے ہو جائیں کہ آخر آپ کے امام الطائفہ ''تقویت الایمان'' میں حضور ﷺ پر یہ جھوٹ دھر چکا ''یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں[ص ۵۵] خیانت اسے کہتے ہیں کہ احادیث و ارشادات علماء کو ہضم کر کے یہ کہا اور اسے جان دو عالم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا۔ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

اچھا اگر حاضر وناظر آپ کی چڑ ہے تو یہی سہی، آپ ہی کی منقولہ عبارت اخیرہ میں یہ فقرہ وارد ہے۔ "وقیل شاھد علی الخلق" اور کہا گیا کہ خلق پر حاضر ہیں۔ اس فقرہ کے بارے میں کچھ اور سہی

دل اعداء کو رضا نیز نمک کی دہن ہے

اک ذرا اور چھڑکتا ہے خامہ تیرا

سگ رضا انہیں سے اکتساب فیض کر کے کہتا ہے۔ اولا فقرہ جناب کے نزدیک لائق استناد ہے کہ نہیں۔ ثانیا مستند ہے تو سبحان اللہ چشم ماروشن ودل ماشاد، اور مستند نہیں ہے تو کیوں؟ جبکہ آپ یہ تمام عبارتیں اس دعویٰ پر لائے ہیں کہ آیت میں شاھدا بمعنی گواہ وارد ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اپنی لیاقت علمی سے جناب نے گواہ کو حاضر کے منافی سمجھ لیا اور آیتوں میں مطابقت کا جملہ اس معنی پر کر دیا۔ ثالثا مستند ہونے کی تقدیر پر یہ باتے چلیں کہ مخلوق پر سرکار کے شاہد ہونے کے کیا معنی ہیں؟ رابعا حاضر سے تو چڑ ہے، تو لامحالہ گواہ کہو گے اور مخلوق پر گواہ ہونے کے کیا معنی کہ سرکار گواہ ہیں کہ ہر شے سرکار کی رسالت کا اقرار کرتی ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت اور گواہ میں حضور اصل اور اصل سے بے دلیل عدول ناجائز۔ تو اب مخلوق پر گواہ ماننے سے لامحالہ حاضر علی الخلق ماننا لازم۔ اب بتایئے کہ جس سے بھاگے وہیں پلٹے کہ نہیں۔ اسی کو کہتے ہیں القرار علی ما منہ الفرار وللہ الحمد ولامنۃ علی اتمام الحجۃ واکمال النعمۃ۔

خامسا عجب نہیں کہ اصل سے عدول کر جائیں اور یوں منہ کھولیں کہ حضور کوئی ضروری نہیں، ہوسکتا ہے کہ سرکار دور ہی سے سن لیں یا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے آپ شاہد ہوں۔ میں کہوں گا کہ دور ہی سے سن لینے کی ٹھہراؤ گے تو وہ دیکھو سر پر تقویۃ الایمانی شرک سوار ہوتا ہے جو

> بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے پھر یوں سے سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے کوئی حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے۔ سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جبھی ان کو اس طرح سے پکارا۔

اور حضور کی نفی جب بھی نہ ہوگی کہ دور سے سننے کے لئے لامحالہ روح کا اتصال ضروری اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنی نورانیت اور روحانیت سے ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ رہی

دوسری شق یعنی اعلام الٰہی سے شاہد ہونا

اقول حاضر کردینا بھی تو اعلام الٰہی کی ایک شکل ہے، تو اعلام الٰہی کو اس حضور کے ماسوا میں حصر کرنا کیا معنی حالانکہ شاہد ہونے کے لئے حاضر ہونا اصل ہے۔

سادساً کوئی دور نہیں کہ کہہ بیٹھو کہ یہ قول ہمارا مستند کیوں ہو کہ اسے (قیل) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور جس قول کو قیل سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہی ہوتا ہے

اقول یہ کوئی کلیہ نہیں کہ جس کو قیل سے تعبیر کیا جائے وہی ضعیف ہی ہو۔ بعض مرتبہ عدم شہرت کی بنا پر قیل کہہ دیتے ہیں حالانکہ قول ضعیف نہیں ہوتا۔ جلالین میں آیت کریمہ من کان یظن ان لن ینصره الله فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع الآیة۔ کے معنی یہ بتائے کہ جس کا یہ گمان ہو کہ اللہ محمد ﷺ کی مدد ہرگز نہ فرمائے گا تو وہ اپنے گھر کی چھت میں رسی لٹکائے اور اسے اپنی گردن میں باندھ کر خود کو پھانسی دے لے۔ اس پر صاوی نے فرمایا ترجمہ: یعنی پہلا طریقہ آیت کی تفسیر میں مشہور ہے اسی لئے مفسر اسی پر چلے اور کہا گیا ہے کہ جسے گمان ہو کہ اللہ ہرگز محمد ﷺ کی مدد نہ فرمائے گا تو کوئی تدبیر کرے کہ آسمان تک پہنچ جائے۔ پھر ان سے نصرت کو بند کردے اور دیکھ لے کیا اس کی تدبیر اس کے غیظ کو دور کردے گی۔ کسی عاقل کے نزدیک یہ تفسیر ضعیف نہیں بلکہ بہت مناسب ہے اسی لئے علامہ صاوی نے صرف یہی اشارہ کیا کہ یہ معنی مشہور نہیں ہیں۔ اور اسے ضعیف نہیں بتایا۔ اور کبھی قول احسن کو بھی قیل سے تعبیر کردیتے ہیں۔ اسی صاوی میں ہے۔ قوله (زائدة) الحاصل ان من الاولیٰ ابتدائیة والثانیه فیها ثلثة اوجه قیل زائدة وقیل ابتدائیه و قیل تبعیضیة و هو الاحسن۔ دیکھو یہاں اقوال مختلفہ کو قیل سے تعبیر کیا اور قول آخر کو احسن بتایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا مقابل قول ضعیف نہیں اس لئے کہ احسن کا مقابل حسن ہوتا ہے نہ کہ ضعیف۔ معلوم ہوا کہ یہ کلیہ نہیں کہ جس قول کو قیل سے تعبیر جائے وہ ضعیف ہو۔ تو محض بلا دلیل قیل سے تمسک کرکے اس قول کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اور وہ کیوں کر ضعیف ہوگا جب کہ اجلہ علماء یہ فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر اور اپنی روحانیت مقدسہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ علامہ صاوی و سراجاً منیرا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یحتمل ان المراد بالسراج الشمس و هو ظاهر ویحتمل ان المراد به المصباح و حینئذ یقال انما شبه بالسراج۔ ولم یشبه بالشمس مع ان نورها اتم

لان السراج يسهل اقتباس الانوار منه و ہو ﷺ یقتبس منه الانوار الحسیه و المعنویه۔

یعنی احتمال ہے کہ سراج سے مراد آفتاب ہو اور یہ ظاہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد چراغ ہو۔ اس وقت یہ کہا جائیگا کہ سراج سے تشبیہ دی اور آفتاب سے نہ دی، حالانکہ اس کا نور اتم ہے۔ اس لئے کہ چراغ سے انوار لینا آسان ہے اور حضور علیہ السلام سے انوار حسی و معنوی لئے جاتے ہیں۔ علامہ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ:۔ یعنی چمکتا آفتاب اس میں یہ عظیم تنبیہ ہے کہ سورج انوار حسیہ میں سب سے بلند ہے اور تمام اس سے مستفیض ہیں۔ اسی طرح نبی علیہ السلام سب انوار معنویہ سے افضل ہیں اور باقی ان سے مستفید ہیں۔ اسی وجہ سے کہ حضور علیہ السلام کل کا واسطہ اور دائرہ کائنات کے مرکز ہونے کا حکم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث اول ماخلق الله نوری (اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا) سے مستفاد ہے۔ شفا و مطالع المسرات میں کعب واحبار و سعید بن جبیر و سہل بن عبداللہ تستری سے مروی کہ مثل نوره الخ میں نور سے مراد حضور علیہ السلام ہیں

واللفظ للمطالع قال کعب و ابن جبیر وسهل بن عبدالله المراد بالنور الثانی هو محمد ﷺ فقوله تعالیٰ مثل نوره ای نور محمد ﷺ و حقیقة النور هوا الظاہر بنفسه المظہر لغیره۔

یعنی اللہ کے قول مثل نورہ کا معنی محمد علیہ السلام کے نور کی مثال.....الخ اور نور کی حقیقت یہ ہے کہ خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کرے۔ اسی مطالع المسرات میں ہے ترجمہ یعنی حضور علیہ السلام کے نور سے تمام انوار خواہ آپ کی صورت ظاہر سے سابق ہوں یا اس سے لاحق ہوں، لئے گئے۔ بغیر مانع و بے حجاب و بے تکلفت اور جتنا بھی حضور علیہ السلام سے نور اقتباس کیا جائے وہ نور کچھ نہیں گھٹتا اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی حضور کے نور سے استمدادنا پید نہ ہوئی بلکہ وہ تو ہر سابق ولاحق میں فضل کے چراغ ہیں۔ تو ہر ضیا ان کی ضیا سے صادر ہوتی ہے۔ نیز شرح شفا ملا علی قاری میں ہے۔ قد انکشف به الحقائق الالٰهیة والاسرار الاحدیه والا ستار الصمدیة و به اشرقت الکائنات و خرجت عن حیز الظلمات۔ یعنی حضور کے دم سے حقائق الٰہیہ و اسرار ربانیہ و رموز صمدانیہ ظاہر ہوئے ہیں اور انہیں کے نور سے کائنات روشن ہوئی ہے اور عدم کی ظلمتوں سے نکلی۔

ناظرین کرام دیکھیں کہ یہ عبارات علماء کرام صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ کائنات کا ذرہ

ذرہ حضور ﷺ کی جلوہ گاہ ہے۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرے میں ساری وجاری ہے اور اس کی ادنیٰ مثال محسوسات میں آفتاب ہے کہ وہ تمام اجرام نیرہ میں اعلیٰ اور چاند ستارے سب اسی سے روشن ہوتے ہیں۔ سب میں اسی کا نور جاری ہے۔ اور اسی کی روشنی متعدد جگہ بیک وقت حاضر ہو جاتی ہے۔ پھر اس ذات مقدسہ کے حاضر و ناظر ہونے میں کسے شک ہو سکتا ہے۔ جس کے نور معنوی سے نہ صرف سورج بلکہ کائنات ظاہر ہوئی۔ کیا ان بصیرت کے اندھوں کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ سورج سے بھی کم ہیں یا سورج ان کے نزدیک خدا ہے۔ والعیاذ باللہ العلی العظیم۔ بھلا جس کے نور سے کائنات پیدا ہوا اور جس کا نور سارے جہاں میں جلوہ گر رہا ہے روح کائنات کے سوا اور کیا کہا جائے اسی لئے تو اس کے اسماء طیبہ میں ''روح الحق'' وارد ہوا۔ اس پر امام علام محمد بن مہدی بن احمد بن علی یوسف فاسی کا کلام سننے کے قابل ہے

وروحہ ﷺ ھو انسان عین الارواح وابو ھا واس وجودھا واول صادر عن اللہ عزوجل وایضا ھو ﷺ روح اللہ الموضوع فی الوجود الذی لوبہ قوامہ وثباتہ ولولاہ لاضمحل وذھب۔

یعنی حضور ﷺ کی روح تمام روحوں کی آنکھ پتلی اور ان کی اصل اور ان کے وجود کی بنیاد اور اللہ کی پہلی مخلوق ہے۔ نیز حضور علیہ السلام اللہ کی روح ہیں جو وجود میں وضع کی گئی ہے۔ جس سے اس کی بقا ہے۔ اگر حضور نہ ہوں تو تو عالم فنا ہو جائے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

بھلا جب وہ کائنات کی روح ٹھہرے اور قالب کی زندگی کے لئے روح کا تن میں حاضر ہونا ضروری تو لامحالہ وہ ضرور حاضر و ناظر ہیں۔ بلکہ افراد ممکنات میں ان کی حقیقت جاری وساری ہے جیسا کہ عنقریب شیخ محقق کی شہادت اس پر گذرے گی۔ تو اب کوئی پاگل ہی کہے گا کہ مرے جسم میں میری جان نہیں۔ علماء کرام شارع علیہ السلام کے امین ہیں۔ میزان شعرانی میں ہے۔ العلماء امناالشارع اور پر ظاہر کہ ان ارشادات میں رائے کو دخل نہیں۔ تو لاجرم یہ ارشادات، اقوال صحابہ کا مفاد ہوئے۔ اور اصول حدیث میں مقرر ہوا کہ صحابی کا وہ قول جس میں رائے کو دخل نہ ہو وہ حدیث مرفوع (حدیث رسول) کے حکم میں ہے۔ اب ایک صحابی جلیل کی تصریح بھی سنتے چلئے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ علیہ السلام نے حضور کی مدح میں آپ کے سامنے یہ

اشعار پڑھے۔

| | |
|---|---|
| من قبلھا طبت فی الظلال | و فی مستودع حیث یخصف الورق |
| ثمر ھبطت البلاد لا بشر | انت و لا مضغة و لا علق |
| بل نطفة ترکب الشفین وقد | الجمر نسرا و اھلہ الغرق |
| تنقل من صالب الی رحم | اذا مضی عالم بداطبق |
| و انت لما ولدت اشرقت | الارضا و نارت بنورك الافق |
| فنحن فی ذلك الضیاء | و فی النور و فی سبل الرشادنخترق |

یعنی حضور آپ دنیا سے پہلے جنت کے سایوں میں اور صلب آدم میں طیب وطاہر تھے۔ پھر حضور دنیا میں آئے۔ اس وقت حضور نہ بشر تھے۔ نہ مضغہ گوشت نہ جما ہوا خون، بلکہ صلب نوح علیہ السلام میں نطفہ تھے جو کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہوا جبکہ نسر صنم اور اس کے پجاریوں کو طوفان نے گھیر لیا تھا۔ حضور آپ منتقل ہوتے رہے صلب سے رحم میں۔ جب ایک نسل گذرتی تو دوسری ظاہر ہوتی اور جب آپ پیدا ہوئے زمین آپ کے نور سے جگمگا اٹھی اور آسمان منور ہو گئے تو ہم اسی ضیاء اور اسی نور اور رشد وہدایت کے رستے میں داخل ہو رہے ہیں۔

یہ ارشاد دو وجہ سے حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ ایک تو یہی کہ اس میں رائے کو دخل نہیں اور صحابی کا ایسا قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ اشعار حضور کے سامنے حضور کی اجازت سے پڑھے گئے۔ شرح شفا میں ہے ترجمہ یعنی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان شعروں کو ابو بکر شافعی اور طبرانی نے روایت کیا خزیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی، تو میں ان کے حضور میں آیا جب حضور علیہ السلام تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ میں اسلام لایا اور میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے سنا ''یا رسول اللہ میں حضور کی مدح سرائی کو اجازت چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہو اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔ معلوم ہوا کہ یہ اشعار حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھے گئے اور جو قول وفعل حضور کے عہد مبارک میں ہو پھر حضور اسے مقرر رکھیں وہ محدثین کے نزدیک حضور علیہ السلام کی حدیث قرار پاتا ہے کما صرح بہ فی اصول الحدیث تو لاجرم یہ ارشاد عباسی حدیث نبوی ہوا جس سے صاف معلوم ہوا کہ وہی نور دنیا سے پہلے جنت میں تھا پھر اسی نور کا لمعہ اپنے آباء کرام وامہات عظام کے اصلاب اور وارحام میں چمکا اور اسی نور کے جلووں نے آسمان وزمین کو جگمگایا۔ بحمدہ تعالیٰ اب تو حضور علیہ السلام کی حدیث تقریری سے ثابت ہو گیا کہ

سرکار اپنی روحانیت سے حاضر و ناظر اور اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر ہیں۔ آں جناب تو امام احمد رضا کو خیانت کا الزام دیتے تھے۔ اب بتائیں یہ دریدہ دہنی کہاں تک پہنچی، مگر کوئی عجب نہیں کہ آپ کے امام کا شرک بھی آپ کے الزام کی طرح خدا اور رسول کو بھی نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ ہم اس کی مثالیں دے چکے ہیں۔ جی آپ کہاں ہیں۔ حضور کی روحانیت مقدسہ تو اس مقام کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہے جسے شیخ محقق مدارج النبوۃ میں فرمایا۔

وانشراح صدر مقامیست عالی کہ بتمامہ و کمال جز در ذات بابرکات آن حضرت سید السادت علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات وجود و ثبوت ندارد و کمل اولیارا نیز ارباب تمکیں بقدر ادراک بہ شرف متابعت وے نصیبہ ازاں حاصل است و ازینجا گفتہ اند کہ الصوفی کائن بائن نہ از فرق در جمع ایشاں خللے چنانکہ محجوباں را باشد و نہ جمع را بروفرق غلبہ چنانکہ مجذوباں را بود،

یعنی شرح صدر وہ مقام عالی ہے کہ یہ تمام و کمال حضور ہی ذات میں موجود ہے اور اولیاء کاملین ارباب تمکین کو بھی حضور کے شرف پیروی سے اس مرتبہ سے بہرہ حاصل ہے۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ صوفی شامل بہ خلق، واصل بہ خالق ہوتا ہے نہ ان کے شمول سے ان کے وصول میں خلل ہو جیسا کہ مجرموں کے لئے ہوتا ہے نہ وصول کو شمول پر غلبہ جیسا کہ مجذوبوں کے لئے ہوتا ہے۔

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ سرکار بوجہ اتم واکمل بارگاہ الہی میں حضور سے موصوف ہیں اور حضور کی روح پاک مخلوق میں بھی حاضر ہے۔ ہم اس قول کی تائید میں شفا سے حدیث ذکر کریں۔

و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی ﷺ کانت روحہ نورا بین یدے اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح ذلک النور و تسبح الملئکہ بتسبیحہ۔ الخ

یعنی حضرت ابن عباس سے مروی کہ حضور علیہ السلام کی وح اللہ کے حضرت قربت میں نور تھی آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے یہ نور تسبیح کرتا اور ملئکہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے۔

اسی لئے تو حضور ﷺ کو امام حضرۃ اللہ کہا گیا۔ عارف جزولی نے دلائل الخیرات میں فرمایا و امام حضرتک یعنی درود بھیج اے اللہ اپنی بارگاہ کے امام پر۔ اس پر علامہ فاسی مطالع المسرات میں فرماتے ہیں:

و امام حضرتک الذی هو المقتدی به والمتسک به باسبابه فی الوصول الی محل قربک و مشاهد تک و الحضرة ماخوذة من الحضور و الاضافة علی معنی فی کامام المسجد ۔ الخ.

یعنی جو تیرے محل قرب ومشاہدہ تک پہنچنے کے لئے مقتدا ہیں اور جن کا دامن پکڑا جاتا ہے۔اور حضرت ماخوذ ہے حضور سے اور اضافت بمعنی ''فی'' ہے۔جیسے امام المسجد میں۔نیز علامہ نسفی فرماتے ہیں و سراجا و حجة ظاہرة لحضرتنا یعنی ہم نے تجھے اپنی بارگاہ کا چراغ چمکتا اور رہنما بنا کر بھیجا۔بحمد اللہ اب تو علامہ نسفی کی ارشاد فرمائی ہوئی اس وجہ پر آیت مبارکہ سے بھی ثابت ہوا کہ وہ روح پر فتوح حاضر بارگاہ الٰہی ہے۔اور اس بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کی امام و پیشوا ہے۔حدیث ابن عباس میں گذرا کہ حضور کی روح حضرت الٰہی میں نور تھی جو نور تسبیح کرتا اور ملائکہ اس کی تسبیح پر تسبیح کرتے اور ملا علی قاری کے کلام میں حدیث گذری ''اول ماخلق اللہ نوری'' اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا تو لاجرم حضور ﷺ اس وجہ پر امام حضرۃ اللہ ہوئے اور قرآن اپنی جمیع وجوہ پر حجت ہے۔تو جب سرکار سب کے حق میں سراج حضرۃ اللہ و امام حضرۃ اللہ باذن اللہ ٹھہرے۔تو ضرور عالم ارواح کے شاہد و رقیب و مربی و نقیب ہوئے اور جب عالم ارواح کے مربی ہوئے تو بالضرورۃ عالم اجساد و اشباح کے بھی مربی قرار پائے۔اسی لئے تو ان کے حق میں فرمایا گیا و ما ارسلناك الا رحمة للعالمین ۔ہم نے تمہیں سب جہانوں کی رحمت بنا کر بھیجا۔اس معنی پر سرکار کے معجزات شاہد ہیں۔لاجرم اسی لئے شیخ محقق جو معترض کے بھی مستند ہیں فرماتے ہیں

ہمچنانکہ احادیث در تکثیر آب قلیل کثیر آمدہ در تکثیر طعام یسیر نیز کثیر است و
ایں ہر دو اثر تربیت وولی یعنی آں سید کائنات است کہ ہمچنانکہ بحسب رو
حانیت مربی ومکمل قلوب و ارواح است در عالم جسمانیت نیز پرورندہ وخورش
دہندہ ابدان و اشباح است اھ مدارج النبوہ۔

یعنی جس طرح کہ تھوڑے سے پانی کی افزائش کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں اسی طرح تھوڑے کھانے کو بڑھانے کی حدیثیں بہت ہیں۔اور یہ دونوں اس سید کائنات کی تربیت کا اثر ہیں کہ جو روحانیت کے اعتبار سے قلوب و ارواح کے مربی ہیں اور عالم جسمانیت میں اجساد و اشباح کے پالنے بڑھانے والے بھی ہیں۔اور جو عالم ارواح و اشباح کا مربی ہو بھلا وہ شاہد علی الخلق کیوں نہ ہوگا۔ کہئے اب بھی اس قول کے ضعف پر جمئے گا اور جب شاہد اسے اور سراج منیرا سے بحمد اللہ سرکار

عالی مدار علیہ التحیۃ والثناء کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو گیا تو اب بتایئے کہ خدا کو معاذ اللہ کیا کیا الزام نہ دیجئے گا۔

نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرم بادت از خدا و از رسول

اجی یہ تو کہئے کہ محمود حسن دیو بندی کو کیا کہیں گے جو گنگوہی کے بارے میں کہہ گئے۔
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے۔

حدیث میں آیا ان اللہ لؤید ھذا لدین بالرجل الفاجر۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر مرد سے بھی فرماتا ہے۔ یہ مرے سرکار ابد قرار علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ جسے تم شرک کہتے ہو۔ تمہارے اکابر کے منہ سے اپنوں کے حق میں وہی کہلوا کے ظاہر فرمادیا کہ حق وہی ہے جسے یہ چھپا رہے ہیں اور باطل وہی ہے جسے یہ گا رہے ہیں بلکہ خود تم سے شاھد اعلیٰ الخلق لکھوا لیا۔ اب تم اپنے ہی لکھے کو رد کر کے اپنے آپ کو جھٹلاؤ تو جھٹلاؤ۔ کذالک العذاب و لعذاب الاخرۃ اکبر لو کانو یعلمون۔ اب ہم سرکار کے حاضر بارگاہ ہونے پر میزان کی حقیقت کے جاری و ساری ہونے پر میزان و مدارج النبوۃ اشعۃ اللمعات کی عبارتیں مزید وضاحت کے لئے لکھیں وبا التوفیق۔

میزان میں سیدنا علی خواص سے افادہ فرمایا کہ التحیات میں حضور علیہ السلام پر درود پڑھنے کا حکم اس لئے ہوا کہ غافلوں کو اللہ متنبہ فرمادے کہ ان کا نبی حضرت الٰہی میں حاضر ہے۔ وہ حضرت الٰہیہ سے کبھی جدا نہیں ہوتا، تو وہ بالمشافہ اسے سلام سے مخاطب کریں۔ میزان کی عبادت یہ ہے

وسمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ یقول انما امر الشارع المصلی بالصلاۃ والسلام علی رسول اللہ علیہ وسلم لینبہ الغافلین علی شھود و بینھم فی تلک الحضرۃ فانہ لایفارق حضرۃ اللہ تعالیٰ ابدا فیخاطبونہ بالسلام مشافھۃ اھ

مدارج النبورہ میں فرمایا

و در بعضی کلام بعضی عرفاء واقع شدہ کہ خطاب از مصلی بملاحظہ روح مقدس وسریان وے در ذراری موجودات خصوصا در ارواح مصلین است بالجملہ دریں حالت از شہود وجود و حضور از آنحضرت غافل وذاہل نہ باید بود بامید درود فیوض از روح پر فتوح وے علیہ السلام اھ۔

اشعۃ اللمعات میں قدرے تفصیل کے ساتھ فرمایا۔

ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین موмناں وقرۃ العین عابداں است وجمیع احوال واوقات خصوصاً درحالت عبادت وآخرآں کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں احوال بیشتر قوی تر است وبعض ازعرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است درذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت درذوات مصلیان موجود وحاضر است پس مصلی رابابد کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تابانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائز گردود،اھ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کے نصب العین اور عابدوں کے قرۃ العین ہیں تمام احوال واوقات خصوصاً حالت نماز میں اوراس کے آخر میں کہ نورانیت وانکشاف ان احوال میں بیشتر وقوی تر ہوتے ہیں اور بعض عرفاء نے کہا ہے کہ یہ خطاب یعنی (السلام علیک الخ) حقیقت محمدیہ کے ذرات موجودات وافراد ممکنات میں ساری ہونے کی وجہ سے ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں حاضر ہیں تو مصلی کو چاہئے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اوراس کے مشاہدے سے کبھی غافل نہ ہوتا کہ اسرار قرب وانوار معرفت سے متنور وفائز ہو۔نیز شیخ محقق نے تحصیل البرکات میں یہی مضمون افادہ فرمایا ہے، فالیرجع۔ یہی وجہ ہے کہ درمختار وعالمگیری ومراقی الفلاح میں فرمایا کہ"ضروری ہے کہ نمازی الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ کوتحیت کررہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوسلام عرض کررہا ہے اور خود پراور اولیاء پرسلام بھیج رہا ہے۔ترجمہ!یعنی الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے کہ بطور انشاء وہی اس کی مراد ہوں گویا کہ وہ اللہ کوتحیت کرتا ہے اور اپنے نبی پراور خود پراور اولیاء اللہ پرسلام بھیج رہا ہے نہ کہ اس کی خبر دینے کا قصد کرے (یعنی اس واقعہ کی خبر وحکایت کا قصد نہ کرے جو معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے واقع ہوا۔درمختار) اسے ذکر کیا مجتبیٰ میں اور ظاہر اس کا یہ ہے (علینا) کی ضمیر حاضرین کیلئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سلام کی بات نہیں ہے اھ (ترجمہ درمختار)۔نیز مسلک متوسط، علامہ رحمت اللہ سندی ومنسک متقسط ملا علی قاری میں ہے ترجمہ!یعنی زائر مدینہ پاک میں داخل ہونے کے وقت سے روضہ پاک میں پہنچنے تک اپنے ظاہر باطن سے متواضع رہے اوراس شہر کی حرمت کی تعظیم کرے اوراس میں جلوہ گرحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وہیبت سے مملو ہو اوران کی عظمت کا خیال رکھے گویا کہ وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے مقام مراقبہ ومشاہدہ میں دیکھ رہے ہیں نیز اسی میں ہے۔

(متمثلا صورۃ الکریمۃ فی خیالک مستشعرا بانہ علیہ الصلوۃ والسلام عالم بحضورک وقیامک

وسلامک) ای بل بجمیع افعالک واحوالک ومقامک وارتحالک وکانہ حاضر جالس بازائک

یعنی اے زائر حضور کی بارگاہ میں یوں کھڑا ہو کہ ان کی صورت کریمہ تیرے خیال میں بھی ہو اور تو یہ سمجھ رہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے سلام وقیام کو دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں بلکہ وہ تیرے تمام افعال واحوال واقامت ورحلت کو دیکھ رہے ہیں اور وہ تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں۔ہم نے عالم کا ترجمہ "دیکھ رہے ہیں" کیا، اس لیے کہ علم یہاں علم مشاہدہ ہے اور اس پر قرینۂ فقرہ سابقہ ہے کانہ یراہ گویا کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں اور کانہ حاضر الخ ہے ۔کمالا یخفی اب کلام اس طرف منجر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت بیداری میں جائز ہے کہ نہیں فاقول ہاں بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت جس طرح خواب میں ہوتی ہے اسی طرح بیداری میں ممکن بلکہ واقع ہے اور علماء کی ایک جماعت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے میں دیکھنا اور بعض مشکلات کے بارے میں ان سے سوال اور ان کی کشود کے طریقے دریافت کرنا اور احادیث کی تصحیح کرنا ثابت ہے۔ بلکہ عرفاء کی ایک جماعت تو فرماتی ہے کہ اگر ایک لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت ہم سے محجوب ہو جائے ہم اپنے کو مسلمانوں میں نہ گنیں۔المعتقد علامہ فضل رسول میں شرح منظومہ بحر سے نقل کیا ترجمہ! یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت بیداری میں بالاتفاق ممکن ہے اور واقع ہے۔اس لیے کہ ابن ابی جمرہ نے ایک جماعت سے ذکر کیا کہ انہوں نے اسی پر محمول کیا ہے اس روایت کو کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا۔اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر جاگتے میں دیکھا اور انہوں نے بعض اشیاء سے اپنی تشویش کے بارے میں حضور سے عرض کیا تو حضور نے انہیں ان کی کشود کے طریقے بتائے تو ویسا ہی نہ کم نہ زیادہ۔شارح بحر نے کہا کہ اس امر کا منکر اگر کرامات اولیاء کو جھٹلانے والا ہے تو اس سے بحث نہیں اس لیے کہ وہ اسے جھٹلاتا ہے جسے سنت نے ثابت فرمایا اور اگر کرامات اولیاء کو مانتا ہے تو یہ رویت بھی اسی سے ہے۔اس لیے کہ اس کیلئے خلاف عادت عالم علوی وسفلی میں بہت سی اشیاء سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے۔مدارج النبوۃ میں شیخ محقق نے من رانی فی المنام فیسرانی فی الیقظۃ کی توجیہات میں ایک توجیہ یہ بھی ذکر کی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ بشارت بعض مقربان درگاہ وسالکان راہ کیلئے ہو جو گاہ و بیگاہ نعمت دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔حالت یہ ہو جاتی ہے کہ جاگتے میں بھی اس سعادت سے بھی بہرہ مند ہوتے ہیں وھذا نصہ

وتواند کہ این بشارت باشد بعض مستعدان ومقربان درگاہ وسالکان راہ را کہ گاہ و بیگاہ بایں نعمت مشرف شدہ اند حال بجائے رسد کہ در یقظہ نیز بایں سعادت مشرف شوند،

پھر آخر میں اس بحث کا (کہ آیا یہ رویت عینیت حس وغلبہ حال وبیخودی میں ہوتی ہے اور دیکھنے والے اس کو بیداری گمان کرتے ہیں (یا حقیقۃ بیداری میں ہوتی ہے) تصفیہ فرماتے ہوئے فرمادیا

وبالجملہ دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از موت مثال است چنانکہ در نوم مرئی می شود در یقظہ نیز می نماید وآں شخص شریف کہ در مدینہ در قبر آسودہ وحی است ہماں متمثل می گردد در یک آن متصور بصور متعددہ عوام را در منام وخواص را در یقظہ

یعنی بالجملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بعد وصال مثال ہے جس طرح سونے میں نظر آتی ہے جاگتے میں بھی جلوہ فرما ہوتی ہے اور وہ شخص شریف جو مدینے میں قبر میں زندہ وآسودہ ہے وہی ایک آن میں متعدد صورتوں کے ساتھ متمثل ہو جاتا ہے۔ عوام کیلئے سوتے میں اور خواص کیلئے جاگتے میں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ شیخ محقق نے کتنا صاف فرمایا کہ وہ روح پاک آن واحد میں عوام وخواص سب کیلئے خواب وبیداری میں حاضر ہو جاتی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ شیخ نے جو معترض کے بھی مستند ہیں ہمارے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ نیز اسی مدارج النبوۃ میں فرمایا

''وبسیارے از محدثین تصحیح احادیث کہ مروی است از حضرت وے نمودہ وعرض کردہ یا رسول اللہ فلاں ایں حدیث از حضرت تو روایت کردہ است پس فرمود آنحضرت نعم او لادر رویت کہ در یقظہ است بعضے مشائخ نیز ہم چنیں استفادہ علوم نمودہ اند واللہ اعلم

یعنی بہت سے محدثین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان احادیث کی تصحیح کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور عرض کیا یا رسول اللہ فلاں نے آپ سے یہ حدیث روایت کی ہے تو حضور نے ہاں یا نہ فرمایا یہ سب کچھ اس رویت میں جو جاگتے میں انہیں نصیب ہوئی۔ بعض مشائخ نے بھی اسی طرح حضور سے علوم کا استفادہ فرمایا ہے۔ نیز میزان شعرانی میں ہے

''وقد بلغنا عن الشیخ ابی الحسن الشاذلی وتلمیذہ الشیخ ابی العباس المرسی وغیرھما انھم کانوا یقولون لو حجبت عنا رویۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ماعدونا انفسنا من جملۃ المسلمین الخ۔

یعنی ہمیں شیخ ابو الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابو العباس مرسی وغیرہما سے خبر پہنچی کہ وہ کہتے تھے کہ اگر ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت پلک جھپکنے بھر کو محجوب ہو جائے ہم خود کو مسلمانوں میں شمار نہ کریں۔ دیکھو کیسی تصریح ہے کہ بعض اللہ والے انہی ہر جگہ حاضر وناظر دیکھتے ہیں۔ واللہ الحجۃ الزاھرۃ۔ اس مقام پر اگر اسماعیل دہلوی کی صراط مستقیم کی شہادت نہ دوں تو مزہ ہی کیا۔ الفضل ماشھدت بہ الأعداء ع: مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

پھر سنو۔ وہ اپنے پیروں کیلئے کیا گا رہی ہے۔

بالجملہ ائمہ ایں طریق واکابر ایں فریق در زمرہ ملئکۃ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملاء اعلیٰ ملہم شدہ در اجرائے آں می کوشند پس احوال ایں کرام براحوال ملئکہ عظام قیاس باید کرد۔

دیکھو کیسا صاف کہہ رہی ہے اور بیکدست میاں اسماعیل اور تمام وہابیہ کے منہ پر طمانچہ مار رہی ہے کہ میاں تم کیسے رسول اللہ کو حاضر وناظر نہیں مانتے جبکہ تمہارے پیروں کی یہ حالت ہے کہ وہ ملئکہ کی طرح مدبر عالم ہیں۔ ارے جب وہ مثل ملئکہ ٹھہرے اور ملئکہ اپنے امور کی تدبیر کیلئے متعدد جگہ حاضر ہوجاتے ہیں تو وہ بھی ضرور ان کی طرح حاضر ٹھہرے۔ پھر یہ کیسا دھرم ہے کہ امتی کیلئے یہ فضیلت مانو اور نبی کیلئے شرک گاؤ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

فقیر عاجز صراط مستقیم کی عبارت لکھنے کے بعد یہ قصد ہی کررہا تھا کہ اب معترض کی باقی موشگافیوں کی خبر لی جائے کہ اچانک حاشیہ نور الایضاح مصنفہ اعزاز علی مدرس دار العلوم دیوبند کی ورق گردانی کرتے ہوئے ان کی اس عبارت پر نظر پڑ گئی۔ لکھتے ہیں

قوله (حجب) فمثله صلی الله علیه وسلم بعد وفاته كمثل شمع فی حجرة اغلق بابها فهو مستور عمن هو خارج الحجرة ولكن نوره كما كان بل ازيد ولهذا احرم نكاح ازواجه بعده صلی الله علیه وسلم ولا یجری احكام الميراث فيها تركه لا نهما من احكام الموت۔

[از حاشیہ نور الایضاح ص ۱۷۱]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بعد وصال ایک شمع کی ہے جو کمرہ میں ہو اور اس کا دروازہ بند کردیا گیا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستور ہیں جو حجرہ شریفہ کے باہر ہیں لیکن ان کا نور ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے نکاح حضور کے بعد حرام ہوا اور آپ کے مال میں میراث کے احکام جاری نہ ہوئے اس لیے کہ یہ دونوں تو احکام موت سے ہیں۔ دیکھو کیسی کھلی تصریح ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرقد انور میں جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کا نور ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے۔ یہی تو ہمارا دعویٰ ہے کہ اس نور کا ظہور جیسے کل تھا ویسے آج بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر ہیں وللہ الحج السامیۃ۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

---

# بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ: پر ایک تنقیدی نظر

■ —— تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم والہ وصحبہ اجمعین ۔ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن مسمی بہ ''کنزالایمان'' پر مولوی اخلاق حسین قاسمی کا مضمون '' بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ'' اخبار ''الجمیعہ'' میں قسط وار چھپ رہا ہے، اس مضمون کی یہ تیسری قسط ہے، جس میں معترض صاحب نے حسب دستور اپنے مبلغ علم کے مطابق سیدنا اعلیٰ حضرت پر اعتراض کا منھ کھولا ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت نے آیت کریمہ وللمطلقت متاع بالمعروف الآیہ کا ترجمہ یوں کیا ہے'' اور طلاق والیوں کے لئے بھی مناسب نان ونفقہ ہے، یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر'' اس ترجمہ سے مضمون نگار صاحب کو شکایت یہ ہے کہ یہ ترجمہ اس عورت کا (جسے خلوت صحیح سے پہلے طلاق دے دی گئی اور اس مہر مقرر نہ تھا) کا حکم انہیں بتا رہا ہے کہ بقول ان کے'' آیت کے عموم کو ایک صورت میں خاص کر کے آیت کی حقیقی روح کو بے اثر کر دیا ہے'' مضمون نگار صاحب نے اس آیت کے تحت غالبا تفسیر مدارک کا ارشاد نہ دیکھا، اب ہم سے سنیں۔ وہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں (متاع کی تفسیر میں) ای نفقۃ العدہ یعنی عدت کا نفقہ۔ اب مضمون نگار صاحب بتائیں کہ یہ فقرہ سیدنا اعلیٰ حضرت ہی کے لئے خاص رکھیں گے یا صاحب مدارک کے کے اوپر بھی یہی فقرہ جڑیں گے'' آیت کے عموم کو ایک صورت میں خاص کر کے آیت کی حقیقی روح کو بے اثر کر دیا ہے'' اگر ان پر بھی یہی اعتراض فرمادیں تو یہ جناب کا بڑا علمی کمال ہوگا، جس کی بڑی داد دنیائے علم میں جناب کو ملے گی ۔ اور جناب نادر روزگار ہوں گے بلکہ اگلوں میں بھی جناب بے مثل ٹھریں گے کہ ایسا کارنامہ انجام دیا جس کی جناب کے اکابر کو، نہ کسی عالم متقدم کو ہمت ہوئی۔ اور وہ یہ کہ جناب نے صاحب مدارک علیہ الرحمہ کی خامی ظاہر کر دی جو کسی کو نظر نہ آئی —— اور اگر انہیں معاف کر دیں تو کیوں؟ جب کہ اس جرم میں وہ سیدنا اعلیٰ حضرت کے سلف وپیش رو ہیں، بلکہ آپ کے طور پر ان کا جرم زائد ہے کہ انہوں نے نفقۃ العدہ کہہ کر خصوص کی تصریح کر دی اور صاف بتا دیا کہ آیت کریمہ خاص عدت والیوں کے

لئے ہے کہ متاع سے مراد عورت کا نان ونفقہ ہے۔ نیز اسی مدارک میں انہوں نے اسی محل پر تصریح فرمائی کہ اگر متاع سے متعہ مراد ہو تو بھی مطلقات سے مراد وہ عورت نہ ہوگی جسے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی۔ اور اس کا مہر کچھ نہ بندھا تھا بلکہ وہی عدت والیاں مراد ہوں گی اور ان کے لئے متعہ کا حکم استحبابی ہے۔ وھذا نصه وان ارید بھا المتعه فالمراد غیر المطلقه المذکوره وھی علیٰ سبیل الندب دیکھئے متاع سے نفقہ عدت یا متعہ مراد بتا کر کیسی صاف تصریح کردی کہ آیت عدت والیوں کے حق میں ہے، اس مطلقہ عورت کے حق میں نہیں جو متعدھن الآیہ میں مذکور ہوئی۔ اس کے برعکس سیدنا اعلیٰ حضرت نے نہ تو عدت کی قید لگائی نہ مطلقہ مذکورہ کے مستثنیٰ ہونے کی تصریح فرمائی، اب تو آپ کے طور پر آیت کے عموم کو خاص کرنے کا جرم صرف اور صرف صاحب مدارک علیہ الرحمہ نے کیا۔ پھر سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر ہی غصہ کیوں؟ کہیے اس کی وجہ بے جا تعصب کے سوا کچھ نہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

مضمون نگار صاحب! سیدنا اعلی حضرت علیہ الرحمہ کا ترجمہ تو جناب نے تعصب کی عینک چڑھا کر دیکھا مگر اس مضمون میں جناب نے جو شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ تحریر کیا ہے،، جو یہ ہے ''خرچ دینا موافق دستور کے'' اس میں بھی کچھ کیا کہ نہیں، قطعاً غور نہ کیا، ورنہ یہ ترجمہ یہاں نقل نہ کرتے، یا سرے سے سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ترجمہ پر اعتراض نہ کرتے، اور یہ اس لئے کہ شاہ عبدالقادر نے ''خرچ دینا فرمایا'' اور اعلیٰ حضرت نے ''مناسب نان ونفقہ'' کیوں مضمون نگار صاحب! نان ونفقہ، خرچ ہی کا دوسرا نام اور اس کا مصداق ہے یا کچھ اور —— اور جب خرچ نان ونفقہ دو جداگانہ چیزیں نہیں، تو پھر جو اعتراض اعلیٰ حضرت پر کیا وہی شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ پر کیوں نہیں؟ اور اعلیٰ حضرت پر اعتراض کے محل میں ان کا ترجمہ کیوں پیش کر رہے ہیں، آخر دونوں ترجموں میں کیا فرق ہے؟ مگر یہ کہ تعصب نے بصر وبصیرت کو ایسا ڈھک لیا ہے کہ اپنا لکھا دیکھ رہے ہیں اور نہ سمجھ رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم

مضمون نگار صاحب! آپ نے ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ کچھ سمجھ کر ہی نقل کیا یا یہاں بھی وہی مثل ہے کہ ''نقل راچہ عقل'' اگر آپ نے بے سوچے سمجھے نقل کیا ہے تو پھر سے ترجمہ دیکھ لیجئے جسے آپ نے ہی نقل کیا ہے جو یہ ہے ''کپڑے۔ کے جوڑے وغیرہ سے کچھ سلوک کرنا'' اب خوب دیکھ کر بغور سمجھ کر بولئے کہ یہ کپڑے کے جوڑے وغیرہ سے کیا مراد ہے؟ یہی نان ونفقہ یا بعبارت شاہ عبد القادر علیہ الرحمہ ''خرچ دینا'' یا کچھ اور یا متعہ، یا نان ونفقہ دونوں۔ اور بہر تقدیر آیت کریمہ عدت والیوں کے ساتھ خاص ہوئی کہ نہیں۔ اور اگر نان نفقہ مراد نہیں ہے تو ڈپٹی صاحب کے ترجمہ میں

''وغیرہ'' کس بلا کا نام ہے کہئے ''وغیرہ'' کپڑے کے جوڑے سے مل کر بے شک نان ونفقہ کا معنیٰ دے رہا ہے۔ اب اس ترجمہ کا بھی حاصل وہی ہوا جو ترجمہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا ہے۔ تو بول چلئے کہ جو الزام جناب نے اعلیٰ حضرت کو دیا ڈپٹی نذیر احمد کے نام وہی الزام آیا کہ نہیں۔ آیا اور ضرور آیا ، پھر شاہ عبد القادر صاحب اور نذیر احمد کو کیوں چھوڑ دیا؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مجھے توقع ہے کہ اس جگہ مضمون نگار صاحب ضرور یہ کہیں گے کہ ڈپٹی نذیر احمد کے بقول ''کپڑے کے جوڑے'' سے متعہ ثابت ہوتا ہے اور ''وغیرہ'' سے مراد نفقہ ثابت ہوتا ہے۔ تو آپ کے ترجمہ میں، بہ نسبت ترجمہ رضویہ کے وہ ایک معنیٰ زائد بتا رہا ہے اور اس صورت میں نذیر احمد کا ترجمہ آیت کے عموم کو خاص نہیں کر رہا ہے بلکہ ترجمہ میں عموم کو باقی رکھا ہے اور آیت کا حکم اس صورت میں عدت والی اور غیر معتدہ دونوں کو شامل ہے ـــــ شوق سے مضمون نگار صاحب یہ کہیں ، مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر اپنا یہ اعتراض نہ بھولیں ، جس کی عبارت یہ ہے ''خان صاحب کے ترجمہ کے مطابق مذکورہ چوتھی صورت بھی آیت کے حکم نان ونفقہ میں شامل ہے ، کیوں کہ وہ بھی طلاق والیوں میں شامل ہے حالاں کہ یہ وہ طلاق والی ہے ، جس پر عدت واجب نہیں اور جب عدت واجب نہیں تو شرعی نان ونفقہ کیا ، بطور حسن سلوک کے کپڑے کا ایک جوڑا دینا کافی ہے'' اور اب بول چلیں کہ انہیں کے لفظوں میں ''نذیر احمد کے ترجمہ کے مطابق چوتھی صورت بھی آیت کے حکم میں شامل ہے ، کیوں کہ یہ طلاق والیوں میں شامل ہے ، حالاں کہ یہ وہ طلاق والی ہے جس پر عدت واجب نہیں ، تو شرعی نان ونفقہ کیا بطور حسن سلوک کے کپڑے کا ایک جوڑا دینا کافی ہے'' پھر بھی نذیر احمد نے اس چوتھی کو عام طلاق والیوں میں رکھ کر اس کے لئے نفقہ کیسے واجب کر دیا اور ان کے نزدیک اس کے لئے نان ونفقہ نہیں تو اسے مستثنیٰ کیوں نہ کیا۔

بلکہ اس تقدیر پر جس طرح یہ لازم آتا ہے کہ نان ونفقہ اس مطلقہ کے لئے بھی واجب ٹھہرتا ہے جس پر عدت نہیں اسی طرح متعہ اور نان ونفقہ کو معاً مراد لینے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ متعہ عدت والیوں کے لئے بھی لازم ٹھہرے حالاں کہ شاہ عبد القادر کے حاشیہ کو خود ہی نقل کر چکے ہیں کہ ''پہلے خرچ فرمایا تھا یعنی جوڑا اس طلاق پر کہ مہر نہ ٹھہرا ہو اور ہاتھ نہ لگایا ہو یہاں سب پر حکم فرمایا سب طلاق والیوں کو جوڑا دینا بہتر ہے اور اس پہلی کو ضرور ہے۔ اب کہئے کہ اس مفسدہ سے مفر کدھر ہے۔

اب تو جناب سمجھ گئے ہوں گے یہ دونوں مطلقہ عورتیں (عدت والی اور جس پر عدت نہیں اور مہر نہ ٹھہرا تھا) دو جداگانہ حکم رکھتی ہیں ، پہلی کے لئے نفقہ واجب ہے اور متعہ مستحب اور دوسری کے لئے متعہ واجب ہے اور اس کے لئے نفقہ نہیں ، دیکھئے اسی لئے شاہ صاحب نے بھی اپنے حاشیہ میں

جہاں یہ فرمایا کہ "یہاں سب پر حکم فرمایا سب کو جوڑا دینا بہتر ہے" وہیں اس کے متصل اس کا حکم جداگانہ بتایا جس پر عدت نہیں اور مہر نہ ٹھہرایا تھا بالفاظ دیگر اسے عوام مطلقات سے مستثنیٰ فرمادیا، چنانچہ آپ ہی نے ان کے یہ لفظ نقل کئے ہیں "اور اس پہلی کو ضرور ہے" اور قرآن کریم نے بھی اس عورت کا جسے بے ہاتھ لگائے شوہر نے طلاق دی ہو اور مہر نہ ٹھہرا ہو جداگانہ پہلے ہی بتادیا۔ قال اللہ تعالیٰ "لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ ومتعوا ھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ، الآیہ یعنی تم پر کوئی مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر نہ کرایا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق، الخ (ترجمہ رضویہ)۔ اب رہی وہ عورتیں جنہیں بعد صحبت طلاق دی جائے، ان کا حکم وللمطلقت متاع بالمعروف فرما کر ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں عدت میں نفقہ دینا واجب ہے اور یہ سمجھانے کے لئے کہ اس مقام پر مطلقات سے مراد عدت والیاں ہیں اور متعہ سے مراد نان ونفقہ ہے۔ اس آیت سے اوپر کی آیت میں بیوہ عورتوں کا بیان فرمایا کہ ان کے مرنے والے شوہروں پر لازم ہے کہ ان کے لئے سال بھر تک نان ونفقہ اور عدم اخراج کی وصیت کر جائیں (اس آیت کا حکم منسوخ ہے) قال تعالیٰ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج یعنی اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں سال بھر تک نان ونفقہ دینے کی بے نکالے (ترجمہ رضویہ) پھر اسی مسئلہ کے بیان میں فرمایا وللمطلقت متاع جس سے ظاہر کہ اس آیت میں بھی متاع سے مراد نفقہ ہے جس طرح گذشتہ آیت میں متاعا سے مراد نفقہ ہے اور نفقہ عدت والی کے لئے واجب ہے تو مطلقت یہاں عدت والیاں ہیں اسی لئے صاحب مدارک نے فرمایا تھا ای نفقۃ العدہ مضمون نگار صاحب اب بولئے کہ جب وللمطلقت میں مطلقت سے مراد عدت والیاں ہیں تو بقول آپ کے آیت کے عموم کو خدا نے خاص کر دیا۔ تو جو کچھ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو کہا تھا وہ معاذ اللہ خدا تک پہنچا کہ نہیں پہنچا اور ضرور پہنچا۔ یہ جلوہ ہے من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب کا۔ وللہ الحجۃ السامیہ لہ الحمد او الآخر

آپ مدعی ہیں کہ متاع ایک لفظ عام ہے جو قرآن کریم نے آپ کی تمام مذکورہ صورتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے چنانچہ آپ رقم طراز ہیں کہ یہ "ان تمام صورتوں میں عورت کو فائدہ پہنچانا صادق ہے کہیں پورے مہر کی صورت میں اور کہیں مہر مثل کی صورت میں اور کہیں آدھے مہر کی صورت

میں ۔اور آخری مسئلہ میں صرف ایک جوڑا کپڑے کی صورت میں ۔اس آیت مذکورہ میں عام صورتیں شامل ہیں'' قرآن کریم نے ان کے لئے ایک لفظ متاع بالمعروف استعمال کیا ہے۔کیا جناب مستند تفاسیر سے اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ متاع کا اطلاق مہر مسمی اور مثل پر آتا ہے۔ثبوت ہے تو ضرور لائیے اور اگر ثبوت نہ دے سکیں تو جناب نے تفسیر بالرائے کا ارتکاب کیا ہے کہ نہیں کیا اور ضرور کیا اور تفسیر بالرائے پر جو وعید ہے اس کے مستحق ہوئے ۔والعیاذ باللہ

چلئے متاع آپ کے طور پر سب صورتوں کے لئے استعمال ہوا کہ وہ عام لفظ ہے اسی طرح مطلقت بھی سب مطلقہ عورتوں کو شامل ۔ہے کہ وہ بھی عام ہے تو متاع کی صورتیں جو آپ نے ذکر کیں ،وہ سب عورتوں کے لئے ہوئیں لہٰذا لازم ہے کہ ہر مطلقہ مہر و نصف مہر مثل نفقہ اور جوڑا پائے مگر یہ جناب کو بھی قبول نہیں آپ ہی نے ابھی کہا ہے''ان تمام صورتوں میں عورت کو فائدہ پہنچانا صادق ہے کہیں پورے مہر کی صورت میں اور کہیں مہر مثل......''اب کہئے کہ ہر مطلقہ عورت کا حکم یکساں نہیں بلکہ ہر ایک کا جداگانہ حکم ہے جو اس کے ساتھ خاص ہے۔تو یہ خصوص مان کر خود جناب نے بھی عموم کو خاص کر دیا کہ نہیں اور اسی جرم (جس کی تہمت سیدنا اعلیٰ حضرت پر رکھی تھی) کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اور اگر اس جرم سے اپنی برأت ہی (چاہیں) اور آیت کریمہ کو عام مخصوص نہ مانیں تو ہر مطلقہ کے احکام خاصہ کو سب کے لئے عام کریں یا ایک ہی جگہ ایک ہی جہت سے عموم و خصوص کو اجتماع ضدین کریں تو آپ جانیں۔

اب ذرا اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ دیکھیں جسے آپ نے سب سے پہلے لکھا جس کے لفظ یہ ہیں'' کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچانا بھی''تو بتاتے چلئے کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچانا تو ایک مٹھی جو،ایک لقمہ روٹی پر بھی صادق ہے بلکہ مطلقہ کا کوئی کام انجام دیدے جب بھی کچھ نہ کچھ پہنچانا صادق ہے تو آپ کی مذکورہ صورتیں کب معین ہیں۔اچھا ترجمہ کیا کہ ہمارے طور پر نفقہ کی تعیین ہی نہ رہی اور جناب کے طور پر ساری مذکورہ صورتیں غیر معین ٹھہریں۔دوسرے ترجمے جو آپ نے لکھے ہیں،اسی پر قیاس کر لیجئے۔

اور جناب نے یہ کیا کہا''اور پہلی صورت میں (یعنی جب کہ عورت کو بے ہاتھ لگائے طلاق دی ہو اور مہر نہ ٹھہرا ہو) یہ جوڑا دینا اور کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچانا ضروری ہے''کیا جناب کے نزدیک اس مطلقہ کو متعہ (جوڑے) کے علاوہ کچھ اور دینا بھی ضروری ہے اگر ایسا ہے تو قرآن میں تو

اس کا وجوب نہ بتایا تو جناب نے قرآن پر زیادتی اور شرع پر افترا کیا کہ نہیں کیا؟ کیا اور ضرور کیا۔ اور اگر ایسا نہیں تو "کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچانا ضروری ہے" کیوں لکھا۔

ذرا یہ بھی سنتے چلئے کہ آپ نے جتنے تراجم پیش کئے ان کا جائزہ فقہی طور پر لیا گیا اور ان پر بحث گذری۔ اب بیان کی رو سے بتایئے کہ جناب منقولہ تراجم میں کسی میں ہے "فائدہ پہنچانا" کسی میں "خرچ دینا" کسی میں "سلوک کرنا۔ الغرض سب نے مصدر کا ترجمہ کیا اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے نان ونفقہ فرمایا تو آپ کے مذکورہ تراجم میں جو مصدر کا ترجمہ کیا گیا ہے اس میں کون سی خوبی بیان زائد ہے جو اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں نہیں ہے۔ اور اگر کوئی خوبی یہاں زاید نہیں تو پہنچا دینا، سلوک کرنا کہنے سے کیا فائدہ؟ خرچ وغیرہ کہنا کافی تھا۔

تفسیر مدارک سے گزرا کہ متاع سے مراد نفقہ عدت ہے یا متعہ ہے۔ خازن میں متاع سے مراد متعہ بتایا۔ فالیراجع ثمہ بلکہ لغت قرآن امام راغب نے مفردات میں فرمایا فالمتاع والمتعة مایعطی المطلقة تستنفع به مدته عدتها تو یہاں مصدر کا ترجمہ کرنا لغت قرآن سے، ترجمہ قرآن میں بے خبری اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نان ونفقہ فرمانا لغت کا استحضار اور ایک لفظ مختلف موارد استعمال میں امتیاز کو قائم رکھنا ہے جو ان کا طرہ امتیاز ہے

بلکہ متاع کا استعمال بطور مصدر بھی تمتع وانتفاع کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ جس سے ظاہر (لغت کثیرہ شہرہ میں وہ مصدر لازم ہے) کہ وہ لازم ہے متعدی نہیں۔ مفردات راغب میں فرمایا والمتاع انتفاع نمد الوقت۔ المعجم الوسیط میں ہے (المتاع) "تمتع" صراح میں فرمایا "منفعت" اور آپ اپنے ہم عقیدہ عبدالحفیظ صاحب کی مصباح اللغات اٹھا کر دیکھیں کہ انہوں نے بھی متاع کو متعدی نہ بتایا۔ اب مضمون نگار صاحب بولیں کہ پہنچانا، دینا وغیرہ متعدی کا ترجمہ کرنے اور لغت کثیرہ شہرہ کو چھوڑنے میں کون سی حکمت ہے۔

---

# مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمی کے تنقیدی مقالہ کا علمی جائزہ

——■ شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی صاحب قبلہ اشرفی جیلانی دام ظلہ،

دار العلوم دیو بند ضلع سہارنپور سے ایک ماہنامہ نکلتا ہے اس کا نام بھی ''دار العلوم'' ہی ہے اس کے چند شمارے اس وقت میرے پیش نظر ہیں ان شماروں کی خاص بات یہ ہے کہ ان میں چھ قسطوں پر مشتمل ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے۔ ''مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ قرآن کا تقابلی مطالعہ'' - مقالہ نگار دار العلوم دیو بند کے شعبہ علوم قرآنی سے تعلق رکھنے والے مولوی محمد محفوظ الرحمٰن قاسمی ہیں- مقالہ نگار نے پوری فنی چابکدستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عام قارئین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ

(۱) امام احمد رضا کی ذہنی ساخت ان گمراہ فرقوں کی ذہنی بناوٹ سے مختلف نہیں جو اپنے مخصوص نظریات وعقائد کی تائید میں اور چیزوں کے ساتھ قرآن حکیم کو بھی بطور دلیل استعمال کرتے رہے ہیں اور ان الفاظ قرآنی کو جو ان کے مفروضہ عقائد ونظریات کے خلاف تھے اپنے رجحان وافکار کا ایسا جامہ پہنانے کی سعی کرتے رہے ہیں جو اسلامی حقائق کے نہ صرف مغائر تھے بلکہ قرآن پاک ہم کو جو علم دینا چاہتا تھا اس سے اس کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔

(۲) ممکن تلاش وجستجو کے بعد بھی اس حقیقت کا سراغ نہیں لگایا جا سکا جس نے امام احمد رضا کے دل میں ترجمہ قرآن کا داعیہ پیدا کیا سوائے اس کے کہ انہوں نے قرآن کریم کو اپنے عقیدہ کے اظہار کا ذریعہ بنانا چاہا تا کہ اس طرح زمرۂ عقیدت منداں میں اپنی فکری قیادت وامامت کیلئے ایک دلیل فراہم ہو جائے۔

(۳) امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن میں نہ انداز بیان کی شگفتگی ہے نہ مطالب قرآن کی عمدہ وضاحت اور نہ کسی طرح کی کوئی فنی خوبی

(۴) امام احمد رضا کو اپنا ''نیا ترجمہ'' پیش کرنے کی اس لیے ضرورت پڑی تا کہ لوگ اپنے صفحۂ دل سے عقیدت کا وہ نقش مٹنے نہ دیں جسے بڑی مشکل سے انہوں نے ان کے دلوں کی سادہ

تختیوں پر مرتسم کیا ہے۔

(۵) ان کا یہ نیا ترجمہ آیات قرآنی کے نظم واسلوب اور منشاء خداوندی کو نظر انداز کر کے ان آیتوں میں تاویل وتحریف معنوی کا دروازہ کھولنے میں ممد ومعاون ثابت ہوگا جوان کے مخصوص فکر وعقیدہ کے خلاف ہیں۔

یہ پانچ نکات ہیں جو مقالہ نگار کی تمہیدی گفتگو کا خلاصہ ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ امام احمد رضا فرقہائے باطلہ میں سے ایک باطل فرقہ کے امام اور چند نئے نظریات وخیالات اور باطل عقائد کے بانی وموجد ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ترجمہ قرآن میں اپنے انہی غیر اسلامی عقائد کی پیشکش کی ہے۔ مقالہ نگار کو مذکورہ بالا خیال اس عظیم شخصیت سے متعلق ہے اجلہ علماء کے بیان کی روشنی میں گذشتہ دوصدی ۱۲۰۰ھ و ۱۳۰۰ھ کے اندر جیسی کوئی متبحر جامع عالم ہستی نظر نہیں آئی چنانچہ تفسیر حدیث، عقائد وکلام، فقہ، سلوک، تصوف، اذکار، اوفاق، تاریخ، سیر، مناقب، جفر، تکسیر، ادب، نحو، لغت، عروض، زیجات، علم مثلث، جبر ومقابلہ، لوگارثم، ارثما طیقی، ہیئت، ہندسہ، ریاضی، توقیت، نجوم، منطق، فلسفہ اور حساب وغیرہ علوم وفنون میں آپ کی بے مثل تصانیف وحواشی آپ کے کمال تبحر وجامعیت پر شاہد عدل ہیں۔ مقالہ نگار کو فکر وشعور کا اگر چالیسواں حصہ بھی ملا ہوتا تو اس کیلئے اتنا سمجھ لینا دشوار نہ ہوتا کہ گروہی عصبیت کے نشے میں چور ہوکر جو تحریر صفحہ قرطاس پر منتقل ہو جائے گی وہ دین ودیانت اور علم وتحقیق کے تقاضے نہیں پوری کرسکتی۔

اگر مقالہ نگار منصف مزاج ہوتا تو اس حقیقت کو سمجھنے میں اسے دشواری پیش نہ آتی جس نے فاضل بریلوی کو اردو تراجم قرآن کی موجودگی میں نیا ترجمہ کرنے پر آمادہ کیا --- میں سوچتا ہوں کہ بات پہلے یہیں سے شروع کی جائے کہ آخر وہ کون سی ضرورت تھی جس نے فاضل بریلوی کو مجبور کیا کہ جہاں انہوں نے تقریباً پچاس فنون میں کم وبیش ایک ہزار کتابیں تحریر کر ڈالی ہیں وہیں اردو میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی فرما دیں۔ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن اردو کا کوئی پہلا ترجمہ نہ تھا اس کے منظر عام پر آنے سے پہلے ہی بہت سے تراجم قرآن مسلمانوں کے گھر گھر پہنچائے جا چکے تھے اور اس کے بعد بھی ترجمہ نگاری کا کام ہوتا رہا۔ بعض نے مکمل قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور بعض نے اس کے بعض کلمات وآیات کی تشریح پیش کی۔ اس مقام پر ان حضرات کے چند ترجمے بطور نمونہ نقل کردینا مناسب خیال کرتا ہوں تاکہ ناظرین بخوبی اندازہ کرلیں کہ یہ معروف ومشہور مترجمین مطالب قرآن کی وضاحت اور منشا ہدایت کو ادا کرنے والی برجستہ وبرمحل تعبیر پیش کرنے میں کس درجہ ناکام رہے ہیں۔

(۱) ارشاد قرآنی ہے "اللہ یستھزی بھم" اس آیت کا ترجمہ مختلف مترجمین یہ کرتے ہیں۔

"اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے" (سرسید)

"اللہ ان کو بناتا ہے" (ڈپٹی نذیر احمد)

"ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے" (فتح محمد جالندھری)

"اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی" (مرزا حیرت)

"اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے" (شیخ دیوبند محمود حسن)

"اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے" (نواب وحید الزماں)

دیکھئے اگر ان مترجمین کو تائید ربانی حاصل ہوتی اور ان کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا سچا تصور ہوتا تو وہ اس سبوح وقدوس کے حق میں دل لگی کرنا، ٹھٹھا کرنا، بتانا، ہنسی اڑانا وغیرہ بازاری محاورے ہرگز استعمال نہ کرتے۔ یہ جاننا کہ رب العزۃ جلالہ کی بارگاہ عظمت ٹھٹھا کرنے، ہنسی اڑانے وغیرہ عیوب سے پاک ہے صرف مرد مومن موید من اللہ ہی کا کام ہے۔ ان ترجموں کو دیکھنے کے بعد کیا کسی ایسے کے ترجمے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جو تعارف قرآن کا راز داں ہو؟ عظمت و جلال الٰہی کے آگے سر جھکانے والو جواب دو۔

(۲) ارشاد ربانی ہے وما جعلنا القبلة التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه۔ اس کے ترجمے یہ کیے گئے ہیں

"اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس کیئے تھا کہ ہم کو (یعنی اللہ کو) معلوم ہو جائے کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے" (مولوی اشرف علی تھانوی)

آیت مذکورہ بالا میں لنعلم کا ترجمہ دیگر مترجمین نے یہ کیا ہے

"ہم جان لیں" (سرسید علی گڑھی)۔ (اخلاق حسین قاسمی ماہنامہ دار العلوم فروری ۱۹۷۱ء)

"ہم معلوم کرلیں" (ڈپٹی نذیر احمد)

"ہمیں معلوم ہو جائے" (مرزا حیرت)

دیکھئے ان مترجمین نے عربی اردو ڈکشنری میں العلم کا ترجمہ جاننا پڑھا تھا اس کے مطابق آیت میں لنعلم کا ترجمہ "ہم کو یعنی اللہ کو معلوم ہو جائے" لکھ دیا لیکن بصیرت ایمانی سے محرومی کے باعث اتنا نہ سوچ سکے کہ "معلوم ہو جائے" کا محاورہ اس کیلئے استعمال کیا جائے گا جس کو پہلے سے معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ازلی وادبی طور پر عالم ہے تو پھر اس کے حق میں معلوم ہو جائے

کا کیا معنی؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ قرآن کیلئے صرف عربی دانی کام نہیں دے سکتی بلکہ اس کے ساتھ خود قرآن کے مخصوص انداز و محاورے کو پہچاننا، آیات محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ان ترجموں کو دیکھ کر کیا کسی ایسے موید من اللہ کے ترجمے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی خدائی نوازشیں بطور خاص جس پر سایہ گستر ہوں؟ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب والشہادہ ماننے والو جواب دو۔

(۳) ارشاد ربانی ہے ولما یعلم اللہ الذین جاھد وامنکم ویعلم الصٰبرین۔ اس آیت کا ترجمہ شیخ دیوبند مولوی محمود حسن نے یہ کیا ہے

"اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو"

فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے "حالانکہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح سے معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے"

دیکھئے تائید ربانی سے محرومی کے باعث یہ نادار مترجمین کتنی بری طرح ہچکولے کھا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان کو غارت کردینے والے ترجموں کو دیکھ کر کیا ایسے ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جو ایمان کو روشنی بخشے؟ دین و دیانت والو بولو۔

(۴) ارشاد قرآنی ہے افامنوا مکر اللہ، فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون۔ اس کا ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی نے حصہ اول میں اس طرح کیا ہے۔ "اور کیا وہ اللہ کی چال سے بے خوف ہو گئے، سو اللہ کی چال سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جن کو برباد ہونا ہے"

اللہ رب العزۃ جل مجدہ کی شان پاک میں "چال" کا لفظ استعمال کرنا بتا رہا ہے کہ مترجم بالکل غیر مہذب اور بارگاہ خداوندی کے آداب سے ناواقف ہے۔

ان حالات میں کیا ایسے ترجمے کی تلاش نہ ہوگی جو ایسے کے قلم سے نکلا ہو جو خدا کی بارگاہ عظمت کے آداب سے بے بہرہ نہ ہو۔

(۵) ارشاد ربانی ہے وعصیٰ اٰدم ربہ فغویٰ۔ اس کا ترجمہ مولوی عاشق الٰہی دیوبندی نے اس طرح لکھا ہے۔

"اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی بس گمراہ ہوئے"

اس ترجمے میں مترجم نے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گمراہ ٹھہرایا حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام ایک معصوم نبی ہیں ان کی بارگاہ گمراہی سے پاک ہے۔ ایسے گمراہ مترجمین کے ترجموں کو دیکھ کر کیا کسی ایسے کے ترجمے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جو ہدایت یافتہ اور موید من اللہ ہو؟

(۶) ارشاد قرآنی ہے فظن ان لن نقدر علیه ۔اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے
"پھر (یونس نے) سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو" (محمود حسن)
"اور (یونس نے) خیال کیا ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے"
"اور ان کو (یونس کو) ایسا واہمہ گزرا کہ ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے" (ڈپٹی نذیر احمد)

ان نادار مترجمین نے باطل ترجمہ کر کے حضرت سیدنا یونس علیہ السلام پر یہ بہتان لگایا کہ ان کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قابو نہیں پا سکتا اور نہ میری پکڑ کی طاقت رکھتا ہے۔ گویا ان مترجمین کے نزدیک حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ معاذ اللہ۔ ان ناداروں نے سمجھا کہ آیت میں نقدر القدرۃ سے مشتق ہے (دیکھو مفردات امام راغب)۔ یوں تقدیس نبوت کو مجروح کرنے والوں کا ترجمہ دیکھنے کے بعد کیا کسی بارگاہ نبوت کے سچے شیدائی کو ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

(۷) ارشاد ربانی ہے لا اقسم بیوم القیمۃ ۔اس آیت کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی نے یوں لکھا ہے
"میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی"

مقام عبرت ہے کہ مولوی تھانوی جو دیوبندی مکتب فکر میں ذمہ دار صاحب قلم مشہور کیے جاتے ہیں انہوں نے بھی اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حق میں "قسم کھاتا ہوں" کا نازیبا محاورہ استعمال کر دیا۔ دوسرے آزاد دیوبندی قرآن کے ترجمے میں جو کچھ لکھ جائیں وہ تھوڑا ہے۔ غور کیجئے ایسے مطلق العنان مترجمین کے ترجموں کو دیکھ کر کیا کسی ایسے کے ترجمہ کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جو ایمان افروز پاکیزہ محاورہ پیش کر رہا ہو۔

(۸) قل یا ایها الکافرون کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی نے یہ کیا ہے
"آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو!"

یہ ترجمہ ایسا ہے کہ نہ تو اللہ رب العزۃ کی حضور علیہ اسلام پر برتری ظاہر ہوتی ہے اور حضور کے مخاطبین پر حضور کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ غالباً تھانوی صاحب نے غور نہیں کیا کہ کلام الٰہی کا ترجمہ کرنا اور ہے اور عربی کلمات کو اردو کا روپ دے دینا اور ہے۔ المختصر صرف تبدیلی زبان اور ہے ترجمہ قرآن اور۔ اس ترجمہ کو دیکھنے کے بعد کیا آپ اس ترجمے کو آنکھوں سے نہ لگائیں گے جس میں صرف زبان کو تبدیل نہیں کیا گیا ہے بلکہ صحیح معنوں میں قرآن کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

(۹) اهدنا الصراط المستقیم کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی نے یہ کیا۔

''بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا''

یہ ترجمہ وہی تو کرے گا جسے ابھی تک سیدھا راستہ معلوم نہ ہو سکا لہذا ضرورت ہے ایک ایسے کے ترجمے کی جو سیدھا راستہ پاچکا ہو۔

(۱۰) ولکن رسول اللہ وخاتم النبین میں خاتم النبین کا کیا معنی ہے؟ اس سلسلے میں مولوی قاسم نانوتوی رقم طراز ہیں۔

''بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ وقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہین مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔'' (تحذیر الناس ص ۳)

تحذیر الناس کی مفصل عبارت اور اس پر مدلل نقد ونظر ملاحظہ کرنے کیلئے ''ماہنامہ المیزان کا ختم نبوت نمبر'' ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مقام تفصیلات متحمل نہیں۔ ''تحذیر الناس'' کے ذریعہ نانوتوی صاحب نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبین کا یہ معنی سمجھنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں یہ تو ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ سمجھدار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں کیونکہ زمانہ کے لحاظ سے سب سے پہلے یا سب سے پیچھے ہونا اپنے اندر بالذات کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ اب تک تمام اگلے پچھلے اولیاء وعلماء اور عوام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں، یہی معنی تمام ائمہ اسلام، صوفیاء عظام متکلمین فخام، فقہائے اعلام اور مفسرین عالی مقام نے بتائے یہی معنی صحابہ کرام نے تابعین کو سمجھائے بلکہ یہی معنی سیکڑوں حدیثوں سے ثابت ہے الغرض خاتم النبین کا یہی معنی مراد لینا ضروریات دین میں سے ہے لہذا جو شخص اس معنی کے علاوہ کوئی دوسرا معنی بتائے وہ شرعی اصطلاح میں کافر و مرتد ہے۔ نانوتوی صاحب نے اسی اجماعی اتفاقی معنی کا انکار کرتے ہوئے قرآن مجید، حدیث شریف اور لغت عربی کے خلاف خاتم النبین میں خاتم کا ایک نیا معنی خاتم ذاتی گڑھا ہے اس اعتراف کے ساتھ کہ یہ معنی آفرینی خود انہی کی اپنی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس نئے معنی کو ثابت کرنے کیلئے تحذیر الناس میں پورا زور لگا دیا ہے۔

ناظرین کرام ان حالات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ جب اسلام وایمان کا ادعاء کرنے والوں کی بے حیائی و بے شرمی اس قدر بڑھ جائے کہ وہ علانیہ کلام الٰہی کے کلمات کے اجماعی، اتفاقی، ایمانی معنی سے انکار کرنے لگیں اور کفر وارتداد کا دروازہ کھول دیں تو کیا ایسے مرد مومن کی ضرورت نہ

محسوس کی جائے گی جو قرآنی نظریات، اسلامی عقائد اور ارشادات ربانی کے مفاہیم ومعانی کی حفاظت اپنے ترجمہ قرآن کے ذریعہ کرے۔

مذکورہ بالا دس مثالیں ایک مختصر ترین انتخاب ہیں اگر فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کو اور اردو کے دیگر شائع شدہ ترجموں کو سامنے رکھ کر انساف ودیانت اور فکر ونظر کی گہرائی کے ساتھ ان سب کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو انصاف پسند کیلئے اس اعتراف کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ دور حاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنز الایمان ہے جو قرآن کریم کا صحیح ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفاسیر معتبرہ قدیم کے مطابق ہے۔ اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکاس ہے، اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا موید ہے، زبان کی روانی وسلاست میں بے مثل ہے، عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک ہے، قرآن کریم کے اصل منشاء مراد کو بتاتا ہے، آیات ربانی کے انداز خطاب کو پہچنواتا ہے، قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرتا ہے قادر مطلق کی ردائے عزت وجلال میں نقص وعیب کا دھبہ لگانے والوں کیلئے شمشیر براں ہے، حضرات انبیاء کی عظمت وحرمت کا محافظ ونگہبان ہے، عامہ مسلمین کیلئے حقائق ومعرفت کا امنڈتا سمندر ہے۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قرآن حکیم قادر مطلق جل جلالہ کا مقدس کلام ہے اور ''کنز الایمان'' اس کا مہذب ترجمان ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ یہ ترجمہ اس کا پیش کردہ ہے جو عظمت مصطفیٰ کا علم بردار، تائید رحمانی کا سرمایہ دار انوار ربانی کا حامل، حقائق قرآن کا ماہر اور دقائق آیات کا عارف تھا۔ میں نے بطور نمونہ جو مثالیں پیش کی ہیں مقالہ نگار نے اگر انہی پر غور وفکر کرلیا تو اسے بآسانی اس حقیقت کا سراغ لگ جائے گا جس نے فاضل بریلوی کے دل میں ترجمہ قرآن کا داعیہ پیدا کیا۔ ان حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد بھی اگر مقالہ نگار کو فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن میں کوئی خوبی نظر نہ آتی ہو نیز موجودہ رائج الوقت ترجموں کے بعد اس کی ضرورت نہ محسوس ہوتی ہو تو پھر اس کو چاہئے کہ وہ اعلان کردے کہ جو ترجمہ قرآن ہمارے مکتبہ فکر کے مترجمین کے اباطیل سے نقاب کشائی کرے اور ان کی زبان وبیان کی شناعت وقباحت سے روشناس کرائے نیز قرآن کریم میں ان کی پیش کردہ معنوی تحریفات سے آگاہ کرے اس ترجمہ قرآن کا خوبیوں سے خالی ہونا لازمی اور ضروری ہے۔

اس اعلان وتشہیر کے بعد اس کو لمبی چوڑی مقالہ نگاری کے ذریعہ غایت جہل کی اس منزل کا تعارف نہ کرانا پڑے گا جہاں سے وہ بول رہا ہے۔ میں نے جو مختصر ترین انتخاب پیش کیا ہے اس میں تو بعض ترجمے وہ ہیں جو براہ راست اسلامی نظریات وعقائد سے واضح طور پر متصادم ہیں اور بعض وہ ہیں جو مترجمین کی زبان وبیان کی ناداری وبیچارگی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ''ترجمے میں عقیدہ کی

پیشکش'' کی سرخی لگا کر مقالہ نگار نے دو دعوے کیے ہیں۔

۱۔امام احمد رضا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدود بشریت سے بالاتر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۲۔آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات پر ''عالم الغیب'' کا اطلاق کیا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے جمیع ماکان وما یکون کے علم کا اثبات کیا ہے۔

پہلا دعویٰ کہ امام احمد رضا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حدود بشریت سے بالاتر ثابت کرنا چاہتے ہیں فاضل بریلوی کی ذات پر ایک عظیم بہتان ہے اس بے بنیاد دعوے کو دیکھ کر یہ خیال غیر فطری نہیں کہ ''دار العلوم دیوبند'' میں افتراپردازی کی خاص ٹریننگ دی جاتی ہے۔فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن ہی نہیں بلکہ ان کی تمام تصانیف اور جملہ تحریرات میں سے ایک فقرہ ایسا نہیں پیش کیا جاسکتا جس میں رسول کریم کی بشریت کا انکار ملتا ہو۔فاضل بریلوی رسول کریم کی بشریت کے بارے میں کسی جدید خیال کے بانی نہیں بلکہ اس سلسلے میں ان کا عقیدہ وہی ہے جو تمام محققین علماء اسلام کا ہے اور جو آیات قرآنیہ اور ارشادات نبویہ سے ثابت ہے۔وہ یہ کہ۔انبیاء کرام سب بشر تھے اور سب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے اور اللہ تعالیٰ کی جو سنت نوع بشر کیلئے ٹھہر چکی ہے وہ ہمیشہ ان پر جاری ہوتی چلی آئی ہے۔بہت سارے بشری احوال وکوائف کا ظہور ان پر ہوتا رہا ہے تاکہ ہر بشر کو اس کے ہر شعبہ حیات میں ان کی پاک زندگی سے روشنی ملتی رہے۔مگر۔اس کا مطلب یہ سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ وہ بالکل ایسے ہی بشر ہوتے ہیں جیسے کہ عام بشر ہوا کرتے ہیں بلکہ وہ ان سے اتنے ممتاز بھی ہوا کرتے ہیں کہ اگر بیک وقت دونوں پر نظر ڈالی جائے تو یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا وہ علیحدہ علیحدہ دو صنفوں کے افراد ہیں۔متنبّی مشہور شاعر نے ایک ہی صنف میں اشتراک کے باوجود ان کے افراد میں امتیاز کی معقولیت کو کیا خوب انداز سے ادا کیا ہے وہ کہتا ہے۔

وان تفق الانام وانت منهم فان المسك بعض دم الغزال۔اے ممدوح اگر تو مخلوق میں شامل ہو کر ان سب پر فوقیت رکھتا ہے تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے آخر مشک بھی تو اسی ہرن کے خون کا ایک حصہ ہوتا ہے لیکن پھر ان دونوں میں کیا نسبت وہ متعفن اور یہ معطر وہ ناپاک اور یہ پاک۔پس اسی طرح انبیاء علیہ السلام بھی بشر ہونے میں گو سب انسانوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں لیکن پھر ان سے مشک کی طرح ممتاز بھی ہوتے ہیں صرف اپنی سیرت میں نہیں بلکہ اپنے جسم وجوارح میں بھی اور ان کے خواص میں بھی۔المختصر اگر ایک طرف انبیاء علیہ السلام میں بشریت کی وہ عام صفات موجود ہوتی ہیں جو ان کی بشریت کا بدیہی ثبوت ہیں تو اسی کے ساتھ دوسری طرف ان میں وہ صفات بھی موجود ہوتی ہیں جو عام بشریت سے ان کی فوقیت کا اس سے زیادہ بدیہی

ثبوت ہوتی ہیں۔مگر ایک طبقہ عجیب وغریب ہے کہ جب وہ بشریت کا قائل ہوا تو اس نے رسولوں کو ٹھیک عام انسانوں کی صف میں اس طرح سمجھ لیا کہ پھر ان کے حق میں کسی امتیاز کا قائل ہونا اس کے نزدیک گویا ان کی بشریت ہی کے انکار کے مرادف بن گیا۔ مقالہ نگار شاید اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے جبھی اس کے نزدیک امام احمد رضا بشریت انبیاء کے منکرین میں نظر آتے ہیں۔امام احمد رضا نے آیت کریمہ قل انما انا بشر مثلکم یوحی انی انما الھکم الٰہ واحد کا جو ترجمہ ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

''تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے''

مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ امام احمد رضا نے اس ترجمہ میں آیت کریمہ کے مفہوم ومنشا کو خبط کر دیا ہے نیز نظم قرآن کی ترتیب کے اعتبار سے یہ ترجمہ صحیح نہیں اس لیے کہ مقالہ نگار کے خیال میں اس ارشاد ربانی کا منشا یہ ہے کہ اس خیال کی تردید کر دی جائے کہ جو نبی ہوگا وہ بشر نہیں ہو سکتا۔مقالہ نگار نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اگر ارشاد قرآنی کا منشا صرف اتنا ہوتا کہ نبی کی بشریت واضح کر دی جائے تو پھر اس کیلئے ''انما انا بشر'' فرمانا کافی تھا ''مثلکم'' کے اضافے کی ضرورت نہ تھی۔قرآن مجید کا اصل منشاء اپنی طبیعت سے گڑھنا اور پھر اس پر احکام مرتب کرنا اگر انصاف ہے تو یہ وہ انصاف ہے جو دار العلوم دیوبند کی چہار دیواری ہی کو مبارک ہو۔اچھا آئیے مقالہ نگار کے پسندیدہ ومصدقہ ترجموں میں سے مولوی عبدالحق حقانی (جو مقالہ نگار کے نزدیک جید عالم تھے اور جن کا ترجمہ اس کے نزدیک تمام معنوی خوبیوں کا حامل ہے) انہی کے ترجمہ پر گفتگو کی بنیاد رکھی جائے۔ان کے ترجمے کی عبارت یہ ہے۔

''اے نبی کہہ دو کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں یہی ہے کہ میری طرف وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے''

اس ترجمے کی خامیوں پر غور نہ کیجئے بلکہ مقالہ نگار سے دریافت کیجئے کہ اچھا چلو کر لو ''بشر مثلکم'' کا ترجمہ تمہاری طرح بشر مگر اب واضح کرو کس بات میں رسول مخاطبین کی طرح ہیں؟ ۔ذہن نشین رہے کہ آیت کریمہ میں مخاطب کفار ومشرکین ہیں نہ کہ مومنین ومطیعین (دیکھو ابن کثیر وابن جریر وغیرہا) تو ظاہر ہے کہ آیت میں مذکور ضمیر ''کم'' کا جو اپنے کو مخاطب سمجھے گا وہ دانستہ یا نادانستہ اپنے کو اسی زمرے میں شامل کر رہا ہے جو اس ضمیر خطاب کے مخاطبین کا زمرہ ہے۔ایسی صورت میں کوئی ایمان والا ہوش وحواس کی سلامتی کے ساتھ اپنے کو اس ضمیر خطاب کا مخاطب قرار ہی نہیں دے سکتا۔

کفار ومشرکین کجا اگر رسول کو مومنین صالحین کی طرح کہا جائے جب بھی وجہ تشبیہہ کی تلاش میں

عقل حیران ہو جاتی ہے کہ اگر رسول ہمارے مثل ہیں تو کس بات میں۔ مماثلت کلیہ کا دعویٰ تو پاگل بھی نہیں کر سکتا۔ خود مقالہ نگار بھی نبی وغیر نبی کی بالکلیہ مماثلت کا قائل نہیں تو اب صرف بعض امور میں مماثلت کا مسئلہ زیر بحث رہ گیا تو آخر وہ امور کون سے ہیں؟ ایمان، اعمال، احکام اور معاملات کسی مین بھی ہم کو ان سے مماثلت و مشابہت نہیں۔

غور کیجئے رسول کریم کا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ ــــ نہیں ہے کوئی معبود برحق اللہ کے سوا اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر یہی کلمہ ہم پڑھیں تو کافر ہو جائیں۔ ہم پر پانچ وقت کی نمازیں فرض اور حضور پر چھ وقت کی نمازیں، تہجد بھی آپ پر فرض ہے۔ ہمارے لیے ارکان اسلام پانچ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور آپ کے لیے چار اس لیے کہ زکوٰۃ آپ پر فرض نہیں۔ ہم کو صرف چار بیویوں کی اجازت ہے اور آپ جس قدر چاہیں۔ ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے نکاح کر سکتی ہیں لیکن آپ کی ازواج پاک مسلمانوں کی مائیں ہیں کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہوگی اور آپ کی میراث نہ بٹے گی۔ ہمارا ایمان ایمان بالغیب آپ کا ایمان ایمان بالشہادۃ۔ ہم بیٹھ کر نفل پڑھیں تو ثواب نصف ہو جائے اور آپ بیٹھ کر بھی پڑھیں جب بھی اجر میں کمی نہیں ہوتی۔ ابتدا میں صحابہ نے یہی سمجھ رکھا تھا کہ وہ شرعی حکام جو نبی وغیر نبی کیلئے عام ہیں اس میں نبی ہماری طرح ہیں لیکن رسول کریم نے ایک موقع پر لست کاحد منکم فرما کر ان کے خیال کی اصلاح فرمادی۔

ہم اسلامی قانون پر عمل کرنے والے ہیں اور رسول کریم اسلامی قوانین کو نافذ کرنے والے ہیں۔ اس منصب رفیع کے ساتھ کہ جس کو چاہیں اور جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں یہ اختیار کسی امتی کو تا قیامت حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ التحیۃ والتسلیم نے ایک موقع پر حضرت ابو بردہ کیلئے ششماہہ بکری کی قربانی جائز فرمادی، ایک بار حضرت عقبہ ابن عامر کو بھی ششماہہ بکری کی قربانی کی اجازت عطا فرمادی، ایک بار حضرت ام عطیہ کو نوحہ کرنے کی رخصت بخش دی۔ ایک مرتبہ حضرت اسماء بنت عمیس کو عدت وفات کا سوگ معاف فرمادیا، ایک صاحب کو مہر کی جگہ صرف سورہ قرآن سکھانا کافی کر دیا، حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کی تنہا گواہی کو شہادت کا نصاب کامل کر دیا، ایک صحابی کیلئے روزے کا کفارہ خود ہی کھالینا جائز فرمادیا، ایک صاحب کو جوانی میں ایک بی بی کا دودھ پینے کی اجازت دے دی، مولیٰ علی کو بحالت جنابت مسجد اقدس میں رہنا مباح فرمادیا، مخدرات اہلبیت کو بحالت عارضہ ماہانہ مسجد مبارک میں آنا جائز فرمادیا، حضرت براء ابن عاقب کو سونے کی انگوٹھی پہننی جائز فرمادی، حضرت سراقہ کو سونے کے کنگن حضور کی اجازت سے

پہنائے گئے، حضرت عثمان غنی کو بے حاضری جہاد سہم غنیمت کا مستحق فرمادیا اور عطا کیا، حضرت معاذ بن جبل کو اپنی رعیت سے تحائف لینا حلال فرمادیا، ام المومنین حضرت عائشہ کو عصر کے بعد دو رکعت نفل جائز فرمادی، ایک شخص سے اس شرط پر اسلام قبول فرمالیا کہ وہ نماز سے زیادہ نہ پڑھے گا-وغیرہا وغیرہا-صفحات کتب احادیث پر پھیلے ہوئے یہ سارے واقعات وحقائق واضح کرتے ہیں کہ رسول کریم کی ذات گرامی ایمان واحکام معاملات وعبادات میں بھی بے مثل وبے نظیر ہے ہم جیسی نہیں-یہی نہیں بلکہ آپ کا سر سے لے کر پیر تک ہر عضو بدن بے مثل وبے نظیر ہے اللہ عزوجل نے آپ کو اپنی ذات وصفات کا مظہراتم حقیقت ومعرفت کے تمام ظاہری وباطنی کمالات کا مخزن اور روحانیت کے تمام محاسن واوصاف کا معدن بنایا تھا۔آپ کے حسن وجمال کا عالم یہ تھا کہ نگاہیں دیکھ کر خیرہ ہوگئیں۔جس کا مشاہدہ کرکے زبان کو عالم حیرت میں کہنا پڑا لم ارقبله وبعده مثله ایسا حسین وجمیل نہ آپ کے قبل دیکھا نہ آپ کے بعد خود حضرت علی نے آپ کے سر سے پاؤں تک کے اوصاف جمیلہ بیان کرنے کے بعد فرمایا یقول ناعته لم ارقبله ولابعده مثله صلی اللہ علیه وسلم یعنی جو حضور کی نعت بیان کرے گا وہ ضرور کہے گا کہ میں نے حضور کے مثل نہیں دیکھا۔حضرت مولائے کائنات نے فیصلہ فرمادیا کہ یہ ممکن نہیں کہ حضور کی مدح وثنا کرنے والا حضور کو بے مثل نہ کہے اس لیے کہ جب تک حضور کو بے مثل نہ کہے گا اور لا یمکن الثناء کما کانا حقه کا اعتراف نہ کرے گا اس کی مدح وثنا ممکن نہیں ہوسکتی۔حضرت علی کا ارشاد اس بات کی طرف بھی اشارہ کررہا ہے کہ حضور سے مثلیت کا دعویٰ وہی کرے گا جو حضور کا ناعت (ثناخواں) نہ ہوگا بلکہ حضور کی توہین وتنقیص کا قصد رکھتا ہوگا۔حضرت حسان فرماتے ہیں

"خلقت مبرأ عن كل عيب
كانک قد خلقت كما تشاء"

(اے میرے محبوب) آپ ہر عیب سے پاک وصاف پیدا کیے گئے گویا آپ کی تخلیق آپ کی مرضی سے کی گئی

"واجمل مندلم ترقط عيني
واكمل منک لم تلد النساء"

آپ سے زیادہ حسین وجمیل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا، اپ سے زیادہ باکمال کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے ما رایت شیئاً احسن من رسول الله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے حضور سے زیادہ خوبصورت کسی انسان ہی نہیں بلکہ (کائنات) کی کسی چیز کو بھی نہیں دیکھا۔حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ چہرۂ نبوی کے حسن کا یہ عالم تھا"کان الشمس تجری نی وجھہ " گویا سورج آپ کے چہرے میں رقصاں ہے۔عارض پاک کا یہ عالم تھا"کان ماء الذھب تجری فی صفحتہ خدہ" گویا صفحہ رخسار پر سونے کا پانی چھلک رہا ہے دندان مبارک موتیوں کی طرح سفید و چمدار تھے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں"اذا ضحک یتلا لاء الجدر" جب آپ تبسم فرماتے تو دندان مبارک کے نور سے دیواروں پر روشنی چھا جاتی۔لعاب مبارک کے بارے میں مواہب شریف میں ہے"احسن عباداللہ شفتین "اللہ کے تمام بندوں سے اچھے تھے۔اللہ اللہ کیا اعجاز تھا آپ کے لبہائے مبارک کا کہ ایک بار حضرت علی شدید بیمار ہوئے آپ نے دیکھ کر فرمایا"اللھم عافہ اواشفعہ "الٰہی اسے عافیت دے یا شفا دے۔لب جاں بخش کے ہلاتے ہی شفا ہوگئی اور پھر اس کے بعد تاحیات اس مرض میں گرفتار نہ ہوئے۔زبان مبارک کا یہ عالم کہ خود ارشاد فرماتے ہیں"انا افصح العرب "میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوں۔ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر کے اس استفسار پر کہ حضور میں نے عرب کا دورہ کیا بڑے بڑے فصحاء سے ملاقات کی مگر آپ جیسی فصاحت کسی میں نہ پائی آپ نے ارشاد فرمایا ادبنی ربی مجھے میرے رب نے ادب سکھایا۔ایک غزوہ میں حضور علیہ السلام نے نزول اجلال فرمایا ایک چشمے کے متعلق صحابہ نے عرض کیا کہ حضور اس چشمہ کا نام بیسان ہے اس کا پانی کھارا ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا"بل ھو نعمان وھوا طیب "نہیں اس کا نام نعمان ہے اس کا پانی میٹھا ہے۔صحابہ فرماتے ہیں کہ حضور نے چشمہ کا نام بدل دیا تو اللہ نے اس کا ذائقہ بدل دیا۔حضور علیہ السلام کی زبان کی عظمت کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ہی زبان مبارک ہے جو حریم خلوت گاہ قدس میں پہنچ کر رب العالمین سے شرف کلامی حاصل کرتی ہے۔ایک بار آپ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں "فوالذی نفس بیدہ مایخرج منہ الاحقا "مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی نکلتا ہے۔قرآن نے اعلان فرمایا"ما ینطق عن الھویٰ ان ھوالاوحی یوحیٰ" یہ اپنی طرف سے نہیں بولتے ان کا بولنا وحی الٰہی ہے۔ایک مرتبہ شدت تشنگی میں حضرت امام حسن کے منہ میں آپ نے اپنی زبان رکھ دی انہوں نے چوسی اور سیراب ہوگئے۔آپ کی مقدس آنکھوں کیلئے اندھیرا بھی حجاب نہ تھا۔حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کے اجالے میں۔حدیثوں

سے ثابت ہے کہ حضور نے خود ہی فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم کو اپنی پشت کی جانب سے بھی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے سامنے کی جانب سے۔ بلکہ۔ حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کی قسم تمہارے رکوع اور خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں۔ خشوع دل کی کیفیت نیاز کا نام ہے مگر نگاہ احمدی کے قربان جو نمازی کے خشوع کا بھی ادراک رکھتی ہے۔ مدینہ میں رہ کر غزوہ موتہ کے حالات کو ملاحظہ فرمانا اور پھر مجاہدین کی واپسی پر خود ہی تمام حالات کو من وعن بیان کر دینا حدیثوں میں مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ چشم نبوت اندھیرے، اجالے دور ونزدیک کے قانون سے علیحدہ ہے یہ قانون دوسروں کی آنکھوں کیلئے ہے۔ آپ کے موئے مبارک بھی ایک ممتاز حیثیت کے مالک ہیں اسلام کے مشہور جرنیل حضرت خالد کو میدان کارزار میں فتح ونصرت الٰہی انہیں مبارک بالوں کی برکت سے حاصل ہوتی تھی۔ امام بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت خالد کی ٹوپی میں حضور علیہ السلام کے چند بال تھے اور انہیں بالوں کی برکت سے انہیں ہر معرکہ میں فتح ہوتی تھی۔

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ایک بال ہمیں دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حلاق حضور کے بال اتار رہا ہے اور صحابہ کرام پروانہ دار موئے مبارک حاصل کرنے کیلئے حضور کا طواف کر رہے ہیں تاکہ ایک بال بھی زمین پر نہ گرے اور ان کے ہاتھوں میں آجائے۔ حضرت علی کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے دست مبارک میں اپنا ایک بال لیے ہوئے فرمارہے ہیں کہ جس نے میری ایک بال کی توہین کی اس پر جنت حرام ہے۔ آپ کی قوت سامعہ بھی بے نظیر ہے حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا "میں وہ دیکھتا ہوں جو کوئی نہیں دیکھتا اور وہ سنتا ہوں جو کوئی نہیں سنتا"۔ خود حضور نے فرمادیا کہ میری قوت سامعہ وباصرہ عام انسانوں کی طرح نہیں۔ آسمان کی چڑ چڑاہٹ سماعت فرمانا، عذاب قبر کو سننا وغیرہ وغیرہ آپ کی سماعت کی بے مثلی کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

آپ کا بچپن بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا اور آپ کا زمانہ طفولیت عام بچوں کی طرح نہ تھا۔ حضرت امام ابن سبع فرماتے ہیں کہ آپ نے صحن عالم پر قدم رکھا تو پہلا کلام یہ فرمایا "اللہ اکبر کبیر الحمد للہ کثیرا" معلوم ہوا کہ حضور کو بچپن اور کمسنی میں بھی ادراک وشعور اور علم وفہم حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ نے تمام اخلاق حمیدہ اور آداب شرعیہ آپ میں جمع فرمادیئے تھے۔ امام ابن سبع فرماتے ہیں کہ حضرت حلیمہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف آپ کے دائیں طرف کا دودھ نوش فرماتے اور بائیں طرف کا وہ پلانا بھی چاہتیں تو نہ نوش فرماتے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی "وذالک من عدلہ لانہ یعلم ان لہ شریکا فی الرضاعۃ" یہ آپ کا عدل تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ میرا ایک رضاعی

شریک بھی ہے یعنی حضرت حلیمہ ایک اور بچے کو دودھ پلاتی تھیں جس کیلئے آپ نے بائیں طرف کا حصہ مخصوص فرما دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایام شیر خوارگی کے عالم میں عدل و مساوات کا یہ اہتمام فرمانا آپ کی بے مثلی کو ظاہر فرما رہا ہے اس لیے کہ اس عمر میں یہ دیانت و شعور کس میں ہوتا ہے؟ آیئے دست رسول کے بھی جلوے ملاحظہ فرمایئے۔ جنگ احد میں حضرت عبداللہ ابن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں ایک کھجور کی ٹہنی دی جوان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ لکڑی کو لوہا بنا دیا اور حقیقت کو بدل دیا اسی کو قلب اعیان کہتے ہیں۔

حضرت سائب ابن یزید کہتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا حضور کا ادھر سے گزر ہوا آپ نے فرمایا کون میں نے عرض کیا سائب ابن یزید ہوں پھر آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا یا اور فرمایا اللہ برکت دے جس کا اثر یہ ہوا کہ میرے بال ہمیشہ سیاہ رہے۔

انگشتان مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، ایک اشارے پر چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا، ایک اشارہ سے مدینہ طیبہ سے ہٹ کر بادلوں کا اطراف کا رخ کر لینا، دست مبارک میں شفاء کی طبعی خاصیت ہونا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا دست مبارک بے مثل و بے نظیر تھا۔

آپ کی قوت ذائقہ کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ صحابہ کے ساتھ ایک میت کی تدفین کے بعد واپس ہو رہے تھے کہ ایک خاتون نے آپ سب کو کھانے پر مدعو کیا۔ صحابہ نے آپ کے بعد کھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا۔ مگر آپ کے دہن مبارک میں جیسے ہی لقمہ پہنچا آپ نے فرما دیا کہ یہ گوشت کسی ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی ہے چنانچہ آپ نے اس لقمے کو نوش نہیں فرمایا۔ بات بھی صحیح تھی اس لیے کہ وہ بکری اصل مالک کے بجائے اس کی بیوی کی اجازت سے حاصل کی گئی تھی۔

خیال کیجئے کہ تلخ و شیریں کا احساس تو عام بشر کی زبانیں بھی کر لیتی ہیں مگر نبی و رسول کی زبان حلال و حرام کا بھی احساس فرما لیتی ہے۔ آپ کی مبارک آواز کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن جب آپ منبر پر خطبہ کیلئے بیٹھے تو لوگوں سے فرمایا، بیٹھ جاؤ آپ کی یہ آواز حضرت عبداللہ ابن رواحہ کے کان میں بھی پہنچی، وہ اس وقت بکریوں میں تھے آپ کی آواز سن کر فوراً وہیں بیٹھ گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ کی روایت ہے کہ رسول کریم نے منیٰ میں ہمارے سامنے خطبہ دیا تو اللہ نے ہمارے کان اس طرح کھول دیئے تھے کہ ہم تمام حجاج جہاں تھے وہیں بیٹھے ہوئے آپ کی آواز سن رہے تھے۔ منیٰ کی سرزمین شاہد ہے کہ نبی کریم کے بعد اس فضل سے کسی کو قوت نہیں گیا تا کہ اس خاص موقع کا یہ واقعہ آپ کے خصائص میں شمار ہو وہاں آپ اس رفیع الصوتی کا پرتو ایک عاشق

رسول پر پڑا تھا جس نے مدینہ طیبہ میں آواز بلند کی تو وہ آواز نہاوند کی فوج میں سنی گئی۔ المختصر۔ منیٰ والا واقعہ اپنے جائے وقوع اور کیفیات کے لحاظ سے جداگانہ ہے۔ آپ کے لعاب دہن کا یہ حال کہ کھارے پانی میں پڑے تو پانی کو میٹھا کردے، پائے صدیق میں لگے تو تریاق بن جائے، چشم علی میں لگے تو کحل الجواہر کا کام دے، عبداللہ ابن عتیک کے ٹوٹے ہوئے پاؤں میں لگ جائے تو ہڈیوں کو جوڑ دے، آپ کی نیند کا یہ عالم کہ خود فرمائیں ''ان عینی تنامان ولا ینام قلبی'' میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا – نیز – ارشاد فرمایا کہ – ہم انبیاء کی صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے – انبیاء کرام کو وفات سے پہلے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو دنیا ہی میں رہیں اور چاہیں تو آخرت کو پسند فرما لیں۔ نیز کسی نبی پر وفات طاری نہیں کی جاتی جب تک جنت میں اس کا مقام اسے دکھا نہیں دیا جاتا اور اسے دنیا و آخرت میں ایک کو پسند کر لینے کا اختیار نہیں دے دیا جاتا۔ احادیث سے یہ حقائق ثابت ہیں۔ ان امور کے علاوہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی کپڑوں میں غسل دینے کی غیبی ہدایت، غسل دینے میں فرشتوں کو بھی غائبانہ شرکت، حضور کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے اولاً حضرت جبریل پھر حضرت میکائیل پھر حضرت اسرافیل پھر حضرت عزرائیل کا بہت سارے فرشتوں کے ساتھ حاضر ہونا۔ پھر اہل بیت اطہر کا نماز کیلئے حاضر ہونا ان سب کے بعد دوسرے لوگوں کا تنہا تنہا بغیر امام کے نماز پڑھنا۔ قبر میں اتارتے وقت ملائکہ کا بھی شریک کار ہونا۔ آپ کی وفات کے بعد ملائکہ کا اہلبیت کے پاس آکر تعزیتی کلمات غائبانہ طور پر پیش کرنا اس طرح کہ وہ نظر نہیں آرہے تھے مگر ان کی آواز سنی جارہی تھی، عام بشر کی تعزیت عام بشر کر لیتے ہیں مگر رسول وہ ہیں جن کے گھر والوں کی تعزیت میں خدا کے مقدس فرشتے بھی یشریک رہتے ہیں۔ یوں ہی ہر نبی کا اسی جگہ پر وفات پانا جہاں اسے دفن ہونا محبوب ہو، دفن کے بعد زمین کے تخریبی اثرات سے ان کا محفوظ رہنا اور قبروں میں نمازیں پڑھنا حقیقت میں نگاہوں میں مدینے میں آپ کے آنے سے روشنی اور وفات سے تاریکی پھیل جانا، اور حضور سے جدا ہو جانے کے نتیجے میں صحابہ کا اپنے قلوب کی حالت دگرگوں پانا، حیات طیبہ میں رسول کی صحبت سے الگ ہوتے ہی صحابہ کا اپنی قلبی کیفیت میں تبدیلی کا احساس ہونا، فرشتوں سے ہم کلام ہونا، فرشتوں کا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرف صحبت سے مستفیض ہونا، آپ کے نماز پڑھنے سے میت کے قبر کا روشن و منور ہو جانا، جنت و دوزخ کا حالت نماز میں آپ کے سامنے متمثل ہو کر حاضر ہونا، اس حیات دنیوی میں رہتے ہوئے بارہا بنفس نفیس جنت میں تشریف لے جانا، یہ سارے حقائق وہ ہیں جو احادیث نبویہ سے ثابت ہیں۔ طوالت تحریر کا اندیشہ کلمات احادیث کو نقل کرنے سے مانع ہے۔ یہی وہ حقائق ہیں جن کے پیش نظر امام رازی نے صاف

صاف فرمادیا کہ انبیاء کرام جس طرح عام بشر سے اپنی روحانی قوتوں میں ممتاز ہوتے ہیں اسی طرح جسمانی طاقتوں میں بھی ممتاز ہوتے ہیں۔

انتہا یہ ہے کہ آپ کے تمام فضلات مبارکہ امت کے حق میں طیب وطاہر باعث برکت و رحمت ہیں لیکن خود آپ کے حق میں آپ کی عظمت شان کے سبب حکم اصلی باقی ہے۔ فتاویٰ اسعدیہ میں ان کی طہارت کی صراحت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور علیہ السلام کے پچھنے لگائے جسم اقدس سے جو خون نکلا وہ انہوں نے پی لیا اس پر حضور نے ارشاد فرمایا جا تو نے اپنے نفس پر آتش دوزخ حرام کرلی۔ حضرت ابن زبیر نے خون مبارک بطور تبرک پیا کسی نے پوچھا خون کا ذائقہ کیا تھا فرمایا ذائقہ شہد کی طرح تھا اور خوشبو مشک وعنبر جیسی تھی۔ حضرت ام ایمن نے ایک مرتبہ آپ کا بول مبارک پی لیا اور پھر جب آپ سے عرض کیا تو آپ مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ آج سے تجھے کبھی پیٹ کی بیماری نہ ہوگی۔ روحانی کمالات کو الگ رکھئے یہ جسمانی محیر العقول کمالات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم کی طرح مومنین صالحین تک نہیں نہ روحانی درجات میں نہ جسمانی کمالات اور ظاہری عضو کے کسی حصے میں۔ پھر کفار ومشرکین کا آپ کی طرح ہونا یا آپ کا ان کی طرح ہونا کس قدر بعید از قیاس ہے۔ اب رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانے، پینے، سونے، جاگنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے، اپنا کام اپنے ہاتھوں انجام دینے، زخمی ہونے، بیمار پڑنے وغیرہ وغیرہ میں ہمارا شریک نظر آنا تو اس سے بھی آپ ہماری طرح نہیں ہوتے اس لیے کہ نبی کے افعال امت کی تعلیم کیلئے ہوتے ہیں ان کی ہر ادا معلمانہ نشان رکھتی ہے پھر ان کے افعال کی حقیقت کو امتی کے افعال کی حقیقت سے کیا نسبت۔

غور کیجئے ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی میں رب کے یہاں شب گزارتا ہوں مجھے میرا رب کھاتا پلاتا ہے۔ بلفظ دیگر۔ انی لست کھیئتکم انی اطعم واسقی میں تمہاری ہیئت وماہیت کے مثل نہیں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔ براویت دیگر۔ انی لست مثلکم میں تمہارے مثل نہیں۔ تیسری روایت میں ہے۔ ایکم مثلی تم میں کون میرے مثل ہے۔ ان ظاہر المراد کلمات کے ذریعہ اپنی بے مثلی وبے نظیری کا اعلان فرمانے والا رسول اگر بھوکا پیاسا، زخم خوردہ ومجروح، بطن اقدس پر پتھر باندھے ہوئے وغیرہ وغیرہ نظر آئے تو کیا ان کے ان افعال کی وہی حقیقت ہوگی جو مجبوروں اور بیکسوں کے افعال کی ہوتی ہے؟ یا عائشۃ لوشئت لسارت معی جبال الذھب اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں ارشاد فرمانے والے رسول کے دولت کدے سے دھواں نہ اٹھے تو کیا اسے اس کی بے کسی ومجبوری پر محمول کیا جائے گا؟ کیا انبیاء

پر بشری احوال وکوائف کا ظہور اس لیے ہوتا ہے کہ غیر نبی کو انہیں اپنا جیسا کہنے کا جواز مل جائے؟ یا یہ کہ -انبیاء کے یہ سارے اعمال امت کی تعلیم اور انہیں فقر وزہد، صبر وشکر، توکل واستغناء، عجز وانکسار نیز اللہ کی رضا سے راضی ہوکر ہر شعبہ حیات میں پاکیزہ زندگی گزارنے کا سبق سکھانے کیلئے ہیں۔قرآن وحدیث سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نبی کریم کی شان تو نرالی ہے آپ کی طرف جس کی نسبت ہوگئی وہ بے مثل ہوگیا-جبھی تو - نبی کی ازواج عورتوں میں بے مثل، نبی کے امتی دیگر امتیوں میں بے مثل، نبی کا شہر شہروں میں بے مثل، نبی کے قبر انور کی زمین زمینوں میں بے مثل، نبی پر نازل شدہ کتاب آسمانی کتابوں میں بے مثل، نبی کا لایا ہوا دین ادیان میں بے مثل، نبی کا قبیلہ قبیلوں میں بے مثل، نبی کا خاندان خاندانوں میں بے مثل، نبی کا گھرانا گھرانوں میں بے مثل وغیرہ وغیرہ تو جب آثار ومنسوبات کا یہ حال ہے تو پھر منسوب الیہ کی بے مثلی وبے نظیری سمجھانے کیلئے کسی دلیل کی کیا ضرورت۔

شیخ محقق نے لمعات شرح مشکوۃ میں ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاف صاف فرمادیا کہ-ولکنی لست کاحد مثلکم لیکن میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔حضور کا اپنے اس کلام سے مقصد یہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا اور پورا پورا ثواب ملنا میرے خصائص سے ہے۔ فلاتقیسونی علی احد ولاتقیسوا علی احدا لہٰذا مجھ کو کسی پر قیاس نہ کرو اور نہ مجھ پر کسی کو قیاس کرو۔

یہاں تک میں نے احادیث کریمہ اور ارشادات علماء کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ ہر نبی اپنی ذات وصفات، اعضاء وجوارح میں غیر نبی سے ممتاز ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب حقیقت وہیئت میں مماثلت نہ رکھی گئی تو اب ذات وصفات اور اعمال وافعال نیز اعضاء وجوارح کی جو ظاہری صورت ہے اسی میں مماثلت ہوسکتی ہے۔امام احمد رضا کی بصیرت اور ان کے بے پناہ فہم وفراست پر قربان جایئے کہ انہوں نے قل انما بشر مثلکم کے ترجمے میں لفظ کے نیچے لفظ رکھ دینا پسند نہیں فرمایا بلکہ اسی وجہ تشبیہ کو ترجمے کی صورت دے دی جس کے سوا کوئی اور مماثلت کی وجہ نہ بن سکے۔تاکہ عام ذہن وجہ تشبیہ کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان نہ ہو نیز غفلت ولاعلمی کے سبب کسی ایسی چیز کو وجہ تشبیہ نہ ٹھہرالے جس سے وہ خارج از اسلام ہی ہوجائے- مقالہ نگار اگر ذرا بھی منصف مزاج ہوتا تو امام احمد رضا کے ترجموں کو آنکھوں سے لگاتا اور ان کی فراست ایمانی کے حضور سرنیاز جھکا دیتا۔ایک فقرہ میں طویل وعریض تحقیقات کا عطر پیش کردینا اور بے غبار لفظوں میں اسلامی عقیدے کی وضاحت کردینا تائید ربانی ہی پر موقوف ہے۔یہاں اس نکتے کو بھی ذہن میں رکھ

لیجیے کہ ''انا بشر مثلکم'' (میں تمہاری طرح بشر ہوں) کی ترجمانی کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ میں تمہاری طرح انسان ہوں یعنی جیسے تم انسان ہو (فرشتہ و جن نہیں) اسی طرح میں بھی انسان ہوں (فرشتہ و جن نہیں) اس ترجمانی میں وجہ مماثلت انسانیت اور بشریت ہے یعنی انسان و بشر ہونے میں تمہاری طرح ہوں۔

۲۔ میں تمہاری طرح انسان ہوں یعنی جس طرح کے انسان تم ہو اسی طرح کا انسان میں بھی ہوں یعنی تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔

ظاہر ہے کہ پہلی ترجمانی ہی اسلامی عقائد و نظریات کے مطابق ہے جس سے واضح ہے کہ مماثلت صرف ''آدمی ہونے'' میں ہے نہ کہ دوسرے صفات وغیرہا کی حقیقت و ماہیت میں۔ خود مقالہ نگار نے فتح القدیر، بحرالمحیط اور روح المعانی سے جو عبارتیں نقل کی ہیں ان سے بھی یہی ثابت ہے کہ وجہ مماثلت صرف بشریت (یعنی آدمی ہونا) ہے۔ فتح القدیر کی عبارت مقالہ نگار نے نقل کی ہے اس نے تو یہاں تک واضح کر دیا کہ اپنے لیے بشریت ثابت فرما کر رسول کریم اپنی ذات سے ملکیت کی نفی فرما رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ میں بشر ہوں ملک نہیں ہوں جیسے تم بشر ہو ملک نہیں ہو۔ یہی پر یہ سمجھ لیجیے گا کہ بشریت کا ترجمہ بحرالمحیط کی عبارت منقولہ کا ترجمہ کرتے ہوئے خود مقالہ نگار نے آدمی ہونا ہی کیا ہے۔ اسی وجہ مماثلت کو امام احمد رضا نے جب سورہ سجدہ کے رکوع اکی آیت قل انما انا بشر مثلکم کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھ دیا اور یہ ترجمانی فرمائی ''تم فرماؤ آدمی ہونے میں میں تمہیں جیسا ہوں''۔

اس پر مقالہ نگار بول پڑا کہ بشر کا معنی ''آدمی ہونا'' کہاں ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ بشر کا معنی آدمی ہونا نہیں لیکن بشریت کا معنی تو آدمی ہونا ہے اور پھر جب بشر مثلکم سے ''مماثلت فی البشریۃ'' مقصود ہونے پر ساری تفسیریں متفق ہیں تو پھر اسی وجہ مماثلت کو قرآن کی ترجمانی میں اگر رکھ دیا جائے اور ذہنوں کو ادھر ادھر بھٹکنے سے بچا لیا جائے تو اس میں کون سا جرم ہے؟ مقصود قرآن کو ترجمہ قرآن کی صورت دے دینا کیوں غلط ہے؟ امام احمد رضا نے اسی وجہ مماثلت کو کہیں ''ظاہر صورت بشری'' اور کہیں ''آدمی ہونے'' کے لفظوں سے ظاہر کیا ہے، دونوں فقروں کا حاصل و مآل ایک ہے۔ مقالہ نگار کے چیں بجبیں ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کا جس مکتب فکر سے تعلق ہے اس میں نبی کی حیثیت ایک ''معمولی انسان'' کی ہے چنانچہ اپنے عہد میں خارجیت اور وہابیت کے مسلمہ امام مولوی عبدالشکور کاکوروی ایڈیٹر النجم آیت زیر بحث کا ترجمہ کرتے ہوئے ماہنامہ النجم مورخہ ۱۱ جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۵ کالم ۳ میں لکھتے ہیں،

”نبی کریم نے فرمایا انما انا بشر مثلکم یوحی الی، میں تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں اگر تم میں اور مجھ میں کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کا پیام لاتا ہوں۔“

آج تک دیوبند کے کسی پوت وسپوت کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ بارگاہ نبوت کے اس گستاخ سے سوال کرتا کہ ”یہ معمولی انسان“ آیت کریمہ کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ مقالہ نگار نے اگروہی عصبیت سے ہٹ کر اس گمراہ کن ترجمے پر اعتراض کیا ہوتو میں اسے ضرور جاننا چاہوں گا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ نہ مقالہ نگار نے ایسا کیا ہوگا اور نہ کبھی ایسا کرے گا اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ جس مکتبہ فکر سے وابستہ ہے وہاں بڑے بڑے سورما پیدا ہو چکے ہیں۔ جو نبی کریم کی ذات کیلئے معمولی بشر، بڑا بھائی، گاؤں کا چودھری، فقط ایک ایلچی کا لفظ استعمال کرنے والے، نبی کیلئے اپنی آخرت سے بے خبر اور مر کر مٹی میں مل جانے کا خیال ظاہر کرنے والے علم نبوی کو جانورں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینے والے، علم نبوی کو شیطان کے علم سے کم سمجھنے والے، نبی کریم کو اردو سکھانے کا دعویٰ رکھنے والے، نبی کریم کیلئے ذرہ بے مقدار اور چمار سے زیادہ ذلیل کا لفظ استعمال کرنے والے، نبی کے فضل وکمال، جاہ وجلال، حسن وجمال، جودنوال کی احادیث کوضعیف، کمزور نا قابل پذیرائی قرار دینے والے اور جس کلام میں بظاہر کچھ شان اقدس کی منقصت نظر آئے اس پر رنگ وروغن چڑھا کر قریہ قریہ بستی بستی اسے بیان کرنے والے المختصر تقدیس رسالت کی نفی کو توحید الٰہی سمجھنے والے ہیں بھلا ایسوں سے کیا امید کی جائے کہ وہ بھی دین ودیانت کے تقاضوں کو کبھی پورا کر سکیں گے۔ مقالہ نگار کی علمی خیانت تو ملاحظہ فرمایئے اس نے امام احمد رضا کے ترجمے کی نقل مطابق اصل نہیں کی نہ تو سورہ کہف والی آیت کا ترجمہ اصل نقل کیا اور نہ ہی سورہ سجدہ والی آیت کا ترجمہ من وعن نقل کیا دونوں مقامات کی آیات کے ترجموں کو اصل کے مطابق ملاحظہ فرمایئے۔

”تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔“ (سورہ کہف)

”تو میں“ کا لفظ مقالہ نگار نے نقل ہی نہیں کیا تا کہ اردو کے محاورے میں وہ حصر نہ آسکے جو قرآنی آیت سے مستفاد ہے۔

”تم فرماؤ کہ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں۔“ (سورہ سجدہ)

یہاں ”تمہیں“ کو مقالہ نگار نے ”تم“ کر دیا تا کہ یہ بھی اپنے اندر کوئی حصر کا مفہوم نہ رکھے۔ مقالہ نگار نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے تا کہ اسے یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ دونوں میں انما کے معنی تخصیص وحصر کو چھوڑ دینے کی زبردست کمی پائی جاتی ہے۔ مقالہ نگار کو یہ شکایت ہے کہ امام احمد

رضانے بشر مثلکم کا جو ترجمہ کیا ہے وہ جو انا مثلکم فی البشریہ کا ترجمہ ہے- میں پوچھتا ہوں کہ جب خود مقالہ نگار نے بحر المحیط کے حوالے سے یہ واضح کر دیا ہے کہ بشر مثلکم میں مماثلت فی البشریہ مراد ہے یعنی بشر مثلکم کا مطلب انا مثلکم فی البشریہ ہی ہے تو پھر بشر مثلکم کے ترجمہ میں اسی معنی مراد کو رکھ دینا اصول ترجمانی سے کیسے باہر ہو گیا؟ بشر بول کر انسان اور آدمی ضرور مراد لیا جاتا ہے مگر سوچنا یہ ہے کہ انسان کو بشر کیوں کہتے ہیں۔ مفردات امام راغب میں ہے کہ بشر بشرۃ سے ماخوذ ہے اور بشرۃ انسان کی جلد کی اوپری سطح کو کہتے ہیں چونکہ انسان کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے (اس کے برعکس دیگر حیوانات کی کھال پر اون، بال اور ریشم ہوتی ہے) اسی لیے اس کو بشر کہتے ہیں- اس صورت میں بشر کا لفظی معنی ''صاحب بشرۃ'' ہوا یعنی چہرہ مہرہ اور صاف جلدوں والا اور ظاہر ہے کہ چہرے مہرے اور اوپری جلدوں کا تعلق ظاہر صورت ہی سے ہے۔ اس تحقیق نے امام احمد رضا کے نظر کی گہرائی کو اور بھی روشن کر دیا ہے۔ یقیناً انہوں نے اپنے ترجمے میں لفظ بشر کے ماخذ کے بنیادی معنی کی خاص رعایت رکھی ہے۔ مقالہ نگار نے لغوی تحقیق کے نام پر لفظ بشر کی جو تشریح کی ہے وہ ناقص ہے اور غیر ضروری بھی۔ یوں ہی لفظ انما کے تعلق سے تشریحی عبارتیں بلا ضرورت اظہار لیاقت کی ایک کوشش ہے۔ حصر کے تعلق سے آگے کچھ تحقیقی مباحث آرہے ہیں۔ مقالہ نگار کی یہ کوشش بھی غیر ضروری تھی کہ وہ نبی و رسول کے اصطلاحی معنی کی تشریح میں وقت صرف کرے۔ نیز- بشریت انبیاء کو ثابت کرنے کیلئے اپنے قلم کی روشنائی ضائع کرے اس لیے کہ امام احمد رضا نہ تو بشریت انبیاء کے منکر تھے اور نہ نبی و رسول کی معروف تعریف پر معترض اور نہ ہی ان کے ترجموں سے ان میں سے کسی امر کا انکار ملتا ہے۔ خود امام احمد رضا کے ترجموں پر غور کیجئے ایک جگہ ظاہر صورت بشری میں اور دوسری جگہ آدمی ہونے میں حضور کو مخاطبین کے مماثل قرار دے رہے ہیں اور صاف صاف لفظوں میں آپ کو صاحب صورت بشری اور آدمی ظاہر کر رہے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بغیر صورت بشری کے بشر ہو جائے- یا- صورت بشری ہو اور بشر نہ ہو یا- کوئی کسی سے ظاہر صورت بشری میں مماثل ہو لیکن خود بشر نہ ہو- یا بلفظ دیگر کوئی کسی سے ''آدمی ہونے'' میں مماثل ہو لیکن خود آدمی نہ ہو؟ آخر امام احمد رضا کے ترجموں کے کس گوشے سے بشریت کا انکار ملتا ہے؟ مقالہ نگار جب امام احمد رضا کے اردو ترجموں کو نہ سمجھ سکا تو پھر قرآن و حدیث سے براہ راست اکتساب فیض کی اس میں کیا صلاحیت ہوگی۔ مقالہ نگار رقم طراز ہے کہ ''مترجم (امام احمد رضا) یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ آپ کا یہ اعلان فقط ظاہری صورت میں تھا اظہار حقیقت کے طور پر نہیں تھا۔

مقالہ نگار کو جب فہم و فراست کا کوئی حصہ نہیں ملا تھا تو ''تقابلی مطالعہ'' کے چکر میں کیوں پڑ

گیا۔ ذرا مقالہ نگار اپنی خود ساختہ اس وضاحت کو دیکھے اور بتائے کہ کیا تعلق ہے اس کا فاضل بریلوی کے بے داغ ترجمے سے؟ ـــ فاضل بریلوی نے ترجمے میں ''ظاہر صورت بشری'' میں رسول کو جو مخاطبین کا مماثل قرار دیا ہے یہی تو عین حقیقت ہے۔ اگر فاضل بریلوی کے ترجمے کو مقالہ نگار نہ سمجھ سکا تھا تو پھر اس پر یہ کب لازم تھا کہ وہ خواہ مخواہ کیلئے فاضل بریلوی پر ایک عظیم بہتان جڑ دے۔ امام احمد رضا نہ تو رسول کریم کی بشریت کے منکر ہیں اور نہ قرآن میں ذکر کردہ مماثلت سے۔ بلکہ۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم بشر بھی ہیں اور مخاطبین کے مماثل بھی مگر وجہ مماثلت وہ نہیں ہے جو شاتمان رسول کی تحریروں سے ظاہر ہے بلکہ وجہ مماثلت صرف وہی ہے جو خود امام احمد رضا کے ترجمے سے ظاہر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کریم بشر ہیں مگر آپ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے جوہری اور حقیقی فرق رکھتی ہے۔ بالکل یہی بات امام احمد رضا سے پہلے علامہ امام واسطی ید اللہ فوق ایدیھم کی تفسیر میں فرما چکے ہیں کہ

اخبر اللہ بھذا الایۃ ان البشریۃ فی نبیہ عاریۃ واضافیۃ لاحقیقۃ، اس آیت سے اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ میرے نبی کی بشریت عارضی اور انسانی ہے حقیقی نہیں ہے۔

ذہن نشیں رہے کہ بشریت کی ابتداء حضرت آدم سے ہوئی آپ سب سے پہلے بشر ہیں سارے بشر آپ ہی کی اولاد ہیں اس لیے آپ ابوالبشر کہلائے۔ معلوم ہوا کہ حضرت آدم پہلے بشر ہیں پھر نبی ہیں اور اللہ کے خلیفہ وغیرہ ایسے ہی ہر ہر نبی اور ہر ہر انسان پہلے بشر ہے پھر دوسری صفات والا۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبی ہیں پھر بشر ہیں جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہیں کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد یعنی ابھی حضرت آدم کی تخلیق بھی نہ کی گئی لیکن میں نبی تھا۔ بلفظ دیگر۔ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ۔یا۔ کنت نبیا وآدم لمجدل فی طینتہ میں نبی تھا دراں حالیکہ حضرت آدم آب وگل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ حضور سے دریافت کیا گیا ''متی وجبت لک النبوۃ'' حضور آپ کو نبوت کب ملی ارشاد فرمایا وادم بین الروح والجسد ابھی آدم روح وجسد کی منزلیں طے کر رہے تھے یعنی پیدا نہیں کیے گئے تھے۔ تو جن کی بشریت مقدم ہے ان کے جملہ صفات پر بشریت ہی ان کی حقیقت وماہیت ہے جسے لے لیا جائے تو ان کے پاس کچھ نہ بچے۔ مگر۔ جس کی نبوت مقدم ہے بشریت پر۔ بشریت اس کیلئے ایک عارضی واضافی چیز ہے جسے اگر اس سے لے لیا جائے جب بھی اس کی نبوت پر آنچ نہ آئے۔ امام واسطی نے اپنے ارشاد میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی گوشہ ذہن میں رکھ لی جائے کہ نبی کریم کے سوا ہر نبی کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت کی طرح اپنے اپنے باقی صفات پر مقدم ہے مگر

بیاں ہمہ کسی نبی کی بشریت کی حقیقت غیر نبی کی بشریت کی حقیقت کی طرح نہیں بس صرف صورت میں مماثلت ہے۔ یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی کا جامہ بشری میں یعنی بشر بن کر آنا ضروری ہے مگر ان کی بشریت کا دوسروں کی بشریت کی حقیقت میں مماثل ہونا ضروری نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ مفسرین کرام کا آیت زیر بحث کی تشریح میں ہر ہر نبی و رسول کا غیر نبی سے شرف نبوت و رسالت میں ممتاز قرار دینے کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ ان کے نزدیک نبوت و رسالت کے امتیاز کے سوا نبی و غیر نبی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے کہ ارشاد قرآنی تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض خود انبیاء کرام کے مابین بعض پر بعض کی فضیلت کی نشاندہی کر رہا ہے اور ارشاد ربانی رفع بعضهم درجات رسول کریم کو تمام انبیاء و مرسلین پر درجوں بلند ظاہر فرما کر بے شمار امتیازات کا پتہ دے رہا ہے۔ لہٰذا۔ نبی کریم اور آیت کے مخاطبین میں صرف شرف وحی کے امتیاز کو مخصوص کر دینا جیسا کہ مقالہ نگار کے بعض پسندیدہ مترجمین نے کیا ہے بالکل باطل ہے اور بے شمار نصوص کی تکذیب بھی۔ الغرض یہ مترجمین قرآن شریف کے الفاظ کی اردو زبان میں موزوں تعبیر سے قاصر رہے اور زبردستی اپنے خاص نظریے کو قرآن کے ترجمے کی شکل میں پیش کر دیا۔ یہ مترجمین اپنی ذہنیت اور قائم کردہ رجحان فکر کے سانچے میں قرآنی الفاظ کو ڈھال کر ان کے معانی بیان کرنے اور اسے ترجمہ قرآن قرار دینے میں بڑے ہی چابکدست نظر آئے۔

--کاش کہ مقالہ نگار اپنی آنکھوں کی ان شہتیروں کو دیکھ سکتا۔ مقالہ نگار اپنے فن میں استاد نظر آ رہا ہے اس لیے کہ اس نے تفسیر ابن جریر کی ایک عبارت نقل کر کے لکھ دیا کہ تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں بھی یہی ہے حالانکہ تفسیر ابن کثیر میں اس عبارت کا وجود نہیں۔ یوں ہی۔ اس میں امام رازی کی تفسیر کبیر کی ایک عبارت نقل کی ہے مگر اسی منقولہ عبارت کے اوپر متصلاً جو عبارت ہے اسے کاٹ دیا اور وہ یہ ہے۔ واعلم انه تعالیٰ لمابین کمال کلام الله امر محمد اصلی الله علیه وسلم بان یسلک طریقة التواضع فقال قل انما انا بشر مثلکم۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے کمال کو ظاہر فرما دیا جو نبی کریم کو حکم دیا کہ وہ تواضع کی شاہراہ پر چلیں چنانچہ فرمایا کہ فرما دو میں آدمی ہونے میں تمہاری طرح ہوں۔ مقالہ نگار کو اس بددیانتی کی ضرورت اس لیے پیش آئی تاکہ یہ ظاہر نہ ہو کہ یہ کلام سید المتواضعین کی زبان سے بطور تواضع ادا کرایا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی یہی روایت ہے کہ یہ کلام تواضعاً ارشاد فرمایا گیا ہے۔ تفسیر نیشاپوری میں بھی یہی ہے کہ رسول کریم کی زبان سے بطور تواضع یہ کلام ادا کر دیا گیا ہے۔ تفسیر خازن و تفسیر بغوی میں بھی حضرت ابن عباس کا قول منقول ہے۔ جلیل القدر

مفسرین اس قول پر اعتماد کر کے اس کو نقل فرمارہے ہیں مگر مقالہ نگار کے نزدیک یہ روایت نا قابل پذیرائی ہے۔ شاید اس لیے کہ اس میں نبی کریم کو اپنا جیسا کہنے کی راہ نہیں ملتی۔ مقالہ نگار نے انکساری وفروتنی کو حقیقت وواقعیت سے متصادم قرار دیا ہے اور تواضع کی یہ تعریف کی ہے کہ خلاف واقعہ اور نفس الامر کے غیر مطابق بات کا اظہار تواضع ہے۔ حالانکہ تواضع کا خلاف واقعہ بات کے اظہار سے کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ تواضع کی دو صورت ہے۔ ایک فعل سے دوسرے قول سے۔ فعل کے ذریعہ فروتنی وانکساری کا اظہار فعلی تواضع ہے اور اپنی بڑائی نیز اپنے کمالات وخصوصیات کے ذکر کو چھوڑ کر اپنی ان صفات کو بیان کرنا جو بادی النظر میں کوئی انفرادیت نہ رکھتی ہوں بلکہ اس میں عام لوگوں سے بظاہر مماثلت نظر آتی ہو خواہ یہ صفات اس شخص میں فی الواقع موجود ہوں۔ یا۔ موجود تو نہ ہوں مگر وہ اپنے علم ویقین کی روشنی میں انہیں اپنی ذات میں موجود سمجھتا ہو۔ یہ قولی تواضع ہوئی۔ لہذا۔ تواضع کے تعلق سے مقالہ نگار کی ساری گفتگو ان کے غایت جہل کی دلیل ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ جو شخص تواضعاً کوئی کلام نکالتا ہے تو اس کلام کے نکالنے کا حق صرف اسی فرد کو رہتا ہے جس نے تواضعاً اسے ادا کیا ہے اب اگر کوئی دوسرا شخص اسی لفظ کو اس کے لیے استعمال کر دے تو اسے کھلی ہوئی بے ادبی اور بدتمیزی سے تعبیر کیا جائے گا۔ مثلاً۔ مولوی حسین احمد ٹانڈوی زندگی بھر اپنے کو "ننگ اسلاف" کہتے رہے اب خواہ وہ واقعی "ننگ اسلاف" ہوں یا صرف اپنے علم یقین سے اپنے کو ایسا سمجھ رہے ہوں دونوں صورتوں میں اگر یہی لفظ کوئی دوسرا ان کیلئے استعمال کر دے تو امت دیوبندیہ اسے بے ادبی پر محمول کیے بغیر نہ رہے گی۔ المختصر۔ مفسرین کرام کا یہ فرمانا کہ حضور نے یہ تواضعاً فرمایا ہے اس لیے نہیں ہے کہ اس فرمان کی واقعیت میں شک کیا جائے بلکہ اس لیے ہے کہ رسول کریم کو "صاحب بشرۃ" اور آدمی ہونے میں مخاطبین کے مماثل جاننے اور ماننے کے باوجود کسی غیر رسول کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آپ کو مخاطبین کی طرح کہے اسلیے کہ اس کا ایسا کہنا یقیناً بارگاہ رسالت میں بہت بڑی بے ادبی ہے۔ بیان عقیدہ اور دریافت مسائل کے احکام اور ہیں ان کے سوا عام گفتگو میں نبی کریم کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا۔ دوسرے برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے اور اگر اہانت کی نیت ہو تو کفر ہے۔ قرآن نے واضح لفظوں میں ارشاد فرمادیا ہے کہ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ خیال رہے کہ نبی کریم کو بشر ماننا ہے اور ہے اور آپ کو کہنا اور ہے دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ اس لیے کہ بے شمار حقائق ایسے ہیں جو مانے جاتے ہیں مگر کہے نہیں جاتے۔ مثلاً۔ رب تبارک وتعالیٰ مالک السموات والارض اور خالق کل شئے ہے۔ ہے کوئی کائنات میں ایسی چیز جس کا وہ خالق ومالک نہ ہو؟ رب تعالیٰ کو ذرہ ذرہ پتہ پتہ قطرہ

قطرہ دریا دریا صحرا صحرا گوشہ گوشہ محفل محفل الغرض ہر چیز کا خالق و مالک ماننا ضروری ہے- بایں ہمہ- اس کی مخلوقات ومملوکات میں بعض چیزیں ایسی ہیں اگر صراحتہً خدا کو ان کا خالق و مالک کہا جائے تو کفر ہو جائے- خالق و مالک نہ مانو تو کافر اور مان کر کہہ دو تو کافر گو دونوں کے کفر کی وجہ الگ الگ ہے- مثلاً- اگر کوئی نادان بک دے کہ ''خدا میرے سنڈ اس کا مالک ہے'' -یا- ''خدا خنزیر کا خالق ہے'' تو وہ کافر ہو جائے گا- دیکھا آپ نے نفس الامر میں ان باتوں کی صحت کا کوئی بھی مقام ہو مگر ایک ذلیل مملوک ومخلوق کی طرف نسبت میں جو شناعت وقباحت ہے اس نے اس قول کو کفریہ اور قائل کو کافر بنا دیا۔ معلوم ہوا ماننا اور ہے کہنا اور ہے- یوں ہی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان قطرہ ناپاک سے پیدا ہوا- مگر- ہو جرأت تو کہہ دیجئے کہ کسی انسان کو ''اے قطرہ ناپاک سے پیدا ہونے والے'' پھر آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ ماننا اور ہے کہنا اور ہے- اختلاف رسول کریم کو بشر ماننے میں نہیں ہے بلکہ آپ کو بشر کہنے اور آپ کی بشریت کو بالکل اپنی بشریت کی طرح سمجھنے میں ہے۔ مقالہ نگار قرآن وحدیث سے نکال کر کوئی ایسی مثال پیش نہیں کرسکتا جس میں رسول کریم نے یا کسی نبی نے اپنے ماننے والوں سے کہا ہو کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں -یا- کسی ماننے والے نے اپنے نبی سے کہا ہو کہ آپ میری طرح یا میں آپ کی طرح بشر ہوں- ہاں اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں کہ انبیاء نے کفار سے کہا کہ آدمی ہونے میں ہم تمہاری طرح ہیں اور کفار نے انبیاء سے کہا آپ ہماری ہی طرح بشر ہیں- اس کے برعکس نبی کریم نے جب مومنین کو خطاب فرمایا تو ایکم مثلی تم میں ہم جیسا کون ہے لست کاحد منکم ہم تمہاری طرح نہیں فرما کر اپنی بے مثلیت ہی کا اظہار فرمایا اور صحابہ کرام بہت سے موقعوں پر ہم میں حضور کی طرح کون ہے کہہ کر حضور کی بے مثلی کا خطبہ پڑھتے رہے اور کبھی آیت زیر بحث کو بہانہ بنا کر رسول کو کسی بات میں بھی اپنی طرح -یا- اپنے کو رسول کی طرح کہنا گوارا نہ کیا۔ امت دیابنہ کو صحابہ کرام کے اس طرز عمل سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

--لطف کی بات تو یہ ہے کہ اب خود بعض دیوبندی مولوی بھی حضرات علماء اہلسنت کے موقف کی صحت کو تسلیم کر چکے ہیں چنانچہ مولوی مفتی محمد شفیع سرگودھوی اپنی کتاب کلمۃ الایمان میں صفحہ ۲۲ پر رقم طراز ہیں۔

''انبیاء علیہ السلام کو خصوصاً سرور انبیاء کو صرف لفظ بشر سے یاد نہ کیا جائے بلکہ خیر البشر یا افضل البشر سے ذکر کرے زیادہ بہتر یہی ہے کہ سنت اللہ کے مطابق حضور علیہ السلام کو القاب عالیہ سے یاد کرے۔''

ارشاد قرآنی ''انم انا بشر مثلکم'' میں مذکور لفظ انما سے جو حصر مستفاد ہوتا ہے مقالہ نگار نے

اسے حصر حقیقی سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت کیلئے یہ تفصیل پیش نظر رہے۔ حصر کی دو قسمیں ہیں ایک حصر حقیقی اور دوسرا حصر اضافی۔ ان دونوں حصروں کی دو دو صورتیں ہیں ایک حصر الموصوف علی الصفۃ اور دوسری حصر الصفۃ علی الموصوف۔ اب اگر ہم ارشاد قرآنی کے حصر کو حصر حقیقی مان کر حصر الموصوف علی الصفۃ کا گوشہ اختیار کریں تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم صرف بشر ہیں'' حالانکہ یہ بات غلط ہے اس لیے کہ آپ نبی بھی ہیں رحمۃ اللعالمین بھی ہیں اور خاتم النبین وغیرہ بھی۔ اور اگر حصر حقیقی مانتے ہوئے حصر الصفۃ علی الموصوف کی صورت اختیار کریں تو حاصل ارشاد یہ ہوگا کہ ''نہیں ہے کوئی بشر مگر رسول'' یہ بھی باطل ہے۔ الغرض بشریت کو ذات رسوم کریم میں بطور حصر حقیقی مقصود و محصور کرو تو یہ بھی غلط اور اسی حصر حقیقی کے بنیاد پر ذات رسول کریم کو بشریت میں محصور و مقصود کرو یہ بھی باطل۔ لہٰذا متعین ہو گیا کہ یہاں حصر سے حصر اضافی یعنی صرف کسی غیر کی نسبت سے حصر کرنا۔ مراد ہے اور چونکہ کلمہ حصر کے قریب موصوف ہی ہے صفت نہیں ہے۔ لہٰذا حصر اضافی کی حصر الموصوف علی الصفہ والی صورت ہی مراد ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں حاصل ارشاد یہ ہوگا۔

''یہ نسبت الوہیت وملکیت کے نہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مگر صرف بشرہ والے مخاطبین کی طرح یعنی جس طرح مخاطبین خدا یا فرشتہ نہیں یوں ہی آنحضرت بھی خدا یا فرشتہ نہیں ہیں۔''

تفسیر فتح القدر کی یہ عبارت کہ ''حالی مقصور علی البشریۃ لا یتخطاھا الی الملکیۃ'' یعنی میرا حال تو صرف بشریت میں منحصر ہے بشریت کو عبور کر کے ملکیت میں داخل نہیں۔ نیز۔ تفسیر نیشاپوری کا یہ جملہ کہ حالہ مقصود علی البشریۃ لا یتخطاھا الی الملکیۃ یعنی آپ کا حال بشریت میں منحصر ہے اسے عبور کر کے ملکیت میں داخل نہیں۔ اس بات پر نص صریح ہے کہ یہاں حصر بالنسبۃ الی الملکیت ہے یعنی حصر اضافی ہے اور اگر آپ ''یوحی الی'' کو پیش نظر رکھ کر حصر بالنسبۃ الی الالوھیۃ ہو۔ یا۔ الوہیت وملکیت دونوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے جب بھی کوئی مضائقہ نہیں

قل انما انا بشر مثلکم کا مطلب روح البیان میں حضرت علامہ شیخ اسماعیل حقی نے یہ فرمایا ہے،

قل یا محمد ما انا الا آدمی مثلکم فی الصورۃ ومساویکم فی بعض الصفات البشریۃ ، اے محمد فرما دو میں نہیں ہوں مگر تم جیسا آدمی صورت میں (نہ کہ حقیقت وماہیت میں) اور بعض صفات بشریہ (نہ کہ کل صفات بشری) کے ظہور میں تم جیسا ہوں۔

۔۔۔یعنی تم جن جن صفات بشریہ کے حامل ہو ان میں سے بعض کا ظہور میری ذات سے بھی ہوتا ہے گو دونوں کی حقیقت وماہیت میں فرق ہے مگر بظاہر دیکھنے میں دونوں ایک طرح ہیں۔

صاحب تفسیر روح البیان سورۃ مریم میں کھیعص کے تحت صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں۔ صورت بشری، صورت ملکی اور صورت حقی۔ صورت بشری کا ذکر انما انا بشر میں ہے اور صورت ملکی کا ذکر لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و کا نبی مرسل میں ہے یعنی بعض وقت ہم کو اللہ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ اس میں نہ مقرب فرشتے کی گنجائش ہے اور نہ نبی مرسل کی۔ رہ گئی صورت حقی تو اس کا ذکر من رأنی فقد رای الحق میں ہے یعنی جس نے ہم کو دیکھا حق کو دیکھا۔ اس وضاحت کی روشنی میں پتہ چلا کہ آیت زیر بحث میں رسول کریم کی صرف ایک صورت کا ذکر ہے۔ رہ گئی آپ کی مخاطبین سے مماثلت تو وہ تو اسی صورت بشری کے ظاہر میں ہے نہ کہ حقیقت و ماہیت میں اس لیے کہ رسول کریم کی بشریت وہ ہے جو ہزار ہا جبریلی حیثیت سے اعلیٰ ہے

اے ہزاراں جبریل اندر بشر بہر حق سوئے غریباں یک نظر

ان تمام مباحث کو بغور دیکھ لینے کے بعد امام احمد رضا کے ترجمے کی اہمیت کا اندازہ لگتا ہے کہ اس قدر طویل بحث و تمحیص کے بعد جو حقیقت سامنے آئی اس کو امام احمد رضا نے اپنے ترجموں کے مختصر سے فقروں میں سمو دیا ہے اور اس احتیاط سے یہ کام انجام دیا کہ نہ کسی اسلامی عقیدے پر آنچ آئی، نہ بارگاہ رسالت کے آداب میں کوئی فرق ہوا، نہ محاورے کی پیشانی پر کوئی شکن پڑی، نہ اصحاب تاویل کی روش پر ارشاد ربانی کے مقصود کا دامن ہاتھ سے چھوٹا نہ اصولی اور لغوی حقائق سے روگردانی کی اور نہ ہی اولیاء کاملین اور اسلاف متقدمین کے راستے سے ہٹے۔ بیشک

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

---

# کنز الایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

■ مولانا تبسم شاہ بخاری ——

قرآن مجید دین اسلام اور ایمان و حکمت کا حقیقی سرچشمہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اپنا کوئی سہیم و شریک نہیں رکھتا اسی طرح کوئی اور کتاب اپنی صوری اور معنوی خصائص و محاسن میں قرآن مجید کے ہم پلہ و برابر نہیں۔ اسی مقدس کتاب نے مسلمانوں کی روح اور جذبہ و عمل میں ایسا مد و جزر پیدا کیا اور ایسی فکری مہمیز عطا کی کہ ایک جاہلانہ سوچ کی قوم مقام بدویت سے اٹھی اور دنیا بھر کے لوگوں کے لئے منارۂ نور اور معلم حکمت بن گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شیرینی گفتار نے اس کو وہ عروج اور نکھار بخشا اور ایسا اثر عطا فرمایا کہ سننے والے اس کی تعلیماتِ مقدسہ کو اپنی روح اور دل میں جذب کرتے چلے گئے اس کی روح پرور تعلیمات نے حد درجہ بگڑے ہوئے معاشرے کی کایا پلٹ کر رکھ دی اتحاد کی تاریکیاں دور ہوگئیں، فسق و فجور کے بادل چھٹ گئے، جاہلانہ رسم و رواج کا خاتمہ ہوا اور کائنات نور ہدایت سے منور و معمور ہوگئی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو قیامت تک کے لئے مکمل ضابطہ حیات اور ذریعہ ہدایت و نجات ہے۔

اول قرآن کریم کو یکجا کیا گیا۔ پھر اس کو پاروں میں تقسیم کیا گیا۔ رکوع و آیات کے نشان دئے گئے، اعراب لگائے گئے اور ایک قرات پر رکھ کر عام کر دیا گیا چونکہ اسکی زبان عربی تھی لہذا جب یہ عرب کی سرحدوں سے نکل کر عجم تک پہنچا تو ایک وقت ایسا آیا کہ فہم قرآن میں دشواری پیش آنے لگی۔ احساسِ فرض اور تمدنی ضروریات کی بنا پر صحابہ کرام کی ایک جماعت ایسی تھی جو قرآن کی تشریح و تفسیر کرتی تھی لیکن وہ شدت کے ساتھ احتیاط سے بھی کام لیتے کیونکہ حدیثوں میں تفسیر بالرائے کی جو وعید تھی انہیں ہر لمحے اسکا مکمل خیال رہتا تھا۔ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ کے بعد قرآنی علوم پر کام کی نوعیت میں وسعت آگئی۔ تفسیری ناموں کے ساتھ تالیفات وجود میں آنے لگیں۔ اور بڑے بڑے علمی ذخیرے علوم قرآن پر جمع کئے گئے علوم کا یہ سرچشمہ اور بصائر و حکم کا یہ خزینہ، قرآن، خطۂ عرب کو اپنی ضیا پاشیوں کی برکات سے نوازتا ہوا برصغیر پاک و ہند میں پہنچا تو رفتہ رفتہ اس کی تعلیمات یعنی اسلام پورے برصغیر میں پھیل گیا۔ یہاں کے باشندوں کو قرآنی تعلیمات سے

روشناسی اور اس کے اسرار ورموز کی تفہیم کی خاطر ناگزیر تھا کہ علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے معانی ومطالب کو عام کیا جائے تاکہ تفہیماتِ مسائل میں دقت پیش نہ آئے۔ کہتے ہیں کہ توقیتی لحاظ سے سب سے پہلا ترجمہ وتفسیر ہندی اردو میں قاضی محمد معظم سنبھلی نے ۱۱۳۱ھ میں تصنیف کیا۔ جس کا واحد مخطوطہ نور الحسن صاحب بھوپالی کے کتب خانہ کی زینت ہے۔ پھر ۱۱۵۰ھ میں ایک اور ترجمہ دکنی اردو میں ہوا جسکے مصنف کا نام تحقیق نہیں ہوسکا۔ قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔ بعد ازاں شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے ۱۱۹۰ھ اور پندرہ برس بعد شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے تشریحی ترجمہ قرآن مجید بنام "موضح قرآن" کیا۔ ذکر چونکہ اردو تراجم کا ہورہا ہے اسلئے بعد کے ادوار میں بہت سے اردو ترجمے وجود میں آئے۔

## آمدم برسر مطلب:

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ قرآن بنام " کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۰ء کو سامنے آیا۔ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں: "اردو زبان میں قرآن پاک کے بہت سے ترجمے لکھے گئے ہیں اور بازار میں دستیاب بھی ہیں لیکن ترجمہ کرنے کے لیے عربی لغت اور گرائمر سے واقف ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بارگاہِ الوہیت اور دربار رسالت کا ادب واحترام، عصمت انبیاء کا لحاظ، ناسخ ومنسوخ، شان ونزول سے واقفیت، بظاہر اختلاف رکھنے والی آیات کے درمیان تطبیق، عقائد اہل سنت، تفسیر صحابہ وتابعین اور تفسیر سلف صالحین پر گہری نظر اور عبور ہونا بھی ضروری ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں بے مثال مہارت، وسیع مطالعہ اور حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا تھا انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کر کے عامۃ المسلمین پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ بلاشبہ ان کا ترجمہ تمام خوبیوں کا حامل اور قرآن پاک کا بہترین ترجمان ہے"

(تقریظہ بر" تسکین الجنان" تالیف مولانا عبدالرزاق بھترالوی)

لیکن برا ہو تعصب اور جہالت کا کہ ان کے ترجمہ قرآن کی بے پناہ مقبولیت نے مخالفین کو سراسیمہ کر دیا ہے چنانچہ کئی کتابچے اور پمفلٹ اس ترجمہ کے خلاف دیکھنے میں آئے مگر مطالعہ کرنے پر معلوم ہوا کہ شاید ہی کسی نے اتنی بد دیانتی کا ارتکاب اور جہالت کا مظاہرہ کیا ہو جتنا ان کتابچوں اور پمفلٹوں کے مرتبین نے کیا۔ ڈاکٹر خالد دیوبندی اس مظاہرے کی قیادت میں سب سے نمایاں کردار ادا کررہے ہیں۔ ان کے ساتھ قاری عبدالرشید، استاذ جامعہ مدینہ لاہور ہیں جنوں نے "حضرت شیخ الہند اور فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کا تقابلی جائزہ" لکھ کر بزعم خود دین کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ کوئی

اور صاحب پروفیسر ابو عبید دہلوی ہیں جنہوں نے "فاضل بریلوی کے کردار و نظریات کا مختصر جائزہ" لکھ کر اور شومئ قسمت، اپنے طبقہ میں بھی کوئی پذیرائی حاصل نہ کر سکے۔ ایک معترض جمیل احمد نذیری دیوبندی جامع عربیہ احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڑھ (انڈیا) بھی اس "کار خیر" میں شریک ہیں۔ اور کئی دوسرے چھوٹے بڑے دیوبندی مولوی وقتاً فوقتاً اپنے "علمی تبحر" کا اظہار کرتے رہتے ہیں معمولی سے بصیرت رکھنے والا انسان بھی ان مذکورہ علمائے دیوبند کی یہ کتابیں پڑھ کر اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ درحقیقت یہ کاروائیاں کسی انتقامی جذبے کے زیر اثر کی جارہی ہیں۔ دین وایمان اور اصلاح و تبلیغ سے دور کا بھی انہیں کوئی واسطہ نہیں۔ لطف کی بات یہ کہ "حسام الحرمین" کی اشاعت سے قبل شاید ہی کسی دیوبندی مولوی نے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر کوئی اعتراض کیا ہو ورنہ یہی کنز الایمان اور دیگر کتابیں پہلے بھی موجود تھیں۔ مگر جب تحذیر الناس، حفظ الایمان اور دوسرے دیوبندی کتابوں کی کفریہ عبارات پر امام احمد رضا بریلوی اور علمائے حرمین شریفین کا فتوی سامنے آیا تو بجائے توبہ تائب ہونے کے ان لوگوں نے مخالفت امام احمد رضا بریلوی پر کمر باندھ لی۔ وہ دن اور آج کا دن ہر دیوبندی مولوی کا یہ وظیفہ بن گیا کہ صبح و شام ایک ایک تسبیح امام احمد رضا کے خلاف ضرور پڑھنی ہے۔ ایک طرف امام احمد رضا بریلوی ہیں جو اپنے پیغمبر کی عظمت وشان کے تحفظ کی خاطر سینہ تانے کھڑے ہیں۔ دوسری جانب خوف خدا اور عذاب آخرت سے بے نیاز مخالفین کا طبقہ طرح طرح کے نام نہاد اور بے وقعت الزامات کے تیروں کی بوچھاڑ میں مصروف ہے۔ نصیب اپنا اپنا۔ امام احمد رضا کہتے ہیں کہ تم نے میرے پیغمبر کی شان میں بے ادبی، توہین اور گستاخی کیوں کر کی؟ وہ لوگ کہتے ہیں تم نے ہمارے اکابر کے خلاف قدم کیوں اٹھایا؟ اس طرح وہ لوگ اہل حق کے خلاف لکھ لکھ کر "توشہ آخرت" بنانے میں خوب مصروف ہیں۔ یہاں مجھے علامہ محمد اقبال کی نظم "سیر فلک" یاد آرہی ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ تخیل کے ہمراہ میرا گذر آسمانوں میں ہوا۔ وہاں کے باسی مجھے حیرت سے دیکھتے تھے، وہاں وہ ساقیان جمیل اور شور نوشانوش سے گزر کر دور جنت کو دیکھتے ہیں۔

''ایک تاریک خانہ، سرد و خموش'' کرہ زمہریر سے زیادہ خنک ،س کی کیفیت پوچھی گئی تو

"حیرت انگیز تھا جوابِ سروش"

یہ مقام خنک جہنم ہے
نار سے نور سے تہی آغوش
شعلے ہوتے ہیں مستعار اس کے
جن سے لرزاں ہیں مرد عبرت کوش

اہل دنیا یہاں جو آتے ہیں
اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں

قاری عبدالرشید صاحب نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرۃ کی ابتدائی ۳۷ آیات پر سینکڑوں اعتراض جڑنے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔ اعتراض کی نوعیت کیا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے سورہ فاتحہ کی یہ آیت کریمہ ملاحظہ فرمایئے مالک یوم الدین قاری صاحب کا اعتراض دیکھیے۔ "(اس) کا ترجمہ خان صاحب (امام احمد رضا) نے یہ کیا ہے "روزِ جزا کا مالک" یہ ترجمہ عبارت قرآنی کی ترتیب کے موافق نہیں۔ جبکہ حضرت شیخ الہند (محمود الحسن) نے صحت ترجمہ کے ساتھ ساتھ الفاظ کی قرآنی ترتیب کو بھی نظر انداز نہیں فرمایا وہ فرماتے ہیں "مالک روز جزا کا" (حضرت شیخ الہند اور فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کا تقابلی جائزہ صفحہ ۱۸ مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین مزنگ لاہور) اس پہ تبصرہ تو سعی لاحاصل ہے قارئین نے اعتراض کا خوب اندازہ لگا لیا ہوگا۔ البتہ اختصاراً محمود الحسن صاحب کے ترجمہ قرآن کے کچھ مقامات دیکھتے ہیں کہ وہ ترجمہ الفاظ کی قرآنی ترتیب کے مطابق ہے یا نہیں

۱۔ ولا تفرقوا (ال عمران ۱۰۳) "اور پھوٹ نہ ڈالو"
۲۔ حفرة من النار (ال عمران ۱۰۳) "آگ کے گڑھے کے"
۳۔ الی الخیر (ال عمران ۱۰۴) "نیک کام کی طرف"
۴۔ عذاب عظیم (ال عمران ۱۰۵) "بڑا عذاب ہے"
۵۔ لکان خیر لھم (ال عمران ۱۱۰) "تو ان کے لئے بہتر تھا"

ان ترجموں میں الفاظ کی قرآنی ترتیب کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہاں قاری عبدالرشید صاحب کا دعویٰ غلط ثابت کرنا مقصود ہے اور بتانا ہے کہ ہر مترجم کے ترجمے کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ خیال تو ان باتوں کا رکھنا چاہیے جس کا اشارہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ کے نقل کردہ حوالے میں ہم کر آئے ہیں۔ ایسا اعتراض انتقامی کاروائی اور تنقید برائے تنقید کہلاتا ہے۔

## دوسرا اعتراض:

"صاحب کنزالایمان نے الحمدللہ رب العالمین کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا" (ایضاً ص ۱۴) اس ترجمہ پر قاری عبدالرشید صاحب نے چار اعتراض عائد کیے ہیں اور تفسیر مظہری، تفسیر کشاف اور روح المعانی کے بھاری بھرکم حوالوں سے لکھا کہ "ثابت ہو گیا کہ حمد کے معنی خوبی نہیں، خوبی پر تعریف کرنے کے ہیں لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ

صاحب کنزالایمان حمد کا ترجمہ ''تعریف'' کی بجائے ''خوبی'' کر رہے ہیں" (ایضا صفحہ ۱۵)

قاری صاحب کے نام کے ساتھ "فخرِ اہل سنت" لکھا ہوا ہے ان کے شاگرد یقیناً ان کی ذات پر فخر کرتے ہوں گے نیز استاذ حدیث وتفسیر بھی درج ہے۔ اس پر وہ اور بھی نازاں ہوتے ہوں گے۔ یہ ان کا حق ہے کُلُّ حِزْبٍ م بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ

ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قاری صاحب کا اعتراض درست ہے یا محض تعصب اور انتقامی کاروائی ہے۔

دیکھئے مولوی محمود الحسن صاحب کا ترجمہ

۱۔ الحمدللہ (سبا آیت ۱) ''سب خوبی اللہ کو ہے''

۲۔ الحمدللہ (فاطر آیت ۱) ''سب خوبی اللہ کو ہے''

## ایک اور حیرت انگیز بات:

'' فخرِ اہل سنت'' کے اس دعوے کی سچائی کہ ''حمد'' کے معنی ''خوبی'' نہیں آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ایک حیرت انگیز بات اور دیکھئے، قاری صاحب نے الحمدللہ کے ترجمہ امام احمد رضا پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ: ''لفظ ''للہ'' کا ترجمہ صاحب کنزالایمان نے کیا ہے ''اللہ کو''، عربی میں ''ل'' حرف جر ہے جس کے معنی ''لیے'' اور ''واسطے'' کے ہوتے ہیں اس لئے جدید فصیح اردو میں ''الحمدللہ'' کا ترجمہ یہ نہیں ہے جو صاحب کنزالایمان نے کیا ہے کہ ''سب خوبیاں اللہ کو'' بلکہ اس کا فصیح اردو ترجمہ وہ ہے جو حضرت شیخ الہند نے فرمایا ہے یعنی "سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں" لفظ الحمدللہ میں لام جارہ کا ترجمہ لفظ" کو" سے کرنا اردو کی فصاحت کو بٹہ لگانا ہے" (ایضا صفحہ ۱۵،۱۶)

اب آپ انہی " شیخ الہند صاحب " کا ترجمہ سورہ سبا اور سورہ فاطر کا دیکھئے "سب خوبی اللہ کو ہے" اردو کی فصاحت کو بٹہ لگا یا نہیں؟ قاری صاحب نے تو بتایا تھا کہ حمد کا معنی خوبی نہیں اور للہ کا معنی "اللہ کو" نہیں دونوں باتیں ہم نے اسی ترجمے سے ثابت کر دیں جس کو قاری صاحب بڑے طنطنے سے تقابلی جائزے میں پیش کر رہے تھے۔ معترض صاحب تو اپنے اصلی مقام پر ان کاروائیوں کا خمیازہ بھگت رہے ہوں گے، دیکھئے شاگردان عزیز کونسی راہ اختیار کرتے ہیں۔

مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی نے سورہ یونس کی آیت نمبر ۱۰ کے اندر الحمدللہ کا معنی " سب خوبی اللہ کو" / سورہ النحل کی آیت ۷۵ الحمدللہ میں "للہ" کا معنی اللہ کو / سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیت میں "الحمد للہ" میں "للہ" کا معنی اللہ کو / سورۃ کہف ۱ " اللہ کو" / نمل ۵۹ "اللہ کو" نمل ۹۳، "اللہ کو / "سورہ عنکبوت آیت ۳۶ "سب خوبی اللہ کو / "سورہ روم آیت ۱۸ حمد کے معنی

خوبی"/ سورہ لقمان آیت ۲۵ "سب خوبی اللہ کو ہے"/ سورہ الصفت ۱۸۲ "سب خوبی ہے اللہ کو" زمر آیت ۲۹ حمد کے معنی "خوبی" آیت ۷۵ میں "حمد" کے معنی "خوبیاں"/ سورہ مومن آیت ۲۵ "الحمد للہ" کے معنی سب اللہ کو/ سورہ جاثیہ آیت ۳۶ میں حمد کے معنی "خوبی" کیا ہے۔ حمد کا لفظ اور بھی کئی مقامات پر آیا ہے۔ ہم انہی تراجم پر اکتفا کرتے ہوئے ایک تیسرے اعتراض کی طرف چلتے ہیں۔

## قاری عبدالرشید صاحب لکھتے ھیں:

احمد رضا خان صاحب نے "فاخرِ جھما" میں آنے والے حرف "فا" کا ترجمہ "اور" کیا ہے۔ یہ ترجمہ "واو" کا ہوتا ہے نہ کہ "فا" کا (ایضا صفحہ ۱۵۹) قاری صاحب کے شیخ الہند نے بھی "فا" کا ترجمہ "اور" کیا ہے دیکھیے فنجعل لعنت اللہ (آل عمران ۶۱) "اور لعنت کریں اللہ کی ان پر"/ فاتلوھا (آل عمران ۱۳۷) "اور دیکھو" / فان کان لھن ولد (النساء ۱۲) "اور اگر ان کے اولاد ہے" / فان کانو اکثر (النساء ۱۲) اور اگر زیادہ ہوں۔ یہ تحقیق چند صفحات کا نتیجہ ہے قاری صاحب کے اعتراض کی حقیقت کا پتہ چل گیا ہے تو ضرور یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ دیوبندی مولویوں کا امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ کے ساتھ محض اسی لئے بغض و عداوت ہے کہ انہوں نے ان دیوبندیوں کے اکابر کی کفریہ عبارات پر گرفت کر کے تکفیر کا شرعی فریضہ کیونکر ادا کیا۔ اب جو نا سمجھ حضرات اعمال صالحہ کی رغبت میں ان کے ساتھ چمٹ کر عقائد صحیحہ کی بربادی کر رہے ہیں یوم حساب جواب کے لئے تیار رہیں۔

ایک اور اعتراض دیکھئے:

اھدنا الصراط المستقیم لکھ کر قاری صاحب کہتے ہیں "اس کا ترجمہ خان صاحب نے یہ کیا ہے" ہم کو سیدھا راستہ چلا" (ایضا صفحہ ۲۰) اس پر اپنے شیخ الہند کی تعریف و توصیف میں قلابے ملانے کے بعد ان کے ترجمہ کو بہتر قرار دیا ان کا ترجمہ ہے "بتلا ہم کو راہ سیدھی" قاری صاحب نے جو سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا باہمی ربط بتا کر اپنے شیخ الہند کے ترجمے کو فوقیت دی ہے یہ بھی ان کی شدید کم علمی اور نا اہلی کا ثبوت ہے۔ ان کے ممدوح اگر نکتہ رس ذہن کے مالک ہوتے اور وقت نظر کا اندازہ کرتے تو "بتلا" کی بجائے "چلا" کرتے اور اسی کو فوقیت دیتے اس لئے کہ راہ بتلا، یا، دکھا۔ یہ دعا کافی نہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے تو کفار و مشرکین کو بھی سیدھی راہ بتلائی ہے مگر وہ سیدھی راہ پر چلے نہیں۔

ھدی للناس سے یہ بات واضح ہے کامل دعا تو یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ چلا۔ یعنی سیدھی راہ چلاتا رہ یا اس پر ثابت قدم رکھ۔ راہ بتلانا تو کفار کے لئے بھی ثابت ہے۔

قاری صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

بعض بریلوی حضرات حضرت شیخ الہند کے ترجمہ "اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے" پر اعتراض کرتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ احمد رضا خان صاحب نے ترجمہ فرمایا ہے "اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے" اور "استہزاء" کا معنی ہنسی، مذاق، ٹھٹھول، مذاق کرنا، ہنسی اڑانا، ٹھٹھا کرنا، ملاحظہ ہو فیروز اللغات اردو اور نسیم اللغات وغیرہ لہذا معترضین کو چاہیے کہ "استہزاء" کے معنی اور احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اعتراض کرنا چاہیں، کریں، پھر ہم بھی انشاء اللہ جواب پیش کر دیں گے (ایضا صفحہ ۹۲)

استہزاء عربی کا لفظ ہے اور پھر قرآن کا۔ اس کا صحیح مفہوم اللہ تعالیٰ اور اس کے بتانے سے اس کے رسول صلی اللہ علی وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت بارگاہ رالوہیت اور دربار رسالت کا ادب واحترام بھی ضروری ہے۔ چونکہ اس کا معنی جو اردو میں ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف جائز نہ تھی اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ نے اصل لفظ ہی رہنے دیا۔ اور آگے لکھ دیا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ یعنی مزید احتیاط کا تقاضا بھی پورا کر دیا۔ اسی طرح عربی کے کچھ لفظ ایسے ہیں جو ہمارے علاقائی زبان میں اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتے جیسے " مکر" یہ بھی قرآنی لفظ ہے اس کا بھی اصل مفہوم اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اس کے معنی خفیہ تدبیر کے بھی آتے ہیں جو کہ اچھا مفہوم رکھتے ہیں بہ نسبت مکر کے (ہماری زبان میں) کیونکہ ہم لوگ " مکر" کو فریب اور دھوکہ کے معنی میں لیتے ہیں یعنی جب لفظ" مکر" آتا ہے تو ذہن فوراً دھوکے اور فریب کی طرف منتقل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے کفار کے لئے مکر کا معنی " مکر" کیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے "خفیہ تدبیر"۔ دیکھئے سورہ الالفال آیت ۳۰۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ جب "استہزاء" کو اعلیٰ حضرت نے "استہزاء" ہی رہنے دیا تو " مکر" ی مکر ہی رہنے دیتے اس کا جواب یہی ہے جو دیا جا سکا ہے کہ درحقیقت ہماری بول چال میں لفظ" مکر" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی شان میں حرف گیری کے مترادف ہے۔

لہذا ترجمہ ایسا ہو کہ حرمت قرآن اور عصمت انبیاء سلامت رہے۔ عرب والے تو" مکر" کو اچھے معنوں میں لے سکتے ہیں پاک وہندوالے نہیں۔

پروفیسر ابو عبید دہلوی صاحب نے جو اپنی کتاب " فاضل بریلوی کے کردار ونظریات کا مختصر جائزہ میں کنز الایمان پر اعتراضات کا ڈھونگ رچایا ہے وہ بھی اسی طرح کے ہیں جیسا کہ قاری

عبدالرشید صاحب کے اعتراضات بتلائے گئے کتاب کے دوسرے باب میں صرف چار اعتراض لکھے گئے۔

۱۔ سورہ البروج میں ذو العرش المجید کا ترجمہ درست نہیں

۲۔ سورہ النحل آیت ۵۳ میں تجئرون کا ترجمہ پناہ لینا درست نہیں۔

۳۔ سورۃ الرحمٰن آیت ۳۳ میں بسلطٰن کا معنی اسی کی سلطنت ہے، درست نہیں۔

۴۔ سورہ طارق آیت ۶ میں دوسرے خلق کا ترجمہ چھوڑ دیا۔

چونکہ یہ اعتراضات پروفیسر صاحب کے تبحر علمی کا شاہکار ہیں اس لئے جواب سے گریز کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے تیسرے باب میں عقائد کے اعتبار سے دو مسئلے لئے ہیں اور بس۔ ایک علم غیب کا اور دوسرا "اپنی جان کے برے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا گر جو اللہ چاہے"

پروفیسر صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ "احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ میں "نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں" آپ کا لفظ ان کے مخصوص عقیدے کی ترجمانی کے لیے ہے، ورنہ قرآن پاک کے متن میں اس لفظ کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے" (صفحہ ۲۹، ۳۰)

یعنی الفاظ "آپ" اور "ذاتی" پر اعتراض ہے۔ ہم بھی پروفیسر صاحب کی علمی قابلیت کو دیکھتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہمارے پاس بھی ایسے لاحاصل اعتراضات کے جواب کے لیے وقت کی کوئی گنجائش نہیں۔ البتہ ہمارا مفید مشورہ یہ ہے کہ کسی مستند عالم سے مستند تفاسیر کا ترجمہ سن لیں اگر دل کی آنکھیں اندھی نہیں ہو چکی ہیں تو ان شاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی، مانچسٹروی کے اعتراضات کا جائزہ لینے سے قبل مولوی جمیل احمد نذیری دیوبندی (انڈیا) کے متعلق بھی بتاتے چلیں کہ انھوں نے جو اعتراضات کیے ان کے دو آیتوں کے ترجمے پر بے بنیاد اور غلط اعتراضات کا تجزیہ حضرت مولانا اختر حسین صاحب، فیضی مصباحی (انڈیا) نے پیش کیا جو ماہنامہ "القول السدید" لاہور اگست ستمبر ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔ نذیری صاحب نے سورہ بقرۃ آیت ۱۴۵ کے ترجمہ رضویہ پر یہ اعتراض کیا کہ اس ترجمہ میں خاں صاحب نے بریکٹ میں "اے سننے والے کسے باشد" کا اضافہ کر کے اس خطاب کو ختم کر دیا جو ماسبق سے چلا آرہا تھا" اسکے جواب میں مولانا اختر حسین فیضی نے اسی آیت کریمہ کے دو ترجمے پیش کئے ہیں ایک مولوی اشرف علی تھانوی کا اور دوسرا محمود الحسن دیوبندی کا اور ترجموں کی نقل سے پہلے لکھا" لگے ہاتھوں پیشوایانِ دیوبند کی دو اہم اور معتبر شخصیات کے ترجمے پیش کئے جارہے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ "اے سننے والے کسے

باشد" یا اس قسم کے دوسرے جملے کا اضافہ نہ کرنے کی وجہ سے ترجمہ کس قدر عصمت سوز اور قرآنی فہم کی ادائیگی سے بعید تر ہو گیا۔

قارئین: سورہ بقرۃ کی آیت ۱۴۵ کے مذکورہ دونوں دیوبندی ترجمے پڑھیے اور دیکھ لیجئے کہ تنقیص رسالت ظاہر ہوتی ہے یا نہیں۔ مگر علمائے دیوبند کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ بس اپنی اپنی طبعیت اور مزاج کی بات ہے۔ البتہ یقین ہے کہ ان کے اکابرین میں سے کسی کی بات ہو رہی ہوتی تو یہ الفاظ کسے باشد والے نہ صرف درست ٹھہرتے بلکہ ان کو واجب وفرض قرار دیا جاتا اور لکھنے والے کے شعور وفکر پر تحسین کے ڈونگرے بھی برسائے جاتے۔ نذیری صاحب کا دوسرا اعتراض "بمصیطر" کے ترجمہ لفظ" کڑوڑا" پر ہے۔ اسکے جواب میں عصمت فیضی فرماتے ہیں:

"جب امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اپنا ترجمہ " کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" پیش کیا تو اس وقت بریلی اور قرب وجوار کے علاقوں پر روہیل کھنڈ کی ٹکسالی زبان کا تسلط تھا۔ گویا وہاں کے باشندے خود اہل زبان تھے۔ اور اہل زبان اپنی زبان کے پوری طرح پیرو ہوتے ہیں بلکہ اپنی زبان کی اقتداء کرنا واجب تصور کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے قرآن مجید کا ترجمہ روہیل کھنڈ کی ٹکسالی زبان میں کیا ہے۔" (القول السدید صفحہ ۹۳)

اس کے بعد مجیب نے لغات سے بتایا کہ اس کا معنی نگران اور حاکم اعلیٰ کے ہیں نیز جرات کا ایک شعر بھی پیش فرمایا۔

اب ہم موجودہ دور کے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ کے سب سے بڑے مخالف ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے اعتراضات کا ذرا تفصیلاً جائزہ لیتے ہیں۔ قارئین کرام یقیناً ہمارے جوابات سے نہ صرف دلی طور پر مطمئن بلکہ محظوظ بھی ہوں گے انشاءالعزیز۔ جاء الحق وزھق الباطل کا روح پرور نظارہ کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جایئے۔ چل میرے خامہ بسم اللہ

## ترجمہ ظاہر صورت بشری :

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی آیت کریمہ **قل انما انا بشر مثلکم** (سورۃ کہف) کا ترجمہ "تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں" (ترجمہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ) نقل کر کے لکھتے ہیں۔ "اب دیکھئے مولانا احمد رضا خان نے کس طرح قرآن کے الفاظ میں اپنے الفاظ داخل کئے ہیں۔ تحریف قرآن کی اس جرات پر عالم اسلام کیوں خاموش ہے؟ ظاہری صورتِ بشری کے الفاظ قرآن کے نہیں یہ مولانا کا اپنا اضافہ ہے۔ قرآن کی تحریف ہے اور بریکٹ بھی یہاں نہیں۔ مولانا کا اس سے مقصد اپنے جاہل عوام کو ایک ایسا ترجمہ بہم پہنچانا ہے جس کے حوالے وہ حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت پاک کا انکار کرسکیں۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر صورت بشری میں کافروں کی طرح تھے؟ استغر اللہ العظیم قرآن کریم میں صرف نوعِ بشری کا بیان تھا جس میں تمام انسان شریک ہیں اور ذات میں سب متحد۔ لیکن سب ایک دوسرے کے برابر ہرگز نہیں۔ نہ ظاہری صورت بشری میں نہ حقیقت بشری میں۔ قرآن مجید میں صرف نوعِ بشری کا بیان ہے۔ (مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۹۰،۹۱)

اب بالترتیب جوابات ملاحظہ فرمائیں۔ کوئی ایسا مترجم آج تک پیدا نہیں ہوا جس نے قرآن کریم کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کیا ہو اور اس نے قرآن کے الفاظ میں اپنے الفاظ داخل نہ کئے ہوں۔ اگر کوئی ہے تو اس کی نشاندہی ہی بحوالہ ترجمہ کی جائے۔ وہ تو صبح قیامت تک ڈاکٹر صاحب نہیں بتا سکیں گے۔ البتہ ڈاکٹر صاحب خود کوشش کر کے دیکھیں اور ایسا ترجمہ کر کے دکھادیں جس میں اپنے الفاظ داخل نہ کئے گئے ہوں کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت مراد خداوندی اپنے لفظوں میں بیان کرنا ہرگز تحریف نہیں۔ ڈاکٹر صاحب تو جان بوجھ کر تہمت اچھال رہے ہیں کہ ان کا نصب العین ہی اہل حق پر کیچڑ اچھالنا ہے۔ چونکہ بقول ڈاکٹر صاحب یہ تحریف قرآن ہے اور وہ عالم اسلام کی خاموشی پر شکوہ کناں ہیں تو لیجے ملاحظہ فرمایئے بقول ڈاکٹر صاحب تحریف قرآن کے چند نمونے اور عالم اسلام نہیں تو کم از کم ڈاکٹر صاحب خود تو اس جرات پر آواز اٹھائیں۔

۱...... **وعلم ادم الاسماء کلھا (بقرۃ ۳۱)**

ترجمہ محمود الحسن

"اور سکھلا دئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے"

یہاں لفظ "اللہ" اور "چیزوں" کسی قرآنی الفاظ کا ترجمہ نہیں، اپنی طرف سے اضافہ ہے۔

۲...... **یآدم انبئھم باسمآ ء ھم (بقرۃ ۳۳)**

ترجمہ محمود الحسن

"اے آدم بتادے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام"

'فرشتوں' اور 'چیزوں' کسی عربی لفظ کا ترجمہ نہیں۔

۳...... **و اشربوا فی قلوبھم العجل (بقرۃ ۹۳)**

ترجمہ محمود الحسن

" اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی"

محبت کسی عربی لفظ کا ترجمہ نہیں

﴿۴﴾...... ام تریدون (بقرۃ ۱۰۸)

ترجمہ محمود الحسن

"کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو"

مسلمان کسی قرآنی لفظ کا ترجمہ نہیں۔

مزید آیات اور ترجمہ آگے "رحمانی کلام میں انسانی کلام" کے عنوان سے آرہے ہیں اگر تحریف سے مراد یہ ہے کہ قرآنی عقیدے یا انشائے الٰہیہ کے خلاف کوئی عقیدہ "ظاہر صورت بشری" تو یہ ترجمہ پھر بھی مکمل طور پر صحیح ہے اس میں بشریت کا ہرگز انکار نہیں۔ بلکہ بشریت میں اوروں کے ساتھ مساوات کا انکار ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ "قرآن کریم میں صرف نوع بشری کا بیان تھا" بھی تفصیل طلب ہے۔ پہلی بات یہ کہ قرآنی الفاظ میں "بشر" کا لفظ ہے۔ "نوع بشر" کا نہیں۔ اب اس کا ترجمہ بشر کیا جائے یا آدمی یا انسان، مجموعی طور پر سب کا مفہوم و مطلب ایک ہی ہوگا۔ آج تک کسی نے یہ ترجمہ نہیں کیا کہ "تو کہہ میں بھی نوعِ بشر ہونے میں تم جیسا ہوں" جب نوع بشر خود قرآن نے نہیں کہا بلکہ صرف بشر کہا تو اب ڈاکٹر صاحب ہی جواب دیں کہ جب اس کا ترجمہ یہ ہو "تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم" (ترجمہ محمود الحسن) تو آپ یہاں بھی یہ سوال اٹھائیں "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدمی ہونے میں کافروں جیسے تھے؟" اور یہ ترجمہ دیکھئے "کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں" (ترجمہ اشرف علی تھانوی) اب یہاں بھی سوال کریں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہونے میں کافروں جیسے تھے؟ آپ کا سوال تو آپ کے ہی ترجموں پر اٹھتا ہے نہ کہ ہمارے ترجموں پر۔ ترجمہ "ظاہر صورت بشری" میں تو برابری اور مساوات کا خاتمہ ہے۔ جو عین مطلوب قرآن ہے۔ ظاہر صورت بشری سے کیا مراد ہے۔ صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں۔ " کہ مجھ پر بشری اعراض و امراض طاری ہوتے ہیں اور صورتِ خاصہ میں کوئی بھی آپ کا مثل نہیں۔۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مشکوۃ میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام و ظواہر تو حد بشریت پر چھوڑے گئے اور ان کے ارواح و بواطن بشریت سے بالا اور ملاء اعلیٰ سے متعلق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ الضحیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلاً نہ رہے۔ اور غلبہ انوار حق آپ پر علی الدوام حاصل ہو" (خزائن العرفان زیر تحت آیت سورۂ کہف بشر مثلکم)

آپ کا کفار کو اپنا بشر بتانا نفی الوہیت کے لئے تھا، ہمسری و برابری بتانے کے لئے نہیں۔ "ظاہر صورت بشری" سے آپ کا یہ کہنا کہ: "مولانا کا اس سے مقصد اپنے جاہل عوام کو ایک

ایسا ترجمہ بہم پہنچانا ہے جس کے حوالے وہ حضور کی بشریت پاک کا انکار کر سکیں "اپنی برادری کو خوش کرنے اور نمبر بنانے کے لئے آپ نے جو اتنا بڑا بہتان باندھا ہے اس کا حساب تو عنقریب آنکھیں بند ہونے کے بعد خدا تعالیٰ آپ سے لے لے گا۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ آپ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کی کسی کتاب سے ایسی عبارت دیکھتے تو "مطالعہ بریلویت" میں اس مقام پر ضرور لاتے۔ نہ آپ دکھا سکتے ہیں نہ آپ کی برادری کو کائی اور فرد۔ یہ امام احمد رضا پر میرے مولا تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ مخالفین جھوٹ کے طور پر یہ بہتان تراش کر ان کے انبار لگا رہے ہیں مگر آج تک نفیٔ بشریت میں ان کا ایک جملہ نہ دکھا سکے نہ دکھا سکیں گے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کی زبان دیکھئے "جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے، قال تعالیٰ" قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا" (فتاوی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۶۷ مبارکپور انڈیا)

اللہ تعالیٰ کی اور بھی بہت سی مخلوقات ہیں۔ ہر ایک کی شکل وصورت اپنی اپنی ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوع انسانی سے ہیں اور دیکھتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ آپ اللہ کے بندے اور مرد ہیں۔ افہام وتفہیم کے لیے آپ کلام کرتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں۔ لیکن ان ظاہری انسانی علامات ولوازمات کو دیکھ کر کوئی آپ کو اپنے جیسا ہی بشر سمجھنے لگے اس لئے ترجمہ فرمایا گیا کہ "ظاہر صورت میں تو اگر چہ میں بشر ہی ہوں، نوع انسانی سے ہوں مگر میری اصل حقیقت اور ہے۔ حقیقت محمد یہ کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ نانوتوی صاحب کا شعر ہے کہ۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا اور کسی نے تجھے بجز ستار

(محمد قاسم نانوتوی)

ڈاکٹر صاحب۔

یہاں بھی کہیں کہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب کا مقصد ہم جاہل (فی الواقع) افراد کو عقیدہ پہنچانا ہے جس کے حوالے حضور پاک کی بشریت کا انکار ہو سکے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز ایک استفتاء کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:
بل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں، ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں، جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا، ولھذا ارشاد فرماتا ہے ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔ ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی

ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا، ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا، ظاہر بینوں، کو
رباطنوں کا دھوکہ ہے۔
شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

همسری با اولیا برداشتند

انبیاء را ہمچو خود پنداشتند

ان کا کھانا پینا سونا یہ افعال بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج نہیں۔ اس پر یہ حدیث
شریف دال ہے: حاشالست کا حدکم انی ابیت عندربی یطعمنی ویسقینی۔ ان کے یہ افعال بھی اقامت
سنت و تعلیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے
ان کا سہو ونسیان، حدیث میں ہے انی لانسی ولکن انسی لیستن بی میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تا کہ
حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو، امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں
فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احوال بشری کھانا پینا سونا جماع اپنے نفس کریم کے لیے نہ
فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لیے کہ ان افعال میں حضور کی اقتدا کریں کیا نہیں دیکھتا ہے
کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔ یہ نہ
فرمایا کہ میں نے انہیں دوست رکھا اور فرمایا تمہاری دنیا میں سے، تو اسے اوروں کی طرف سے
اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف، صلی اللہ علیہ وسلم، معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری
آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر صورت بشری اور باطن
ملکی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لیے
شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو جیسا
کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انہیں اوصاف جلیلہ وفضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل
یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے، عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی
حکمت تعلیم تواضع و تانیس امت وسد غلو نصرانیت ہے۔ اول، دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمد یہ علی صاحبہا افضل
الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ یہاں اس غلو کے سد باب کے لیے تعلیم

فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں، ہاں یوحی الی رسول ہوں، دفع افراط نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیست کے لیے دوسرا کلمہ، اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

**قل سبحن ربی هل کنت الا بشر ارسولا** تم فرما دو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں۔ انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے۔ **اشهد ان محمد اعبده ورسوله**، بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں۔

(فتاوی رضویہ ج ۶ صفحہ ۱۴۵۔۱۴۳ مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ کراچی، ۱۴۱۲ھ)

ڈاکٹر صاحب! آپ کے اکابر میں سے مولوی خلیل احمد سہارنپوری نفس بشریت کے متعلق لکھتے ہیں:

"لاریب اخوت نفس بشریت میں اور اولاد آدم ہونے میں ہے اور اس میں مساوات بنص قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب میں نہ کوئی بھائی کہے نہ مثل جانے"

(براہین قاطعہ ص ۳، مطبوعہ بلالی ڈھوک ہند)

اس کے جواب میں علامہ غلام رسول سعیدی جو اس وقت مولانا احمد رضا بریلوی کے مخالفین اور معاندین میں سے ہیں، اور اہلسنت و جماعت کے بعض بنیادی عقائد اور معمولات سے سخت اختلاف رکھتے ہیں، ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"شیخ سہارنپوی کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ نفس بشریت میں تمام انسان آپ کے مماثل اور مساوی ہیں ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے انبیاء علیہم السلام میں عام انسانوں کی بہ نسبت ایک وصف زائد ہوتا ہے جو نبوت ہے، وہ حامل وحی ہوتے ہیں، فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں اس لئے نبی کی بشریت اور عام انسانوں کی بشریت مماثل اور مساوی نہیں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوت سے قطع نظر تو نفس بشریت میں مساوات ہے تو میں کہوں گا کہ اس طرح تو نفس حیوانیت میں نطق سے قطع نظر انسان گدھوں، کتوں، اور خنزیروں کے مماثل اور مساوی ہے اور ایسا کہنا انسان کی توہین ہے۔ اسی طرح نفس بشریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے مماثل اور مساوی کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے، اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

**قل انما انا بشر مثلکم** (الکھف: ۱۱۰)

تو اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

**وما من دابة فی الارض ولا طائر بطیر بجنا حیه الا امم امثالکم** ۔(الانعام: ۳۸)

ترجمہ: ہر وہ جاندار جو زمین پر چلتا ہے اور ہر وہ پرندہ جو اپنے پروں کے ساتھ اڑتا ہے وہ تمہاری ہی مثل گروہ ہیں۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ زمین اور فضا کے تمام جاندار اور تمام پرندے انسانوں کی مثل ہیں تو اس طریقہ سے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان گدھ، چیل اور بندر اور خنزیر کی مثل ہے تو کیا یہ انسان کی توہین نہیں ہے۔ لہذا اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے مساوی اور ان کی مثل ہیں تو یہ بھی آپ کی توہین ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں عام انسانوں کی مثل ہیں؟ کسی وجودی وصف میں کوئی انسان آپ کی مثل نہیں ہے بلکہ آپ کے ساتھ مماثلت عدمی وصف میں ہے نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں نہ ہم واجب اور قدیم ہیں نہ آپ واجب اور قدیم ہیں نہ ہم مستحق عبادت ہیں نہ آپ مستحق عبادت ہیں اور یہ آیت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے:

**قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد (الکھف: ۱۱۰)**

**ترجمہ:** آپ کہیے کہ میں (مستحق عبادت نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے" (تبیان القرآن جلد ہفتم صفحہ ۲۲۹،۲۳۰)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنسِ بشر اور نوع انسان سے پیدا ہوئے ہیں لیکن کیا ان کی حقیقت صرف انسان اور بشر ہے؟ تو مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشرِ محض نہیں ہیں بلکہ ایسے بشر ہیں جو حاملِ وحی ہیں اور وحی ہی وہ وصف ہے جس کی وجہ سے عام انسان اور بشر کا نبی سے امتیاز ہوتا ہے۔ اور جس طرح انسان کو حیوانات کے مقابلے میں عقل اور ادراک کی خصوصیت حاصل ہے نبی کو اس خصوصیت کے علاوہ استعدادِ وحی کی خصوصیت بھی حاصل ہے جس سے وہ عام انسان اور بشر سے ممتاز ہوتا ہے۔ لہذا امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ ظاہر صورت بشری بالکل صحیح ترجمہ ہے۔ اس پر اعتراض انتہائی کم علمی اور ناقص فہمی کی دلیل ہے۔ بشر کا معنی ظاہری جلد ہے جو بدن پر ہوتی ہے اور بدن ظاہر ہوتا ہے۔ نظر آتا ہے۔ روح باطنی ہے نظر نہیں آتی۔ انبیاء کرام کے ظاہری بدن تو بشری بنائے گئے مگر ارواح نوری یعنی ملکی اسی کو علامہ خفاجی نے شرح شفا میں بیان فرمایا۔ (دیکھئے نسیم الریاض جلد سوم) ان دلائل کی روشنی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ سلف صالحین کی تشریحات کے عین مطابق ہے۔

## قواعد ترجمہ سے گریز:۔

اس عنوان سے آپ لکھتے ہیں:

"بریلوی علماء نے اپنے گرد جن عقائد اور مسائل کی باڑ بنا رکھی ہے اور انہیں مسلک کی ضروریات بتلاتے ہیں قرآن پاک میں ان کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ مولانا احمد رضا خان اس صورت حال سے بہت تنگ تھے۔ بخلاف۔ اس کے علماء دیو بند توحید و رسالت کے باب میں جو کچھ کہتے وہ مضمون الفاظ قرآن میں صریح مل جاتا" (مطالعہ بریلویت جلد دوم ۹۶)

بریلوی یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کے تمام عقائد بحمد اللہ تعالٰی قرآن و حدیث اور سلف صالحین سے ثابت ہیں۔ دیوبندی وہابی کے وجود سے پہلے ان کے بڑے انہیں عقائد و مسائل پر عمل پیرا رہے۔ آج کے معترضین کے آباؤ اجداد بھی سنی بریلوی ہی تھے۔ اور بریلوی کی اصطلاح سے پہلے والے لوگ بھی انہیں عقائد پر کاربند تھے جن پر آج بریلوی سنی چل رہے ہیں۔
(حیات شبلی صفحہ ۴۴ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ)

بات علماء کی ہو رہی ہے عوام کی نہیں عقائد کا پتہ علمائے کرام کی تشریحات سے چلتا ہے، عوام کے رسم و رواج سے نہیں۔ علمائے دیوبند توحید رسالت کے باب میں کیا کہتے ہیں۔ یہ آپ کے علمائے دیوبند کی کتابوں سے ظاہر و باہر ہے۔

مثلاً آپ کی کتابوں میں یہ عقیدہ بڑی شد و مد سے پیش کیا جاتا ہے کہ خدا جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ دیکھئے اپنے ممدوح مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب " یکروزہ صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ دیوبند براہین قاطعہ از مولوی خلیل احمد سہارنپوری، فتاوی رشیدیہ از مولوی رشید احمد گنگوہی۔ "امکان کذب باری تعالٰی" کا عقیدہ آپ کی رگ و پے میں رچا بسا ہوا ہے لہٰذا اس کے ثابت کرنے کے لئے آپ قرآن کریم کی آیت کریمہ ان اللہ علی کل شئی قدیر سے استدلال کرتے ہیں۔ جبکہ دنیا کا کوئی مسلمان عالم اس کو کذب باری تعالٰی پر منطبق نہیں کرتا۔ اسی لئے آپ نے بھی فرمایا ہے کہ توحید و رسالت کے باب میں ہمارا عقیدہ قرآن سے مل جاتا ہے۔ پھر آپ کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممکن ہے، آپ کو بھائی کہا جا سکتا ہے، آپ ہم جیسے بشر ہیں، لہٰذا آپ کی تعریف ایک بشر کی سی کرنی چاہیے بلکہ اس سے بھی کم تر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے علمِ غیب عطا نہیں فرمایا، انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کل ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں ہم ان کے چھوٹے۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو جانوروں، پاگلوں اور بچوں کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں۔ یہ سب اور ان جیسے بہت سے اس قسم کے عقائد آپ کی کتب مثل تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، یکروزی، فتاوی رشیدیہ،

تذکرۃ الخلیل وغیرہ میں موجود ہیں۔ یہ تمام کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں اور دیکھی جا سکتی ہیں۔

لیکن دور کیوں جایئے۔ آپ نے اپنے ترجموں میں اللہ تعالیٰ کے لئے فریب، داؤ، اور چال کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معاذ اللہ ''بھٹکے ہوئے'' اور ''گنہگار'' کے الفاظ آیات کے ترجمہ میں استعمال کیے ہیں۔ دوسری جانب امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ نے آداب خداوندی اور آداب رسالت کو پورے طور پر ملحوظ خاطر رکھ کر ترجمہ فرمایا۔ لیکن آپ کو ایسے تراجم اچھے نہیں لگتے اس لئے کہ یہ اپنی اپنی طبیعت اور مزاج کی بات ہے۔ جو ترجمے آپ کے "بزرگ" فرما گئے چاہے وہ کتنے ہی توہین آمیز اور بے ادبی پر مشتمل ہوں مگر آپکو دل و جان سے پیارے ہیں اور آپ آج تک بھرپور طریقے سے ان کے دفاع پر کمربستہ ہیں۔

**ذنبک کا ترجمہ :**

آپ کو اعلیٰ حضرت کے " ذنبک " کے ترجمے پر بھی اعتراض ہے کہ انہوں نے ہمارے بزرگوں کی طرح " گناہ " کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکر منسوب نہ کیا، امت کی طرف کیوں کیا اور اگر ایسا کرنا ہی تھا تو ترجمہ میں نہ کرتے تفسیر میں کرتے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ "اس سے کیا یہ بہتر نہ تھا کہ یوں کہہ دیا جاتا ترجمہ تو یہی ہے "تیرے گناہ" لیکن اس سے مراد امت کے گناہ ہیں"۔

(مطالعہ بریلویت جلد دوئم صفحہ ۹۸، ۹۹)

آپ کتنی بے تکلفی سے کہہ گئے ہیں "تیرے گناہ" جیسے مخاطب رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں، کوئی عامی ہو۔ ہے نا یہ اپنے اپنے مزاج اور طبیعت کی بات۔ اب یہ فرمایئے کہ اگر کوئی سوال کرئے " کہ امت کے گناہ" کی دلیل کیا ہے اور کون سا حرف یا لفظ امت کے گناہوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تو جو دلیل اور ثبوت آپ تفسیر کے زمرے میں دیں گے کیا وہ ترجمہ کے حق میں نہیں دے سکتے؟ اس کا کوئی جواب آپ کے پاس ہے؟ آپ کی دیانت و دین داری کا یہ حال ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ جن آیات کے ترجمہ سے قبل اے سننے والے، کسے باشد، اے مسلمان وغیرہ کے الفاظ لاتے ہیں۔ تا کہ پڑھنے والے کو پتہ چل جائے کہ خطاب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ مگر مراد امت کے افراد ہیں۔ آپ نے بر بنائے بغض و عداوت انھیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل کر کے بے ادبی، گستاخی کا الزام امام احمد رضا کے سر مڑھ دیا گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عامی کے انداز میں مخاطب کر رہے ہیں۔ (صفحہ ۱۰۷) آپ اپنے "بزرگوں " کی بے ادبیوں اور گستاخیوں کا جواب کسی نہ کسی صورت دے کر اپنے "توشہ آخرت" ''خفّت موازِینُہ'' میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو کرتے رہیں۔

## غلط ترجمہ کی مثال:

اس عنوان سے آپ نے لکھا ہے کہ سورہ نساء کی ایک آیت کے الفاظ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللّٰہ کے ترجمہ میں مولانا احمد رضا خان نے یہ ترجمہ کیا" اوران کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا" آپ نے اعتراض یہ کیا کہ شہید کرنے کا دعوی یہاں کیسا بے محل ہے۔۔۔یہود کی زبان سے کہلوار ہے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا۔(ایضا صفحہ ۱۰۵)

ہر مسلمان جانتا ہے کہ جب بھی کسی نبی ورسول کے متعلق بات ہوتو اسکے حق میں ان کے لیے ادب واحترام کے لفظ لائے جاتے ہیں۔ بہ تقاضائے ادب امام احمد رضا نے یہاں لفظ شہید استعمال فرمایا مثلاً کوئی آدمی کسی کو پیغام دے کر آپکی طرف روانہ کرے اور بھیجنے والا مرتبہ و بزرگی میں آپ سے بڑا ہو اور وہ یہ کہہ کر بھیجے کہ خالد محمود کو کہنا کہ تم کل بارہ بجے میرے گھر پہنچ جانا،اب ظاہر ہے کہ قاصد بعینہ وہی الفاظ دہرادے تو بے ادب کہلائے گا،خود آپ بھی اسے ایسا کہنے پر اچھانہ سمجھیں گے۔یہود جو کہیں سو کہیں مگر ہم کہیں گے تو ادب واحترام کا خیال پہلے رکھیں گے اور آپ کو بھی یہودیوں کا طرز تخاطب پسند ہے تو یہ آپ کی مرضی۔آپ نے مزید لکھا ہے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہید کے طور پر نہ پہلے کہیں معروف تھے اور نہ بعد میں ہوئے نہ کوئی فرقہ ان کی شہادت کا مدعی ہوا۔" (ایضا ۱۰۵)

اب مندرجہ ذیل دو ترجمے ملاحظہ فرمائیے:۔

ا۔"اور محمد تو ایک رسول ہے، ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا، یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں" (ترجمہ محمود الحسن دیو بندی آل عمران۔۱۴۴)

۲۔"اور محمد تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول ہو چکے، تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں، تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے" (ترجمہ کنز الایمان) آپ نے دونوں ترجمے ملاحظہ فرمائے۔علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمتہ نے ٹھیک فرمایا تھا کہ ترجمے کے لیے عربی لغت اور گرائمر سے واقف ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بارگاہ الوہیت اور دربار رسالت کے ادب واحترام کا لحاظ بھی ضروری ہے۔یہ فرق ان دو ترجموں سے خوب واضح ہو رہا ہے۔ڈاکٹر صاحب! آپ یہاں بھی اعتراض اٹھائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شہید کا ترجمہ کیوں کیا گیا۔اور کہیں کہ "مارا گیا" زیادہ مودب و محترم اور فصیح ترجمہ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار!

## دو دو ترجمے کرنے کا شوق:

ویکون الرسول علیکم شہیدا (البقرۃ) میں "شہیدا" کا معنی امام احمد رضا

بریلوی نے "نگہبان و گواہ" فرمایا۔ آپ نے اس کو دو دو ترجمے کہا۔ اس معنی پر تفسیر مدارک اور تفسیر بیضاوی کی تائید شامل ہے۔ لما کان الشہید کالرقیب۔۔ (مدارک) اور کان الرسول علیہ السلام کالرقیب۔۔ (بیضاوی) علامہ بیضاوی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شہادت کے بعد علیٰ آئے تو یہ شہادت کسی کے خلاف ہوتی ہے۔ جب کسی کے حق میں شہادت دینی ہو تو شہادت کے بعد لام آتا ہے۔ اس کا جواب علامہ نے دیا کہ اگرچہ نبی کریم کی شہادت ان کے حق میں ہوگی لیکن آپ چونکہ ان (اپنی امت کے افراد) کے لئے رقیبوں (نگہبانوں) کی طرح ہیں، اس وجہ سے علیٰ سے متعدی کیا ہے۔ چونکہ آپ نگہبان ہیں۔ نہ کہ یہ مراد کہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت نے گواہ کے ساتھ لفظ نگہبان بڑھا دیا۔

ایک اور اعتراض:

ڈاکٹر صاحب "کنزالایمان ترجمہ قرآن نہیں" کا عنوان دے کر مقدمہ کنزالایمان کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"لفظ بلفظ ترجمہ کرنے کے سبب حرمتِ قرآن، عصمتِ انبیاء، اور وقارِ انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے اور۔۔۔۔۔ انہی تراجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ بعض امور کا علم اللہ ربّ العزت کو بھی نہیں ہوتا" (مقدمہ کنزالایمان صفحہ ۱)

غور کیجئے یہ جرح کیا بعینہ وہی نہیں جو پادری عبدالحق نے عربی دان ہونے کی حیثیت سے قرآن پر کی تھی اور ان بریلوی علماء نے اردو دان ہونے کی حیثیت سے ان اردو تراجم کے ذمہ لگا دی؟ (مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۹۸)

دیکھنا یہ ہے کہ پادری عبدالحق عربی دان نے کیا جرح کی تھی۔ وہ بھی خود ڈاکٹر صاحب ہی نے نقل کر دی ہے ملاحظہ فرمایئے پادری عبدالحق کہتا ہے:

" قرآن کا مطالعہ کریں تو کوئی نقص نہیں جو خدا میں نہ ہو اور کوئی عیب نہیں جو اس کے انبیاء میں نہ ہو، محمدی علماء تفسیروں میں ان تمام آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ جوں کے توں ہیں اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں مسلمانوں کا قرآن کچھ کہتا ہے اور ان کی تفسیریں کچھ، سونجات کی راہ صحفِ مقدسہ میں ہے۔ صحفِ مقدسہ صفحہ: ۱۷۔ (ایضاً صفحہ ۹۶، ۹۷)۔"

قرآن کریم کسی بندے کا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں ان کی فصاحت و بلاغت، ان کے حقیقی معنی اور ان کی اصلی مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، جتنا کچھ امت کو بتانے کی ضرورت محسوس کی

گئی وہ بواسطہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتا دیا گیا بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو لغتِ عرب سے لیے گئے مگر اُن کے معنی وہ نہیں جو لغت میں ہیں بلکہ قرآن کے اپنے معنی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جو مقدمہ کنزالایمان کی عبارت دی ہے اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ترجمہ ایسا ہو جس سے حرمت قرآن بھی باقی رہے اور عصمتِ انبیاء بھی، یعنی ترجمے میں کوئی ایسا لفظ نہ آنے پائے جس میں اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گستاخی ثابت ہو، اللہ رب العزت نے جو کلامِ پاک اُتارا ہے وہ اُس کے الفاظ ومعانی کی تفصیل مخلوق سے زیادہ جانتا ہے۔ مگر مخلوق خصوصاً امتِ محمدیہ کو زیبا نہیں کہ وہ ترجمہ کرتے وقت آداب توحید ورسالت کو بھول جائے کہ یہی تعظیم وادب ہی اس کا طرہ امتیاز ہے۔ ایسے الفاظ ترجمہ میں شامل ہی کیوں کیے جائیں جو ہماری زبان میں اچھے معنوں میں مستعمل نہیں۔ یہ تو مطلب ہوا مقدمہ کنزالایمان کی عبارت کا، جب کہ دوسری طرف پادری عبدالحق صاحب براہ راست قرآن مجید کے عربی الفاظ یعنی اصل متن ہی پر معترض ہیں کہ قرآن کچھ کہتا ہے اور تفسیریں کچھ۔ یعنی وہ بے چارہ اپنی عقل پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ گیا ہے کہ جو سامنے نظر آرہا ہے اس کی اصلیت بھی وہی ظاہر کی طرح ہے۔ گویا پادری صاحب نے جان لیا کہ بس اس کے علاوہ کوئی دوسرے معنی تو متعین ہو ہی نہیں سکتے۔ انہوں نے اپنی کم علمی وکم فہمی سے اللہ کے کلام کے الفاظ کو اپنی عقل کی روشنی میں پرکھا اور اپنی عقل کے زور پر ہی اُن کے معنی محدود ومخصوص کر لیے۔ لہذا مقدمۂ کنزالایمان کی عبارت پادری صاحب کی عبارت میں مشرق ومغرب کا فرق ہے اور اگر ڈاکٹر صاحب بربنائے تعصب پھر بھی بضد ہیں تو بتائیں کہ اگر تفاسیر کے اندر تاویلوں کے ذریعے حرمتِ قرآن اور عصمتِ انبیاء کو بچایا جا سکتا ہے تو ترجمہ کے اندر ہی اس کلیے کو قائم کر لینا کیونکہ درست اور جائز نہ ٹھہرے گا؟ قرآن مجید کے عربی لفظ کی جو مراد آپ دوسرے قدم پر جا کر لیتے ہیں وہی مراد اگر پہلے قدم یعنی ترجمہ ہی میں لے لی جائے تو کونسی تحریف ہو جائے گی؟ جو معنی تفاسیر کے مطابق ہو کیا وہ معنی غلط ہو جائے گا؟ چونکہ آپ کے علمائے دیوبند نے اپنے تراجم میں قرآنی الفاظ " مکر" کا معنی فریب کیا "ضالاً" کا معنی " بھٹکتا ہوا " کیا" ذنب" کے معنی " گناہ" کیا اور ان سب کی نسبت اللہ ورسول کی طرف کر دی اس لیے اب آپ اس بات پر بہت زور دے رہے ہیں کہ جب ان کے لفظی معنی یہی بنتے ہیں اور لفظی ترجمہ یہی نکلتا ہے تو وہ کیا کرتے۔ تو عرض ہے کہ وہ وہی کچھ کرتے جو انھوں نے صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج اور جہاد کے معنوں میں کیا ہے اگر آپ کے نزدیک لفظی ترجمہ قرآن ہی درست ہے تو پھر صلوٰہ کے معنی نماز نہیں بلکہ مطلق "دعا" ہے زکوۃ کا مطلب مطلق "زیادتی" ہے صوم کا مطلب مطلق "بندش" ہے۔ حج کا ترجمہ مطلق "قصد

" ہے اور جہاد کا ترجمہ مطلق "مشقت" ہے، بتایئے اس کے لفظی ترجمے کیوں نہیں کیئے گئے آپ کے قول کے مطابق تو اگر صلوٰہ سے مراد نماز لینا تھی تو تفسیر کے اندر لی جاتی نہ کہ ترجمہ میں۔ علی ہذا القیاس دیگر الفاظ کا ترجمہ لفظی کر دیا جاتا اور جو مراد تھی وہ تفاسیر میں پیش کی جاتی، آپ کے علمائے دیوبند نے ایسا کیونکر نہیں کیا؟ اور سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ جس بیچارے کے پاس کوئی تفسیر ہی نہ ہو وہ کیا کرے۔ کیا وہ لفظی ترجمے پر ہی عمل کرے اور اُن کے معنی وہی سمجھے جو آپ کے علماء نے ترجمے میں پیش فرما دیئے ہیں؟ سیدھے طریقہ پر کیوں نہیں مان لیتے کہ ترجمہ لغوی شرعاً معتبر نہیں ہوتا بلکہ ترجمہ اصطلاحی شرعاً معتبر ہوا کرتا ہے۔ دیکھئے آپ کے حکیم الاسلام قاری محمد طیّب قاسمی لکھتے ہیں:

"روایت میں آیا ہے کہ جب روزہ کے بارے میں آیت نازل ہوئی۔ ابتداء میں یہ حکم تھا کہ رات کو سو کر جب بھی آنکھ کھلے، اس وقت سے اگلے افطار تک بیچ میں کھانا پینا منع ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرمائی اور ارشاد فرمایا:

**وکلوا واشربوا حتّٰی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر** (البقرہ: ۲/۱۸۸)

یعنی صبح کاذب کے بعد جب صبح صادق کا اُجالا ظاہر ہو تو اب کھانے پینے سے رُک جاؤ، اور روزہ کی نیت کرو۔

اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے دو قسم کے دھاگے، کالے اور سفید تیار کرائے اور سرہانے رکھ لئے۔ جب سفید دھاگا کالے دھاگے سے متمیز ہو جاتا تب کھانا پینا بند کرتے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کے دھاگے تیار کرائے اور تکیے کے نیچے رکھ دیئے، ان کو دیکھتے رہے جب کالا دھاگہ سفید دھاگہ سے بالکل ممتاز نظر آتا، تو روزہ کی نیت کرتے حالانکہ اس وقت صبح صادق ہوئے خاصا وقت پندرہ، بیس منٹ گزر چکے ہوتے۔

ان حضرات نے باعتبارِ لغت یہ صورت اختیار کی تھی تو لغوی اعتبار سے غلط بھی نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی چونکہ یہ مراد نہ تھی اسلیئے سب کی دلجمعی نہ ہوئی اور معاملہ حضور صلی اللہ علیہ والہ سلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ اے عدی تم کیا صورت کرتے ہو؟

انہوں نے عرض کیا میں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کلوا واشربوا کے نازل ہونے کے بعد دو ڈورے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیے ہیں اور انہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ جب تک کالا ڈورا سفید ڈورے سے ممتاز نہ ہو جائے کھاتا پیتا رہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عدی! تمہارا تکیہ بڑا وسیع ہے کہ اس میں دن رات چھپ گئے کیونکہ کالے ڈورے سے رات مراد ہے اور

سفید ڈورے سے مراد دن ہے۔ دھاگوں کے ڈورے مراد نہیں اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہاں لغوی معنی مراد نہیں۔ (خطبات حکیم الاسلام جلد دوم صفحہ ۲۷، ۲۸ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اس کے بعد متصل ہی قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:

یہیں سے معلوم ہوا کہ لفظ کے ایک لغوی معنی ہوتے ہیں اور ایک مرادی۔ قرآن مجید اترا تو لغتِ عربی میں ہے لیکن ہر جگہ لغت مراد نہیں بعض جگہ قرآن کریم نے لغت تو زبان عرب سے لیا مگر معنی اس کے اندر اپنے ڈالے اور وہی مرادی معنی کہلاتے ہیں" (ایضاً صفحہ ۲۸)

قاری صاحب کا یہ پیرا بھی پڑھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں:۔ "اگر مرادی معنی ضروری نہ ہوتے، لغوی معنی ہی کافی ہوتے، تو اتنا کافی ہوتا کہ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کا نسخہ لاتے، بیت اللہ کے چھت پر رکھ دیتے اور اعلان کر دیتے اے لوگو! تم روحانی مریض ہو۔ یہ تمہارے لئے نسخہ شفا ہے تم زباں داں ہو، عربی سمجھتے ہو اس کتاب کو دیکھ دیکھ کر اپنا علاج کر لیا کرو، پھر پیغمبر مبعوث کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی مگر مسائل کہیں بھی لغت سے حل نہیں ہوا کرتے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی کی بعثت ہوئی۔ وہ لغت سے اللہ کی مراد متعین کر کے لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے اور اللہ کے نزدیک اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ (ایضاً صفحہ ۲۹)

ڈاکٹر صاحب! اپنے حکیم الاسلام کی عبارت کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھیے اور پھر بتائیے کہ کیا لفظی ولغوی ترجمہ شرعاً معتبر اور درست سمجھا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو جہاں امام احمد رضا نے مرادی معنی لے کر ترجمہ کیا ہے وہ کیونکر درست نہ سمجھا جائے گا۔ تو کیا اب پادری عبدالحق کی عبارت کو بھی آپ کے حکیم الاسلام صاحب کی عبارت کے ساتھ یہ کہہ کر منطبق کر دیا جائے کہ عبدالحق پادری کو بھی لفظوں پر اعتراض ہے کہ ان کے معنی صحیح نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء میں عیب ونقص پائے جاتے ہیں اور قاری صاحب بھی کہتے ہیں کہ اصل معنی تو وہی لغت والا ہے مگر مرادی معنی کوئی اور ہے یعنی قاری صاحب بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ اصل معنی نہیں مراد کوئی اور ہے۔ اور اصل معنی اسی لئے نہیں کہ اسے حرمتِ قرآن اور عصمتِ انبیاء باقی نہیں رہتی کوئی خرابی ایسی ضرور واقع ہوتی ہے کہ قاری صاحب مرادی معنی ہی کی طرف زور دیتے ہیں اور اُسی کو معتبر سمجھتے ہیں۔

## رحمانی کلام میں انسانی کلام:

مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمتہ کا ترجمہ پیش کر کے ڈاکٹر صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ ترجمہ قرآن میں اپنے الفاظ شامل کرنا بہت بڑی زیادتی بلکہ تحریفِ قرآن ہے۔ سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات کا ترجمہ کنزالایمان نقل کر کے آپ فرماتے ہیں:

"یہ قرآن پر ایک بڑا ظلم ہے، رحمانی کلام میں انسانی کلام کو ملانا ہے، اس قسم کا اضافہ ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے" ( مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۱۰۳)

اس سے قبل آپ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے۔

"اپنی طرف سے کوئی الفاظ ڈالنا ہو تو اُسے ( ) بریکٹ میں لکھتے ہیں تا کہ اُسے کسی لفظ کا ترجمہ نہ سمجھا جائے" ( ایضاً صفحہ ۱۰۰) اصل مسئلہ یہ ہے کہ تحریف اس وقت متصور ہوگی جب کوئی لفظ معنی میں بگاڑ پیدا کردے اور مطلب و مفہوم الٹ ہو جائے، بغیر بریکٹ کے اردو الفاظ کا ترجمہ میں زیادہ ہو جانا محض تفہیم و وضاحت سمجھی جاتی ہے تحریف نہیں اور اگر تحریف ہی ہے تو پھر یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

(الف) واستغفرہ سورۃ النصر پارہ ۳۰

ترجمہ محمود الحسن:

"اور گناہ بخشوا اس سے" بتائیے "گناہ" کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے؟ بقول آپ کے رحمانی کلام میں انسانی کلام کا اضافہ ہو گیا۔ دوسرے یہ بغیر بریکٹ کے ہے لہذا بقول آپ کے کھلی تحریف، تیسرے یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تو محض یہ حکم دیا کہ اے میرے محبوب تم بخشش چاہو۔ مگر محمود الحسن صاحب نے ساتھ لفظ "گناہ" لکھ کر اس کی نسبت بھی حضور کی طرف کر دی۔ سورۃ الفتح میں تو "ذنب" کے معنی گناہ کئے گئے۔ یہاں وستغفرہ میں گناہ کے لفظ کا اضافہ کر کے اسے ذاتِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے ساتھ کیونکر منسوب کر دیا گیا۔ طبعی تقاضا ہی کہا جا سکتا ہے ورنہ قرآن میں تو یہ لفظ نہ تھا۔

(ب) واذنت لربها وحقت ۞ سورۃ الانشقاق پارہ ۳۰

ترجمہ محمود الحسن:

'اور سن لے حکم اپنے ربّ کا اور وہ آسمان اسی لائق" ہے بتائیے "آسمان" کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔

(ج) کراما کاتبین ۞ سورۃ الانفطار پارہ ۳۰

ترجمہ محمود الحسن:

"عزت والے، عمل لکھنے والے "بتائیے" عمل" کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔ مشتے نمونہ ازخروارے، یہی مثالیں کافی ہیں ورنہ تو دیوبندی تراجم میں بھی ہر صفحے پر ایسے اضافے موجود ہیں۔ تحریف اگر اسی کا نام ہے تو کوئی دیوبندی مترجم بھی اسی تحریف سے نہیں بچ سکتا۔

## سورۃ الرحمن کی ابتدائی آیات:

ان آیات کے ترجمہ میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے عشقِ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ

والسلام اور مفسرین کرام کی تصریحات کی روشنی میں اپنے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کے لیے جو عظیم الشان الفاظ درج کیے ہیں وہ قرآن وحدیث کے نظریئے کے عین مطابق ہیں جنہیں ڈاکٹر صاحب کم فہمی سے تحریف کا نام دے رہے ہیں جن بے چاروں نے خصائص کبریٰ، کنزالعمال اور مسند امام احمد کا بھی مطالعہ نہیں کیا اور اعتراض جڑ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرنے کی حدیث کہیں موجود نہیں جس کا حوالہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب "الامن والعلی" میں نقل فرمایا، وہ بھی امام احمد رضا کے مُنہ آ گئے۔ بہرحال اعلیٰ حضرت کا ترجمہ دیکھئے

الرحمن O علم القران O خلق الانسان O علمه البيانO

**ترجمہ:** "رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان ومایکون کا بیان انہیں سکھایا" (قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انسان سے مراد حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کتاب الشفا)

ڈاکٹر صاحب۔ کے پیٹ میں مروڑ اُٹھ کھڑا ہوا کہ ہمارا کام تو نبی کو اپنے جیسا بشر بتانا ہے۔ جس کو اپنے پیٹھ پیچھے کی بھی خبر نہیں ہوتی اور جو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اس دیوار کے پرے کیا ہے، یہ احمد رضا نے کیا کہا کہ ماکان ومایکون (جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم قرآن سے ثابت کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے دل کی آتش مطالعہ بریلویت لکھ کر بجھائی وگرنہ انسانی کلام تو ڈاکٹر صاحب کے اپنے علماء کے تراجم میں بھی شامل ہے۔ آپ ڈاکٹر صاحب کی بیماری کا اصلی سبب جان چکے ہیں۔ تو آیئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کے متعلق اختصاراً دو چار باتیں ملاحظہ فرمائیں

۱۔ ونزلنا عليك الكتب تبيانا لكل شیء (پ۱۴ سورۂ نحل آیہ-۸۹)

**ترجمہ:** اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ کل شیء عام ہے اس میں تخصیص نہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کل شے کا علم ہوا کیونکہ آپ ہی قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں البتہ یہ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے ذاتی نہیں۔

۲۔ علمه البيان کے تحت شیخ المفسرین صاحب معالم فرماتے ہیں۔

"يعنى بيان ماكان و مايكون لانه صلى الله عليه و سلم ينبى عن خبر الاولين و الآخرين و عن يوم الدين" یعنی بیان ماکان ومایکون، جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا اس لیے کہ آپ اولین وآخرین اور قیامت کے دن کی بھی خبر رکھتے ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل جز سابع مطبوعہ مصر)

اس کے علاوہ ماکان وما یکون کے یہی الفاظ سند المفسرین علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خازن میں بیان فرمائے ہیں قرآن کریم میں جہاں جہاں یہ آیا ہے کہ ان اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں وہاں اللہ کا ذاتی علم مراد ہے یعنی اپنی ذات سے مخلوق میں سے کوئی فرد بھی کچھ نہیں جان سکتا۔ ذاتی علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے جیسا کہ سید سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبی" جلد چہارم میں اس کی تصریح کی ہے۔

۳۔ مسلم شریف میں ایک حدیث مبارکہ ابوزید یعنی عمر بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ ظہر ہوئی تو منبر سے اُترے نماز پڑھائی اسی طرح کرتے کرتے غروب آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ صرف نماز کا وقفہ ہوتا رہا۔ اس خطبہ شریف میں سید صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماضی و مستقبل کی خبر دی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

" ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبر نا بما کان و بما ھو کائن "

**ترجمہ:** یہ ہے کہ آپ نے پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا جو غروب آفتاب تک جاری رہا اس طویل خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں (ماکان) جو کچھ پہلے گزر چکا تھا اور (ماھو کائن) جو کچھ ہونے والا تھا اس کی بھی خبر دی۔

۴۔ مشکوۃ شریف کے باب المعجزات کی ایک حدیث کی شرح میں علامہ ملا علی قاری شرح فرماتے ہیں۔

" یخبر کم بما مضی ای بماسبق من خبر الاولین من قبلکم و ماھو کائن بعد کم ان من نباء الاخرین فی الدنیا و من احوال الاجمعین فی العقبیٰ "

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبیٰ کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں حدیث مشکوٰۃ کی ہے۔ شرح ملا علی قاری کی ہے۔ اور علم ماکان وما یکون ثابت کیا گیا ہے۔

۵ . وعلمك مالم تكن تعلم (پارہ ۵۔ سورۃ النساء ع ۱۳، آیہ ۱۱۳)

یعنی اے محبوب تمہیں سکھا دیا اللہ نے جو کچھ تم نہ جانتے تھے اس آیت کے تحت امام المفسرین ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وعلمك مالم تكن تعلم من خبر الاولين والاخرين و ما كان و ما هو كائن

۶۔ وعلمك مالم تكن تعلم کے تحت تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

" ای علوم عواقب الخلق علم ماکان وما یکون "

۷۔ تفسیر ابن عباس میں ہے۔ (علم البیان) الهمه الله بیان کل شی و اسماء کل دابة تکون علی وجه الارض "

۸۔ تفسیر جلالین میں ہے

علمك مالم تكن تعلم من الاحكام والغیب الله نے احکام شریعت کا علم بھی اور غیب کا علم بھی دیا۔ اگر صرف "احکام کا علم" مراد ہوتا تو "والغیب" کا اضافہ ہرگز نہ ہوتا۔

۹۔ تفسیر حسینی میں ہے

در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش قطرہ در حلق من ریختہ فعلمت ماکان و ماسیکون پس دانستم انچہ بود وانچہ خواہد بود"

ترجمہ: احادیث معراجیہ میں آیا ہے کہ عرش سے ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکایا گیا جس کی وجہ سے مجھے ما کان و ما سیکون یعنی گزشتہ اور آئندہ کے سب امور کا علم ہو گیا۔

۱۰۔ مشکوۃ شریف میں حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ وعظ فرمایا اور ان فتنوں کی خبر دی کہ جو ظاہر ہوں گے، آگے آتا ہے۔

ما ترك شياء يكون فی مقامه ذلك الی قیام الساعة الاحدث

**ترجمہ**: نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر یہ بیان فرمایا:

اب جبکہ احادیثِ مبارکہ اور مفسرین کرام کی وضاحت سے آیاتِ قرآنی کے تحت روشن ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ما کان و ما یکون حاصل تھا اور مفسرین کرام نے علمه البیان کے تحت ہی بیان کیا ہے تو اس جگہ اگر امام احمد رضا نے ترجمہ میں یہی مرادی معنی بیان فرما دیئے تو کیا اب اسے تحریف کہا جائے گا؟ اگر معنوی تحریف ہی دیکھنے کا شوق دامن گیر ہے تو تحذیر الناس اٹھا لیجئے۔ تحذیر الناس کے اندر کیے گئے خاتم النبین کے نئے معنی کے متعلق خود نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا"

(تحذیر الناس صفحہ ۳۵ دار الاشاعت کراچی)

نانوتوی صاحب کے لفظ "مضمون" کا مطلب کسی لفظ کا معنی ہے یعنی جو معنی میں نے کیا ہے اس معنی کی طرف بزرگان دین میں سے کسی کا فہم بھی نہیں گیا ذہن تو اس وقت کسی کا جاتا جب اس لفظ کا کوئی دوسرا معنی ہوتا۔ اس بات کی تصدیق مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری نے اپنی

کتاب "المہند" میں کی ہے لکھتے ہیں:۔

"ہمارے خیال میں علمائے متقدمین اور اذکیاء تبحرین میں سے کسی کا ذہن اس میدان کے نواح تک بھی نہیں گھوما۔ (المہند صفحہ ۵۲)

یعنی تیرہ سو برس تک کسی عالم، کسی مفسر، کسی متکلم، کسی محدث، کسی امام، کسی تابعی اور کسی صحابی کا ذہن اس معنی کے نواح تک بھی نہیں گھوما جو معنی نانوتوی صاحب کہیں سے نکال کر لے آئے ہیں حتی کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ معنی نہیں بتلائے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہوتا تو تمام بزرگانِ دین اسے بھی ظاہر کرتے اور یہ ایسا معنی ہے کہ آئندہ بھی کوئی مسلمان اس کے قریب تک نہیں بھٹکے گا۔

☆۔ ماکان و مایکون ایک محدود زمانے کے علم کا نام ہے اس سے اللہ تعالیٰ سے خاص کرنا علم خداوندی کو گھٹانا ہے۔

☆۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے وعدہ نبوت کا اہم سبب (Main Factor) یہی تحذیر الناس ہے۔

☆۔ تحذیر الناس کے متعلق ہمارا ایک طویل تحقیقی مضمون عنقریب ماہانہ "الحقیقہ" شکر گڑھ سے چھپ کر آرہا ہے۔ انشاءاللہ

کفایت بمعنی "کافی" ہی نہیں "بچت" بھی۔

"غلط ترجمہ قرآن کی ایک اور مثال" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم ۝ (پ ۱ ع ۱۶)

**ترجمہ**: سواب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ

(شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)

سواب کافی ہے تیری طرف ان کو اللہ (حضرت شیخ الہند) ان تراجم سے یہ بات ہویدا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کو کافی ہے ان سے خود نبٹ لیں گے مگر مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام کی بجائے ان مشرکین کی طرف سے پیش کر دیا "سوائے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا۔" احمد رضا خان"

(مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۱۰۶)

ڈاکٹر صاحب کی عیاری دیکھئے کہ جب کوئی مسئلہ اپنے حق میں کرنا ہوتا ہے تو کتابیں دیکھ دیکھ کر منطق وکلام کی اصطلاحوں کے سہارے ڈھونڈتے ہیں اور جب فریب کاری اور جوڑ توڑ کے

کرتب دکھانے منظور ہوتے ہیں تو اردو کے سادہ سے الفاظ "کفایت" کے معنی تک بھول جاتے ہیں۔ذرا اُٹھایئے اردو لغت اور دیکھئے کفایت کا معنی۔اس کے معنی "بچت" اور جزورسی" کے بھی ہیں اور کفایت کرنا بمعنی بچت کرنا درج ہے اور یہی محاورہ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے استعمال فرمایا ہے اردو سمجھنے والے جانتے ہیں کہ محاورات میں مختلف الفاظ کے ساتھ ضمیریں بدل جایا کرتی ہیں اب اس میں "بچت کرنا" کے معنی کو سامنے رکھ کر مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ دیکھئے "سوائے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت (یعنی تمہاری بچت) کرے گا"جب لفظ کفایت کا استعمال کریں گے تو اس کے ساتھ "تمہیں" بھی درست اور "تمہاری" بھی۔تمہیں کفایت کرے گا یا تمہاری کفایت کرے گا،دونوں درست ہیں ان کی طرف سے "یعنی دشمنوں کی گزند سے،مطلب یہ ہوا کہ اللہ دشمنوں کی گزند سے تمہاری بچت کریگا یا حفاظت کرے گا اور یہ مطلب ہم نہیں نکال رہے بلکہ الفاظ بھی ظاہراً ہر لحاظ سے درست ہیں "کمالات عزیزی" شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کی مشہور و معروف کتاب ہے اس میں بھی لکھا ہے۔"دفعہ شر دشمن **فسیکفیکھم اللہ و ھوا لسمیع العلیم** O۔ یہ فقرہ سب چیزوں سے بہت نفع کا ہے دشمنوں کے شر سے کفایت طلب کرنے کو۔یعنی دشمنوں کے شر سے بچت و حفاظت طلب کرنے کو۔یہی معنی لیکر کفایت کا لفظ امام احمد رضا بریلوی نے استعمال کیا ہے۔پتہ چلا یہ سب جوڑ توڑ کے کارنامے ہیں ترجمہ میں ہرگز کوئی خرابی نہیں۔مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ میں کفایت کا استعمال ایک اور جگہ دیکھئے

**وکفی اللہ المومنین القتال**O (سورۃ احزاب۔۲۵)

**ترجمہ:** اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمادی۔

جبکہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ یہ ہے:

اور اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی۔

حاشیہ پر جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آئی" مطلب یہ کہ لڑائی سے بچت ہوگئی اس آیت کریمہ میں بھی مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ "کفایت" کو بمعنی "بچت" ہی استعمال کیا ہے لیکن محمود الحسن صاحب کا ترجمہ: مسلمانوں کی لڑائی اللہ نے اپنے اوپر لے لی عجیب وغریب ترجمہ ہے مگر ہم لوگ کھینچا تانی کے عادی نہیں۔مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمتہ نے "کفی" کو کافی کے معنی میں بھی لیا ہے۔

"**وکفی باللہ شھیدا** (سورہ الفتح)

"اور اللہ کافی ہے گواہ" معلوم ہوا کہ انہوں نے یکفی اور کفی کے معنی کو سیاق وسباق کے لحاظ سے کہیں "بچت" کیا ہے اور کہیں "کافی"۔ لیجیے اب موضح قرآن سے شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھئے "پھر کفایت کرے گا تجھے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سلم ان کی بدی سے خدائے تعالیٰ" شاہ عبد القادر محدث دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی کے جملے اوپر تلے ملاحظہ فرمائیے:

"پھر کفایت کرے گا تجھے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بدی سے خدائے تعالیٰ (محدث دہلوی)

"اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا۔ (امام احمد رضا)

الفاظ کے آگے پیچھے ہونے کے معمولی سے فرق کے ساتھ حرف بہ حرف ترجمہ ایک جیسا ہے دیکھئے "ان کی بدی سے خدائے تعالیٰ" اور "اللہ ان کی طرف سے" دونوں کا مطلب ایک ہے "پھر کفایت کرے گا تجھے" اور "تمہیں کفایت کرے گا" دونوں ایک جیسے ہیں مزید وضاحت کے لیے یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیے تاکہ صحیح طور پر سمجھ میں آجائے۔ شاہ عبد القادر کا ترجمہ ترتیب کے ساتھ ہوگا۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| خدا تعالیٰ | ان کی بدی سے | تجھے کفایت کرے گا | (تفسیر موضح القرآن) |
| اللہ | ان کی طرف سے | تمہیں کفایت کرے گا | (کنز الایمان) |

شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجموں سے اخذ کردہ ایک اردو ترجمہ حکیم یسین شاہ صاحب سکنہ دھرم سالہ ضلع کانگڑہ (انڈیا) کا بھی ہے۔ وہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ "اور ان کی طرف سے تجھے اللہ کافی ہے" ویسے اپنے بزرگ شیخ الہند

جناب محمود الحسن صاحب کا یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

یاایها الانسان ما غرك بربك الكريم ۝

اے آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر"

جملہ اگر صحیح ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے تو اس طرح ہوگا "اے آدمی تو اپنے ربّ کریم پر کس چیز سے بہکا"

یعنی معاذ اللہ وہ کونسی شے تھی جس نے تجھے ربّ کریم پر بہکا دیا۔ حالانکہ درست فقرہ یوں ہے:

"اے آدمی کس چیز نے تجھے ربّ کریم سے بہکا دیا" جب کہ رب کریم پر کہنے سے بہکنے کی نسبت ربّ کریم کی طرف ہوگئی جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی و گستاخی ہے۔

اب مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

"اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے ربّ سے"

مثلاً کوئی کہے کہ وہ راہ حق سے بہک گیا تو مطلب ہوگا کہ حق کو چھوڑ دیا اور کوئی کہے کہ راہ حق پر بہک گیا تو مطلب یہ نکل آئے گا کہ راہ حق پر آجانا بہت بری بات ہوئی کہ باطل سے بہکا حق کی طرف آ گیا۔ آپ کے شیخ الہند نے بھی کہہ دیا کہ کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر:

ڈاکٹر صاحب!۔ آپ کی دھوکہ بازیوں اور فریب کاریوں کی داستان کہاں تک کوئی بیان کرے۔

کہتے ہوئے گزر گئی ساری ہی زندگی
قصے ترے فریب کے اب تک ہیں ناتمام

## مخاطب حضور، مراد اُمت:

ڈاکٹر صاحب! "حضور کو عامی کے انداز میں بلانے کی غلطی" کے عنوان سے مولانا احمد رضا خان بریلوی سے یوں بدگمان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

"وان حکم بینھم بما انزل اللّٰہ ولا تتبع اھواء ھم (پ ۶۔ المائدہ ع ۷)

**ترجمہ**: حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر (شیخ الہند)

اے مسلمان! اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل (احمد رضا خان)

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے نور العرفان حاشیہ کنز الایمان میں تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا سو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے عامی انداز سے مخاطب کرنے کی اس بے ادبی کو دوسری آیت میں اس اضافے سے کہ "اے محبوب" کہا دھویا نہیں جا سکتا۔ (مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۱۰۷)

آپ نے ناحق یہاں مفتی صاحب کے حوالے کا تکلف فرمایا ہے اپنی بات کو مدلل بنانے کے لیے اس سے زیادہ معتبر و مستند کہ جس کا رد کوئی مسلمان نہیں کر سکتا خود سارا قرآن کریم تھا۔ اس لئے کہ وان حکم آیت کریمہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قرآن ہے اور سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترا ہے۔ اس لیے جو حکم دیا گیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو دیا گیا یعنی پہلے یہ حکم ان تک پہنچا اس کے بعد امت تک۔ بے شمار حکم ایسے ہیں کہ وہاں آپ کی ذات اقدس نہیں بلکہ امت کے افراد مراد ہیں یہ آیت کریمہ دیکھئے:

فلا تک فی مریۃ منہ انہ الحق من ربک: (سورۃ ہود۔ ۱۷)

ترجمہ محمود الحسن:

"سو تو مت رہ شبہ میں اس سے، بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے"

حاشیے پر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

"یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سنے یا حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے"

اور ملاحظہ فرمائیے:

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک حتی یرو العذاب الالیم ○

ترجمہ محمود الحسن:

"سو اگر تو ہے شک میں اس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں۔۔۔الخ" حاشیے پر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

"بظاہر یہ خطاب پیغمبر علیہ السلام کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے"

چونکہ اس سے قبل دوسطر یہ آیت کریمہ یعنی وان حکم بینھم سے پہلے فاحکم بینھم کے الفاظ مبارکہ ہیں لہذا مفتی احمد یار خان علیہ الرحمتہ نے پہلے یہی لکھا کہ امت کے افراد مراد ہیں اور اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے پہلے یہ ترجمہ کیا:

"تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا"

کنزالایمان پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ پورے قرآن مجید میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی بات فرمائی گئی وہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے "اے محبوب" کے پیارے اور محبت بھرے الفاظ لائے ہیں (جس کا خود ڈاکٹر صاحب نے بھی خطرہ محسوس کرتے ہوئے پیش بندی کے طور پر حوالہ دیا ہے) اور جہاں بظاہر تو حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے مگر مراد امت ہے وہاں وہ "اے سننے والے" "اے مسلمان" اور "اسے سننے والے کسے باشد" کے الفاظ لاتے ہیں تا کہ پڑھنے والا سمجھ لے کہ یہاں درحقیت خطاب امت کو ہو رہا ہے یہی کنزالایمان کا اسلوب ہے۔لیکن ڈاکٹر صاحب چونکہ جوڑ توڑ اور فریب کاری کا پسندیدہ کھیل کھیلنے میں مصروف رہے۔اس لیے سورہ بقرہ رکوع ۱۴ کی آیت لکھ کر کہتے ہیں:۔

اب مولانا احمد رضا خان کا گستاخانہ ترجمہ دیکھئے:

"اے سننے والے کسے باشد! اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا۔۔الخ (احمد رضا خان)

یہ نہ کہیے گا کہ یہاں ڈاکٹر صاحب "کسے باشد" کے معنی سے بے خبر تھے۔۔اس لیے "گستاخانہ ترجمہ" کہا اور تبصرے میں من مانی کی بلکہ یہ جوڑ توڑ کی کرامت ہے۔جس ذہن میں

دیوبندیت وہابیت گھر کر جائے وہ ایسی وارداتوں پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہ مکر وحیلہ نہ کرتے تو مذہب ہاتھ سے چلا جاتا۔ "کسے باشد" کا معنی ہے "خواہ کوئی ہو" معلوم ہوا اعلیٰ حضرت نے "کسے باشد" کہہ کر ان الفاظ کی نسبت امت کی طرف کی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی مراد آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہوتی تو وہ اسے سننے والے کسے باشد ہرگز نہ کہتے، اس لئے کہ جب قرآن براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُتر رہا ہے تو اس تخصیص کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ایک اور آیت مقدسہ ملاحظہ فرمائیے:

ولا تجعل مع اللّٰہ الٰھا اخر فتلقی فی جھنم ملوما مد حورا O

(سورۃ بنی اسرائیل۔۳۹)

**ترجمہ اعلیٰ حضرت:**

اور اسے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔

یہ خطاب چونکہ اُمت کے لیے تھا اس لیے اعلیٰ حضرت نے حسب عادت اس مقام پر بھی اسے سننے والے کہا اس آیت سے قبل جن برائیوں کی روک تھام کا ذکر کیا گیا۔ مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ باتیں امت کی طرف بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجی گئیں جو چیز عثمانی صاحب نے تفسیر میں پیش کی وہی چیز اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں پیش فرمادی تاکہ پڑھنے والا اسی لمحے حقیقت تک پہنچ جائے۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضور کو عامی کے انداز میں بلایا ہے دوسری فریب کاریوں کی طرح یہ بھی جوڑ توڑ کی بدترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ شر دیوبندیت سے محفوظ ومامون فرمائے **ویل لکل افاك اثیم** O

**"کفر پایا" بمعنی کفر معلوم ہوگیا:**

ڈاکٹر صاحب **فلما احس عیسی منھم الکفر** (پ۳ آل عمران ع ۵) لکھ کر کہتے ہیں:

"اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے:

اور جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف استغفر اللہ العظیم۔ حضرت عیسیٰ نے ایمان ہی ایمان پایا تھا۔ وہ خدا کے پیغمبر تھے، کفر انہوں نے ہرگز نہیں پایا"

ڈاکٹر صاحب الفاظ "ایمان پانا" کفر پانا کے مقابلہ میں لائے ہیں اور چونکہ خود ڈاکٹر

صاحب نے اعلیٰ حضرت کو گستاخ کہنے کے لیے ان پر الزام عائد کرتے ہوئے ان کے الفاظ " کفر پانا" کی نسبت کفار کی جانب سے حضرت عیسیٰ کی طرف کی ہے۔ لہذا ڈاکٹر صاحب کے "ایمان پانا" کے الفاظ بھی کفار کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سمجھے جائیں گے۔ یعنی بقول ڈاکٹر صاحب کے کہ انہوں نے کفار سے کفر نہیں بلکہ ایمان پایا تھا اور یہ بات بجائے خود کفر ہے کہ پیغمبر تو ایمان والے امتی سے بھی ایمان نہیں لیتا چہ جائیکہ کفار و مشرکین سے ایمان حاصل کرے۔ یہ تو تھا الزامی جواب، بہر حال ترجمے کو پڑھ کر گمان بھی نہیں گزرتا کہ کفر پانے کا یہاں مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کفار و مشرکین سے کفر کی تعلیم لیتے رہے، مگر دیوبندی ذہن کی عیاری دیکھئے کہ محض " کفر پانے" کے الفاظ لے کر ان کی نسبت پیغمبر خدا کی طرف ان معنوں میں کر دی کہ تعلیماً حضرت عیسیٰ نے کفار سے اپنے لئے کفر حاصل کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ " کفر پانا" کا معنی ہے کفر معلوم کر لیا، یا ان کے کفر کا علم ہو گیا۔ ظاہراً بھی الفاظ کا استعمال درست ہے کیونکہ لفظ "پانا" کے معنی لغت میں "معلوم کر لینا" اور جان لینا" کے ہیں، اسی طرح اس کے معنی " تاڑنا" اور پہچاننا" کے بھی ہیں۔ پانا کے معنی مطلق حاصل کرنا ہی نہیں ہوتے مثلاً میں کہتا ہوں "میں نے آپ کا مقصد پالیا ہے" تو اسکا یہ مطلب ہر گز نہ ہو گا کہ آپ کا مقصد میں نے اپنے لئے حاصل کر لیا یا آپ کا مقصد آپ سے لے لیا ہے۔ کوئی ذی شعور اس طرح نہیں سمجھ سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے آپ کا مقصد معلوم کر لیا ہے یا مجھے آپ کا مقصد پتہ چل گیا ہے۔

مومن کا یہ شعر ملاحظہ فرمایئے:

کل تم جو بزمِ غیر میں آنکھیں چرا گئے
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے

"اغیار پا گئے" یعنی اغیار کو معلوم ہو گیا یہی معنی اعلیٰ حضرت نے لیا ہے کہ جب عیسی نے ان سے کفر پایا یعنی جب عیسی نے ان کا کفر معلوم کر لیا، مستند اور معتبر شاعر کی زبان سے بھی ثابت ہو گیا اور اردو کی لغات میں بھی یہی ہے کہ "پانا" کے معنی جان لینا، تاڑ لینا، معلوم کر لینا وغیرہ بھی ہیں۔ ظاہراً باطناً جملہ درست ہے دھوکہ دینے والے اپنے انجام کو پیش نظر رکھیں۔

## ڈاکٹر خالد محمود کی طرف سے بدترین گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کا دفاع:

تعصب انسانی ذہن کو اس قدر تاریک و تنگ کر دیتا ہے کہ اس کے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ جاتی ہیں اپنے پرائے، اچھے برے اور حق و باطل کی تمیز مٹ جاتی ہے اگر ایک

عاشق رسول سے دشمنی اور عداوت کا نتیجہ دیکھنا ہو تو ڈاکٹر خالد محمود کی کتاب مطالعہ بریلویت جلد دوم کے یہ دو صفحے ضرور ملاحظہ کیجئے جن کی عبارت پیش کی جانے والی ہے۔ قلم کے بے راہروی کا نظارہ کرنا ہو یا ذہن کی آوارگی کا تماشا دیکھنا ہو تو ان صفحات کو ضرور پڑھیے جو ڈاکٹر صاحب نے مولانا احمد رضا خان کی ناحق دشمنی میں بدترین گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے حق میں خوش دلی و خوش عقیدگی سے تحریر فرمائے ہیں۔

## ولید بن مغیرہ کا تعارف:

اہل ایمان جانتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ بدترین کافر و مشرک تھا جو آقائے دو جہاں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ وبارک وسلم کو ساحر، مجنوں اور نہ جانے کیا کیا بکتا تھا (العیاذ باللہ) مفسرِ قرآن شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

"ولید ملعون کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قرآن پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں یہ باتیں دیوانوں کی کرتا ہے سو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ (تفسیر موضح قرآن سورۃ القلم) ولید بن مغیرہ کی گستاخی پر اللہ تعالیٰ جل شانہ جو ستار العیوب ہے، قرآن کی صورت میں وحی نازل فرمائی اور عیب چھپانے کی بجائے اس کے عیبوں کو ظاہر فرما دیا۔

مودودی صاحب کے مطابق یہ شخص اس قدر گستاخ رسول اور اپنے دیگر برے عیبوب کی وجہ سے مشہور تھا کہ اس کا نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کی یہ صفات سنتے ہی ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔

ولید بن مغیرہ کے حق میں مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی ملاحظہ کیجئے جس میں اس سفاک شخص کے عیب سرعام بیان کردیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

**ولا تطع کل حلاف مهین ○ هماز مشاء بنمیم ○ مناع اللخیر معتد اثیم ○ عتل بعد ذلك زنیم ○ ان كان ذا مال و بنین ○ (پ ۲۹ سوره القلم)**

ترجمہ مودودی صاحب:

"ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا، بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے، ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے، سخت بداعمال ہے، جفاکار ہے، اور ان سب عیوب کے ساتھ بداصل ہے، اس بنا پر کہ وہ بہت مال و اولاد رکھتا ہے" (تفہیم القرآن جلد ششم)

گستاخی رسول کا انجام دیکھیئے کہ نزول آیات سے لے کر قیامت تک کروڑوں اربوں

انسان اس کے عیبوں کی گنتی ہر لمحے اور ہر وقت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے کیونکہ دنیا میں کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی صورت میں ان آیات کی تلاوت ضرور ہوتی رہتی ہے اور باوجود عیب گننے کے ثواب حاصل کر رہے ہیں اس لئے کہ گستاخ رسول تھا۔ گویا گستاخ رسول کی برائی بیان کرنا قرآنی اصول بھی ہے اور باعثِ ثواب بھی۔

## ڈاکٹر صاحب کی ناگواری کا عجیب پہلو:

حیرت اس بات پر ہے کہ ولید بن مغیرہ کے حرامی ہونیکی نشاندہی جب قرآن مجید نے کی تو اس وقت ولید کے ساتھی کفار و مشرکین نے بھی چڑ نہیں کھائی بلکہ خود ولید بن مغیرہ بھی معترض نہ ہوا اور ماں کی جان کے درپے ہوا کہ میرے اصل اور بداصل ہونے کے بارے میں تو ہی بہتر جانتی ہے ۔چنانچہ ماں نے بھی جان چلے جانے کے خوف سے حقیقت ظاہر کردی کہ تو واقعی اپنے باپ کا نہیں ۔یعنی ولید نے خود بھی اس عیب کو جھٹلایا نہیں اور انکار نہیں کیا بلکہ سچ ہی جانا مگر آج ہمارے اسلامی ملک پاکستان کے علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی ہیں کہ جنہیں ولید بن مغیرہ کو حرامی کہنے پر سخت کوفت محسوس ہوتی ہے، اس قدر کہ اگر کوئی اس کے لئے بداصل یا اس کی اصل میں خطا کے الفاظ تحریر کرے تو ڈاکٹر صاحب کی طبیع دیوبندیت پر سخت ناگوار گزرتا ہے ناگواری کا یہ تاثر حیرت انگیز پہلو لیے ہوئے ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

مجھے کہنے دیجئے کہ یہ امام احمد رضا بریلوی کی کھلی کرامت ہے کہ ان سے دشمنی کرنے والا ولید بن مغیرہ کی حمایت میں لگ گیا۔

آیئے ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات ملاحظہ فرمایئے: لکھتے ہیں

"قرآن کریم نے اس کے بارے میں کہا:

عتل بعد ذلك زنيم (پ۲۹ سورۃ القلم)

**ترجمہ:** اجڈ، ان سب کے پیچھے بدنام (حضرت شیخ الہند) "درشت خو، اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا" (مولانا احمد رضا خان) اصل میں خطا سے مراد یہ ہے کہ وہ حرامی ہے، کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اسکا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے یہاں ان بدکرداروں کے اپنے عیب ذکر کیے جارہے ہیں۔ کسی کو حرامزادہ کہنا گالی تو ہوسکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے، اس شخص کے لئے جو کسی قوم میں ویسے ہی آکر مل جائے، زنیم کا لفظ کتنا مناسب ہے اس کا معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے

ایک گندا معنی نکال کر کس گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے"

(مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۱۳۶)

ڈاکٹر صاحب ایک عبارت میں زنیم کا نتیجہ نکالتے ہوئے یوں گل افشانی فرماتے ہیں۔

"وہ شخص جو کسی اور قوم سے ہو کر کسی دوسری قوم میں شامل ہو جائے، خاندان اور نسب بدلنے والا بھی بے شک زنیم ہے لیکن اسے حرامی نہیں کہا جاسکتا نہ یہ کہ اسکی اصل میں خطا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہایت گندا معنی کیا ہے، علمائے اسلام جب قادیانیوں کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین کو گالیاں دی ہیں اور انہیں حرام زادہ کہا ہے سو ان اخلاق کا آدمی ایک شریف انسان کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے بھی تو ایک شخص (ولید بن مغیرہ) کو حرام زادہ کہا ہے ہم نے بارہا کہا کہ قرآن کریم نے ہرگز کسی شخص کو حرام زادہ نہیں کہا، نہ زنیم کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ تو وہ جھٹ مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ کنزالایمان پیش کر دیتے ہیں کہ اس میں زنیم کے معنی یہ لکھے گئے ہیں "جس کی اصل میں خطا ہو" سو ہمیں جواباً کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بھی تو عہد انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدد ہی تھے نا، اول مرزا غلام احمد دوم مولانا احمد رضا خاں۔۔ کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا" (مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۱۳۷)

ولید بن مغیرہ کے بھرپور دفاع اور حمایت میں پانچ جملے

ی اکی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اس کا اپنا گناہ نہیں اس کے ماں باپ کا گنا ہوتا ہے۔ (ڈاکٹر خالد محمود)

یہ الزام براہ راست قرآن مجید پر ہے۔ متقدمین و متاخرین تمام مفسرین و مترجمین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں ولید ہی کو زنیم کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ کیا اس بات کی خبر (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کو نہیں تھی کہ یہ گناہ تو ولید کی ماں کا ہے ولید کا نہیں، پھر میں بھلا قرآنی آیات ولید کے حق میں اتار کر اسے حرام زادہ کیونکر کہہ رہا ہوں؟ ڈاکٹر خالد صاحب کو شان نزول معلوم نہیں تو جاہل، معلوم ہے اور پھر بھی اعتراض ہے تو خود بے ادب گستاخ وہ بھی اللہ اور رسول کے، انھیں سب کچھ یقیناً معلوم ہے البتہ خوب خدا سے بے نیاز اور عذاب آخرت سے بے پرواہو کر بغض و عناد اور ظلم و خیانت کی حدوں سے بھی آگے گزر گئے ہیں۔ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ زنیم دراصل اس لیے کہا گیا کہ اصل اور بد اصل کی عادات و خصائل میں قدرتی طور پر بہت فرق پایا جاتا ہے۔ بد اصل فطرتاً درشت خُو، طعنے باز، چغلی خور اور جھوٹا ہوتا ہے یعنی برائی کا اثر بچے میں بھی منتقل ہو جاتا ہے اس لیے اس برائی سے بچنے کی تاکید اس لیے بھی ہے کہ جہاں بذاتِ خود بدکاری بہت

بڑے عذاب کا باعث ہے وہیں اس کا اثر ناجائز اولادیں بھی برے طریقے سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲۔ " کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔
(ڈاکٹر صاحب)

یہ الزام بھی براہ راست قرآن مجید پر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ولید ہی کو زنیم کہا ہے اور اسی معنی میں کہا ہے کہ وہ حرام زادہ ہے اور یہ عیب اس لیے ظاہر فرمایا تا کہ دنیا اس برائی سے رک جائے اور سمجھ لے کہ زنیم شخص خود بھی ظلم و زیادتی کرنے والا، جفا کار، بداعمال و بدکردار اور سفاک فطرت کا مالک ہوتا ہے۔ یعنی بڑوں کا گناہ تو الگ ہوا، جنم لینے والا بچہ بھی ان کی برائی کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے حرامی ہونے کو بھی ظاہر فرمادیا کہ یہ جو بڑھ چڑھ کر میرے پیارے محبوب کی شان میں گستاخیاں کرتا پھرتا ہے یہ دراصل بداصل ہے اور بداصل انہیں عادات وخصائل کا مالک ہوتا ہے۔ تو جناب ڈاکٹر صاحب! اب اللہ تعالیٰ سے کہیے کہ اس نے ولید کو زنیم کیونکر کہا جب کہ گناہ اور قصور اس کی ماں کا تھا۔

۳۔ "اس شخص کے لئے جو کسی قوم میں ویسے ہی آ کر مل جائے، زنیم کا لفظ کتنا نامناسب ہے۔
(ڈاکٹر صاحب)

دل کے کانوں سے صاحب بصیرت حضرات سماعت فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے یہ الفاظ پکار پکار کر ولید بن مغیرہ کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں مگر کیا کیا جائے ڈاکٹر صاحب! جس گستاخِ رسول کی حمایت میں آپ کمر بستہ ہیں اور اسے حرام زادہ کہنے پر آپ چڑتے ہیں، تمام مفسرین کرام نے یہ تصریح کردی ہے کہ یہ واقعی حرام زادہ تھا۔ ایک آپ ہیں کہ بڑے میٹھے انداز میں فرماتے ہیں "زنیم کا لفظ کتنا نامناسب ہے" جیسے ولید کی بارگاہ میں عقیدتوں کے پھول نچھاور کیے جا رہے ہوں۔ آپ کے پرستار آپ کے ان جذبات کی قدر کرتے ہیں، آپ کا یہ جذبہ سلامت رہے کیونکہ **ومن یضلله فلا هادی له**

۴۔ "اس (زنیم) کے معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں" (ڈاکٹر صاحب)

"ہرگز" کی تاکید مکمل طور پر ولید کے حق میں جاتی ہے یعنی آپ مطلق گوارہ نہیں فرما سکتے کہ کوئی ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہے جبھی تو فرماتے ہیں "اس کے معنی حرام زادہ ہرگز نہیں" مگر کیا کیا جائے کہ جب علمائے اسلام کی تصریحات وتشریحات دیکھتے ہیں تو وہاں آپ کی بات جھوٹ کا پلندہ نظر آتی ہے اور ولید کے بارے میں جس خوش فہمی کا شکار آپ ہیں وہ خوش فہمی دم توڑ دیتی ہے۔ بہر حال ہم مہر بلب ہیں کہ ہر کسی کو اپنے ممدوح کے دفاع کا حق حاصل ہے۔

۵۔"مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندا معنی نکال کر کس گستاخی سے اسے متنِ قرآن کی طرف نسبت کردیا ہے۔(ڈاکٹر صاحب)

مولانا احمد رضا خاں نے تو" گستاخی" کر ہی ڈالی، آپ چونکہ پی۔ایچ۔ڈی ہیں۔ علامہ ہیں اور اپنے اندر علم و فضل کے بحرِ ذخار سمیٹے بیٹھے ہیں، دیانت و صداقت کے اعلیٰ درجے پر بھی فائز ہیں، روپوں پیسوں کی بھی کمی نہیں لہذا آپ مولانا احمد رضا کے مقابلہ میں زنیم کا ایک اچھا سا، خوبصورت اور محترم معنی نکال کر انتہائی ادب و احترام سے ولید بن مغیرہ کی ذات پر چسپاں کردیجئے یوں آپ اور آپ کے پرستاروں کے کلیجے میں ٹھنڈ بھی پڑ جائے گی اور احمد رضا سے اس کی گستاخی کا بدلہ بھی ہو جائے، ایک تیر سے دو شکار کیوں نہیں کرلیتے؟ ویسے اب تک تو آپ زنیم کا باادب اور لائق احترام معنی نکالنے میں ناکام رہے ہیں البتہ میرے اس مضمون کو پڑھنے کے بعد آپ پھر ایک ناکام سی کوشش کر کے دیکھ لیں ہمت مرداں مدد ے۔۔۔؟

اسی طرح میں نے آپ کی کتاب سے جو دوسرا پیرا نقل کیا ہے وہ بھی سارے کا سارا ولید کے تحفظ اور بچاؤ کی کھلی عکاسی کرتا نظر آتا ہے۔اگر ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہنے پر امام احمد رضا بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ ہوگئے تو آنے والے دلائل کے بعد ڈاکٹر صاحب کس کس کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیں گے اور کس کس کے سر گستاخ ہونے کی تہمت رکھیں گے۔

خدا کی شان کہ جو اپنی کتاب میں امام احمد رضا کو گستاخ کہنے کے لئے مکمل فریب کاری اور جوڑ توڑ سے کام لیتا رہا وہ خود تمام بزرگان دین حتی کہ بارگاہ خداوندی اور بارگاہ رسالت کا کتنا بڑا گستاخ نکلا کیونکہ قرآن حضور پر اترا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنیم کے معنی حرام زادہ کے بتائے، اس کو صحابہ کرام نے سنا اور تابعین تک پہنچایا اور تابعین کے ذریعے تبع تابعین تک پہنچا اور ایسے ہی ہم تک پہنچا۔اگر یہ معنی نہ ہوتا تو مترجمین اور مفسرین کرام اس کا معنی حرام زادہ کیوں بتاتے ۔اور ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ معنی کرنے والا گستاخ ٹھہرا۔اب خود شمار کرلیجئے کہ ڈاکٹر صاحب کس کس پہ گستاخ ہونے کا الزام نہیں رکھ رہے اور کون ہے جو اس تہمت بد سے بچ جائے نعوذ باللہ من شرور انفسنا

زنیم کا معنی حرام زادہ۔۔ٹھوس دلائل

ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے پاکیزہ دامن پر جو کیچڑ اچھالنے کی باطل کوشش کی ہے اس سے انہوں نے اپنا دامن گستاخ رسول سے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے عتاب وعذاب کے انگاروں سے بھر لیا ہے۔ڈاکٹر صاحب کے انجام کو اللہ تعالی کے سپرد کرتے

ہوئے احقر اب ان دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ زنیم کے معنی حرام زادہ ہی کے ہیں۔

ا۔ ڈپٹی نذیر احمد خاں، جنہیں دیوبندی انگریزوں کے دیے ہوئے خطاب "شمس العلماء" کے لقب سے یاد کرتے ہیں انہوں نے عتل بعد ذلك زنیم کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"اوران سب (عیوب) کے علاوہ بداصل بھی ہے"

بداصل کے معنی حرام زادہ ہی کے ہیں، بقول ڈاکٹر صاحب، مولوی نذیر احمد خان انگریز کے ایجنٹ اور گستاخِ قرآن ٹھہرے،

۲۔ جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کا ترجمہ: "اوران سب عیوب کے ساتھ بد اصل بھی ہے" حاشیہ میں مودودی صاحب رقمطراز ہیں۔ "اصل میں لفظ زنیم کا استعمال ہوا ہے کلام عرب میں یہ لفظ اس ولدالزنا کے لئے بولا جاتا ہے جو دراصل ایک خاندان کا فرد نہ ہو مگر اس میں شامل ہو گیا ہو" (تفہیم القرآن جلد ششم سورۃ القلم)

مودودی صاحب کے ترجمہ وتشریح سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ یونہی آکر کسی دوسرے خاندان میں ملنے والے کو زنیم نہیں کہتے بلکہ اسے کہتے ہیں جس کی اصل گناہ بدکی وجہ سے تبدیل ہوگئی ہو اور وہ دوسرے خاندان میں شامل ہو گیا ہو۔ بقول ڈاکٹر صاحب یہ بھی انگریزوں کے ایجنٹ اور گستاخ قرآن ٹھہرے۔

۳۔ مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

"زنیم" کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولدالزنا اور حرام زادے کے ہیں جس کافر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں وہ ایسا ہی تھا" (تفسیر عثمانی) "وہ ایسا ہی تھا" یعنی حرام زادہ ہی تھا۔ عثمانی صاحب کے تصدیق سے متعلق اب ڈاکٹر صاحب کیا فرمائیں گے؟ کیا اب بھی کہیں گے کہ عثمانی صاحب نے ایک گندا معنی نکال کر کس گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؟

میرے خیال میں اب تو وہ کسی قادیانی کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے، کیا عثمانی صاحب بھی عہد انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدد تھے؟ اُف ڈاکٹر صاحب نے جسے بدنام کرنا چاہا وہ کتنا ہی نیک خو کیوں نہ ہوا، بدنام کر کے رہے اور جسے عقیدت کا اظہار مقصود تھا کتنا ہی برا کیوں نہ تھا۔ اس کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ ضرور پیش کیا۔ ولید بن مغیرہ کے ساتھ اس خوش عقیدگی کے پس پردہ کون ساجذبہ کارفرما رہا یہ ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکتے ہیں یا قارئینِ کرام خود سمجھ سکتے ہیں! ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی!

۴۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ دیکھئے:

"ان (سب) کے علاوہ حرام زادہ (بھی) ہو"

امید ہے قارئین کی آنکھیں اب خوب کھلتی جارہی ہوں گی کیونکہ ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں تو کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہاں تو ختم اللہ علی قلوبھم و علی ابصارھم والا معاملہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ اصل میں خطا سے چڑ تھی۔ مگر یہاں تو لفظ بھی حرام زادہ استعمال ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اب تو آپ قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے نا؟ بالفرض ایسی صورت حال پیش آہی جائے تو قادیانی کے آگے تحذیر الناس رکھ دیا کیجئے، منظر بدل جائے گا، گلے ملتے نظر آئیں گے، بجائے شرمندگی کے تفاخر کا احساس پیدا ہوگا۔ اور جہاں تک انگریزوں کا ایجنٹ ہونے کی بات ہے، تو یہ ڈاکٹر صاحب ہی وضاحت فرماسکیں گے کہ آپ کے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے تھانوی صاحب کے بارے میں یہ کیوں لرزہ خیز انکشاف فرمایا تھا کہ "ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ حکومت (برطانیہ) کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔"

(مکالمۃ الصدرین صفحہ ۱۶)۔

۵۔ مولوی عبد الماجد دریا آبادی صاحب بھی دیو بندی مذہب میں بلند پایا درجہ کے مالک ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے۔ "اس کے علاوہ بدنسب بھی ہے"

بدنسب اسی شخص کو کہتے ہیں جس کی اصل میں خطا ہو، کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب اپنے اس بزرگ دیو بندی کے بارے میں کہ یہ عہد انگریزی میں کون سے درجے کے مجدد تھے؟ یہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب، مودودی صاحب، شبیر احمد عثمانی، تھانوی صاحب اور عبد الماجد دریا آبادی کے چھپنے والے ترجموں نے زنیم کا معنی بد اصل، بدنسب اور حرام زادہ کر کے قادیانیوں کے سامنے آپ کا سر اونچا کر دیا ہوگا۔

۶۔ علامہ حسین واعظ کاشفی فرماتے ہیں۔ زنیم ٥ بدمعاش حرام زادہ، جس کا باپ نامعلوم ہو۔۔۔ تفسیر زاہدی میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ نے یہ آیت قریش کی مجلس میں ولید کو پڑھ کر سنائی، جس عیب پر آپ پہنچے اس کو اپنے میں پاتا تھا مگر حرام زدگی کو نہیں پاتا تھا اس نے اپنے جی میں کہا۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھوٹ نہیں کہتے ہیں جو زنیم کہا اس مہم کو کیسے سر کروں، تلوار کھینچ کر ماں کے پاس چلا آیا، القصہ بہت ڈرا دھمکا کر اقرار لیا تو اس کی ماں نے کہا، تیرا باپ عورت سے بات چیت کی جرات نہیں کرتا تھا، اس کے بھتیجے تھے۔۔۔ مجھ کو رشک آیا فلاں غلام کو اجرت پر لے لیا، تو اسی کا لڑکا ہے۔

(تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۴۳۶ مترجم مولانا سید عبد الرحمٰن بخاری۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی)

۷۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ قاموس کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"وہ شخص جو حرامی ہونے میں متہم ہوا"

(تفسیر مظہری جلد ۱۲ صفحہ ۴۴ سعید اینڈ کمپنی) پڑھتا جا شرماتا جا!

۸۔ مولوی محمد نعیم دیو بندی استاد دیو بند نے زنیم کا معنی و تشریح یہ کی ہے: "اس کے علاوہ حرام زادہ ہو۔۔۔ جو قریش میں یونہی منسوب ہو یعنی ولید بن مغیرہ جس کے باپ نے ۱۸ سال بعد اس کو اپنی طرف منسوب کیا تھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ نے جس قدر اس کی برائی کی، کسی اور کی بیان کی ہو لہذا یہ عار ہمیشہ کے لیے اس کو لگ گئی"

(کمالین شرح جلالین جلد ۷ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

۹۔ زیر آیت مذکورہ یعنی **عتل بعد ذلك زنیم** کے تحت اس تفسیر جلالین کا حاشیہ دیکھئے جو وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان نے ملک کے تمام دینی مدارس کے لیے منظور کی ہے۔ جس پر لکھا ہے **تعلیقات جدیدہ من التفاسیر المعتبرہ**

لحل الجلالین" مطبوعہ ایم۔ وائی پرنٹرز (P) لمٹیڈ پی ۱۵۲۸ اصغر مال راولپنڈی

حاشیہ میں لکھا ہے:

**هو من يدعى بغير ابيه انباله و هو المتنبى كما مر شرح هذا اللفظ من الشارح في سورة الاحذاب و في روح البيان فالزنيم هو الذى تبناه احد اى اتخذه ابنا وليس ابن له من نسبه في الحقيقة**

پس ولید بن مغیرہ پسر خواندہ شد در قریش در اصل از قریش نہ بود یعنی حرام زادہ بود"

۱۰۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ "لغتِ عرب میں زنیم اسے کہتے ہیں جو کسی قوم کا سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اس کا نہ ہو، عرب شاعروں نے اسے اس معنی میں لیا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو۔۔۔ عکرمہ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے۔۔۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔ لیکن سب کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ زنیم وہ شخص ہے جو برائی میں مشہور ہوا ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا"

(تفسیر ابن کثیر جلد ۵ مترجم ابو محمد جونا گڑھی۔ نظر ثانی و اضافات سید انظر شاہ کشمیری، ادارہ اشاعت ناشران قرآن لاہور)

۱۱۔ علامہ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں:۔

"سب عیبوں کے بعد زنیم ولد الزنا، حرام کا نطفہ، بیشتر اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ ولید کو اٹھارہ برس کے بعد اس کے باپ نے کہا تھا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے۔ حرامی اولاد میں خیر و برکت، شجاعت و حمیت کم ہوتی ہے"
(تفسیر حقانی جلد ۵ میر محمد کتب خانہ کراچی)

ڈاکٹر صاحب نے جو اعتراض کیا تھا کہ کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا، علامہ حقانی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ قرآن کریم نے اسی لئے اس کا یہ عیب ظاہر فرمایا کہ یہ شخص بداصل و بدنسب ہونے کے باعث خیر و برکت سے محروم اور فطری طور پر بزدل اور بے غیرت تھا گویا جو شخص بداصل ہو اس میں یہ عیوب بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں اور اس کے ضمیر و خمیر ہی میں برائی کے رذیل جراثیم سرایت کر جاتے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب، علامہ عبدالحق حقانی کے بارے میں؟

۱۲۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ترجمہ و تشریح میں فرماتے ہیں:۔

"سوائے ان سب عیبوں کے حرام زادہ ہے یعنی تحقیق نہیں کے اس کا باپ کون ہے"
(تفسیر موضح قرآن)

اس کے بعد شاہ صاحب نے تفسیر زاہدی کے حوالے سے وہی عبارت درج فرمائی ہے جس کو میں ۶ نمبر میں بیان کر آیا ہوں یعنی ولید نے جب یہ عیب سنے تو ماں کو ڈرا دھمکا کر اصل بات اگلوالی۔ کیا ڈاکٹر صاحب اب شاہ عبدالقادر صاحب کو بھی عہد انگریزی میں دوسرے درجے کا مجدد کہیں گے؟

۱۳۔ امام عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی لکھتے ہیں۔

(زنیم) دعی وكان الوليد دعيا نی قريش ليس من سنخهم ادعاء ابوه بعد ثمان عشرة سنة من مولده وقيل بغت امه ولم يغرف حتى نزلت هذا الاية والنطفة اذخبث خبث الناشي منهاروى انه دخل على امه وقال ان محمد اوصفتى بعشر صفات وجدت تسعاً فى فاء مالزنيم فلا علم لى به فان اخبرتنى بحقيقة وء الا ضربت عنقك فقالت ان اباك عنين و خفت ان يموت فيصل ماله الى غير ولده فدعوت زاعيا الى نفسى فانت من ذالك الراعى.
(تفسیر النسفی المسمی بمدارک التنزیل وحقائق التاویل)

اس عبارت کا مطلب بھی وہی ہے۔ جس کو نمبر ۶ میں تفسیر زاہدی کے حوالے سے بیان کیا

گیا ہے کہ ماں نے ولید بن مغیرہ کو بتا دیا کہ تو واقعی حرام زادہ ہے۔ اس عبارت کو سمجھنے کے لیے نمبر ۶ کو
دوبارہ پلٹ کر ملاحظہ فرمالیں۔

ولید بن مغیرہ کا دفاع کرنے والے کے سامنے انتہائی مضبوط، معتبر اور مستند اختصار اُصرف
تیرہ دلائل بلکہ اس کے سر پر تیرہ پہاڑ رکھ دیئے ہیں جن سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ امام
احمد رضا نے وہی معنی کیا ہے جو قرآن کا اصل منشاء ہے۔ بیسیوں دلائل اور بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ مگر
اختصار ملحوظ ہے۔ وہابیت ویسے بھی گستاخی رسول کی مشہور صفت ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے تو اس کی
پروڈکشن میں ایک دم دگنا تگنا اضافہ کر دیا ہے۔ خدا معلوم، کہ ڈاکٹر صاحب کو ولید بن مغیرہ سے
اس قدر ہمدردی کیوں ہے۔ ان کے اس جھوٹ پر کہ اس کا معنی حرام زادہ ہرگز نہیں کیا کوئی ان کی
گردن سے پکڑ کر پوچھ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ آپ نے کیوں بولا، یہ دجل آپ نے کیوں کیا اور اتنی
تلبیس سے آپ نے کیوں کام لیا؟ غصے کی آگ سے ڈاکٹر صاحب جل بھن کر رہ گئے کہ احمد رضا
خاں نے ولید کے بارے میں کیوں لکھا کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔ اور یہ شعلے اتنے بھڑکے کہ جب
تک یہ نہ کہہ لیا" کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے
شرمندہ نہ ہونا پڑتا" اس وقت تک دل کی آگ نہ بجھی۔ اب جو میں نے تیرہ پہاڑ ان کے سر پر رکھ
دیئے ہیں تو کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ آگ کتنی بھڑکی ہوگی۔ البتہ جو الزام ڈاکٹر صاحب نے امام
احمد رضا پہ عائد کئے تھے وہ سب کے سب ان مذکورہ حضرات پر بھی خود بہ خود عائد ہو گئے اور ہر کوئی بڑی
آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ کاش یہ ترجمے اور یہ تفسیریں نہ چھپتیں اور یوں ڈاکٹر خالد محمود صاحب کو شرم سے
(اگر ہے) پانی پانی نہ ہونا پڑتا۔ ہے کوئی صاحب انصاف دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کے گریبان کو جھنجوڑ کر
پوچھے کہ ان تراجم وتفاسیر کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے اور ان کی تصریحات کے باوجود آپ ولید کو
حلالی بنانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں اور بد اصل و بدنسب کہنے پر پانی میں بتاشے کی طرح کیوں گھلے
جا رہے ہیں؟ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!

یہ مانا تیرے لب پہ نغمہ توحید ہے لیکن
ترے من میں بسیرا ہے ولیدوں کا، یزیدوں کا

## ۷۔ الفاظ کا استعمال:

امام احمد رضا کو سوچی سمجھی سازش کے تحت بدنام کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے ہر ممکن
حربہ استعمال کیا ہے۔ صفحہ ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ کے اندر دیہاتی زبان
استعمال کی ہے اور بھدے الفاظ پیش کیے ہیں حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے اہل علم جانتے ہیں کہ اپنے
اپنے علاقے کی ایک مخصوص بولی ہوتی ہے، ایک خاص زبان ہوتی ہے، ایک لفظ ایک جگہ بھدا معلوم

ہوگا، مگر وہی لفظ دوسری جگہ کے رہنے والوں کے لیے مانوس ہوگا البتہ ایسا لفظ نہ ہو کہ جس کا مفہوم کہیں بھی اچھا نہ سمجھا جاتا ہو۔ جیسے ووجدک ضالا فھدی میں ضالا کے معنی مفتی محمود الحسن صاحب نے "بھٹکتا" کردیئے ہیں حالانکہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اور آپ کی ذات اقدس کے لئے لفظ "بھٹکتا" کہیں بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ کسی بھی علاقے کا باشندہ "بھٹکتا" کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے استعمال میں ہرگز نہ لائے گا۔ دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ معترض ڈاکٹر صاحب اردو زبان کی تاریخ سے قطعی نابلد نظر آتے ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنے ترجمۂ قرآن میں جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ہر اعتبار سے ٹکسالی زبان ہے واضح ہو کہ ان کے دور میں تین دبستان اردو موجود تھے۔ دہلی لکھنؤ اور روہیل کھنڈ (رامپور) جو زبان داں ہیں اور جنہوں نے مولانا احمد رضا صاحب کے ترجمہ کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح یہ بات جانتے ہیں کہ مولانا نے تینوں دبستانوں کے ٹکسالی الفاظ ترجمہ میں استعمال کیے ہیں اور اس میں کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے لیکن برا ہو ذاتی بغض اور کینۂ وحسد کا کہ جس کو علمائے ادب نے مولانا احمد رضا کی تحریر کا حسن قرار دیا ہے وہ اس کو قبح نظر آرہا ہے اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔ قرآن کریم نے اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ "قل موتوا بغیظکم" (ال عمران ۱۱۹) "تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں" (کنزالایمان) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو جو کمالات دیے ہیں وہ کسی کے حسد سے کم نہیں ہوسکتے بلکہ ان میں وہ اور برکت عطا فرماتا ہے۔ جہاں تک بھدّے الفاظ کا تعلق ہے تو بطور مشتے نمونہ از خروارے محمود الحسن صاحب کے ترجمہ کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

☆ ان شانئک ھو الابتر ٥ (الکوثر)

"بے شک دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا" (محمود الحسن)

پیچھا کٹا کس قدر بھدا لفظ ہے۔ ترجمے میں لذت نام کی کوئی شئے نہیں رہی اب ذرا امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائے

"بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے" (کنزالایمان)

☆ و مریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا ٥ (التحریم)

"اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روک رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو" (محمود الحسن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے لئے ایسی بازاری زبان استعمال کرنے کا حوصلہ کسے ہے۔ اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھیے

"اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی" (کنزالایمان)

☆ والذین ھم لفروجھم حفظون (المومنون پارہ ۱۸ آیت ۵)

"اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں" (محمود الحسن)
تھامنا کا معنی ہے پکڑ لینا دیکھئے کس قدر مضحکہ خیز ترجمہ کیا گیا ہے مگر ڈاکٹر صاحب کو اسی طرح کی زبان پسند ہے اور امام احمد رضا بریلوی کا یہ ترجمہ ان کے نزدیک ترجمہ ہی نہیں "اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں" (کنزالایمان)

☆۔ و جتنبو الطاغوت ( ) " اور بچو ہڑدنگے سے "(محمود الحسن)
کتنا دیہاتی اور بھدا لفظ ہے مگر امام احمد رضا فرماتے ہیں" اور شیطان سے بچو"
(کنزالایمان)

☆. و قو دھاالناس و الحجارۃ ٥ ( پ ۲۸ ۷ التحریم)
" جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر" (محمود الحسن)
"جسکے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں" ( کنزالایمان)

☆۔ الئن خفف اللہ عنکم و علم ان فیکم ضعفا ط (سورہ انفال آیت ٦٦)
" اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے "(محمود الحسن)
یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے پہلی بات تو یہ کہ "بوجھ" کسی قرآنی لفظ کا ترجمہ نہیں یہ اضافہ ہے اور بغیر بریکٹ کے ہے اور بقول ڈاکٹر صاحب یہ معنوی تحریف ہے، دوسرے محمود الحسن صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کہا تم میں سستی ہے حالانکہ سستی انسان کے کسی ذاتی عمل کا نتیجہ ہوتی ہے یعنی کسی فعل کے سرانجام دینے میں کسی کمی یا کوتاہی کی بناء پر سستی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ انہوں نے کسی بھی موقعہ پر (معاذ اللہ) حکم الٰہی کے پہنچانے میں سستی یا کاہلی کا مظاہرہ کیا ہو۔ اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے:
"اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمائی اور اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو" (کنزالایمان)
لیکن حیرت ہے کہ قرآنی آیات کے معانی میں اپنے چند مخصوص وہابی عقائد کا رد محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر خالد محمود نے ترجمہ کنزالایمان ہی کا انکار کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ قرآن نہیں۔

## "پیٹھ توڑنا" محاورہ ھے:

مسلسل افکار و صدمات کی وجہ سے انسان جب خود پر بہت بوجھ محسوس کرتا ہے یا بقدر ضرورت ظاہری اسباب کی کمی اسے متفکر کر دیتی ہے تو ایسے موقعہ پر عموماً کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کی تو کمر ٹوٹ گئی ہے جیسے کسی آدمی کا بیٹا مر جائے تو کہتا ہے آج میری کمر ٹوٹ گئی، یہ کہہ کر گویا وہ اپنے صدمے کا اظہار کرتا ہے۔ انگریزی میں بھی اسی طرح کا محاورہ ہے (Grief has broken

his back) غم نے اس کی کمر توڑ دی یا غم نے اسے بوڑھا کر دیا۔

پیٹھ توڑنا یا کمر ٹوٹنا ایک محاورہ ہے جو آلام و تکالیف اور مصائب و شدائد کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے چنانچہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك کا ترجمہ اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی کے اس ترجمہ کے بارے میں ڈاکٹر صاحب "حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت "کے عنوان سے لکھتے ہیں "

"افسوس خان صاحب نے بہت بے ادبی کا ترجمہ کیا ہے۔ حضور کے لئے پیٹھ توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے انہیں ایمانی حیا مانع نہ آئی۔"

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ سپارٹا کی یونانی ریاست میں سب سے اچھے "وارداتیے " کو بڑے انعام و اکرام سے نوازا جاتا تھا اگر اس وقت بھی کوئی کمیٹی وہاں یا کہیں اور کسی نصرانی و یہودی لابی میں ہوتو میں ڈاکٹر صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کراتا کہ آپ کی زیر بحث تالیف کے لیے First Prize تو کہیں نہیں گیا۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ پیٹھ توڑنا یا کمر توڑنا ایک محاورہ اور معنوی طور پر اس میں کسی بھی محترم انسان کی کوئی بے ادبی نہیں نکلتی اگر اس پر بول دیا جائے خود ڈاکٹر صاحب کے پیشوا اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ترجمہ دیکھئے:

"اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی "اب کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہ یہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے ادبی کی حرکت ہے یا نہیں اور کمر توڑنے کے لفظ استعمال کرتے ہوئے تھانوی صاحب کو ایمانی حیا مانع ہوئی تھی یا نہیں؟ آگے چلیے!

ڈاکٹر صاحب کے ایک اور بزرگ شمس العماء مولوی نذیر احمد خاں دہلوی نے یہ ترجمہ کیا۔"اور (اس کے علاوہ بوجھ) جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی تم پر سے اتار ادیا" کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کی حرکت ہے یا نہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے مسلمہ مقتدا مولوی نذیر احمد صاحب کو ایمانی حیا مانع ہوئی تھی یا نہیں؟

ڈاکٹر صاحب کے ایک اور بزرگ ابوالاعلی مودودی صاحب کا ترجمہ دیکھئے"اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا۔"

فرمایئے جناب۔ حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت ہے یا نہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے اس بزرگ کو ایمانی حیا مانع ہوئی یا نہیں؟ علامہ عبدالحق حقانی دہلوی

فرماتے ہیں:

اور کیا آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اتار دیا کہ جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی " آگے تفسیر میں فرماتے ہیں۔

چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوصلہ بہت ہی بڑا تھا اور خصوصاً اس سبب سے کہ شرح صدر ہو چکا تھا تو آپکے عزائم کی کیا انتہا۔ اور مکہ میں اس وقت تک آپ کے پاس اس کے سرانجام کے اسباب نہ تھے، نہ آپ کے قویٰ وجوارح اس کا تحمل کر سکتے تھے یہ تھا وہ بھاری بوجھ کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ توڑ رکھی تھی۔

کیا ڈاکٹر صاحب علامہ حقانی پر بھی حضور کی بے ادبی کا بہتان رکھیں گے؟ اب ذرا شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

"اور اتار رکھا تجھ سے بوجھ تیرا جس نے کڑکائی پیٹھ تیری "

(تفسیر موضح القرآن)

لفظ " کڑکائی" میں تو اور بھی شدت پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کے لیے بھی ہیں یا ان کی صرف امام احمد رضا ہی کیلئے مخصوص سمجھا جائے گا؟

اب اہل انصاف کو دعوت فکر ہے کہ وہ سوچیں اور خوب غور کریں کہ اگر ڈاکٹر خالد محمود ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (نہ جانے پی۔ ایچ ڈی کی پسند پاکستان کی ایک جامعہ کے علوم اسلامیہ کے وہابی سربراہ کی جانب سے سڑک چلنے وہابی علماء کو مفت تقسیم شدہ سند کی طرح تو نہیں ہے) کا اعتراض بجا ہوتا تو وہ صرف امام احمد رضا کے ترجمہ پر اعتراض نہ کرتے بلکہ ساتھ اپنے پیشواؤں کی بھی خبر لیتے کیا ہم اسے منافقانہ رویہ نہ کہیں گے؟ کیا یہ تنقید کا دوہرا معیار نہیں؟ کیا علمی بددیانتی اور مسلکی تعصب کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی مثال مل سکتی ہے؟ مذکورۃ الصدر تمام حضرات ڈاکٹر صاحب کے لئے انتہائی محترم ومکرم ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کی اپنی علمی بے مائگی اور منافقانہ پالیسی اور ان کی فریب کاریوں کی وجہ سے وہ حضرات بھی ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے نشانے پر آگئے۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا!

معلوم ہوا کہ یہ سب محض دھوکہ اور فریب ہے۔ امام احمد رضا اس ناحق الزام سے بری ہیں۔ "کنز الایمان" اسم بامسمّٰی ہے، اہلِ علم وبصیرت کے لیے علم وعرفان اور ایمان کا خزانہ ہے، لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے ان کے لیے گمراہی کا پروانہ ہے۔ ان کا دامن صاف ہے۔ دیوبندیوں کی یہ چالبازیاں فقط اس لئے ہیں کہ امام احمد رضا نے ان پر ٹھوس دلائل قائم کر کے ان کی گستاخانہ عبارات کی گرفت کی اور انہیں کو گستاخ رسول ثابت فرمایا۔ علمائے حرمین شریفین سے

تصدیق کروائی۔ پاک و ہند کے سینکڑوں علمائے حق نے بھی اس کی تائید کردی اور وہی گرفت اب تک دیوبندیوں کے گلے کا پھندا اور دل کی گھٹن بن کر رہ گئی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے، سننے اور راہ حق پر چلتے رہنے کی توفیق اور استقامت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

# ''فاضل بریلوی کے کردار ونظریات کا مختصر جائزہ'' کا

# تنقیدی مطالعہ

■ مولانا صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی

پروفیسر ابوعبید دہلوی اپنے رسالہ ''فاضل بریلوی کے کردار ونظریات کا مختصر جائزہ'' میں ''کنزالایمان'' پر اعتراض کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''احمد رضا خان صاحب نے یہ ترجمہ بلاسوچ اور اور کتب تفسیر ولغت کی طرف مراجعت کیے بغیر طبعی کسلمندی کے اوقات میں املا کرایا۔ اسی وجہ سے ان کے ترجمہ میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اس بات کی وضاحت اگلے بیان میں آرہی ہے۔ ان اغلاط کی تعداد تو اگرچہ بہت زیادہ ہے لیکن ہم چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔'' (ص: ۲۱)

چنانچہ سورۂ البروج کی آیت نمبر ۱۵ کے ترجمہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ذو العرش المجید (سورۂ بروج آیت نمبر ۱۵) احمد رضا خان صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے: ''عزت والے عرش کا مالک'' یعنی احمد رضا خان صاحب نے المجید کو العرش کی صفت بنایا حالانکہ المجید کی دال پر پیش کے ساتھ یہ العرش کی صفت بن ہی نہیں سکتی بلکہ ذو العرش اور المجید یہ دو اللہ تعالیٰ کی علیحدہ علیحدہ صفات ہیں۔ لہٰذا صحیح ترجمہ یہ ہے: ''عرش کا مالک، بڑی شان والا''۔ (ص: ۲۱)

پروفیسر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو غلط قرار دے کر نہایت جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ حالانکہ آیت کا ترجمہ بالکل درست ہے۔ آئندہ سطور میں ہم دلائل و براہین سے واضح کریں گے کہ یہ ترجمہ درست ہونے کے ساتھ ساتھ منفرد بھی ہے۔

قارئین گرامی! حوالہ جات سے پہلے ہم اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن حکیم کی مختلف آیات کی مختلف قرأتیں ہیں۔ جن کی تفصیل کتب تجوید وقرأت میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مذکورہ آیت میں جہاں لفظ المجید، ذو کی صفت ہوسکتا ہے وہیں دوسری قرأت کے مطابق

العرش کی صفت بھی بن سکتا ہے۔ مفسرین نے دونوں قرأتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ کسی نے المجید کو مرفوع [دال پر پیش] پڑھ کر ذو کی صفت تسلیم کیا ہے اور کسی نے المجید کو مکسور (دال کے نیچے زیر) پڑھ کر العرش کی صفت اختیار کیا ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ یوں ہوگا۔ عرش کا مالک، بزرگی والا، اور دوسری صورت میں ترجمہ یوں ہوگا: عزت والے عرش کا مالک ۔ امام احمد رضا نے دوسری قرأت کو اختیار کرتے ہوئے ترجمہ کیا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے ان کا ترجمہ بالکل درست ہے۔ پروفیسر صاحب کا اعتراض دراصل اُن کے محدود علم کا نتیجہ ہے۔ اگر انھوں نے کتب تفسیر اور کتب تجوید و قرأت کی طرف مراجعت کی ہوتی تو وہ یہ اعتراض نہ کرتے بلکہ وہ اس بات کا اعتراف کرتے کہ امام احمد رضا کو دیگر علوم و فنون کی طرح علم قرأت پر بھی کس طرح زبردست دسترس حاصل تھی اور ترجمۂ قرآن کے اندر انھوں نے کیسی کیسی علمی بحثیں محض لفظوں میں سمو کر رکھ دی ہیں۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے قبل امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ جیسے عظیم مفسر نے بھی اسی قرأت کو اختیار کیا ہے بلکہ انھوں نے متن قرآن میں المجید کی دال پر زیر کی حرکت لگائی ہے۔ (دیکھئے تفسیر کبیر) اب ہم ذیل میں مفسرین کی توضیحات نقل کرتے ہیں جس میں انھوں نے المجید کو بطور صفت العرش درست قرار دیا ہے۔

(۱) امام علامہ علاء الدین علی خازن علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تفسیر "لباب التأویل فی معانی التنزیل" میں المجید کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

**"وقرئ المجید بالکسر علی انه صفة العرش أی السریر العظیم اذ لا یعلم صفة العرش وعظمته الا اللّٰه تعالیٰ وقیل أراد حسنه فوصفه بالمجید فقد قیل ان العرش أحسن الأجسام"** [تفسیر الخازن، ص:۳۶۸]

**ترجمہ**: المجید کسرہ (زیر) کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اس بنا پر یہ العرش کی صفت ہوگا یعنی تختِ عظیم کیونکہ عرش کی صفت و عظمت بھی تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے المجید فرما کر عرش کا حسن مراد لیا ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ عرش کا قالب تمام اجسام سے بہتر ہے۔

(۲) اسی طرح علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں:

**"(المجید) وبالجر حمزة وعلی ،علی انه صفة للعرش ومجد اللّٰه عظمته ومجد العرش علوه وعظمه"** [تفسیر مدارک، ص: ۳۶۷]

**ترجمہ**: المجید، جر کے ساتھ (بھی) ہے حمزہ اور علی (کے نزدیک) اس بنا پر عرش کی صفت ہوگا چنانچہ اللہ کی مجد و بزرگی سے مراد اس کی عظمت جبکہ عرش کی مجد و بزرگی سے مراد اُس کا اونچا اور بڑا ہونا ہے۔

(۳) صاحب تفسیر قرطبی المجید بالکسر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(ذو العرش المجید) قرأ الکوفیون الا عاصما" المجید" بالخفض نعتا للعرش..... الباقون بالرفع نعتا لذو وهو الله تعالیٰ واختاره أبو عبید وأبو حاتم ،لأن المجد هو النهاية فى الكرم والفضل ،والله سبحانه المنعوت بذلك ،وان كان قد وصف عرشه بالكريم فى آخر "المؤمنون"__"

[تفسیر قرطبی، ص:۲۹۶، ۲۹۷]

**ترجمہ:** (ذوالعرش المجید) قُرّاءِ کوفہ نے سوائے جناب عاصم کے "المجیدِ" دال کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے، عرش کی صفت کے طور پر۔ باقی قُرّاء نے رفع (دال پر پیش) کے ساتھ پڑھا ہے، ذو کی صفت کے طور پر، اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس (قراءت) کو ابو عبیدہ اور ابو حاتم نے اختیار کیا ہے کیونکہ مجد کا معنی ہے انتہائی کرم و فضل اور اللہ تعالیٰ اس صفت سے متصف ہے اگر چہ اُس نے اپنے عرش کو کریم بھی فرمایا ہے سورۂ مومنون کے آخر میں۔

(۴) امام رازی نے اپنی "تفسیر کبیر" میں نہ صرف قرأت بالکسر کی توضیح کی ہے بلکہ اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ وہ دونوں قراءتوں کی صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(المجید) وفیہ قراءتان (احداھما) الرفع فیکون ذلک صفۃ اللہ سبحانہ، وھو اختیار اکثر القراء والمفسرین لأن المجد من صفات التعالی والجلال، وذلک لا یلیق الا باللہ سبحانہ، والفصل والاعتراض بین الصفۃ والموصوف فی ھذا النحو غیر ممتنع۔ (والقراءۃ الثانیۃ) بالخفض وھی قراءۃ حمزۃ ،والکسائی فیکون ذلک صفۃ للعرش، وھؤلاء قالوا القرآن دل علی انہ یجوز وصف غیر اللہ بالمجید حیث قال (بل ھو قرآن مجید) ورأینا أن اللہ تعالی قصف العرش بأنہ کریم فلا یبعید أیضاً أن یصفہ بأنہ مجید ،ثم قالوا ان مجد اللہ عظمتہ بحسب الوجوب الذاتی وکمال القدرۃ والحکمۃ والعلم وعظمۃ العرش علوہ فی الجھۃ وعظمۃ مقدارہ وحسن صورتہ وترکیبہ، فانہ قیل العرش أحسن الأجسام ترکیباً وصورۃ۔

[تفسیر کبیر، ص:۱۲۳، جلد:۳۱]

**ترجمہ:** المجید میں دو قراءتیں ہیں ایک رفع کے ساتھ تو اس صورت میں یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہوگا اور اکثر قُرّاء اور مفسرین نے یہی اختیار کیا ہے کیونکہ مجد، علو اور جلال اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو ہی سزاوار ہیں اور صفت و موصوف کے درمیان فصل ایسے مواقع میں ممنوع نہیں ہے۔ اور دوسری قراءت زیر کے ساتھ ہے اور یہ جناب حمزہ اور جنابِ کسائی کی قراءت ہے تو اس صورت میں المجید عرش کی صفت ہوگا۔ ان علماء و قراء کا کہنا ہے کہ قرآن میں خود اس پر دلیل موجود ہے

کہ مجید اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی بھی صفت واقع ہوسکتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے بل ھوقرآن مجید (یہاں مجید قرآن کی صفت ہے)۔ نیز ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کوکریم فرمایا ہے تو یہ بھی بعید نہیں کہ یہاں اُس نے اپنے عرش کو مجید فرمایا ہو۔ پھر مفسرین کا کہنا ہے کہ اللہ کی مجد و بزرگی سے مراد اس کی عظمت ہے، جو اس کی ذاتی ہے۔ نیز کمالِ قدرت، حکمت اور علم مراد ہے۔ جبکہ عرش کی عظمت سے مراد اُس کا جہت کے اعتبار سے بلند ہونا، مقدارِ عظمت، حسن صورت اور حسن ترکیب (بناوٹ) ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ عرش اپنی صورت و بناوٹ کے حوالے سے تمام چیزوں سے خوبصورت ہے۔

۵۔ صاحب تفسیر روح المعانی جناب شہاب الدین سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ بھی اسی انداز میں تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"(المجید)........ وقرأ الحسن، وعمرو بن عبید، وابن وثاب، والاعمش، والمفضل عن عاصم، والاخوان المجیدِ بالجر صفة للعرش ومجده علوه وعظمته وحسن صورته وترکیبه فانه قیل العرش أحسن الأجسام صورة وترکیباً"
[تفسیر روح المعانی، جلد: ۳۰، ص: ۹۲]

**ترجمہ:** (المجید)...... حسن، عمرو بن عبید، ابن وثاب، اعمش، مفضل بروایت عاصم اور اخوان نے (المجیدِ) زیر کے ساتھ پڑھا ہے، عرش کی صفت کے طور پر (اس سے مراد) عرش کی بزرگی، بلندی، عظمت، حسن صورت اور خوبصورت بناوٹ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ عرش اپنی صورت وبناوٹ کے اعتبار سے تمام چیزوں سے خوبصورت ہے۔

(۶) علامہ ابن کثیر نے بھی آیت کی تفسیر میں اس بات کی صراحت فرمائی ہے اور دونوں صورتوں کو درست قرار دیا ہے، چنانچہ تفسیر ابن کثیر اردو میں ہے:

"مجید کی دو قراءتیں ہیں۔ دال کا پیش بھی اور دال کا زیر بھی۔ پیش کے ساتھ وہ خدا کی صفت بن جائے گا اور زیر کے ساتھ عرش کی صفت ہے۔ معنی دونوں کے بالکل صحیح اور درست بیٹھتے ہیں"۔ [تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، ص: ۴۴]

(۷) فاضل بریلوی قدس سرہ کے ترجمہ کے بعد بھی بعض مترجمین ومفسرین نے المجید کی دوسری قراءت کو پیش نظر رکھا ہے اور اسی طرح ترجمہ کیا ہے۔ چنانچہ راقم الحروف کے والد گرامی حضور ریاض الملت قدس سرہ نے اپنے ترجمہ ریاض الایمان میں بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔
(دیکھئے تفسیر ریاض القرآن، جلد چہارم)

(۸) علاوہ ازیں ہمارے معاصر مفسر و محدث جناب علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ نے بھی اپنے ترجمۂ قرآن میں المجید کو العرش کی صفت قرار دے کر ترجمہ کیا ہے: ''عظمت والے عرش کا مالک'' (ملاحظہ ہو تفسیر تبیان القرآن ص ۶۴۸ جلد ۱۲)

علامہ موصوف لفظ المجید کی توضیح میں ارقام فرماتے ہیں:

''اس آیت میں مجید کا لفظ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ تعالیٰ ،مجد اور جلال، اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عرش کی صفت ہو جس طرح قرآن مجید (البروج: ۲۱) میں مجید، قرآن کی صفت ہے''۔

[ایضاً ص: ٦٦]

(۹) کچھ عرصہ قبل شائع ہونے والی ایک اور اردو تفسیر، تفسیر رفاعی جو کہ جناب سید محمد رفاعی عرب کی علمی کاوش ہے، اس میں بھی آیت کا جو ترجمہ دیا گیا ہے وہ المجید کی دوسری قراءت کے حوالے سے ہے، ملاحظہ ہو: ''عزت والے عرش کا مالک'' [تفسیر رفاعی، ص ۱۴۷]

(۱۰) انڈیا کے دیوبندی مصنف جناب نسیم احمد غازی مظاہری نے اپنی ''درسی تفسیر پارہ عم'' میں بھی المجید کی دوسری قراءت کی وضاحت کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''المجید میں دوسری قراءت جر کی ہے۔ اس صورت میں یہ العرش کی صفت ہوگا''۔

[درسی تفسیر، ص: ۱۴۷]

(۱۱) ایک اور معاصر مفسر مولانا عبداللطیف اپنی تفسیر کاشف البیان میں [المجید] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''المجید... اس کو مرفوع [المجیدُ]، مجرور [المجیدِ] دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔ مرفوع ہونے کی حالت میں یہ ودود یا ذو کی صفت ہے اور مجرور ہونے کی صورت میں عرش کی صفت ہے یعنی وہ بڑے عرش کا مالک ہے'' [تفسیر کاشف البیان، جلد ششم، ص: ۵۱۵]

قارئین گرامی! مفسرین کی درج بالا وضاحت و صراحت سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ المجید میں دو قراءتیں ہیں اور دونوں درست ہیں۔ لہذا آیت کا ترجمہ بھی دونوں طرح درست ٹھہرا۔ ان دلائل و براہین کے ملاحظہ کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو علم قراءات پر بھی مکمل عبور حاصل تھا اور انھوں نے بوقت ترجمہ مختلف قراءتوں پر غور و خوض کر کے ترجمہ کا کام سرانجام دیا ہے۔ عربی زبان کے ماہرین اور فلسفۂ اِعراب سے آگاہ اہل علم و فن پر یہ بات مخفی نہیں کہ المجید مرفوع کے بجائے مکسور پڑھنے میں سلاست و روانی زیادہ نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

## حوالہ جات


۱۔ فاضل بریلوی کے کردار و نظریات کا مختصر جائزہ، مطبوعہ لاہور۔

۲۔ تفسیر الخازن، جلد چہارم مطبوعہ پشاور

۳۔ تفسیر نسفی برحاشیہ خازن، مطبوعہ پشاور

۴۔ تفسیر قرطبی جلد ۱۰، مطبوعہ تہران، ایران

۵۔ تفسیر رفاعی، مطبوعہ لاہور

۶۔ تفسیر کبیر جزء ۳۱، مطبوعہ قم، ایران

۷۔ تفسیر روح المعانی، جزء ۳۰ مطبوعہ لاہور

۸۔ تفسیر کاشف البیان مطبوعہ ہوتی، مردان

۹۔ تفسیر ریاض القرآن، ناشر جامعہ ریاض الاسلام، اٹک

۱۰۔ تفسیر تبیان القرآن، فرید بکسٹال، لاہور

۱۱۔ تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ کراچی

۱۲۔ درسی تفسیر پارہ عم، مطبوعہ اکوڑہ خٹک، سرحد، پاکستان


---

# مولانا اخلاق حسین قاسمی کے مقالے پر ایک نظر

■ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (لکچرار، طبیہ کالج نئی دہلی، انڈیا)

مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی کی کتاب ''بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ'' ادارہ رحمت عالم شیخ چاند اسٹریٹ لال کنواں دہلی سے شائع ہوئی ہے جس میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کنز الایمان اور مولانا نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر خزائن العرفان کو ہدف ملامت بنایا گیا ہے اور اصل موضوع سے ہٹ کر حدائق بخشش کے بعض اشعار پر بھی تیغ آزمائی کی گئی ہے۔

پوری کتاب کے سرسری جائزہ کے بعد اس کتاب کی وجہ تصنیف اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتی کہ رابطہ عالم اسلامی کی سفارش پر حکومت سعودیہ نے کنز الایمان اور خزائن العرفان پر جو پابندی لگا رکھی ہے اس کو حق بجانب قرار دے کر اپنی وفاداری کا اظہار کیا جائے اور اس کے صلہ میں مادی فوائد حاصل کیے جائیں۔

مولانا قاسمی نے جگہ جگہ افسانے گڑھے ہیں اور انہیں اپنے خامہ زریں ختامہ کے زور سے پرکشش بنانے کی کوشش کی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آں موصوف کے دل و دماغ کے درمیان سرد جنگ ہوتی رہی ہے جس کے نتیجے میں کہیں تو غلط بیانی اور دروغ گوئی کی اوٹ سے مجبور حقیقت کا رنگ جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور کہیں ناخواستہ طور پر حقیقت کا برملا اظہار ہو گیا ہے۔ جس کے چھپانے پر وہ قادر نہ ہو سکے۔

قرآن کریم کے ترجمے دنیا کی بیشتر زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ عربی زبان کی وسعت کے سبب قرآنی مفاہیم کو دیگر زبانوں میں منتقل کر کے اصل مراد تک پہنچنا بجائے خود بڑا غیر معمولی کارنامہ ہے اور یہ کار اہم وہی سرانجام دے سکتا ہے جسے عربی زبان کی مہارت اور قرآنی اسلوب بیان کی صحیح تشخیص کے ساتھ ساتھ اس زبان کے مالہ وعلیہ کا بھی بھرپور علم ہو، جس زبان میں ترجمہ مقصود ہے۔ اس لیے ہر ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ کیا جا سکتا ہے خواہ وہ مولانا شاہ رفیع الدین کا ہو یا مولانا بریلوی کا اور اگر یہ تجزیہ ذاتی اغراض اور جماعتی پالیسی کے علی الرغم خالص مبنی بر علم و اخلاص ہو تو بلاشبہ اسے نگاہ تحسین سے دیکھنا چاہیے۔

متذکرہ کتاب میں فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کے (مزعومہ) اغلاط کا تعاقب کیا گیا ہے اوراس کے لیے جو انداز اختیار کیا گیا ہے وہ بجائے خود اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ قاسمی صاحب کے نزدیک فاضل بریلوی کی شخصیت کنزالایمان کے مطالعہ سے پہلے ہی ناپسندیدہ رہی ہے۔

زیر نظر مضمون میں ہمیں ان اعتراضات سے کوئی سروکار نہیں ہے جو مولانا قاسمی کے تبحر علمی کا تمسخر اڑا رہے ہیں بلکہ اس مخصوص مزاج کی نشاندہی مقصود ہے جس کے تحت موصوف کا قلم حرکت کرنے پر مجبور نظر آتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ کتاب کا نام "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" ہے مجھے یہ لکھنے میں خوشی محسوس نہیں ہو رہی ہے کہ قاسمی صاحب نے "تجزیہ" کی یاء پر تشدید کا ٹھپا لگا کر عربی علم الصرف کے ابواب مزید فیہ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے پھر بھی اسے واضح کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ قاسمی صاحب اسی طرح کے بعض غلط الکتابۃ کو مصنف کا عمل اختیاری قرار دے کر لایعنی ہفوات سے صفحات سیاہ کرتے گئے ہیں۔

علمی تجزیہ کا اصل مضمون صفحہ ۵ سے شروع ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی کی ایک مشہور رباعی کا صرف ایک مصرع:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

نقل کر کے آگے یوں گل افشانی کی گئی ہے "مولانا کے اس مصرع سے یہ حقیقت واضح ہے کہ مولانا بریلوی کا اصلی مذاق نعت گوئی تھا اور انہیں قرآن جیسی کتاب حقائق سے وہی چیز ملی جس کے وہ اہل تھے۔"

پھر چند سطروں کے بعد یوں رطب اللسان ہیں "فقہاء نے اس کتاب ہدایات سے قانون فقہ کے مسائل نکالے، فلسفہ وکلام کے ائمہ نے اپنے ذوق کی تسکین کی، ادب و بلاغت کے ماہرین نے بلاغت وفصاحت کے لطائف اخذ کیے۔"

کچھ اور آگے یوں رقمطراز ہیں "مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک صاحب کمال نعت گو شاعر تھے مرحوم نے اپنے اسی فطری ذوق کے ساتھ قرآن کریم کا مطالعہ کیا اور انہیں اپنے طلب کے مطابق اسی ذوق کی غذا مل گئی۔"

قاسمی صاحب کا ادعا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو قرآن جیسی کتاب حقائق سے وہی چیز ملی جس کے وہ اہل تھے یعنی انہوں نے نہ تو فقہاء کی طرح فقہ کے مسائل اخذ کیے نہ ائمہ فلسفہ وکلام کی طرح ذوق حکمت وکلام کی تسکین کی اور نہ ماہرین ادب و بلاغت کی طرح بلاغت و فصاحت

(فصاحت و بلاغت ہونا چاہئے یا ممکن ہے وہاں کی ٹکسالی زبان یہی ہو۔ شرر) کے لطائف اخذ کیے بلکہ سیکھی بھی تو کیا؟ نعت گوئی جس کا ثبوت مولانا بریلوی کا یہ مصرع ہے:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

ہم اس کی قدرے وضاحت بعد میں کریں گے کہ اس مصرع کا مفہوم کیسا ہے اور لب و لہجہ سے مفہوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے یا کسی لفظ پر زور دینے سے معانی کیسے بدل جایا کرتے ہیں۔ کم سے کم اتنی بات کا اعتراف تو قاسمی صاحب کو بھی با دل ناخواستہ سہی مگر کرنا ہی پڑا کہ "مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک صاحب کمال نعت گو شاعر تھے" اگر قارئین قاسمی صاحب کی ذات مع الصفات اور ان کے گروہی امتیازات سے واقف ہوں گے تو ان کے قلم سے یہ اعتراف کمال بھی خلاف توقع اور ایک شئے زائد کا اعتراف ہے اور بلاشبہ مولانا فاضل بریلوی کے کمال فن کا یہ جبروت ہے جس نے قاسمی صاحب جیسے معاند کے اعصاب پر سوار ہو کر اعتراف کمال پر مجبور کر دیا ہے۔ **الفضل ما شهدت به الاعداء۔**

ورنہ ان کا حقیقی چہرہ تو یہ ہے کہ وہ حدائق بخشش کے اشعار تک نقل کرنے میں قلمی خیانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

قطع نظر اس سے کہ "قانون و فقہ کے مسائل نکالے" میں فقہ کے مسائل تو سمجھ میں آتے ہیں لیکن قانون کے مسائل کیا بلا ہے؟ اسے ان کی بلا جانے، یا "ادب و بلاغت کے ماہرین نے بلاغت و فصاحت کے لطائف اخذ کیے" میں فصاحت و بلاغت کی جو ٹانگ توڑ کر رکھ دی گئی ہے اسے ان کی سادہ و علیل طبیعت پر محمول کرنا غلط نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مصرع مذکور الصدر کا مفہوم خود قاسمی صاحب کے عندیہ میں بھی یہ نہیں ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے قرآن جیسی کتاب حقائق سے صرف نعت گوئی سیکھی انہیں ہرگز یہ دھوکا نہیں ہوا ہے اور یہ دھوکا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ ان کے سامنے حدائق بخشش موجود ہے۔ جس میں یہ مصرع اپنی تمام و کمال رباعی میں موجود ہے البتہ قارئین علمی تجزیہ کو ضرور اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر ان کی نیت صاف ہوتی تو مصرع کی جگہ پوری رباعی نقل کرتے لیکن قلمی دیانت کا یہ عمل آں موصوف کے اس مخصوص نظریے کو پامال کر دیتا جو اس کتاب کی تصنیف کے لیے علت غائی کی حیثیت رکھتا ہے۔

دراصل معانی و مفاہیم کے تعین میں لب و لہجہ کا بڑا دخل ہے بولنے میں ہم جو لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں تحریر اس کی بھرپور نمائندگی نہیں کرتی تاہم سیاق و سباق سے مفہوم مراد تک پہنچنا دشوار نہیں ہوتا مثلاً اردو کا ایک سادہ جملہ ہے، "میں نے آپ کو دیکھا تھا"۔ اگر لفظ "میں نے" پر زور دیجئے

تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی اور نے نہیں بلکہ میں نے (صرف میں نے) آپ کو دیکھا تھا اور اگر "آپ کو" پر زور دیجئے تو مفہوم یہ ہوگا کہ میں نے کسی اور کو نہیں بلکہ آپ کو (صرف آپ کو) دیکھا تھا۔ بالکل اسی طرح یہ مصرع بھی ہے "قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی"۔ اگر "قرآن سے" پر زور دیجئے تو یہ مفہوم ہوگا کہ میں نے کسی اور سے نہیں بلکہ قرآن سے (صرف قرآن سے) نعت گوئی سیکھی اور نعت گوئی پر زور دیجئے تو یہ مفہوم ہوگا کہ میں قرآن سے نعت گوئی (صرف نعت گوئی) سیکھی۔

قاسمی صاحب نے اسی دوسری شق کو اختیار کیا ہے اور بجائے مکمل رباعی کے صرف ایک مصرح لکھ کر قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اب پوری رباعی پیش کی جارہی ہے تا کہ شق اول کی تعین میں شک کی گنجائش نہ رہ جائے۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ رباعی کا آخری مصرع جو کہ رباعی کی جان ہوا کرتا ہے صاف صاف نہیں بتا رہا ہے کہ مولانا بریلوی نے اپنی نعت گوئی کا مصدر قرآن جیسی کتاب حقائق وہدایات کو بنایا ہے جس میں سارے احکام شریعت موجود ہیں۔ اگر مصرع ثالث کا وہی مفہوم ہے جو قاسمی صاحب نے سمجھا ہے (بلکہ سمجھانے کی کوشش کی ہے) تو

یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

بالکل بے جوڑ اور بے معنی ہو کر رہ جاتا جس کی توقع ایک صاحب کمال نعت گو شاعر سے تو کیا خود قاسمی صاحب سے بھی نہیں کی جاسکتی۔

مکرر عرض ہے کہ قاسمی صاحب کو خوب معلوم ہے کہ اس مصرع کا مفہوم کیا ہے اسی لیے انہوں نے پوری رباعی کی قارئین کو ہوا تک نہ لگنے دی بلکہ صاف صاف تین مصرعے ڈکار گئے لیکن ایک میں تو کیا کوئی بھی غیر جانبدار شخص جب حقائق کی کھوج کرے گا تو یہ نگلے ہوئے مصرعے آنتوں سے باہر کھینچ لے گا۔

مولانا قاسمی صاحب پڑھے لکھے ہیں۔ ان کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں اردو زبان سے بھی لگاؤ ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیان کی صحت اور صداقت پر مصلحت وسیاست کا غلاف چڑھانے میں انہوں نے دل سے زیادہ دماغ کی قوتوں کو ضائع کیا ہے۔ اس عقدہ کی گرہ

کشائی انہیں کے ناخن عقل نے کی ہے کہ جن لوگوں کو حدائق بخشش دستیاب نہ ہو سکے گی یا جو لوگ متذکرہ رباعی کے چاروں مصارع پر مطلع نہ ہوسکیں گے اگر ان میں سے چند افراد بھی ان کی باتوں میں آ گئے تو مقصود حاصل کتاب کی قیمت سود سمیت وصول۔

"علمی تجزیہ" میں قاسمی صاحب نے جگہ جگہ پر فاضل بریلوی کو نامناسب اور تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ یہاں بھی مصلحت فاتح نظر آ رہی ہے۔ قاسمی صاحب بذات خود نہ بدتمیز ہیں نہ بدتہذیب لیکن پھر بھی ان کے طعن و تعریض کا خنجر مصلحت کے زہر آب میں بجھا ہوا ہے۔ سنا گیا ہے کہ علمی تجزیہ کو عربی زبان کا جامہ پہنا کر اس ناظورہ حسن کو عرب شیوخ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے کسی عربی داں کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں اگر یہ سچ ہے تو یہ سارے سب و شتم قاسمی صاحب کے بطن مجبوری سے پیدا ہو کر ہم سے خاموشی اختیار کرنے کے طالب ہیں۔

علمی تجزیہ پر شروع سے آخر تک جو مخصوص رنگ و روغن چڑھا ہوا ہے اس کی ایک مثال شروع کے صفحہ سے دی گئی ہے اب ایک مثال آخر کے صفحات سے پیش ہے۔

فاضل بریلوی کی حدائق بخشش سے دو اشعار سے حاشیہ نقل کر کے اس کا مذاق اڑایا گیا ہے ہم یہاں علمی تجزیہ سے دونوں اشعار مع حاشیہ نقل کرتے ہیں۔ قوسین کی پوری عبارت علمی تجزیہ سے منقول ہے۔

ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
ظاہر ہے میرے پھول باطن میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

اب حاشیہ نگار کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔ آدم جب حضور کو یاد کرتے تو یوں کہتے یا ابنی صورۃ وآبائی معنی اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔

ان دونوں شعروں اور حاشیہ نگار کی تشریح پر قاسمی صاحب کا قلم جس قدر گرجا برسا ہے یہاں اس کا ذکر یا جواب مقصود نہیں ہے بلکہ کہنا یہ ہے کہ حدائق کا جو نسخہ موصوف کے پاس ہے اس میں "ابی" کی جگہ غلط الکتابتہ سے آبائی چھپ گیا ہے جسے خود بدولت بھی کتابت کی غلطی تسلیم کرتے ہیں لیکن طرفہ ستم یہ کہ اس کی تصحیح ابی کی جگہ آبائی سے کر کے آنکھوں میں دھول نہیں مرچیں جھونک رہے ہیں۔ علمی تجزیہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"آبائی کیا لفظ ہے اب کی جمع ابائی آتی ہے یہ ابائی ہوگا۔ کتابت کی غلطی سے الف مقصور

رہ گئی ہے اس صورت میں حضرت آدم کی زبان سے غلط عربی عبارت نکلوائی گئی ہے۔" (صفحہ ۱۱۹)

قاسمی صاحب کے سامنے حدائق بخشش مطبوعہ چمن آفسیٹ پریس سوئیوالان دہلی کا نسخہ ہے یہی نسخہ اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ اول تو مذکورہ بالا دونوں شعروں کے لیے حدائق بخشش جلد اول صفحہ آٹھ کا حوالہ دیا گیا ہے، جو سراسر غلط ہے۔ صفحہ آٹھ پر تو ردیف الف کا قصیدہ بھی ختم نہیں ہوتا جبکہ یہ دونوں اشعار ردیف یاء کے ہیں۔ بالائے ستم یہ کہ دوسرے شعر کے مصرع اول میں باطن کا لفظ حدائق میں سرے سے موجود نہیں ہے نہ ہی "باطن" کے ساتھ یہ مصرع موزوں ہے بلکہ خارج البحر ہے۔ قاسمی صاحب کے مجربات میں سے ایک نسخہ کیمیا یہ بھی ہے کہ شعر کو غلط لکھ کر اس کی ناموزونی کا الزام بھی شاعر کے سر تھوپ دیا جائے۔

یکے وو خوب رو ودی دگر آراستی خودرا
بتا معلوم شد مارا کہ قصد جان ما داری

اس تحریف وخیانت کا سہرا تنہا قاسمی صاحب کے سر ہے یا حضرت کاتب بھی شریک وسہیم ہیں یہ وہ جانیں میں یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو رہا ہوں کہ متذکرہ نعتیہ اشعار بحر مضارع مثمن اخرب محذوف میں کہے گئے ہیں جن کے عروض وضرب میں حذف وقصر کا اجتماع اہل عروض کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔ محولہ نسخہ حدائق میں مصرع یوں ہے

ظاہر ہے میرے پھول حقیقت میں میرے نخل

**اب ذرا قاسمی صاحب کی عبارات کا بھی علمی تجزیہ ملاحظہ ہو:**

(۱) "ابائی کیا لفظ ہے۔" "اب کی جمع ابائی آتی ہے"۔ سبحان اللہ صحاح وقاموس اور لسان العرب سب پر پانی پھیر دیا نیز "ابائی کیا لفظ ہے" یہ کون سی اردو ہے یا کہاں کی اردو ہے؟

(۲) "یہ آبائی ہوگا کتابت کی غلطی، سے الف مقصورہ رہ گئی ہے"۔ یہاں صیغہ جمع کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے جبکہ حاشیہ نگار نے ترجمہ میں اس کو صاف کر دیا ہے اور اگر بقول قاسمی صاحب آبائی ہوگا تو پھر الف مقصورہ کا سوال کہاں اٹھتا ہے۔ علاوہ ازیں الف مقصورہ مونث کب ہے؟ بر سبیل تذکرہ قلمی خیانت کے ذیل میں علمی تجزیہ صفحہ آٹھ کے حاشیہ سے فاضل بریلوی کا ایک اور شعر نقل کر رہا ہوں:

سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت وملکیت میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

مولانا قاسمی نے اس ایک شعر میں پانچ خیانتیں کی ہیں۔

(۱) تیری بروزن فعلن (دو سبب خفیف سے مرکب) اصل شعر میں تری بروزن فعل، (۲) گذر...... اصل شعر میں گزر، (۳) تیری...... خیانت ایک کی تکرار، (۴) ملکیت...... اصل شعر میں ملک، (۵) تجھ پر...... اصل شعر میں تجھ پہ۔

اب ذرا قاسمی صاحب اپنے دامن اور بندقبا کو بھی دیکھتے چلیں۔ ابی کی جگہ آبائی ہو گیا تو کتابت کی غلطی تسلیم کرتے ہوئے بھی دامن ہوش کھو بیٹھے اب علمی تجزیہ سے قرآن حکیم کی دو آیات نقل کر رہا ہوں اور قاسمی صاحب ہی سے انصاف کا طالب ہوں۔ صفحہ ۹۸ ''**قل من بیدہ ملکوت کل شی**'' اس آیت مبارکہ میں من حرف جار بنا کر پھر حرف جار کو حرف جار پر چڑھا کر خلیل وسیبویہ کو پیچھے ڈھکیل دیا گیا ہے اور خود قرآن حکیم کے ساتھ بے احتیاطی کی حد کر دی گئی ہے قرآن میں من اور اس کے بعد ایک چھوٹی سی میم ہے۔

صفحہ ۱۰۳ ''**واستغنی اللہ واللہ غنی حمید**'' یہاں اللہ کو مفعول بہ کا اعراب دے دیا گیا ہے جبکہ اللہ استغنی کا فاعل ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ سچائی ہر حال میں سچائی ہے۔ ایمان کی روشنی کو بے ایمانی کے پردہ ظلمات میں چھپایا نہیں جا سکتا اور جھوٹ کو ہزار بار دوہرا کر اس کو سچ نہیں بنایا جا سکتا۔

خضاب پردہ پیری نمی شود صائب
بہ مکر وحیلہ خزاں را بہار نتواں کرد

□□□

# کنزالایمان پر پابندگی کیوں؟ خصوصی مطالعہ

—— ■ محمد ولی اللہ قادری

قرآن کریم کلام اللہ ہے جو غیر مخلوق ہے (۱) جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب دانائے غیوب علیہ السلام پر ۲۳/سال کی مدت میں بتدریج نازل فرمایا جو آج تک اپنی اصل حالت وکیفیت میں محفوظ ہے۔اس کی شہادت خود پروردگار عالم نے دی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحٰفظون ۔(۲) ترجمہ: بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں (کنزالایمان)

قرآن مجید کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آغاز سے آج تک اصلی صورت موجود ہے برخلاف دیگر کتب سماوی کے اور یہ خصوصیت بایں وجہ ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وماکان ھذا القرآن ای یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ تفصیل الکتاب لاریب فیہ من رب العالمین۔ (۳) اور اس قرآن کی شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بے اللہ کے اتارے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور وح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے پروردگار عالم کی طرف سے (کنزالایمان)

مذکورہ آیات قرآنیہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی نہیں ہوسکتی ہے البتہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معنوی تحریک ہوئی ہے یا نہیں تو اس کا جواب مثبت میں ہوگا کہ قرآن میں تحریک معنوی کی گئی ہے اور یہ مشرکین مکہ اور خوارج کے ذریعہ ہوئی ہے جیسا کہ خزائن العرفان میں سورہ الانبیاء، آیت نمبر ۱۰۱ کے تحت میں ہے ''رسول اللہ علیہ السلام ایک روز کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے اس وقت قریش کے سردار حطیم میں موجود تھے اور کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔نضر بن حارث سید عالم کے سامنے آیا اور آپ سے کلام کرنے لگا حضور نے اس کو جواب دے کر ساکت کردیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی '' **انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جنھم** '' کہ تم جو کچھ اللہ کے سوا پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں یہ فرما کر حضور تشریف لے آئے پھر عبداللہ بن زبعری سہمی آیا۔ اس کو سلید بن مغیرہ نے اس گفتگو کی خبر دی کہنے لگا کہ خدائی قسم میں ہوتا تو ان سے مباحثہ کرتا اس پر لوگوں

نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا۔ ابن زبعری یہ کہنے لگا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ تم اور جو کچھ الخ، حضور نے فرمایا کہ ہاں، کہنے لگا یہود حضرت عزیر کو پوجتے ہیں اور نصاری حضرت مسیح کو پوجتے ہیں اور بنی ملیح فرشتوں کو پوجتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بیان فرمادیا کہ حضرت عزیر اور مسیح اور فرشتے وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے اور وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ اور حضور علیہ ﷺ نے فرمایا کہ درحقیقت یہود و نصاری شیطان کی پرشتس کرتے ہیں، ان جوابوں کے بعد اس کو محال دم زدن نہ رہی اور وہ ساکت رہ گیا درحقیقت اس کا اعتراض کمال عناد سے تھا کیونکہ جس آیت پر اس نے اعتراض کیا اس میں ''ماتعبدون'' ہے اور ''ما'' عربی زبان میں غیر ذوی العقول کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے اس نے اندھا بن کر اعتراض کیا تو اہل زبان کی نگاہوں میں کھلا ہوا باطل تھا مگر مزید بنیان کے لئے اس آیت میں توضیح فرمادی ہے'' (۴)

یہ تو مشرکین کی بات رہی اب ذرا خوارج کی داستان امام بخاری رضی اللہ عنہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ امام بخاری لکھتے ہیں۔ وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الیٰ آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین'' (۵) یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خوارج کو تمام مخلوق خدا سے زیادہ شریر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ انہوں نے کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیت مومنوں پر چسپاں کردی ہیں۔

قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور تاقیامت اسی زبان میں پرھا جاتا رہے گا یہ اور بات ہے کہ دنیا کے ہر خطے اور علاقے میں مسلمان آباد ہیں اور سب قرآن پرھتے ہیں، بالفاظ دیگر قرآن پڑھنے والوں میں اکثریت عجمی یعنی غیر عربی حضرات کی ہے لہذا قرآن پاک کو مفاہم و مطالب حتی الامکان وہ اسی وقت تک سمجھ سکتے ہیں جب قرآن کا ترجمہ ان کی زبان میں ہو، اسی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے برصغیر میں بہت حضرات نے قرآن پاک کا ترجمہ کئے جس میں بعض مصروف ہوئے اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا کہ کنزالایمان کے قبل برصغیر میں اردو تائم موجود تھے پھر کنزالایمان کی کیا ضرورت تھی۔ غالبا اسی جرورت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مولانا عبدالمبین نعمانی لکھتے ہیں'' آپ سے قبل بھی فارسی اردو میں قرآن پاک کے تراجم کئے گئے لیکن قلت تامل یا کم علمی کے باعث ہر ایک میں فحش غلطیاں درآئیں، زیادہ تر لوگوں نے محض ڈکشنری سامنے رکھ کر ترجمہ کردیا، تفاسیر کو یا تو دیکھنے کی زحمت نہ کی یا چند ایک تفاسیر پر سرسری نظر ڈال کر بیٹھے رہے اور ترجمہ قرآن کا نہایت اہم جان کاہ اور عظیم کام کرنا شروع کردیا۔ نتیجے کے طور پر قرآن کی ترجمانی کا سچہ فریضہ انجام نہیں دیا جاسکا خدائے قدیر ہزار ہا ہزار رحمتیں نازل فرمائے امام علم وفن سید نا سرکار اعلیٰ حضرت محدث دہلوی قدس سرہ پر جنہوں نے بھرپور علمی صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور تائید غیبی کے سہارے ایسا اچھوتا ترجمہ کردیا کہ پیش رو

تمام تراجم پھیکے پڑ گئے۔" (۶)

ان ہی ضروریات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمہ اللہ علیہ کے اصرار پر اعلیٰ حضرت نے قرآن پاک کے ترجمہ کا آغاز فرمایا اور سن ۱۳۳۰ھ اور مطابق ۱۹۱۱ء میں مکمل فرما دیا اور سال کی مناسبت سے اس کا نام "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" (۱۳۳۰) رکھا۔

کنز الایمان کی اشاعت اعلیٰ حضرت کی حیات ہی میں غالباً ۱۹۱۸ء میں مراد آباد سے پہلی فعہ ہوئی پھر صدر الافاضل سید نعیم الدین قدہ سرہ کے حاشیہ کے ساتھ مراد آباد سے شائع ہوا، بعدہ مختلف ایڈیشن مختلف مقامات سے شائع ہوتے رہے اور ہر جانب سے پذیرآئی ہوتی رہی، اپنے اور مخالفین سبھوں نے کنز لایمان کی اہمت وافادیت کو تسلیم کیا اور اپنی اپنی بساط بھر تعریف کی کہ کنز الایمان ہر اعتبار سے خوب سے خوب تر ہے۔

علامہ طاہر القادری رقم طراز ہیں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن سامنے ہوتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح قرآن کا اپنا ایک اسلوب ہے جو نہ تحریر نہ تقریر (۷) بلکہ ایک جداگانہ اور منفرد اسلوب اس طرح طرح قرآنی اسلوب بیان کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی اسی طرح یہ ترجمہ بھی بے نظیر و بے مثال ہے (۸) پروفیسر مسعود احمد نقشبندی رقم طراز ہیں "وہ (اعلیٰ حضرت) ایک باخبر ہوش مندار بادب مترجم تھے ترجمہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مام احمد رجانے آنکھیں بند کر کے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآنی مجامین اور متعلقات قرآن ان کے سامنے ہوتے تھے۔ (۹)

پروفیسر موصوف کے قول کی تائید وتوثیق ملک شیر محمد اعوان آج کالاباغ پاکستان کے اقوال سے بھی ہو رہی ہے (۱۰)

جب کنز الایمان کی مقبولیت عوام وخواص میں بڑھ گئی تو اسے دیکھ کر مخالفین چراغ پا ہو گئے اور اس مقبولیت کو ختم کرنے کے لئے طرح طرح کی سازشیں رچنے لگے کہ کسی طرح عوام وخواص کی سفارش پر ابو ذہبی کی حکومت نے کنز الایمان پر پابندی لگادی پھر کیا تھا اس پابندی سے اٹھاتے ہوئے برصغیر میں کنز الایمان کی مخالفت میں کتب ورسائل ومقالات لکھنے کا مخالفین نے جو سلسلہ شروع کئے وہ آج تک جاری وساری ہے مگر کنز الایمان کا خاص اعجاز کہا جائے کہ اس پابندی کی مخالفت کرنیوالے جہاں علماء اہل سنت ہیں وہیں مخالفین کے سرکردہ علماء، اءاور غیر جانب دار ارباب علم ودانش اور عالم اسلام کے ادم بہ دم کوئی کاروائی کرنے میں اس لئے تامل کریں کہ آقائے ادبی نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرزور ترجمے پر پابندی لادیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلام کا گنجینہ ہے:

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں　　　جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ہاں تو میں عرض کرر ہا تھا کنزالایمان کی مخالفت میں مقالات اور کتابیں لکھی جانے لگیں، ان ہی کتابوں میں سے ایک کتاب ''کنزالایمان پر پابندی کیوں؟'' ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی کی ہے، یہ کتاب ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ادارہ اشاعت المعارف ریگل روڈ فیصل آباد (پاکستان سے اس، درج نہیں) شائع ہوئی ہے۔ کتاب کی نوعیت یہ ہے کہ شروع میں مؤلف کا خط بنام شاہ فہد، ''سوچنے کی باتیں'' کے عنوان سے مؤلف کا ذہنی خلجان، حکومت کی جانب سے جاری پابندی کے سرکلر کی فوٹو کاپی اردو اور عربی میں پھر اخیر میں مولانا اخلاق حسین دہلوی کا مضمون، ''بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ'' ہے۔

چونکہ اخلاق حسین دہلوی کے مضمون کا جائزہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن، شرر مصباحی اور غالباً ڈاکٹر مجید اللہ قادری (کراچی) نے لیا اس لئے تکرار سے اجتناب کرتے ہوئے راقم مؤلف کی تحریر تک اپنی گفتگو کرے گا۔

مؤلف کا خط بنام شاہ فہد دو صفحات کے نذر ہے۔ خط میں امام احمد رضا کو مبتدع اور بانی تکفیر کہا گیا ہے اور عبدالعزیز بن سعود کی بے جا قصیدہ خوانی کی گی ہے یہ اور بات ہے اس کا مطلب صرف اور صرف چاپلوسی ہے۔ اس مطلب صرف اور صرف چاپلوسی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، پھر اہل سنت کو صبح جیسی عظیم عبادت سے محروم رکھنے کا ناپاک مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔ یوں سمجھیں کہ خط کے سطر سطر سے اختلاف وانتشار اور گمراہیت اور لادینیت ٹپک رہی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ واقعی صاحب کنزالایمان بانی تکفیر ہیں یا محض الزام ہے، اس سوال کے جواب میں راقم اپنی جانب سے کچھ تحریر کرنے سے بہتر مقتدر علماء کے اقوال وتاثرات نذر کرنا بہتر سمجھتا ہے، اس سلسلے میں پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں ''کہا گیا کہ وہ (اعلیٰ حضرت) تکفیر مسلم میں بے باک تھا حالانکہ اس نے عالم اسلام کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو چند علماء کے ہاتھوں کافر ومشرک ہونے سے بچالیا، البتہ ان چند علماء کا خوب تعاقب کیا ہے جن عقیدے کے مطابق ایک دو نہیں عالم اسلام اور دنیا کے کروڑوں مسلمان کافر ومشرک قرار پارہے تھے (۱۲)

پروفیسر موصوف مزید لکھتے ہیں ''حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی نے معصوم اور انجان مسلمانوں کے خلاف فتویٰ تکفیر نافذ نہیں، بلکہ معدودے چند باہوش اور باشعور انسانوں کی گرفت کی اور جب اتمام حجت کیا جاچکا اور اصلاح کے سارے راستے بند ہوگئے تو شرعی فیصلہ نافذ کیا اور یہ فرض تھا جو بحیثیت ایک عالم دین ان پر عائد ہوتا تھا (۱۳)

ڈاکٹر سید نظیر حسنین زیدی اس الزام کی تردید میں لکھتے ہیں ''فاضل بریلوی کو بدنام کیا ہے حالانکہ فتاویٰ رضویہ میں ہزاروں دوسرے فتوے بھی ہیں اور نہایت محققانہ، ان سے ہر مفتی استفادہ کرتا

ہے مگر نام نہیں لیتا ایسی احسان فراموشیک ہے جس کا ظہور مخالفین کی طرف سے زیادہ ہوتا ہے (۱۴)

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری لکھتے ہیں ''اگر بعض بے ادبانہ کلمات کو جوش توحید پر محمول کیا جا سکتا ہے تو تکفیر کو بھی محنت وادب کا تقاضا قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کو اس معاملے (تکفیر) میں معذور سمجھتا ہوں لیکن یہ حق صرف اس کے لئے مخصوص جانتا ہوں جو فاضل موصوف کی طرح فنافی الحب والادب ہو'' (۱۵)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ تکفیر کا الزام صاحب کنزالایمان پر لگانا صرف اور صرف الزام، الزام، الزام ہے جس حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

خط کے بعد سات صفحات پر ''سوچنے کی باتیں'' کے عنوان سے مؤلف کا ذہنی خلجان اور گمراہیت کی داستان ہے اور سب کا ماحصل اور لب لباب یہ کہ کنزالایمان میں تحریف معنوی کا جرام ہے اور اس سے شرک و بدعت کا فروغ ہوگا چونکہ وہ انگریزوں کے آلہ کار تھے اس لئے انہوں نے انگریزوں کے اشارے پر اسلام کی مخالفت میں اسلاف کے تراجم کی مخالفت کرتے ہوئے ترجمہ کیا اس لئے پابندی لگنا درست اور مناسب ہے۔ موصوف کی تحریر سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ

(۱) کنزالایمان میں معنوی تحریف ہوئی ہے۔

(۲) صاحب کنزالایمان انگریزوں کے حامی تھے۔

(۳) کنزالایمان اسلاف کے تراجم کا مخالف ہے۔

(۱) کنزالایمان میں تحریف معنوی ہوئی ہے یا نہیں اس سلسلے میں جمعیت اہل حدیث پاکستان، امیر استاد سعید بن یوسف کرزئی کی شہادت کافی ہے موصوف لکھتے ہیں ''میں نہایت وضاحت کے ساتھ کہوں گا کہ الم سے لے کر والناس تک ہم نے کنزالایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہیا اور نہ ہی ترجمے میں کسی قسم کی غلط بیانی کو پایا ہے۔ نہ کسی بدعت اور شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار بار اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانیوالی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علوشن، تقدس وعظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر کھا گیا ہے جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علما کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا، شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین امام الانبیا علیہ السلام:

زبان پہ بار خدا یا یہ کس کا نام آیا ہے
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لئے

سے ہے یا جن میں آپ سے خطاب کیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا خان نے یہاں بھی وروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحب ماینطق عن الھوی اور ورفعنا لک ذکر کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے" (۱۶)

موصوف مخالفین کنز الایمان کی خبر لیتے ہوئے لکھتے ہیں "ہمیں حیرت ہوتی ہے وہ عقل کے اندھے جو کہ آج کنز الایمان پر پابندی کے مطالبے کر رہے ہیں، انہیں خود اپنی آنکھ کا شہتیر نظر کیوں نہیں آتا؟ کیا مقام مصطفی ﷺ کی توہین نہیں ہے کہ ان کو بلا سوچ سمجھے (نعوذ باللہ) گناہ سے استغفار کا حکم دیا جائے، حیرت اور افسوس ہے ان اصحاب بصیرت پر جن کی علمیت پر کسی قسم کا اعتراض کیا جا سکتا مگر وہ کردار میں ابوجہل نظر آتے ہیں" (۱۷)

(۱۲) صاحب کنز الایمان انگریزوں کے حامی تھے؟ اس الزام کا بھی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، جس شخص کے اقوال وافکار انگریز مخالف ہوں اس کو انگریز کا حامی کہنا کسی اعتبار سے درست نہیں، بلکہ قابل مذمت ہے، اس الزام کے سلسلے میں پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں "غالبا یہ الزام تحریک خلافت (۱۹۹۹) اور تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) کی مخالفت کی وجہ سے لگا جو انگریزوں کے خلاف چلائی گئی تھی" (۱۸)

موصوف دونوں تحریکوں کی مخالفت کے بارے میں رقم طراز ہیں "دوسری جنگ عظیم جس میں انگریزوں کے خلاف لڑ رہے تھے، برطانیہ حکومت کو ہندوستانی فوجیوں کی ضرورت پڑی انہوں نے سیاسی لیڈران سے وعدہ کیا کہ اگر ہم جیت گئے تو ہندوستانیوں کو محدود قسم کی آزادی دے دیں گے چنانچہ مسٹر گاندھی اور مولانا محمد علی نے فوجی بھرتی میں اپنی انتھک کوشش کی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو بھرتی کرایا، ان مسلمان فوجیوں نے جا کر ترک باجیوں کا خون بہایا، جب برطانوی حکومت جنگ جیت گئی تو وعدے سے پھر گئی اس لئے اس کو مزہ چکھانے کے لئے تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک موالات چلائی گئی، کل جو لیڈر ترکوں کے خلاف لڑنے کے لئے فوجی بھرتی کرا رہے تھے آج وہی لیڈر ترکوں کی محافظ و حامیت کا دم بھر رہے تھے۔ سیاست میں عقل کو دخل نہیں، جذبات کو بھڑکا کر عقل اندھی کر دی جاتی ہے، مگر امام احمد رضا کی عقل بیدار تھی ان سے سیاسی بازی گروں کا خون آشام تماشا دیکھا نہ گیا اور انہوں نے ان کے رازوں کی طشت از بام کرنا شروع کیا اس کی سزا یہ ملی کہ ان پر انگریزوں سے دوستی اور انگریزوں کی حمایت کا الزام لگایا گیا جو قطعی بے بنیاد الزام ہے" (۱۹)

سید الطاف علی بریلوی رقم طراز ہیں "سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلا شبہ حریت پسند تھے، انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی، شمس العلماء قسم کے خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں صاحب و مصطفی رضا

خاں کو کبھی تصور بھی نہ ہوا'' (۲۰)

اس الزام کے متعلق ذرا اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ملاحظہ کیا جائے۔ سن ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں لکھنو سے ایک استفتاء آیا کہ نصاریٰ کی کچہریوں کو عدالت اور آج کل کے حکام کو عادل کہنا بہت سخت ہے اور فقہاء نے کفر تک فرمایا ہے دریافت طلب یہ ہے کہ حکم کفر مسئلہ مفتی بہا ہے؟ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''عدالت بہ طور علم رائج ہے، معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہذا تکفیر ناممکن، البتہ عادل کہنا ضرور کلمۂ کفر ہے مگر محض بروجہ گوش آمد ہوتا ہے لہذا تجدید اسلام و نکاح کافی، ہاں خلاف ماانزل کو اعتقاداً عدل جانے قطعاً وہی کفر ہے کہ من شک کفرہ فقد کفر'' (۲۱)

حضرت مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں سے نفت کا آنکھوں دیکھا حال نقل کرتے ہیں کہ ایک دن (اعلیٰ حضرت) بعد نماز عصر تفریح کے لئے بگھی پر گئی کیرج فیکٹری کی طرف نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے اپنے کواٹروں کی طرف جا رہی تھی انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا ''کم بخت بالکل بندر ہیں'' اس واقعہ کی تائید و توثیق اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہو رہی ہے کہ فرماتے ہیں ''قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی، مجوس خواہ نصاریٰ خوہ ہنود، اور سب سے بدتر مرتدان عنود'' (۲۲)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بات آفتاب نصف النہار کے مثل عیاں ہو جاتی ہے صاحب کنزالایمان کا انگریز یا انگریزی حکومت سے کسی طرح کے تعلقات نہ تھے، مزید برآں کہ یہ کہ الزام بھی خوب ہے کہ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ فاضل بریلوی انگریز کے حامی تھے اور دوسری طرف کہا جاتا ہے ''خود بریلوی نے کہا کہ جس نے انگریزی ٹوپی (ہیٹ) پہنی وہ بلاشبہ کافر ہے'' (۲۳) اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو انگریز کا حامی ہوگا وہ اس طرح کی بات کہے گا؟

(۳) کنزالایمان اسلاف کے تراجم کا مخالف ہے؟ اس سوال کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب عالم اسلام کی سب سے بڑی یونیورسٹی جامعہ ازہر مصر کے سربراہ محمد سید طنطاوی اور ان کے زیر نگرانی چلنے والے تحقیقی ادارے مجموعی البحوث الاسلامیہ (مرکز و تحقیقات اسلامی) نے کنزالایمان نے کئی ماہ کی بحث و تمحیص اور تنقیدی جائزے کے بعد اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک قابل اعتماد ترجمہ قرار دیا ہے اور اردو داں عامۃ المسلمین کے استفادہ کے لئے اس کی نشر و اشاعت کو فروغ دینے کی ترغیب دی ہے۔ (۲۴) تو پھر ہما شما کے یہ کہنے دینے سے کہ کنزالایمان اسلاف کے تراجم کا مخالف ہے کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔

''چند باتیں'' کے حکومت کی جانب سے شائع پابندی کے سند کی فوٹو کاپی اردو اور عربی میں

دو صفحات کے نذر ہے بعدہ '' چند اغلاط تحریف قرآن' عنوان ہے، مؤلف کتاب نے سولہ آیتوں کا نشان دہی کر کے اعتراض کیا ہے کہ صاحب کنز الایمان نے ان آیتوں کے ترجمہ میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا جو کہ کسی دوسرے مفسر نے نہیں کیا ہے۔ اس اعتراض سے قبل مؤلف کا طفلانہ و بچکانہ اعتراض کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف نے سورہ نساء آیت نمبر ۱۰۵/انا انزلنا الیک الکتاب بالحق، اور رتل ما اوحی الیک (پ۲۱ عنکبوت آیت نمبر ۴۵) کے متعلق لکھا ہے ان آیتوں میں اے محبوب'' کسی عربی لفظ کا درجہ نہیں۔ حالانکہ صاف نظر آرہا ہے کہ مذکورہ دونوں آیتوں میں واحد حاضر کی ضمیر ہے، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ واحد حاضر کی ضمیر کا مرجع حضور ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے یا کسی مفسر نے دوسرے کو اس ضمیر کا مرجع قرار دیا ہے، ہر گز ہر گز دوسرے کو اس مرجع مفسرین نے قرار نہیں دیا ہے، جب اس ضمیر سے حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہی مرد ہیں تو اے محبوب ترجمہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ عشق رسول اور رفعت رسول کا واضح ثبوت ہے۔

ہاں تو بات تھی، اسلاف کے ترجمے سے مغائرت کی تو اس سلسلے میں یہ بات دھیان میں رہے کہ ترجمہ میں اصل چیز مفوہم ہے لفظ میں تغیر و تبدیل ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے مولانا عامر عثمانی نے ایک سوال کے جواب میں بری اچھی بات کہی ہے، موصوف لکھتے ہیں '' مولانا احمد رضا خاں بے شک اس مکتب فکر کے شیخ ہیں جس سے آپ '' مخالف کنز الایمان' کو بعض معتقدات میں سخت اختلاف ہو گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ ان کی سیدھی بات میں بی ٹیرھی نکالا جائے قرآن کے ترجمہ میں ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ مترجم نے مفہوم قرآن کو بدلا تو نہیں۔ الفاظ تو ہر مترجم اپنے الگ ہی لکھے گا اصل چیز ہے مفہوم و مصداق، یہاں صاف کہ لفظ احسان نے مفہوم میں کوئی اثر نہیں ڈالا'' (۳۵)

مؤلف نے جن آیات کو پیش کیا ہے ان آیت کے ترجمے کی تائید و توثیق اسلاف کے تراجم سے ہوتی ہیں جیسا کہ اہل علم بخوبی واقف ہیں، اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو ضروری اس لئے نہیں ہے کہ علمائے اہل سنت نے اس پر سیر گفتگو حاصل کی ہیں مگر مثال کے طور پر ایک آیت کی تائید میں خود مخالفین کے ترجمے کو پیش کیا جارہا ہے۔ مؤلف کتاب نے '' نبی'' کا معنی '' اے غیب کی خبر بتانے والے'' پر اعتراض کیا ہے، حالانکہ اس ترجمہ کا تائید مولانا اشرف علی تھانوی اور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں کے ترجمے اور تفسیر سے بھی ہو رہی ہے۔

'' غیب جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں مگر اپنے برگزیدہ پیغمبر کو'' (۲۶) نواب وحید الزماں، سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۲ '' علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ عظما'' کے

ترجمہ کرتے ہیں ''اور جو تو نہیں جانتا تھا وہ تجھ کو سکھایا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ کو پر بڑا فضل ہے اور اس کے حاشیے میں لکھتے ہیں ''شریعت کے احکام یا آئندہ کی خبریں، منافقوں کے دلوں کی باتیں'' (۲۷)

مؤلف اپنی تحریر سے قاری کو یہ تاثر بھی دینا چاہتے ہیں کہ وہ اور ان کی جماعت کشادہ ولی اللہی فکری اور اور ان کے صاحبزادگان سے گہرا تعلق ہے حالانکہ وہ جس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اس جماعت کے عقائد و نظریات سے شاہ صاحب کے نظریات کا مغائر و مخالف ہے اس کی شہادت مولانا انظر شاہ کشمیری کی زبانی ملاحظہ فرمائیں موصوف لکھتے ہیں:

''پس میرے نزدیک دیوبندیت خالص ولی اللہی فکر بھی نہیں فکر بھی نہیں اس لئے دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورہ بالا دو (مولانا قاسم و مولانا رشید احمد گنگوہی) عظیم انسانوں سے کرتا ہوں، اور دیوبندیت کو ولی اللہی فکر کا ایک سر چشم قرار دینے مجھے تامل ہے نیز شیخ عبدالحق کا فکر کلیہ ''دیوبندیت سے زور نہیں کھاتا، غالباً میری یہ بات برسوں چونکا دینے والی ہو مگر اس موقع پر ایک جلیل اور صاحب نظر عالم کی رائے میں اپنے لئے پناہ ڈھونڈتا ہوں، سنا ہے کہ حضرت انور شاہ کشمیری مرحوم فرماتے تھے ''شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعت وسنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا، بس اس اجمال میں ہزار ہا تفصیلات ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے۔'' (۲۸)

حاصل کلام یہ کہ کنز الایمان پر پابندی کے سلسلے میں لکھی گئی یہ کتاب عناد و دشمنی کی واضح دلیل ہے۔ اور سارے اعتراضات بے بنیاد ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کنز الایمان اور صاحب کنز الایمان کو دشمنان اسلام کے نظر بد سے محفوظ فرمائے اور اس کا فیضان جاری و ساری کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

## حواشی و تعلیقات

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے شرح العقائد، علامہ سعد الدین تفتازانی، مطبوعہ دیوبند ص ۵۷ تا ۵۹

(۲) قرآن پاک، پارہ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت نمبر ۹

(۳) القرآن: یونس: ۳۷

(۴) حاشیۂ کنز الایمان بنام خزائن العرفان، از سید مولانا نعیم الدین مراد آبادی، ص:

(۵) صحیح البخاری، از امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ج دوم ص: ۱۰۲۴

(۶) رضا شاہی، مرتب واحد نظیر، مطبوعہ پٹنہ، مولانا عبدالمبین نعمانی کا مضمون کنز الایمان کا لسانی جائزہ: ص ۴۹

(۷) دراصل مولانا ابوالعلی مودودی پر تنقید بھی ہے کہ وہ لکھتے ہیں ''ایک وجہ اور بڑی وجہ لفظی ترجمہ کے غیر موثر ہونے کی یہ ہے کہ قرآن کا طرز بیان تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے اگر اس کے منتقل کرتے وقت تقریری کی زبان کو تحریری کی زبان میں تبدیل نہ کیا جائے اور جوں کا توں اس کا ترجمہ کرڈالا جائے تو ساری عبارت غیر مربوط ہوکر رہ جاتی ہے'' مقدمہ تفہیم القرآن ج،۱ ص،۸ مکتبہ لاہور سن ۱۹۶ بحوالہ رضا کراچی سالنامہ،۲۰۰۴ء

(۸) معارف رضا: سالنامہ کراچی ۲۰۰۸ء ص،۳۸

(۹) سہ ماہی رفاقت، پٹنہ اپریل تا جون ۲۰۰۶ء ج ۴ شمارہ ۲۔

(۱۰) معارف رضا سالنامہ کراچی ۲۰۰۸ء ص،۲۸

(۱۱) رضا شناسی: ص ۵۰

(۱۳) ایضا: ص،۸۰

(۱۴) ایضا: ص،۸۰

(۱۵) ایضا: ص،۸۰

(۱۶) رضا شناسی: ص،۵۴

(۱۷) ایضا: ص:۵۵

(۱۸) مقدمہ ''البریلویت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، پروفیسر مسعود احمد، ص:۲۴

(۱۹) ایضا: ص،۲۵

(۲۰) جہاں رضا، مؤلف مرید احمد چشتی ص ۱۱۸، بحوالہ بریلویت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۲۶۸

(۲۱) فتاوئی رضویہ: ج:۶ ص، ۱۱۶

(۲۲) اکرام امام احمد رضا: مفتی محمد برہان الحق ص ۹۱ بحوالہ البریلویت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص،۲۶۸

(۲۳) البریلویت: احسان الٰہی ظہیر، ص ۲۰۸ بحوالہ ایضا

(۲۴) تفصیل کے لئے دیکھئے سہ ماہی رفاقت ض ۴ شمارہ ۲ اپریل تا جون ۲۰۰۶ء

(۲۵) تجلی دیوبند ڈاک نمبر دسمبر ۱۹۷۲ء بحوالہ سہ ماہی رفاقت

(۲۶) قرآن مجید مترجم، اشرف علی تھانوی، ص،۶۹۴، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

(۲۷) ترجمہ قرآن، از نواب وحید الزماں ص ۸۸ مکتبہ سلام لاہور

(۲۸) البلاغ کراچی بحوالہ دار العلوم دیوبند کا بانی کون؟ ص ۱۶۶ تا ۱۷۳

---

## باب پنجم

# کنزالایمان: لسانی وادبی مطالعہ

# کنزالایمان جمالیاتی ادب کا شاہکار

■ علامہ ارشد القادری

آج ہم اردو ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" کے محاسن کا تین رخ سے جائزہ لینا چاہتے ہیں
کہ یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ فکر، تعبیر اور زبان کے رخ سے دوسرے اردو تراجم کے
میان کنزالایمان کا مقام امتیاز و اعتبار کیا ہے۔

پہلا رخ........ترجمے میں قرآن کے نصوص و مضمرات کی رعایت

دوسرا رخ........ترجمے میں اختصار اور جامعیت

تیسرا رخ........شگفتہ زبان

اس مختصر تمہید کے بعد اب آیئے "ترجمے میں قرآن کے نصوص و مضمرات کی رعایت" کے
خ سے ہم کنزالایمان کا ایک علمی اور فکری جائزہ لیں۔ اس عنوان پر نمونے کے طور پر ہم کنزالایمان
ے صرف پانچ مقامات کی نشاندہی کریں گے۔ اسی کے ساتھ کنزالایمان کا دوسرے تراجم کے ساتھ
ب تقابلی خاکہ بھی پیش کریں گے تاکہ کنزالایمان کے فاضل مترجم کی فکری بصیرت، فن تفسیر میں
وخ، ذہنی استحضار اور قرآن کے نصوص و مضمرات اور اسلوب بیان پر ان کا گہرا مطالعہ اچھی طرح
ضح ہو جائے۔

## ہلا رُخ

جمے میں قرآن کے نصوص و مضمرات کی رعایت

پہلا مقام: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶ ملاحظہ فرمائیں۔ مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ"۔

اس آیت کریمہ کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی نے یوں کیا ہے:

"بے شک جو کافر ہو چکے ہوں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ
رائیں، وہ ایمان نہیں لاویں گے"۔

مولانا محمود الحسن صاحب نے ترجمہ یوں کیا ہے:

بے شک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں، برابر ہے ان کو ڈرائیے یا نہ ڈرائیے وہ ایمان نہ لائیں گے۔

مولانا فتح محمد جالندھری نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:

جو لوگ کافر ہیں، انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لئے برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لانے کے۔

ان سارے ترجموں کا حاصل یہ ہے کہ کافروں تک کلمۂ حق کی دعوت پہنچائی جائے یا نہ پہنچائی جائے وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ان ترجموں پر کوئی بھی اسلام کا معاند دو طرح کا اعتراض کر سکتا ہے۔

پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ جب کافروں کے لئے نصیحت وانذار بالکل بے نتیجہ ہے تو پھر اسلام میں ایک تبلیغی نظام کے قیام کا کیا مقصد ہے؟ اور جب وہ حسب فرمان خداوندی ایمان ہی نہیں لائیں گے تو کافروں میں تبلیغ و دعوت کی اب ضرورت کیا ہے؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں لاکھوں کافروں کو دعوت وانذار اور معجزات وکرامات کے ذریعہ جو ایمان لاتے دیکھا گیا ہے، تو ان واقعات کا تعلق لَا یُؤْمِنُوْنَ کے ساتھ کیونکر جوڑا جا سکتا ہے۔ کیا معاذ اللہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کافروں نے ایمان لا کر آیت کی تکذیب کر دی۔

معزز حضرات! یہ دونوں اعتراض یہاں صرف اس لئے وارد ہوئے کہ مترجمین نے قرآن حکیم کے مضمرات کو نظر انداز کر دیا۔ اگر انہوں نے ایمان نہ لانے والے کافروں کے گروہ کو کسی لفظ سے ممیز کر دیا ہوتا تو آیت کی مراد بالکل واضح ہو جاتی۔ یہ ذمہ داری بہر حال انہی حضرات کی تھی کہ قرآن کے اسلوب بیان اور اصول مضمرات کی روشنی میں یہ جاننے کی کوشش کرتے کہ لَا یُؤْمِنُوْنَ کا تعلق کس طرح کے کافروں کے گروہ سے ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد اب آئیے امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ انہوں نے ترجمے میں قرآن کے نصوص و مضمرات کو کس طرح ملحوظ رکھا ہے۔ موصوف کا ترجمہ یہ ہے۔

”بے شک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے، انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ، وہ ایمان لانے کے نہیں۔“

انصاف کیجئے! صرف ایک لفظ نے قرآن کی مراد کو اس طرح واضح کر دیا کہ اب کسی بھی معاند کے لئے اعتراض کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ اسلام کا تبلیغی نظام بھی اپنی جگہ برقرار اور بامقصد رہا، دعوت و تبلیغ کا دروازہ بھی بند نہ ہوا اور جو کافر ایمان لے آئے۔ انہیں لَا یُؤْمِنُوْنَ کی تکذیب کے لئے پیش کئے جانے کے امکانات کا دروازہ بھی ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ کیونکہ ایمان

لانے کے بعد ان کے حق میں یہ بات متحقق ہوگئی کہ ان کی قسمت میں کفر نہیں تھا۔اور دعوت و تبلیغ کا دروازہ یوں کھلا رہا کہ داعی کو کسی بھی کافر کی قسمت کا حال معلوم نہیں، اس لئے ہر کافر تک کلمۂ حق کی دعوت اس نے اس امید پر پہنچائی کہ شاید یہ ایمان قبول کر لے، کیونکہ داعی کے ذمہ صرف دعوت وابلاغ ہے وہ نتیجے کا ذمہ دار نہیں۔

اب اس مقام پر آپ ہم سے ایک سوال کر سکتے ہیں کہ کنزالایمان کے مصنف نے ''قسمت'' کا لفظ کہاں سے نکالا ہے، جب کہ آیت میں کوئی لفظ اس مفہوم پر دلالت نہیں کرتا۔ میں عرض کروں گا کہ اگر چہ لفظا کوئی دلالت نہیں ہے لیکن اس کے سیاق میں یہ مفہوم ضرور چھپا ہوا ہے۔ کیونکہ اس آیت کے بعد ہی ''خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ...کی آیت آرہی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کردی ہے۔ یہاں ''مہر کرنے'' کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ان سے سمجھنے اور سننے کی قوت سلب کر لی ہے، بلکہ یہ ان کی اس حالت کی ایک تعبیر ہے کہ کفران کے دلوں میں اس طرح راسخ ہوگیا ہے کہ اب ان کے اندر حق سننے اور حق کے سمجھنے کی استعداد ہی نہیں رہی ۔اور دعوت حق کے انکار میں ان کے دل اتنے سخت ہوگئے ہیں کہ ہدایت کے تمام راستے انہوں نے اپنے اوپر بند کر لئے ۔اس طرح اب کفران کا مقدر بن گیا۔اسی مفہوم کو کنزالایمان کے مصنف نے اس فقرے میں ادا کیا کہ ''جن کی قسمت میں کفر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے''۔

## دوسرا مقام:

تحویل قبلہ کے سلسلے میں سورۂ بقر کی آیت نمبر ۱۴۳ ملاحظہ فرمائیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ''

اس آیت کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ کیا ہے:

''اور جس (سمت) قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس لئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے''۔

اور مولانا محمود الحسن کا ترجمہ یہ ہے:

''اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں''۔

مندرجہ بالا دونوں ترجموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کو معاذ اللہ مستقبل کا علم نہیں ہے، کیونکہ ان ترجموں سے نہایت صراحت کے ساتھ یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بیت المقدس کو قبلہ بنانے سے پہلے

خدا کو علم نہیں تھا کہ قبلہ بنائے جانے کے بعد کون رسول کی پیروی کرے گا اور کون منحرف ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ سب کا عقیدہ ہے کہ "عالم الغیب" ہونے کی حیثیت سے خدا کو ہر اس بات کا علم ہے جو اب تک واقع نہیں ہوئی، اور اسی کا نام "علم غیب" ہے۔

حضرات! ان ترجموں پر یہ اعتراض اس لئے وارد ہوا کہ مترجمین نے لنعلم کا ترجمہ کرتے ہوئے اس نکتے کی طرف دھیان نہیں دیا کہ خدا کے لئے کسی واقعہ کا علم اس کے واقع ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ پیروی کرنے والوں اور منحرف ہونے والوں کا علم اس وقت بھی تھا جب کہ بیت المقدس قبلہ نہیں بنا تھا۔

اتنی تفصیل کے بعد اب آپ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ایمان افروز ترجمہ ملاحظہ فرمائیے اور غور فرمائیے کہ خدا کے عالم غیب ہونے کی صفت کو انہوں نے کس طرح ملحوظ رکھا ہے۔ موصوف کا ترجمہ یہ ہے:

"اے محبوب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے، وہ اسی لئے ہم نے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے"۔

انصاف فرمائیے! صرف ایک لفظ نے ترجمے کو کتنا مؤدب اور باشرع بنا دیا ہے۔ اس ترجمے کا حاصل یہ ہے کہ علم تو خدا کو پہلے ہی سے تھا کہ قبلہ بن جانے کے بعد کون رسول کی پیروی کرے گا اور کون الٹے پاؤں پھر جائے گا، لیکن قبلہ بن جانے کے بعد وہ دیکھنا بھی چاہتا ہے کہ کون تابعداری کرتا ہے اور کون منحرف ہوتا ہے۔ یوں بھی کسی واقعہ کو دیکھنے کا مفہوم، واقعہ کے واقع ہونے پر ہی صادق آتا ہے، لیکن کسی واقعہ کے ساتھ علم کا تعلق اس کے واقع ہونے سے پہلے بھی ہو سکتا ہے۔

یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ سارے مترجمین میں مولانا مودودی وہ تنہا مترجم ہیں، جنہوں نے اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی متابعت یا موافقت کی ہے۔ واضح رہے کہ کنز الایمان کی تصنیف و اشاعت کی تاریخ "تفہیم القرآن" سے سالہا سال پہلے کی ہے۔ مولانا مودودی کا ترجمہ یہ ہے:

"پہلے جس طرف تم رُخ کرتے تھے، اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لئے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے"۔

## تیسرا مقام:

سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۱۰ ملاحظہ فرمائیں:

حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔

اس آیت کا ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری نے یہ کیا ہے۔

''یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ (اپنی) مدد کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی، اس میں وہ سچے نہ نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آئی''۔

مولانا تھانوی کا ترجمہ یہ ہے:

''یہاں تک کہ جب پیغمبر اس بات سے مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی تو ان کو ہماری مدد پہنچی''۔

اور مولانا محمود الحسن صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''یہاں تک کہ جب مایوس ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا تو پہنچی ان کو ہماری مدد''۔

یہ سارے ترجمے جس بھیانک اعتراض کی زد پر ہیں، وہ یہ ہے کہ پیغمبروں نے خدا کی مدد اترنے کے سلسلے میں اپنی قوم سے جو وعدہ کیا تھا وہ وحی الٰہی پر مبنی تھا، اس لئے ان کے متعلق یہ کہنا کہ انہیں اپنے بارے میں گمان ہونے لگا کہ وہ سچے نہیں ہیں، یا یہ کہنا کہ ان کے فہم نے وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی کی، یا یہ کہنا کہ وہ خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا.... یہ ساری باتیں رسولوں کی جناب میں سخت تنقیص شان کا موجب ہیں۔ انبیاء اگر اپنے آپ کو سچا نہ سمجھیں تو اپنی قوم سے وہ کیونکر مطالبہ کر سکتے ہیں کہ وہ انہیں سچا سمجھیں۔

اور انبیاء سے اگر وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی واقع ہونے لگے تو پھر تو منصب نبوت کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اور یہ ترجمہ تو وحی الٰہی کے مقصد کی بنیاد ہی کو منہدم کر دیتا ہے کہ رسول خیال کرنے لگے تھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔ معاذ اللہ انبیائے کرام وحی خداوندی کے بارے میں کبھی یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ جھوٹ ہے۔ یہ انبیاء و مرسلین کی تنقیص شان ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے ان کی تکذیب بھی ہے۔

اب ان وحشتناک ترجموں کے بعد آپ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ایمان افروز ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت موصوف کا ترجمہ یہ ہے:

''یہاں تک کہ جب پیغمبروں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھنے لگے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا تو اس وقت ہماری مدد آئی''۔

سبحان اللہ! کتنا شائستہ، کتنا مؤدب اور کتنا باحرمت ترجمہ ہے.... اس ترجمے میں اس بات کی پوری صراحت ہے کہ رسولوں کو اگر مایوسی بھی ہوئی تو خدا کی طرف سے نہیں بلکہ ظاہری

اسباب کی طرف ہے، اور یہ قطعاً کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ اس ایمان افروز ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ غلط سمجھنے کی نسبت قوم کی طرف ہے، انبیاء و مرسلین کی طرف نہیں ہے، جب کہ پچھلے سارے ترجموں میں غلط سمجھنے کی نسبت خود انبیاء و مرسلین کی طرف کی گئی تھی۔ جس سے ان کی عصمت پر حرف آ رہا تھا۔ اس ترجمے سے اگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قوم نے رسولوں کو جھٹلایا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بدبخت قوموں کا یہ شیوہ ہی رہا ہے کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ہے۔ اس سے منصب رسالت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ البتہ قوموں کی بدبختی ظاہر ہوتی ہے۔

ان سارے مترجمین میں مولانا مودودی وہ تنہا مترجم ہیں جنہوں نے اس آیت کے ترجمے میں امام احمد رضا کی متابعت یا موافقت کی ہے۔ موصوف کا ترجمہ یہ ہے۔

''یہاں تک کہ جب پیغمبر لوگوں سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا تو یکا یک ہماری مدد پیغمبروں کو پہنچ گئی''۔

غور فرمایئے! اس ترجمے میں بھی جھوٹ یا غلط سمجھنے کی نسبت انبیاء کی طرف نہیں ہے بلکہ قوم کی طرف ہے، جبکہ پچھلے ترجموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء ہی سمجھنے لگے تھے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا ہے۔

## چوتھا مقام:

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶۷ ملاحظہ فرمایئے:

''نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ''

اس آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا فتح محمد جالندھری اور ڈپٹی نذیر احمد نے یہ کیا ہے:

''لوگ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا''۔

ان سارے ترجموں پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات نیند اور اونگھ سے پاک ہے، اسی طرح نسیان سے بھی پاک ہے۔ کیونکہ نسیان کا شمار محاسن و کمالات میں نہیں ہوتا، بلکہ نقائص اور عیوب میں ہوتا ہے اور یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے کہ اللہ کی ذات ہر طرح کے عیب و نقص سے پاک ہے۔

ان ترجموں پر یہ اعتراض اس لئے وارد ہوا کہ ان مترجمین حضرات نے فَنَسِيَهُمْ کا ترجمہ کرتے وقت یہ قطعاً محسوس نہیں کیا کہ اللہ کی طرف اس لفظ کی نسبت اپنے حقیقی معنی پر نہیں ہے، بلکہ نسیان کے لفظ سے اس کے لازمی معنی مراد ہیں اور وہ ہے تعلق توڑ لینا۔ اس معنی میں بھولنے کا لفظ

اردو زبان کے محاورے میں بھی مستعمل ہے۔ انہوں نے اپنی ہی زبان کا محاورہ یاد رکھا ہوتا تو ایسا ترجمہ ہرگز نہیں کرتے جو ذات سبوح قدوس کے ہرگز شایان شان نہیں ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد اب امام احمد رضا کا ایمان افروز ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔ موصوف نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

''وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے بھی انہیں چھوڑ دیا''۔

سبحان اللہ! کتنا شائستہ اور نصوص قرآنی کے مطابق ہے یہ ترجمہ!

''اللہ کو چھوڑنے'' کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی اطاعت و بندگی سے منہ موڑ لیا اور ''اللہ نے بھی انہیں چھوڑ دیا'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان سے اپنی رضا اور خوشنودی کا تعلق توڑ لیا۔

انصاف فرمایئے! اس ترجمے میں تنزیہہ و تقدیس کا تقاضا جس حسن ادب کے ساتھ پورا کیا گیا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

## پانچواں مقام:

سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۱ ملاحظہ فرمایئے:

''قُلِ اللّٰہُ اَسۡرَعُ مَکۡرًا''

اس آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ کیا ہے:

''کہہ دو اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلہ''

مولانا محمود الحسن، مولانا فتح محمد جالندھری اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کا ترجمہ یہ ہے:

''کہہ دو اللہ بہت جلد کرنے والا ہے مکر''۔

شاہ رفیع الدین اور مولانا اشرف علی تھانوی نے یوں ترجمہ کیا ہے:

''کہہ دو کہ اللہ چالوں میں ان سے بھی بڑھا ہوا ہے''۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کا ترجمہ یہ ہے:

''کہہ دے اللہ کی چال بہت تیز ہے''

نہایت قلق کی بات یہ ہے کہ لفظ ''مکر'' کا ترجمہ کرتے ہوئے ان سارے مترجمین نے نہ لغت کی طرف مراجعت فرمائی اور نہ سلف کی تفسیروں ہی سے استفادہ کیا ہے۔ بس آنکھ بند کر کے ''مکر'' کا اسی معنی میں ترجمہ کر دیا ہے جن معنوں میں یہ لفظ اردو زبان میں مستعمل ہے۔ ان حضرات نے لغت کی طرف رجوع کیا ہوتا تو انہیں پتہ چلتا کہ لفظ ''مکر'' کی نسبت جب آدمی کی طرف ہوگی تو اس کے معنی دھوکہ، فریب اور چالبازی کے ہوں گے۔ جیسے مَکَرَ اللّٰہُ یا اَمۡکَرَہُ اللّٰہُ کا ترجمہ

ہوگا" اللہ نے اسے مکر کی سزا دی" حوالہ کے لئے دیکھئے "مصباح اللغات، ص ۸۳۲ اور المنجد، ص ۹۷۱۔ المنجد میں المکرة کے معنی تدبیر کرنے کے بھی ہیں۔ حوالہ کے لئے دیکھئے المنجد، ص ۹۷۱۔

لغت کے بعد اب آیئے تفسیروں کی طرف رجوع کریں۔ اس آیت میں مکرا کی تفسیر صاحب جلالین نے مجازاة کے لفظ سے کی ہے یعنی اللہ بدلہ دینے میں جلدی کرتا ہے۔ استاذ محمد حسن حمصی نے اپنی تفسیر میں جو دمشق اور بیروت سے شائع ہوئی ہے مکرا کی تفسیر عقوبة وجزاء سے کی ہے، یعنی اللہ سزا دینے یا بدلہ دینے میں بہت جلدی کرتا ہے۔ حوالہ کے لئے دیکھئے تفسیر البیان، ص ۲۱۱۔

ان تفسیری اور لغوی تحقیقات کی روشنی میں اب آیئے ان تراجم کا جائزہ لیں۔ مولانا محمود الحسن، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا عاشق الٰہی نے مکر کا ترجمہ مکر ہی کیا ہے اور شاہ عبدالقادر نے مکر کا ترجمہ حیلہ کیا ہے۔ ہر اردو داں اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ ہماری زبان میں حیلہ، مکر اور چال دھوکہ اور فریب کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگر ان حضرات نے مکر کا ترجمہ کرتے وقت لغت اور تفسیر کو سامنے رکھا ہوتا تو اس لفظ کا ترجمہ یوں ہوتا کہ "اللہ مکر کی سزا دینے، بدلہ دینے یا تدبیر کرنے میں جلدی کرتا ہے"۔ کیونکہ یہاں لفظ مکر کی نسبت آدمی کی طرف نہیں بلکہ خدا کی طرف ہے۔ اب لغات و تفاسیر کی روشنی میں ان تمام مترجمین کو یہ الزام بہر حال قبول کرنا ہوگا کہ انہوں نے خدا کی طرف چال، مکر اور حیلہ جیسے مکروہ الفاظ کی نسبت کر کے خدا کی جناب میں تنقیص شان کا ارتکاب کیا ہے۔ اتنی تفصیل کے بعد اب آیئے امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔ موصوف نے آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"تم فرمادو کہ اللہ کی ہر تدبیر جلد ہوتی ہے"۔

سبحان اللہ! کتنا شائستہ اور باادب ترجمہ ہے۔ زبان کے رُخ سے بھی اور ایمان کے رُخ سے بھی۔

"تدبیر" کے جامع لفظ کے مفہوم میں سزا دینا، بدلہ دینا اور دشمن کی سازش کو ناکام بنا دینا، سب کچھ شامل ہے، جو صحیح معنوں میں اس آیت کی مراد ہے۔

تقابلی جائزے کے ساتھ ان پانچ مقامات کی نشاندہی سے سامعین کرام نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ ترجمۂ قرآن کے سلسلے میں امام احمد رضا کی فکری بصیرت، وسعت نظر اور علمی سطح دوسروں کے مقابلے میں کتنی بلند ہے۔

**دوسرا رُخ:**

**ترجمے میں اختصار اور جامعیت**

حضرات پہلے رُخ سے کنزالایمان کا جائزہ ختم ہوا۔ اب ترجمے میں اختصار و جامعیت کے رُخ سے اس کا جائزہ لیجئے۔

اصل بحث کے آغاز سے پہلے یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ عربی زبان دنیا کی ساری زبانوں میں اس اعتبار سے منفرد ہے کہ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معنی کو سمیٹتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی نامحرم عورت کے دیکھنے کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"فان الاولی لک والثانية عليک

گنتی کے یہ پانچ الفاظ ہیں، لیکن اگر ان کے مفہوم کو آپ اردو زبان میں منتقل کرنا چاہیں تو عبارت یوں بنے گی:

"پہلی نظر تیرے لئے معاف ہے، لیکن دوسری نظر پر تجھ سے مواخذہ ہوگا۔"

ملاحظہ فرمایئے! عربی زبان کے پانچ الفاظ کا مفہوم اردو میں چودہ الفاظ کی مدد سے منتقل ہوسکا ہے۔

دوسری مثال قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے، جس میں عورتوں کے حقوق کی بابت ارشاد فرمایا گیا ہے۔

"لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ.....

گنتی کے یہ چار الفاظ ہیں، لیکن ان کا مفہوم جب اردو زبان میں منتقل کریں گے تو اس کی عبارت یوں ہوگی:

جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں، اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔

یہاں بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ عربی کے چار الفاظ کا مفہوم اردو کے سولہ الفاظ کی مدد سے ادا ہوسکا ہے۔

ان دونوں مثالوں سے آپ نے اچھی طرح اندازہ لگایا ہوگا کہ عربی زبان پھیلے ہوئے معانی کو اپنے اندر سمیٹنے کی جو صلاحیت رکھتی ہے، اردو زبان بہت حد تک اس سے محروم ہے۔ لیکن اسے زبان اور تعبیر پر امام احمد رضا بریلوی کی غیر معمولی قدرت ہی کہا جائے گا کہ اردو کی تنگ دامانی کے باوجود انہوں نے اپنے اردو ترجمے میں اختصار اور جامعیت کی نادر مثال قائم کی ہے۔ اختصار کا حال تو آپ حرفوں کو گن کر معلوم کرلیں گے، لیکن جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ پورے کنزالایمان میں آیت کا مفہوم واضح کرنے کے لئے انہیں عبارت میں ہلالین کا پیوند جوڑنے کی کہیں ضرورت پیش نہیں آئی ہے، کیونکہ ترجمہ ہی اتنا جامع اور صاف ہے کہ وہی وضاحت کے لئے

بہت کافی ہے۔

اس رُخ سے اب تک کنزالایمان کے محاسن کا جائزہ نہیں لیا گیا تھا، آج پہلی بار میں اس رُخ سے نقاب اٹھا رہا ہوں۔ آنے والی مثالوں سے آپ اچھی طرح اندازہ لگالیں گے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کو تعبیر پر حیرت انگیز قدرت کے ساتھ ساتھ ایجاز کے فن میں بھی کتنی عظیم دسترس حاصل ہے۔

اس سلسلے میں کنزالایمان سے ہم نے پچیس آیتوں کا انتخاب کیا ہے، جن میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ترجمے کے ساتھ مولانا تھانوی کے ترجمے کا بھی ایک تقابلی خاکہ پیش کیا ہے تاکہ آپ اس آئینے میں امام احمد رضا کے خداداد ہنر کا جلوہ دیکھ سکیں۔

| | حروف کی تعداد |
|---|---|
| ۱۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ۔ | ۱۴ |
| ترجمۂ رضویہ: وہی نقصان میں ہیں۔ | ۱۴ |
| ترجمۂ تھانویہ: پس یہی لوگ پورے خسارے میں پڑنے والے ہیں۔ | ۳۱ |
| ۲۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔ | ۱۷ |
| ترجمۂ رضویہ: اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ | ۱۷ |
| ترجمۂ تھانویہ: اور یہی لوگ ہیں جن کی حقیقت تک رسائی ہوگی۔ | ۳۳ |
| ۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ | ۳۶ |
| ترجمۂ رضویہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ | ۳۰ |
| ترجمۂ تھانویہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو۔ | ۳۵ |
| ۴۔ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ | ۲۳ |
| ترجمۂ رضویہ: اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔ | ۲۱ |
| ترجمۂ تھانویہ: اور رزق تو اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بے اندازہ دیتے ہیں۔ | ۴۳ |
| ۵۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ | ۲۸ |
| ترجمۂ رضویہ: اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔ | ۲۸ |
| ترجمۂ تھانویہ: اور اللہ جس کو چاہتے ہیں راہ راست بتاتے ہیں۔ | ۳۴ |
| ۶۔ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ | ۲۴ |
| ترجمۂ رضویہ: ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے۔ | ۲۳ |
| ترجمۂ تھانویہ: کون شخص ہے ایسا جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا۔ | ۴۶ |

۷۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔ ۳۷

ترجمۂ رضویہ: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو۔ ۳۰

ترجمۂ تھانویہ: اے ایمان والوں! نیک کام میں خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے۔ ۵۲

۸۔ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا۔ ۲۷

ترجمۂ رضویہ: جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔ ۲۵

ترجمۂ تھانویہ: سچ تو یہ ہے کہ جسے دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی ۴۷

۹۔ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ ۳۲

ترجمۂ رضویہ: تم فرماؤ توریت لاکر پڑھو اگر تم سچے ہو۔ ۳۱

ترجمۂ تھانویہ: فرمادیجئے کہ پھر تورات لاؤ پھر اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ ۴۱

۱۰۔ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۴۱

ترجمۂ رضویہ: مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا۔ ۴۲

ترجمۂ تھانویہ: مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو ظاہراً و باطناً دوست نہ بنائیں مسلمانوں کی دوستی سے تجاوز کر کے۔ ۷۳

۱۱۔ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۳۹

ترجمۂ رضویہ: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو جو گزرا گزرا ۳۹

ترجمۂ تھانویہ: اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ دادا نانا نے نکاح کیا ہو، مگر جو بات گزر گئی گزر گئی۔ ۷۶

۱۲۔ یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ۔ ۳۰

ترجمۂ رضویہ: آدمیوں سے چھپتے ہیں اللہ سے نہیں چھپتے۔ ۳۲

ترجمۂ تھانویہ: جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے۔ ۶۳

۱۳۔ وَاجْتَبَیْنٰهُمْ وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ ۲۹

ترجمۂ رضویہ: ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی۔ ۲۹

ترجمۂ تھانویہ: ہم نے ان سب کو چن لیا اور ان سب کو راہ راست کی ہدایت کی ۴۰

۱۴۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ ۳۰

ترجمۂ رضویہ: تو جن کے پلے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے۔ ۳۰

ترجمہ تھانویہ: پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے ۴۰

۱۵۔ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ ۱۵

ترجمہ رضویہ: وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔ ۱۷

ترجمہ تھانویہ: اور وہی واحد ہے غالب ہے۔ ۱۸

۱۶۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۔ ۱۸

ترجمہ رضویہ: یہی ہے دور کی گمراہی۔ ۱۶

ترجمہ تھانویہ: یہ بھی بڑی دور دراز کی گمراہی ہے۔ ۲۴

۱۷۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۔ ۱۵

ترجمہ رضویہ: یہی لوگ وارث ہیں۔ ۱۳

ترجمہ تھانویہ: پس ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں۔ ۲۶

۱۸۔ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ۔ ۱۸

ترجمہ رضویہ: اور ہم خلق سے بے خبر نہیں ہیں۔ ۲۲

ترجمہ تھانویہ: اور ہم مخلوق کی مصلحتوں سے بے خبر نہ تھے۔ ۳۰

۱۹۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ۔ ۱۶

ترجمہ رضویہ: اور وہی سرکش ہیں۔ ۱۳

ترجمہ تھانویہ: اور یہ لوگ بہت زیادتی کر رہے ہیں۔ ۲۵

۲۰۔ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ۔ ۱۴

ترجمہ رضویہ: اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا۔ ۲۶

ترجمہ تھانویہ: اور ان کے قلوب کے غیظ وغضب کو دور فرمائے گا۔ ۳۱

۲۱۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ ۱۸

ترجمہ رضویہ: اور اللہ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔ ۲۸

ترجمہ تھانویہ: اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے سب کاموں کی۔ ۳۶

۲۲۔ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۔ ۲۷

ترجمہ رضویہ: تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔ ۳۱

ترجمہ تھانویہ: سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع یعنی وعدہ ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جاویں گے ۵۴

۲۳۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ ۲۳

ترجمۂ رضویہ: اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ ٢٦

ترجمۂ تھانویہ: اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا۔ ٤٢

٢٤۔ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ٣٦

ترجمۂ رضویہ: پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر۔۔ ٤٥

ترجمۂ تھانویہ: پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے قلب پر اور دوسرے مسلمانوں کے قلب پر اپنی طرف سے تسلی نازل فرمائی۔ ٨١

٢٥۔ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۔ ٢١

ترجمۂ رضویہ: اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ ٢٤

ترجمۂ تھانویہ: اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو۔ ٣٢

## تیسرا رُخ:

شگفتہ زبان:

حضرات! اختصار اور جامعیت کے رُخ سے ابھی آپ نے کنزالایمان کے ترجموں کا جائزہ لیا۔ زبان اور تعبیر پر امام احمد رضا فاضل بریلوی کو کتنی بے محابا قدرت ہے کہ کہیں کہیں عربی عبارت سے بھی اس کا اردو ترجمہ مختصر ہو گیا ہے اور تعبیر کا کمال یہ ہے کہ مفہوم کی وضاحت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے، جبکہ تھانوی صاحب کا ترجمہ حشو و زوائد اور تعبیر کے بہت سے نقائص پر مشتمل ہے۔

اب گفتگو کے آخری مرحلے میں شگفتہ زبان کی حیثیت سے کنزالایمان کے محاسن کا جائزہ لیجئے۔ اس عنوان پر چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

## پہلی مثال

سورۂ یونس کی آیت نمبر ٢٤۔

"حَتّٰى اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَا اَتٰهَا اَمْرُنَا....."

ترجمہ: "یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آگئی تو اس پر ہمارا حکم آیا......"۔

## دوسری مثال

سورۂ تکویر کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ۔ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ۔

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۔
وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔

ترجمہ: ''جب دھوپ لپیٹی جائے۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں۔ اور جب پہاڑ چلائیں جائیں۔ اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں۔ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔ اور جب سمندر سلگائے جائیں۔ اور جب جانوں کے جوڑ بنیں''۔

## تیسری مثال

سورۂ انفطار کی چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔

''اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ۔ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ۔
وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ۔

ترجمہ: ''جب آسمان پھٹ پڑے۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں۔ اور جب سمندر بہا دیئے جائیں۔ اور جب قبریں کریدی جائیں''۔

## چوتھی مثال

سورہ انشقاق کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمایئے۔

''اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ۔ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ۔
وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ۔ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ۔

ترجمہ: جب آسمان شق ہو۔ اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔ اور جب زمین دراز کی جائے۔ اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے۔ اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے''۔

## پانچویں مثال

سورۂ والشمس کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

''وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۔ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۔ وَالَّيْلِ
اِذَا يَغْشٰهَا۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۔ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا''۔

ترجمہ: ''سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی قسم جب اس کے پیچھے آئے۔ اور دن کی قسم جب اسے چمکائے۔ اور رات کی قسم جب اسے چھپائے۔ اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم۔ اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم''۔

## چھٹی مثال

سورۂ واللیل کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔

''وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی۔ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی۔ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی۔ اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی'' ۔

ترجمہ: ''اور رات کی قسم جب چھائے۔ اور دن کی قسم جب چمکے۔ اور اس کی قسم جس نے نر و مادہ بنائے۔ بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے'' ۔

## ساتویں مثال

سورۂ غاشیہ کی یہ چند آیتیں ملاحظہ فرمایئے۔

''وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ۔ لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ۔ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ۔ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً۔ فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ۔ فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ۔ وَّاَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ۔ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ۔ وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ۔

ترجمہ'' کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔ اپنی کوشش پر راضی۔ بلند باغ میں کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔ اس میں رواں چشمہ ہے۔ اس میں بلند تخت ہیں۔ اور چنے ہوئے کوزے۔ اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین اور پھیلی ہوئی چاندنیاں'' ۔

کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خوبصورت اور شائستہ زبان کا یہ رنگ پورے کنزالایمان میں پھیلا ہوا ہے۔

کنزالایمان کے سہ رخا مطالعہ پر اپنے مضمون کی آخری سطریں لکھتے ہوئے میں اپنے قارئین سے عرض کروں گا کہ وہ خالی الذہن ہو کر کنزالایمان کے ان محاسن کا مطالعہ فرمائیں اور فہم قرآن کے سلسلے میں کنزالایمان کی واجبی خدمات کا دل سے اعتراف کریں۔

مولائے قدیر ہمیں قرآن حکیم کے معارف و برکات سے بہرہ مند فرمائے اور ہماری زندگی کو قرآن کے فرمودات کا تابع بنائے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقه وقاسم نعمه ومظهر لطفه سیدنا محمد وآله وصحبه وحزبه اجمعین۔

---

# کنز الایمان کی ادبی جھلکیاں

■ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت دنیا کے علمی حلقوں میں جانی پہچانی جاتی ہے۔ آپ کے حالات اور افکار و نظریات پر اس وقت مختلف عالمی جامعات میں تحقیق و ریسرچ ہو رہی ہے۔ عالم اسلام میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جس کے فکر و خیال کے مختلف گوشوں پر دنیا کی متعدد یونیورسٹیوں میں بیک وقت اتنا کام ہوا ہو۔ اس اتھاہ سمندر کی وسعتوں کا عالم نہ پوچھئے ابھی تو دنیا کے سامنے اس سمندر کے چند قطرے ہی آئے ہیں جن کو دیکھ کر اہل علم حیران ہوئے جاتے ہیں کہ جب ان قطروں کا یہ عالم ہے تو اس محیط بیکراں کا کیا عالم ہوگا!!

امام احمد رضا کے فکر و خیال کے بہت سے پہلو ہیں مگر اس وقت ہم کنز الایمان کے حوالے سے اردو زبان و ادب پر ان کی بے پناہ قدرت کا نظارہ کرانا چاہتے ہیں زبان و ادب کو بہت ہلکا سمجھا جاتا ہے مگر سب سے مشکل یہی ہے۔ اس کا تعلق دل سے ہے۔ اس کا تعلق ذوق سلیم سے ہے۔ ادب کے لئے بڑے ریاض کی ضرورت ہے۔ دل گداختہ اور جگر سوختہ کی ضرورت ہے۔ یہ دل سے پھوٹتا ہے، دماغ سے ابلتا ہے۔ ہر زبان داں اور عالم و فاضل ادیب نہیں ہوتا۔ ادیب اور ہی چیز ہے۔ یہاں اس کے کرم سے کن فیکون کے نظارے آتے ہیں۔ قرآن کریم ادب عربی کا بے مثال نمونہ ہے۔ یہ سہل ممتنع میں ہے اور ادبی لحاظ سے اس کی یہ بڑی خوبی ہے۔ جس کو خود قرآن حکیم نے بیان فرمایا ہے۔ قرآن کریم کا حقیقی مترجم وہی ہے جو اس کا سہل ممتنع میں ترجمہ کرے۔ امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کی یہی شان ہے اسی لئے پرکھنے والوں نے اس کو "اردو میں قرآن" سے تعبیر کیا ہے۔ بہترین کتاب کے لئے بہترین زبان کی ضرورت ہے۔ ایسی کتاب کا دہقانی زبان میں ترجمہ کیا گیا تو گویا کمخواب میں ٹاٹ کا پیوند لگایا۔ ترجمہ کرنا تصنیف و تالیف سے بھی مشکل ہے، یہ ایک روح کو نکال کر دوسرے جسم میں ڈالنا ہے۔ اس کی نزاکت کا اندازہ اہل فن ہی کر سکتے ہیں۔

امام احمد رضا کو مضامین قرآن پر ایسی دسترس حاصل تھی کہ سورۃ اضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر

کئی سو صفحات پر پھیل گئی۔ لغات عرب میں ایسی مہارت کہ خود اہل عرب ششدر و حیران ۔ اردو زبان کا ایسا باکمال ادیب کہ زبان وادب کے رمز شناسوں نے جس کی زبان کو کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان قرار دیا۔ جو علوم قرآن وحدیث میں ایسا عبور رکھتا تھا کہ پچاس سے زیادہ کتب احادیث اس کے درس ومطالعہ میں رہیں جو قرآن حکیم کا ایسا نکتہ داں کہ الہی اشاروں کو پہچانتا تھا۔ جس کی نظر ان علوم پر بھی تھی جو قرآن کریم کے پردۂ سیمیں سے جھانک رہے تھے۔ وہ ایک باخبر، ہوشمند اور باادب مترجم تھا۔ ترجمہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے آنکھیں بند کر کے ترجمہ نہیں کیا بلکہ جب وہ آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن ان کے سامنے ہوتا تھا اور وہ قرآن کے سامنے ہوتے تھے۔

قرآن حکیم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اور پھر باطن کا باطن ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ ظاہر بیں نگاہ اس گہرائی میں اتر سکتی ہی نہیں۔ ترجمہ کرتے وقت مترجم کی ایک ذہنی فضا ہوتی ہے، باکمال مترجم کی اس ذہنی فضا میں ستارے ڈھلتے ہیں۔ علم ودانش کی وسعت کے ساتھ ساتھ یہ فضا بھی وسیع ہوتی جاتی ہے ورنہ مترجم لغت میں اٹک کر رہ جاتا ہے بلکہ اس کے لئے مختلف المعانی لفظ کے لئے یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ کس معنی کا انتخاب کرے اور کن معانی کو چھوڑ دے۔ وہ ایک معنی کی گہرائی میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسی محدود نظر رکھنے والا مترجم ہرگز قرآن جیسی عظیم کتاب کے ترجمے کا حق نہیں رکھتا۔ جس طرح نگینے جڑنے والا زیورات میں رنگ برنگے چھوٹے بڑے نگینے بٹھاتا چلا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح باکمال مترجم الفاظ کے سامنے الفاظ بٹھاتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی تو الفاظ خود بخود بیٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کسی حسین کے کمال حسن کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب کوئی اور حسین اس کے پہلو میں بٹھایا جائے۔ ہمیں تو امام احمد رضا کا ترجمہ حسین معلوم ہوتا ہے مگر مولانا ابوالحسن علی ندوی کو مولانا محمود حسن دیوبندی کا ترجمہ حسین معلوم ہوتا ہے۔ شاہ فہد پرنٹنگ کمپلکس (مدینہ منورہ) سے شائع ہونے والے مولانا محمود حسن کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں کسی دیباچہ نگار نے لکھا ہے کہ جید علمی شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن الندوی نے ترجمہ وتفسیر کی علمی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور ترجمہ وتفسیر کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے:

> ''اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ وتفسیر ہے اس کی طباعت واشاعت ہونی چاہئے۔''

ہمارے خیال میں کنزالایمان کو کئی جہتوں سے دیکھا اور پرکھا جاسکتا ہے اور ہر جہت پر ایک تفصیلی مقالہ قلم بند کیا جاسکتا ہے مثلاً ایجاز واختصار، روزمرہ کا اہتمام، محاورات کا استعمال، لغات

سے الفاظ کا انتخاب، ذہانت وفطانت، معنویت وادبیت، فصاحب وبلاغت، سائنسی امکانات کی نشاندہی، مختلف علوم وفنون کی جلوہ گری، لانیحل علمی عقدوں کی عقدہ کشائی وغیرہ وغیرہ۔لیکن ایک امتیاز جس کی طرف شاید ابھی تک توجہ نہیں دی گئی یہ ہے کہ جس طرح قرآن لاریب فیہ ہے اوراسی طرح احمام احمد رضا نے کنزالایمان کو بھی لاریب فیہ بنادیا اور قرآن حکیم کے اس عظیم امتیاز کو قائم رکھا جس نے اس کو تمام کتابوں سے ممتاز کر دیا ہے۔ہاں یہ قرآن ''شک کی جگہ نہیں'' کنزالایمان بھی ''شک کی جگہ نہیں'' ۔دوسرے ترجموں کو پڑھئے تو قدم قدم پر ذہن الجھتا چلا جاتا ہے اور شکوک وشبہات جنم لیتے چلے جاتے ہیں۔جس طرح قرآن حکیم نے ساری الجھنوں کو ختم کردیا اسی طرح کنزالایمان نے ترجمہ کی ساری الجھنوں کو ختم کرکے رکھ دیا ہے۔اب کوئی ترجمہ پڑھنے والا قرآن حکیم پر حرف گیری نہیں کرسکتا اور نہ اہل سنت کے عقائد وافکار پر اعتراض۔اس وقت ہم امام احمد رضا کے رواں ترجمہ قرآن کے جستہ جستہ چند نمونے سورۃ البقرہ سے پیش کرتے ہیں۔نکھرے ہوئے صاف ستھرے ادیبوں کی حرف گیری سے پاک۔زبان دانوں کی نکتہ چینی سے پاک۔ہر ہر حرف ایسا موزوں جیسے انگوٹھی میں نگینہ جڑا ہو۔جیسا کہ عرض کیا گیا ہم اپنے حسین ترجمے کے ساتھ ساتھ علی میاں کے حسین ترجمے کو بھی پیش کریں گے پھر آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ حسن ورعنائی کس ترجمے میں ہے۔ہاں

آفتاب آمد دلیل آفتاب
نہ گر دلیلے بایدت زور و متاب

| نمبر شمار | نمبر آیت | قرآن |
|---|---|---|
| ۱- | ۱۷ | فلما اضائت ماحولہ<br>پر جب روشن کردیا آگ نے اسکے آس پاس کو(محمود حسن ندوی)<br>توجب اس سے، آس پاس سب جگمگا اٹھا(مولانا احمد رضا) |
| ۲- | ۲۰ | واذا ظلم علیہم قاموا<br>اور جب اندھیرا ہوتا ہے کھڑے رہ جاتے ہیں(محمود حسن دیوبندی)<br>جب اندھیرا ہوا، کھڑے رہ گئے(مولانا احمد رضا) |
| ۳- | ۴۲ | وتکتمو االحق وانتم تعلمون<br>اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر(محمود حسن دیوبندی)<br>اور دیدہ ودانستہ حق نہ چھپاؤ(امام احمد رضا) |

۴- ۵۰ واذا فرقنا بكم البحر فانجينكم واغرقنا الفرعون وانتم تنظرون

جب پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچایا ہم نے تم کو اور ڈبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے تھے۔ (محمود حسن دیوبندی)

جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچا لیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ (مولانا احمد رضا)

۵- ۵۵ حتی نرالله جهرة

جب تک کہ نہ دیکھ لیں اللہ کو سامنے۔ (مولانا محمود حسن دیوبندی)

جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں (مولانا احمد رضا)

۶- ۵۸ فكلوامنها حيث شئتم رغدا

اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے (مولانا محمود حسن دیوبندی)

پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کماؤ (مولانا احمد رضا)

۷- ۶۰ فقلنا اضرب بعصاك الحجر فالفجرت منه اثنتا عشرة عينا

تو ہم نے کہا مارا اپنے عصا کو پتھر پر سو بہہ نکلے اس سے بارہ چشمے (محمود حسن دیوبندی)

اس پتھر پر اپنا عصا مار فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے (مولانا احمد رضا)

۸- ۷۴ وما الله بغافل عما تعملون

اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے (محمود حسن دیوبندی)

اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں (امام احمد رضا)

۹- ۸۹ فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به

پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہوئے۔ (محمود حسن دیوبندی)

تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے۔ (امام احمد رضا)

۱۰- ۹۰ بئسما اشتروا به انفسهم

بری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے کو۔ (محمود حسن دیوبندی)
کس برے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا۔ (امام احمد رضا)

۱۱- ۹۳ واشربوا فی قلوبھم العجل
اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اس بچھڑے کی (محمود حسن دیوبندی)
ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا (امام احمد رضا)

۱۲- ۹۶ احرص الناس علی حیوۃ
سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر۔ (محمود حسن دیوبندی)
سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں۔ (امام احمد رضا)

۱۳- ۱۰۱ کتب اللہ وراء ظھورھم
کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے۔ (محمود حسن دیوبندی)
اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی۔ (امام احمد رضا)

۱۴- ۱۰۲ یعلمون الناس السحر
سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو۔ (محمود حسن دیوبندی)
لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں۔ (امام احمد رضا)

۱۵- ۱۰۳ انما نحن فتنۃ
ہم تو آزمائش کے لئے ہیں۔ (محمود حسن دیوبندی)
ہم تو نری آزمائش ہیں۔ (امام احمد رضا)

۱۶- ۱۰۹ حسدا من عندا نفسھم
بے سبب اپنے دلی حسد کے۔ (محمود حسن دیوبندی)
اپنے دلوں کی جلن سے۔ (امام احمد رضا)

۱۷- ۱۱۱ تلک امانیھم
یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے (محمود حسن دیوبندی)
یہ ان کی خیال بندیاں ہیں۔ (امام احمد ررضا)

۱۸- ۱۱۳ لیست النصاری علی شیء
نصاریٰ نہیں کسی راہ پر۔ (محمود حسن دیوبندی)
نصرانی کچھ نہیں۔ (امام احمد رضا)

۱۹- ۱۱۳ لیست الیھود علی شئ

یہودی نہیں کسی راہ پر۔ (محمود الحسن دیوبندی)

یہودی کچھ نہیں۔ (امام احمد رضا)

۲۰- ۱۱۵ وللہ المشرق والمغرب

اللہ ہی کا مشرق اور مغرب ہے (محمود حسن دیوبندی)

اور پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے (امام احمد رضا)

۲۱- ۱۲۱ ومن یکفر بہ فاؤلٰئک ھم الخسرون

اور جو کوئی منکر ہو گا اس سے تو وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔ (محمود حسن دیوبندی)

جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں۔ (امام احمد رضا)

۲۲- ۱۲۵ واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا

جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماعی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی۔ (محمود حسن دیوبندی)

اس کے گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا (امام احمد رضا)

۲۳- ۱۳۰ الا من سفہ نفسہ

مگر وہی جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو۔ (محمود حسن دیوبندی)

سوا اس کے جو دل کا احمق ہے۔ (امام احمد رضا)

۲۴- ۱۳۱ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت

یاد کرو جب کہ اس کو کہا اس کے رب نے کہ حکم برداری کر تو بولا کہ میں حکم بردار ہوں۔ (محمود حسن دیوبندی)

عرض کی، ”میں نے گردن رکھی“ (امام احمد رضا)

۲۵- ۱۳۷ وانما ھم فی شقاق

تو پھر وہی ہیں ضد پر (محمود حسن دیوبندی)

تو وہ نری ضد میں ہیں (امام احمد رضا)

۲۶- ۱۳۹ ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن لہ مخلصون

اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے
ہم تو خالص اسی کے ہیں (محمود حسن دیوبندی)
ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ اور ہم
نرے اس کے ہیں (امام احمد رضا)

| | | |
|---|---|---|
| ۲۷- | ۱۴۰ | **وما الله بغافل عما تعملون** |

اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے (محمود حسن دیوبندی)
اور خدا تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں (امام احمد رضا)

| | | |
|---|---|---|
| ۲۸- | ۱۴۶ | **یعرفونه کما یعرفون ابنائهم** |

پہچانتے ہیں اس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو (محمود حسن دیوبندی)
وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔
(امام احمد رضا)

| | | |
|---|---|---|
| ۲۹- | ۱۶۴ | **والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس** |

اور کشتیوں میں جو کہ لے کے چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں۔
(محمود حسن دیوبندی)
اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے۔ (امام احمد رضا)

| | | |
|---|---|---|
| ۳۰- | ۱۶۴ | **والسحاب المسخر بین السماء والارض** |

اور بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا درمیان آسمان و زمین کے
(محمود حسن دیوبندی)
اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم باندھا ہے۔ (امام احمد رضا)

| | | |
|---|---|---|
| ۳۱- | ۱۶۸ | **ولا تتبعوا خطوات الشیطن** |

اور پیروی نہ کرو شیطان کی۔ (محمود حسن دیوبندی)
اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو۔ (امام احمد رضا)

| | | |
|---|---|---|
| ۳۲- | ۱۶۹ | **وان تقولو علی الله مالا تعلمون** |

اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جن کو تم نہیں جانتے (محمود حسن دیوبندی)
اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں (امام احمد رضا)

| | | |
|---|---|---|
| ۳۳- | ۱۷۰ | **واذا قیل لهم اتبعو ماانزل الله** |

اور جب کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو اس کے حکم کی جو نازل فرمایا اللہ نے۔ (محمود حسن دیوبندی)

اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے اتارے پر چلو (امام احمد رضا)

۳۴- ۱۷۱ لا یسمع الا دعاء ونداء

جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے چلانے کے۔ (محمود حسن دیوبندی)

خالی چیخ پکار کے سوا کچھ نہ سنے۔ (امام احمد رضا)

۳۵- ۱۷۳ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه

پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ (محمود حسن دیوبندی)

تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں (امام احمد رضا)

۳۶- ۱۷۴ ویشترون به ثمنا قلیلا

اور لیتے ہیں اس پر تھوڑا سا مول۔ (محمود حسن دیوبندی)

اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لے لیتے ہیں (امام احمد رضا)

۳۷- ۱۷۴ اولئك ما یا کلون فی بطونهم الا النار

بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ (محمود حسن دیوبندی)

وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں۔ (امام احمد رضا)

۳۸- ۱۷۵ فما اصبرهم علی النار

کس قدر وہ صبر کرنے والے ہیں دوزخ پر۔ (محمود حسن دیوبندی)

تو کس درجہ ان میں آگ کی سہار ہے؟ (امام احمد رضا)

۳۹- ۱۷۶ لفی شقاق بعید

وہ بیشک ضد میں دور جا پڑے۔ (محمود حسن دیوبندی)

وہ ضرور پرلے سرے کے جھگڑالو ہیں۔ (امام احمد رضا)

۴۰- ۱۷۸ کتب علیکم القصاص فی القتلی

فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں۔ (محمود حسن دیوبندی)

تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو۔ (امام احمد رضا)

۴۱- ۱۷۸ ذالك تخفيف من ربكم

یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے۔(محمود حسن دیوبندی)

یہ تمہارے رب کی طرف تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے۔(امام احمد رضا)

۴۲- ۱۸۴ اياما معدودات

چندروز ہیں گنتی کے۔(محمود حسن دیوبندی)

گنتی کے دن ہیں۔(امام احمد رضا)

۴۳- ۱۸۵ هدى للناس و بينت من الهدى والفرقان

ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی(محمود حسن دیوبندی)

لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلے کی روشن باتیں(امام احمد رضا)

۴۴- ۱۸۶ واذا سئلك عبادى عنى فانى قريب

اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کوسو میں تو قریب ہوں۔

(محمود حسن دیوبندی)

اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔

(امام احمد رضا)

۴۵- ۱۸۷ ما كتب الله لكم

جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے۔(محمود حسن دیوبندی)

جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو۔(امام احمد رضا)

۴۶- ۱۸۹ يسئلونك عن الاهلة قل هى مواقيت للناس والحج

تجھ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا کہہ دے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے۔(محمود حسن دیوبندی)

تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تو فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے۔(امام احمد رضا)

۴۷- ۱۹۲ فاذا انتهوا

پھر اگر وہ باز آئیں۔(محمود حسن دیوبندی)

پھر اگر وہ باز رہیں۔(امام احمد رضا)

۴۸- ۱۹۴ والحرمت قصاص

اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے۔ (محمود حسن دیوبندی)

اور ادب کے بدلے ادب ہے۔ (امام احمد رضا)

۴۹- ۱۹۷ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج

تو بے حجاب ہونا جائز نہیں تمہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا حج کے وقت تک (امام احمد رضا)

۵۰- ۲۰۸ یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوت الشیطن

ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے (محمود حسن دیوبندی)

ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (امام احمد رضا)

۵۱- ۲۱۱ سل بنی اسرائیل کم اتینھم من آیۃ بینۃ

پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے نشانیاں کھلی ہوئی۔ (محمود حسن دیوبندی)

بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں۔ (امام احمد رضا)

۵۲- ۲۱۲ زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا

فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر (محمود حسن دیوبندی)

کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی۔ (امام احمد رضا)

۵۳- ۲۱۲ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب

اللہ روزی دیتا ہے جس کو بے شمار۔ (محمود حسن دیوبندی)

اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔ (امام احمد رضا)

۵۴- ۲۱۴ وزلزلوا

اور جھڑ جھڑائے گئے۔ (محمود حسن دیوبندی)

اور ہلا ہلا ڈالے گئے۔ (امام احمد رضا)

۵۵- ۲۲۷ وان عزموا الطلاق

ٹھہرالیا چھوڑ دینے کو۔ (محمود حسن دیوبندی)

اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کرلیا۔ (امام احمد رضا)

۵۶- ۲۳۳ وعلی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف

اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے۔ (محمود حسن دیوبندی)

جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا حسب دستور ہے۔ (امام احمد رضا)

۵۷- ۲۳۷ الذی بیدہ عقدۃ النکاح

وہ شخص کہ اس کے اختیار میں ہے گرہ نکاح کی یعنی خاوند (محمود حسن دیوبندی)

......جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (امام احمد رضا)

۵۸- ۲۳۸ وقوموا للہ قنتین

اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے۔ (محمود حسن دیوبندی)

اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ (امام احمد رضا)

۵۹- ۲۴۸ فیه سکینة من ربکم

جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے (محمود حسن دیوبندی)

جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے (امام احمد رضا)

۶۰- ۲۵۱ ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض

اور اگر نہ ہوتا دفع کرادینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے تو خراب ہو جاتا ملک۔ (محمود حسن دیوبندی)

اور اگر اللہ لوگوں میں بعض کو بعض سے دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے۔ (امام احمد رضا)

۶۱- ۲۵۵ الحی القیوم لا تاخذہ سنة ولا نوم

زندہ ہے، سب کا تھامنے والا ہے نہیں پکڑ سکتی اس کو اونگھ اور نہ نیند۔ (محمود حسن دیوبندی)

وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ (امام احمد رضا)

۶۲- ۲۵۶ فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسك بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا

اب جو نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لاوے اللہ پر اور اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں۔ (محمود حسن دیوبندی)

تو جس شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں۔ (امام احمد رضا)

۶۳- ۲۵۹ وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما

اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت۔ (محمود حسن دیوبندی)

اور اُن ہڈیوں کو دیکھ کیوں کہ ہم انہیں اٹھان دیتے ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ (امام احمد رضا)

۶۴- ۲۶۰ قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی

کیا کہوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے میرے دل کو۔ (محمود حسن دیوبندی)

عرض کی ''یقین کیوں نہیں'' مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ (امام احمد رضا)

۶۵- ۲۶۲ قول معروف مغفرۃ خیر من صدقتہ یتبعھا اذی

جواب دینا نرم اور درگزر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس کے پیچھے ستانا ہو۔ (محمود حسن دیوبندی)

اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو۔ (امام احمد رضا)

۶۶- ۲۷۱ ان تبدوا صدقت فنعما ھی ....ان تخفوھا وتوتوھا الفقراء ھو خیر لکم

اور اگر ظاہر کر کے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہناؤ تو پھر بہتر ہے تمہارے حق میں (محمود حسن دیوبندی)

اگر خیرات اعلانیہ دو تو کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو، یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔ (امام احمد رضا)

| ۶۷ | ۲۶۴ | بنفق ماله رئاء الناس |
|---|---|---|

جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو (محمود حسن دیوبندی)

جو اپنا مال لوگں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے۔ (امام احمد رضا)

| ۶۸ | ۲۷۵ | وامره الی الله و من عاد فاولئك اصحاب النار |
|---|---|---|

اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالے ہے اور جو کوئی پھر سود لے تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے۔ (محمود حسن دیوبندی)

اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے۔ (امام احمد رضا)

یہ چند نمونے سورہ بقرہ سے لئے گئے ہیں، پورے قرآن پاک سے لئے جاتے تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی۔ آپ نے دونوں ترجمے ملاحظہ فرمائے، آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ مولانا محمود حسن دیوبندی چھوٹے سے چھوٹے جملے کا خوبصورت ترجمہ نہ کر سکے۔ علمی اعتراضات اپنی جگہ پر، اس وقت زبان ادب کے حوالے سے یہ جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ دونوں تراجم کا جائزہ لیتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے شاگرد و خلیفہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کو فی البدیہہ یہ ترجمہ املا کرایا تھا، ان کے سامنے نہ سابقہ اردو تراجم تھے اور نہ متعلقہ کتابیں، ہاں وہ دماغ ضرور تھا جس کو دنیا کا عظیم کتب خانہ کہا جائے تو بجا ہے۔ ترجمہ قرآن فی البدیہہ املا کرانے کے باوجود یہ ترجمہ ایسا گٹھا ہوا اور بندھا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے سالوں محنت کی ہو اور مہینوں نوک پلک درست کی ہو۔ راقم برسوں جامعات کا ممتحن رہا ہے، اپنے ۳۵ سالہ تجربے کی بنا پر عرض کرتا ہوں کہ اگر اردو کے کسی ماہر ممتحن کو یہ دونوں تراجم جانچنے کے لئے دیئے جائیں تو مولانا محمود حسن کا ترجمہ ۳۳ فیصد سے زیادہ نمبر حاصل نہ کر سکے گا جب کہ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ۷۰ فیصد سے بھی زیادہ نمبر لے سکتا ہے بہر حال دونوں ترجمے آپ کے سامنے ہیں، فیصلہ کریں سچ کہیں اور حق کہیں۔ راقم کی بات سچی ہے یا مولانا ابوالحسن ندوی کی؟ آپ کو کون سا ترجمہ حسین معلوم ہوتا ہے؟ اور کون سا ترجمہ پڑھ کر آپ کی پیاس بڑھ رہی ہے اور دل پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

جام پہ جام لائے جا، شان کرم دکھائے جا!
پیاس مری بڑھائے جا، روز نئی پلائے جا!

☆☆☆

# کنز الایمان اور اس کا اسلوب

——■ محمد شمشاد حسین رضوی (ایم۔اے)

کنز الایمان کیا ہے؟ عقیدہ وایمان، عشق و وفا، خلوص و محبت کا خزانہ اور اس کا حسین و خوبصورت گلدستہ ہے۔ یہی کنز الایمان صحیح معنی میں قرآن مقدس کا ترجمہ اور اس کا سچا ترجمان ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ۱۳۳۰ھ میں قرآن مقدس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس کا تاریخی نام کنز الایمان رکھا۔ رشد وہدایت کا یہ ایسا چشمۂ سیال ہے جس سے ہزاروں فیضیاب ہوئے، اور اب بھی ہو رہے ہیں انشاء اللہ آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ جس وقت ترجمۂ قرآن کنز الایمان چھپ کر منظر عام پر آیا اس وقت اردو زبان وادب میں کافی حد تک متانت وسنجیدگی اور شائستگی آچکی تھی۔ اس کا ذخیرۂ الفاظ بھی وسیع ہو چکا تھا۔ محاورے، استعارے اور تشبیہات بھی اس ذخیرہ میں کافی حد تک موجود تھے۔ اردو ادب کی خوبصورت بزم میں جہاں نظموں کا گلدستہ اور اس کا حسین پیکر موجود تھا وہیں اردو نثر کی تخلیقات بھی تھیں جو اپنے حسین جلوؤں سے اردو زبان وادب کو نواز رہی تھیں کنز الایمان بھی انھیں میں ایک ادبی شاہکار اور عظیم شہ پارہ تھا۔ اس کی زبان بھی کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی تھی۔ لب ولہجہ میں حسن وبانکپن، رعنائی اور شگفتگی تھی۔ کنز الایمان اس لائق تھا کہ ہمارے نقاد اور ادبی ذوق وشوق رکھنے والے افراد اس پر اپنی توجہ مبذول کر سکتے تھے اور اس کے اسلوب بیان اور انداز نگارش پر کھلے دل ودماغ سے سوچ سکتے تھے۔ مگر انھوں نے ایسا نہ کر کے اپنی تنگ نظری اور کم ظرفی کا ثبوت دیا۔ کیا فن تنقید اس بات کی اجازت دیتا ہے؟ اور جن افراد نے ایسا کیا، ان کی تحریریں کیا چشم کشا ہو سکتی ہیں؟ انصاف و دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی تحریر کبھی بھی چشم کشا نہیں ہو سکتی ہے۔ اردو تاریخ وتنقید کا یہ زبردست المیہ ہے کہ اردو نثر کی تاریخ وارتقا میں نقاد، باغ و بہار، فسانۂ عجائب، طوطی نامہ، امراؤ جان ادا اور اس صنف ادب سے تعلق رکھنے والی دوسری تخلیقات کا تذکرہ کرتے ہیں حتی کہ مولانا شاہ رفیع الدین، مولانا شاہ عبد القادر اور ڈپٹی نذیر احمد کے اردو ترجموں کا بھی ذکر کرتے ہیں مگر کنز الایمان کا کوئی ذکر نہیں، کوئی تذکرہ نہیں۔ کیا اس چشم پوشی کا ان کے پاس کوئی جواز ہے؟ میں ایسے افراد سے پوچھنا چاہتا ہوں اس چشم پوشی کے کیا وجوہات ہو سکتے ہیں؟

کیا صرف اس لئے کہ یہ ایک مولوی کا ترجمہ قرآن ہے جو اردو ادب کا پروفیسر نہیں، ڈاکٹر نہیں اور نہ ہی اردو ادب و تنقید کا محقق و نقاد، یا صرف اس لئے کہ کنزالایمان کے مترجم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہیں۔ اگر صرف یہی وجوہات ہیں تو مجھے ایسے افراد و رجال پر افسوس ہوتا ہے اور ان کی ہوشمندی اور دانشوری پر رونا آتا ہے کہ انھوں نے یہ رویہ اپنا کر اخلاق و دیانت اور انصاف و بصیرت کی بلی چڑھا دی۔ یہ ظلم و ستم کب تک؟ ایک دور ایسا ضرور آئے گا کہ تاریکیاں چھٹ جائیں گی، اندھیرے دور ہو جائیں گے اور حقیقت و واقعیت کا سویرا ضرور نمودار ہوگا۔ انوار و تجلیات کی چاندنی بکھر جائے گی اور کنزالایمان کا اجالا یقیناً ہمارے دل و دماغ پر چھا جائے گا اور کنزالایمان کی خوبیاں ہماری زبانوں پر ہوں گی۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کا شکر و احسان ہے کہ اب وہ دور آ چکا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق کنزالایمان کے تعلق سے اب تک جس قدر مقالے، مضامین اور تحقیقات شائع ہو چکی ہیں۔ میرے خیال میں اس ترجمۂ رضا کے علاوہ کسی اور ترجمہ کے بابت شائع نہیں ہوئی ہیں۔ یہ خدائے پاک کا فضل ہے جب وہ دینے پر آتا ہے تو بے حساب دیتا ہے، اتنا دیتا ہے کہ لینے والوں کا دامن تنگ ہو جاتا ہے مگر اس کے خزانہ میں کسی قسم کی کمی نہیں آتی۔

سعودی حکومت نے اس پر پابندی عائد کر دی۔ ایسا کرنا تو بہت زیادہ آسان ہے مگر دلیلوں سے اس پابندی کا جواز ثابت کرنا جوئے شیر جاری کرنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ سب مل کر کوشش کریں اس کے باوجود یہ اس کا جواز ثابت نہیں کر سکتے اور نہ ہی صبح قیامت تک اس کو جائز بتا سکتے ہیں۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ اندھیروں کو نور و ضیا سے اور جہل و نادانی کو علم و ادب اور فکر و شعور سے فطری عداوت رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ اگر بات کچھ اسی طرح کی ہے تو پھر ہمیں اس تعلق سے بات کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ لہٰذا یہ بات یہیں ختم کی جاتی ہے اور کنزالایمان کا اسلوبیاتی مطالعہ و تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

تحریر و تخلیق کسی کی ہو، اس کا ایک اسلوب ہوتا ہے۔ لب و لہجہ اور انداز نگارش ہوا کرتا ہے۔ کسی بھی ادبی شاہکار کے لئے اسلوب کا ہونا ایک ضروری امر ہے اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اسلوب ایک طرح کا نہیں ہوتا بلکہ اس میں فرق و امتیاز ہوا کرتا ہے۔ ہر فن کار کا اسلوب الگ ہوتا ہے کسی اسلوب میں کچھ نمایاں خوبیاں ہوتی ہیں اور کسی اسلوب میں دوسری قسم کی خصوصیات ہوا کرتی ہیں۔

## اسلوب اور اس کی تشکیل

اسلوب عربی زبان و ادب کا لفظ ہے اور اس کی جمع اسالیب آتی ہے از روئے لغت لب و لہجہ، طریقۂ تحریر اور بات کہنے کے ڈھب کو اسلوب کہا جاتا ہے۔ یہ اس کا عام تصور ہے جو سب کے

ذہنوں میں موجود ہے۔ مگر جب گہرائی میں اتر کر اسلوب کی حقیقت پر غور کیا جاتا ہے۔ تو وہ ایک فلسفہ نظر آتا ہے اور اس میں بے پناہ وسعتیں دکھائی پڑتی ہیں کیونکہ اس کی جڑیں مختلف سمتوں میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ نفسیات سے بھی اس کا تعلق ہے اور سماجیات سے بھی، یہ مذہبیات سے رابطہ رکھتا ہے اور معاشیات سے بھی۔ جذبات کی لہریں بھی اسلوب کے پیکر میں نظر آتی ہیں اور فکر و شعور کی شعاعیں بھی۔ حزن وملال، فرحت وانبساط کے آثار وعکوس بھی اُسلوب کے آئینہ میں نظر آتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ دیکھنے والی آنکھوں میں بھی تاب وتوانائی ہو، اسی لئے اہل تحقیق کے نزدیک اسلوب ایک فلسفہ ہے۔ وہ خود میں تنہا نہیں، بلکہ اس میں مختلف چیزیں شامل ہوتی ہیں، تب کہیں جا کر اسلوب تشکیل پاتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھئے تو اسلوب ایک مرکب ہے، ایک خوبصورت مجموعہ ہے اور اس کے تشکیلی عناصر بھی ہیں جو ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں......

(۱) شخصیت

(۲) ماحول

(۳) مقاصد

(۴) ابلاغ خیال

(۵) مخاطب

یہ پانچ چیزیں ہیں جن سے اسلوب طریقۂ اظہار کی تشکیل ہوتی ہے۔ بعض مفکرین کا قول ہے اسلوب شخصیت کا مظہر اور ماحول کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس سے آپ خود بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلوب تو دیکھنے میں صرف پانچ لفظوں کا مرکب نظر آتا ہے مگر اس کی گہرائی میں معنیاتی نظام کا کوئی ناپیدا کنار سمندر ہے جو موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔

کنز الایمان بھی ایک ادبی شاہکار اور فن ترجمہ نگاری کا آئینہ دار ہے۔ اس کا بھی ایک اسلوب ہے اور طریقۂ اظہار بھی، جس میں انفرادیت بھی ہے اور امتیازی شان وشوکت بھی۔ یہ اسلوب بھی سب سے الگ اور منفرد ہے کیونکہ اسلوب کبھی بھی ایک جیسا نہیں ہوتا، اس میں کسی نہ کسی زاویہ سے انفرادیت ضرور ہوتی ہے ورنہ ادبی تخلیقات میں سرقہ کی روایت تسلیم کے لائق نہیں، لہٰذا یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان میں منفرد اسلوب پایا جاتا ہے۔ لیکن اس اسلوبیاتی انفرادیت کی نشو ونما کن اسباب و وجوہات کے سبب ہوئی یہ ضرور تحقیق طلب ہیں۔ اس لئے ہمیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت کنز الایمان کے پس منظر اور پیش منظر حالات، مقاصد اور ابلاغ خیال کا جائزہ لینا ضروری ہے، ایسا نہ کرنے کی صورت میں مسئلہ

ادھورا رہ جائے گا۔

**اعلیٰ حضرت کی عظیم شخصیت** - امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ذات محتاج تعارف نہیں انھیں ایک جائزہ کے مطابق ۵۵/علوم وفنون پر مکمل عبور حاصل تھا اور مختلف علوم وفنون میں کتابوں، رسالوں کا تالیف فرمانا مہارت تامہ اور قدرت کاملہ کا بین ثبوت ہے۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ امام احمد رضا کی معلومات کس قدر وسیع اور گہری تھی۔ جہاں تک ان کے ذخیرۂ الفاظ کی وسعت کا معاملہ ہے وہ اظہر من الشمس ہے کہ اس کا دارومدار صرف اور صرف معلومات کی وسعتوں پر ہے۔ جس قدر معلومات وسیع ہوگی، ذخیرۂ الفاظ بھی اسی قدر وسیع ہوگا اور معلومات کا وسیع نہ ہونا ذخیرۂ الفاظ کی تنگ دامنی کو لازم، جہاں تک عربی زبان وادب کا تعلق ہے، اس میں میرے سرکار اعلیٰ حضرت کو کیا کمال حاصل تھا یہ ان کی تصانیف اور رسائل سے ظاہر ہے۔ لفظوں کے معانی اور ان کے وجوہِ استعمال سے آپ بخوبی واقف تھے۔ کون سا لفظ کس موقعہ پر کلام عرب میں بولا جاتا ہے اور موقعہ ومحل کی مناسبت سے کس لفظ کا کون سا معنیٰ متعین ہوتا ہے اس پر بھی آپ کو قدرت حاصل تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی زبان وادب کا صحیح اور کامل مذاق رکھتے تھے اور عبارت فہمی میں تو آپ کا کوئی جواب ہی نہ تھا۔ قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو باتیں اس میں نقش ہو جاتی تھیں وہ دائمی طور پر برقرار رہتی تھیں اور لفظوں کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ ان کے مذاق سخن اور طبعی مناسبت سے جملہ وکلام کے ریشمی دھاگوں میں ازخود پرو جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں صرف اور صرف آمد ہی آمد کی کیفیت نظر آتی ہے۔ آورد تصنع اور تکلف کا دور دور تک اتا پتہ نہیں۔ یہی کیفیت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اسلوب اور کنزالایمان کے طریقۂ اظہار میں دکھائی دیتا ہے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ کنزالایمان کا انصاف کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ مطالعہ کر لیجئے، آپ کو ہر مقام پر عالمانہ شان، فنی کروفر اور آمد کی خوبصورت کیفیت دیکھنے کو ملے گی۔ اسی علمی شخصیت کا نتیجہ ہے کہ کنزالایمان کا اسلوب بیان، علم و ادراک فن وشعور اور فکر ونظر کا آئینہ دار نظر آرہا ہے اور اس پر مزید خوبی یہ ہے کہ یہ اسلوب آمد کے تسلسل سے منفرد اور نادر ونایاب بن کر ابھرا۔ بطور نمونہ سورۂ فاتحہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے......

''اللہ کے نام سے شروع، جو بہت مہربان رحمت والا، سب خوبیاں اللہ کو، جو مالک سارے جہان والوں کا، بہت مہربان رحمت والا روزِ جزا کا مالک، ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں، ہمیں سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا''۔ (کنزالایمان)

اس ترجمہ پاک کے خط کشیدہ الفاظ اسم جلالت کی تقدیم 'شروع'، 'خوبیاں'، 'چلا' اور 'غضب' پر غور کیجئے اور سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کیجئے۔ یہ تمام الفاظ اور ان کا مناسب استعمال اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی شخصیت اور فنی استعداد و صلاحیت کو نمایاں کر رہے ہیں۔

(الف) اسم جلالت لفظ اللہ کو ترجمہ میں سب سے پہلے لانا مخصوص، مصلحتوں پر مبنی ہے اور وہ مصلحتیں درج ذیل ہیں......

(۱) اس مقام پر لفظ اللہ اس تقدیم کا مستحق ہے۔

(۲) اس تقدیم سے عملی طور پر برکتوں، رحمتوں کا حصول اولین مقصد ہے۔

(۳) ترجمہ نگاری کے عمل میں توفیق ایزدی کی شمولیت کا نظریہ،

(۴) قول و عمل میں موافقت۔

(ب) شروع کرتا ہوں سے احتراز اور صرف شروع پر اکتفا علم و ادراک اور فنی نزاکتوں کا آئینہ دار ہے۔ اگر دقتِ نظر اور تعمقِ فکر سے کام لیا جائے تو صرف لفظ شروع ہی اصول ترجمہ نگاری کی پاسداری کرتا ہے۔ یہ خوبی شروع کرتا ہوں والے ترجمہ میں نہیں پائی جاتی کیونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے والوں میں مرد حضرات بھی ہیں اور عورتیں بھی انھیں میں شامل ہیں مگر شروع کرتا ہوں، والے ترجمہ نے پڑھنے والوں کو محدود کر دیا اور عورتوں کو اس زمرہ سے نکال باہر کیا میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علاوہ دوسرے مترجمین اصل متن کی عمومیت کو ترجمہ میں برقرار نہ رکھ سکے اور معنیٰ خصوصیت پیدا کر کے اسے مردوں کے لئے خاص کر دیا اور عورتوں کو بھلا بیٹھے۔ اب آپ خود ہی سوچ لیجئے، یہ کیسا ترجمہ ہے جس میں ترجمانی کی ناقص کیفیت پائی جاتی ہے۔ اس کے باوجود ان ترجموں کو سراہا جا رہا ہے۔ کیا یہ انصاف و دیانت کا خون نہیں؟ تو پھر اسے کیا کہا جائے، عقل و ہوش آپ کے پاس بھی ہے، فیصلہ کیجئے اور بتائیے۔

(ج) الحمد للہ کے ترجمہ میں سب خوبیاں اللہ کو لانا ہی بہتر و مناسب ہے۔ علم و ادراک بھی اسی کا تقاضہ کرتے ہیں۔ یہ مقام حمد ہے اس میں ایسے ہی لفظوں کا استعمال کرنا چاہیے جن سے صرف اور صرف حمد کا ہی تصور ہو لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے سوا تمام مترجمین نے اس کا ترجمہ سب تعریفیں اللہ کے لئے، کر کے مقام حمد کی نزاکتوں، رعنائیوں کو نظر انداز کر دیا کہ تعریفیں از روئے لغت مدح اور ذم دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں۔ اس لئے اس مقام پر 'تعریفیں' لانا مناسب نہیں۔ ہاں 'خوبیاں' لانا ہی علم و ادراک اور فن و شعور کو جلا بخشتا ہے۔ یہ حصہ خوب تر بھی امام احمد رضا فاضل بریلوی کو ملا۔

(د) اھدنا الصراط المستقیم یہ ایک دعا ہے جو ایک بندۂ مومن کی زبان سے نکلتی ہے اگر اس کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، تو میں کہتا ہوں یہ ترجمہ کسی زاویہ سے مناسب نہیں۔

(۱) بندۂ مومن تو سیدھا راستہ دیکھ چکا ہے تو پھر وہ دکھا کی دعا کس طرح کر سکتا ہے؟ یہ تو تحصیل حاصل ہوئی جو محال ہے۔

(۲) اس دعا میں ہدایت کی نسبت ذات وحدہ لاشریک کی طرف کی گئی ہے اور قاعدہ ہے جب ہدایت اللہ کی ذات کی طرف منسوب ہو، تو وہاں ایصال الی المطلوب کا معنی لیا جاتا ہے اور جب ہدایت کی نسبت غیر خدا یعنی رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوتی ہے تو اس کا معنی اراءۃ الطریق لیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے 'سیدھا راستہ چلا' سے ترجمہ کر کے ایصال الی المطلوب کا لحاظ کیا اور دوسرے مترجمین نے اراءۃ الطریق کو پیش نظر رکھ کر 'راستہ دکھا' ترجمہ کر دیا اور یہ فراموش کر بیٹھے کہ اھدنا الصراط المستقیم میں دعا ہونے کے سبب ہدایت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کی طرف ہے اسے علم کی کمی کہا جائے؟ یا کچھ اور؟ یہ فیصلہ قارئین کے ذمہ ہے۔

(س) سورۂ فاتحہ میں غیر المغضوب علیھم بھی آیا ہے۔ المغضوب اسم مفعول ہے اور اس کا ماخذ غضب ہے۔ یہ آیت بھی دعا کی حیز میں ہے اس لئے اس پر بھی حکم دعا ہی نافذ ہوگا۔ اس اعتبار سے غضب کی نسبت بھی اللہ کی طرف ہوگی۔ اس مقام پر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس غضب کا ترجمہ تمام مترجمین نے غصہ کیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کا کوئی ترجمہ نہیں کیا بلکہ انھوں نے ترجمہ میں اسی کو بعینہ رکھ کر فرمایا۔ ''نہ ان کا جن پر غضب ہوا'' میں کہتا ہوں، اس مقام پر غضب کا ترجمہ کرنا ہی نہیں چاہیے کہ اس کا متبادل لفظ غصہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب نہیں کیونکہ

(۱) غصہ کا اصل معنی از روئے لغت گلے میں کھانے کا اٹک جانا، پھندہ لگنا اور اُچھولگنا ہے۔ کیا غصہ کا یہ معنی خدا کی ذات کے لئے مناسب ہے۔ ظاہر ہے آپ کا بھی فیصلہ یہی ہوگا کہ ہرگز مناسب نہیں۔

(۲) جب آدمی کسی خوف یا لحاظ کے سبب اپنے دل کا جوش ظاہر نہ کر سکے اور وہ جوش و جذبہ گلے میں ہی اٹک کر رہ جائے، تو ایسی حالت میں چہرہ پر ناگواری کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں اور جو کیفیت نمایاں ہوتی ہے اس پر بھی بطور استعارہ غصہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ غصہ کا یہ استعاراتی معنی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب نہیں کہ اسے کس کا خوف؟ اور کس کا لحاظ؟ اور پھر یہ کہ اس ذات تنزیہہ کے لئے جوش و جذبہ کا اٹک جانا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟

لہٰذا علم و ادراک، فکر و شعور کا یہی فیصلہ ہے کہ غضب کا ترجمہ غصہ سے قطعی نہ کیا جائے، بلکہ لفظ ''غضب'' کو ہی ترجمہ میں رکھ دیا جائے کہ اس کا کوئی بھی متبادل لفظ اس غضب کی نمائندگی

نہیں کرتا۔ جن لوگوں نے غضب کا ترجمہ غصہ سے کردیا میں سمجھتا ہوں انھوں نے علم وادراک کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔

یہ چند شواہد تھے جو نمونے کے طور پر بیان کردیئے گئے جن سے یہ ثابت ہوگیا کہ کنزالایمان کا اسلوب بیان علم وادراک، فکر وشعور اور حسن تخیل کا مکمل طور پر آئینہ داری کرتا ہے۔ صرف سورۂ فاتحہ کے ترجمہ اور اس کے اسلوب سے جس علمی شخصیت کی طرف تبادرِ ذہن ہوتا ہے۔ یقیناً وہ علمی شخصیت اپنے زمانہ میں منفرد اور تنہا نظر آتی ہے۔ اسی انفرادی شان کے سبب کنزالایمان کا اسلوب بھی منفرد علمی اسلوب نظر آتا ہے۔

**اسلوب اور ماحول** - اسلوب کسی بھی تخلیق وفن پارہ کی ہواس میں ماحول پسِ منظر کے حالات کی جھلک ضرور نظر آتی ہے۔ دیگر اصناف سخن کی طرح ترجموں میں بھی ماحول اور فضا کی نمائندگی نظر آتی ہے۔ جب کنزالایمان کا املا کرایا جارہا تھا اس وقت قرآنی تراجم کے کیا حالات تھے؟ اور مترجمین نے کیا ماحول پیدا کردیا تھا؟ اس کا جائزہ بھی کنزالایمان کے اسلوب کا تعین کرتا ہے۔ عام طور پر مترجمین نے اردو میں قرآن کا ترجمہ کرکے ماحول میں تکدر اور فضا میں ناخوشگواری کی کیفیت پیدا کردی تھی۔ ڈاکٹر خلیق انجم کی درج ذیل تحریر پڑھیے، آپ کو ترجمہ قرآن کا ماحول سمجھ میں آجائے گا۔ آنجناب لکھتے ہیں......

اُردو میں قرآن شریف کا پہلا ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین نے کیا یہ ترجمہ لفظی تھا یعنی قرآن شریف کے ہر لفظ کا اس طرح ترجمہ کیا گیا کہ اردو فقروں کی ساخت بالکل بدل گئی اس ترجمہ میں سلاست اور روانی نہ ہونے کی وجہ سے اصل مفہوم سمجھنا مشکل تھا۔ شاہ رفیع الدین نے یہ ترجمہ ۱۷۷۶ء میں کیا تھا۔ تقریباً نو سال بعد یعنی ۱۷۹۵ء میں شاہ رفیع الدین کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر نے بھی قرآن شریف کا اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ پہلے ترجمہ کے مقابلہ میں زیادہ سلیس شگفتہ اور آسانی سے سمجھ میں آنے والا تھا۔ (فن ترجمہ نگاری، ص:۱۲)

مولانا شاہ رفیع الدین کا ترجمہ کوئی ترجمہ نہ تھا اور اس میں ابلاغ خیال کی زبردست کمی تھی۔ اس کے علاوہ اس کا اسلوب بھی ژولیدہ تھا۔ اسی لئے اصل مفہوم کے سمجھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ ہاں البتہ اتنی بات ضرور تھی کہ انھوں نے اردو ترجمہ کی روایت کی شروعات کردی۔ عوام و خواص میں یہ ترجمہ پسند نہیں کیا گیا۔ اسی لئے مولانا شاہ عبدالقادر کو ٹھیک نو سال بعد قرآن مقدسہ کا اردو میں ترجمہ کرنا پڑا۔ کاش اگر شاہ رفیع الدین کا ترجمہ قرآن شرف قبولیت سے مشرف ہوتا تو اس ترجمہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ترجمہ کرتے وقت مترجم کے دل میں جو

جذبہ وجوش اور مقاصد ہونے چاہیے وہ اس ترجمہ میں مفقود تھے۔ لہٰذا یہ بات روزِ روشن کی مانند واضح ہوگئی کہ شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں جو سلاست، روانی اور شگفتہ بیانی پائی جاتی ہے، وہ آمد کے تسلسل میں نہیں بلکہ کیفیت آورد کے نتیجے میں پائی جاتی ہے۔ اسی لئے اس ترجمہ میں کچھ متروک اور غیر مانوس الفاظ استعمال کئے گئے، جو فصاحت سے دور اور نظام بلاغت کے تقاضوں پر کھرے نہ اتر پائے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس ترجمہ کے تعلق سے چند تبدیلیوں کا ذکر کیا۔ آپ فرماتے ہیں......

فقیر کی رائے قاصر یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ پیشِ نظر ہے اور اس میں تبدیلیاں ملحوظ رہیں۔

(۱) وہ الفاظ کہ متروک یا مانوس آگئے ہیں فصیح سلیس ورائج الفاظ سے بدل دیئے جائیں۔

(۲) مطلب اصح جس کے مطالعہ کو جلالین کہ اصح الاقوال پر اقتصار کا جن کا التزام ہے، سرِ دست بس ہے، ہاتھ سے نہ جائے۔

(۳) اصل معنی لفظ اور محاورات عرفیہ دونوں کے لحاظ سے ہر مقام پر اس کے کمال پاس رہے۔

(۴) آیات متشابہات کے تعلق سے یہ کہنا ہے کہ اس کی تاویل نہ کریں بلکہ نصوص پر ایمان لائیں اور اگر تاویل کی بھی جائے، تو یہ ضرور خیال رہے کہ اس کا ظاہری معنی ذات اقدس کے لئے محال نہ ہو۔

ان مذکورہ چار تبدیلیوں کو ذہن میں رکھ کر بتایئے کہ اس وقت قرآن مقدس کے ترجمہ کرنے کا کیا ماحول تھا اور کیسی فضا تھی؟ بات اگر اسی حد تک ہوتی تو اس کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مذکور بالا چند مشورے ہی کافی تھے اور قرآن کا اردو میں ترجمہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت نے اس وقت کوئی ترجمہ نہیں کیا، مگر بعد میں کچھ ایسے نا اہل مترجمین میدان میں اتر آئے کہ ان کے ترجموں سے ماحول میں تعفن اور فضا میں تکدر پیدا ہوگیا۔ ایسے مترجمین میں سرسید، نذیر احمد، اشرف علی تھانوی، محمود الحسن دیوبندی کے نام شامل ہیں۔ ان کے ترجموں کو دیکھئے اور پھر ان کی چیرہ دستیوں کا اپنے ماتھے کی آنکھوں سے نظارہ کیجئے......

(۱) اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے۔ از سرسید

(۲) اللہ ان کو بناتا ہے۔ از نذیر احمد

(۳) ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے۔ فتح محمد جالندھری

(۴) اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے۔ محمود الحسن دیوبندی

ٹھٹھا/ ہنسی/ دل لگی/ بنانا، یہ ایسے مخصوص الفاظ ہیں جو نہ صرف قوت سامعہ پر گراں محسوس

ہوتے ہیں بلکہ کرخت آوازوں، ناخوشگوار اصوات پر مشتمل بھی ہیں۔ اسی طرح ان مترجمین نے اپنے ترجموں میں سرکار دوعالم ﷺ کے لئے ''گمراہ'' کا لفظ استعمال کر دیا جیسا کہ ووجدک ضالا کے ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ تمام ارباب ذوق اور انصاف پسند افراد سے صرف یہ التجا ہے کہ وہ عشق و ایمان کو پیش نظر رکھ کر بتائیں، کیا ایک نبی معصوم کے لئے ''گمراہ'' کا استعمال کیا جا سکتا ہے؟ اور غیرت ایمانی اس استعمال پر خاموش رہ سکتی ہے؟ انصاف و دیانت کا اگر دھندلا سا عکس بھی آپ کی نگاہ میں ہے تو جواب نفی میں ہی ہوگا۔ ترجمہ کی یہ کیسی مسموم فضا تھی؟ کہ غیرت وحمیت کو اپنا وجود برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

قرآن مقدس کے اردو ترجموں میں سب سے زیادہ اہمیت ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمۂ قرآن کو دی جاتی ہے یہ وہ نذیر احمد ہیں جو اردو ادب میں محتاج تعارف نہیں۔ منفرد اسلوب کے مالک ہیں، انشاء پرداز اور افسانہ نگار ہیں۔ محاوراتی اسلوب انھیں کی شناخت اور امتیازی شان ہے۔ روزمرہ کے لفظوں سے بزم ادب اور محفل سخن کو سجانے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ ترجمۂ قرآن میں بھی انھوں نے اسی اسلوب سے کام لیا اور یہ بھول گئے کہ یہ قرآن مقدس ہے کوئی عام ادبی تخلیق نہیں کہ ہر مقام پر اور ہر موضوع میں اس اسلوب سے کام نہیں لیا جا سکتا، بلکہ موضوع و مقام کے اختلاف سے اسالیب بھی مختلف ہو جایا کرتے ہیں۔ نذیر احمد کی اس غلطی کا اعتراف خود اردو ادب کے تاریخ نویسوں اور تنقید نگاروں نے کیا ہے۔ اس مقام پر ان کی رائے کا تذکرہ کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ پروفیسر منظر عباس نقوی تحریر کرتے ہیں......

مولوی نذیر احمد کے اسلوب میں اگر کوئی نقص ہے تو بس یہی کہ اس میں لچک بالکل نہیں۔ یہ محاوراتی اسلوب ''مراۃ العروس''، ''توبۃ النصوح''، ''رویائے صادقہ'' اور ''ایامیٰ'' جیسے قصوں میں تو زیب دیتا ہے لیکن ترجمۂ قرآن مجید 'الاجتہادات' اور امہات الامہ'' جیسی مذہبی کتابوں کے لئے موزوں نہیں۔ (اسلوبیاتی مطالعے، ص:۱۵)

جناب خلیق انجم صاحب اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

قرآن کا ترجمہ مختلف مترجمین نے کیا ان میں سب سے آسان اور روزمرہ کا ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کا سمجھا جاتا ہے۔ موصوف شستہ اور بامحاورہ زبان لکھنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ ''امہات الامۃ'' لکھتے وقت بھی اسی صفت کو برت گئے اور برے پھنسے۔ رسول اللہ ﷺ کے راتوں رات مکہ سے باہر تشریف لے جانے کا تذکرہ یوں کیا ''وہ راتوں رات سٹک گئے'' یہ سٹک کا لفظ اگرچہ عوام کی بول چال میں استعمال ہوتا ہے لیکن پیغمبر کی شان میں یہی لفظ ایک گستاخی سمجھا گیا اور اس طرح

کے الفاظ کی بنا پر ڈپٹی نذیر احمد کے خلاف عام جلوسوں میں تجویزیں پاس ہوئیں اور بہت شور مچا۔ (فن ترجمہ نگاری، ص:۸۹)

ان عبارتوں کو پڑھئے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ قرآن کا اردو میں ترجمہ کرنے کا کیا ماحول تھا اور کیسی فضا تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی دانش مند طبقہ اس ماحول سے مطمئن نہیں تھا بلکہ عوام و خواص کے دلوں میں کرب و اضطراب اور تشویش پنپ رہی تھی۔ اس مسموم فضا سے ہر ایک نکلنا چاہتا تھا۔ اسی ماحول کے بطن سے مقاصد کا تعین ہوتا ہے کہ عوام کے دلوں میں کیا تھا؟ اور خواص کیا چاہتے تھے؟

**تعین مقاصد** - ماحول کا گہرائی سے جائزہ لینے کے بعد اہل علم پر مختلف قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں......

**اولاً** - یہ کہ قرآنی تراجم میں جن مقامات پر غلطیاں ہوئی ہیں یا مترجم ترسیل خیالات میں ناکام ہوئے ہیں ان کی نشاندہی کی جائے اور ایسے غلط ترجموں کے مطالعہ سے عوام اہل سنت کو بچایا جائے۔

**ثانیاً** - یہ کہ ان ترجموں کے مطالعہ کے سبب قلب و ذہن پر جو مضر اثرات مرتب ہوئے ہوں ان کا ازالہ کیا جائے۔

**ثالثاً** - عوام اہل سنت کے ہاتھوں میں ایک ایسا ترجمہ قرآن دیدیا جائے جو تمام سابقہ ترجموں سے بہتر و افضل ہو اور اس میں قرآن مقدس کی مکمل ترجمانی پائی جاتی ہو اور وہ ترجمہ عظیم شاہکار کی حیثیت رکھتا ہو۔ زبان و بیان، اسلوب نگارش، فصاحت و بلاغت اور دیگر تمام خوبیوں کا جامع ہوتا کہ لوگوں میں اس کے مطالعہ کا ذوق و شوق پرورش پائے اور دلجمعی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے، اگر اس ترجمہ میں بھی دوسرے تمام ترجموں کے مقابلہ میں انفرادیت اور فوقیت نہ پائی جاتی تو پھر اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟

حالات کے انھیں تقاضوں کا احساس حضرت صدر الشریعہ الشاہ مولانا محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کو ہوا اور انھوں نے حضرت سیدنا امام احمد رضا کی بارگاہ میں ایک حسین و خوبصورت ترجمۂ قرآن کی ضرورت و افادیت کا تذکرہ کیا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی انھیں حالات کے سبب کنز الایمان کا املا کرایا۔ وہ مقاصد جو حالات اور مسموم و مکدر فضا کے بطن سے نکل کر سامنے آئے۔ نہایت ہی اہم اور پُر وقار تھے۔ یہ علم و ادراک، فکر و نظر اور فن و شعور کا جلوہ اور تابانیاں دکھانے کا مقام نہ تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی اور پھر یہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ایسا مزاج اور فطرت بھی نہ تھی۔ علمی

رعب ودبدبہ، فکری شان وشوکت کا مظاہرہ ان کی مزاج وعادت سے کوسوں دور تھی۔ آپ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں......

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد در وے
جز من و چند کتابے و دواتے قلمے

یہاں مسئلہ تحفظ ایمان و وفا اور خلوص وعشق کی صیانت کا تھا۔ ذات وحدہ لاشریک کی تقدیس وتنزیہہ کا تھا۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کنزالایمان کا املا کرا رہے تھے اور صدر الشریعہ املا کررہے تھے۔ دونوں طرف ایک ہی جذبہ تھا، ولولہ وجوش تھا اور رفتہ رفتہ کنزالایمان نشو ونما اور عروج وارتقا کی منزلیں طے کررہا تھا۔ خلوص میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اس میں اعلیٰ درجہ کی کشش اور جاذبیت ہوتی ہے۔ میرے دوست! اسی جذب وکشش کا نتیجہ تھا کہ آج کنزالایمان میرے ہاتھوں میں ہے اور اس کے مطالعہ سے میرے دیدہ ودل روحانی قلبی مسرت محسوس کررہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت اور ابلاغ خیال- امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت کی شخصیت علمی صلاحیت، وسعت معلومات اور ان کے ذخیرۂ الفاظ کی پہنائیوں کے جائزہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قرآن فہمی میں اعلیٰ حضرت کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ اپنی مثال آپ تھے۔ زبان وبیان، اسلوب ادا اور انداز نگارش کے رمز شناس تھے۔ لفظوں کے معانی ومطالب، ان کے وجوہِ استعمال اور مواقع استعمال کی نزاکتوں، لطافتوں اور رعنائیوں کو خوب جانتے پہچانتے تھے اور اس بات سے بھی واقف تھے کہ کہاں طنز ہے اور کس مقام پر زجر وتوبیخ ہے۔ آپ کی قرآن فہمی میں یہ تمام خوبیاں موجود تھیں۔ ترجمہ کیا ہوتا ہے؟ ترجمانی کی کیفیت کس نوعیت کی ہونی چاہیے؟ اس سے بھی آگاہ تھے۔ خیالات و جذبات کی ترسیل کس طرح ہو؟ اور کن لفظوں سے ہو، اس پر بھی آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ اس ابلاغ خیال کی قوت بروئے کار لاتے ہوئے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کنزالایمان کا املا کرایا اور اسلوب بھی ایسا اپنایا کہ اس میں ترجمہ کی تمام خوبیاں، خصوصیات در آئیں اور پھر لب ولہجہ کا بانکپن، شگفتگی سر چڑھ کر بولنے لگی۔ کنزالایمان میں سلاست وروانی، کہیں سادگی وشگفتگی اور حسن ورعنائی کا جلوۂ زیبا ملتا ہے۔ مثال کے طور پر کنزالایمان کی اس درج ذیل عبارت کا مطالعہ کیجئے۔ آپ اس کے مطالعہ سے یقیناً محظوظ ہوں گے۔

یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کررہے ہیں، بڑی خبر کی جس میں وہ کئی راہ ہیں ہاں ہاں، اب

جائیں گے۔ پھر ہاں ہاں جان جائیں گے، کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا اور پہاڑوں کو میخیں اور تمہیں جوڑے بنایا اور تمہاری نیند کو آرام کیا اور رات کو پردہ پوش کیا اور دن کو روزگار کے لئے بنایا اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا اور پھر بدلیوں سے زور کا پانی اُتارا کہ اس سے پیدا فرمائیں، ناج اور سبزہ اور گھنے باغ، بیشک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا کہ تم چلے آؤ گے، فوجوں کی فوجیں اور آسمان کھولا جائے گا، کہ دروازے ہو جائیں گے اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکہ دیتا۔ بیشک جہنم تاک میں ہے، سرکشوں کا ٹھکانا، اس میں قرنوں رہیں گے۔ اس میں اس طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو، مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کو پیپ، جیسے کو تیسا بدلہ بیشک انھیں حساب کا خوف نہ تھا اور انھوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔ اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب۔ (از کنزالایمان، ص:۸۶۷، پارہ ۳۰، سورۃ انباء)

کنزالایمان کے اس اقتباس کو پڑھیے اور دل کھول کر پڑھیے۔ انصاف و دیانت سے کام لیجئے۔ اس عبارت منقولہ کے اسلوب اور لب ولہجہ پر غور کیجئے۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کس خوبصورت لب ولہجہ میں قرآن مقدس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اب تک جس قدر تراجم قرآن موجود ہیں ان میں کسی کا اسلوب اتنا اچھوتا اور ندرت لئے ہوئے نہیں ہے۔ خواہ یہ ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب کا ہو یا مولانا عبدالقادر صاحب کا۔ اردو ادب کے کوہِ گران ڈپٹی نذیر احمد بھی اس اسلوب کو نہ چھو سکے اور نہ ہی محمود الحسن دیوبندی وغیرہ۔ جہاں تک میں نے اس اقتباس کو پرکھا ہے اس میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں......

(۱) اس عبارت منقولہ میں سادگی و پرکاری، زبردست انداز میں پائی جاتی ہے۔ الفاظ نہایت ہی ہلکے پھلکے اور چست اور شگفتہ استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر ان سادہ لفظوں میں بھی فصاحت و بلاغت اور مانوسیت کے سبب حسن ورعنائی کا ایسا تیکھا رنگ چڑھا ہوا ہے کہ عبارت کی پوری فضا ایک خوبصورت نگار خانہ دکھائی پڑتی ہے اور جگہ جگہ محاوروں کے استعمال نے ایسا جلوہ بکھیرا ہے کہ اس کی خوبصورت شعاعیں ہر سادہ لفظوں کے پیکر میں نظر آتی ہیں۔ یہی وہ اسلوب ہے جس نے ارباب ذوق کے لبوں پر تبسم کی کیفیت نمودار کر دی ہے اور علم وشعور کے دلدادگان کو محوِ حیرت کر دیا ہے۔ اس نادر و نایاب اسلوب بیان پر ہم اہل سنت جس قدر ناز کریں کم ہے۔

(۲) کا ہے کی پوچھ گچھ، کئی راہ ہیں، ہاں ہاں۔ نیند کو آرام کیا، چنائیاں چنیں، فوجوں کی فوجیں، چمکتا ریتا، پانی کا دھوکا دینا، تاک میں ہے، جیسا کو تیسا، حد بھر، لکھ کر شمار کر رکھی ہے، نہ

بڑھائیں گے مگر عذاب، وغیرہ یہ وہ الفاظ و جملے ہیں جو فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ مروجہ اور مانوس بھی ہیں۔ ان میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے اجنبیت اور وحشی پن کا احساس ہوتا ہو، روزمرہ میں یہ الفاظ بولے جاتے ہیں مگر یہ بازاری اور دیہاتی بولیوں سے تعلق نہیں رکھتے۔ جس عبارت میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں اس کے حسن و بانکپن کا کیا کہنا؟ اس کا احساس تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ادبی ذوق رکھتے ہیں اور زبان و بیان کی رعنائیوں سے واقف ہیں۔

(۳) اس عبارت میں ایک خاص خوبی اور وصف یہ پایا جاتا ہے کہ جو لفظ جس مقام پر استعمال ہوا ہے وہ نگینہ کی مانند جڑا ہوا ہے اور موقع و محل کی مناسبت سے ایسا اٹوٹ رشتہ قائم کر لیا ہے، کہ اس مقام سے اس کی جدائی عبارت کے حسن و کمال اور اسلوب کی ندرت کو متاثر کر سکتی ہے۔ موقع و محل سے لفظوں کی یہ مناسبت صرف مناسبت نہیں۔ بلکہ فطری اور طبعی مناسبت ہے۔ جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حسن انتخاب اور خوبصورت شعور و فکر کی نمائندگی کر رہی ہے۔ دل چاہتا ہے اس حسن انتخاب کو سو بار سلام کیا جائے اور اس کے تذکرہ سے محظوظ ہوا جائے۔

ترجمہ قرآن کنز الایمان کے اسلوب ادا میں جہاں سلاست، روانی، حسن و رعنائی، شگفتگی پائی جاتی ہے وہیں تخیل کا جلوۂ زیبا بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ کہیں تشبیہ و استعارہ کی قوس و قزح ہے تو کہیں رمز و کنایہ کی ضیا پاشی ہے۔ لفظی و معنوی صنعتوں کے استعمال سے اسلوب بیان میں ایسا نکھار اور ایسی ندرت پائی جاتی ہے کہ کنز الایمان کے مطالعہ سے کوئی سیری حاصل نہیں ہوتی بلکہ پیاس میں مزید شدت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب و نظر اس کے مطالعہ سے تکان محسوس نہیں کرتے۔ یہ ایک ایسی خوبی اور حسن و جمال ہے، جو صرف کنز الایمان میں پایا جاتا ہے۔ یہ بھی اس کی انفرادی اور امتیازی شان ہے۔ سورۂ مریم کی شروع آیتوں کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا، عرض کی، اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی ہے اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا۔ (کنز الایمان، ص: ۴۱۱)

خط کشیدہ جملہ "بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا" خالص استعاراتی نظام کی نشاندہی کر رہا ہے کہ بڑھاپے کے سبب سر کے کچھ سفید بالوں کو "بھبھوکا" بطور استعارہ کہا گیا ہے اور پھر اسی کی مناسبت سے "پھوٹا" استعمال کیا گیا ہے۔ اس کو دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ "سفید بالوں کا گچھا" مشبہ "بھبھوکا" مشبہ بہ اور اسی کی مناسبت سے فعل پھوٹا لایا گیا اور دونوں میں وجہ تشبیہ پھیل جاتا ہے جس طرح آگ کی روشنی پھیلتی ہے، اسی طرح سفید بال بھی پھیل جایا کرتے ہیں۔

اسلوب ادا میں استعاراتی نظام کی شمولیت مترجم کی قوت تخیل اور فکری صلاحیت کو اجاگر کر رہی ہے اور ترجمانی کی کیفیت کو نمایاں کر رہی ہے کہ ہر ایک مترجم ترجمہ کرتے وقت ترجمانی کی ذمہ داریوں اور اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کر پاتے کہ مترجم اگر اصل متن کے معنیاتی نظام کا پاس و لحاظ کرتا ہے تو لفظوں، جملوں اور موقعہ و محل کی نزاکتیں فراموش کر بیٹھتا ہے اور اگر وہ لفظیاتی نظام کا لحاظ و پاس کرتا ہے تو معنیاتی نظام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اسی لئے ترجموں میں کہیں، ناقص عبارت فہمی کا حادثہ پیش آتا ہے اور کسی مقام پر ترسیل کی ناکامی کا شکار ہو کر مترجم کی شخصیت مجروح نظر آتی ہے لیکن امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کنزالایمان میں دونوں کا پاس و لحاظ رکھا گیا اور وہ لفظیاتی و معنیاتی نظاموں کا حسین سنگم دکھائی دیتا ہے۔ اگر لفظیاتی نظام کے تحت کہیں، ماضی کا ترجمہ حال سے یا حال کا ماضی سے نظر آجائے تو آپ یہ سمجھیں کہ موقع و محل اور بلاغتی نظام اسی کا متقاضی تھا اور اعلیٰ حضرت نے وہی ترجمہ کیا جس کا بلاغت متقاضی تھی۔ اس اعتبار سے کنزالایمان میں اصل عبارت یعنی قرآن مقدس کے اسلوب بدیع کی زیادہ تر خوبیاں، خصوصیات اور انفرادی امتیازات در آئی ہیں۔ انہیں خوبیوں کا مشاہدہ کر کے کہنے والوں نے کہا اگر اردو میں قرآن نازل ہوا ہوتا تو وہ کنزالایمان ہوتا۔ یہ تعریفی جملہ میری نگاہ میں قطعی غلط نہیں بلکہ فکر و استدلال اور مشاہدہ کا منھ بولتا ثبوت و نمونہ ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ جذبۂ اعتدال و توازن کو دلوں میں سجا کر اس کا مطالعہ کیا جائے، تعصب اور تنگ نظری سے اپنے آپ کو دور رکھا جائے۔

**کنزالایمان اور نظام تنزیہ** :- اس بات کا دھیان رکھئے کہ اردو زبان میں تراجم قرآنی کے جو مخدوش حالات اور مسموم فضا تھی، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی بلکہ اس مسموم فضا و تسلسل سے انحراف کرتے ہوئے، تقدیس و تنزیہہ کے نظام کو برقرار رکھا اور کنزالایمان میں وہی جملے اور الفاظ استعمال کئے جو خدا اور رسول ﷺ اور بزرگان خاص کی ذوات قدسیہ کی شان کے مناسب تھے۔ کنزالایمان کھنگا لنے کے بعد بھی کوئی ایسا لفظ نہیں مل پائے گا جس سے دلوں میں سوئے ادب کا شائبہ گذرتا ہو اور ذوق طبع جسے قبول کرنے کو تیار نہ ہو۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا یہ نظام تنزیہہ خالص ان کے عشق و وفا اور تائید ایزدی پر قائم ہے بلکہ میں کہتا ہوں اسی کا کرشمہ ہے جو دیکھنے کو مل رہا ہے۔ یہی تو دلوں میں سرور اور آنکھوں میں نور بھر رہا ہے۔ چشم بصیرت کھولئے اور نظام تقدیس و تنزیہہ کے خوبصورت جلوؤں کا مشاہدہ کیجئے۔

(الف) اللہ تعالیٰ کی ذات قدس کے لئے امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہ تقدیس و تنزیہہ سے پرنور نظر آتے ہیں۔ کنزالایمان کے حوالہ سے چند ترجمے

پیش کیے جارہے ہیں......

(۱) اور اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے۔ (کنز الایمان، ص:۴)

(۲) بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ (کنز الایمان، ص:۵)

(۳) اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔ (کنز الایمان، ص:۲۴۳)

(ب) اب ذرا اس بارگاہ ذی وقار میں سلام شوق پیش کیجیے، جس کے تصور ہی سے دیدہ و دل کے کوچوں میں عشق و ایمان، خلوص و یقین کی کلیاں مسکرا اٹھتی ہیں اور سوز و گداز، محبت و شیفتگی کا پورا منظر خوشبوؤں میں بس جاتا ہے۔ وہ بارگاہ سرکار دو عالم ﷺ کی ہے جو اصل کائنات روح ایمان اور جان یقین ہیں، جس کا تصور بھی ادب و احترام کے سانچے میں ڈھل کر کرنا چاہیے۔ باد صبا بھی سراپا ادب ہو کر اس راہ سے گزرتی ہے۔ نوری مخلوق بھی اس بارگاہ میں آکر عقیدتوں، محبتوں کا خراج پیش کرتے ہیں۔ اب آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ یہ بارگاہ کس ادب و احترام اور عزت و وقار کا متقاضی ہے، مگر عام مترجمین نے اپنے ترجموں میں جو خلاف ادب لفظوں کا استعمال کیا، کیا آپ کا شعور و دانش اسے قبول کرنے کو تیار ہے؟ انصاف اور دیانت سے بتائیے۔ میں مذکورہ ترجموں کو پیش کر کے اس خارستان میں جانا نہیں چاہتا، جہاں جیب و گریباں تار تار ہو جاتے ہیں اور قلب و روح نیم بسمل کی مانند تڑپنے لگتے ہیں، مگر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کنز الایمان میں پاکیزہ کلمات اور خوبصورت لفظوں اور جملوں کا استعمال کر کے، زخم خوردہ افراد کے دلوں میں تسلی اور مضطرب ذہنوں کو چین و سکون عطا کر دیا۔ سورۃ والضحیٰ میں ایک آیت ووجدک ضالا آئی ہے۔ عام مترجمین نے ضالاً کے لفظیاتی نظام میں الجھ کر رسول کریم ﷺ کو گمراہ اور راہ سے بھٹکا ہوا بتا دیا، لیکن امام احمد رضا کا عشق و کمال اور بالغ نظری دیکھیے کہ انھوں نے، اس ضالاً کا اس خوبصورت انداز میں ترجمہ کر دیا کہ ذوق جمال بھی مستی میں جھومنے لگا اور طبع نازک بھی مچل مچل سی گئی۔ آپ یوں ترجمہ فرماتے ہیں......اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا، تو اللہ کی طرف راہ دی، اس ترجمہ میں نہ گمراہ کا لفظ آیا اور نہ ہی راہ سے بھٹکا ہوا، کہ یہ دونوں لفظ شان رسالت مآب ﷺ کے خلاف ہے اور خود رفتہ ایک ایسا لفظ ہے جو ادب و احترام، عزت و وقار کا آئینہ دار ہے اور ناموس عشق کا تحفظ کر رہا ہے۔ کیا کنز الایمان کا یہ لفظ حیرت میں ڈالنے والا نہیں؟

(ج) قرآن مقدس کی جن آیتوں میں بندگان خاص کا تذکرہ ہے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ان کے ترجموں میں بھی اسی ادب و احترام کا التزام رکھا ہے اور ان کے تصرفات کا بھی خوبصورت پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ کیا یہ اکتسابی عمل و کیفیت کا نتیجہ ہے؟ نہیں بلکہ

خداداد ذہانت وفطانت اور فکر وشعور کا کرشمہ ہے جو شب دیجور کے اندھیروں میں آفتاب وماہتاب بن کر درخشاں ہے اور اپنی نوری کرنوں سے قلب وروح کو گرمارہا ہے۔

کاش اگر مترجمین سابق اور ہم عصر اس راز سے واقف ہوتے تو ان کی نوک قلم سے ناموس رسالت کا تحفظ ہوتا اور آئندہ بھی یہ صورت برقرار رہتی ہے۔

کنزالایمان اور مخاطبین ۔ چونکہ کنزالایمان کا مطالعہ کرنے والوں میں متعدد افراد ہیں جن میں خاص طور سے یہ پہلو لائقِ تحسین ہے کہ یہ کنزالایمان وہ ترجمہ قرآن ہے جس میں عوام وخواص کے دلوں کا بہتر انداز میں خیال رکھا گیا ہے اور مخاطبین کے ساتھ ہمدردی جتائی گئی ہے۔ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء اور اس کے قریب کے زمانوں میں جو قارئین اور اہل ذوق حضرات تھے۔ ان کے شعور وفہم، نفسیاتی، ذہنی صلاحیتوں کا اگر تجزیہ کیا جائے اور پھر اس بات پر غور کیا جائے کہ ان ذہنی فکری صلاحیتوں کے اعتبار سے کنزالایمان میں اختیار کیا گیا طریقۂ اظہار کس قدر کامیاب ہے تو یہ بات بالکل روز روشن کی مانند واضح ہو جائے گی کہ یہ ذہنی صلاحیتیں اسی اسلوب ادا کا تقاضہ کرتی ہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کنزالایمان کا املا کرا کر نہ صرف اس تقاضہ کو پورا کیا بلکہ وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جو وقت کی اہم ضرورت کا احساس کرلے وہ زمانے کے کاندھوں پر سوار ہوتا ہے اور وقت وزمانہ اس کے تصرف میں رہا کرتے ہیں۔ تجدید دین اور احیائے ملت اس کا منصب ہوا کرتا ہے۔ امام احمد فاضل بریلوی کا یہ کارنامہ بھی ان کے تجدیدی خدمات سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم اہل سنت پر ان کا یہ بھی ایک احسان ہے، پلکوں سے حرفوں کو چن کر بھی ہم ان کے اس احسان کا قرض نہیں اتار سکتے۔ ہم جیسے کم پڑھے لکھے افراد پر لازم ہے کہ ان کے تجدیدی کارناموں کا احترام کریں، تحسین آمیز نگاہوں سے ان کی علمی شخصیت اور فنی صلاحیتوں کو دیکھیں اور جذبۂ شوق میں اپنے دیدہ ودل کو ان کی راہ کا فرش بنائیں۔ کنزالایمان اور ان کے دوسرے کارناموں سے استفادہ کریں لیکن استفادہ واکتساب کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت کا بھی پاس ولحاظ رکھیں۔ شخصیت کا پاس ولحاظ اور کارناموں سے بے اعتنائی یا کارناموں سے استفادہ اور ذات و شخصیت سے لاپرواہی، دونوں صورتیں منفی اور مضر اثرات کی حامل ہیں۔ دورِ حاضر میں کچھ اسی قسم کے جذبات پنپ رہے ہیں، جو دین وملت کے پیکر نور ونکہت کو مضمحل اور ناتواں کر رہے ہیں، یہ سراسر ظلم وزیادتی ہے۔ دانشمند طبقوں کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ اس طرح کے معاملات محسنین کی شان کے خلاف ہیں اور اصولِ دیانت اس کی اجازت نہیں دیتے۔

میں مانتا ہوں کہ دور حاضر علمی انحطاط اور زوال پذیر تہذیب کا آئینہ دار ہے۔ ہماری ملت

کے نوجوان اردو زبان وادب سے واقف نہیں اور نہ ہی اس کا ذوق رکھتے ہیں، فارسی اور عربی زبانوں کو تو جانے دیجیے مگر اس کے باوجود کنزالایمان میں جو زبان و بیان، اسلوب نگارش اپنایا گیا اس میں جو الفاظ جملے اور عبارتیں استعمال کی گئیں، کیا وہ دور انحطاط میں فہم وفراست سے بالاتر ہیں؟ یا معانی و مطالب کی ادائیگی میں خلل ڈال رہی ہیں؟ کیا اس کے محاورے، تشبیہات واستعارات دور از کار ہیں؟ کوئی بھی اس دور کا ارسطو و ابن سینا ہی کیوں نہ ہو، اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے جو لوگ کنزالایمان کا پابندی سے مطالعہ کرتے ہیں ان سے پوچھئے وہ اس کا مطالعہ کرتے ہیں انھیں کیا مزہ آتا ہے؟ اور وہ کس طرح محظوظ ہوتے ہیں؟ جہاں تک کنزالایمان میں کچھ ایسے لفظوں کا ہونا جو متروک الاستعمال ہو چکے ہیں یا پھر غیر مانوس ہیں؟ تو اس سلسلے میں مجھے چند باتیں آپ سے کرنی ہیں......

**اولاً**- کنزالایمان میں ایسا کوئی لفظ ہے نہیں۔

**ثانیاً**- تلاشِ بسیار کے بعد اگر کوئی ایسا لفظ مل بھی جاتا ہے تو اس کے تعلق سے یہ دیکھنا ہے کہ وہ ہندوستان کی علاقائی بولیوں میں سے کس بولی سے تعلق رکھتا ہے یا تمام بولیوں سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بھی متعین کرنا ہوگا کہ اس کا استعمال بالکلیہ متروک ہے یا جزوی طور پر متروک ہے۔

**ثالثاً**- اگر وہ لفظ جزوی طور پر متروک ہے اور بعض علاقوں میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے تو ایسے لفظوں کو متروک الاستعمال نہیں کہا جا سکتا ہے۔

رابعاً- اگر بالکلیہ متروک الاستعمال ہے تو کیا اس کا استعمال، فصاحت وبلاغت اور ادبی ذوق کو متاثر کر سکتا ہے یا نہیں؟ نہیں کی صورت میں کنزالایمان سے ایسے لفظوں کو خارج کرنا مناسب نہیں اور اگر متاثر کر سکتا ہے تو پھر باغ و بہار، فسانۂ عجائب اور دوسری قسم کی ادبی تخلیقات کو بھی زمرۂ ادب سے خارج کرنا پڑے گا۔ کیا اس قسم کی جرأت و بیبا کی کسی نقاد میں ہے؟

خامساً- اور اگر بالکل متروک الاستعمال ہے اور کنزالایمان کی ادبیت اس سے متاثر ہو سکتی ہے پھر بھی ایسے لفظوں کو خارج کرنا روا نہیں، ہاں اس کی تشریح و تجزیہ کیا جا سکتا ہے؟ اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔

---

# کنز الایمان کا ادبی ولسانی جائزہ

■ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اردو ترجمۂ قرآن "کنزالایمان فی ترجمة القرآن" سے قبل متعدد مترجمین کے تراجم شائع ہو چکے تھے۔ جیسے:

شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، ڈپٹی نذیر احمد، سرسید احمد خاں، عاشق الٰہی میرٹھی، مولوی فتح محمد جالندھری، نواب وحید الزماں، عبداللہ چکڑالوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کے تراجم قرآن۔

اور اعلیٰ حضرت کے بعد کے مترجمین ہیں:

ابوالکلام آزاد، ابوالاعلیٰ مودودی، عبدالماجد دریا آبادی

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن معروف بہ "کنزالایمان" ۱۳۳۰ھ میں مکمل ہوا۔ وہ بھی کتب تفسیر ولغت کو دیکھے بغیر بہ ذریعہ املا فی البدیہہ برجستہ اور پھر جب اس ترجمہ کا کتب تفسیر سے تقابل کیا جاتا تو تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق پایا جاتا۔

"کنزالایمان" کے بعد سنی علما کے تراجم قرآن منظر عام پر آئے لیکن یہاں ان کا ذکر مقصود نہیں۔

"کنزالایمان" لاریب! خزانۂ ایمان ہے اور صرف خزانۂ ایمان ہی نہیں بلکہ علم و زبان وادب کا بھی خزانہ ہے۔ "کنزالایمان" کی خوبیوں کی بابت اپنوں کے علاوہ بیگانے بھی معترف ہیں۔ لکھتے ہیں:

**(۱) علامہ سعید بن یوسف زئی:**

"بہ وقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی ولغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحب مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو دیگر تراجم میں بالکل ناپید ہے۔"

(مضمون: کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں، مشمولہ معارف رضا کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۹۰ تا ۱۰۰)

**(۲) جماعت اسلامی ہند کا ترجمان ماہ نامہ الحسنات رام پور:**

''فقہ میں جدالممتار اور فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایک اور علمی کارنامہ ترجمۂ قرآن مجید ہے جو ۱۳۳۰ھ میں ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے منظر عام پر آیا اور جس کے حواشی ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' کے نام سے مولانا مفتی نعیم الدین مرادآبادی نے تحریر فرمائے۔ یہ ترجمہ اس حیثیت سے ممتاز نظر آتا ہے کہ جن چند آیاتِ قرآنی کے ترجمہ میں ذرا سی بے احتیاطی سے حق جل مجدہ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے ان کے بارے میں خاص احتیاط برتی ہے۔''

(شخصیات نمبر، سال نامہ ۱۹۷۹ء ص ۵۴۔۵۵)

ماہ نامہ ''معارف'' اعظم گڑھ اور مولانا ماہرالقادری نے بھی ''کنزالایمان'' کو سراہا ہے۔ بہ خوف طوالت زیادہ حوالے نہیں دیے گئے۔

## ادبی و لسانی جائزہ:

قرآن کریم، رب عظیم کا کلام بلاغت نظام ہے اور کسی بھی زبان میں قرآن کے ترجمہ کی سعادت جو بھی حاصل کرے گا وہ اپنی استعداد و فکر کے اعتبار سے بعض معانی و مقاصد ہی بیان کر سکے گا لہٰذا کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ کلام اللہ کے تمام معانی و مقاصد کو ترجمہ کی زبان میں منتقل کر رہا ہے۔ کنزالایمان کے اسلوب کی بابت پروفیسر طاہرالقادری رقم طراز ہیں کہ:

> ''میرا عقیدہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمۂ قرآن، الفاظ قرآن کی توجہ اتحادی کے فیضان سے معمور ہے جو حسن خوبی، ربط و نظم اور روانیِ بیان الفاظِ قرآنی میں ہے ان کی جھلک اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن میں بہ درجۂ اتم دکھائی دیتی ہے۔''

(کنزالایمان اور اس کی فنی حیثیت، ص ۳۲۔۳۳)

## لسانی جائزہ:

**(۱) لفظ ''پوجا'' کا استعمال:**

کچھ لوگوں نے امام احمد رضا کے لفظ ''پوجا'' پر اعتراض کیا ہے کہ یہ تو ہندو اپنی عبادت کو کہتے ہیں اور وہ مشرک ہیں لہٰذا یہ لفظ ان کی عبادت کا مفہوم ادا کرتا ہے لیکن معترضین حضرت امام قدس سرہ العزیز کے اس لفظ کے استعمال کی معنویت کو نہیں سمجھ سکے۔

جہاں تک لفظ بندگی کا تعلق ہے تو اس لفظ سے عبادت الٰہی کا پورا مفہوم ادا نہیں ہوتا۔ لفظ بندگی اللہ کے سوا دوسرے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد ''غلامی'' بھی ہے اور آداب و

تعظیم بھی مراد ہے۔اب رہی بات ''پوجا'' کی تو یہ عام ہندوستانی لفظ ہے گو اس کا ماخذ سنسکرت ہے۔ ''پوجا'' سے مراد عبادت بھی ہے اور تعظیم و تکریم بھی۔جیسے ہندی میں استاد (گرو) یا والد (پتا) وغیرہ کے لیے اس طرح لکھا یا بولا جاتا ہے:

(۱) پوجیہ گرو جی۔ یعنی قابل تعظیم استاد محترم

(۲) پوجیہ پتا جی۔ یعنی قابل تعظیم یا واجب الاحترام والد صاحب

لیکن جب مشرکین عبادت کرتے ہیں تو اسے بھی ''پوجا'' کہتے ہیں۔وہ جسے بھی پوجتے ہیں، اس کے ساتھ پوری وفاداری اور خود سپردگی کا اظہار کرتے ہیں اور اسی کو معبود سمجھ کر پوجتے ہیں لیکن امام احمد رضا نے یہ کہہ کر کہ ''ہم تجھی کو پوجیں'' شرک کی جڑ کاٹ دی اور بتا دیا کہ ہم اس کو پوجتے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے اور معبود حقیقی ہے اور اس کا کوئی ساجھی ہے نہ شریک! اس طرح امام احمد رضا نے اللہ وحدہٗ لاشریک اور معبود حقیقی سے کامل وفاداری اور خود سپردگی کا اظہار فرما دیا۔

**(۲) ''نبی'' کا ترجمہ:**

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ کے چند تراجم دیکھیے:

﴿الف﴾ اے نبی...... (شاہ عبد القادر)

﴿ب﴾ اے نبی...... (مولوی اشرف علی)

﴿ج﴾ اے پیغمبر...... (ڈپٹی نذیر احمد)

﴿د﴾ اے نبی...... (شاہ رفیع الدین)

قرآن مقدس میں لفظ ''نبی'' اور ''رسول'' متعدد مقامات پر آئے ہیں۔مترجم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان الفاظ کا صحیح ترجمہ کرے۔''رسول'' کا ترجمہ تو ''پیغمبر'' ظاہر ہے لیکن ''نبی'' کا ترجمہ ''پیغمبر'' نامکمل ہے۔اب امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے: ''اے غیب کی خبر بتانے والے۔''

حضرت امام نور اللہ مرقدہ نے ''نبی'' کا ترجمہ اس اسلوب سے کیا ہے کہ لفظ کی معنویت اور حقیقت آشکارا ہو کر سامنے آ گئی۔

قاموس اور صراح وغیرہ لغات میں ''نبی'' کا معنی ''غیب کی خبر دینے والا'' ہی لکھا ہے۔ مصباح اللغات میں مولوی عبد الحفیظ بلیاوی نے ''نبی'' کا معنی ''غیب کی خبر دینے والا'' ہی لکھا ہے یعنی ''اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانا، پیشین گوئی کرنا، خدا کی طرف سے پیغام بری!

## ہندی اور علاقائی زبانوں کا استعمال

حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ترجمہ کو عام فہم اور معنویت سے پر بنانے کے لیے

آسان ہندی اور خطہ روہیل کھنڈ کی زبان کا بھی استعمال کیا ہے۔

أُوْتُوا الْكِتٰبَ (النساء: ۴۷) اور

اَهْلَ الْكِتٰبِ (آل عمران: ۶۴) کے تراجم دیکھیے:

امام احمد رضا نے کہیں تو ان کے ترجمے میں ''کتاب والو'' لکھا ہے اور کہیں ''کتابیو'' لکھا ہے۔ دونوں عام فہم الفاظ ہیں اور مطلب ہے ''اہل کتاب'' یعنی جنھیں کتاب دی گئی لیکن ''کتاب والو'' اور ''کتابیو'' لکھنے میں حکمت یہ ہے کہ جن قوموں کو کتابیں یعنی توریت، زبور اور انجیل دی گئیں انھوں نے ان کتابوں کی تکذیب کی اور ان پر عمل نہ کیا اور رسولوں کی بھی تکذیب کی اور دین حق سے پھر گئے لہٰذا وہ ''کتاب کے اہل'' یعنی کتاب کے ماننے والے نہ رہے البتہ وہ کتاب والی قوم کے ضرور تھے یعنی ''کتابیو'' اور ''کتاب والے'' ضرور رہے۔

**لفظ ''نیگ'' اور لفظ ''کامیوں'' کا استعمال:**

آیت نمبر ۱: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ (البقرة: ۲۷۷)

ترجمہ: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے۔

آیت نمبر ۲: خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (آل عمران: ۱۳۶)

ترجمہ: ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں کا کیا اچھا نیگ ہے۔

امام احمد رضا نے آیت نمبر (۱) میں ''اجر'' کے لیے اجرت، اجر یا ثواب وغیرہ نہ لکھ کر ''نیگ'' لکھا ہے اور آیت نمبر ۲ رمیں عاملین کے لیے کام کرنے والے یا اچھا کام کرنے والے وغیرہ کے بجائے ''کامیوں'' لکھا ہے۔

آجر یا مزدور یا کام کرنے والا اجرت یا محنتانہ کے لیے کام کرتا ہے اور ایک مقررہ وقت کے لیے کام کرتا ہے نہ کہ مالک کی رضا اور خوش نودی کے لیے لیکن ''کامی'' اسے کہتے ہیں جو بغیر کسی اجر کی لالچ کے مالک کی خوش نودی کے لیے محنت اور لگن سے کام کرتا ہے۔ اب یہاں لفظ ''نیگ'' پر غور کریں۔

شادی بیاہ کے موقعوں پر یا کسی خوشی کی تقریب میں رشتہ داروں کو ''نیگ'' دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ہندوستانی رسم ہے۔ نیگ سے مراد ہے خوشی کا انعام و اکرام اور بخشش وغیرہ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ عاملین کو نوازتا ہے اور یہ اس کا فضل و احسان ہے وہ عاملین کو ''نیگ'' دیتا ہے یعنی نوازتا ہے اور عاملین بہت کام کرنے والے، نیکی کرنے والے صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لیے محنت اور لگن سے کام

کرنے والے کو ''کامی'' اور کام کرنے والوں کو ''کامیوں'' کہا جاتا ہے۔ یہ روہیل کھنڈ کی بولی ہے۔ بس امام احمد رضا نے منشائے قرآن کے مطابق ''نیگ'' اور ''کامیوں'' کے استعمال سے ترجمہ کو معنویت سے پر کر دیا ہے۔

**لفظ ''بیر'' کا استعمال:**

امام احمد رضا نے **بغضاء** اور **اعداء** کے لیے ''دشمن'' یا ''دشمنی'' نہیں لکھا ہے جیسا کہ دیگر مترجمین نے یہاں اس طرح لکھا ہے:

''جب تم باہم دشمن تھے'' ...... یا ''تم میں باہم دشمنی تھی'' لیکن امام احمد رضا نے لکھا ہے: ''جب تم میں بیر تھا'' بیر ہندی کا لفظ ہے اور اس میں بڑی بلاغت ہے۔

## لفظ ''کوتکوں'' اور ''کرتوتوں'' کا استعمال:

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ (آل عمران:۹۹)

**ترجمہ:** اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

امام احمد رضا نے **تَعْمَلُوْنَ** کے لیے ''کرتوتوں'' بھی لکھا ہے اور ''کوتکوں'' بھی۔ عام طور سے ''کرتوت'' کا استعمال برے کام ہی کے لیے کیا جاتا ہے جیسے ''کالے کرتوت''۔ ''کوتک'' سے مراد کام بھی ہے اور اس کا ایک معنی ''فریب'' اور ''ناشائستہ حرکت'' بھی ہے لہٰذا ان لفظوں میں بڑی معنویت ہے اور امام احمد رضا نے یہاں بھی منشائے قرآن کا خاص خیال رکھا ہے اور یہ ترجمہ بھی اسلوب قرآن سے قریب تر ہے۔

**لفظ ''کرنی'' کا استعمال:**

وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ (البقرۃ:۱۳۹)

**ترجمہ:** اور ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ اور ہم نرے اسی کے ہیں۔

امام احمد رضا نے یہاں بجائے عمل کے لفظ ''کرنی'' لکھا ہے۔ جس طرح ''عمل'' کا استعمال ''عملِ بد'' اور ''عملِ خیر'' بولتے ہیں اسی طرح ''کرنی'' بھی اچھی اور بری دونوں کے لیے بولتے ہیں لیکن ''کرنی'' لفظ میں جو معنویت ہے وہ عمل میں نہیں ہے۔ علاوہ اس کے بجائے ''خالص'' کے ''نری'' کا استعمال بھی بہت پر بلاغت ہے۔

**نوٹ:** کنزالایمان میں محاورات کی بہار بھی لائق دید ہے۔ بہ خوف طوالت راقم ان محاورات کو نہیں پیش کر رہا ہے۔ ویسے راقم نے ''کنزالایمان'' میں شامل محاورات کو اپنے مضمون ''کنزالایمان میں محاوروں کی بہار'' میں پیش کر چکا ہے جو ماہ نامہ ''معارف رضا'' کراچی میں شائع ہو چکا ہے۔

## ادبی جائزہ:

قرآن حکیم، اللہ عزوجل کا کلام بلاغت نظام ہے۔اس کا ہر ہر لفظ معانی کا ایک جہان ہے۔اس کے آہنگ، صوتی حسن اور حسن وخوب صورتی کے دونوں پہلو جمال وجلال، شکوہ ووقار، ترنم وتغنم وغیرہ کا کوئی جواب نہیں۔قرآن ادب کا وہ شاہ کار ہے جو نہ کسی ادب میں پیدا ہوسکا نہ ہو سکتا ہے۔اس مقدس کلام میں مضامین کے تنوع کے باوجود آیات کے درمیان معنوی ربط برقرار رہتا ہے۔قرآن میں تکرار مضامین بھی ہے لیکن ہر بار انھیں نئی حکمت وموعظت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور قارئین کو ہر بار نیا لطف ملتا ہے۔

## صوتی حسن:

قرآن کا مطالعہ کرنے والے اس کے اس اعجاز سے بہ خوبی واقف ہیں کہ جب اس کلام کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے تو لگتا ہے کہ جیسے اَن گنت آب شاروں کا ترنم پھوٹ رہا ہے اور سننے والا جھوم جھوم اٹھتا ہے۔

حضرت امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کی یہی خوبی ہے کہ انھوں نے ترجمہ میں اس صوتی حسن اور تغنم کا کافی حد تک خیال رکھا ہے۔

مندرجہ ذیل آیات کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھیے اور پھر امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھیے تو یہاں بھی ترنم وتغنم کا احساس ہوتا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ o وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ o وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ o وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ o وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ o وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ o وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ o وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ o بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ o وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ o وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ o وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ o وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ o عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ o (التکویر:۱-۱۴)

**ترجمہ:** جب دھوپ لپیٹی جائے اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں اور جب سمندر سلگائے جائیں اور جب جانوں کے جوڑے بنیں اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے اور جب جہنم بھڑکایا جائے اور جب جنت پاس لائی جائے ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

سورۃ الواقعہ کی ان آیات کا ترجمہ بھی ملاحظہ کریں:

اِنَّآ اَنْشَاْ نٰھُنَّ اِنْشَآءً o فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا o عُرُبًا اَتْرَابًا (الواقعہ:۳۵-۳۷)

ترجمہ: بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا تو انھیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہروں پر پیاریاں، انھیں پیار دلاتیاں، ایک عمر والیاں۔

**تشبیہات و استعارات:**

(۱) وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (یٰسٓ:۳۹)

**ترجمہ:** اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسے "کھجور کی پرانی ڈال"

(۲) وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا o فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا o (الواقعہ:۵-۶)

ترجمہ: اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر تو ہو جائیں گے جیسے "روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے پھیلے ہوئے"۔

قوسے میں درج کلمات سے تشبیہات کا حسن ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

**مجاز و کنایہ:**

(۱) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرۃ:۱۸۷)

ترجمہ: "وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس"...... یعنی مرد و عورت دونوں ایک دوسرے کے لباس ہیں اور اپنی بیوی کا شوہر سے کسی طور کا پردہ نہیں اور نہ شوہر کا بیوی سے۔

(۲) فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا (الاعراف:۱۸۹)

ترجمہ: پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا۔

**ایجاز و بلاغت:**

(۱) وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (البقرۃ:۹۳)

**ترجمہ:** اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا...... لفظ "رچنا" میں جو بلاغت ہے اس کا جواب نہیں۔

(۲) تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ...... (البقرۃ:۱۱۱)

ترجمہ: یہ ان کی خیال بندیاں ہیں...... خیال بندیاں کی ترکیب بھی لائق دید ہے نیز حسن بلاغت بھی۔

امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" زبان اردو کا سب سے زیادہ مقبول، درست و پاکیزہ، اللہ و رسول اور انبیا کی حقیقی شان کا غماز اور زبان و بیان و ادب کا شاہ کار ہے۔

---

# کنز الایمان اور الفاظ کا حسن انتخاب

—— ■ مولانا عبد السلام رضوی بریلی شریف

"کنز الایمان" قرآن کریم کا صحیح ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے، اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکاس ہے، اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے، زبان کی روانی وسلاست میں بے مثل ہے، عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک ہے، قرآن کریم کی اصل منشاؤ مراد کو بتاتا ہے، آیات ربانی کے انداز خطاب کی پہچان کراتا ہے، قرآن کریم کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کراتا ہے، قادر مطلق کی ردائے عزت وجلال میں نقص وعیب لگانے والوں کے لیے شمشیر براں ہے، حضرات انبیا کی عظمت وحرمت کا محافظ ونگہبان ہے، عامۂ مسلمین کے لیے با محاورہ اردو میں سادہ ترجمہ ہے لیکن علماؤ مشائخ کے لیے حقائق ومعرفت کا امنڈتا ہوا سمندر ہے، (۱)

یہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کی بہت ہی جامع اور عمدہ تعریف ہے جو حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے فرمائی۔ اور یہ تعریف محض ترجمہ نگار سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قلبی وابستگی اور عقیدت ومحبت کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ مبنی بر حقیقت وصداقت ہے اور بلا شبہ واقعہ یوں ہی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری رقم طراز ہیں "اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے ترجمۂ قرآن کا نام "کنز الایمان" ہے۔ "کنز الایمان" کا معنی ہے ایمان کا خزانہ۔ کنز الایمان اور دیگر تراجم کا دقت نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد کوئی بھی غیر جانبدار قاری اس امر کا واشگاف الفاظ میں اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ "کنز الایمان" تمام تراجم میں منفرد، ممتاز اور جداگانہ حیثیت کا حامل ہے (۲)

"کنز الایمان" کے اوصاف وکمالات وامتیازات کے اجمالی بیان پر مشتمل ان دو اقتباسات کی نقل کے بعد میں "کنز الایمان" کی زبان وبیان کے کچھ پہلو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے پورے "کنز الایمان" کے مطالعہ کی سعادت تو نصیب نہیں ہوئی، ہاں گذشتہ سال طلبہ کو ترجمۂ قرآن پڑھایا تو انیس سے بائیس پاروں تک کا ترجمہ بالاستیعاب اور حرف بحرف پڑھا اور ان کے علاوہ حسب ضرورت متفرق مقامات کا مطالعہ کیا ہے۔ مذکورہ اجزا اور مقامات پڑھنے کے دوران "کنز

الایمان'' میں زبان کے اعتبار سے عام طور پر مندرجہ ذیل امور سامنے آئے۔

(۱) سرکار اعلیٰ حضرت ترجمہ کی عبارت مختصر سے مختصر لاتے ہیں جبکہ قرآن حکیم کے مفہوم ومقصود کے ابلاغ میں کسی قسم کا کوئی خلل نہیں ہوتا۔ اور کلام کا مختصر ہونا جبکہ مخل مطلب نہ ہو یقیناً کلام کی خوبی ہے۔ اِلّا یہ کہ درازی عبارت کا کوئی داعی ہو مثلاً آیت کریمہ ''وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی: (طٰہٰ:۱۲۱) کا ترجمہ آپ نے اس طرح فرمایا'' اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ اس ترجمہ سے معلوم ہو گیا کہ یہاں لفظ ''عصی'' اور لفظ ''غویٰ'' سے کیا مراد ہے۔ یہاں ان الفاظ کا مختصر لغوی ترجمہ کر دینا اللہ کے مقدس نبی کی عصمت وعظمت کے منافی اور خلاف ادب تھا۔ جیسا کہ دیوبندی مترجمین نے ترجمہ کیا'' اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے (مولانا عاشق الٰہی میرٹھی) اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا (مولانا محمود الحسن دیوبندی) یہ دونوں ترجمے ہرگز شایان شان نہیں اور خلاف ادب ہیں۔

اعلیٰ حضرت الفاظ کو اس طرح مرتب فرماتے ہیں کہ کم الفاظ میں کامل طور پر مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔ نیز اکثر وبیشتر ایسے الفاظ کا انتخاب فرماتے ہیں جو خالص اردو اور کم حرفی ہوں اور معنیٰ مراد کو بخوبی ادا کریں اور عبارت بھی سلیس ورواں رہے۔ لیکن اگر غیر اردو الفاظ ہی لانے میں اختصار اور حسن وسلاست ہو تو انہی کو اختیار کرتے ہیں۔

(۲) ترجمہ میں موقع ومحل کی مناسبت ملحوظ رہتی ہے۔

(۳) تفنن عبارت کے لیے ایک ہی جیسے الفاظ کا ترجمہ مختلف طریقوں سے فرماتے ہیں۔

(۴) ''ادب الفاظ'' کا بہت لحاظ وپاس رہتا ہے۔ اب میں استشہاد کے طور پر چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

## اختصار عبارت وانتخاب الفاظ:

اس امر پر ''کنز الایمان'' سے کثیر مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن یہاں صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مثال اول: وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِکَةُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا کَبِیْرًا۔ (پ۱۹، الفرقان:۲۱)

ترجمۂ اعلیٰ حضرت۔ اور بولے وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے، بیشک اپنے جی میں بہت ہی اونچی کھینچی اور بڑی سرکشی پر آئے۔

دیگر تراجم اس طرح ہیں۔

(الف) جولوگ ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے انہوں نے کہا ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے یا ہم نے اپنے رب کو دیکھ لیا ہوتا، انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑی سرکشی کی [حضرت علامہ غلام رسول سعیدی]

(ب) اور کہا ان لوگوں نے جو امید نہیں رکھتے تھے ہم سے ملنے کی کہ کیوں نہ اتارے گئے ہم پر فرشتے یا ہم دیکھ لیتے اپنے رب کو، وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے تھے اپنے دلوں میں اور انہوں نے حد سے بڑھ کر سرکشی کی۔ (پیر کرم شاہ ازہری)

(ج) اور بولے وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے کہ ہم سے ملیں گے کیوں نہ اترے ہم پر فرشتے یا ہم دیکھ لیتے اپنے رب کو، بہت بڑائی رکھتے ہیں اپنے جی میں اور سر چڑھ رہے ہیں بڑی شرارت میں۔ (مولانا محمود الحسن دیوبندی)

(د) اور جولوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں رکھتے (بوجہ اس کے کہ اس کے منکر ہیں) وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں، یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حد (انسانیت) سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

(ہ) اور جنہیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے، ان لوگوں نے اپنے آپ کو ہی بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کرلی ہے۔ (مولانا محمد جونا گڑھی)

جن امور کے لیے یہ مثال پیش کی گئی وہ سب کے سب اس میں مشاہدہ کئے جا سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ان تمام تراجم سے مختصر و قلیل الحروف ہے۔ کلمات قرآنی کے موافق بھی ہے اور اس میں لسانی اعتبار سے کوئی خامی اور ادائیگی مفہوم کے لحاظ سے کوئی خلل بھی نہیں ہے۔

آپ نے لفظ "لِقَاءَ" کا ترجمہ "ملاقات" اور "پیش ہونے" نہیں بلکہ "ملنے" فرمایا کہ یہ کم حرفی بھی ہے اور خالص اردو بھی۔ اسی طرح کلمہ "لَا يَرْجُوْنَ" کا ترجمہ "توقع نہیں رکھتے" یا "اندیشہ نہیں رکھتے" کے بجائے "امید نہیں رکھتے" فرمایا کہ یہ دونوں سے مختصر اور کم حرفی ہے اور اردو بھی۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مبحث میں کنز الایمان کے علاوہ جو دوسرے تراجم پیش کئے جا رہے ہیں ان پر کوئی تنقید و تبصرہ مقصود نہیں ہے بلکہ انہیں ذکر کرنے کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ کنز الایمان کے تعلق سے جو رائے ذکر کی گئی ان تراجم کی روشنی میں اس کو ثابت کیا جا سکے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہاں جو ترجمے پیش کئے گئے وہ سب کے سب "کنزالایمان" کے بعد لکھے گئے ہیں۔ کنزالایمان ۱۳۳۰ھ میں مکمل ہوا جبکہ مولانا محمود الحسن دیوبندی کا ترجمہ ۱۳۳۶ھ میں مکمل ہوا اور ۱۳۴۴ھ میں منظر عام پر آیا (۳) دوسرے ترجمے اس کے بھی بعد وجود میں آئے ہیں۔

(مثال دوم) وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ [پ۱۹، الفرقان:۵۵]

ترجمۂ اعلیٰ حضرت۔ اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کا بھلا برا کچھ نہ کریں۔

دیگر تراجم اس طرح ہیں

(الف) اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نفع پہونچا سکتے ہیں اور نہ کوئی نقصان پہونچا سکتے ہیں (حضرت علامہ سعیدی)

(ب) اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ان بتوں کو جو نہ فائدہ پہونچا سکتے ہیں انہیں اور نہ نقصان (پیر کرم شاہ ازہری)

(ج) اور پوجتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر وہ چیز جو نہ بھلا کرے ان کا نہ برا (مولانا محمود الحسن)

(د) (اور باوجود اسکے) یہ (مشرک) لوگ (ایسے) خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو کچھ نفع پہونچا سکتی ہیں اور نہ ان کو کچھ ضرر پہونچا سکتی ہیں (مولانا تھانوی)

(ہ) اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہونچا سکیں (جونا گڑھی)

دوسرے تراجم کی بہ نسبت اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا مختصر ہونا ادنیٰ تامل سے سمجھا جا سکتا ہے اور عبارت میں کسی قسم کا کوئی جھول ہے اور نہ ادائے مفہوم میں کوئی کمی ہے۔ مولانا محمود الحسن کا ترجمہ بھی مختصر ہے لیکن وہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت کی طرح بامحاورہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت نے "يَعْبُدُوْنَ" کا ترجمہ "عبادت کرتے ہیں" نہیں فرمایا بلکہ "پوجتے ہیں" فرمایا کہ یہ اس سے مختصر و کم حرفی ہے اور اردو محاورہ میں رائج بھی ہے۔ سورۂ فاتحہ، سورۂ البقرہ آیت ۲۱ سورۂ شعراء آیت ۷۰، ۷۱، اور ۷۵ میں اور سورۂ کافرون میں بھی "عِبَادَة" مصدر کے افعال کا ترجمہ پوجنا ہی فرمایا ہے۔ لیکن کہیں بندگی کرنا بھی کیا ہے۔ لفظ "دُوْنَ" کا ترجمہ "سوا" یہ "چھوڑ کر" سے کم حرفی ہے۔ اسی طرح "مَالَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ" کا ترجمہ "ان کا بھلا برا کچھ نہ کریں" دوسرے ترجموں سے مختصر بھی ہے اور خالص اردو بھی۔ لفظ "ان" کی بجائے "ایسوں" لائے جبکہ اول مختصر ہے کیوں کہ دریں صورت عبارت یوں ہوتی "اور اللہ کے سوا ان کو پوجتے ہیں جو ان کا بھلا برا کچھ نہ کریں۔ صاحب ذوق سلیم سمجھ سکتا ہے کہ اس عبارت میں وہ حسن نہ ہوتا جو موجودہ عبارت میں ہے

اور موجودہ صورت میں تفنن بھی ہے۔

(مثال سوم) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پ۱۹، النمل:۵۹)

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ۔ تم کہو سب خوبیاں اللہ کو، اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر، کیا اللہ بہتر یا ان کے ساختہ شریک۔

دوسرے تراجم اس طرح ہیں:

(الف) آپ کہیے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو، کیا اللہ اچھا ہے یا وہ (بت) جنکو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں [حضرت علامہ سعیدی]

(ب) فرمایئے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور سلام ہو اس کے بندوں پر جنہیں اس نے چن لیا (بتاؤ) کیا اللہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک بناتے ہیں [پیر کرم شاہ ازہری]

(ج) تو کہہ تعریف اللہ کو اور سلام ہے اس کے بندوں پر جنکو اس نے پسند کیا، کیا اللہ بہتر ہے یا جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔ [مولانا محمود الحسن]

(د) کہیئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے سزاوار ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام [نازل] ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے۔ [مولانا تھانوی]

(ہ) تو کہدے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں۔ [جونا گڑھی]

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا مختصر ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔ اور مفہوم بھی کامل ہے۔ لفظ ''سب'' ''تمام'' سے کم حرفی ہے اور اردو ہے۔ اسی طرح ''چنے ہوئے'' بھی اردو ہے نیز ''جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے'' اور ''جن کو اس نے پسند کیا ہے'' سے مختصر بھی ہے۔ ''یا ان کے ساختہ شریک'' یہ ترجمہ ''مَا يُشْرِكُوْنَ'' کا مفہوم بھی بخوبی ادا کر رہا ہے اور باقی تراجم سے بہت مختصر بھی ہے۔

(مثال چہارم) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ [پ۹، الاعراف:۱۴۷]

ترجمۂ اعلیٰ حضرت۔ اور جنہوں نے ہماری آیتیں اور آخرت کے دربار کو جھٹلایا ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا۔

## دیگر تراجم:

(الف) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی پیشی کی تکذیب کی ان کے

سب (نیک) عمل ضائع ہو گئے۔ (علامہ سعیدی)

(ب) اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو ضائع ہو گئے ان کے سارے اعمال۔ (پیر کرم شاہ ازہری)

(ج) اور جنہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو برباد ہو گئیں ان کی محنتیں۔ (مولانا محمود الحسن)

(د) اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب کام غارت ہو گئے۔ (مولانا تھانوی)

(ہ) اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب کام غارت گئے۔ (جونا گڑھی)

بعینہٖ وہی ترجمہ ہے جو تھانوی صاحب کا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ سب سے مختصر ہے۔ اور آیت کے حصے "حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ" کے ترجمے "ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا" میں جو لطف ہے وہ دوسرے تراجم میں نہیں۔

(مثال پنجم) وَسَيَحْلِفُونَ بِاللهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ [پ۱۰، التوبہ:۴۲]

ترجمۂ اعلیٰ حضرت۔ اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہم سے بن پڑتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے، اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں، اور اللہ جانتا ہے وہ بے شک ضرور جھوٹے ہیں۔

دیگر تراجم اس طرح ہیں

(الف) اور عنقریب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ روانہ ہوتے، وہ اپنی جانوں کو ھلاکت میں ڈال رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں [علامہ سعیدی]

(ب) اور ابھی قسم کھائیں گے اللہ کی [اور کہیں گے] کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور نکلتے تمہارے ساتھ، ہلاک کر رہے ہیں اپنے آپ کو، اور اللہ جانتا ہے کہ وہ قطعاً جھوٹے ہیں [پیر کرم شاہ ازہری]

(ج) اور اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور چلتے تمہارے ساتھ، وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو، اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ [مولانا محمود الحسن]

(د) اور ابھی خدا کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ضرور ہم تمہارے

ساتھ چلتے، یہ لوگ (جھوٹ بول کر) اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں[ مولانا تھانوی]

(ہ) اب تو یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں قوت و طاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ کے ساتھ نکلتے، یہ اپنی جانوں کو خود ہی ہلاکت میں ڈال رہے ہیں، ان کے جھوٹے ہونے کا سچا علم اللہ کو ہے [جوناگڑھی]

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ بامحاورہ بھی ہے۔ مولانا محمود الحسن کا ترجمہ بھی اگرچہ مختصر ہے لیکن بامحاورہ نہیں ہے۔ اور آیت میں حرف ''انّ'' اور ''لام'' کے ذریعہ جو تاکیدیں ہیں یہ ترجمہ ان سے خالی ہے۔ مولانا جوناگڑھی کا ترجمہ اتنا ہی نہیں کہ کلمات قرآنی کے مطابق نہیں بلکہ مقصود قرآنی کی ادائیگی بھی اس میں نہیں ہے۔ ''وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ'' کا ترجمہ کیا ہے ''ان کے جھوٹے ہونے کا سچا علم اللہ کو ہے'' یہاں قرآن حکیم کا مقصود منافقین کے کاذب ہونے کو بتاکید بیان کرتا ہے نہ کہ باری تعالیٰ کے علم کی حقانیت و صداقت کا بیان۔ لیکن موصوف ترجمہ میں وہ چیز تو لائے جو یہاں مقصود نہیں ہے اور اسے چھوڑ دیا جو مقصود ہے۔ یہی وہ عمدہ اور فصیح و بلیغ ترجمہ ہے جسے سعودی حکومت عام کر رہی ہے اور ہر سال حجاج کرام کو ہدیۃً مہیا کرتی ہے۔

(مثال ششم) فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ۔ (پ۱۳، یوسف:۷۰)

ترجمۂ اعلیٰ حضرت۔ پھر جب ان کا سامان مہیا کر دیا پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا، پھر ایک منادی نے ندا کی اے قافلہ والو! بے شک تم چور ہو۔

## دیگر تراجم:

(الف) پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کیا تو اس نے (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا، پھر منادی نے اعلان کیا کہ اے قافلہ والو بے شک تم ضرور چور ہو [علامہ سعیدی]

(ب) پھر جب فراہم کر دیا انہیں ان کا سامان (خوراک) تو رکھ دیا (اپنا) پیالہ اپنے بھائی کی خورجی میں، پھر پکارا ایک پکارنے والا اے قافلہ والو! بلاشبہ تم چور ہو۔[ پیر کرم شاہ ازہری]

(ج) پھر جب تیار کر دیا ان کے واسطے اسباب ان کا، رکھ دیا پینے کا پیالہ اسباب میں اپنے بھائی کے، پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلہ والو البتہ تم چور ہو۔ (مولانا محمود الحسن)

(د) پھر جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا، پھر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو[ مولانا تھانوی]

(ہ) پھر جب انہیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا، پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا اے قافلہ والو تم لوگ چور ہو [جونا گڑھی

معمولی توجہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ سب ترجموں سے مختصر ہے اور بلیغ بھی۔

''پھر ایک منادی نے ندا کی'' اس جملہ میں اگرچہ ''منادی'' اور ''ندا'' دونوں عربی لفظ ہیں لیکن یہ ترجمہ ''پکارنے والے نے پکارا، آواز دینے والے نے آواز دی، اعلان کرنے والے نے اعلان کیا، سب سے مختصر ہے اور یہی حضرت مترجم کا مطلوب ہے۔ اور ایسا بھی نہیں کہ اردو داں اسے سمجھ نہ پائیں۔ (مثال ہفتم) وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا [پ۱۰، التوبہ:۴۰]

ترجمۂ اعلیٰ حضرت۔ اور اللہ ہی کا بول بالا ہے۔

## دوسرے تراجم:

| | |
|---|---|
| (الف) اور اللہ کا دین ہی بلند و بالا ہے | (علامہ سعیدی) |
| (ب) اور اللہ کی بات ہی ہمیشہ سر بلند ہے | (پیر کرم شاہ ازہری) |
| (ج) اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے | (مولانا محمود) |
| (د) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا | (مولانا تھانوی) |
| (ہ) اور بلند و عزیز تو اللہ کا حکم ہی ہے | (جونا گڑھی) |

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ کیا ہی بامحاورہ اور خوبصورت اور موافق الفاظ قرآنی ہے اور مختصر بھی ہے۔ تھانوی صاحب کا ترجمہ بھی معمولی فرق سے وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کا ہے لیکن اعلیٰ حضرت کا ترجمہ جملہ اسمیہ ہے جس طرح ''كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا'' جملۂ اسمیہ ہے جبکہ تھانوی صاحب نے لفظ ''رہا'' لا کر جملہ کو فعلیہ کر دیا۔

(مثال ہشتم) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ. [پ۲۱، الروم ۴۱]

ترجمۂ اعلیٰ حضرت۔ چمکی خرابی خشکی اور تری میں۔

دیگر تراجم ''خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا (علامہ سعیدی) پھیل گیا ہے فساد بر اور بحر میں (ازہری صاحب) پھیل پڑی ہے خرابی جنگل اور دریا میں (مولانا محمود) خشکی اور تری میں بلائیں پھیل رہی ہیں (تھانوی صاحب) غور کریں تو واضح ہوگا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ سب سے مختصر ہے اور خالص اردو بھی۔

ان کے علاوہ جیسا کہ آغاز میں عرض کیا گیا ڈھیروں مثالیں اس تعلق سے پیش کی جاسکتی ہیں یہ تو صرف ان آیات کے تراجم مثالوں میں پیش کیے گئے جن کی طرف دوران مطالعہ اس تعلق سے توجہ ہوئی۔

اس سے تفنن بھی حاصل ہوا اور عبارت بھی مختصر ہوگئی۔

(۷) وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ [پ ۱، البقرۃ،۵] اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ [پ ۲۱، الروم:۳۸] اور انہیں کا کام بنا۔

(۸) فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ [پ ۱، البقرۃ:۱۰] ان کے دلوں میں بیماری ہے

وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ [پ ۲۱ الاحزاب ۱۲] اور جن کے دلوں میں روگ تھا۔

(۹) وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ (پ ۲۰، القصص:۶۲)

اور جس دن انہیں ندا کریگا تو فرمائیگا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۷۴ کے بھی بالکل یہی الفاظ ہیں وہاں "الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ" کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم بکتے تھے۔

"اِطَاعَة" مصدر سے بننے والے افعال کا متعدد طریقوں سے ترجمہ فرمایا ہے

(۱) لِيُطَاعَ [پ ۵، النساء:۶۴] اس کی اطاعت کی جائے۔

(۲) فَلَا تُطِعْهُمَا [پ ۲۰، العنکبوت:۸] تو توان کا کہنا نہ مان۔

(۳) فَلَا تُطِعْهُمَا [پ ۲۱ لقمٰن:۱۵] توان کا کہنا نہ مان۔

(۴) وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ [پ ۲۱، الاحزاب آیت اول] اور کافروں اور منافقوں کی نہ سننا۔

(۵) اس سورت کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی یہی الفاظ ہیں وہاں یوں ترجمہ کیا ہے "اور کافروں اور منافقوں کی خوشی نہ کرو۔

(۶) وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ [پ ۲۲، الاحزاب:۳۳] اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اسی طرح "نجاۃ" کے افعال کا بھی ترجمہ کہیں "بچانا" اور کہیں "نجات دینا" کیا ہے

**ادب الفاظ:**

کنز الایمان میں "ادب الفاظ" کی مثالیں پیش کرنے سے پہلے خود "ادب الفاظ" کے تعلق سے چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"ادب الفاظ" بھی ایک بہت بڑا علم ہے، جسے اللہ عطا فرمائے۔ آج کل بہت لوگ اس سے معریٰ ہیں یا پرواہ نہیں کرتے۔ اور یہ اول سے سخت تر ہے والعیاذ باللہ۔ (۵)

"ادب الفاظ" کی تعریف میری نظر سے نہیں گزری لیکن میری سمجھ سے اس کی تعریف یوں کیجا سکتی ہے کہ "الفاظ اپنے محل استعمال میں نامناسب اور خلاف ادب نہ ہوں" یا دوسرے الفاظ میں

(۶) قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [الزمر:۴۶]

(اللہ اپنے رسول سے فرماتا ہے) تم عرض کرو اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے۔ پہلی آیت میں "قل" کا ترجمہ کیا "تم فرماؤ" اور دوسری آیت میں "قل" کا ترجمہ کیا "تم عرض کرو" ذکر مناسبت مقام کی احتیاج نہیں ہے۔

**تفنن عبارت:**

"مناسبت مقام کالحاظ" کے تحت جو مثالیں ذکر کی گئیں ہیں ان میں بھی تفنن عبارت ہے کہ لفظ "قال" کا ترجمہ کہیں ہے "فرمایا" تو کہیں "حکم دیا" اور کہیں ہے "عرض کیا" لیکن یہ موقع ومحل کی مناسبت کی وجہ سے تھا لیکن اعلیٰ حضرت صرف عبارت میں تنوع اور رنگا رنگی پیدا کرنے کے لیے بھی ایک ہی جیسے الفاظ کا ترجمہ مختلف طریقوں سے کرتے ہیں یہاں ایسی ہی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [پ ۱، البقرہ:۳۰]

(اللہ نے) فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

(۲) وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ [پ۲ البقرہ:۱۵۲]

اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔ اس ترجمہ میں تنوع ہے بہ نسبت اس ترجمہ کے کہ "میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

(۳) قَالَ قَآئِلٌ مِّنْھُمْ [پ۱۵، الکھف:۱۹]

ان میں ایک کہنے والا بولا۔ عبارت کی رنگا رنگی کے لیے "قال" کا ترجمہ "بولا" اور "قائل" کا کہنے والا کیا ہے۔

(۴) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ [پ۲۱، لقمن:۳۳]

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنے بچہ کے کام نہ آئیگا۔ یہاں تفنن کے لیے "اتقوا" کا ترجمہ "ڈرو" اور "اخشوا" کا "خوف کرو" فرمایا ہے۔

(۵) نَنْظُرْ اَتَھْتَدِیْٓ اَمْ تَکُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَھْتَدُوْنَ [۱۹، النمل:۴۱]

ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا ان میں ہوتی ہے جو ناواقف رہے۔ تفنن ظاہر ہے۔

(۶) اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا [۲۴، الزمر:۴۲]

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت، اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں۔

(۷) قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ [پ۲۳، الزمر:۹]

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ "لَا یَعْلَمُوْنَ" کا ترجمہ "انجان" کیا ہے

یوں کہہ لیا جائے کہ ''جس کے تعلق سے استعمال کئے جا رہے ہیں اس کے شایان شان ہوں اور اس کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے نامناسب اور کم درجہ نہ ہوں۔ وضاحت کے لیے ایک واقعہ لکھا جاتا ہے۔

صحابی رسول حضرت قباث ابن اشیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے جواب دیا: رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَکْبَرُ مِنِّيْ وَأَنَا أَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِیْلَادِ۔ بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہی ہیں ہاں پیدائش میری پہلے ہوئی۔ (۶)

ظاہر ہے کہ سائل کا مقصد عمر کی بڑائی دریافت کرنا تھا لیکن حضرت قباث رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بہ نسبت بہ اعتبار عمر بھی خود کو بڑا کہنا شان ادب کے خلاف تصور کیا اور اس طرح جواب دیا ''بڑے تو آپ ہی ہیں لیکن پیدا میں پہلے ہوا ہوں۔

شئی کی معرفت اس کی ضد سے بھی ہوتی ہے لہذا یہاں چند ایسے الفاظ لکھے جاتے ہیں جو اس خوبی سے خالی ہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے اس کے ''غضب'' کو ''غصہ'' سے ترجمہ کرنا بھاری غلطی ہے۔ غصہ اصل میں گلے کے ''اچھو'' کو کہتے ہیں اور مجازاً اس غضب پر اطلاق ہوا جو گلے کے پھندے کی طرح گھٹے اور آدمی کسی خوف یا خاطر سے اسے ظاہر نہ کر سکے۔ اصل معنی یہ ہیں اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے تو اس پر اس کے اطلاق سے احتراز چاہیے جیسے ناواقف اس کی رضا کو ''رضا مندی'' بولتے ہیں، یہ بھی نادانی اور جہالت ہے۔ فارسی میں ''مند'' کا کلمہ ظرفیت کے لیے آتا ہے۔ ''رضا مند'' یعنی رضا سے بھرا ہوا اور اللہ عزوجل ظرفیت سے پاک ہے (۷)۔ اسی موقع پر آپ نے یہ فرمایا ہے کہ ''ادب الفاظ بھی ایک بہت بڑا علم ہے جسے اللہ عطا فرمائے الخ۔

مشہور میلاد خواں اور نعت گو شاعر خواجہ اکبر حسین وارثی میرٹھی علیہ الرحمہ نے بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہو کر اپنی لکھی ہوئی ایک نعت پاک سنائی۔ اس نعت کے ایک مصرع میں مولیٰ عزوجل کے لیے لفظ ''مالی'' استعمال کیا گیا تھا اعلیٰ حضرت نے اصلاح فرمائی اور ''مالی'' کی جگہ ''مالک'' بنا دیا۔ آپ فرماتے ہیں: مولیٰ عزوجل کو مالی کہنا خلاف ادب ہے۔ مالی صرف ناظر و خادم باغ ہوتا ہے (۸)

اللہ عزوجل اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عطائے جلیل سے اعلیٰ حضرت کو یہ عظیم علم بھی علیٰ وجہ الکمال حاصل تھا اور آپ کو ایمان وادب سے حصۂ وافیہ نصیب ہوا تھا۔ بتائید ایزدی آپ کی زبان و قلم ہمیشہ ایسے الفاظ کے استعمال سے محفوظ و مصؤن رہے جو حسن ادب سے عاری ہوں۔ آپ الفاظ کی حقیقت و اصلیت اور محاورات عرفیہ پر گہری اور وسیع نظر رکھتے تھے اور استعمال

لفظ کے وقت آپ کو اس کا پورا پورا لحاظ رہتا تھا۔ کیوں کہ بعض الفاظ عرف میں جس معنی میں بولے جاتے ہیں اپنی حقیقت واصلیت کے اعتبار سے ان کے وہ معنی نہیں ہوتے۔ مثلاً لفظ ''غلام'' اردو میں ''عبد'' کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے حقیقی معنی ''لڑکا'' ہیں۔ لہٰذا اسمائے الٰہیہ کی طرف اس کی اضافت ممنوع ہے۔ یعنی اللہ کا غلام، رحمٰن کا غلام نہیں کہا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلیٰ کی طرف نسبت خود ممنوع ہے۔ اللہ کا غلام نہ کہا جائیگا کہ ''لفظ'' غلام'' کے حقیقی معنی ''پسر'' ہیں۔ (۹)

اب جس شخص کی نظر صرف محاورۂ عرفیہ پر ہو اور اس لفظ کے حقیقی معنی سے ناواقف ہو تو وہ اسمائے الٰہیہ کی طرف اس لفظ کی نسبت کرنے کی غلطی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

''کنز الایمان'' میں ادب الفاظ کی خوبی کامل طور پر جلوہ گر ہے۔ جن مقامات پر دیوبندی مترجمین قرآن نے سخت ٹھوکریں کھائی ہیں خدا کے فضل وکرم سے اعلیٰ حضرت کا قلم لغزش سے محفوظ رہا ہے۔ عالی جناب ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ پاکستان نے اپنے مقالہ ''محاسن کنز الایمان'' میں اس تعلق سے متعدد مثالیں ذکر کی ہیں۔ میں یہاں انہی کے مقالہ سے صرف تین مثالیں جوں کے توں نقل کرتا ہوں۔

(۱) وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ [پ۳ / رکوع ۱۳]

ترجمہ مولانا محمود الحسن:۔ اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

مکر کے لغوی معنی خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں مگر اردو میں یہ لفظ دھوکا اور فریب جیسی مبتذل صفات کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سوچئے کہ خدا کی ذات کے لیے ''مکر'' اور ''داؤ'' جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوئے ادبی کا متحمل ہے۔ اب ذرا اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔

(۲) نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ [پ۱۰ / رکوع ۱۵]

ترجمہ مولانا محمود الحسن:۔ ''بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو''۔

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی:۔ ''انھوں نے خدا کا خیال نہ کیا پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا''۔

''نسی'' کے معنی بالا رادہ اور بے ارادہ بھول جانے کے بھی ہیں اور نظر انداز کرنے اور چھوڑ دینے کے بھی۔ مترجم کا فرض ہے کہ وہ ترجمہ کرتے ہوئے خدا کی شان اور عظمت کو ضرور پیش نظر رکھے۔ مولانا محمود الحسن نے ''بھول جانے'' کے الفاظ خدا سے منسوب کئے ہیں جن سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ

خدا کو بھی نسیان لاحق ہو سکتا ہے۔اس کے برعکس امام احمد رضا کا ترجمہ زیادہ واضح ہے۔انھوں نے لغت سے ایسا مفہوم لیا جو شان خداوندی کے خلاف نہیں۔امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

''وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا''

(۳) وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا [پ۲۸، رکوع ۲۰]

**ترجمہ** مولانا محمود الحسن:۔''اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو''۔

**ترجمہ** امام احمد رضا:۔''اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی''۔

یہ آیت حضرت مریم کی عصمت و تقدیس کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔اب دونوں تراجم پر نظر ڈالیے۔مولانا محمود الحسن کا ترجمہ بلاشبہ درست لفظی ترجمہ ہے لیکن ہر زبان کا اپنا اپنا انداز و اسلوب بیان ہوتا ہے۔مترجم کا فرض یہ ہے کہ وہ اصل زبان کا صحیح مفہوم سمجھ کر اسے زبان کے اسلوبِ بیان میں ڈھالے جس میں وہ عبارت کو منتقل کر رہا ہے۔عربی زبان میں ''حَصَنٌ'' کا لفظ محفوظ کرنے، روکنے اور قلعہ کے معنوں میں آتا ہے لیکن یہ تمام معنی اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کے بنیادی معنی حفاظت کے ہیں۔امام احمد رضا نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔''فرج'' کے لفظی معنی بلاشبہ جائے شہوت ہیں لیکن اردو میں یہ لفظی ترجمہ کچھ زیب نہیں دیتا۔امام احمد رضا نے جو مرادی ترجمہ کیا ہے اس میں عربی کی اصل روح بھی برقرار ہے اور اردو زبان کا احترام پسندانہ اسلوب بھی قائم ہے (۱۰)

ایک طرف قاری کنزالایمان کے لسانی و معنوی اوصاف و کمالات اور امتیازات کو دیکھتا ہے اور دوسری طرف جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ املا کرایا ہے اور اس طرح کہ ''آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانگی سے پڑھتا جاتا ہے اور حضرت صدر الشریعہ اسے لکھتے جاتے (۱۱) تو حیرت و تعجب میں غرق ہو جاتا ہے اور پکار اٹھتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔اور بارگاہ اعلیٰ حضرت میں یوں خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم      جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت انور پر رحمتوں کی بارش فرمائے اور ہمیں آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے۔آمین۔وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

---

# مآخذ ومراجع


(۱) المیزان امام احمد رضا نمبر ۸۸۔

(۲) کنزالایمان کی فنی حیثیت ص ۹۔

(۳) مولانا محمود الحسن کے ترجمہ کے بارے میں یہ معلومات اس نسخہ کے شروع میں منسلک تحریروں سے ماخوذ ہے جو مدینہ بک ایجنسی، بجنور، یوپی کا شائع کردہ ہے۔

(۴) صاوی شریف جزء ثالث ص ۱۶۳۔

(۵) جامع الاحادیث، جلد سابع ص ۱۵۴۔ مؤلفہ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

(۶) ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۲۔

(۷) جامع الاحادیث جلد ۷ ص ۱۵۴۔

(۸) مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی مرتبہ مولانا محمود احمد قادری ص ۳۶۔

(۹) احکام شریعت اول ص ۶۱۔

(۱۰) مقالہ محاسن کنزالایمان مشمولہ المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۳۔

(۱۱) سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ص ۳۷۴۔


---

# کنز الایمان میں انشا پردازی کی خصوصیات

■—— ڈاکٹر غلام غوث قادری

قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے بندوں کے لیے آخری پیغام ہے۔ اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام کا بنیادی اثاثہ قرآن حکیم ہے۔ یہی کتاب مرکز ہدایات ہے اور اسی کے ذریعے جن وانس کو ہدایت نصیب ہوئی۔ قرآن مقدس کا فیضان زمان ومکان کے حدود سے بالاتر ہو کر کائنات کے گوشے گوشے میں جاری ہے اور جاری رہے گا۔ قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری رب کائنات نے خود اُٹھائی اور اسے پڑھنے اور پڑھانے کا کام اپنے ذمۂ کرم پر رکھا اور سچ ہے آج قرآن پاک محفوظ بھی ہے پڑھا اور پڑھایا بھی جارہا ہے، فضائیں اس کی آواز سے گونج رہی ہیں۔ رب کریم نے اپنی اس کتابِ عظیم کی حفاظت مختلف انداز میں فرمائی اور آئندہ بھی فرماتا رہے گا۔ قرآنِ مقدس کا چرچا کہاں نہیں! تقریر، تحریر، تعلیم وتدریس اور تجوید وقرات کے ذریعے قرآنِ عظیم کے متن ومعانی کو کتابوں میں، ذہنوں وسینوں میں پوری طرح محفوظ کیا گیا۔ نمازِ پنجگانہ، جمعہ، عیدین اور تراویح وغیرہ کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کو لازمی قرار دیا گیا۔ تفاسیر وتشریحات اور تراجم کے توسط سے قرآن پاک کے معانی ومطالب کو محفوظ کیا گیا۔ عربی اور اردو میں خاص کر تفسیروں اور ترجموں کا ایک عظیم ذخیرہ محفوظ ہے۔ سو سے زیادہ زبانوں میں تراجم اور چند زبانوں میں تفاسیر وتشریحات موجود ہیں۔ نیز فنِ خطاطی کے ماہرین نے مختلف انداز میں قرآن اقدس کے ظاہری حسن و جمال کا مظاہرے کیے۔ دھاتوں، لکڑیوں اور پتھروں پر آیاتِ قرآنِ مقدس نقش کر کے حسن کاری کے بہترین جلوے دکھائے۔ رب کریم نے سائنس کو ترقی دے کر اشاعتِ قرآن کی عظیم راہیں ہموار کر دیں۔ چنانچہ طباعتی مشینیں، فوٹو گراف، فوٹو اسٹیٹ، مائیکرو فلم، کمپیوٹر، آڈیو کیسٹ، ویڈیوں کیسٹ، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

**امام احمد رضا خان کا ترجمۂ قرآنِ پاک:**

امام احمد رضا خان کے (اردو) ترجمۂ قرآنِ عظیم سے قبل متعدد تراجم قرآن منظر عام پر آگئے تھے اور بعض تراجم قرآن ان کے بعد بھی منصۂ شہود پر آئے۔ آپ کے ترجمۂ قرآن کریم کے محرکِ کار

آپ کے خلیفہ علامہ مفتی حکیم امجد علی (صدر الشریعہ) ہیں۔ صدر الشریعہ نے آپ سے ترجمۂ قرآنِ مقدس کی طرف توجہ کرنے کی گزارش کی تو آپ نے کہا:

''مولانا امجد علی چونکہ ترجمۂ قرآن کے لیے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لیے آپ رات میں سونے سے پہلے یا دن میں قیلولہ کے وقت آجا تا کریں۔'' (۱۴)

چنانچہ صدر الشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دوات لے کر امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر ترجمۂ قرآنِ مقدس کا کام شروع ہوا۔

امام احمد رضا خان بغیر کسی معاون کتب کے سہارے آیات کریمہ کے ترجمے برجستہ طور پر املا کراتے جاتے اور صدر الشریعہ تحریر کرتے جاتے۔ چنانچہ علامہ بدالدین احمد قادری رقم طراز ہیں:

''ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے۔ لیکن ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر و لغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوتِ حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف فرفر پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔ (۱۵)

بالآخر اسی صورت میں مختصر سے وقت میں امام احمد رضا خان نے صدر الشریعہ کے اصرار سے قرآن کریم کا ترجمہ زبان اردو میں ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں مکمل کیا اور اس ترجمہ کا نام ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' رکھا۔ اس سے ۱۳۳۰ھ کے اعداد نکلتے ہیں۔

ترجمۂ امام احمد رضا خان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ لفظی ترجمے کے محاسن کے حوالے سے قرآن کریم کے ہر ہر لفظ کا مفہوم اس طرح واضح کر دیا ہے کہ اسے پڑھ لینے کے بعد کسی لغت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور اس ترجمہ نے بامحاورہ ترجمہ کے محاسن کو بھی اس خوبی کے ساتھ اپنے اندر سمولیا ہے کہ عبارت میں کسی قسم کا ثقل محسوس نہیں ہوتا۔

قرآنِ مقدس کی ایک آیت پاک کے چند الفاظ یہ ہیں:

"وَلِيُعَلِّمَكَ مِنْ تَاوِيْلِ الْاَحَادِيْثَ" ()

اکثر لوگ اس کا بامحاورہ ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

''اللہ تجھے خوابوں کی تعبیر سکھادے گا''۔

اسی طرح لفظی ترجمہ کرنے والوں نے بھی ''تاویل الاحادیث'' کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا

ہے کہ بات صاف نہیں ہوتی!

اس طرح دونوں قسم کے ترجموں سے لفظ "تاویل" کا معنی واضح نہ ہوسکا۔ اور یہ پتہ نہ چل سکا کہ "تاویل" کسے کہتے ہیں۔

اب ذرا ترجمہ "کنزالایمان" دیکھیے امام احمد رضا خان اس مقام کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

"اور (تیرا رب) تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا۔"

امام احمد رضا خان نے "احادیث" کا ترجمہ "باتوں" کیا ہے اس لیے کہ حدیث بات کو کہتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے "تاویل" کا معنی "انجام نکالنا" کیا۔ "تاویل" کا معنی متعین کرنے اور یہ دیکھنے کے لیے آیا۔ یہ معنی فی الواقع عربی قواعد وضوابط کے رو سے درست ہے۔ کتب لغت کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ از روئے لغت "تاویل" کا لفظ "اول" سے مشتق ہے اور اول کا معنی ہے۔

"ردشنی الی الغایتہ المرادۃ منه"۔

ترجمہ: کسی شی کا غایت مقصود یعنی انجام کی طرف لوٹ آنا۔"

اسی کو تاویل کہتے ہیں اسی سے مال ہے۔ (۲۴) جس کا معنی انجام ہے۔ چنانچہ "تاویل" کا مطلب انجام نکالنا، انجام سے باخبر ہونا، غایت سے آگاہ ہونا اور اس مقصود اصلی سے مطلع ہونا ہے جو کسی کلام کی تہ میں مخفی ہو۔ لہٰذا امام احمد رضا خان کا یہ ترجمہ لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی۔ اس طرح کی اور بھی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن یہاں ضرورت نہیں ہے۔

**انداز بیان:**

قرآن حکیم نہ تو معروف معنوں میں تقریری انداز میں نازل ہوا ہے اور نہ ہی تحریری انداز میں۔ قرآن کا خطاب بے شک کبھی حضور اکرم (ﷺ) سے ہے اور کبھی اہل مکہ سے کبھی اہل مدینہ سے اور کبھی تمام عالم انسانیت سے۔ لہٰذا اسلوب قرآن یہ ہے کہ وہ کبھی حاضر کے صیغہ میں کلام کرتا ہے تو کبھی غائب اور متکلم کے صیغے میں، کبھی جمع کے صیغے لاتا تو کبھی واحد کے، کبھی استدلالی انداز اختیار کرتا ہے، تو کبھی وعظ ونصیحت کا اسلوب اپناتا ہے، کبھی امر کرتا ہے کبھی نہی، کہیں اس کا لہجہ سخت ہے اور کہیں نرم، اس اسلوب کو نہ تو ہم مطلقاً تقریری کہہ سکتے ہیں نہ ہی مطلقاً تحریری۔ قرآن کریم کا اپنا منفرد اور جداگانہ اسلوب ہے۔

اب اس سلسلے کی ایک مثال دیکھیے کہ ترجمہ میں امام احمد رضا خان نے جو اسلوب اپنایا ہے، بلاشک وشبہ تقریری ہے نہ ہی تحریری بلکہ ان دونوں سے الگ ایک ایسا انداز ہے جس میں کلام الٰہی کے حسن ورعنائی کی جھلک بھی موجود ہے اور فصاحت وبلاغت کے ساتھ ساتھ قرآنی اسلوب کی انفرادیت اور چاشنی بھی۔

مثال:

یبنی اقم الصلوۃ وامر بالمعروف الی آخرہ (۲۵)

ترجمہ امام احمد رضا خان:

''اے میرے بیٹے نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بُری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے کام ہیں اور کسی سے بات کرنے میں اپنا خسارہ کج نہ کر اور زمین پر اتراتا نہ چل، بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا، فخر کرتا اور میانہ چال چل اور اپنی آواز کچھ پست کر، بے شک سب آوازوں سے بری آواز گدھے کی ہے۔''

جو ربط وضبط اور نظم، روانی بیان اور حسن وخوبی قرآن الفاظ میں ہیں ان کی جھلک اس ترجمہ میں بدرجہ اتم دکھائی دیتی ہے۔

امام احمد رضا خان نے بہت سے عربی الفاظ کا معنی لفظی نہ کر کے اس طور سے کیا ہے کہ مفہوم بھی ادا ہو جائے اور اللہ عزوجل ورسول (ﷺ) اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں تنقیص بھی نہ ہونے پائے۔

مثلاً ''کید'' عربی کا لفظ ہے اور اس کے معانی ہیں داؤں، فریب مکر تدبیر وغیرہ۔ اللہ عزوجل کے لیے داؤں یا داؤ، مکر، فریب وغیرہ الفاظ ہرگز شایانِ شان نہیں۔ اکثر لوگوں نے انہیں لفظوں میں سے کوئی نہ کوئی لفظ لکھا ہے۔ مگر جہاں کہیں اس لفظ کا اطلاق اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے وہاں پر امام احمد رضا خان نے ''تدبیر'' لکھا ہے۔ (۲۶)

اسی طرح سورہ فتح کی آیت نمبر ۲:

لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر

کے ترجمہ میں عام مترجمین نے ذنب کے نسبت سید عالم ﷺ کی طرف کی ہے یہاں تک کہ ''ذنب'' کا اردو ترجمہ گناہ کر کے معاذ اللہ حضور اکرم شفیع الامم ﷺ کو گنہگار، خطا کار لکھ دیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کا پی۔ ایچ۔ ڈی مقالہ ''کنز الایمان اور اردو کے دیگر معروف تراجم کا تقابلی جائزہ'' مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، پاکستان)۔ لیکن امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی نے اس مقام پر سید عالم رسول محتشم ﷺ کے مقام و مرتبہ اور عزت و عصمت اور عظمت وطہارت کو مدِ نظر رکھ کر جو ترجمہ کیا ہے اس کو پڑھ کر قاری کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور امام احمد رضا کی قرآن فہمی اور دیگر علوم مثلاً علمِ تفسیر، اصولِ تفسیر، علمِ حدیث، اصولِ حدیث، علم صرف ونحو ولغت پر ان کی گہری دسترس اندازہ اس ترجمہ سے ہو جاتا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:

''تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔'' (۲۶)

(ب)

امام احمد رضا کان نے عام اردو الفاظ استعمال کیے ہیں:

مثلاً: ''آجز'' کے لیے ''کامیوں''، ''اجر'' کے لیے ''نیک'' (۲۷) وجہ یہ ہے کہ اللہ جو اجر دیتا ہے وہ بھی اس کا احسان ہے اور ''نیک'' کہتے ہیں خوش ہو کر دینے کو اس طرح ''انعمت علیھم'' (۲۸) کے لیے آپ نے احسان یافتہ، یا (جن پر احسان فرمایا) لکھا ہے جب کہ دیگر مترجمین نے لکھا ہے ''انعام یافتہ، یا جن پر انعام فرمایا ہے'' یہاں بھی وہی نکتہ ہے کہ رب العزت جس کو جو بھی عطا کرتا ہے وہ اس کا احسان ہے۔

اس طرح چند الفاظ اور بھی دیکھیے۔

اہل کتاب کے لیے ''کتابیوں''، ''تفرقہ کے لیے'' پھٹنا'' وغیرہ (۲۹) اور چند الفاظ بلا تبصرہ دیکھیے: اور امام احمد رضا خان کی لسانی خدمت کی داد دیجئے۔

مثلاً ''بیر، جلن، گھٹن، گھٹاٹوپ، خیال بندیاں، منہ اجالا ہونا، خواری جمادی گئی'' وغیرہ۔

''تعلمون'' (۳۰) کے لیے آپ نے کہیں ''کوتکوں'' لکھا ہے کہیں ''کرتوتوں'' اور ''بغضاء'' کا ترجمہ ''بیرا'' (۳۱) لکھا ہے۔

**سلاست، ترجم اور نغمگی:**

قرآن مقدس کا مطالعہ کرنے والے اس کے اس اعجاز سے خوب واقف ہیں کہ جب اسے خوش الحانی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے تو ایسا ترنم پیدا ہو جاتا ہے جیسے آبشار گرتا ہے بلکہ آبشار کی نغمگی معلوم ہوتی ہے کہ سننے والا جھوم اُٹھتا ہے۔

امام احمد رضا خان نے اپنے ترجمہ میں قرآنی انداز کی نغمگی بھر دی ہے۔

مندرجہ ذیل آیات کی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کیجیے اور ساتھ میں امام احمد رضا خان کا ترجمہ پڑھیے۔ صوتی حسن اور نغمگی کا کیسا احساس ہوتا ہے:

۱۔ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۝ ..............
وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ۝ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ۝ (۳۲)

ترجمہ: جب دھوپ لپیٹی جائے، اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں اور جب تھلکی (گھابھن) اونٹنیاں چھوٹی پھریں اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں اور جب سمندر سلگائے جائیں اور جب جانوں کے جوڑ بنیں اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے اور جب جہنم بھڑکایا جائے اور جب جنت پاس لائی جائے، ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

سبحان اللہ! کیا صوتی حسن، ترنم اور تغنم ہے!

امام احمد رضا خان کا ترجمہ ان خوبیوں کا آئینہ دار ہے۔

۲۔ مثال سورہ ''النزاعت'' کی چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا o وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا o وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ........................ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ۔ (۳۳)

**ترجمہ:** قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے پیریں، پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں، پھر کام کی تدبیر کریں کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔ آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔''

یہاں بھی کیف وسرور اور ترنم وانبساط کا وہی عالم ہے جو کلام پاک سے ہوتا ہے۔

دراصل ترجمہ میں مترجم پر کچھ پابندیاں ہوتی ہیں کہ وہ اصل کتاب یا قرآن کریم کے ترجمے میں اصل کا پابند رہتا ہے۔ البتہ خوبی یہ ہے کہ جو کیفیت اصل عبارت یا آیات میں ہو اسے ظاہر کردیا جائے اور بس یہی ترجمہ کا کمال ہے۔ امام احمد رضا خان ایسے الفاظ لائے ہیں جو قرآنی مفہوم ادا کرتے ہیں اور اس کے حسن، اندازِ جمال وجلال، صوتی آہنگ، ترنم وتغنم وغیرہ کو ظاہر کردیتے ہیں۔

مثال نمبر ا میں دیکھیے:

''چلائے جائیں، سلگائے جائیں۔ کیے جائیں'' وغیرہ میں صوتی آہنگ، نیز جملوں کا زیروبم، بول چال کے الفاظ، ان سب نے ترجمہ میں حسن برپا کردیا ہے۔

مثال نمبر ۲: میں دیکھیے:

''کھینچیں، کھولیں، پہنچیں'' وغیرہ ہم قافیہ الفاظ اور کلمات کا زیروبم، ''تھرتھرائے گی، تھرتھرانے والی، پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی'' وغیرہ۔ قرآنی الفاظ کے اعتبار سے خود بھی ایسے ہی الفاظ کا استعمال اور وہی انداز اختیار کرنا ہی حسنِ انشاء پردازی اور کمالِ ترجمہ نگاری ہے۔

مثال نمبر ۳:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا o فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا o فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا o ........................ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ۔ (۳۴)

ترجمہ: ''قسم ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں، پھر ان کی کہ جھڑک کر چلائیں، پھر ان جماعتوں کی قرآن پڑھیں، بے شک تمہارا معبود ضرور ایک ہے، مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک مشرقوں کا اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو تاروں کے سنگار سے آراستہ

کیا اور نگاہ رکھنے کو ہر شیطان سرکش سے، عالمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر طرف سے مار پھینک ہوتی ہے۔"

مثال نمبر ۴:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ............
ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۝ (۳۵)

**ترجمہ:** اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

## حوالہ جات و حواشی

(۱) کنز الایمان، ص ۵۲۰، سورۃ الفرقان، مطبوعہ ورلڈ اسلامک پبلی کیشنز، دہلی، حوالہ نمبر ۲۲۔

(۲) سورۃ یونس: ۳۷، کنز الایمان ص ۳۰۸، مطبوعہ ایضاً۔

(۳) ڈاکٹر عبد الحکیم ندوی، عربی ادب کی تاریخ، مطبوعہ فیس بک، لاہور۔

(۴) سورۃ بقرہ: ۲۴، کنز الایمان ص ۷، ایضاً۔

(۵) سورۃ بقرۃ: ۲، کنز الایمان، ص ۳، مطبوعہ ورلڈ اسلامک پبلی کیشنز دہلی، حوالہ نمبر ۲۲۔

(۶) آخری پیغام، ص ۱۹۰، مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ، دیپا سرائے، سنبھل مراد آباد۔

(۷) ایضاً۔

(۸) تذکرہ علمائے ہند، (ترجمہ ایوب قادری) ص ۵۴۲، مطبوعہ کراچی، حوالہ کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن ص ۷۰، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، مطبوعہ کراچی۔

(۱۹ کنز الایمان اور اس کی فنی حیثیت، ص ۳۲، ص ۳۳، بحوالہ کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن، ص ۳۳۹، مطبوعہ کراچی۔

(۲۰) امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان، مشمولہ معارف رضا کراچی۔

(۲۱) "محاسن کنز الایمان" مشمولہ المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۱۱۷، ۱۲۲۔

(۲۲) آئینہ رضویات، حصہ دوم، مرتبہ محمد عبد الستار طاہر، ص ۱۶۹، مطبوعہ کراچی۔

(۲۳) سورہ یوسف، پ ۱۲، آیت نمبر ۲۔

(۲۴) ابو الفضل مولانا الحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص ۴۵۔

(۲۵) سورہ لقمان، پ ۲۱، آیت ۱۷، ۱۸۔

(۲۶) سورہ طارق پ ۳۰، آیت ۱۶۔

(۲۶) (ب) نوٹ: کراچی، پاکستان کے ایک محقق عالم جلیل حضرت علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی نے سورۂ فتح کی اس آیت (نمبر۲) کی تفسیر میں ''الذنب فی القرآن'' کے نام سے ۸۰ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم مقالہ لکھا ہے جو حال ہی میں کراچی سے شائع ہوا ہے۔ اس میں حضرت علامہ گردیزی دامت برکاتہم العالیہ نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ سورۂ فتح کی آیاتِ کریمہ کی شانِ نزول، اس کے سیاق وسباق، اس کے لغوی معنی ومفہوم، تفاسیر واحادیث کی روشنی میں اس کے ادبی و لسانی پہلوؤں پر تفصیلی اور نتیجہ خیز بحث کی ہے۔ انہوں نے یہ وقیع مقالہ کراچی کے ایک محقق علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اور حیدرآباد سندھ کے ایک عالم علامہ ڈاکٹر محمد زبیر نقشبندی صاحب کے اعلیٰ حضرت کے محولہ ترجمہ پر اعتراضات کے رد میں لکھا ہے اور سچ یہ ہے کہ حقِ تحقیق ادا کیا ہے۔ انہوں نے قوی تر دلائل کے ساتھ نہ صرف یہ کہ علامہ سعیدی کے دلائل کو توڑا ہے بلکہ موصوف کے موقف میں تضادات، حوالہ شدہ عبارات میں تحریفات اور مصنف کی اپنی عبارات میں سرقہ جات کے ناقابلِ تردید کھلے ثبوت پیش کیے ہیں جس سے مصنف کی پوری تصنیف ساقط الاعتبار پاتی ہے۔ (ادارہ)

(۲۷) سورہ بقرہ، پ۳، آیت ۲۷۴۔

(۲۸) سورہ فاتحہ، پ۱، آیت ۶۔

(۲۹) سورہ ال عمران، پ۴، آیت ۱۰۵۔

(۳۰) سورہ بقرہ، پ۱، آیت ۸۵۔

(۳۱) سورہ ال عمران، پ۴، آیت ۱۰۔

(۳۲) سورہ التکویر، پ۳۰، آیت ۱تا۱۴۔

(۳۳) سورۃ النزعت، پ۳۰، آیت ۱تا۳۰۔

(۳۴) سورۃ الصّٰفّٰت، پ۲۳، آیت ۱تا۸۔

(۳۵) سورۃ الرحمٰن، پ۲۷، آیت ۴۶ تا آخر۔

(۳۶) سورۃ القارعۃ، پ۳۰، آیت ۱تا آخر۔

(۳۷) سورۃ والضحیٰ، پ۳۰، آیت ۱تا آخر۔

(۳۸) سورہ الشمس، پ۳۰، آیت ۱تا۷۔

(۳۹) سورہ فاتحہ پ۱، آیت ۱تا۳۔

(۴۰) سورہ فاتحہ، پ۱، آیت ۶۔

(۴۱) سورۃ المزمل، پ۲۹، آیت ۱۔

---

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

**اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی**

**کا ترجمہ قرآن تقدیس الوہیت اور عظمت رسول کا پاسبان ہے**

**ازھری ٹور اینڈ ٹراویلس**

**کی طرف سے**

# کنز الایمان نمبر

**نکالنے پر رضا بک ریویو کے سارے کارکنان کو ھدیہ تبریک**

**(الحاج) عبد المصطفیٰ رضوی**

ازہری ٹور اینڈ ٹراویلس

شطرنجی پورہ ناگپور

# کنزالایمان کا جمالیاتی جائزہ

■ مفتی سید شاہد رضا، بھاگل پور

جمالیات اور کائنات کی پیدائش کا لمحہ حقیقت میں ایک ہی لمحہ ہے، احساس جمال کا نغمہ ہمیشہ کائنات کی نظر افروزی اور دل فریبی چھیڑتی رہی ہے، لیکن معلوم تاریخ میں ۳ر صدی و بل افلاطون اور ارسطو کے دور سے حسن فطرت اور کائنات کے مطالع کا سواغ ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والا صحیفہ وہ پہلا صحیفہ ہے، جس میں فلسفہ حسن کے جلوے حد اعجاز کو پہنچے ہوئے ہیں، اصل میں یہی کتاب فنی حیثیت سے مطالعہ جمالیاتی کا سبب بنی، حلات نے جب یورپ سے فکری احتساب کا عمل ختم کیا، وہاں آزادانہ تحقیق کی فضا بنی، تو عربوں کے علمی نوادرات وکارنامے وہاں منتقل جھونے لگے، نیز انھوں نے قرآن مقدس کے گہرے مطالعہ کا سلسلہ بھی شروع کردیا، جس مطالعہ نے انہیں نہ صرف حسن کائنات سے واقف کرایا، بلکہ انھوں نے اسے جمالیات کا شریں چشمہ پایا، جس نے انھیں جمالیات کو ایک فن کی شکل دینے کے لئے مہمیز کیا، جرمن فلسفی اور معروف عالم، بام گارٹن (آمد ۱۷۱۴ رخصت ۱۷۶۲) تاریخ کا وہ پہلا شخص ہے جس نے فلسفہ حسن کے لئے جمالیات کی اصطلاح وضع کی اور اسے، ۱۷۳۹ء میں فلسفے کا ایک مستقل شاخ قرار دیا، فلسفہ جمال کے بارے میں متعدد مکاتب فکر ہیں، جن کے نظریات ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور کسی بھی نظریہ تعریف کے متعلق عالم گیر مقبولیت کا دعوی نہیں کیا جاسکتا، ہاں ان متعدد اور مختلف تعریات سے فلسفہ جمال کا ارتقائی سفر سامنے آتا ہے، چند تعریفات ذوق نظر کے حوالے ہیں۔

(۱) سقراط حسن مطلق کا مظہر کامل، فطرت کائنات ہے وہ صرف اسی چیز کو خوب صورت سمجھتا ہے جو اپنی صورت میں فطرت سے بالکل مطابقت رکھتی ہو،

(۲) اگسٹائن Augustinns حسن کو تناسب ہم آہنگی میں مضمر دیکھتا ہے اس کے نزدیک حسن کا میعار تناسب و ہم آہنگی میں پایا جاتا ہے۔

(۳) وائٹ ہیڈ۔White Head مشاہدے کے موقع پر مختلف عناصر کی باہمی موزوں ترتیب حسن ہے۔ (جمالیات قرآن حکیم کی روشنی میں)

(۴) سلیم شہزادہ۔اشیا کا ایک دوسرے سے صوری ومعنوی ربط دراصل اس آہنگ کو نمایاں کرتا ہے جس کے سبب اشیا خوب صورت اور مسرت کا باعث قرار پاتی ہے۔فرہنگ ادبیات ص ۲۹۸۔

(۵) جمالیات حسن معنی، حسن بیان حسن کمال، حسن فکر وجذبہ اور حسن عمل کا نام ہے، حسن فیاض۔حوالہ کتاب جمالیات۔ان تمام تعریفات سے یہ آشکارا ہے کہ قدیم علماء جمالیات، جمالیات کے لئے موزونیت، تناسب، اور اجزاء کی ہم آہنگی ضروری قرار دیتے ہیں، جب کہ جدید علماء جمالیات کے یہاں طریقے اظہار کے موزونیت کے ساتھ ساتھ معنویت کا بھی ہونا لازمی ہے۔

مذہبی ادب میں ڈاکٹر شکیل الرحمٰن وہ فرد ہیں جن کے کام کا دائرہ جمالیات کے عنوان سے وسیع ہے میری معلومات کے مطابق ان کی آٹھ تصنیفات، جمالیات کے حوالے سے منظر عام پر آچکی ہیں جیسے

(۱) قرآن حکیم جمالیات کس سرچشمہ اس کتاب میں جمالیاتی جنھوں نے مطالعہ کرتے ہوئے قرآنی جمالیات سے واقف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۲) جمالیات حافظ شیرازی: اس کتاب میں دیوان حفظ کے جمالیاتی پہلو کو اجاگر کر کے ان کے پیغام کو دل نشیں انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳) تصوف کی جمالیات: اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ تصوف کی جمالیات عرفان انسانیت کے لئے حسن جمال کا بہترین سرچشمہ ہے۔

(۴) غالب کی جمالیات: اس کتاب میں جمالیات غالب کی نشادہی کی گئی ہے، غالب کی حسیاتی بیداری، لفظوں کی بلاغت، تجریدی انداز فکر، اشعار کی معنی آفرینی، اور جمالیاتی وزن کو سامنے لانیکی سعی کی گئی ہے۔

(۵) مولانا رومی کی جمالیات (۶) امیر خسرو کی جمالیات (۷) نظیر اکبرآبادی کی جمالیات (۸) اسلامی فنون کی جمالیات وغیرہ۔

## جمالیات اور کنزالایمان

جمالیات کی مختلف تعریفوں کی روشنی کے توسط سے اگر ہم امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی جمالیات کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ جمالیاتی اعتبار سے بھی تمام اردو تراجم قرآن میں؛ کوہنور؛ سا ہے۔تمام اردو تراجم میں مسلم ہے اسے اب مقبولیت کا درجہ مل چکا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ترجمہ توحید ورسالت کے تقاضے کے عین مطابق میں۔اور اسکی زبان انتہائی شیریں اور جمالیات سے پر ہے۔

محقق رضویات پروفیسر مسعود احمد قدس سرہ کا یہ تبصرہ حرف بہ حرف صحیح ہے کہ" یہ نہ تو کسی

ترجمے کا ترجمہ ہے اور نہ ترجموں کی ترجمانی یہ تو براہ راست قرآن سے قرآن کا ترجمہ ہے۔ (جام نور بحوالہ مقالات رضویہ ص ۳۹)

بہر حال اس کے دگر گوشوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اس مضمون میں کنز الایمان کا مطالعہ جمالیاتی رخ سے کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(۱) عقائدی جمالیات: قل اللہ اسرع مکرا (سورہ یونس ۱۱)

اس آیت میں توجہ کا طالب لفظ "مکر" ہے لغوی تحقیق کی رو سے لفظ مکر کی نسبت جب عام آدمی کی طرف کی جائے تو اس معنی چالبازی، فریب، اور دھوکہ دینے کے ہوتے ہیں اور جب اللہ کی طرف کی جائے تو اس کے معنی مکر کی سزادینے اور بدلہ دینے کے ہوتے ہیں۔

المکر احتیال فی خیفة من اللہ تعالیٰ (لسان العرب ج ۳ ص ۱۶۹)

المکرۃ کا معنی تدبیر کرنے اور مکر کے معنی سزادینے کے ہیں۔ (المنجد اردو ص ۹۷۱)

تفسیری کتب میں بھی لفظ مکر کی تفسیر جزاء اور عقوبہ جیسے الفاظ سے کی گئی ہے صاحب بیضاوی نے مکر کی تفسیر الجزاء علی المکر سے کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ مکر پر بدلہ دینے میں جلدی کرتا ہے (بیضاوی ج ۱ ص ۴۳۲) شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے المکر کی تفسیر اعجل وعقوبہ سے کی ہے۔ یعنی اللہ سزادینے میں جلدی کرتا ہے۔ (روح البیان ج ۴ ص ۲۹۔۳۰)

جب اردو تراجم قرآن کا عقائدی رخ سے ان تفسیری اور لغوی نصوص کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو علو ماد ھر تراجم قرآن میں لفظ مکر کا ترجمہ چال، حیلہ، اور مکر ہی جیسے الفاظ سے کیا گیا ہے، جس سے شان باری میں تنقیص کا اظہار ہوتا ہے، لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ جہاں زبان کے رخ سے شگفتہ ہے وہی ایمان کی رخ سے بھی نصوص قرآنی کے عین مطابق ہے "تم فرمادو کہ اللہ کی ہر تدبیر جلد ہوتی ہے" امام احمد رضا نے اس آیت میں استعمال لفظ مکر کا ترجمہ تدبیر سے کیا ہے جو کہ سزادینے، بدلہ دینے، نیز دشمن کی سازش ناکام بنادینے جیسے مفاہیم کو بھی شامل ہے۔ اس ترجمہ میں استعمال لفظ تدبیر سے جہاں شان ربوبیت اور عظمت الٰہ آشکارا ہے وہی یہ لفظ جمالیاتی مسرت کا بھی آئینہ دار ہے۔ جس سے عقائدی جمالیات وضح ہے۔

الفاظ کی موزونیت: والقمر اذا اتسق .لترکبن طبقا عن طبق .فمالھم لا یومنون۔ (الانشقاق ۱۸)

یہ آیت کریمہ انسانی عروج کے امکانات سے پردہ اٹھارہی ہے' کہ انسان زمینی دائرہ سے نکل کر منزل بہ منزل بڑھتا چلا جائے گا' اور قرآن کی یہ پیشن گوئی بیس جولائی ۱۹۶۹ء کو امریکی خلاباز آرم اسٹرانگ Arm storing اور ان کے ساتھی ایڈون Edwin aldrin اور مائکل کولنس

Michal Collins کے ذریعہ ظاہر ہوئی اوراب انسانی قوت فکر کی پرواز تسخیر مریخ کیلئے ہے۔اس پس منظر میں ترجمہ رضویہ کا مطالعہ۔بہشت فکر ونظر کے دریچوں کو روشن کردیگا امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔
'چاند کی قسم جب کامل ہوجائے،ضرور تم منزل بہ منزل چڑھوگے' تو کیا ہوا انھیں ایمان نہیں لاتے' امام احمد رضا نے طبقا عن طبق کا ترجمہ منزل بہ منزل کرکے جہاں خوبصورت جملہ کا انتخاب کیا ہے وہی قرآن کے سائنسی پیغام کو بھی نہایت ہی حسین شکل میں اجاگر کیا ہے جس سے جمالیاتی نشاط کا رشتہ دوآتشہ ہوگیا ہے۔

جب کہ دگر تراجم قرآن کا مطالعہ یا آشکارا ہی نہیں کرتا کہ اس آیت کا تعلق تقویمی کائنات سے ہے یا تشریعی احوال وکوائف سے نمونے کے طور پر دو ترجمے ملاحظہ ہوں۔

(۱)تم لوگ ضرور ایک سختی کے بعد دوسری سختی میں پھنسوگے رفرمان علی

(۲)تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت کو پہنچنا ہے راشرفعلی

دلکش تعبیر لفظی :قرآنی پیغام کو خوبصورت تعبیرات اور حسین اسلوب میں ادا کرنا کنزالایمان کا خاص طرۂ امتیاز ہے مشتے نمونہ ازخروارے سے طور پر دو چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱)تلک امانیهم ۔یہ ان کی خیال بندیاں ہیں (بقرۃ ۱۱۱)

(۲)زین للذین کفروا الحیواۃ الدینا ۔کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی (بقرہ ۲۱۲)

ان ترجموں کا توجہ کے ساتھ دوبارہ مطالعہ کیجئے ۔خیال بندیاں نیز نگاہ میں زندگی کا آراستہ ہونا یہ وہ دلکش تعبیر ہے جو احساس جمال کو چھیڑتی ہے۔اور ادبی لطافت کو مسحور کرتی ہے۔

فنی نظم ونسق :(۱)نسق کی ایک شکل تو یہ ہے کہ مناسب الفاظ کو ایک خاص سانچے میں اس طور پر ڈھالا جائے کہ وہ فصاحت زبان کا اعلی نمونہ بن جائے۔

مثلا ووجدک ضالا فھدی (والضحی ۳۰/ع ۱۸:) ترجمہ اور تمھیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دیدی' اس ترجمے میں محبت' خودرفتہ' اور راہ کا انتخاب کرکے اسے عمدگی سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ترجمہ زبان وبیان کی خوبیوں کے ساتھ جمالیات کا عمدہ نمونہ بن گیا ہے۔

(۲)نسق کی ایک شکل یہ ہے کہ الفاظ کے موزوں انتخاب کے ساتھ اسے ایک ایسے طریئے پر مرتب کیا جائے کہ نغمگی اور صوتی ہم آہنگی پیدا ہوجائے،اذا السماء انفطرت،واذا الکواکب انتثرت،واذا البحار فجرت واذا القبور بعثرت ۔جب آسمان پھٹ جائے گا،اور جب ستارے جھڑ پڑیں اور جب سمندر بہادیے جائیں

،اور جب قبریں کریدی جائیں۔اس ترجمے میں ،موزوں الفاظ کو سلک نثر میں اس ترتیب سے پرو دیا گیا ہے کہ ہر لفظ پردہ سماعت پر نغمہ کی تان چھڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور ذوق لطف جمالیاتی جھوکوں سے شرشار ہو جاتا ہے۔

تشبیہ مجمل: والقمر قدرنہ منازل حتی عاد کالعرجون ۔فلکی نظام کے اس نکتہ کو ذہن میں رکھنا ترجمہ رضویہ کے ادبی میعار کو سمجھنے میں معاون ہوگا، گردش قمر کے لئے اٹھائیس منزلیں ہیں چاند ہر رات ایک منزل کی مسافت طے کرتا ہے اور چاند جب اٹھائیسویں کو اپنی آخری منزل طے کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت چاند کی کیفیت زرد اور کمان کی طرح ،اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں، یہاں کہ پھر ہو گیا جیسی کھجور کی پرانی ڈالی۔

اعلی حضرت نے اس ترجمے میں قرآن کے اسلوب کی پوری مطابقت کی ہے.جس سے یہ ترجمہ تشبیہ مجمل کا میعاری نمونہ بن گیا؛ کیوں کہ چاند کی زردی اور اس کے خمیرہ پن کو بتانے کے لئے کھجور کی پرانی شاخ سے تشبیہ دی گئی ہے اس ترجمے میں مشبہ چاند ،مشبہ بہ، کھجور کی پرانی ڈال، ادار تشبیہ ''جیسی''، لیکن وجہ شبہ زرد یا خمدار کا تذکرہ نہیں ہے.جس کی بنیاد پر یہ ترجمہ تشبیہ مجمل قرار پایا۔

نظریہ سائنس اور ترجمہ رضویہ: انسان نے جب عصر حضر میں ذہنی محدودیت سے قدیم باہا نکالا، تو قرآنی نقطہ نگاہ کو جاننے کے لئے عصر جدید نے اس سے دو قسم کے سوالات کئے (۱) انسان زمینی دائرہ سے باہر نکل سکتا ہے کہ نہیں (۲) کیا انسان زمینی دائرہ سے نکل کر چاند یا دگر سیاروں پر پہنچ سکتا ہے؟ قرآن عظیم نے اپنی اس عبارت سے انسانی ذہن کے تسکین کا سامان کر دیا۔ یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار الارض فانفذوا لا تنفذوا الا بسلطن (رحمٰن/۳۳) اے انسانگے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان و زمین سے نکل کر جاو تو نکل جاو جہاں نکل کر جائے گا اسے خدائی سلطنت کے تجلیات نظر آئیں گے اس محاظ سے یہ عین سائنٹفک ترجمہ ہے جب کہ دگر تراجم اس خوبی سے خالی نظر آتے ہیں ان تراجم کا مطالعہ بتاتا ہے کہ انسان کا زمین کے دائروں سے نکلنا ہی محال ہے مثلا (۱) مگر بدوں زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہی نہیں) اشرف علی تھانوی (۲) نہیں بھاگ سکتے اس کے لئے بڑا زور چاہیئے (ابوالاعلی مودودی) اگر زمینی حدود سے انسان کا نہ نکلنا نظام قدرت ہوتا تو انسان ہزار کوششوں کے باوجود قانون فطرت کو نہ توڑ پاتا....امام احمد رضا دوربیں نگاہ اور قرآن کے متعلقہ علوم سے معرفت آشنا قلم نے ایسا ترجمہ کیا کہ زمانہ حال کے سوالات یہاں آکر جوابات سے مزین ہونگے اس طرح نہ ترجمہ سائنسی جمال کا آئینہ دار ہو گیا۔

---

# کنز الایمان کا ادبی وفنی جائزہ

■ مولانا محمد طفیل احمد قادری

قادر مطلق مبدا فیاض نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدہ سرہ (متوفی سنہ ۱۹۲۱ء) کو بے شمار محاسن وکمالات سے نوازا تھا۔ آپ پچاس سے زائد علوم وفنون میں بیک وقت مہارت تامہ رکھتے تھے جس پر آپ کی چھوٹی بڑی تقریبا ایک ہزار تصنیفات شاہد عدل ہیں۔ حضور محدث بریلوی کی تہدار شخصیت، مجتہدانہ بصیرت اور ادبی وفنی مہارت پر اب تک سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں "رضا بک ریویو" پٹنہ کا "کنز الایمان نمبر" اسی سلسلۃ الذھب کی ایک مضبوط کڑی ہے۔

امام احمد رضا کی قابل رشک دینی وعلمی خدمات میں "کز الایمان فی ترجمہ القرآن" کو کئی جہت سے بلند ترین مقام حاصل ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک ترجمہ ہے مگر اس کے بین السطور سے علمی شکوہ، لسانی بانکپن، ادبی جمال اور تقدیس الوہیت ورسالت کے جو مسحور کن آبشار رواں ہیں وہ صحیح معنوں میں بیمار دلوں کے لئے تسکین کا سامان ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ادیان ومذاہب کی مقدس اور الہامی کتابوں میں "قرآن عظیم" کو جسے کلاسک کا درجہ حاصل ہے، بلا مبالغہ موجودہ قرآنی ترجموں میں "کنز الایمان" کو وہی مقام اور پوزیشن حاصل ہے۔ فصاحت الفاظ اور ندرت بیان کے آئینے میں قرآنی اعجاز کی جس ادیبانہ مہارت سے تصویر کشی کی گئی ہے وہ امام موصوف ہی کا حصہ ہے۔ حسن تعبیر اور جملے کی برمحل ادائیگی کو دیکھتے ہوئے اردو ادب کے عناصر اربعہ آزاد سر سید حالی اور نذیر احمد کی ادبی چاشنی بے کیف معلوم ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں فرحت وانبساط، سوز دروں اور تاثر وانفعال کی جو شراب طہوران کی سطر سطر سے چھلکتی ہے وہ محض زبان دانی یا فنی مماست کا کرشمہ نہیں بلکہ اس کا سرچشمہ عظمت ربوبیت اور وہ عشق رسالت ہے جو آپ کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ تھا۔

عصر حاضر کے مایہ ناز محقق "علامہ غلام رسول صاحب سعیدی" کا یہ حقیقت پسندانہ تجزیہ ملاحظہ کریں۔ "قرآن مجید کے علوم وفنون، اس کی فصاحت وبلاغت اور اس کی تفسیر وتاویل پر جو شخص نگاہ رکھتا ہو وہ جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو یقینا سوچے گا کہ اگر قرآن مجید اردو میں اترا ہوتا تو یہ

عبارت اس کے قریب تر ہوتی اور جو فصاحت بیان سے آشنا ہو اسے کہنا پڑے گا کہ اس ترجمہ میں زبان و بیان کی بلاغت اعجاز کی سرحدوں کو چھوتی معلوم ہوتی ہے" (محاسن کنزالایمان)

ذیل میں اسی ترجمہ قرآن بنام کنزالایمان کے کچھ ادبی محاسن اور فنی خصوصیات سپرد قرطاس ہیں۔

**لفظ اور محاورے کا حسین امتزاج:-**

"ایک زبان سے دوسری زبان میں الفاظ کو منتقل کر دینے کا ترجمہ ہے" آج اردو زبان میں "ترجمہ نگاری، کو ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک مترجم کو ترجمہ سے متعلق دونوں زبان کا ماہر ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر متعلقہ دونوں زبان کے اسلوب کلام، محاورہ اور مواقع استعمال پر قدرت نہ ہو تو پھر اس مترجم کی قلمی کاوش کو "ترجمہ" کے بجائے "رجم" سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اس وقت برصغیر ہندو پاک میں قرآن کریم کے جو قدیم و جدید تراجم دستیاب ہیں وہ یا تو صرف لفظی ترجمہ ہیں یا فقط با محاورہ۔ لفظ اور محارے کا حسین امتزاج بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے مگر قرآنی اسلوب اور طریقہ خطاب کا لحاظ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے فی البدیہہ ایسا ترجمہ کیا ہے جو بیک وقت دونوں خوبیوں کو جامع ہے۔ چنانچہ سورہ یوسف کی آیت "ویعلمک من تاویل الاحادیث" کا ترجمہ آپ نے فرمایا ہے۔ "اور تیرا رب تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا" یہاں لفظ کے ساتھ محاورے کی بھی رعایت موجود ہے کہ احادیث باتوں کو کہتے ہیں اور تاویل کا معنی "انجام نکالنا" بھی متعین ہو گیا اور عبارت کی سلاست و روانی بھی متاثر نہ ہوئی۔

دیگر مترجمین نے آیت مذکورہ کا لفظی اور بعض نے اس کا با محاورہ ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"اللہ تجھے خوابوں کی تعبیر سکھا دے گا" جس سے مقصد پوری طرح واضح نہیں ہوتا۔

احقر راقم الحروف کی ناقص فہم کے مطابق تاویل کا اردو ترجمہ "تعبیر" سے کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے لیث بمعنی شیر کا ترجمہ "اسد" سے کرنا۔ تو یہ ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی اور بلاوجہ عبات سے کام لینا ہوا اور فائدہ؟ سوائے اپنی قلمی جولانی کے اظہار کے اور کچھ بھی نہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے فقط با محاورہ ترجمہ کی کمزوری اور اس کا تاریک دور شروع ہوا ہے۔ اس لئے ترجمہ نگاری بالخصوص ترجمہ قرآن میں رعایت لفظی کے ساتھ محاورے کا پاس و لحاظ اس حد تک ضروری ہے کہ لفظ کا معنی بھی ہو جائے اور عبارت کا تسلسل بھی اپنی جگہ برقرار رہے جیسا کہ ابھی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے ظاہر ہوا کہ آپ نے لفظ اور محارے کے حسین امتزاج سے ترجمہ کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب (پاکستان) اس سلسلے میں رقم طراز ہیں "کنزالایمان نہ تو قدیم

اسلوب کے اعتبار سے محض لفظی ترجمہ ہے نہ جدید اسلوب کے لحاظ سے فقط بامحاورہ، کنزالایمان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے لفظی ترجمے کے محاسن کے حوالے سے قرآن کے ہر ہر لفظ کا مفہوم اس طرح واضح کردیا ہے کہ اسے پڑھ لینے کے بعد کسی لغت کی حاجت نہیں رہتی اور بامحاورہ ترجمہ کے محاسن کو بھی اس خوبی وکمال سے اپنے اندر سمولیا ہے کہ عبارت میں کسی قسم کا بوجھ یا ثقل محسوس نہیں ہوتا۔ (کنزالایمان کی فنی حیثیت ص ۱۱)

**نثر مسجع کی ایک جھلک:**

اردو نثر کی متعدد قسموں میں ایک ''نثر مسجع'' بھی ہے جس میں بحر نہیں ہوتی مگر قافیہ کی پابندی کی جاتی ہے۔ عہد رضا میں نثر قدیم کی یہ صورت کثرت سے مستعمل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیفات میں بکثرت اس کی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً ایک استفتا کا جواب دیتے ہوئے امام موصوف لکھتے ہیں ''تحریر مذکور صواب سے بیگانہ، فقاہت سے برکرانہ اور محض بے بنیاد کورانہ ہے۔ یہ آپ کے سیال قلم کا اعجاز ہے کہ فتویٰ نویسی یہاں تک ترجمہ قرآن میں بھی حسن انشاپردازی کا جوہر دکھا کر ادبائے عصر کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ ذیل کی آیت کا یہ سلیس ترجمہ نگاہ شوق سے پڑھئے اور نثر مقفی کی سحر کاری کا لطف اٹھایئے۔

''انا انشانٰھن انشاءً فجعلنا ھن ابکاراً عربا اترابا۔ بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا تو انہیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہروں پر پیاریاں، انہیں پیار دلاتیاں، ایک عمر والیاں۔ اسی طرح ''والنجم اذا ھویٰ ''اس پیارے چمکتے تارے محمد (ﷺ) کی قسم! جب یہ معراج سے اترے۔

**ایجاز واختصار:**

دنیا کی کسی بھی ترقی یافتہ زبان اور متداول ادب میں ''ایجاز مخل'' اور ''اطناب ممل'' کو مستحسن نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس قسم کی تخلیقات کو عیب اور مصنف کے فنی ضعف پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس عبارت کے ایجاز واختصار اور اس سے حاصل شدہ معانی وبیان کی جامعیت کو نہ صرف سراہا جاتا ہے بلکہ اسے مصنف کے ادبی کمال پر محمول کیا جاتا ہے۔ ''خیر الکلام ما قل ودل'' کہ عمدہ کلام وہ ہے جو مختصر مگر جامع ہو''

امام احمد رضا کی نثری خصوصیات میں ایک اہم خصوصیت ''ایجاز واختصار'' بھی ہے۔ ترجمہ قرآن میں آپ نے اس کا خاص التزام فرمایا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) أفمن یھدی الی الحق احق امن یتبع ان لا یھدی الا ان

یھدی " ترجمہ: تو کیا جو حق کی راہ دکھائے اس کے حکم پر چلنا چاہئے یا اس کے جو خود ہی راہ نہ پائے ،جب تک راہ دکھایا نہ جائے۔اس طویل آیت کریمہ کا آپ نے جس خوبی سے ترجمہ کیا ہے وہ اہل نظر پر پوشیدہ نہیں کہ معنیٰ بھی اچھی طرح واضح ہوگیا ایجاز کو بھی ملحوظ خاطر رکھا، نیز عبارت کا تسلسل اور سیاق کلام کا ربط بھی منقطع نہ ہونے دیا۔

(۲) و اذا ذکروا لا یذکرون (۲۳رکوع ۵)اس کا ترجمہ بالعموم اس طرح کیا گیا ہے"اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے"، مگر اعلیٰ حضرت نے اس کا ترجمہ کیا ہے" اور سمجھائے نہیں سمجھتے" اللہ رے امام موصوف کی یہ ایجاز نگاری! محترم قارئین اس ترجمہ کو آپ بار بار پڑھئے اور اعلیٰ حضرت کی ادبی مہارت پر داد دیجئے۔

(۳)اتعبدون ما تنحتون (پ۲۳ع ۷) کیا اپنے ہاتھ کے تراشوں کو پوجتے ہو؟ یہ ترجمہ بھی حسن اختصار اور کمال ایجاز کی منہ بولتی تصویر ہے اور مزید نشر و توضیح سے بے نیاز کہ" عیاں راچہ بیاں"۔

**محاورات کا استعمال:**

محاورہ کہتے ہیں" دو یا دو سے زیادہ لفظوں کا مجموعہ جو مصدر سے مل کر بنے اور حقیقی کے بجائے معنی مجازی میں مستعمل ہو" مثلاً تین پانچ کرنا، چولی دامن کا ساتھ ہونا۔طوطا اڑنا وغیرہ۔

امام احمد رضا بریلوی نے اپنے شعری مجموعہ "حدائق بخشش" کی طرح اپنے تفسیری ترجمہ" کنزالایمان"میں بھی محاورات کا بھرپور استعمال کیا ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ جہاں پچپن (جدید تحقیق کے مطابق ۱۰۰ر) سے زائد علوم وفنون کے زبردست عالم دین تھے وہیں اردو ادب کے بھی بہت بڑے رمز شناس تھے۔امام موصوف نے نوک قلم سے اردو کی جو قابل رشک خدمات انجام دی ہیں اسے تاریخ ادب کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔مگر افسوس! وقت کا یہ کتنا دردانگیز پہلو ہے کہ اردو زبان وادب کے زلف برہم کی مشاطگی کرنے والے اس "مظلوم ادیب" کو پردۂ خمول میں ڈال دیا گیا ہے۔خیر آج نہیں تو کل سہی، مخالفین کے اخلاق کش تعصب وعناد کا یہ پیمانہ ٹوٹ کر رہے گا۔" مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر چند محاورات پیش خدمت ہیں۔

(۱) ہنسی اڑانا۔ مزاق کرنا" بل عجبت و یسخرون "بلکہ تمہیں اچنبھا آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں۔

(۲) نیچا دکھانا:۔ ذلیل کرنا" فجعلناھم الاسفلین "ہم نے انہیں نیچا دکھایا۔

(۳) دل جلانا:۔ سخت رنج دینا" و انھم لنا لغائظون "اور بے شک وہ ہم سب کا دل

جلاتے ہیں۔

(۴) منہ پھیرنا:۔ الگ ہونا قطع تعلق کرنا" وتول عنهم حتى حين "اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لو۔

(۵) کان لگانا:۔ دھیان سے سننا" او القى السمع "یا کان لگائے یعنی دھیان سے سنے۔

اسی طرح "کان لگانے" کا ایک مفہوم "چوری چھپکے سننا" بھی ہے جیسا کہ شیاطین کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے۔"لا يسمعون الى الملاء الاعلىٰ "اعلیٰ حضرت نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔(وہ شیاطین) "عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے" یعنی شیاطین عالم بالا سے چوری چھپکے سن کے خبریں نہیں لا سکتے۔

**صوتی حسن اور سلاست و نغمگی:**

قرآن کریم، قیامت تک باقی رہنے والی ایک معجزاتی کتاب ہے۔علوم قرآنی کے ماہر علمانے قرآن کے "وجوہ اعجاز" پر بڑی شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔تفصیل کے لئے "الاتقان في علوم القرآن "از امام سیوطی کا مطالعہ کریں۔قرآن کے ظاہری محاسن میں اس کا صوتی حسن ،ترنم اور سلاست و نغمگی بھی ہے اور یہ محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر سچائی ہے۔سورہ رحمٰن، تکویر اور انفطار جیسی سورتوں کی تلاوت یا سماعت کیجئے تو ایسا معلوم ہوگا کہ سلاست و نغمگی کا ایک شیریں چشمہ جاری ہے اور صوتی حسن کا آبشار اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ گرتا جا رہا ہے۔مگر قرآن کی اس اعجازی خوبیوں کو ترجمہ کے قالب میں ڈھال دینا ہر کس و ناکس کی بات نہیں۔لیکن سبحان اللہ امام احمد رضا یہاں بھی منفرد نظر آتے ہیں۔سورۂ تکویر "اذا الشمس کورت" کا مندرجہ ذیل ترجمہ رضوی، ملاحظہ کریں تو آپ ہمارے مذکورہ دعویٰ کی صداقت پر ایمان لائے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

"جب دھوپ لپیٹی جائے، اور تارے جھڑ پڑیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں اور جب تھکی اونٹنیاں چھٹی پھریں، اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں او جب سمندر سلگائے جائیں اور جب جانوروں کے جوڑ بنیں اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کہ کس خطا پر ماری گئی اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے اور جب جہنم بھڑکایا جائے اور جب جنت پاس لائی جائے۔

**تقدس الوهیت:**

اگر کسی مایۂ ناز ادیب اور قابل رشک مصنف کے علمی و ادبی شہ پارے فنی حیثیت سے عمدہ، معیاری اور نوبل پرائز کے مستحق ہی کیوں نہ ہوں مگر شرعی نقطۂ نظر سے ایمان سوز، عظمت ربوبیت اور

شان رسالت کے منافی ہوں تو اسلام اور اہل ایمان کے نزدیک ایسے بے ادب ''ادبی شہ پارے'' کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

حضور فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ہم عصر اور بعد کے اردو مترجمین قرآن نے اپنے بے لگام نشتر قلم سے تقدیس الوہیت اور منصب رسالت کا جس بے دردی سے خون کیا ہے اسے دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان ظاہر بین ترجمہ نگاروں نے ترجمہ کر کے اسلام وسنیت کا کوئی نمایاں کارنامہ انجام نہیں دیا ہے بلکہ شرعی اصول کو پس پشت ڈالتے ہوئے قرآن کے ساتھ ایک بھونڈا مذاق کیا ہے۔ یقین نہ ہو تو ذیل کا یہ ترجمہ ملاحظہ کریں۔

''الله یستھزئ بھم'' مولانا محمود حسن دیوبندی، نواب وحید الدین خاں اور سرسید نے بالترتیب اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

(۱) اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے (۲) اللہ جل شانہ، ان سے دل لگی کرتا ہے۔ (۳) اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے۔

اللہ اکبر! خدائے قدوس جو تمام عیوب و نقائص سے منزہ ہے ان کی طرف ہنسی کرنا، دل لگی کرنا اور ٹھٹھا کرنے کی نسبت کرنا یہ قلمی بے راہ روی اور دینی اقدار کی پامالی نہیں تو اور کیا ہے؟

اب لگے ہاتھوں اعلیٰ حضرت کا یہ محتاط اور شان الوہیت کے لائق ترجمہ بھی دیکھیں ''اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے جیسا کہ ان کی شان کے لائق ہے۔ (کنز الایمان)

یوں ہی آیت کریمہ ''ان المنافقین یخادعون الله و ھو خادعھم'' کا ترجمہ کرتے ہوئے ڈپٹی نذیر احمد، عاشق الٰہی میرٹھی اور مرزا حیرت دہلوی نے اللہ رب العزت کی ردائے عظمت پر دھوکہ، دغا اور فریب کا جو بدنما دھبہ لگایا تھا امام احمد رضا نے اپنی نوک قلم سے اس داغ کو کھرچ کر رکھ دیا ہے۔ [بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔ (کنز الایمان)

**احترام رسالت:**

کنز الایمان اپنے گوناگوں فنی محاسن اور ادبی خصوصیات کے ساتھ احترام رسالت کا بھی آئینہ دار ہے۔ منصب نبوت کے شرعی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عشق و محبت کی زبان میں آپ نے ایسا ترجمہ فرمایا ہے کہ پڑھنے کے بعد طبیعت مچل جاتی ہے اور کشت ایمان لہلہا اٹھتی ہے۔

اہل دیوبند کے پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی نے آیت کریمہ ''واستغفر لذنبک و للمومنین و المومنات'' کا ترجمہ کیا ہے ''اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیں اور سب

مردوں اور مسلمانوں عورتوں کے لئے بھی"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آن جناب کے ضمیر وقلم پر شیطان نے بسیرا ڈال دیا ہو۔ کیا انہیں اتنی شد بدھ بھی نہ تھی کہ "انبیائے کرام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں" تو خطا کی معافی مانگتے رہئے (بصورت استمرار) کیا مطلب؟ ایک غیر مسلم جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو اول فرصت میں وہ یہی تاثر قائم کرے گا کہ جب دین اسلام کے آخری پیغمبر محمد ﷺ (معاذ اللہ) خطا کار تھے تو پھر اپنی امت کو معصیت کے قعر مذلت سے کیسے نکال پائیں گے؟ جن کے دامن کردار پہ خطا و معصیت کا دھبہ لگا ہو آخر ہم ان کی باتیں کیوں کر تسلیم کریں؟ حکیم الامت کی قبائے افتخار زیب تن کئے اسلام کو ذلت کا جامہ پہنانے کی یہ گھنونی کوشش؟ یاللعجب!

اب ایک عشق رسول کا محبت بھرا یہ ترجمہ بھی دیکھتے چلیں "اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو" (کنز الایمان)

شان الوہیت اور احترام نبوت آپ کے ترجمۂ قرآن کی سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت ہے۔ جماعت اہل حدیث کے امیر سعید بن یوسف پاکستان نے دوٹوک الفاظ میں کہا ہے۔ مگر میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا الم سے لے کر والناس تک ہم نے کنز الایمان میں نہ کوئی تحریف پائی ہے نہ کسی بدعت اور شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے۔ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علوت، تقدس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نہیں پائی جاتی" (امام احمد رضا کی انشا پردازی ص ۴۴)

یہی وجہ ہے کہ جامعہ از ہر مصر کے وائس چانسلر ڈاکٹر سید محمدی طنطاوی کی سربراہی میں "مجمع البحوث الاسلامیہ" قاہرہ نے کنز الایمان کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اب تک انگریزی، ہندی بنگالی، گجراتی، پنجابی سندھی، بلوچی اور ڈچ وغیرہ متعدد زبانوں میں اسے منتقل کیا جا چکا ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد۔ کنز الایمان پائندہ باد۔

---

## مرکزی ادارہ شرعیہ بہار

کی عظم پیش کش

# فتاوی شرعیہ

آٹھ جلدوں میں اشاعت کا عظیم منصوبہ کامیابی کی دہلیز پر
پہلے مرحلے میں
قاضی شریعت حضرت علامہ

## قاضی فضل کریم صاحب قبلہ

کے فتاویٰ کا عظیم گدستہ
امین شریعت حضرت مفتی عبد الواجد قادری مدظلہ کی سرپرستی
اور مولانا فیضان الرحمن سبحانی ازہری کی زیر نگرانی

**دوجلدوں میں جلد منظر عام پر**

**رابطہ کریں**

**دفتر مرکزی ادارہ شرعیہ بہار**

سلطان گنج پٹنہ ٦

**ادارہ القلم کی ایک فخریہ پیش کش**

# تحفۂ حنفیہ: کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر امجد رضا امجد کے قلم سے

باب اول ———— ہندوستان میں اردو صحافت کی تاریخ

(الف) اردو کی مجلاتی صحافت: انیسویں صدی میں

(ب) اردو کی مجلاتی صحافت: بیسویں صدی کے اوائل میں

(ج) اردو صحافت کے موضوعات

(د) اردو میں مذہبی صحافت کی روایت

باب دوم ———— صوبۂ بہار میں اردو کی مذہبی صحافت

(الف) بہار میں مذہبی صحافت کا آغاز وارتقا

(ب) بہار میں مذہبی صحافت کی عمومی تاریخ

(ج) مذہبی صحافت کی تاریخ میں عظیم آباد کا حصہ

باب سوم ———— عظیم آباد کا ایک یادگار مجلہ: تحفہ حنفیہ

(الف) تحفۂ حنفیہ: اشاعت کے اغراض ومقاصد

(ب) تحفۂ حنفیہ: کے مقالہ نگار حضرات

(ج) تحفۂ حنفیہ: کا حلقۂ اثر اور اس کے معاونین

(د) بانی تحفہ حنفیہ: قاضی عبدالوحید فردوسی، عظیم آبادی

(ح) خدابخش لائبریری میں: تحفۂ حنفیہ کی فائلیں

(ط) مختلف کتب خانوں میں تحفۂ حنفیہ کی محفوظ فائلیں

باب چہارم ———— تحفہ حنفیہ کے اشاعتی مواد کا موضوعاتی جائزہ

**حصہ نثر:**

(الف) تحفۂ حنفیہ کے علمی مضامین

(ب) تحفۂ حنفیہ کے مذہبی مضامین

(ج) تحفۂ حنفیہ کے اصلاحی مضامین

(د) تحفۂ حنفیہ میں شائع کتب و رسائل

(ح) تعلیمی، تہذیبی، ثقافتی خبریں

(ط) مدرسہ حنفیہ: کے احوال و کوائف

**حصہ نظم:**

(الف) تحفۂ حنفیہ کے حمدیہ کے کلام

(ب) تحفۂ حنفیہ کے نعتیہ ذخائر

(ج) تحفۂ حنفیہ کے غزلیہ سرمائے

(د) تحفۂ حنفیہ میں شائع نظموں کی کیفیت

(ح) تحفۂ حنفیہ میں شائع منظوم کتب و رسائل

باب پنجم ——— مذہبی صحافت کی تاریخ میں تحفۂ حنفیہ کا کردار

(الف) مذہبی صحافت کے حوالے سے زبان اردو کی خدمت

(ب) اردو زبان کے حوالے سے مذہب/ مذہبی صحافت کی خدمت

(د) علماء اور اہل خانقاہ کے درمیان نظریاتی اتحاد کا امین و پیغامبر

(ح) مذہبی تحریکات کی نظریاتی و عملی اصلاح میں تحفۂ حنفیہ کا تاریخی کردار

باب ششم ——— تحفۂ حنفیہ کا اشاریہ

(الف) تحفۂ حنفیہ: کا تاریخی اشاریہ

(ب) تحفۂ حنفیہ: کا موضوعاتی اشاریہ

(ج) تحفۂ حنفیہ: کا مصنفاتی اشاریہ

باب ہفتم ——— حاصل مطالعہ

(الف) تحفۂ حنفیہ: کے علمی، فکری اور اصلاحی اثرات

(ب) مصادر و مراجع

امین شریعت بہار

## حضرت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ

کا

## عاملین کے لیے انمول تحفہ

دعاء وتعویذ کے موضوع پر بزرگوں کے فرمودات، مجربات

اور عطیات کا گراں قدر مجموعہ، بنام

# نقوش قادری

یعنی

# تعویذات سیفی

نئی ترتیب اور اضافے کے ساتھ ۱۵۰ر صفحات پر مشتمل

جلد ہی منظر عام پر

ناشر

اسلامک فاؤنڈیشن، ہالینڈ

# باب ششم

# کنز الایمان اور دیگر تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ

# قرآنِ پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ

■ صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے ایک جلیل القدر عالم عارف باللہ اور عبقری شخصیت تھے، علمائے عرب وعجم نے ان کی ذات کو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا ایک معجزہ کہا ہے۔

انہوں نے قرآن حکیم کا بے ساختہ اور با محاورہ ترجمہ کیا اور جب تفسیر لکھنی شروع کی تو سورۂ ''والضحیٰ'' کی چند آیتوں کی تفسیر ۹۰۰ صفحات سے تجاوز کر گئی اور وہ زندگی بھر بھی صرف تفسیر ہی لکھتے رہتے تو زندگی ختم ہو جاتی مگر تفسیر ختم نہ ہوتی۔

وہ علوم اسلامیہ کے بحر بیکراں تھے علم کے جس دھارے کے ساتھ چلتے، چلتے چلے جاتے۔ احادیث پر مہارت وعبور کا یہ عالم کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء نے ان کو ''امام المحدثین'' کے خطاب جلیل سے نوازا۔ فقہ میں تبحر کی یہ کیفیت کہ؟ جب ایک مکّی عالم نے عربی متون کے فتاویٰ مطالعہ کیے تو بے ساختہ پکار اُٹھے کہ ''یہ فتاویٰ امام ابو حنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور اس کے مصنف کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے۔'' امام احمد رضا کی فقاہت کا عالم اسلام میں جواب نہ تھا اُن کے مخالف بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن وتفسیر، حدیث وفقہ، توقیت وفرائض تو ان کے خاص میدان تھے، مگر وہ پچاس سے زیادہ علوم وفنون پر دسترس رکھتے تھے یہی نہیں بلکہ ہر علم وفن میں اپنی ایک نہ ایک یادگار بھی چھوڑ گئے جن پر کام کرنا کسی فردِ واحد کے بس کی بات نہیں بلکہ ایک اکیڈمی کا کام ہے۔[1]

امام احمد رضا موحد تھے، ان کے خیال میں توحید یہ نہیں کہ محبوبانِ خدا سے پیٹ پھیر کر اللہ کے آگے سرِ نیاز خم کیا جائے۔ ان کے نزدیک مقام محبوبیت میں محبوبان خدا غیر نہیں۔ ابلیس اس نکتہ کو نہ سمجھا اور مارا گیا، تحقیر وتذلیلِ آدم علیہ السلام پر مردود ٹھہرا اور مقام عظمت سے گرا کر ذلت وخواری کی پستیوں میں دھکیل دیا گیا۔ امام احمد رضا کے خیال میں توحید یہ ہے کہ محبوبانِ خدا کی محبتوں اور عظمتوں سے دل کو آباد کر کے پھر اللہ کے آگے جھکا جائے کہ ویران دل جھکنے کے قابل نہیں ہوتے۔ ان کے فکر وشعور پر اللہ چھایا ہوا تھا وہ فکر وحیات کے ہر گوشے میں اللہ کی جلوہ گری دیکھنا چاہتے تھے۔ یہی اللہ کی

محبت تھی جس نے ان کو اللہ کے محبوب کا شیدائی بنا دیا تھا۔ وہ محبت مصطفےٰ ﷺ اور عشقِ رسول ﷺ کو مسلمانوں کی نجی اور ملّی زندگی میں بنیادی حیثیت دیتے تھے۔

امام احمد رضا کی شخصیت ایسی عبقری اور تابناک ہے کہ ان کے خلاف ایک منظم پروپیگنڈے کے اوجود آج اندرون ملک و بیرون ملک کے محققین برابر متوجہ ہو رہے ہیں۔ بعض جامعات میں کام ہو رہا ہے اور بعض جامعات میں کام ہو چکا ہے مثلاً لندن یونیورسٹی، لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ، شکاگو یونیورسٹی، کیلفیورنیا یونیورسٹی، الازہر یونیورسٹی مصر، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن، جبل پور یونیورسٹی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، کراچی یونیورسٹی، سندھ حیدر آباد یونیورسٹی، کلکتہ یونیورسٹی، پٹنہ یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی لاہور وغیرہ وغیرہ۔ تحقیقی کام کے علاوہ امام احمد رضا کی حیات و افکار پر اب تک ہزار سے زیادہ مضامین و مقالات اخبارات و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں اور گذشتہ بیس سالوں میں امام احمد رضا پر تحقیق و تصنیف کے کام میں کافی تیزی سے اضافہ ہوا ہے محققین اور دانشوروں کی قلمی جدو جہد گذشتہ ستر سالوں کے مقابلے میں پچھلے بیس سالوں میں زیادہ منظم اور مثبت انداز میں برق رفتاری کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک جدید جامعات میں بھی امام احمد رضا کا چرچا ہونے لگا تاریخی تواتر میں دیکھا جائے تو امام احمد رضا ملتِ اسلامیہ کی ایک بہت عظیم ہستی تھے۔ وہ ایک نادر روزگار فقیہہ، ایک عظیم محدث، علوم قدیمہ و جدیدہ کے ماہر ہونے کے علاوہ ایک بلند رتبہ مصلح بھی تھے، انہوں نے مذہبی اور دینی محاذ کے علاوہ، ملّی، سیاسی اور معاشی محاذ پر بھی مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ بحسن وخوبی کامل بصیرت کے ساتھ انجام دیا۔ ان کا سب سے عظیم کارنامہ ان کے فتاووں کا مجموعہ فتاویٰ رضویہ ہے جو فتاویٰ عالمگیری کے بعد فقہ اسلامی کا عظیم ماخذ سمجھا جاتا ہے فتاویٰ رضویہ ۱۲ کے علاوہ ان کا دوسرا بڑا کارنامہ قرآن کریم کا ترجمہ (اردو) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ہے جو ۱۹۱۱ء میں پہلی بار منظر عام پر آیا۔ تقریباً اسی ۸۰ برس اس ترجمہ کی تکمیل اور اشاعت کو ہو گئے اور اس دور میں جانبین کے ایسے اکابر علماء و فضلا موجود تھے کہ آج کل جس کا کوئی پاسنگ بھی نہیں۔

اس کے بعد پاکستان میں گذشتہ چالیس سالوں سے لاکھوں کی تعداد میں یہ ترجمہ چھپ کر شائع ہو رہا ہے۔ یہ علمی و ادبی حلقوں میں اس ترجمہ کی بڑی پذیرائی ہوئی۔ لیکن بُرا ہو گروہی تعصب کا آج اسی ۸۰ برس کے بعد کچھ لوگ ان کے ترجمے میں خامیاں نکالنے کے لیے دور کی کوڑیاں لا رہے ہیں جس کا علم و تحقیق سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ امام احمد رضا کی حیات میں اور ان کے بعد مخالفین کے اکابر علماء میں سے کسی نے ترجمے میں غلطی نکالنے کی جرأت نہ کی۔ کیوں کہ اس میں کوئی ایسی غلطی تھی ہی نہیں جس کی وہ گرفت کرتے۔

قرآن مجید کے ترجمہ کو جو خالصتاً ایک علمی مسئلہ ہے اور جس کا تعلق صرف اہلِ علم سے ہے من مانی تاویلات کر کے مسلم عوام میں پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی وہ ترجمہ میں فاش غلطیوں حتی کہ نعوذ باللہ تحریف معانی قرآن کے مرتکب ہوئے ہیں، اس طرح سے مسلمان عوام کی قرآن شریف سے والہانہ عقیدت کا فائدہ لیتے ہوئے امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ان کو متنفر کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ اگر امام احمد رضا کی شخصیت کے گوشے پہلے کی طرح پوشیدہ ہوتے تو شائد اس حربے سے مخالفین اور معاندین کو کچھ زیادہ کامیابی ہو سکتی۔ لیکن اب جبکہ ان کی شخصیت کا ہر پہلو سامنے آگیا ہے اور لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ علم و فضل میں وہ یکتائے زمانہ تھے، عشق رسول ﷺ ان کی پہچان تھی، فنافی اللہ ان کا مقام تھا، تو یہ حربہ وہیں کامیاب ہو سکتا ہے جہاں امام احمد رضا کا تعارف نہیں۔

اس ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" کی چند خصوصیات یہ ہیں:

☆ یہ ایک ایسے عالم کے قلم سے ہوا ہے جو لغتِ قرآنی کا ایسا ماہر ہے کہ اس کو تمام مضامینِ قرآن ازبر ہیں۔
☆ جو لغاتِ عرب پر ایسی دسترس رکھتا ہے کہ خود اہل عرب نے اس کی عربی دانی کی داد دی ہے۔
☆ جو اردو زبان و ادب کا ایسا صاحبِ کمال ہے کہ اردو کے بڑے بڑے شعراء و ادباء اس کو تحسین و آفرین کہتے ہیں۔
☆ جو علوم تفسیر قرآن، فقہ اور حدیث پر ایسا عبور رکھتا ہے کہ عرب و عجم کے علماء اس کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔
☆ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق میں ایسا سرشار ہے کہ غیر بھی اس کے عشق پر گواہ ہیں۔
☆ جو قرآن حکیم کے متعلقہ علوم سے باخبر ہے۔

مقام غور ہے کہ کیا ایسا عالم بے بدل و باخبر قرآن کریم کے ترجمہ میں غلطی کر سکتا ہے؟ اگر وہ غلطی کر سکتا ہے تو کسی بڑے سے بڑے عالم کے متعلق بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا ترجمہ غلطیوں سے مبرا ہے۔ اگر امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں غلطیاں اور خامیاں ہیں تو کسی اردو ترجمہ کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ غلطیوں سے پاک و صاف ہے اس لیے کہ علم و فضل کے اعتبار سے امام احمد رضا کی شخصیت اردو کے تمام مترجمین سے بلند و بالا اور قد آور ہے۔

مختصر یہ کہ امام احمد رضا کے ترجمہ کی مخالفت کی وجہ نہ تو علمی ہے اور نہ مذہبی بلکہ سراسر فرقہ وارانہ اور تاجرانہ ہے، جو سیاسی عیاری اور منافقانہ کردار کی مظہر ہے۔ سچ ہے رقابت و عصبیت اچھے اچھوں کو بے بصر کر دیتی ہے اور اس کو انسانیت کی پست ترین سطح پر لے آتی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو

نفس کی شرارت اور حسد و عصبیت سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

زیر نظر کتابچہ بعنوان ''قرآن پاک کے اردو تراجم کا مختصر تقابلی جائزہ'' ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، قرآن کمپنی لاہور کے ناشرین کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا۔

یہ تقابلی جائزہ تمام سلیم الطبع انصاف پسند اور اہل نظر حضرات کے لیے ایک دعوت فکر ہے۔ اس مقالے میں امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن مجید کا ان کے مخالفین کے ترجموں سے ایک مختصر تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور فیصلہ خود قارئین کرام پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ:۔

☆ کون سا ترجمہ قرآن کے مفہوم کے قریب تر ہے اور کون سا دور؟

☆ کون سا ترجمہ اُردو اور عربی زبان کے محاسن کا حامل ہے۔ کون سا اس سے محروم؟

☆ کون سا ترجمہ اللہ رب العزت ذوالجلال والاکرام کی عظمت وشان کے شایان شان ہے اور کون سا منافی؟

☆ کون سا ترجمہ حضور اکرم ﷺ کی عظمتِ شان اور ناموس و ادب کا محافظ ہے اور کون سا بے باکی و گستاخی کا مظہر ہے؟

☆ کس ترجمہ کو پڑھ کر دل میں اللہ رب العزت اور اکے رسول مکرم ﷺ کی محبت اور عظمت میں اضافہ ہوتا ہے اور کس کو پڑھ کر قلوب کو تکلیف پہنچتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے گستاخوں کی جرائتیں بڑھتی ہیں؟

لہٰذا قارئین کرام سے درخواست ہے کہ تعصب و تنگ نظری سے بالاتر ہو کر نہایت غیر جانبداری سے قرآنی ترجمہ کے خلاف مخالفین کا شور و غوغا اور بے جا پروپیگنڈہ عدل و انصاف کا خون ہے کہ نہیں اور یہ کہ اس کی حقیقت محض ایک سیاسی ڈھونگ اور گروہی اسٹنٹ کے علاوہ کچھ اور بھی ہو سکتی ہے؟

## قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابُلی جائزہ

قرآن پاک اللہ تعالٰی کی آخری کتاب اور اپنی نوعِ انسان کی طرف اللہ کا آخری پیغام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی حفاظت اور کتابت کا پورا پورا انتظام کیا اور، اس کی نشر و اشاعت میں اپنی پوری مبارک زندگی صرف کی، اس کے ہر قانون پر خود عمل کیا اور دوسروں کو سختی سے اس پر عمل کی تاکید فرمائی۔ بار بار اپنے مبارک اور مختصر جملوں میں اس کی اہمیت جتلائی۔

رسول اللہ ﷺ کی ان مساعی جمیلہ کی بنا پر قرآن کریم کو ہر مسلمان نے اپنے دل و جان سے زیادہ عزیز رکھا اور علماء نے اس کی تفسیر اور تشریح میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صرف کیا۔

قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں ہے اس لیے دنیا کی ہر زبان بولنے والے مسلمانوں

نے اس کا اپنی اپنی زبان میں ترجمہ کیا اور تراجم قرآن کی دنیا میں کثرت ہوگئی ان تراجم کی کثرت خود اس بات کا بین اور واضح ثبوت ہے کہ آج تک قرآن کریم کا ئیو جامع اور مکمل ترجمہ نہ ہو سکا۔
آقائے دو جہاں سرکار دو عالم ﷺ (فداہُ اُمّی وابی) کا یہ فرمان مبارک وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِيْ عَجَائِبُهُ نہ اس کے عجائبات ختم ہوں گے اور نہ یہ کثرتِ تکرار سے پُرانا ہوگا، کس قدر جامع ہے اور اس بات کی طرف واضح اشارہ کہ قرآن تفسیریں اور تراجم دنیا قائم رہنے تک جاری رہیں گے۔

برِ اعظم پاک و ہند میں قرآن کریم کے تراجم زیادہ تر اُردو زبان میں ہوئے ہیں۔ ان مترجمین کا سر خیل شاہ ولی اللہ کا خاندان ہے اور اس کے بعد بھی ترجمے ہوتے رہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گذشتہ تراجم جامع نہیں تھے۔ خاص کر شاہ عبد القادر کا ترجمہ تو اخذ مفہوم کے لیے بالکل نامکمل ہے مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ اگر چہ اخذِ مفہوم کے لیے قدرے بہتر تھا لیکن اس میں یہ قباحت تھی کہ ترجمہ صرف سرسری کر دیا گیا۔ چند باتیں جو نہایت اہم تھیں نظر انداز کر دی گئیں۔ ایک تو یہ کہ ایک لفظ ایک جگہ جو معنی دیتا ہے دوسری جگہ بھی وہی معنی استعمال کر لیے گئے حالانکہ یہ درست نہیں تھا کیونکہ قرآن کریم کے اسلوب بیان میں ایک خاص کیفیت ہے جو دوسری زبانوں یا زبان کی کسی صنف میں نہیں ہے۔ اس کی تمثیلیں، استعارات، کنایات، اشارات اور تشبیہات کا انداز تمام اصناف سخن سے مختلف ہے۔

مندرجہ بالا گزارش سے یہ سوال سامنے آتا ہے کہ قرآن کریم کا کسی دوسری زبان میں کماحقہٗ ترجمہ ہوسکتا ہے نہیں؟

اس کا جواب بہت آسان ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں ممکن نہیں بلکہ اگر عربی ہی کے مترادف الفاظ لے آئے جائیں تو بھی مفہوم کہیں سے کہیں جا پہنچے گا اور قرآنی مفہوم بھی ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اس بارے میں ابنِ قتیبہ کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کا نزول ان تمام اسالیب کلام کے مطابق ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ترجمہ کرنے والا قرآن کریم کا ترجمہ کسی (دوسری) زبان میں کماحقہٗ نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ ترجمہ کرنے والوں نے انجیل کا ترجمہ سریانی زبان سے حبشی یا رومی زبان میں کرلیا تھا۔ ایسے ہی زبور، تورات کے تراجم اور باقی کتب الٰہیہ کے تراجم عربی زبان میں کر لیے گئے تھے کیونکہ عجمی زبانوں میں مجاز کی وہ وسعت نہیں جو عربی زبان میں ہے۔ اس لیے یہ دشوار ترین امر ہے کہ قرآن کریم کو کماحقہٗ کسی بھی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے۔

قرآن کریم ہی سے چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں جس سے یہ ثابت ہوگا کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرنا کتنا دشوار ہے۔

پہلی آیت:۔ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ط ۸/۵۸
دوسری آیت:۔ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْکَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ه ۱۸/۱۱ ہیں اگر قرآن کے اس فرمان کو کماحقہٗ لفظوں کی شکل میں ادا کرنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے ہاں اس کا مفہوم ضرور معلوم کیا جاسکتا ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی آیتیں ہیں جو طوالت کے پیش نظر ذکر نہیں کی جارہی ہیں اس سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ قرآن مجید کا ترجمہ کماحقہٗ نہیں کیا جاسکتا لیکن کیا یہ کہہ دینا کافی ہے کہ قرآنِ کریم کا ترجمہ کماحقہٗ نہیں کیا جاسکتا اس لیے چھوڑ و قرآن سمجھ کر کیا کرنا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ قرآن کا ترجمہ کیا جائے گا اور اس کی تشریح و تفسیر بیان کی جائے گی اور اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ ترجمہ و تفسیر کماحقہٗ ہو۔

مترجمین کرام نے جو خاص بات نظر انداز کردی وہ یہ ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وسلم فداہ امی وابی کو جہاں قرآن میں مخاطب کیا ہے وہاں وہ اب ملحوظ خاطر نہ رکھا جو شانِ مصطفوی ﷺ کا متقاضی ہے اور ترجمہ میں اس قسم کا سقم واقع ہوگیا جس سے محبانِ رسول اور عاشقانِ مصطفٰے کے قلوب کو تکلیف پہنچتی ہے۔

بعض جگہوں پر اللہ رب العزت ذوالجلال والاکرام کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے گئے جو شانِ کبریائی کے منافی ہیں بلکہ اللہ کی شان اور اس کی عظمت میں ان الفاظ کا استعمال گستاخی ہے حالانکہ کسی بھی زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت اس زبان کے آداب ملحوظِ خاطر رکھے جاتے ہیں قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ایک ہی لفظ استعمال ہوا ہے لیکن سیاق وسباق کے اعتبار سے اس کے معانی مختلف ہیں۔ اگر ہر جگہ ایک ہی معنی لیے جائیں تو مفہوم درست نہیں ہوگا۔ ان الفاظ میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

خدع، مکر، هدی، علم، ضال، وحی، مومن، شاکر۔ اس کے علاوہ اور بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن کے معانی اپنے سیاق وسباق کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے قرآن میں حضور ﷺ کو صیغہ واحد حاضر میں مخاطب فرمایا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ترجمہ کرتے وقت اردو میں وہی الفاظ استعمال کیے جائیں۔ اردو زبان میں تو کہہ کر اپنے بڑے کو مخاطب کرنا گستاخی ہے۔ ہاں اللہ کے لیے تو تُو استعمال کیا جاسکتا ہے کہ وہ مالک اور خالق اور بندے کا راز دار ہے لیکن حضور ﷺ فداہ امی وابی کے لیے تو استعمال کرنا اردو آداب زبان کے خلاف ہوگا۔

**مندرجہ بالا الفاظ کی تشریح اور مناسب معنٰی:**

خَدَع کے معنی ہیں جو کچھ دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کرکے کسی کو اس چیز سے پھیر

ہونا جس کے وہ درپے ہو۔ جب یہ لفظ دشمن خدا اور رسول کے لیے استعمال ہوگا تو اس کے معنی اور ہوں گے اور جب یہی لفظ اللہ کے لیے قرآن میں استعمال کیا گیا ہو تو معنی اور ہوں گے، ایک ہی معنی میں استعمال کر دینا صریحاً غلطی ہے مثلاً کہ وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور اللہ کو دھوکا دیتا ہے۔ بالکل غلط ہے اور اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس ترجمے میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے جو دوسرے کسی مترجم قرآن نے نہیں رکھا۔

مَکرُ کے معنی کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے ورنہ مذموم۔ اب وَاللّٰہُ خَیرُ المَاکِرِینَ کا ترجمہ اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔ قطعاً غلط ہوگا (خَیرُ المَاکِرِینَ) میں اللہ تعالےٰ تدابیر محمود کا مالک ہے کافروں کی تدبیریں مذموم ہیں لیکن اللہ کی تدبیر محمود ہے اور اللہ محمود تدبیریں کرنے والا ہے دوسری جگہ پر یہی لفظ مذموم تدابیر کے معنی میں آیا ہے جیسے وَلَا یَحِیقُ المَکرُ السَّیِئُ اِلَّا بِاَھلِہٖ ۳۵/۴۳۔ ترجمہ: اور مذموم تدابیر کرنے والے کا وبال اس کے کرنے والے پر ہوتا ہے۔ اور وَاِذ یَمکُرُ بِكَ الَّذِینَ کَفَرُوا۔ اور اے محمد ﷺ اس وقت کو یاد کرو جب کافر لوگ تمہارے بارے میں (مذموم) چال چل رہے تھے۔ ۸۔ ۳۰۔

وَمَکَرُوامَکرً وَّمَکَرنَا مَکرًا۔ اور وہ ایک چال چلے (مذموم) اور ہم نے بھی ایک تدبیر کی (محمود) یعنی انہوں نے مذموم تدابیر اختیار کیں اور ہم نے محمود تدبیر اختیار کی۔ بعض نے کہا کہ مکر خداوندی کے معنی بندے کو ڈھیل دینے اور ساز وسامان پر خوب قدرت دینے کے ہیں اس لیے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَن وُسِّعَ عَلَیہِ دُنیَاہُ وَلَم یَعلَم اَنَّہٗ مُکِرَ بِہٖ فَھُوَ مَخدُوعٌ فِی عَقلِہٖ۔ کہ جس پر اس کی دنیا فراخ کر دی گئی اور وہ یہ نہ سمجھا ہو کہ اُسے ڈھیل دی گئی ہے تو وہ فریب خوردہ اور احمق ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوگیا کہ مکر کے کیا معنی ہیں۔ اس کے معنی مترجمین نے اکثر غلط کیے ہیں۔

علم کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا اور یہ دو قسم پر ہے اول یہ کہ کسی چیز کی ذات کا ادراک کرنا دوم ایک چیز پر کسی صفت کے ساتھ حکم لگانا جو اس کے لیے ثابت ہو۔ یا ایک چیز کی دوسری چیز سے نفی کرنا جو اس سے منفی ہو۔ پہلی صورت میں یہ لفظ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

لَا تَعلَمُونَھُمُ اَللّٰہُ یَعلَمُھُم ۸/۶۰ جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے۔ ۸۔ ۶ اور دوسری صورت میں متعدی بہ دو مفعول ہوتا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ فَاِن عَلِمتُمُوھُنَّ مُؤمِنَاتٍ ۱۰/۶۰ اگر تم کو معلوم ہو کہ مومن ہیں۔ اور آیت یَومَ یَجمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ کے آخر میں لا

علم لنا ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے ہوش وحواس قائم نہیں رہیں گے۔ ایک اور حیثیت سے علم کی دو قسمیں ہیں (۱) نظری علم (۲) عملی علم۔ علم نظری یہ ہے کہ جو حاصل ہونے کے ساتھ ہی مکمل ہو جائے جیسے وہ علم جس کا تعلق موجوداتِ عالم سے ہے اور علم عملی یہ ہے کہ جو عمل کے بغیر تکمیل نہ پائے جیسے عبادات کا علم۔

علم کی ایک اور حیثیت سے بھی تقسیم کی گئی ہے۔ ایک علم عقلی یعنی وہ علم جو صرف عقل سے حاصل ہو سکے دوسری علم سمعی یعنی وہ علم جو محض عقل سے حاصل نہ ہو بلکہ ذریعہ نقل وسماعت کے حاصل کیا جائے اسی لیے جب عالم اللہ کے لیے بولا جائے گا تو معنی اور ہوں گے اور انسان کے لیے بولا جائے گا تو اور معنی ہوں گے۔ ظاہر ہے دونوں کو خلط ملط کر دینا غلط ہی ہوگا۔ تو جہاں جہاں قرآن میں "نَعۡلَمَ لِنَعۡلَمَ" کا لفظ آیا ہے وہاں معانی بھی اسی اعتبار سے کیے جائیں گے ورنہ بہت سارے اشکال وارد ہونے کا خطرہ ہے۔

الضّلال کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانے کے ہیں۔ یہ ہٹنا خواہ عمداً ہو یا سہواً تھوڑا ہو یا زیادہ تو جس سے بھی کسی قسم کی غلطی سرزد ہوگی اس کے متعلق ضلالت کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور کفار دونوں کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن ترجمہ کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے کہ فرق مراتب کا خیال رکھا جائے۔ اگر ایک ہی معنی کیے تو یہ صریح گستاخی ہوگی۔

مومن کا لفظ اہل ایمان کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ رب العزت کے لیے بھی چنانچہ دونوں میں ترجمہ کرتے وقت فرق ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے اسی طرح لفظ "شاکر" جو بندہ ومعبود دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اگر یہ خیال نہ کیا جائے تو ترجمہ بالکل چوپٹ ہو اور بجائے ثواب کے عذاب ہو۔ مترجمین میں سے شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، شاہ ولی اللہ (فارسی ترجمہ)، عبدالماجد دریا آبادی۔ ڈپٹی نذیر احمد، اشرف علی تھانوی، مرزا حیرت دہلوی وغیرہم۔ سب نے ترجمہ میں ان باتوں کا خیال نہیں رکھا۔ نہ جانے کیوں، بہر حال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے ان تمام باتوں کا خیال رکھا اور ادبِ مصطفوی کو مقصدِ زندگی بنایا اور ایسا ترجمہ پیش کیا جن میں ادب شستگی، آرائش وحسن بیان مکمل طور پر موجود ہے۔

قرآن کریم کے مروجہ تمام ترجمے اگر غور سے دیکھے جائیں تو یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ ترجمہ کرتے وقت کس مترجم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ادب ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ ذیل میں ہم تمام ترجموں سے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں اور آپ سے اس بات کی التجا کرتے ہیں کہ آپ خود فیصلہ فرما دیں کہ کون سا ترجمہ ادب کے قریب اور کون سا ترجمہ بے ادبی اور گستاخی پر مبنی ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ سورہ الضحیٰ آیت (۷) مترجمین:۔

ترجمہ: اور پایا تجھ کو بھٹکا ہوا، پھر راہ دی۔ (شاہ عبدالقادر)

اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی (شاہ رفیع الدین)

دیافت ترا ارادہ گم کردہ یعنی شریعت نمی دانستی پس راہ نمود (شاہ ولی اللہ)

اور آپ کو بے خبر پایا، سو رستہ بتایا۔ (عبدالماجد دریابادی)

اور تمہیں گم کردہ راہ پایا تو کیا (تمہیں) ہدایت (نہیں) کی؟ (مرزا حیرت دہلوی)

اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دینِ اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا۔ (اشرف علی تھانوی)

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ (اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں)

تمام مترجمین کرام نے ضالاً کا ترجمہ بھٹکا ہوا، گم کردہ راہ وغیرہ کے معنی میں استعمال کیا ہے جو صریحاً غلط اور بے ادبی پر دال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں یہ کہنا کہ بھٹکا ہوا گم کردہ راہ ہے صاف اور صریح گستاخی ہے۔ البتہ آخری مترجم کا ترجمہ آپ دو تین بار پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ کون سا ترجمہ صحت و ادب کے قریب ہے۔

کو اپنی زبان میں اس طرح ڈھالا کہ جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ محمد (ﷺ) کچھ بھی نہیں تھے صرف بھٹکنے والے ایک پریشان گم کردہ راہ آدمی تھے (نعوذ باللہ من ذالک) تو انہیں پھر ہدایت دے دی گئی۔

اعلیٰ حضرت نے اس قدر باادب اور نفیس ترجمہ کیا ہے کہ آپ اسے کسی زبان میں بھی منتقل کریں کسی صورت بے ادبی اور غلط فہمی کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ الفاظ پر غور کیجیے۔

علم اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔"

یعنی رسول اللہ ﷺ فداہ ابی و امی نبی تھے، رسول تھے، پیغمبر تھے، راہِ حق پر تھے لیکن اللہ کی محبت میں از خود رفتہ ہو چکے تھے تو اللہ نے وہ ظاہری لباسِ نبوت اور اپنا قرب نصیب فرمایا۔ جس کے لیے آپ پریشان رہتے تھے۔ نہ یہ کہ آپ راہ بھٹکے ہوئے گم کردہ تھے۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ یہ بات بیان کر دی گئی کہ مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ہ سورہ نجم آیت نمبر ۲۔ یعنی آپ کے صاحب) نبی اکرم ﷺ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (فتح ۱،۲)

**ترجمہ** : ہم نے فیصلہ کردیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔(شاہ عبدالقادر)

تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہو۔(شاہ رفیع الدین)

ہر آئینہ ما حکم کردیم برائے تو بفتح ظاہر عاقبت فتح آنست کہ بیامرزد تر خدا آنچہ کہ سابق گذشت از گناہِ تو و آنچہ پس ماند۔(شاہ ولی اللہ)

بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کردے(عبدالماجد دریابادی)

اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی۔دراصل ہم نے تمہاری کھلم کھلا فتح کرادی تا کہ تم اس فتح کے شکریہ میں دین حق کی ترقی کے لیے اور زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلے میں تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے۔(ڈپٹی نذیر احمد)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے(اشرف علی تھانوی)

بے شک اے نبی ہم نے تمہیں ایک فتح ظاہر عنایت کی۔تا کہ اللہ تعالےٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے(مرزا حیرت دہلوی)

بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح دی تا کہ اللہ تعالےٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔(اعلیٰ حضرت)

کسی زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مترجم ان دونوں زبانوں کا ماہر ہو اور یہ بات اس آیت کے ترجمے میں نہیں ہے کیونکہ سوائے اعلیٰ حضرت کے سب نے ایسا ترجمہ کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی آخرالزماں ﷺ (نعوذ باللہ من ذالک) پہلے بھی گناہ کرچکے تھے اور بعد میں بھی کرنے کا امکان ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کو ایک سند دینی پڑی کہ آپ کے اگلے اور پچھلے سب گناہ ہم نے معاف کردیئے۔

ترجمہ میں دو سوال ابھر کر سامنے آتے ہیں۔اوّل یہ کہ کیا نبی معصوم نہیں؟ دوسرے یہ کہ کیا گناہ اسی طرح معاف ہوا کرتے ہیں کہ اللہ نے فتح بھی دی اور اس کے ساتھ گناہ کی مغفرت کا سرٹیفکیٹ بھی دے دیا؟

سوال اول کا جواب صاب ہے اور ہر مسلمان اور عاشقِ رسول کو معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ پہلے بھی معصوم تھے اور بعد میں بھی معصوم ہیں۔ گناہ کا شائبہ اور تصور بھی نبی اکرم ﷺ کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا۔

ترجمے کی یہی غلطی اردو کے علاوہ دوسری زبانوں کے مترجمین نے بھی کی ہے۔ مثلاً قرآن کے انگریز مترجم اے جے۔ آربری (A.J. ARBERRY) نے اپنے انگریزی ترجمے میں اس آیت کریمہ کے معنی اس طرح کیے ہیں۔

Surely we have given thee (you) a manifest victory, that God may forgive thee (you) the fromer and the latters sins.

اس انگریزی ترجمے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ (نعوذ باللہ) رسول گنہگار تھے۔ اور اسی قسم کے ترجموں نے نئے انگریزی محققین کو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی پر آمادہ کیا اور انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کیے جو شانِ رسالت پناہ کے بالکل منافی تھے۔ Marmanduke Picthal کا ترجمہ دیکھیے:

(1) Lo! We have given thee (o,Muhammad) a signal victory (2) that Allah may forgive thee of had in, that which is past and that which is to come.

اب بتائیے کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے اس ترجمے سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسول گنہگار تھے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) لیکن اعلیٰ حضرت کے ترجمے میں آپ خود دیکھیں کہ یہ بات نہیں ہے۔ اب اعلیٰ حضرت کا ترجمہ پڑھئے تو جی میں وہ انبساط وسرور پیدا ہوگا جو قرآن کا مقصود ہے۔

فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ (سورہ شوریٰ آیت ۲۴)

ترجمہ: پس اگر خواہد خدا مہر نہد دل تو (شاہ ولی اللہ)

پش اگر چاہتا اللہ مہر کردے تیرے دل پر (شاہ رفیع الدین)

سو اگر اللہ چاہے مہر کردے تیرے دل پر (شاہ عبد القادر)

سو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر لگادے (عبد الماجد دریابادی)

سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگادے (اشرف علی تھانوی)

اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت وحفاظت کی مہر لگادے (اعلیٰ حضرت)

سوائے اعلیٰ حضرت بریلوی کے تمام ترجموں سے قاری یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے دل پر مہر لگانے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر چھوڑ دیا ورنہ ضرور مہر لگا دیتا۔

اب یہ تو معلوم ہی نہیں کہ کیوں مہر نہیں لگائی۔ یہ کس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو چاہتا تھا کہ مہر لگا دیں (کیونکہ) نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ حضور کے اعمال ہی ایسے تھے جن کی وجہ سے مہر لگانے کی ضرورت تھی لیکن پھر چھوڑ دیا اس ترجمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ہونا کوئی غیر معمولی اور بڑی بات نہیں۔ بھلا جس کو اللہ تعالیٰ نبوت کے لیے اور وہ بھی جس پر نبوت کا خاتمہ ہو منتخب کرے اور پھر خود ہی اس کو بار بار سرزنش کرے کیوں کر ہو سکتا ہے؟

حضرت امام احمد رضا بریلوی کے علاوہ دیگر ترجموں سے دو باتیں ثابت ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو نبوت کا تاج تو پہنا دیا لیکن استغفر اللہ حضور نبوت کے قابل نہ تھے۔ حالانکہ تمام مسلمان اہل علم ہوں یا بے علم سب اس بات پر متفق ہیں کہ نبوت اللہ کی جانب سے ہوتی ہے اور صرف اس شخص کو نبوت سے سرفراز کیا جاتا ہے جو قوت عقلیہ۔ فراست وتدبر میں کل عالم میں سب سے افضل ہو۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے ان تمام خدشاتِ نبوت سے کیونکر انکار کرے گا۔ نبی کا قوت عقلیہ میں کل عالم سے برتر ہونا وہ خود بخود تسلیم کرے گا۔ اگر نہیں تو اس کا صاف مطلب ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ م بَعْدِ مَاجَآءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ہ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۰)

ترجمہ: اور کبھی چلا تو ان کی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا نہ مددگار۔ (شاہ عبد القادر)

او البتہ اگر پیروی کرے گا تو خواہشوں ان کے پیچھے اس چیز کے آئی تیرے پاس علم سے نہیں واسطے تیرے اللہ سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار، (شاہ رفیع الدین)

اگر پیروی کردی آرزوہائے باطل ایشاں راپس آنچہ آمدہ است بتو از دانش نہ باشد ترا برائے اخلاص از عذاب خدا ہیچ دوستی دنہ یارے دہند۔ (شاہ ولی اللہ)

اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے اس کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لیے اللہ کی گرفت کے مقابلے میں نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار۔ (عبد الماجد دریابادی)

اور اے پیغمبر اگر تم اس کے بعد تمہارے پاس علم یعنی قرآن آچکا ہے۔ ان کی خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم قطعی ثابت بالوحی آچکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار۔ (اشرف علی تھانوی)

اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا، بعد اس کے کہ تجھے علم

چکا تو اللہ سے کوئی تیرا بچانے والا ہوگا اور نہ مددگار۔ (اعلیٰ حضرت)

مندرجہ بالا ترجموں میں سوائے اعلیٰ حضرت بریلوی کے تمام ترجموں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور پرنور ﷺ کو اس بات پر زجر و توبیخ کی جارہی ہے کہ تم قرآنی علم آجانے کے بعد ان کی پیروی کروگے (نعوذ باللہ) لہٰذا اگر ایسا کیا تو خبردار تم کو ایسی پکڑ پکڑیں گے کہ کوئی چھڑا نہ سکے گا بھلا بتایئے یہ کیا بات ہوئی حالانکہ تفسیر خازن میں ہے کہ انہ خطاب للنبی ﷺ والمراد به امته۳ یہ خطاب تو نبی ﷺ سے ہے لیکن اس سے مراد امت محمدیہ ﷺ ہے پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسا تھا تو ان حضرات کو ترجمے میں یہ بات واضح کرنی چاہیے تھی نہ کہ ایسا ترجمہ کرتے جس میں آنحضرت ﷺ کی تنقیص ہو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس لفظ کے ترجمے میں یہ کمال کیا کہ ترجمہ وہ کردیا جو منشائے مولی اور تقاضائے ادب تھا۔

مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ۔ (سورہ شوریٰ آیت ۵۲)

ترجمہ: تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان (شاہ عبدالقادر)

نمی دانستی کہ چیست کتاب و نمی دانستی کہ چیست ایمان (شاہ ولی اللہ)

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔ (عبدالماجد دریابادی)

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہائی کمال کیا چیز ہے۔ (اشرف علی تھانوی)

اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل (اعلیٰ حضرت بریلوی)

سرکار دوعالم ﷺ (فداہ امی وابی) کو شرفِ نبوت کا تاج تخلیق آدم سے قبل ہی عطا کردیا گیا تھا۔ پھر یہ ترجمہ کرنا کہ نہ تو کتاب جانتا تھا اور نہ ایمان تو یہ صاف اور صریح عصمتِ انبیاء پر حملہ ہے کیونکہ نبوت اللہ نے اپنے منتخب بندوں ہی کو عطا فرمائی ہے اور یہ انتخاب لوح و قلم میں محفوظ ہے۔ پھر یہ کہنا کس قدر گستاخی ہے کہ اس سے قبل آپ مومن نہ تھے جب کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب آپ دنیا میں تشریف لائے تو اللہ رب العزت کو سجدہ کیا اور فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو خود ہی فیصلہ کریں گے کہ حقیقت کیا ہے۔

آیت کا مطلب صاف یہ ہے کہ جو لوگ آپ کو نبی نہیں مانتے ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ کتاب من جانب اللہ ہے اور اس کتاب کے نزول کے بعد ہی انہوں نے نبی نوع انسان کے سامنے ایمان پیش کیا اگر یہ سچی نبوت نہ ہوتی تو پہلے سے کتاب و ایمان کا تذکرہ فرماتے نہ کہ بعد میں چالیس سال کی عمر کے بعد ذکر کرتے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ نبی ﷺ جو بات پیش کر رہے ہیں وہ من جانب اللہ ہے ان کی اپنی طرف سے نہیں ہے۔

صاف صاف لفظوں میں ایسا ترجمہ کرنا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو نہ کتاب کا پتا تھا نہ ایمان کا۔ صریحاً بے ادبی اور گستاخی ہے۔ جہاں جہاں اس قسم کی آیت آئے اس کا ترجمہ کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ وہاں ایسا مفہوم لینا چاہیے جس سے شانِ رسالت بلند ہو اور آقائے دو جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کی تعریف و توصیف ہوتی ہو۔

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بات واضح کرنی مقصود ہے کہ ہم اب چشم پوشی سے کام نہ لیں اور نہ شخصیت پرستی کے جال میں پھنسیں اور دلیل صرف یہ دیں کہ چونکہ فلاں نے کہا ہے اس لیے درست ہے نہیں ہرگز نہیں یہ نہ دیکھیں کہ کس نے کہا بلکہ یہ دیکھیں کہ کیا کہا۔ اگر کہا ہوا درست ہے تو سبحان اللہ ورنہ اس غلطی کی نشاندہی ضرور کریں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی ہم یہ نہیں کہتے کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی ہی کا ترجمہ سب کچھ ہے بلکہ ہم صرف یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے ٹھیک کہا اور ہر آیت کے ترجمے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان کو برقرار رکھا اور کوئی ایسی بات نہیں کی جس میں نبی ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کی تنقیص ہوتی ہو یا ان کی گستاخی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ آپ شروع سے لے کر آخر تک اس ترجمے کو پڑھ ڈالئے آپ کو کہیں بھی ایسا جملہ نہیں ملے گا جس میں اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام کی تنقیص ہوتی ہو بلکہ حضرت علامہ احمد رضا خاں نے ہر ایک کو اپنے اپنے مقام پر رکھا ہے اور وہی کچھ بیان کیا جو حق تھا۔ جس میں سچائی تھی عشقِ رسول تھا۔

ہم نے آپ کو اس نہج پر سوچنے کی دعوت دی ہے۔ آپ سوچیں اور خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا حق ہے اور کیا ناحق۔

(وَمَا تَوْفِيقِىٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ٥)

ل امام احمد رضا کی اپنی یادگاروں کو محفوظ رکھنے اور ان کے علمی ورثے پر تحقیق و تصنیف کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' کا آج سے آٹھ سال قبل کراچی میں قیام عمل میں آیا۔

۲ العطايا النبويه فى فتاوى الرضويه ان کے فتاویٰ کے مجموعے کا نام ہے جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور جس میں سے اب تک نو جلدیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

۳ تفسیر خازن ج اول ص ۸۷

---

# اُردو تراجمِ قرآن کا تقابلی مطالعہ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

قرآن مجید دنیا میں واحد کتاب ہے جس کو مسلسل ۱۴۰۰ سال سے شائع کیا جارہا ہے اور کسی زمانے میں اس کی اشاعت کے وقت اس کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہ کی جاسکی یہاں تک زیر زبر پیش میں بھی کبھی مسلمانوں میں (معاذ اللہ) تنازعہ نہ ہوسکا اور نہ ہوسکے گا کیونکہ جب سے یہ نازل ہوئی ہے اس کو حفظ کرنے کا سلسلہ جاری ہے اس لیے اس میں کبھی بھی کسی قسم کی تبدیلی ناممکن ہے یہاں راقم صرف ایک حوالہ انسائیکلوپیڈیا سے دینا چاہے گا جس سے دنیا کے سامنے یہ بتایا جاسکے کہ مسلمان ایک ایسی کتاب کے پیروکار ہیں جس پر تمام مسلمان ۱۴۰۰ سال سے متفق ہیں اور تا قیامت متفق رہیں گے۔ اور یہ گواہی بھی ایک عیسائی مصنف کی ہے۔

Yet there is no doubt that the koran of today is substantially same as it came from Prophet (Muhammad Sallallaho Aalaihe Wasallam) (The Webster Family Encyclopedia V.10 p. 237, 1984)

قرآن کریم کا نزول مکہ کی وادی سے شروع ہوا جہاں تمام مقامی لوگ عرب تھے اور عربی زبان بولتے تھے اور قرآن کریم کے نزول کا اختتام مدینہ پاک کی وادی میں ہوا جہاں انصار بھی عربی ہی بولتے تھے۔ اللہ پاک نے اپنے کلام کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا تا کہ پہلے پہلے عمل کرنے والے اس کو اچھی طرح سمجھ کر عمل کرسکیں تا کہ وہ رہتی دنیا تک کے لیے ماڈل بن جائیں اور پھر عجمی لوگ عملی قرآن ان صحابہ کرام کے عمل سے سیکھ سکیں اور یوں یہ سلسلہ جاری رہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ○ (الیوسف:۲)

بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اُتارا کہ تم سمجھو۔

ابتداً اہل عرب بالخصوص اہلِ مکہ کو ان کی مادری زبان میں کلام اللہ سنایا جارہا ہے تا کہ سب سے پہلے وہ اہلِ زبان ہونے کے باعث اس پر ایمان لائیں اور اس کو آسانی سے سمجھ سکیں اس کے بعد یہی لوگ اپنی آنے والی نسلوں کو اس کے مفاہیم پہنچائیں تا کہ قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ کی صحیح

مراد کا ابلاغ ان تک ہو اور انہیں عربی زبان میں نازل شدہ وحی الٰہی کے معانی و مطالب واضح ہوسکیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا....(الشوریٰ:۷)

"اور یونہی ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن بھیجا کہ تم ڈراؤ سب شہروں کی اصل (مکہ) والوں کو اور جتنے اس کے گرد ہیں....."

نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری صرف قرآن کریم کے متن (کلمات) کو پہنچانا نہیں تھی اگرچہ اول مخاطبین اہل عرب ہی تھے مگر اہل عرب عربی زبان جاننے کے باوجود اس کلام اللہ کی منشاء کو سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اسی لیے نبی کے ذریعہ اللہ بندوں سے خطاب فرما رہا ہے چنانچہ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر نبی کریم ﷺ کی بحیثیت نبی و رسول ذمہ داریوں کا ذکر فرمایا اور آپ ﷺ کو یہ ذمہ داری دی کہ وہ ان آیات کے معانی و مطالب جو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہیں۔ وہ لوگوں تک پہنچائیں چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝
(آل عمران:۱۶۴)

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں ہی اسلام عرب سے نکل کر عجم تک پہنچ گیا تھا اور خود حضور ﷺ کے زمانے میں متعدد عجمی لوگ، ہند و ایران کے باشندے، دائرے اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور پھر خلفائے راشدین کے ۳۰ رسالہ دور میں انتہائی کثیر تعداد میں عجمی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ پہلی صدی ہجری کا دور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا دور تھا جو قرآن کریم کے ساتھ ساتھ سنت نبوی پر عمل درآمد کا مکمل آئینہ تھا اس لیے قرآن فہمی عجمی لوگوں کے لیے زیادہ دشوار نہ تھی کیونکہ ان کے سامنے عملی نمونے موجود تھے۔ لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا گیا اور عملی قرآن کے نمونے کم ہونا شروع ہو گئے تو عجم سمیت عرب لوگوں نے بھی آیات کی منشائے الٰہی کو سمجھنے کی خاطر قرآن کریم کی طرف (اصل نمونے کی خاطر) رجوع کرنا شروع کر دیا۔ عام عربوں کو عربی زبان کے باعث بہت زیادہ مشکلات نہ تھیں مگر عجمیوں کے لیے قرآن کریم کو عربی میں سمجھنا آسان نہ تھا اس لیے جلد ہی عجمی

...توں میں ترجمۂ قرآن کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ ابتدائی دور میں ترجمۂ قرآن کی سخت
...فت بھی کی گئی مگر ضرورت کے پیش نظر قرآن پر ترجمہ کی پابندی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی اور سلسلہ
...جم دوسری صدی ہجری میں باقاعدہ شروع ہوگیا۔ یہ کام اس لیے بھی ضروری تھا کہ قرآن کا پیغام
... بالمعروف ونہی عن المنکر جب تک لوگوں کی مادری زبانوں میں نہیں پہنچایا جاتا اس وقت تک اس
...ل درآمد میں مطلوبہ تیزی اور اثر پذیری کا حصول ناممکن تھا۔

تمام ائمہ کرام اس بات پر متفق رہے کہ ترجمہ قرآن کسی بھی زبان میں کیا جاسکتا ہے مگر
...جمۂ قرآن کے الفاظ دلیل قطعی نہ ہوں گے یعنی شرعی معاملات میں اس ترجمہ پر انحصار نہیں کیا
...ئے گا بلکہ اصل متن ہی سے استنباط کیا جائے گا کیونکہ قرآن پاک کے ہر ہر لفظ میں جو معنوی گہرائی
... گیرائی ہے اس کو کسی بھی زبان کے ترجمہ میں نہیں ڈھالا جاسکتا جب عام کتاب کا ترجمہ اس پہلی
...بان کے ترجمہ میں نہیں ڈھالا جاسکتا جب عام کتاب کا ترجمہ اس پہلی زبان کی تمام مراد کو بعینہ نہیں
...ھال سکتا تو پھر قرآن تو کلام اللہ ہے اس کا ترجمہ آسانی سے کسی بھی زبان میں کیونکر اللہ اور اس کے
...سول کی بعینہ مراد کے مطابق ڈھالا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمۂ قرآن کی بہت سخت اور بہت
...یادہ شرائط ہیں۔ یہاں انتہائی اختصار سے ان دشواریوں کی نشاندہی کر رہا ہوں تاکہ اردو ترجمۂ
...رآن کا مطالعہ کرتے وقت قاری اس بات سے آگاہ رہے کہ مترجم قرآن ترجمۂ قرآن کی اہلیت
...کھتا ہے یا نہیں۔ اگر اہلیت رکھتا ہے تو اس ترجمۂ قرآن کی اہلیت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر اہلیت رکھتا
...ہے تو اس ترجمۂ قرآن کو مطالعہ میں رکھنا چاہیے اور اگر مترجم قرآن، ترجمۂ قرآن کا اہل ہی نہیں تو اس
...جمہ کے مطالعے سے اس کو مکمل پرہیز کرنا چاہیے اب ملاحظہ کریں چند بنیادی شرائط:

**...ن ترجمہ اور اس کے بنیادی اصول:**

قرآن مجید کے ترجمہ کی شرائط سے قبل فنِ ترجمہ کے چند بہت ہی اہم اور بنیادی اصول
...یہاں پیش کر رہا ہوں جو راقم نے مندرجہ ذیل اہل فن کی کتابوں سے اخذ کیے ہیں مثلاً شان الحق حقی،
...روفیسر رشید امجد، ڈاکٹر سہیل احمد خاں، مظفر علی سید، احمد فخری، ڈاکٹر سید عابد حسین، ڈاکٹر جمیل جالبی،
...صلاح الدین احمد صاحب، نیاز فتح پوری وغیرہ۔

۱۔ دونوں زبانوں اور ان کے ادب پر کامل دسترس۔

۲۔ ترجمہ نگار کا اس زبان سے جن میں ترجمہ کیا جارہا ہے جذباتی اور علمی واقفیت اور ہم آہنگی۔

۳۔ زبان کے ساتھ ساتھ جس موضوع پر کتاب لکھی گئی ہے مترجم کا اس علم اور فن پر بھی کامل دسترس ہونا۔

۴۔دونوں زبانوں کے ساتھ ادبی مساوات اور ادبی رنگ برقرار رکھنا۔

۵۔اہل کتاب کے مصنف کے لب ولہجہ کی کھنک کا باقی رکھنا جو کہ بہت ضروری ہے۔

۶۔مترجم کی تحریر میں انشا پردازی بھی بنیادی ضرورت میں شامل ہے۔

یہاں تفصیل میں جائے بغیر احقر قارئین کرام کی توجہ ترجمہ کے حوالے سے شق نمبر ۳ کی طرف لانا ضروری سمجھتا ہے کہ مترجم کتاب کو زبان کے ساتھ ساتھ اس علم وفن پر بھی مہارت رکھنا نہایت ضروری ہے جس فن کی کتاب کا ترجمہ کیا جارہا ہے مثلاً ایک انجینئر جو انگریزی زبان کا بھی ماہر ہے کیا ایک Advance Medical Science پر لکھی گئی کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ کر سکے گا۔حقیقت یہ ہے کہ دور حاضر میں کوئی انجینئر بھی اس کام کے لیے تیار نہ ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ میڈیکل سائنس کی اصطلاحات سے بہت زیادہ واقف نہیں اس لیے وہ منع کر دے گا اور کہے گا کہ یہ کام کسی اچھے میڈیکل سائنس کے استاد سے کروائیے جو میڈیکل سائنس کی اصطلاحات کو اچھی طرح جانتا ہے۔آپ کے ذہن میں یہ سوال اُٹھ سکتا ہے کہ ایک انجینئر اس کام کو کیوں منع کر رہا ہے کیا وہ لغت کی مدد سے اس میڈیکل سائنس کی کتاب کا ترجمہ نہیں کرسکتا تو وہ انجینئر مخلصانہ جواب دے گا کہ بے شک لغت (Dictionary) کی مدد سے میں ترجمہ تو کرلوں گا مگر میرے لیے انتہائی مشکل ہوگا کہ جب ایک لفظ کے ایک سے زیادہ معنی لغت میں مل رہے ہوں گے تو میں کون سا لفظ ترجمہ کے لیے استعمال کروں کیونکہ اس لفظ کا صحیح چناؤ وہی کر سکے گا جو اس فن پر مکمل دسترس رکھتا ہوگا۔

قارئین کرام! اب آپ خود ہی سوچیں کہ ترجمہ کتنا مشکل کام ہے اور جب یہ مشکلات ایک عام فن کی کتاب میں اتنی زیادہ ہیں تو قرآن تو جمیع علوم کا خزانہ ہے اس کے لیے تو وہ تمام علوم و فنون کا جاننا ضروری ہوگا جو اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں جن کی تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ترجمہ قرآن اور تفسیر قرآن کے سلسلے میں علماء نے شرائط قائم کی ہیں کہ جب کوئی ان شرائط کو پورا کر سکے تب ہی وہ ترجمہ یا تفسیر قرآن کسی بھی زبان میں کرنے کے لیے سوچے اور پھر قلم اُٹھائے۔

تفسیر و ترجمۂ قرآن کے لیے شرائط : امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (م ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء) مفسر قرآن کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ضروری قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ مفسر قرآن کم از کم درج ذیل علوم پر ضروری دسترس رکھتا ہو:

"علم اللغۃ، علم نحو، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم قرأت، علم اصول دین، علم اصول فقہ، علم اسباب نزول، علم قصص القرآن، علم الحدیث، علم ناسخ ومنسوخ، علم محاورات عرب، علم التاریخ اور علم اللدنی" (الاتقان فی علوم القرآن جلد۲ص ۱۸۰ سہیل اکیڈمی ۱۹۸۰ء)

مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ ساتھ مفسر کو بہت زیادہ وسیع النظر، صاحب بصیرت ہونا چاہیے کیونکہ ذرا سی کوتاہی تفسیر بالرائے بنادے گی جس کا ٹھکانہ پھر جہنم ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

ومن قال فی القران برائیه فلیتبوأ مقعده من النار۔(جامع ترمذی جلد۲حدیث۸۶۱)

اور جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

قارئین حضرات! علامہ سیوطی کی قائم کردہ شرائط کی روشنی میں مترجم قرآن کی ذمہ داری مفسر قرآن سے بھی زیادہ سخت نظر آتی ہیں کیونکہ تفسیر میں مفسر ایک لفظ کی شرح میں ایک صفحہ بھی لکھ سکتا ہے مگر ترجمۂ قرآن کرتے وقت عربی لفظ کا ترجمہ ایک ہی لفظ سے کرنا ہوتا ہے اس لیے مترجم قرآن کا کسی بھی زبان میں ترجمہ منشا الٰہی کے مطابق یا منشائے الٰہی کے قریب قریب کرنا مشکل ترین کام ہے۔ البتہ تمام شرائط کے ساتھ ترجمہ قرآن اس وقت ممکن ہے کہ جب مترجم قرآن تمام عربی تفاسیر، کتب احادیث، تاریخ، فقہ اور دیگر علوم وفنون پر دسترس کے ساتھ ساتھ عربی زبان وادب پر مکمل عبور رکھتا ہو اور وہ ایک عبقری شخصیت کا حامل ہو ساتھ ہی مترجم قرآن کتاب اللہ کو عربی زبان میں سمجھنے کی حد درجہ صلاحیت رکھتا ہو تب ہی ترجمہ قرآن منشائے الٰہی اور فرمان رسالت مآب ﷺ کے قریب تر ہوگا۔

قارئین کرام! آیئے چند معروف اردو تراجم قرآن کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ کون کون سے تراجم قرآن وہ تمام شرائط پوری کرتے نظر آتے ہیں جو علامہ سیوطی اور دیگر اکابرین نے قائم کی ہیں۔ اگر ترجمہ قرآن تمام ضروری شرائط کے ساتھ پایا گیا تو یقیناً وہ ترجمہ قرآن عوام الناس کے مطالعہ کے لیے کار آمد ہوگا اور اگر ترجمہ قرآن ان شرائط پر پورا نہیں اترتا تو وہ ترجمہ لوگوں کو نہ صرف دین سے دور کردے گا بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں اس لیے ان عبارتوں کو غور سے پڑھیں اور سمجھیں۔

## مختصر تاریخ اردو ترجمہ قرآن:

بارہویں صدی ہجری میں اردو زبان برصغیر پاک وہند میں نہ صرف ادبی زبان بن کر اُبھر رہی تھی بلکہ کثیر تصنیفات وتالیفات اور تراجم کے باعث ایک عام فہم زبان بھی بنتی جارہی تھی۔ اگرچہ دکن کی اسلامی ریاستوں میں عرصۂ دراز سے اردو زبان میں عقائد تصوف واخلاقیات اور فقہی کتابوں کے تراجم ہورہے تھے مگر اردو ترجمۂ قرآن کا آغاز ابھی نہ ہوا تھا۔ شاید اردو کی نشوونما کی ابتداء میں چونکہ ذخیرۂ الفاظ محدود تھا اس لیے ترجمہ قرآن کی طرف علماء نے قدم نہ اُٹھایا۔ دوسری طرف برصغیر سے عربی زبان کے بعد فارسی زبان بھی تیزی کے ساتھ رخصت ہونے لگی تو عوام تو عوام، خواص کے لیے بھی اب ترجمۂ قرآن اردو زبان میں ضروری سمجھا جانے لگا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) جو خود فارسی ترجمہ قرآن کے برصغیر میں اولین مترجم میں شمار ہوتے ہیں ان کے
دو صاحبزادوں کو اردو زبان کے ترجمہ قرآن کے اولین مترجم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

شاہ محمد رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء) نے اردو زبان کا پہلا مکمل لفظی ترجمہ
قرآن ۱۲۰۰ھ میں مکمل کیا جب کہ آپ کے چھوٹے بھائی شاہ محمد عبدالقادر دہلوی (م ۱۲۳۰ھ/
۱۸۱۴ء) نے اردو زبان کی تاریخ کا پہلا مکمل بامحاورہ ترجمہ قرآن ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء میں مکمل کیا۔
دونوں تراجم قرآن تیرہویں صدی ہجری ہی میں شائع ہونا شروع ہو گئے جس کے باعث ان
اولیت کے ساتھ ساتھ پذیرائی بھی حاصل ہوئی اگرچہ تاریخ میں ان دونوں اردو تراجم قرآن سے قبل
کے بھی تراجم پائے جاتے ہیں لیکن یا تو وہ مکمل ترجمہ قرآن نہیں تھے یا مخطوطہ ضائع ہو گئے اس لحاظ
سے ان دونوں بھائیوں کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ایک لفظی ترجمہ قرآن کا بانی ہے تو دوسرا بامحاورہ
ترجمہ قرآن کا حامل۔

شاہ برادران کے بعد فورٹ ولیم کالج (قائم شدہ ۱۲۱۴ھ/ ۱۸۰۰ء) نے پہلے انجیل کا ار
زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا اور پھر ۵ مولوی حضرات نے مل کر اردو میں ترجمہ قرآن (۱۲۱۹ھ/
۱۸۰۴ء) میں مکمل کیا۔ تیرہویں صدی ہجری میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ۲۵ ترجمہ قرآن ا
زبان میں کیے گئے مگر کسی کو بھی شاہ برادران کی طرح پذیرائی حاصل نہ ہو سکی البتہ سرسید احمد خاں کے
ترجمہ قرآن سے جدید ترجمہ قرآن کا دور شروع ہوتا ہے جس میں عام روایت سے ہٹ کر ترجمہ اور تفسیر
کی گئی۔ اس جدید رجحان کو علی گڑھ سے فارغ التحصیل افراد نے سرسید کی فکر کو آگے بڑھانے میں بہت
مدد دی۔ سرسید احمد خان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی دانست میں ترجمہ قرآن کو ایک عام کتاب سمجھ
ترجمہ کرنا شروع کر دیا جس کے باعث ایک بڑی تعداد مترجمین کی سامنے آئی جن میں سے چند ا
مترجمین قرآن کے نام معروف ہیں مثلاً نذیر احمد دہلوی، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی۔ مولوی فتح
جالندھری، مرزا وحید الزماں، مولوی عبداللہ چکڑالوی، ابوالکلام آزاد، چودھری، غلام احمد، عبدالما
دریا آبادی۔ سرسید احمد خان کے رفقا کار کے علاوہ ایک بڑی تعاد مترجمین قرآن کی دارالعلوم دیو
(قائم شدہ ۱۲۸۳ھ) کے مترجمین کی بھی چودھویں صدی ہجری میں سامنے آتی ہے جن میں مند
ذیل مترجمین کے نام قابل ذکر ہیں: مولوی فیروز الدین روحی، مولوی محمد میمن، جوناگڑھی، مرزا حیر
دہلوی، مولوی عبدالحق، مولوی محمد نعیم دہلوی، مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی محمود الحسن دیوبندی وغیرہ۔

**چند معروف اردو مترجمین قرآن کا مختصر علمی تعارف:**

راقم یہاں ان چند اردو مترجمین قرآن کا تعارف کروانا ضروری سمجھتا ہے جن کے تراجم

تقابلی مطالعہ آگے پیش کیا جائے گا۔ ان کے علمی تعارف کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قارئین حضرات جب کسی اردو ترجمہ قرآن کا مطالعہ کر رہے ہوں تو وہ مترجم کے متعلق اتنا ضرور جانیں کہ آیا وہ ترجمہ قرآن کے اہل بھی تھے یا نہیں کیونکہ ترجمہ قرآن پڑھنے والا عربی زبان سے واقف کار نہیں ہوتا وہ تو جو اردو میں ترجمہ دیکھے گا، پڑھے گا اس کو وہ من جانب اللہ ہی سمجھے گا کہ یہ ہی اللہ کی منشا اور حکم ہے۔ یہ انسان کی عام فطرت بھی ہے کہ جو علم اس کو نہیں آتا اور پہلی مرتبہ اس کے متعلق سنے گا یا پڑھے گا وہ اس کو ہی حق جانے گا اس لیے راقم بہت ذمہ داری سے یہ بات لکھ رہا ہے کہ اردو زبان میں ترجمہ پڑھنے والے مطالعہ سے پہلے مترجم کے متعلق ضرور معلومات حاصل کریں۔ جس طرح آپ اپنے پیچیدہ مرض کے لیے کسی بھی ڈاکٹر کو دکھانے سے پہلے دو چار سے مشورہ کر کے اور اس ڈاکٹر کی صلاحیتوں کے متعلق معلومات حاصل کر کے اس کے پاس جاتے ہیں اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے سے پہلے یہ ضروری معلومات حاصل کر لیں کے اللہ کی طرف راستہ دکھانے والا اس بات کا اہل بھی ہے اور کیا وہ ترجمہ قرآن کی تمام شرائط پوری کرتا ہے۔

یہاں جن معروف مترجمین قرآن کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سر سید احمد خان علی گڑھی۔

(۲) مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔

(۳) مولانا فتح محمد جالندھری۔

(۴) ڈپٹی نذیر احمد دہلوی۔

(۵) مولانا محمود الحسن دیوبندی۔

(۶) مولانا مرزا وحید الزماں۔

(۷) مولانا اشرفعلی تھانوی۔

(۸) امام احمد رضا محدث بریلوی۔

(۹) مولانا ابوالکلام آزاد۔

(۱۰) سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

## ۱۔ سر سید احمد خاں:

آپ دلی میں ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید میر تقی سلسلہ نقشبندی کے مشہور بزرگ شاہ غلام علی دہلوی (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے مرید تھے۔ ابتدا میں دینی تعلیم گلستان، بوستان اور عربی میں شرح ملا جامی تک چند کتابیں پڑھیں اور اس کے بعد دنیاوی تعلیم کی طرف توجہ

دی۔ آپ کے سوانح نگار مولوی الطاف حسین حالی ''حیات جاوید'' میں رقمطراز ہیں جن میں خود سرسید اپنی سوانح بیان کرتے ہیں:

''میری لائف میں سوا اس کے کہ لڑکپن میں خوب کبڈیاں کھیلیں، کنکوے اڑائے، کبوتر پالے، ناچ مجرے دیکھے اور بڑے ہو کر نیچری، کافر اور بے دین کہلوائے اور رکھا ہی کیا ہے''۔

(حیات جاوید، ص ۲۶)

سرسید احمد خان ملازمت کے سلسلے میں ۱۸۴۱ء تا ۱۸۷۶ء بطور کلکٹر مختلف شہروں میں رہے اور پھر پنشن لے کر علیگڑھ آ گئے۔ سرسید احمد خاں نے دوران ملازمت تصنیف و تالیف اور ترویج علوم کے لیے خاصا وقت صرف کیا اس دور کی تصانیف میں (۱) قول متین در ابطال حرکت زمین، (۲) انتخاب الاخوین (۳) رسالہ اسباب بغاوت ہند اور مشہور تالیف آثار الصنادید قابل ذکر ہیں۔

سرسید احمد خاں نے ۱۸۷۵ء میں ابتدائی مدرسہ علی گڑھ میں قائم کیا اور جلد ہی ۱۸۷۶ء میں کالج کا سنگ بنیاد رکھا اور اس کالج نے ۱۸۷۸ء سے کام شروع کر دیا اور ۱۸۸۳ء میں اس کو یونیورسٹی کا درجہ مل گیا۔ سرسید احمد خاں نے اسی دوران برٹش انڈین ایسوسی ایشن، سائنٹفک سوسائٹی، علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کا اہتمام ابھی کیا جس کے باعث آپ کو ''سر'' اور خاں بہادر کے القاب سے نوازا گیا۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں ترجمہ قرآن اور تفسیر قرآن بھی ہیں جن کو لکھ کر آپ نے برصغیر میں آزاد خیال ترجمہ اور اردو تفسیر قرآن بالرائے کی بنیاد رکھی۔

## ۲۔ مولانا عاشق الٰهی میرٹھی:

آپ ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے ۱۳۱۵ھ میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی سے بیعت کی۔ ۱۳۱۷ھ میں ندوۃ العلماء لکھنو میں مدرس دوم کی حیثیت سے ملازمت شروع کی اور جلد ہی خیر المطابع کے نام سے مطبع کھولا اور اپنا ترجمہ کردہ ترجمہ قرآن (۱۳۱۸ھ) ۱۳۱۹ھ میں شائع کیا۔

(قاری فیوضی الرحمٰن ''مشاہیر علماء دیوبند'' جلد اول ص ۲۴۲ مطبوعہ لاہور)

مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عاشق الٰہی نہ تو کسی معروف مدرسہ سے فارغ ہیں اور نہ اتنی دینی صلاحیت کے ماہر پھر بھی کہ ۲۰ سال سے بھی کم عمر میں قرآن کریم کا اردو ترجمہ کر لیا یقیناً یہ تعجب خیز عمل معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جو صرف مولوی فاضل کی کتابیں پڑھا ہوا ہے اس میں کہاں سے یہ استعداد آ گئی کہ اس نے قرآن پاک کا صرف ۲۰ سال کی عمر میں ترجمہ مکمل کر لیا۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ اپنا مطبع اس لیے قائم کیا کہ ترجمہ قرآن کی زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے لیکن یہ ترجمہ عام لوگوں میں

مقبول نہ ہو سکا۔ دوسرا تعجب یہ ہے کہ آپ نے اور کوئی قابل ذکر علمی تصنیف یادگار نہ چھوڑی جس سے آپ کی علمی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ ہوتا کہ واقعی آپ کم عمر میں ترجمہ قرآن کرنے کے اہل تھے۔

## ۲۔ مولانا فتح محمد جالندھری:

مولوی فتح محمد مترجم قرآن کی حیثیت سے عوام میں متعارف ضرور ہیں مگر نہ تو مورخین نے اور نہ ہی سوانح نگاروں نے آپ کا تعارف اپنی تالیفات میں کرایا جس سے معلوم ہوتا کہ آپ عالم دین ہیں اور دینی کتابوں کے مصنف بھی۔ البتہ ترجمہ قرآن ان کا ایک واحد قلمی کارنامہ ہے جو تاریخ میں محفوظ ہے۔ تاریخی شواہد کے مطابق یہ ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد کا تھا۔ مولوی فتح محمد اس ترجمہ کو آپ اپنے ساتھ لے گئے کہ اس کو صاف صاف لکھ کر واپس کر دیں مگر اس ترجمہ کو واپس لانے کے بجائے کچھ عرصے کے بعد "فتح الحمید" کے نام سے اس ترجمہ کو (اپنے نام سے) شائع کر دیا۔ اگر یہ حقیقت ہے تو یہ علمی سرقہ قرار پائے گا۔ یہاں راقم اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جالندھری صاحب کا علمی پایہ کیا ہے اور وہ ترجمۂ قرآن کے اہل تھے یا نہیں۔ تو تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ مستند عالم دین تھے نہ مصنف اور نہ ہی آپ کی اس زمانے میں کوئی علمی شہرت تھی البتہ ترجمۂ قرآن کے باعث آپ مترجمین قرآن کی صف میں ضرور شامل ہو گئے اور افسوس کہ حکومت پاکستان نے اس ترجمہ قرآن کو سرکاری ترجمہ بنا رکھا ہے کہ جس کا مترجم ایک غیر معروف اور مجہول العلم شخص ہے۔ مولوی فتح محمد نے اپنی خفت مٹانے کے لیے شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کا سہارا لیا اور ایک مقام پر لکھا کہ:

"یوں سمجھئے کہ شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ اگر مصری کی ڈالیاں ہیں تو یہ ترجمہ شربت کے گھونٹ نہایت آسان"۔

(ڈاکٹر صالح شرف الدین قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۲۶۲)

قارئین کرام! یہاں راقم کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ خود مترجم اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ کا چربہ ہے۔

## ٤۔ ڈپٹی نذیر احمد دھلوی:

مولوی نذیر احمد دہلوی ۱۸۳۰ء یا ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سعادت علی دہلوی سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مولوی نصر اللہ خورجی (م ۱۲۹۹ھ) سے عربی صرف ونحو اور فلسفہ ومنطق کی تعلیم حاصل کی اور پھر قدیم دہلی کالج کے شعبۂ مشرقی علوم میں تعلیم حاصل کی۔

ڈپٹی نذیر احمد دہلی کالج میں تعلیم کے دوران نئے دور کے تقاضوں سے متاثر ہوئے اور اردو ادب کے استاد رام چندر سے تفصیلی استفادہ کیا جو علمی اسلوب نثر نگاری کے بانی تھے۔ انگریز

حکومت کی طرف سے ''شمس العلماء'' کا خطاب بھی ملا اور L.L.D اور L.L.O کی اعزازی سندیں بھی حاصل کیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کا ابتدائی دور ۱۸۷۲ تا ۱۸۹۳ء ادبی تصنیفات کا دور ہے جس کے دوران ۳۰ سے زیادہ کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان میں ادبی کتابوں کے علاوہ درسیات واخلاقیات اور مذہبیات کے عنوان پر تحریریں بھی قابل ذکر ہیں۔ لیکن آپ کا اصل جوہر اردو زبان کے ناول نگار کی حیثیت سے سامنے آتا ہے جن کے وہ بانی بھی قرار دیئے جاتے ہیں۔ آپ نے ایک کتاب بعنوان ''امہات المومنین'' بھی تحریر فرمائی تھی جس میں اپنے مخصوص ظریفانہ لب ولہجہ کا اظہار اور محاوروں کا کثرت سے بے جا استعمال کیا جس کے باعث اس کتاب کے خلاف تکفیر کا ہنگامہ برپا ہوا اور اس کی تمام جلدیں جلادی گئی۔ (ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ''ڈپٹی نذیر احمد'' مطبوعہ)

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے اردو ترجمہ قرآن سے متعلق ایک عجیب وغریب انکشاف پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی صاحب نے اپنے Ph.D کے مقالے بعنوان ''قرآنی تراجم وتفاسیر ایک تاریخی جائزہ'' (غیر مطبوعہ) میں ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے پوتے مسلم احمد دہلوی کے حوالے سے کیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''مولوی نذیر احمد دہلوی کی ہمشیرہ اُم عطیہ بڑی عالمہ وفاضلہ تھیں...... مولوی نذیر احمد صاحب روزانہ چند آیات کا ترجمہ کر کے اپنے ہمشیرہ کے پاس بھیج دیتے اور وہ نظر ثانی فرماتیں۔ مولوی صاحب نے ترجمہ لکھوانے کے لیے پانچ آدمی کی ایک ٹیم بنائی تھی جس میں مولوی فتح محمد جالندھری بھی شامل تھے۔ مولوی فتح محمد ڈپٹی صاحب کے لیے ہوئے ترجمہ کا مسودہ ام عطیہ کے پاس لے جاتے اور وہ اس کی تصحیح فرماتیں۔ جب یہ ترجمہ مکمل ہوگیا تو ڈپٹی صاحب نے پورے ترجمہ کا مسودہ مولوی فتح محمد جالندھری کو نقل کرنے کے لیے دے دیا۔۔۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مولوی فتح محمد نے اس ترجمہ کو اپنے نام سے شائع کر دیا۔ ڈپٹی صاحب کو اس واقعہ سے سخت تکلیف پہنچی اور ان کی ہمت ٹوٹ گئی لیکن ان کی ہمشیرہ نے پھر ہمت بندھوائی اور فرمایا کہ دوبارہ اس ترجمہ کے کام کو شروع کیا جائے۔ اس دفعہ ۱۰/ آدمی ترجمے لکھنے کے لیے مقرر ہوئے اور ام عطیہ نے دوبارہ اس پورے مسودے کی تصحیح فرمائی۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ قرآن میں جو عبادتیں قوسین میں ہیں وہ ام عطیہ کی عبارتیں ہیں۔''

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ''قرآنی تراجم اور تفاسیر ایک تاریخی جائزہ'' Ph.D مقالہ، ص ۴۰۰۔۴۰۱)

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ اور حواشی ''غرائب القرآن'' کے نام سے مشہور ہے جو ۱۸۹۵ء میں شائع ہوا جس کی اشاعت کے بعد کئی علماء نے تنقید بھی فرمائی۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے

''اصلاحِ ترجمہ دہلویہ'' کے نام سے ۲۴ رصفحات پر مشتمل رسالہ لکھا جس میں اس ترجمۂ قرآن پر اعتراضات وارد کیے ہیں اس کے علاوہ ان کے کئی ہم عصر اور بعد کے علماء نے ان کے ترجمہ کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔

شاہ برادران کے اردو تراجم قرآن کے لگ بھگ ۱۰۰ سال کے بعد ۱۳۱۴ھ میں ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمۂ قرآن سامنے آتا ہے۔ یہ ترجمہ اگرچہ ان دونوں تراجم سے مختلف ہے لیکن انتہائی کثرت سے محاورات کا جا و بے جا استعمال کیا گیا ہے۔ ڈپٹی صاحب چونکہ بنیادی طور پر ناول نگار تھے بلکہ ناول نگاری کے بانی تھے انہوں نے اپنے ترجمہ میں بھی اس رنگ کو اپنانے کی کوشش کرتے ہوئے محاورات کا بے جا استعمال کیا ہے جس کہ باعث اس کو ترجمہ کہنے کے بجائے محاوراتی ترجمہ یا توضیحی و تشریحی ترجمہ کہا جائے تو بہتر ہوگا۔ تعجب یہ ہے کہ انہوں نے محاورات کے استعمال کے آگے قرآنی متن کا بھی خیال نہ رکھا۔

اردو ادب کے بعض ناقدین نے ڈپٹی صاحب کو مترجم قرآن کی حیثیت سے بہت سراہا ہے مگر ترجمۂ قرآن میں کی گئی بے اعتدالیوں سے صرف نظر کر گئے۔ خیال رہے کہ یہ کلام الٰہی ہے کلام انسان نہیں لہٰذا کسی بھی قسم کی بے اعتدالی قرآن کے ترجمہ میں مناسب نہیں ہوگی۔

## ۵۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی:

آپ ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۲ء میں بانس بریلی میں پیدا ہوئے اور دار العلوم دیو بند سے ۱۲۸۸ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور اس مدرسہ میں ۱۳۰۸ھ میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوئے۔ مولوی قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) سے کتب صحاح ستہ کا درس لیا۔ آپ نے جزائر مالٹا میں اسیری کے دوران (۱۲۲۵ھ/ ۱۹۱۷ء تا ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) قرآن مجید کا اردو زبان میں ترجمہ مکمل کیا اور ساتھ ہی سورہ النساء تک حواشی بھی تحریر فرمائے۔ رہائی کے بعد جب ہندوستان واپس لوٹے تو ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں انتقال ہوگیا۔ آپ نے ترجمہ قرآن کے علاوہ چند مذہبی نوعیت کی چھوٹی بڑی ۱۰ رکتابیں اردو زبان میں اور تحریر فرمائیں مگر آپ کی وجہ شہرت ترجمہ قرآن ہے۔

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ قرآن ''موضح القرآن'' کو بنیاد بنا کر ترجمہ کیا ہے۔ حقیقت میں مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب نے صرف متروک محاورات یا الفاظ کو جو شاہ عبد القادر کے ترجمہ میں ہیں ان کو تبدیل کیا ہے اور کہیں کہیں الفاظ کے توضیحی ترجمے کیے ہیں احقر نے اپنی پی ایچ، ڈی تھیس ''کنز الایمان اور دیگر معروف تراجم کا تقابلی جائزہ'' کی تیاری کے دوران مولوی صاحب کے ترجمہ کا بغائر تجزیہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ محولہ ترجمہ میں مولانا محمود الحسن

صاحب کا حصہ بمشکل ۲۰؍ فیصد ہے جب کہ ۸۰؍ فیصد ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کے ''موضح القرآن'' کا چربہ ہے چنانچہ مترجم موصوف خود اپنے مقدمہ میں اس بات کا نہ صرف اظہار کرتے ہیں بلکہ اقرار کرتے ہیں کہ مترجمین کی صف میں ایسا ہی شامل ہوا ہوں جس طرح کوئی لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہوتا ہے ملاحظہ کیجیے آپ کی اپنی تحریر ترجمہ قرآن سے متعلق:

''تراجم موجودہ صحیحہ معتبرہ (ترجمہ شاہ عبدالقادر وشاہ رفیع الدین دہلوی) کے ہوتے ہوئے ہمارا جدید ترجمہ کرنا لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتبرہ پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو...... ہم کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکروہ تک نظر آتا ہے۔ (مولوی محمود الحسن، ترجمہ قرآن، مقدمہ، ص: ۲، مطبوعہ کراچی)

قارئین کرام! خود مترجم کے اعتراف کے بعد کہ اس کو مترجم کہنا مناسب نہیں اور جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر مذموم ہے اس لیے مولوی محمود الحسن کا ترجمہ قرآن شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قرآن کا چربہ قرار پائے گا اور اس کو اصل ترجمہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ آپ کیونکہ عالم دین تھے اور دیوبند کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے اس لیے مترجمین کی صفوں میں شامل سمجھے گئے۔

## ۶۔ مولانا نواب وحیدالزماں:

مولوی وحید الزماں ابن نور محمد ابن شیخ احمد فاروقی کانپور میں ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۰ء میں حیدرآباد دکن میں انتقال ہوا۔ درس نظامی کی سند مدرسہ فیض عام کانپور سے حاصل کی۔ آپ ابتداء میں پکے حنفی تھے اور ابتداً سلسلۂ قادریہ، پھر نقشبندیہ سلسلہ میں مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (م ۱۸۹۵ء) سے بیعت بھی ہوئے جن سے حدیث مسلسل بالترجمہ کی سند بھی حاصل کی۔

مولوی وحید الزماں اپنے بڑے بھائی مولوی بدیع الزماں (م ۱۳۱۲ھ) سے متاثر ہو کر حنفیت چھوڑ کر اہلِ حدیث کے مکتبہ فکر میں شامل ہو گئے اوساتھ ہی طریقت کو بھی ترک کردیا۔ آپ نے ایک سو سے زیادہ کتب یادگار چھوڑی ہیں ان میں تراجم وتالیفات وتصنیفات سب شامل ہیں مگر زیادہ رشحات قلم فنِ حدیث کی کتابوں کی صورت میں ہے۔ آپ کی ایک کاوش ترجمۂ قرآن بھی ہے جس کو ''موضحہ القرآن'' کے نام سے آپ نے ۱۹۰۳ھ میں مکمل فرمایا اس کے علاوہ تفسیری وحیدی، لغات القرآن اور اشارۃ الاخوان بفائل القرآن کے نام سے بھی تالیفات تحریر فرمائیں۔

مولوی وحید الزماں حدیث وفقہ کی کئی درجن کتابوں کے مصنف ومترجم ہیں مگر آپ کے ترجمۂ قرآن کے مطالعہ کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ یا تو قرآن کے اصل معانی ومطالب پر ان کی نظر کمزور تھی یا آپ کسی نئے رجحان کی نمائندگی کررہے ہیں جدید خیالات وافکار کی ترجمانی کا عنصر ان

کے ترجمۂ قرآن میں نمایاں ہے اور ترجمہ قرآن کرتے وقت اکثر مقامات پر وہ غیر ضروری اضافے کر جاتے ہیں جس سے روحِ قرآن مجروح ہوتی ہے۔ مثلاً:

(اے پیغمبر) خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو معبود نہ بنا۔ (بنی اسرائیل:۲۲)

(اے پیغمبر) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو (مشرکوں کی طرح) مت پکار۔ (الشعراء:۲۱۳)

اور (اے پیغمبر) تجھ کو یہ امید کہاں تھی کہ تجھ پر کتاب اترے گی مگر یہ تو ترے مالک کی مہربانی ہوئی کہ تجھ پر قرآن اترا۔ (القصص:۸۶)

## ۷۔ مولانا اشرف علی تھانوی:

مولانا اشرفعلی تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر میں (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء) میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں ۱۸۹۵ء میں داخل ہوئے اور ۲۱ سال کی عمر میں فارغ تحصیل ہوئے۔ اس دارالعلوم میں آپ نے مولوی یعقوب نانوتوی، مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی سید احمد دیوبندی اور مولوی عبدالعلی میرٹھی سے اکتسابِ کیا۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی (المتوفی ۱۳۱۷ھ) سے بیعت ہوئے اور خلافت واجازت بھی حاصل کی۔

مولوی اشرفعلی تھانوی کثیر تصانیف لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں مگر صحیح تعداد اور موضوعات پر تذکرہ نگاروں نے ابھی تک توجہ نہیں دی۔ مولوی اشرفعلی تھانوی کی تصانیف علوم دینیہ کے مختلف موضوعات پر صرف اردو زبان میں ملتی ہیں۔ ان میں ترجمہ قرآن اور تفسیر قرآن کے علاوہ فتاویٰ بھی ہیں آپ نے طویل عمر پائی اور ۸۲ رسال کی عمر میں ۱۳۶۲ھ میں تھانہ بھون میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ نے اپنے ترجمہ قرآن اور کتاب ''بہشتی زیور'' سے کافی شہرت پائی۔

مولوی صاحب کا ترجمہ قرآن ۱۹۰۵ء میں مکمل ہوا اور ۱۹۰۸ء میں دہلی سے شائع ہوا اس ترجمہ کے ساتھ مقدمہ بھی تحریر ہے جس میں اپنے ترجمہ کرنے کی غرض وغایت بھی بیان کی ہے آپ لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمے شائع کرنا شروع کیے ہیں جن میں بکثرت مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیے جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی۔۔۔ چونکہ کثرت سے ترجمہ بینی کا مذاق پھیل گیا ہے۔۔۔ مشورے سے یہ ہی ضرورت بیان وتقریر مضامین میں ان کے مذاق وضرورت کا حتی الامکان پورا لحاظ رہے۔''

(مولوی اشرفعلی تھانوی مقدمہ بیان القرآن، ص:۲، تاج کمپنی لمیٹڈ)

ڈاکٹر صالحہ اشرف اپنی تصنیف ''قرآن حکیم کے اردو تراجم'' میں مولوی اشرفعلی تھانوی کے اس مقدمے پر گفتگو کرتے ہوئے ص:۲۸۳ پر رقمطراز ہیں:

''جن تراجم کے غیر اطمینان ہونے کی طرف مولانا نے اشارہ کے لیے اس میں ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مرزا حسرت دہلوی اور سر سید احمد خاں کے ترجمے شامل ہیں۔ مولوی تھانوی مسلک میں روایتی عقائد کو پسند نہیں کرتے تھے۔''

مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات سامنے آئی کہ اشرفعلی تھانوی نے اس لیے ترجمہ قرآن کی طرف توجہ کی کہ ان کے زمانے میں جتنے بھی ترجمہ قرآن تھے اولاً وہ معیاری نہ تھے۔ دوم، وہ قواعد شرعیہ کے خلاف تھے۔ قارئین کرام! احقر نے یہاں سات (۷) مترجمین کا تعارف کروایا ہے اور ان سب کے ترجمہ سے متعلق مولوی اشرفعلی تھانوی کا تجزیہ میرے مقصد کی حمایت کرتا ہے کہ یہ مترجمین ترجمہ قرآن کے اہل نہ تھے اور اس قسم کے تراجم سے مترجمین کی طرح لوگوں کے نظریات میں بھی تبدیلی آئی جس کے باعث فرقے بنتے چلے گئے اور وہ روح قرآن سے دور ہوتے چلے گئے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ جن غیر معیاری اور خلاف قواعد تراجم کی نشاندہی مولوی اشرفعلی تھانوی اپنے مقدمے میں کر رہے ہیں اسی قسم کی بے اعتدالیاں خود ان کے ترجمہ قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ کاش کہ وہ اپنے ترجمہ قرآن کو بھی اسی نظر سے دیکھ لیتے جس طرح دوسرے تراجم کو دیکھا تھا تاکہ ان کا ترجمہ قرآن ان اغلاط سے پاک ہو جاتا جو پچھلے مترجمین کر چکے تھے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی کا ترجمہ قرآن اگرچہ پچھلے تراجم کے مقابلے میں زیادہ سلیس اور عام فہم ہے اور محاورات کا استعمال بھی قدرے کم اور کسی حد تک ضرورت کے مطابق ہے مگر آپ کا یہ ترجمہ توضیحی اور نثری زیادہ ہے۔ اس نہج کو بعد کے مترجمین نے اور آگے بڑھایا اور ترجمہ قرآن کے بجائے مفہوم القرآن اور پھر تفہیم القرآن کر دیا۔

مولوی اشرفعلی تھانوی نے اپنے ترجمہ قرآن میں انبیاء کی عظمت کو اجاگر کرنے کے بجائے اتنا گرا دیا کہ مسلمان کا دل لرز جائے مثلاً وہ نبی کو خطا کار (ص: ۴۷۵)، غافل (ص: ۳۶۰)، شریعت سے بے خبر (ص: ۴۸۱)، ایمان سے بے خبر (ص: ۵۵۱) تک لکھ دیتے ہیں۔
(مولوی اشرفعلی، ترجمہ قرآن، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی)

## ۸۔ امام احمد رضا خاں بریلوی:

مولانا احمد رضا خان محمدی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی ابن مولانا مفتی محمد تقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ھ) ابن مولانا مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء) بریلی میں (۱۲۷۲ھ/ ۱۸۶۵ء) پیدا ہوئے اور ۱۴ رسال سے بھی کم عمر میں اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ ''مصباح العلوم'' سے ۱۲۸۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ

سلسلۂ قادریہ میں شاہ آلِ رسول مارہروی (۱۲۹۶ھ) سے بیعت ہوئے اور والد صاحب کے ساتھ ہی پہلا حج ۱۲۹۵ھ میں ادا کیا جب کہ دوسرا حج ۱۳۲۴ھ میں ادا کیا۔ آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ دورِ طالب علمی میں شروع کر دیا تھا اور آخر عمر تک یہ مشغلہ جاری رہا جس کے باعث ایک ہزار سے زیادہ کتب تصنیف وتالیف فرمائیں جو اردو، فارسی اور عربی زبان پر مشتمل ہیں۔ آپ نے علومِ نقلیہ وعقلیہ کے تمام عنوانات پر قلمی رشحات یادگار چھوڑے ہیں جن میں سے ۴۰ر فیصد زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ آپ کے قلمی رشحات میں سے چند کتب نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی مثلاً:

۱۔ فتاویٰ رضویہ ۱۲ر مجلدات جس میں ہزاروں فتاویٰ کے علاوہ ۱۵۰ سے زیادہ رسائل ہیں۔ یہ فتاویٰ تین زبانوں پر مشتمل ہے یعنی اردو، فارسی اور عربی جب کہ ایک فتوی انگریزی میں بھی ہے۔

۲۔ ترجمۂ قرآن "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" جو آپ نے ۱۳۳۰ھ میں مکمل فرمایا۔

۳۔ حدائقِ بخشش نعت رسول مقبول علیہ کا مجموعہ جس میں اردو زبان کا طویل ترین سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" بھی ہے جو زمین کے ہر خطے میں پڑھا اور سنا جاتا ہے۔

۴۔ كفل الفقية الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم۔

۵۔ الدولة المكية بالمادة الغيبية۔

۶۔ فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین۔

۷۔ حسام الحرمين على منحر الكفر والمين۔

۸۔ جد الممتار على ردّ المحتار۔

۹۔ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت۔

۱۰۔ احکام شریعت وغیرہم

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی غیر معمولی صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کے ہم عصر علمائے عرب وعجم نے آپ کو ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں ۱۴ر ویں صدی ہجری کا مجدد دین وملت تسلیم کیا اور آپ کو مجدد مائۃ حاضرہ، امام، محدث، مجتہد اور فقیہ اعظمِ ووقت کا نابغۂ روزگار تسلیم کیا۔ آپ دنیائے اسلام میں امام احمد رضا اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے لقب سے زیادہ معروف ہوئے۔ آپ کی علمی کاوشیں گواہ ہیں کہ آپ اپنے زمانے کے ہر علم وفن پر دسترس رکھنے والے راسخ العلم عالم تھے اور اس اعتبار سے آپ کا کوئی مدمقابل نہ آپ کے دور میں نہ ہی اس دور میں نظر آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ حضراتِ علماء کے درمیان اعلیٰ تسلیم ہوتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے لقب سے پکارے گئے جو اب آپ کے نام کا حصہ بن چکا ہے۔

## ۹۔ ابوالکلام آزاد:

آپ کا نام احمد تھا اور مکہ مکرمہ میں ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی مولوی خیر الدین دہلوی (م ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) شاہ عبدالغنی دہلوی کی مسند پر ایک زمانے تک درسِ بخاری دیتے رہے۔ صوفی منش بزرگ تھے جن کے ہزارہا مرید کلکتہ اور دہلی میں آباد تھے۔ مولوی آزاد صاحب نے دس برس کی عمر میں کلکتہ میں اپنے والد سے اردو، فارسی ادب کے علاوہ فقہ کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں۔ ان کے علاوہ مولانا آزاد کے استادوں میں قابلِ ذکر نام مولوی نذیر الحسین امیٹھوی، مولوی سعادت حسین اور مولانا محمد شاہ رامپوری قابلِ ذکر ہیں۔

ابتداء میں مولانا آزاد کی طبیعت کو ان علوم سے زیادہ رغبت نہ تھی چنانچہ موسیقی سے لگاؤ بڑھا اور مرزا محمد ہادی سودا سے فنِ موسیقی میں استفادہ کیا، ستار سے کافی پیار تھا یہاں تک کہ چاندنی راتوں میں ستار لے کر تاج محل چلے جاتے تھے۔

مولانا آزاد نے لڑکپن میں شاعری کی طرف بھی رغبت رکھی اور اس فن کا شوق دلانے والے عبدالواحد سرامی تھے اور آزاد تخلص ان کے استاد ہی کا رکھا ہوا ہے۔

مولانا آزاد اگرچہ بیک وقت کئی سمت میں قدم جماتے نظر آتے ہیں، ایک طرف دینی تعلیم بھی حاصل کی اور دوسری طرف شاعری اور موسیقی سے بھی کافی حد تک لگاؤ رکھا مگر علمی زندگی کا آغاز صحافت کے میدان سے کیا۔ ماہنامہ ”لسان الصدق“ کی ادارت کے ساتھ ہی ادبی رسالہ ”مخزن“ میں مضامین لکھنا شروع کیے اور پھر جلد ہی ۱۹۰۲ء میں ”الہلال“ کے نام سے اپنا اخبار جاری کیا۔

الہلال کے اجراء کے ساتھ ہی مولانا آزاد کا علمی اور سیاسی غلغلہ بلند ہوا اور جلد ہی سیاسی افق پر چھا گئے۔ الہلال کے بعد البلاغ، تحریک حزب اللہ اور تحریک خلافت اسی راہ کے اہم سنگ میل ہیں لیکن ۱۹۳۰ء کے بعد ابوکلام آزاد جو تجدید و احیائے دین کے علمبردار تھے، متحدہ قومیت اور کانگریس سیکولرازم کے مبلغ بن گئے۔ ابوالکلام آزاد کا انتقال ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں ہوا اور دہلی کی جامع مسجد کے احاطے میں سپردِ خاک ہوئے۔

اس سے قبل کہ راقم مولانا آزاد کے ”ترجمان القرآن“ پر کوئی تبصرہ کرے، مناسب سمجھتا ہوں کہ وقت کے مؤرخ جناب خورشید احمد صاحب کا تبصرہ جو انہوں نے مولانا آزاد کی تفسیر اور ترجمہ پر کیا ہے وہ یہاں پیش کروں۔ جناب خورشید احمد رقمطراز ہیں:

”صفاتِ باری تعالیٰ کی بحث میں وہ وقت کے مذہبی ارتقاء کے نظریات سے پوری طرح اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔“

ابوالکلام آزاد تفسیر کرتے وقت اپنی رائے کو اتنی اہمیت دے گئے کہ جو بات قرآن کے حوالے سے کوئی نہ کہہ سکا وہ آپ کے قلم سے سامنے آئی۔ آپ ادیان کی بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسی طرح وحدتِ ادیان کی بحث میں بھی وہ ہندوستان کی فکر اور سیاسی مصلحتوں کا کلی طور پر نظر انداز نہ کر پائے اور یہ لکھ گئے کہ قرآن نے صرف یہ ہی نہیں بتایا کہ ہر مذہب میں سچائی ہے بلکہ صاف صاف کہہ دیا کہ تمام مذاہب سچے ہیں۔'' (تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند جلد ۱۰ ص ۲۹۵۔۲۹۶)

مولانا آزاد نے ترجمہ قرآن کرتے وقت ایک نیا اسلوب اختیار کیا کہ لفظی، محاوراتی ترجمۂ قرآن کی بجائے قرآن کریم کے الفاظ کے معنی و مطلب سمجھ لینے کے بعد اس کے مفہوم کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس اسلوب کو بعد میں مولوی غلام احمد پرویز اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے خاصا آگے بڑھایا جس کے باعث ترجمہ قرآن معنویت سے ہٹتا چلا گیا۔

ان مترجمین قرآن نے متعدد مقامات پر آیاتِ قرآنی کا اپنی فہم کے مطابق (قرآن فہم سے ہٹ کر) وہ مطلب بیان کیا جو متنِ قرآن سے دور ہی نہیں بلکہ متنِ قرآن کے مخالف تھا۔ مولانا آزاد نے کئی مقامات پر قرآن سے ہٹ کر آزاد ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے جو ترجمہ کرنے کے اصول کے خلاف ہے کیونکہ ترجمہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لفظوں کو ایک نظم کے ساتھ دوسری زبان میں ڈھالا جائے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر مترجم کی اپنی عقل اور رائے کا دخل لازم قرار پاتا ہے اور یہ ترجمہ قرآن کے لیے قابلِ قبول نہیں۔ چند تراجم ملاحظہ کریں:

۱۔ مسلمانو! صبر اور نماز (کی معنوی قوتوں) سے سہارا پکڑو○ (البقرۃ: ۱۵۳)

۲۔ اے پیغمبر! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے اس لشکر کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ہاتھیوں کا ایک غول لے کر مکہ پر حملہ ہوا تھا؟ خدا نے ان کے تمام داؤ غلط نہیں کروائے اور ان پر عذاب کی نحوستوں کے غول نازل نہیں کیے؟ جنہوں نے انہیں سخت بربادی میں مبتلا کر دیا جو ان کے لیے لکھ دی گئی تھی یہاں تک کہ پامال شدہ کیفیت کی طرح تباہ ہو گیا۔ (سورۃ الفیل)

ایک عالم جو عربی زبان اور قرآنی علوم پر دسترس رکھتا ہے وہ اس ترجمہ کے بعد یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ مترجم نے وہ بات کہہ دی ہے جو منشائے الٰہی نہیں اور اپنی فہم سے متنِ قرآنی کو بگاڑ دیا ہے۔ اس ترجمہ سے یقیناً ایک صحافتی ذہن کا پتہ تو چلتا ہے لیکن مصطفوی ذہن سے دور تک ہم آہنگی نظر نہیں آتی ہے۔ لہٰذا فرق صاف ظاہر ہے۔

## ۱۰۔ ابوالاعلیٰ مودودی:

آپ ۳؍رجب المرجب ۱۳۲۱ھ/ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے۔ ۱۹۱۴ء میں مولوی کا امتحان پاس کیا، اس کے بعد حیدر آباد کے ایک دارالعلوم میں داخلہ لیا مگر والد کے انتقال کے باعث تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ معاشی زندگی کا آغاز صحافتی پیشہ سے کیا اور اخبار "مدینہ" اور "الجمعیۃ" (دہلی) میں صحافی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ جلد ہی الجمعیۃ کے ایڈیٹر بھی بنا دیئے گئے اور ۱۹۲۸ء تک کام کیا مگر جمعیت علمائے ہند کی کانگریس سے مفاہمت کی پالیسی کے اختلاف پر الجمعیۃ سے استعفیٰ دے دیا اور پھر خود حیدر آباد دکن سے ۱۹۳۲ء میں رسالہ "ترجمان القرآن" کا اجراء کیا۔

مودودی صاحب کی زندگی کا ایک نیا دور "ترجمان القرآن" کی اشاعت سے شروع ہوتا ہے۔ بہت جلد آپ پنجاب منتقل ہو گئے اور ۱۹۳۲ء تا ۱۹۴۱ء اس کی اشاعت مسلسل جاری رہی اور ایک عشرے کے بعد آپ کے ہم خیال لوگوں کا ۲۵/ اگست ۱۹۴۱ء میں اجتماع ہوا جہاں "جماعت اسلامی" نام سے ایک مذہبی جماعت کی بنیاد ڈالی گئی اور مودودی صاحب کو اس کا اول بانی امیر چنا گیا۔ آپ ۳۱/ سال تک جماعتِ اسلامی کے امیر رہے اور ۱۹۷۲ء میں امیر کی حیثیت سے استعفیٰ دے دیا اور ۲۲/ ستمبر ۱۹۷۹ء میں امریکہ کے ایک ہسپتال میں انتقال ہوا۔

مودودی صاحب نے صحافتی پیشہ کے تجربہ سے بھر پور فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت آسان اور سادہ اسلوب میں ترجمہ قرآن اور تفسیر لکھی ہے جو ایک کم علم انسان کے لیے عام فہم ضرور ہے مگر مترجم چونکہ بنیادی طور پر عربی زبان اور دینی علوم سے واقف نہیں اس لیے مترجم عربی تفاسیر ماثورہ اور احادیث کے عربی خزانے سے زیادہ استفادہ نہیں کر سکا۔ جس کے باعث ان کا ترجمہ اور تفسیر اصل سے ہٹ کر تفسیر بالرائے بن گیا ہے اور خود مترجم اس کو تفہیم کہہ رہے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ ترجم منشائے الٰہی سے زیادہ فہم مودودی کا عکاس ہے جو یقیناً دین کو سمجھنے میں نقصان دہ ہے اور ایک نئی فکر اور فرقہ کی بنیاد ہے۔ جناب مودودی اپنے مقدمہ میں خود ان باتوں کی نشاندہی کرتے ہیں جن خدشات کا احقر نے اوپر اظہار کیا۔ وہ رقمطراز ہیں:

میں نے اس قرآن کے الفاظ کو اردو جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی عبارت کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے، اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں'۔

آگے چل کر رقم طراز ہیں:

"اس طرح کے آزاد ترجمے کے لیے یہ تو بہر حال ناگزیر تھا کہ لفظی پابندیوں سے نکل کر ان کے مطالب کی جسارت کی جائے لیکن معاملہ کلامِ الٰہی کا تھا اسی لیے میں نے بہت ڈرتے ڈرتے

ہی یہ آزادی برتی ہے۔" (تفہیم القرآن، ج:۱، دیباچہ، ص:۱۱)

جناب مودودی کے خود ان وضاحتی کلمات کے بعد ضرورت باقی نہیں رہتی کہ ان کے ترجمہ یا تفسیر پر مزید اظہارِ خیال کیا جائے۔ جب وہ خود فرما رہے ہیں کہ قرآن کے الفاظ کا جو مفہوم میری سمجھ میں آیا اور جس کو میرے دل نے قبول کیا، وہ تحریر کے ذریعہ منتقل کر دیا اور اپنی مرضی مسلط کرنے کے لیے ڈرتے ڈرتے آزاد خیالی کی جسارت بھی کر لی جو منشائے الٰہی کے مخالف بھی تھی۔ لہٰذا یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جناب مودودی کا ترجمۂ قرآن "تفہیم القرآن" خود مترجم قرآن کی اپنی قرآن فہمی کا عکاس ہے اصل قرآن کا ترجمان نہیں جب کہ کلامِ الٰہی کی منشاء، تفاسیر ماثورہ، اور احادیث نبوی کے بغیر ممکن نہیں۔ بغیر اس روشنی کے ہر ترجمہ تفسیر بالرائے ہوگا جو یقیناً قرآن کے اصل منشا کے خلاف ہوگا اور پڑھنے والے کے بنیادی دینی و اسلامی عقائد و نظریات کے لیے تباہ کن۔ مودودی صاحب نے جسارت کرتے ہوئے ایک جملے میں پچھلے تمام تفسیری اور احادیث کے ذخیرے کو اپنے ان الفاظ سے مسترد کر دیا۔

"قرآن و سنت کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر قرآن و حدیث کے پرانے ذخیرے سے نہیں۔"

جناب مودودی قرآن و سنت کے اس ذخیرے کو مسترد کرنے کی وجہ بھی خود بیان کر دیتے ہیں۔ آپ رقمطراز ہیں:

"آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیثِ رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ ہم سند کی صحت کو، حدیث کے صحیح ہونے کے لیے لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔" (رسائل و مسائل، ج:۱، ص:۲۲۹)

## امام احمد رضا اور ترجمۂ کنزالایمان :

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کا تفصیل کے ساتھ علمی تعارف تو یہاں ممکن نہیں کہ مقالہ طول پکڑ جائے گا البتہ مختصر تعارف ضرور کروانا چاہوں گا تا کہ قارئین کرام، امام احمد رضا اور دیگر مترجمینِ قرآن کی صلاحیتوں کا از خود تقابل کر سکیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمۂ قرآن (۱۳۳۰ھ) سے قبل کئی تراجم عوام میں متعارف ہو چکے تھے جن کی تعداد ۲۵۔۳۰ سے کم نہ تھی۔ شاہ برادران کے تراجم کے ساتھ ساتھ ڈپٹی نذیر احمد، سر سید احمد خاں، عاشق الٰہی میرٹھی، فتح محمد جالندھری، مولوی وحید الزماں، مولوی اشرف علی تھانوی اور دیگر غیر معروف تراجم عوام الناس کے مطالعہ میں آ رہے تھے جب کہ مولوی محمود الحسن دیوبندی، ابوالکلام آزاد کے تراجم قرآن کی اشاعت بھی برابر ہو رہی تھی۔ قارئین کرام کو یہاں ضرور

بتا تا چلوں کہ یہ تمام مترجمین سوائے شاہ برادران کے اہلِ سُنّت و جماعت کے عقائد سے متفق نہ تھے۔ ان تراجم سے نت نئے عقائد اور نظریات سامنے آرہے تھے جس کے باعث عوام اہلِ سُنّت میں بے چینی بڑھ رہی تھی اور ضرورت اس امر کی تھی کہ اہلِ سُنّت و جماعت کے قدیمی عقائد اور نظریات رکھنے والا کوئی اہل اور مستند عالِم ترجمہ قرآن کی خدمت سرانجام دے تاکہ مسلمانوں کے عقائد کو محفوظ اور مضبوط رکھا جاسکے۔ بیشتر تراجم قرآن مسلمانوں کے نظریاتِ الوہیت وشانِ رسالت کے خلاف تھے۔ یہ بات بھی قطعی طور پر فہم سے بالاتر ہے کہ یکے بعد دیگرے اتنی کثرت سے اردو زبان میں تراجمِ قرآن کی کیا ضرورت تھی جب کہ بنیادی طور پر امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن سے قبل کے اردو قرآنی مترجمین کی ذہنی وفکری اور عقائد میں کسی حد تک ہم آہنگی بھی تھی۔ امام احمد رضا کے بعد کے مترجمین قرآن کی اکثریت بھی اسی فکر کی داعی تھی کہ مسلمانوں کے ذہن و دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم وتوقیر کو کم کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کے منصبِ نبوت و رسالت کی اہمیت وافضلیت کو بھی مشکوک کیا جائے۔ البتہ اردو زبان میں تراجم قرآن کی کثرت کے باعث اردو ادب کو الفاظ اور محاورات کا ایک بڑا ذخیرہ ضرور میسر آیا۔ اکثر مترجمین نے اپنے جدید افکار وخیالات ونظریات کو تراجمِ قرآن میں ڈھالنے کی کوششیں کی ہیں جن کے باعث برصغیر میں نئے نئے فرقوں نے جنم لیا اور ترجمہ قرآن کے سہارے فروغ بھی پایا۔

امام احمد رضا محدثِ بریلوی نے برصغیر میں اس نازک صورت حال کے دیکھتے ہوئے اپنے احباب وخلفاء کے بے حد اصرار پر ترجمہ قرآن کا وعدہ فرمالیا اور کثیر تصنیفی مشغولیات کے باعث آپ نے اپنے ایک خلیفہ حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) سے فرمایا کہ آپ میرے پاس کاغذ وقلم لے کر آجایا کریں، جیسے جیسے وقت ملے گا احقر قرآن کریم کا اردو ترجمہ لکھوادے گا چنانچہ اس عظیم کام کی ابتداء جمادی الاول ۱۳۲۹ھ میں ہوئی اور چند نشستوں میں وقفے وقفے سے یہ کام ہوتا رہا۔ مخطوطہ کے آخر میں جو تاریخ درج ہے وہ شب ۲۸/ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ ہے جہاں امام احمد رضا خاں کے دستخط بھی ہیں۔ اس طرح ۱۳/ ماہ میں چند نشستوں میں یہ کام مکمل ہوا۔ سارا مخطوطہ علامہ مولانا امجد علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کے آخر میں امام احمد رضا کے دستخط موجود ہیں۔ اس مخطوطہ کی فوٹو کاپی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ یہ ترجمہ قرآن کیونکہ ۱۳۳۰ھ میں مکمل ہوا لہٰذا علمِ الاعداد کی بنیاد پر امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل نام تجویز کیا:

## کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن:

یہ ترجمہ قرآن مولانا احمد رضا کی حیات ہی میں شائع ہوگیا تھا۔ اس کے بعد مراد آباد سے

یہ ترجمہ قرآن مولانا نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کے حاشیہ ''خزائن العرفان'' کے ساتھ شائع ہوا اور مسلسل ۱۰۰ سال سے شائع ہو رہا ہے۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے علاوہ کئی تفسیری حاشیے اور تفاسیر اس ترجمہ کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں۔ مثلاً

۱۔ امداد الدیان فی تفسیر القرآن
مولانا حشمت علی خاں قادری پیلی بھیتی (م ۱۳۸۰ھ)

۲۔ احسن البیان لتفسیر القرآن
مولانا عبد المصطفیٰ الازہری، کراچی (م ۱۹۸۹ء)

۳۔ نور العرفان فی حاشیة القرآن۔
مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی، گجرات (م ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء)

٤۔ خلاصة التفاسیر۔
مولانا مفتی خلیل احمد میاں برکاتی، حیدر آباد، سندھ (م ۱۹۸۴ء)

٥۔ تفسیر الحسنات
مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری، لاہور (م ۱۹۸۰ء)

٦۔ فیوض الرحمن ترجمہ روح البیان
مترجم اردو: مولانا محمد فیض احمد اویسی

امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے ترجمہ قرآن پر سیکڑوں اہلِ قلم کی مثبت رائے موجود ہیں جن کو یہاں پیش کرنا ناممکن ہے۔ میں یہاں ان چند اہلِ قلم کی رائے کو پیش کررہا ہوں جو عرف میں امام احمد رضا کی فکری اور ایمانی سوچ سے ہم آہنگی نہیں رکھتے مگر انہوں نے علم دوستی کے رشتے کے باعث جو اظہارِ خیال کیا وہ یہاں پیش کررہا ہوں، ملاحظہ کیجیے۔

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، (ڈائریکٹر، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور) لکھتے ہیں:

''اردو زبان میں جن اہل علم نے ترجمے (قرآن) کیے، آدمی ان کی نیکی، اخلاص اور محنت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تراجم کی اکثریت ایسی ہے جو قرآن مجید کے بے مثال ادبی و معنوی حسن کی ترجمانی نہیں کرتی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان خدا ترس اہلِ علم کو اردو زبان کے ادبی سرمایہ پر عبور حاصل نہیں تھا نیز یہ کہ ہر زبان کا اپنا اسلوب ہے جس کا ترجمہ ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ 'ذہب فلان' (He vent) لیکن اس کا ترجمہ اردو زبان میں شخصیت کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے جمع کے ساتھ کیا جائے گا مثلاً وہ تشریف لے گئے۔ اگر کسی بڑی علمی و مذہبی، خاص

طور پر پیغمبر علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کے ذکر میں عربی یا انگریزی سے ترجمہ مفرد ہی کیا جائے تو وہ ذوقِ سلیم پر گراں گزرے گا۔ چنانچہ ترجمہ اور تشریح میں ادب کا ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔"

آگے چل کر ڈاکٹر جالندھری صاحب، امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"گذشتہ دنوں جب مولانا عبدالقیوم ہزاروی (مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) نے از راہِ کرام مجھے مولانا احمد رضا خاں مرحوم کے ترجمہ قرآن کا تحفہ دیا تو خاکسار نے اس ترجمہ کو مقدور بھر غور سے پڑھا۔ اس ترجمہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے ترجمۂ قرآن میں حاملِ قرآن علیہ السلام کے مقامِ بلند کے آداب کو نگاہ میں رکھا ہے اور آپ نے سورۃ والضحیٰ کی آیت "ووجدک ضالا فہدیٰ" کا جو ترجمہ "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" کیا ہے، یہی زیادہ مناسب ہے۔"

(مجلہ تعارف فتاویٰ رضویہ جدید، ص:۲۱، باہتمام رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۳ء)

جناب کوثر نیازی (سابق وفاق وزیر اور سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل) سورہ والضحیٰ کی آیت "ووجدك ضالا فهدى" کے ترجمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"امام نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے! فرماتے ہیں: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔"

کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ رشدی (ملعون) کی لغویات پر تو زبان کھولنے سے اور عالمِ اسلام کے قدم بقدم کوئی کاروائی کرنے میں اس لیے تامل کریں کہ کہیں آقایانِ ولی نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشقِ رسول کا خزانہ اور معارفِ اسلامیہ کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(کوثر نیازی، "امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت"، ص:۱۹، مطبوعہ کراچی)

پروفیسر امتیاز احمد سعید (م ۱۹۹۳ء) سابق ڈائریکٹر، وزارت مذہبی امور، حکومتِ پاکستان، امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ بات بلا تامل کہی جا سکتی ہے کہ یہ ایسا ترجمہ قرآن ہے جس میں پہلی بار (دوسرے

اردو تراجم قرآن کے مقابلے میں) اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جب باری تعالیٰ کی ذات وصفات کا ذکر آئے تو ترجمہ کرتے وقت اس کی عظمت وجلالت، تقدس اور کبریائی ملحوظِ خاطر رہے۔ اسی طرح جب آیت میں حضور ﷺ کا ذکر ہو تو ان کے مرتبے و مقام کو پیشِ نظر رکھا جائے۔"

قارئین کرام! راقم اب چند آیاتِ قرآنی کے تراجم پیش کر رہا ہے جن کا تقابل امام احمد رضا کے ترجمہ کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ اس تقابلی جائزہ پر اظہارِ خیال ضرور کروں گا مگر اس کا نتیجہ پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں۔ وہ خود تجزیہ کرلیں کہ کس کا ترجمۂ قرآن ان کو منشائے الٰہی سے قریب تر محسوس ہوتا ہے اور جو ترجمہ منشائے الٰہی اور تفسیر ماثور سے قریب تر ہوں، وہی ترجمہ بھی قابلِ تقلید اور قابلِ مطالعہ ہے۔ باقی تراجم سے پرہیز کرنا ضروری ہوگا کہ وہ ہمارے ایمان کو بگاڑ سکتا ہے اور ہم کو قرآن اور صاحب قرآن سے دور کرسکتا ہے۔

## ۲۔ سر سید احمد کا ترجمۂ قرآن:

۱) قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْاَتَتْکُمُ السَّاعَةُ اَغَیْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ (الانعام:۴۰)

"کہ (اے پیغمبر!) کیا دیکھا ہے تم نے اپنے لیے اگر تم پر اللہ کا عذاب آوے یا تم پر بری گھڑی آوے، کیا خدا کے سوا اور کسی کو پکاروگے اگر تم سچے ہو۔" (جلد سوم،ص:۱۳)

قارئین کرام! غور کا مقام ہے کیا اللہ تعالیٰ یہ خطاب نبی سے فرما رہا ہے؟ یا نبی کے ذریعہ کفار ومشرکین سے خطاب ہے؟ اور اس ترجمہ کے بعد کیا کم علم مسلمان یہ عقیدہ اختیار نہیں کرے گا کہ نبی بھی (معاذ اللہ) خدا کے علاوہ کسی اور کو مدد کے لیے پکار سکتے ہیں اور پھر ان پر اللہ کا عذاب آسکتا ہے۔ اگر چہ بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسول ﷺ دنیا میں آئے لیکن الحمدللہ کسی پر نہ عذاب آیا اور نہ کبھی کسی نبی نے عذابِ الٰہی کو معاذ اللہ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرکے دعوت دی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مترجم یومِ قیامت پر یقین نہیں رکھتے اس لیے وہ قیامت کو "بری گھڑی" تعبیر کرکے یومِ آخرت پر بھی لوگوں کا ایمان متزلزل کر رہے ہیں۔

ملاحظہ کیجیے صحیح ترجمہ قرآن:

"تم فرماؤ! بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت قائم ہو، کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکاروگے اگر سچے ہو۔" (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن)

سر سید احمد خاں کا ایک اور آیت کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

۲۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ٥ (اسریٰ:۸۸)

"یعنی کہہ دے اے پیغمبر! اگر جمع ہو جاویں انس یعنی "شہروں کے رہنے والے" اور "جن یعنی بدو" جو خالص عربی زبان جاننے والے تھے، اس بات پر کہ کوئی چیز اس قرآن کی مانند لا دیں تو اس کی مانند نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔" (جلد ششم، ص:۱۳۸)

قارئین کرام! اس ترجمے سے ایک نیا عقیدہ سامنے آیا کہ قرآن نے لفظ "جن" دیہاتی لوگوں (یعنی بدو جو خالص عربی زبان جانتے ہیں) کے لیے استعمال کیا ہے جب کہ قرآن نے "جن" کو ایک الگ مخلوق بتایا ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور ان کا سردار ابلیس قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے ارشاد فرمایا:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِن مَّارِجٍ مِّنَ نَّارٍ (الرحمٰن:۱۵)

"اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لوکے سے"

وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِنَ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر:۲۷)

محسوس یہ ہوتا ہے کہ مترجم اس مخلوق کی تخلیق کے قائل نہیں اس لحاظ سے یقیناً وہ ابلیس کے وجود کے قائل بھی نہیں ہوں گے اور ان کا اس مخلوق سے انکار حقیقتاً قرآن کی منشاء الٰہی کا انکار ہوگا۔ فیصلہ قارئین خود فرمائیں۔ صحیح ترجمہ ملاحظہ کریں:

"تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔" (ترجمہ کنز الایمان)

آخر میں مولانا عبدالحق حقانی، مصنف "تفسیر فتح المنان" کی رائے کو پیش کر رہا ہوں جو انہوں نے سر سید احمد کے ترجمہ اور تفسیر سے متعلق اپنے مقدمہ قرآن میں لکھی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

"تفسیر القرآن، آنریبل سید احمد خان بہادر دہلوی کی تصنیف، ہنوز ناتمام ہے۔ اس شخص نے ترجمہ شاہ عبدالقادر کو ذرا بدل کر ترجمہ لکھا ہے اور باقی اپنے خیالاتِ باطلہ کو جو ملحدینِ یورپ سے حاصل کیے ہیں اور جن کا اتباع، ان کے نزدیک ترقی، قومی اور فلاحِ اسلام ہے اور بے مناسب آیات و احادیث و اقوال علماء کو اپنی تائید میں لا کر الہامِ الٰہی کو تحریف کیا ہے۔ دراصل یہ کتاب تحریف قرآن ہے اور خاں بہادر کی اسی بے باکی اور الحاد کی وجہ سے تمام ہندوستان کے علماء نے تکفیر کا فتویٰ دیا ہے۔"

## ۲۔ عاشق الٰہی میرٹھی کا ترجمۂ قرآن:

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ٥ (البقرۃ:۱۵)

**ترجمہ:** "اللہ ہنسی کرتا ہے ان کے ساتھ اور ان کو ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بہکے پھریں۔"

قارئین کرام! کیا ہنسی مذاق اُڑانا شریعت میں جائز ہے؟ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے اس عمل کو لکھنا کیونکر جائز ہوگا جیسا کہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھ رہے ہیں کہ "اللہ ہنسی کرتا ہے"۔ ایک

عربی دان تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ جملہ عربی قواعد کے مطابق ہے کہ صنعت مشاکلت میں کسی بھی جرم کی سزا کے لیے بھی انہی الفاظ میں جواب دیا جاتا ہے مگر دونوں کے معنی میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً استہزیٰ کے معنی مذاق اُڑانا یا ہنسی اُڑانا ہے لیکن یہاں جب اللہ کے لیے یہ لفظ استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے کہ وہ ہنسی اڑانے کی سزا ان کو دے گا مگر جب اس کا اردو ترجمہ کیا جائے گا تو یہ ضرور دیکھا جائے کہ جرم کون کر رہا ہے اور سزا کون دے رہا ہے، اس کی مناسبت سے اردو میں ترجمہ کرنا چاہیے ورنہ یہ صریح اللہ کی صفت میں بے ادبی اور گستاخی قرار پائے گا۔ مولانا احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

''اللہ ان سے استہزیٰ فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔''

امام احمد رضا نے یہاں لفظ ''استہزاً'' کا اردو زبان میں ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ اس کو متشابہ خیال کرتے ہوئے اور صفت مشاکلت کو مدنظر رکھتے ہوئے احتیاط برتی ہے اور استہزاً کو اس کی شان کے لائق کہہ کر چھوڑ دیا۔

وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (طٰہٰ:۱۲۱)

''اور آدم نے نافرمانی کی پس گمراہ ہوئے۔''

اس ترجمہ کو پڑھنے کے بعد ایک عام مسلمان یقیناً یہ عقیدہ قائم کرے گا کہ انبیاء کرام بھی (معاذ اللہ) گمراہ گذرے ہیں، ان سے بھی خطائیں اور گناہ سرزد ہوئے ہیں، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی دنیا میں نافرمانی کرتے رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ نبوت اور رسالت پر درست عقیدہ ہے یا کسی نئے عقیدے کی بنیاد رکھی جارہی ہے؟ صحیح ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

''اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔'' (امام احمد رضا)

قارئین کرام! مولوی عاشق الٰہی میرٹھی سب سے کم سن اردو مترجم قرآن ہیں۔ انہوں نے اپنی عمر کے ۱۲ رویں سال میں ترجمہ کیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ایسا شخص جس کی علمیت ابھی ابتدائی دور میں ہو وہ اپنے دورِ طالبِ علمی میں ہی ایسا صحیح کام کردے جو مفسرین اپنی زندگی کے آخری ایام میں انجام دیتے ہیں جب کہ وہ علمی اعتبار سے پختہ ہوجاتے ہیں لہٰذا کم عمری میں ترجمہ کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

## ۲۔ مولوی فتح محمد جالندھری کا ترجمۂ قرآن:

۱) اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (البقرۃ:۱۴۷)

ترجمہ: "(اے پیغمبر! یہ نیا قبلہ) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔"

قارئین کرام! کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ خطاب یا ایسا انداز اللہ تعالیٰ کا اپنے چنے ہوئے برگزیدہ بندے یعنی نبی یا رسول سے ہوگا یا پھر نبی کے ذریعہ بندوں سے ہوگا؟ یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے احکامات نبی کے ذریعے ہی بندوں تک پہنچتے ہیں مگر مولوی فتح محمد صاحب نے اس خطاب کو خاص حضورﷺ کی طرف پھیر کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ (معاذ اللہ) نبیﷺ کو اللہ کے احکامات میں شبہ رہتا تھا اس لیے اللہ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

(اے سننے والے!) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تو خبردار شک نہ کرنا۔" (امام احمد رضا)

۲۔ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ م بَيْنَ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ٥ (النحل:٦٦)

ترجمہ: "اور تمہارے لیے چار پایوں میں بھی (مقام) عبرت (غور) ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے، اس سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔"

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیے کہ کہ مترجم نے جلد بازی میں مندرجہ بالا آیات کا کیا ترجمہ کیا ہے؟ غالباً مترجم عربی زبان سے زیادہ واقف کار نہیں اور اس کو اس عمل کی بھی خبر نہیں کہ دودھ بننے کا عمل کس طرح پیٹ کے اندر ہوتا ہے۔ بظاہر اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گوبر اور خون سے دودھ بناتا ہے جو ہم پیتے ہیں۔ مقامِ تعجب ہوگا کہ جس چیز کو وہ حرام قرار دے رہا ہے یعنی گوبر اور خون، اسی سے ایک غذا بنا کر ہم کو پلا رہا ہے۔ کاش کہ مترجم دیگر علوم بھی جانتے ہوتے کہ یہ دودھ کب اور کس طرح ماں کے پیٹ میں بنتا ہے یا پھر عربی زبان پر اچھا عبور ہوتا یا کم از کم عربی تفاسیر اور احادیث دیکھ لیتے۔ آیت کریمہ میں لفظ "بین" موجود ہے جو کہ درمیانی کیفیت بتا رہا ہے کہ جب کوئی چوپایا یا عورت غذا کھاتی ہیں تو معدے میں جا کر اس کے ہاضمہ کا عمل شروع ہو جاتا ہے، اس دوران خون بنتا ہے، جو دل کے ذریعہ نالیوں میں چلا جاتا ہے اور فضلہ اپنے راستے سے خارج ہو جاتا ہے۔ اللہ کی قدرت یہ ہے کہ جب غذا ہاضمہ کے درمیان ہوتی ہے تو اس کے خون اور گوبر بننے سے پہلے اس میں سے دودھ کو کھینچ کر نالیوں کے ذریعہ تھنوں/ پستانوں میں پہنچا دیتا ہے اور پھر بنا ہوا خون بقیہ خون میں شامل ہو جاتا ہے نہ کہ گوبر اور خون سے دودھ بنا۔ آیئے صحیح ترجمہ دیکھیں:

''اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جوان کے پیٹ میں گوبر اور خون کے ''بیچ'' میں سے ''خالص دودھ'' سہل اُترتا ہے پینے والوں کے لیے۔'' (امام احمد رضا)

## ۴۔ نواب وحید الزمان کا ترجمۂ قرآن:

۱) نِسَاؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ فَأۡتُوا حَرۡثَكُمۡ أَنّٰى شِئۡتُمۡ وَقَدِّمُوا لِأَنۡفُسِكُمۡ ط (البقرۃ:۲۲۳)

ترجمہ: عورتیں کھیتی ہیں تمہاری اپنی کھیتی میں جس طرح سے (یا جہاں سے) چاہو آؤ۔''

مولوی وحید الزمان نے اس مقام پر نصِ قرآن کے مسئلہ جماع کے خلاف ترجمہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کھیتی ضرور بنایا لیکن اس کھیتی میں یہ نہیں فرمایا کہ جہاں سے بھی چاہو، صرف ایک مقام کی اجازت ہے اور کسی مقام سے آنے کی اجازت نہیں کہ فرج کے علاوہ دبر سے بھی داخل ہو جاؤ جب کہ احادیث میں بھی دبر سے داخلے پر سخت وعید بتائی گئی ہے۔ نواب صاحب نہ جانے کیوں اس جگہ سے اجازت دے رہے ہیں جہاں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا۔

ایک حدیث بھی ملاحظہ کیجیے:

ان الله لا يستحى من الحق ثلاث مرات لاتاتوا النسآء فى ادبارهم

(ابن ماجہ، ج:۱، حدیث ۱۹۹۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ حق بات کہنے سے حیا نہیں کرتا۔ عورتوں سے ان کے پیچھے کی جگہ میں جماع نہ کرو۔ آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔

اب ملاحظہ کریں، صحیح ترجمہ:

''تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو۔'' (کنز الایمان)

۲) وَمَا كُنۡتَ تَرۡجُوۡۤا أَنۡ يُّلۡقٰۤى اِلَيۡكَ الۡكِتٰبُ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ ظَهِيۡرًا لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ۝ (القصص:۸۶)

ترجمہ: ''اور (اے پیغمبر!) تجھ کو یہ امید کہاں تھی کہ تجھ پر کتاب اترے گی مگر یہ تو تیرے مالک کی مہربانی ہوئی کہ تجھ پر قرآن شریف اُترا۔''

اگر یہ خطاب نبی سے ہے کہ اس کو خبر ہی نہیں اور نہ اس قسم کی امید کہ مجھ پر وحی اترے گی تو پھر وہ نبی کہاں رہا؟ جب کہ سورۂ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ روزِ میثاق کی آیات میں تمام انبیاء کو ان کی

ذمہ داری بتارہا ہے اور ان سے گواہی لے رہا ہے کہ جب تم کو کتاب دوں اور یہ نبی تشریف لے آئے تو ان کی ضرور ضرور مدد کرنا۔ ملاحظہ کیجیے،

ارشادِ باری تعالیٰ:

''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کی تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔'' (اٰلِ عمران:۸۱) کنزالایمان

قارئین! اب غور کریں کہ مترجم یا تو اپنی کم علمی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ یا پھر نبوت کے متعلق کوئی نیا عقیدہ دینا چاہتے ہیں جس میں نبی کو خود اپنے متعلق خبر نہیں کہ وہ نبی ہے اور نہ اس بات کی خبر کہ وحی کے ذریعہ اس کو کوئی کتاب ملے گی یا پھر مترجم قرآن کریم کو صحیح سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے کہ یہ خطاب کس سے ہے اور اگر ایک آیت قبل سے اس کو ملائیں تو بات اور واضح طور پر سمجھ میں آجاتی ہے کہ عام لوگوں سے خطاب ہے اور آپ سے کہا جارہا ہے کہ قل

قُل رَّبِّی أَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡهُدٰی وَمَنۡ هُوَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ٥ (القصص:۸۵)

**ترجمہ** : ''تم فرماؤ میرا رب خوب جانتا ہے اسے جو ہدایت لایا اور جو کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (کنزالایمان)

یہ خطاب ان لوگوں سے خاص کر مکہ کے کافروں، مشرکوں سے ہے کہ جن سے کہا جارہا ہے کہ:

''تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی، ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی۔'' (کنزالایمان)

قارئین کرام! آپ خود ہی تجزیہ کریں کہ اس قسم کے تراجم سے ملت کو کتنا نقصان ہوا ہوگا اور یہ ترجمہ آپ کو نئے فرقے کی بنیاد نظر آرہا ہوگا کہ نبی کو خبر ہی نہیں۔ یعنی نبی جانتا ہی نہیں کہ اس کے پاس وحی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سیدھی راہ چلائے۔

## ۵۔ مولانا اشرفعلی تھانوی کا ترجمۂ قرآن:

۱) وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ أَهۡوَآءَهُم مِّنۡ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ٥ (البقرۃ:۱۴۵)

ترجمہ: ''اور اگر آپ ان کے (ان) نفسانی خیالات کو اختیار کریں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (وحی) آئے پیچھے تو یقیناً آپ ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔'' (ترجمہ اشرفعلی تھانوی)

قارئین کرام! اس ترجمہ کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) سب سے زیادہ خطرہ

اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی سے ہے کہ کہیں وہ نفسانی خواہشات نہ کرنے لگیں، وحی کے پیغام کے باوجود وہ نافرمانی کرنے لگیں اور گناہ کر کے اپنے اوپر ظلم کریں۔ سوال یہ پیدا ہوگا کہ نبی کیا ہدایت یافتہ نہیں ہوتا؟ اور اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہیں فرماتا؟ اور ساتھ ہی یہ بات ذہن میں آئے گی کہ کتاب اللہ کیا نبی کی ہدایت کے لیے نازل ہوتی ہے یا عام لوگوں کی ہدایت کے لیے؟ اور اگر (معاذ اللہ) ایسا ہی ہے جیسا مترجم ترجمہ کر رہا ہے تو پھر بشمول نبی کسی کا بھی ''اسوہ'' پیروی کرنے کے لائق نہ ہوگا۔ جب کہ یہ ہی قرآن نبی کریم ﷺ کے لیے ارشاد فرما رہا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: ''بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔'' (کنزالایمان)

سورہ بقرہ کی اس آیت میں مخاطب دراصل وہ منکرین ہیں جو قرآن کی تعلیم کو جھٹلا رہے تھے اور خاص کر یہودیوں سے خطاب ہے کہ وہ قبلہ کی تبدیلی پر اعتراض کر رہے تھے۔ اس آیت کو اس کے پچھلے حصے کے ساتھ ملا کر ترجمہ پڑھیں پھر سمجھ میں آتا ہے کہ خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے یا رسول کے ذریعہ عام انسانوں سے اور بالخصوص منکرین قرآن سے ہے:

''اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آؤ، وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں۔''

''اور (اے سننے والے کسے باشد!) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا، بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستم گار ہوگا۔'' (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن)

آگے ان یہودیوں کے متعلق مزید ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ لوگ نبی کو اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ربانی ہے:

''اور جن کو ہم نے کتاب دی، وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔'' (البقرۃ:۱۴۶)

اب آپ خود یہ فیصلہ کریں کہ یہ خطاب حضور سے تھا یا منکرین سے مگر مترجم قرآن نے اس نافرمانی کو نبی کی طرف لوٹا کر مسلمانوں کے عقیدہ ''عصمتِ انبیاء'' کو متزلزل کر دیا ہے۔ مولانا اشرفعلی تھانوی کے ترجمہ قرآن سے ایک اور آیت کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

۲۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضحیٰ:۷)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا رستہ بتلا دیا۔'' (مولوی اشرفعلی تھانوی)

قارئین کرام! ہم میں اور نبی میں کیا فرق رہا کہ ہم یقیناً شریعت سے بے خبر ہوتے ہیں

اور جب اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرما دیتا ہے تو ہم شریعت کے مطابق اعمال کو ڈھالنے لگتے ہیں، کیا نبی بھی (معاذ اللہ) ہماری طرح اللہ کا نافرمان اور اللہ سے بے خبر ہوتا ہے۔ یہ کونسا دین ہے کہ جس کا سربراہ بھی معاذ اللہ بے خبر، جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ٥ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ٥ (الاحزاب:۴۶)

ترجمہ: ''اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی)! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا، حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔''

اور سورۃ الفتح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ (الفتح:۲۸)

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔''

مولانا اشرفعلی تھانوی کے مندرجہ بالا آیت کے ترجمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے دین مذہب میں نبی کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اور اتنا بڑا الزام لگانے سے بھی نہیں چونکتے کہ نبی ﷺ (معاذ اللہ) شریعت ہی سے بے خبر تھا اور یہ خیال نہ کیا کہ نبی ایک لمحہ بھی اگر اللہ سے غافل ہو جائے تو وہ منصبِ نبوت کا اہل نہیں رہتا جبکہ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے۔ حقیقت میں مولانا اشرفعلی نے آیت کے سیاق وسباق ہی کو نہ دیکھا اور نہ سمجھا اگر چند تفاسیر ماثورہ دیکھ لیتے تو شاید ایسا ترجمہ کرنے کی جسارت نہ کرتے۔ تفاسیر کی روشنی میں اور نبوت کے منصب کو سامنے رکھتے ہوئے جو محتاط ترجمہ ہوسکتا ہے، اس کو مولانا احمد رضا نے یوں فرمایا ہے:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔'' (کنز الایمان)

جگہ جگہ قرآن کریم میں نبی کا جو منصب اللہ نے بیان فرمایا ہے، مولانا اشرفعلی تھانوی اس کو ترجمہ میں ڈھالتے وقت بدل ڈالتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ کیجیے جس میں اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو تمام عالمین کے لیے مطلق رحمت بنانے کا اعلان فرمایا مگر مولانا اشرفعلی تھانوی اپنے قلمی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے روحِ قرآن کے برخلاف ترجمہ کرتے ہیں، ملاحظہ کیجیے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: ''اور ہم نے (اپنے مضامین نافع دے کر) آپ کو کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں (مکلفین) پر مہربانی کے لیے۔'' (مولوی اشرفعلی)

اور صحیح ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔'' (ترجمہ کنزالایمان)

## ۶۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی کا ترجمۂ قرآن:

۱) اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ۔ (آل عمران:۱۴۲)

ترجمہ: ''اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جولڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت قدم رہنے والوں کو۔'' (محمود الحسن)

اس ترجمہ کو پڑھنے کے بعد ایک انسان اپنا عقیدہ یہ بنائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی (معاذ اللہ) ناقص ہے کہ اس کو ہر آن، ہر بات کا علم نہیں، اس کو مستقبل کے معاملات کا علم نہیں، اس کو انسانوں کے ارادوں کا علم نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور مترجم نے شاید پورے قرآن کا مطالعہ بھی نہیں کیا جس میں خود باری تعالیٰ کے علم کا ذکر متعدد آیات میں موجود ہے مثلاً وہ "علام الغیوب" ہے، "اعلم الغیب والشاھدہ" ہے، "ولله غیب السموت والارض" وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات عقل سے بالاتر ہے کہ ایک عالم جو باقاعدہ دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہے، عربی زبان وادب کا سمجھنے والا ہے، درس وتدریس سے اس کا تعلق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم سے متعلق ایسا جملہ لکھ دیتا ہے کہ جس سے خالق اور بندہ کا علم برابر محسوس ہوتا ہے (معاذ اللہ)۔ لگتا یہی ہے کہ مترجم نہ تو عربی زبان کی وسعت سے بھرپور واقف اور نہ ہی وہ لفظ ''حسب'' کے معنی سے واقف ہو سکا۔ آیئے مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ کو ملاحظہ کریں جس میں عظمتِ خداوندی اور علمِ قدرت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے:

''کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔'' (کنزالایمان)

۲) اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۝ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۝ (الفتح:۲)

ترجمہ: ''ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ۔ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔''

قارئین کرام! سورہ فتح کی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ صلح حدیبیہ سے واپسی پر حضور ﷺ کو فتحِ مکہ کی بشارت دے رہا ہے کہ جلد ہی مکہ فتح ہو جائے گا مگر مترجم قرآن مولانا محمود الحسن دیوبندی نے اس آیت کے ترجمہ کا رخ ہی بدل دیا کہ اللہ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ آپ کے اگلے

پچھلے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اس ترجمہ سے کسی کو بھی فتحِ مکہ کی نشاندہی نہ ہوگی مگر نبی کے گناہوں کی معافی کا اعلان اس کا عقیدہ بن جائے گا جو عقیدہ عصمتِ نبوت کے خلاف ہے۔ کیا یہ بات نبی کے لیے معیوب نہ ہوگی کہ امتیوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی نہ صرف نشاندہی کرے بلکہ اس کے مستقبل میں ہونے والے گناہوں کا بھی ذکر کرے اور پھر معافی کا اعلان کر دے۔ کیا ترجمہ سے نبی کی امت کے سامنے توہین نہ ہوئی جب کہ وہ خود ستار ہے، عیبوں کو چھپانے والا ہے، پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ امتیوں کے سامنے اپنے نبی کے عیبوں کو، گناہوں کو ظاہر کرے اور پھر معافی کا اعلان کرے۔ یہ بات امت کے لیے تو فخر کی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کی دعا آپ کی امت کے حق میں قبول کرتے ہوئے ان کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کر دے اور یقیناً یہ صریح فیصلہ امت کے لیے بہت بڑی کامیابی اور نبی کے لیے بہت خوشی کا باعث ہوگا۔ ملاحظہ کریں وہ ترجمہ جو منشاء الٰہی سے قریب تر ہے۔

''بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح دی۔ تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔'' (کنز الایمان)

نوٹ: ''سورۃ فتح کی اس آیت میں ''ذنب'' کے موضوع پر کئی محقق نے مقالات تحریر کئے ہیں جس میں ثابت کیا ہے کہ یہاں ذنب نبی کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ نبی کی خاطر اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے امتیوں کی گناہ کی معافی کا اعلان کیا۔ اس موضوع پر ایک انتہائی مدلل تصنیف مولانا محمد شاہ حسین گردیزی مدظلہ کی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔''

## ۷۔ ابوالکلام آزاد کا ترجمۂ قرآن:

۱) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ط (سورۃ الرعد: ۳۸)

ترجمہ: ''اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے بھی (بے شمار) پیغمبر قوموں میں پیدا کئے (اور وہ تیری ہی طرح انسان تھے) ہم نے انہیں بیویاں دی تھیں اور اولاد بھی۔'' (ابوالکلام آزاد)

آیت کے اندر ایسے کوئی کلمات ہی نہیں جن سے یہ معنی نکلیں (اور وہ تیری ہی طرح انسان تھے)۔ یہ دراصل مترجم کی طرف سے اضافہ ہے۔ جب یہاں کوئی مماثلت کی بات ہی نہیں کی جارہی تو اردو ترجمہ پڑھنے والوں کو کیوں غلط راہ دکھائی جارہی ہے۔ مترجم کو شاید نبی کریم ﷺ کی ذات اور منصب سے لگاؤ نہیں، اس لیے پڑھنے والوں کو یہ سمجھا رہے ہیں کہ رسول کا نام آتے ہی یہ خیال مت کرنا کہ وہ کوئی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں بلکہ ان کو اپنا جیسا ہی انسان سمجھنا جب کہ یہ منظر کشی

قرآن کے خلاف ہے۔ نبوت و رسالت جن انسانوں کے لیے اللہ نے منتخب فرمائی، وہ دیکھنے میں ضرور ہماری طرح کے انسان ہیں لیکن ان کے ساتھ مماثلت ممکن ہی نہیں کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّوْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ .... (ال عمران:۷۹)

''کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور پیغمبری دے۔'' (کنزالایمان)

امام احمد رضا کا ترجمہ سورۂ رعد کی مندرجہ بالا آیات سے متعلق ملاحظہ کیجیے:

''اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیبیاں اور بچے کئے۔''

جن کو اللہ نے پیغمبری دی، پھر وہ ہماری طرح کے انسان نہ رہے کہ اللہ کے ساتھ انبیاء کا بلاواسطہ رابطہ ہوتا ہے اور ہم انسان نہ اس کو دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی بلاواسطہ اس کو پہچان سکتے ہیں، سوائے نبی کے واسطے کے۔ اس لیے انبیاء کی انسانیت ہم سے بلندوبالا اور عقل سے وراء ہے۔

۲) لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ٥ (الحجر:۷۲)

''ترجمہ:'' (تب فرشتوں نے لوط سے کہا) تمہاری زندگی کی قسم! یہ لوگ اپنی بدمستیوں میں کھوگئے۔'' (مولانا آزاد)

یہاں مترجم کے ترجمے کے مطابق فرشتے، حضرت لوط علیہ السلام کی زندگی کی قسم کھا رہے ہیں۔ یہ معنویت نہایت غیر موزوں کہ فرشتوں کو کیا ضرورت کہ نبی کی زندگی کی قسم کھائیں؟ اگر قسم یہاں اُٹھائی بھی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے مخاطب ہے۔ تفسیر فتح القدیر کے حوالے سے گفتگو کر رہا ہوں کہ اکثر مفسرین نے یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کی حیات کی قسم مراد لی جس طرح اللہ نے آپ کے اور اعضاء اور اداؤں کی قسم اُٹھائی۔ اسی طرح یہاں آپ کی حیات کی قسم اُٹھا کر فرمایا اور یاد دلایا کہ قوم لوط بدمستیوں میں کھوگئے۔

ملاحظہ کیجیے شوکانی کی عبارت:

اتفق اهل التفسير فى هذ أنه قسم من الله جل جلاله بمدة حيات محمد ﷺ۔

اب ملاحظہ کریں امام احمد رضا کا ترجمہ:

''(اے محبوب!) تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔'' (کنزالایمان)

## ۸۔ ابوالاعلیٰ مودودی کا ترجمۂ قرآن:

۱) وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ٥ (الانفال:۳۰)

ترجمہ: ''وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر

چال چلنے والا ہے۔'' (مودودی)

قارئین کرام! لفظ مکر کے عربی میں متعدد معنی ہیں، مثلاً چال چلنا، داؤ مارنا، دھوکا دینا، فریب دینا، تدبیر کرنا، خفیہ تدبیر کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ مترجم نے یہاں ''اللہ'' کو (معاذ اللہ) عام لوگوں کے برابر لاکر کھڑا کر دیا ہے کہ جس طرح ایک عام انسان دوسرے انسان کو دھوکا دیتا ہے، یا اس کے ساتھ مکر و فریب کرتا ہے یا دھوکے کی چالیں چلتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس طرح بندوں کے ساتھ عمل فرما رہا ہے۔ یہ مترجم کی بہت بڑی غلطی ہے کہ وہ اللہ کے لیے بھی وہی الفاظ استعمال کرے جو عام انسانوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ دراصل صفت مشاکلت کو یہاں مترجم نے سمجھا ہی نہیں کہ عربی میں یہ قاعدہ ہے کہ جواباً بھی وہی الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں لیکن اس کے معنی دوسرے سمجھے جاتے ہیں اور یہ عربی جاننے والا عربی عبارت کو ویسے ہی سمجھ لے گا مگر جب اس کا اردو ترجمہ کیا جارہا ہو تو ضروری ہے کہ اردو ادب ولغت کے لحاظ سے ترجمہ کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت متاثر نہ ہو۔ صحیح ترجمہ ملاحظہ کریں:

''اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔'' (کنزالایمان)

۲) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: ''اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو (یعنی تم ان کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو اور پوری طرح دل و جان سے ان کا ساتھ دو ان کی مخالفت سے پرہیز کرو۔)'' (مودودی)

مترجم نے قوسین میں جو وضاحت کی ہے وہ تو اصل عبارت کے حکم سے بالکل مختلف ہے۔ حکم تو اللہ نے یہاں کثرت سے درود و سلام پڑھنے کا دیا ہے جس میں نہ وقت کی قید ہے نہ صیغے کی کوئی نشاندہی، نہ ہی طریقہ کار کا تعین، نہ ہیئت کی پابندی ہے نہ اوقات کی پابندی، نہ کوئی گنتی کی بات۔ صرف مطلق حکم درود و سلام پڑھنے کا ہے، اس میں کوئی جتنا پڑھنا چاہے، جس وقت پڑھنا چاہے جس جگہ چاہے، جس طرح پڑھنا چاہے، اس کو اجازت ہے۔ جبکہ مترجم اصل مفہوم سے لوگوں کی توجہ ہٹاتے ہوئے ایک قسم کے جہاد کی باتیں کررہے ہیں کہ دل و جان سے ان کا ساتھ دو، ان کی مخالفت نہ کرو اور ان کی سلامتی کی دعائیں کرو۔ یہ حکم بجا ہیں لیکن اس آیت کے حوالے سے نہیں، آیت تو حکم دے رہی ہے کہ ایک مومن کو چاہیے ہر آن و نبی کریم ﷺ پر دل و زبان سے درود و سلام کو

جاری رکھے کہ یہ اس کے لیے سب بڑا آخرت کا سرمایہ ہے۔ مترجم نے ترجمہ میں یہ ضرور لکھا ہے کہ ان پر درود و سلام بھیجو لیکن مترجم کی کسی بھی دوسری تصنیف و تالیف میں کہیں بھی درود و سلام پڑھنے کی ترغیب لکھی ہوئی نظر نہیں آتی، اور نہ کبھی ان کو سلام پڑھتے ہوئے کسی نے دیکھا، جب کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے جب اس کا ترجمہ کیا ''ان پر درود اور خوب سلام بھیجو'' تو انہوں نے قصیدۂ سلامیہ لکھا خود پھر ذوق و شوق سے پڑھ کر سنایا:

''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام''

قصیدۂ سلامیہ کا یہ مصرع سو سال سے ہر مسلمان کی زبان پر جاری ہے اور لکھنے والے کی نیت کو اللہ نے جانچ لیا اور دنیا ہی میں اس کو اتنا اجر دیا کہ کروڑوں مسلمان روزانہ یہ مصرع پڑھتے ہیں اور انہوں نے درود کے لیے بھی ایک قصیدۂ درودیہ تحریر کیا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

کعبہ کے بدر الدجیٰ، تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ، تم پہ کروڑوں درود

## ۹۔ امام احمد رضا خاں قادری کا ترجمۂ قرآن:

۱) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔'' (کنز الایمان)

سوائے امام احمد رضا کے، بقیہ ۸ر مترجمین نے اسم اللہ سے ترجمہ نہ کیا بلکہ سب نے لفظ ''شروع'' سے ترجمہ کیا اور اسم ''اللہ'' کو مضاف کے بعد رکھا ہے جب کہ اردو قواعد کے مطابق اسم ''اللہ'' جو مضاف الیہ ہے، پہلے آنا چاہیے۔ اس لحاظ سے امام احمد رضا کا ترجمہ بالکل درست قرار پاتا ہے۔

ترجمہ کنز الایمان میں جامعیت کے اعتبار سے مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ ملاحظہ کریں جس کی جامعیت کو کوئی مترجم بیان نہ کر سکا اور ان آیات کا تعلق مختلف علوم و فنون سے ہے۔ جن کی ترجمانی امام احمد رضا اس علم کی اصطلاح سے کرتے ہیں جب کہ اور کوئی مترجم ان علوم کی اصطلاح بھی استعمال نہ کر سکا کیونکہ وہ ان علوم سے واقف ہی نہ تھے۔

يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ط لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ ۝ (الرحمٰن: ۳۳)

ترجمہ: ''اے جن و انس کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے، اسی کی سلطنت ہے۔''

قرآن کریم کی یہ آیتِ شریفہ سائنس اور حکمت کے بہت اہم نکتہ کی طرف اشارہ کر رہی

ہے۔ اس آیت میں لفظ ''سلطن'' کے ترجمے میں اکثر مترجمین کے یہاں ابہام پایا جاتا ہے اور لفظ ''سلطن'' کی جامعیت کو کوئی بھی مترجم صحیح ترجمہ نہیں کر سکا۔ اس کی وجہ بنیادی یہ ہے کہ آیت میں علم ہیئت سے متعلق گفتگو ہے کہ تم کوشش کرو اور زمین سے باہر جانے کی کوشش کرو، کرتے رہو، باہر نکل بھی جاؤ گے، آسمانوں پر اڑو گے، چاند تک اور اس سے آگے بھی نکل جاؤ گے مگر یاد رکھنا کہ ہر جگہ سلطنت، بادشاہت، حکمرانیت اسی ایک اللہ کی ہے کہ امام احمد رضا ترجمہ کرتے ہیں کہ ''جہاں نکل کر جاؤ گے، اسی کی سلطنت ہے۔'' جب کہ بقیہ تراجم ملاحظہ کریں:

☆ ''نہیں بھاگ سکتے اس کے لیے بڑا زور چاہیے۔'' (سید مودودی)

☆ ''اور زور کے سوا تم نکل سکتے ہی نہیں۔'' (مولوی فتح جالندھری)

☆ ''مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں)۔'' (مولوی اشرف علی تھانوی)

قارئین کرام! غور کریں کہ یہ تینوں تراجم انسان کو زمین کے کناروں سے نکلنے کی نفی کر رہے ہیں جب کہ انسان زمین کے کناروں سے نکل چکا ہے اور آپ جب بھی ہوائی جہاز کا سفر شروع کرتے ہیں، زمین کے کناروں کو خدا حافظ کہہ دیتے ہیں، انسان کے بنائے ہوئے راکٹ اور سیارے چاند اور مریخ پر پہنچ رہے ہیں، تو کیا قرآن مجید کے خلاف یہ عمل ہوا؟ نہیں، قرآن کریم تو ارشاد فرما رہا ہے کہ نکل سکو تو نکل جاؤ، جہاں بھی نکل کر جاؤ گے، اسی رب کی سلطنت ہے۔'' امام احمد رضا کے ترجمے کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ امام موصوف دینی معلومات کے ساتھ ساتھ عقلی اور سائنسی پہلوؤں کو بھی ترجمہ کرتے وقت اپنے پیشِ نظر رکھتے ہیں جس کے باعث سائنسی شعور رکھنے والا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ ہر علم قرآن میں موجود ہے یا قرآن ہر علم کے متعلق نشاندہی کرتا ہے۔

قارئین کرام! علمِ ارضیات کے ایک قانون Plate-Tectonic کے تحت تمام بر اعظم نیچے موجود سیال کے اوپر، بہت آہستہ آہستہ حرکت کر رہے ہیں جس کے باعث بر اعظم ادھر سے ادھر حرکت کرتے ہیں جس کے باعث بعض جگہ زمین پھیلتی جاتی ہے، بعض جگہ سکڑتی جاتی ہے۔ قدرت نے اس عمل کو سرۃ النزعت میں مختصراً بیان کیا:

والارض بعد ذلك دحاها (النزعات:۳۰)

ترجمہ: ''اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔''

اس آیت میں "دحاھا" کے لفظ کو جب تک نہیں سمجھا جائے گا کوئی مترجم اس کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتا۔ امام احمد رضا کو اللہ نے چونکہ بے شمار علوم وفنون میں مہارت اور دسترس عطا کی تھی، وہ قدرت کے اس علم کو جان گئے کہ ہر بر اعظم کسی نہ کسی جگہ اوپر اٹھ رہا ہے یا پانی سے باہر آ رہا ہے۔

جس طریقے سے کراچی کے ساحل کا رقبہ برابر بڑھ رہا ہے کہ سمندر پیچھے جا رہا ہے، زمین اُٹھ رہی ہے، اس سارے عمل کے باعث زمین پھیلتی ہے اور لفظ "دحاھا" اس عمل کی نشاندہی کر رہا ہے۔ جس کے باعث زمین پھیلتی ہے۔ جس کو صرف امام احمد رضا نے سمجھا جب کہ اور مترجمین کیونکہ اس علمِ ارضیات سے واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے وہ اس کی معنویت اور گہرائی کو نہ پہنچ سکے اور وہ آیت کی صحیح سائنٹفک ترجمانی بھی نہ کر سکے۔ مثلاً بقیہ مترجمینِ قرآن کے تراجم ملاحظہ کریں:

☆ ''اور اس کے بعد زمین کو اس نے بچھایا۔'' (مولانا مودودی)

☆ ''اور اس کے علاوہ زمین کو بچھایا۔'' (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

☆ ''اور زمین کو پیچھے اس کو بچھایا۔'' (مولوی اشرفعلی)

☆ ''اور جس نے زمین کو بچھایا۔'' (وحید الزمان)

قارئین کرام! قرآن مجید کی آخری سورتیں اور ان کی آیات میں ایک عجیب صوتی حسن اور سلاست، ترنم پایا جاتا ہے جس طرح شاعری میں ردیف اور قافیہ غزل کا اہم ترین جزو ہوتے ہیں جن کے باعث غزل میں جو بات بیان کی جا رہی ہوتی ہے، اس سے سامعین بہت محظوظ ہوتے ہیں، اسی طرح آپ قرآن مجید کا صوتی حسن ملاحظہ کریں:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ (سورۃ النازعات: ۱ تا ۴)

امام احمد رضا نے ترجمہ کے اندر اس صوتی حسن اور سلاست کو بھی قائم رکھا ہے۔

ترجمہ: ''قسم ان کی سختی سے جان کھینچیں۔ اور نرمی سے بند کھولیں۔ اور آسانی سے پیریں۔ پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔''

اسی طرح سورۃ البلد کی آیات ملاحظہ کریں:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ (البلد: ۸ تا ۱۰)

ترجمہ: ''کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔ اور زبان اور دو ہونٹ، اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی۔'' (کنزالایمان)

اب ملاحظہ کریں مولوی اشرفعلی اور محمود الحسن دیوبندی کے تراجم، سورۃ البلد کے حوالے سے:

☆ ''کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں۔ اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ اور (پھر) ہم نے اس کو دونوں رستے (خیر و شر کے) بتلا دیئے۔'' (مولوی اشرفعلی تھانوی)

☆ ''بھلا ہم نے نہیں دیں اس کو دو آنکھیں۔ اور زبان اور دو ہونٹ۔ اور دکھلا دیں اس کو دو گھاٹیاں۔'' (مولوی محمود الحسن دیوبندی)

قارئین کرام! یہ دونوں مترجم لفظ ''نجد'' کے معنی کو نہیں پا سکے جس کے باعث ترجمہ بھی غلط کر دیا اور سورۃ البلد کے استفہام کی لذت بھی مسخ ہو گئی۔ مولوی اشرفعلی نے ''نجد'' کے معنی خیر و شر کے رستے بتا دیئے جب کہ مولوی محمود الحسن دیو بندی نے ''النجد'' کے معنی دو گھاٹیاں (وادیاں) بتا دیں۔ آپ آیات دوبارہ پڑھیں کہ یہ آیات انسان کے کس وقت کی نشاندہی کر رہی ہیں اور نجد کے اصل معنی کیا ہیں۔ آیات بتا رہی ہیں کہ اس کو اللہ نے دو آنکھیں دیں، ایک زبان اور دو ہونٹ، اگلی آیت میں راہ کا تعین ہے اور وہ ہے دو ابھری ہوئی جگہیں۔ یہ اصل میں اشارہ ہے اس گود کے بچے کی طرف کہ جب وہ اپنے ان دو ہونٹوں سے ماں کے سینے پر دو ابھری جگہوں میں اپنی غذا کی راہ پاتا ہے۔ ماں کا یہ پستان گھاٹیاں نہیں ہیں اور نہ ہی خیر و شر کے دو راستے بلکہ یہ اس کے سینے پر دو ابھری چیزیں ہیں جس کو ہم پستان کہتے ہیں اور عربی میں لفظ ''نجد'' کے معنی ہی ہیں بلند جگہ کے ہیں اور عربی میں Plateau یعنی ابھری ہوئی زمین کو نجد کہتے ہیں۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا ترجمہ کرتے وقت ایک ایک بات کا خیال رکھتے ہیں اور یہاں لفظ پستان بھی نہیں لائے بلکہ دو ابھری چیزوں کے ساتھ ترجمہ کر کے فصاحت و بلاغت کو بھی قائم رکھا۔ اور شرم و حیا کا بھی پاس رکھا اور حسن سلاست بھی قائم ہے جب کہ دیگر مترجمین ''نجد'' کی اصطلاح کی گہرائی تک ہی نہ پہنچ سکے۔

اس تفصیل کے بعد اب یقین و اعتماد کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کا ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' اردو زبان میں سب سے بہتر اور مستند ہے۔ کیونکہ آپ نے ہر آیت کا ترجمہ بہت احتیاط کے ساتھ کیا ہے کہ جب کہ اور مترجمین کے قلم سے لغزشیں بھی ہوئی ہیں مگر آپ کا ترجمہ ہر قسم کی اغلاط اور لغزشوں سے پاک ہے۔ دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ آپ نے آیت کے موضوع کے لحاظ سے ترجمہ میں اصطلاح استعمال کی ہے تا کہ اس علم کا جاننے والا ترجمہ کے ذریعہ اس علم کی گہرائی اور گیرائی تک رسائی حاصل کر سکے اور جان سکے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام علوم و فنون کے اصول و ضوابط کا قرآن میں ذکر کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ آپ نے بوقت ضرورت محاورات کا استعمال کیا ہے، غیر ضروری محاورات کا اور غیر ضروری توضیحی ترجمہ سے بھی پرہیز کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ ترجمہ بامحاورہ بھی قائم رہے اور قارئین اس آیت کی منشائے الٰہی کو بھی پا سکیں جو ترجمہ کا اصل مقصد ہے۔ آخر میں ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین کے پی ایچ۔ڈی کے مقالے ''قرآن حکیم کے اردو تراجم'' سے ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں جو انہوں نے امام احمد رضا کے ترجمہ سے متعلق لکھا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

''امام احمد رضا قرآن میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے۔ امام احمد رضا کا شمار عالم اسلامی کے ان خواص علماء میں ہوتا ہے جن کی قامت پر ''رسوخ فی العلم'' کی قبا راست آتی ہے۔ قرآن کریم

سے ان کو غیر معمولی شغف تھا، انہوں نے اللہ کے کلام سے برسوں تدبر کیا۔ اسی مسلسل تدبیر وفکر کا نتیجہ تھا کہ امام احمد رضا کو قرآن پاک سے خاص نسبت ہوگئی اور ان کا ترجمہ قرآن ان کے برسوں کے فکر وتدبر کا نچوڑ ہے۔"

---

# کنز الایمان اور تفہیم القرآن: تجزیاتی مطالعہ

■ علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری

قرآنِ مجید واحد کتاب ہے جس کی تلاوت باعث اجر و ثواب اور اس پر عمل رفعت و سرفرازی کا اہم زینہ ہے یہ کتاب جسمانی اور رُوحانی بیماریوں سے شفا کا اہم ذریعہ بھی ہے۔ اور طہارت و تزکیہ کے حصول کی ضمانت بھی۔

الہامی کتب کی یہ آخری سوغات کتاب ہدایت ہے اور تقدیس خداوندی ناموس رسالت اور احترام مسلم کی حفاظت کا سامان بھی۔

قرآن مجید کا نزول اس زبان میں ہوا جو اس کے پہلے مخاطبین اور اس رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان ہے یعنی عربی۔

اور یہی بات رحمت خداوندی کا تقاضا اور حکمت الٰہیہ کا مطلوب رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نمائندے (رسل عظام) اسی زبان کے ساتھ تشریف لائے، جو ان کی قوم اور اس ماحول میں بسنے والی قوم کی زبان تھی جہاں ان کو مبعوث کیا گیا۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط (سورۃ ابراہیم آیت ۴)

''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے۔''

لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خاتم النبیین بن کر اور ختم نبوت کے تاج سے سرفراز ہو کر تشریف لائے بلکہ عالمگیر اور دائمی پیغام رسالت آپ کا طرّۂ امتیاز ہے۔

آپ کی نبوت و رسالت کے دامن رحمت سے وابستہ لوگ قوم نہیں، اقوام ہیں، لغت واحدہ نہیں لغات متعددہ کے حامل ہیں اس لیے جہاں یہ بات ضروری ہے کہ قرآن مجید، تلاوت و قرأت اور اثر آفرینی کے اعتبار سے اپنی اصل زبان (عربی) میں قائم و ثابت رہے اور ہر قسم کے

دست بُرد سے محفوظ رہے اور اس عظیم مقصد کے لیے اس کو تحفظ کے حصار میں لیا جائے اور یوں اعلان کر دیا جائے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (سورة حجر آیت ۹)

"بے شک ہم نے اُتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔"

وہاں منشائے خداوندی یہ بھی ہے کہ اس کے افادہ و استفادہ کو عام کرنے کے لیے اس کو دوسری زبانوں میں منتقل کیا جائے تاکہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب اور عرب و عجم کے لوگ اس کی ہدایت کو حرز جان بنا کر "ھُدًی لِّلنَّاسِ" کے اعلان خداوندی پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دیں اور کائنات انسانیت ضلالت و گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے کے بجائے شاہراہ ہدایت پر جادۂ پیماں بھی ہو جائے۔ اسی عظیم مقصد کے حصول کے لیے دیگر زبانوں کی طرح اردو میں بھی قرآن مجید کے تراجم لکھے گئے اور برصغیر کے لوگوں کے لیے قرآن مجید کی راہ آسان کر دی گئی۔

کسی مضمون کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرتے ہوئے جہاں لغت کا خیال رکھنا پڑتا ہے وہاں یہ بات پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ ہر زبان کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں ایک لفظ عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے تغیرات مختلف ہوتے ہیں۔

جب ہم اس کو اردو زبان میں منتقل کرتے ہیں تو اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے کہ یہاں کونسی تعبیر مناسب ہے اور ایسی تعبیر سے بچنا لازم ہو جاتا ہے جس سے تقدیس خداوندی یا ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف آئے یا منشائے خداوندی کی نفی ہوتی ہو۔

مثلاً لفظ مکر عربی زبان میں معیوب نہیں کیونکہ اس کا معنی خفیہ تدبیر ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں یہ لفظ مخالفین اسلام کفار کے لیے ذکر فرمایا وہاں اپنی ذات کے لیے بھی ذکر فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط (سورۂ آل عمران: ۵۴)

لیکن اردو زبان میں لفظ "مکر" فریب اور دھوکہ دہی کے لیے استعمال ہوتا ہے کہا جاتا ہے فلاں شخص بڑا مکار ہے گویا اردو زبان میں یہ لفظ کفار کے لیے تو استعمال کیا جا سکتا ہے منافقین پر تو چسپاں ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا شان کے لیے اس کا استعمال ممنوع ہے۔ اس لیے یہاں خفیہ تدبیر والا ترجمہ کرنا ہی مناسب اور ادب کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

لفظ "ضال" کا ایک معنی "گمراہ" ہے تو اس کے ساتھ ساتھ دیگر کئی معانی بھی ہیں اگر یہ لفظ

گمراہ لوگوں کے لیے استعمال کیا جائے تو اس سے گمراہی مراد لینا اور اردو ترجمہ میں لفظ گمراہ کا استعمال درست ہوگا لیکن جب یہی لفظ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوا تو یہاں اس معنی کو ترک کرنا فرض ہوگیا ورنہ معاذ اللہ ہادی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب ہی نہیں خلاف وضع بات بھی لازم آئے گی کہ جس ذات کو ہادی بنا کر بھیجا گیا اس ذات کے لیے اس کے برعکس معنی کا استعمال کر کے مقصد نبوت ورسالت کی نفی کا جرم عظیم بھی لازم آئے گا۔

برصغیر میں مختلف مکاتب فکر کے زعما اور قائدین نے قرآن مجید کو اردو قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی اور بزعم خویش امت کی راہنمائی کا قصد وارادہ کیا لیکن یہ بات افسوس سے کہنا پڑتی ہے کہ ان لوگوں کے تراجم میں بعض مقامات مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہوئے اور جن ذوات کی عزت واحترام کو دین پر عمل کی بنیاد قرار دیا گیا تھا اور "وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ" (سورہ فتح آیت ۹)

"اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو"

ایسے اہم اعلان کے ذریعے ملتِ اسلامیہ کو ناموس رسالت اور یہودیوں کی اعتقادی بد اعتدالیوں کی طرف وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ (سورۃ انعام آیت ۹۱)

"اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی"

کے ذریعے اشارہ کر کے امت مسلمہ کو تقدیس خداوندی اور ناموس رسالت کے تحفظ کے نورانی پرچم کو تھامنے کی طرف متوجہ کیا گیا تھا ان تراجم نے امت مسلمہ کو اس سے محرومی کی راہ دکھائی جب کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فقیہ اسلام مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کی فکر رسا کے نتیجے میں "کنز الایمان" کے نام سے ایک ایسا ترجمۂ قرآن منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا جو ان تمام خوبیوں کا حامل ہے جن کا کسی ترجمۂ قرآن میں ہونا ضروری ہے اور ان تمام خرابیوں سے مبرا ہے جو دیگر تراجم میں نظر آتی ہیں۔

برصغیر کے تراجم قرآن اور کنز الایمان کے درمیان تقابلی جائزہ متعدد بار علمائے کرام نے پیش کیا اور دلائل کی روشنی میں کنز الایمان کی عظمت اور افادیت کو ثابت کیا ہے۔

مولانا مودودی ایک خاص فکر کے حامل لوگوں کی امارت وقیادت کے منصب پر فائز ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا تعارف دیگر ممالک میں بھی ہے انہوں نے تفہیم القرآن کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھی لیکن افسوس! کہ انہوں نے بھی بعض مقامات پر ٹھوکر کھائی اور تقدیس خداوندی اور ناموس رسالت کے تقاضوں کو نظر انداز کر گئے۔

ہم نے اسی سلسلے میں چند آیات کا انتخاب کیا ہے جن کے حوالے سے کنز الایمان اور تفہیم القرآن کا تقابلی جائزہ پیش کیا جارہا ہے یقیناً اسے پڑھنے کے بعد کوئی بھی منصف مزاج شخص اس اقرار سے فرار کی راہ اختیار نہیں کرسکتا ہے کہ اس سلسلے میں فکرِ رضا ہی فکر رسا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ۱۵ میں ارشادِ خداوندی ہے:

"اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ" اس کا ترجمہ مولانا مودودی نے یوں کیا ہے "اللہ ان سے مذاق کرتا ہے"۔

جب کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے)"۔

یقیناً استہزا کسی کو ہلکا سمجھنا ہے، مذاق کے اندر بھی دوسرے کی تحقیر ہوتی ہے۔ لیکن یہاں استہزا کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہو رہی ہے۔ اس لیے ادب کا تقاضا یہی تھا کہ اس کا معنی مذاق نہ کیا جائے یہی لفظ اس سے پہلے آیت نمبر ۱۴ میں کفار کے قول کے طور پر مذکور ہے کہ وہ اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں۔

"اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ" یہاں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں ترجمہ فرمایا۔

"ہم تو یوں ہی ہنسی کرتے تھے"

یہ وہ خوبی ہے جو کنز الایمان کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتی کیونکہ کفار یا کسی عام آدمی کا ہنسی مذاق کرنا ان کی شان کے خلاف نہیں لہٰذا اسی لفظ کا یہ ترجمہ فرمایا لیکن چونکہ ہنسی مذاق کا عمل اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے لہٰذا آپ نے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے یہ ترجمہ نہیں فرمایا۔ اس لیے امام بیضاوی رحمۃ اللہ نے یہاں تفصیلی بحث کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے استہزا کا بدلہ دیتا ہے۔

سورۃ النمل میں ارشاد خداوندی ہے:

وَمَکَرُوْا مَکْرًا وَّمَکَرْنَا مَکْرًا (سورۃ النمل آیت ۵۰)

یہاں مودودی صاحب ترجمہ کرتے ہیں:

"یہ چال تو وہ چلے پھر ایک چال ہم نے چلی"۔ لفظ چال کا اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ذوق سلیم پر کتنا بھاری اور ادب کی دنیا سے کس قدر بیگانہ ہے۔ حالانکہ خود مودودی صاحب سورۂ آل عمران میں اس کا ترجمہ خفیہ تدبیر سے کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہاں آکر وہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا مناسب ترجمہ خفیہ تدبیر ہی ہے یقیناً کچھ اعتقادی کمزوری ہے جس نے نسیان یا ذہول کی

کیفیت پیدا کردی۔

اس موقع پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ترجمہ فرماتے ہیں:

''اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی۔'' (سورۃ النمل آیت ۵۰)

کتنا پُر حکمت انداز ہے کفار کے لیے ان کے مناسب اور ذات باری کے لیے اس کے شایانِ شان ترجمہ فرمایا۔

جبکہ مودودی صاحب نے سورۃ آل عمران میں خفیہ تدبیر والا معنی کیا لیکن کفار کے لیے بھی یہی لفظ استعمال کیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے بھی۔ (دیکھیے تفہیم القرآن سورۂ آل عمران آیت ۵۴)

یعنی نمل میں اللہ تعالیٰ اور کفار دونوں کے لیے لفظ چال کا استعمال اور سورۂ آل عمران میں دونوں کے لیے خفیہ تدبیر والا ترجمہ کر کے امتیاز کی راہ اختیار کرنے سے بھی گریز کیا۔

سورۂ اعراف کی آیت ۹۹ میں ارشاد خداوندی ہے:

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

یہاں بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ تعالیٰ کے لیے خفی تدبیر کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں جب کہ مودودی صاحب نے اللہ تعالیٰ کے لیے ''چال'' کا لفظ استعمال کیا جبکہ ''چالباز'' لفظ کا استعمال ایک دین دار مسلمان کے لیے بھی جائز نہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان کے لیے کیسے مناسب ہو سکتا ہے؟

سورۂ اعراف آیت ۸۸ میں ارشاد خداوندی ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۔

یہاں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ اس طرح ہے:

''اس کی قوم کے متکبر سردار بولے، اے شعیب! قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آ جاؤ''

مودودی صاحب یہاں ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے ورنہ تم لوگوں کو ہمارے دین میں واپس آنا ہوگا۔''

غور کیجیے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ بھی جانتے تھے کہ ''لتعودن'' کا معنی بظاہر واپس آنا یا لوٹنا ہے لیکن آپ کی ایمان افروز بصیرت نے آپ کو ''واپس آنے'' والے ترجمہ سے روکا کیونکہ واپسی وہاں ہوتی ہے جہاں سے آدمی جاتا ہے تو معاذ اللہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے ان لوگوں کے دین پر تھے جو کفر تھا۔ اور اب ان

کو واپس بلایا جارہا ہے اس لیے آپ نے "واپس آنا ہوگا" کی بجائے یوں ترجمہ فرمایا "تم ہمارے دین میں آجاؤ"
جب کہ مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ ورنہ تم لوگوں کو ہمارے دین میں واپس آنا ہوگا۔
مفسرین کرام نے یہاں تفصیلی گفتگو کی ہے جس سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے ترجمہ کنز الایمان کی تصدیق وتائید ہوتی ہے۔
مفسرین نے لکھا ہے کہ "عاد یعود" "صار یصیر" کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی لوٹنے کی بجائے معنی "آنا" مراد ہوتا ہے۔
(راقم (محمد صدیق ہزاروی) نے اپنے کتابچہ "کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں" مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور میں اس کی تفصیل نقل کی ہے)
حضرت آدم علیہ السلام کا مشہور واقعہ یعنی جنت کے درخت سے کھانے کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے: وَعَصیٰٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۱)
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مقام نبوت کے آداب اور ناموس نبی کی حفاظت کو سامنے رکھتے ہوئے اس آیت کا یوں ترجمہ فرمایا:
"اور آدم (علیہ السلام) سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔"
اس مطلب کے حوالے سے صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:
"اور اس درخت کے کھانے سے دائمی حیات نہ ملی پھر حضرت آدم علیہ السلام توبہ و استغفار میں مشغول ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کی۔"
(تفسیری حاشیہ خزائن العرفان)

مودودی صاحب نے یوں ترجمہ کیا۔
"آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گئے۔"
"آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی' تاجدار بریلی کا یہ ترجمہ کوثر وتسنیم میں ڈھلی ہوئی زبان اور ناموس رسالت کے تحفظ کا آئینہ دار ہے۔"
جبکہ مودودی صاحب حضرت آدم علیہ السلام کو نافرمان قرار دے رہے ہیں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا قرار دے رہے ہیں۔ یہ ترجمہ عظمت نبوت کے سراسر خلاف اور ادب واحترام کی دنیا سے بیگانگی کا ثبوت ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں:

"بس ایک فوری جذبے نے جو شیطانی تحریص کے زیر اُبھر آیا تھا ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے"۔

"معصیت" اور "پستی میں گرنے" کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ بلاشبہ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ الفاظ ان کو عام انسانوں جیسے بشر سمجھنے کی فکر کے عکاس بھی ہیں۔

ہم نے چند مثالوں کے ذریعے قارئین کو یہ بات بتانے کی کوشش کی ہے کہ کنزالایمان کی عظمت، افادیت، فرق مراتب کا لحاظ اور دیگرے شمار محاسن نے اس ترجمہ کو تمام اردو تراجم میں منفرد مقام عطا کیا ہے اور یہ ترجمہ مترجم کے حسن اعتقاد، فکر آخرت اور اللہ تعالیٰ اور رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور ان کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے۔

---

# کنزالایمان کا اردو تراجم میں مقام

■ ڈاکٹر طاہر القادری

قرآن کریم کے ادنی طالب علم کی حیثیت سے اور بغیر کسی مخصوص وابستگی کے یہ حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا خان کے کئے ہوئے ترجے "کنزالایمان" کو تمام تراجم میں جو شاہ رفیع الدین کے دور سے لے کر آج تک کے دور میں چلے آئے ہیں، اس قرآنی ترجے کو چھ اعتبارات سے منفرد اور ممتاز پایا، گو اس کے علاوہ بھی کئی اعتبارات ہو سکتے ہیں لیکن یہاں کنزالایمان کے ۶ رممتاز اور پہلوؤں کا ذکر کروں گا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) پہلا پہلو: کنزالایمان کا اسلوب ترجمہ ہے۔

(۲) دوسرا پہلو: اس ترجمہ کا انداز بیان ہے۔

(۳) تیسرا پہلو: اس ترجمہ کی جامعیت، معنویت اور مقصدیت ہے۔

(۴) چوتھا پہلو: قرآن کریم کے صوتی حسن اس کی سلامت و ترنم و نغمگی کو ترجمہ میں برقرار رکھنا ہے۔

(۵) پانچواں پہلو: اس ترجمہ کا فہم و تدبر ہے۔

(۶) چھٹا پہلو: اس ترجمہ میں ادب الوھیت اور ادب رسالت کا دامن کہیں سے بھی علیحدہ نہیں ملتا۔

## کنزالایمان کا پہلا امتیازی پہلو: اسلوب ترجمہ :

پاک و ہند میں اردو زبان میں ترجمے کے دو اسلوب مروج ہیں، پہلا اسلوب جس میں قرآن پاک کا ترجمہ اردو زبان میں لفظی ترجمہ کی کوشش ہوا جس میں قرآن مجید کے ہر ہر لفظ کے نیچے اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے اور اس عبارت کے تسلسل، اس کی روانی اور ربط و ضبط کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے۔ ایسے ترجموں سے پڑھنے والا ہر ہر لفظ کے معنی سے تو باخبر ہو جاتا ہے لیکن جب ایک، عبارت سمجھ کر پڑھتا ہے تو ربط قائم نہیں رہتا اور مضمون کی روانی اور اس کا تسلسل بھی ٹوٹ جاتا ہے اور پڑھنے والا مضمون میں اس سے پہلے اور بعد والی گفتگو میں ربط نہیں پاتا اور یوں قرآن کے حسن و کلام کا جو تصور وہ اپنے ذہن میں لے کر قرآن کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ اس لفظی ترجمہ کو پڑھنے کے بعد کھو دیتا

ہے کیونکہ اس کو اس لفظی ترجمے میں ربط وضبط کا تسلسل روانی کا فقدان ملتا ہے۔

دوسرا اسلوب جس میں قرآن کا ترجمہ اردو زبان میں با محاورہ کیا گیا اس ضرورت کے تحت کہ لفظی ترجمے سے مضمون کا تسلسل قائم نہیں ہو پاتا ہے، تو بعد کے مترجمین نے با محاورہ ترجمہ کی طرف توجہ دی، لیکن اس با محاورہ ترجمے میں بھی اکثر مترجمین نے اس کے فہم وتدبر کی طرف توجہ کے بجائے اس کی زبان دوزی پر توجہ دی اور طرح طرح کے محاورات اور مضمون نگاری کو ترجمے میں استعمال کیا، جس کے نتیجے میں قرآن کا صحیح فہم اور اس کا ربط وضبط پڑھنے والے کے ذہن میں منتقل نہ ہوسکا اور اس طرح قرآن کا مفہوم صرف با محاورہ ترجمہ کرنے سے بھی کما حقہ پورا نہ ہوسکا۔

اس طرح پاک وہند میں اردو زبان کی دنیا میں بعض تراجم لفظی اسلوب پر اور بعض صرف با محاورہ اسلوب پر لکھے گئے۔ جب کہ خود قرآن کا اسلوب نہ تو صرف لفظی ہے اور نہ صرف با محاورہ۔ کیوں کہ یہ کلام الٰہی ہے اس لئے اس کا ایک جداگانہ اسلوب ہے اور قرآن کے اس اسلوب کو کوئی بھی مترجم نہ تو لفظی ترجمہ کرنے والے اس کو اپنے اندر سمو سکے اور نہ با محاورہ ترجمہ کرنے والوں کے ترجموں میں اس کا اسلوب پایا گیا۔ امام احمد رضا خان نے قرآن کریم کا اردو زبان میں ایک ایسا ترجمہ ''کنز الایمان'' کے نام سے تخلیق کیا جو لفظی نقائص سے بھی پاک وصاف ہے اور با محاورہ ترجمے کے حسن سے بھی واقف ہے۔ کنز الایمان میں ترجمہ اس انداز سے کیا گیا کہ وہ نہ جدید اسلوب کے لحاظ سے با محاورہ ہے اور نہ قدیم اسلوب کے لحاظ سے صرف لفظی ہے۔ اس ترجمہ کا ایک اپنا اسلوب ہے کہ اس میں لفظی ترجمے کے کمالات کے حوالے سے قرآن پاک کے ہر ہر لفظ کا مفہوم ہے اور ایسا مفہوم کہ پڑھنے کے بعد کسی لغت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور با محاورہ ترجمے کے حسن کو بھی اس انداز سے سمیٹا ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد کسی قسم کا بوجھ عبارت کے اندر باقی نہیں رہتا امام احمد رضا خان کے ترجمے کو اگر یوں کہا جائے کہ یہ قرآن کے اپنے اسلوب سے قریب ترین ہے تو غلط نہ ہوگا، مثلاً باری تعالیٰ کا سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۹ میں ارشاد ''واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتو ابغیظکم۔ امام احمد رضا خان نے اس آیت شریفہ کا ترجمہ یوں کیا ''کہ جب اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصے سے، تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی گھٹن میں'' اس میں دو لفظ قابل توجہ ہیں۔ عضو اور غیظ جو کہ آیت میں دو دفعہ استعمال ہوا، عضو جو کہ عربی زبان کا لفظ ہے اس لفظ کا ترجمہ عام مترجمین نے یوں کیا ہے کہ ''غصے سے اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے'' حالانکہ۔ عضو کا ترجمہ کاٹ کاٹ کر کھانا درست نہیں بلکہ اس کا اصل مطلب انگلیوں کو چبانا ہے۔ امام احمد رضا تمام مترجمین کی صف میں واحد مترجم ہیں جنھوں نے۔ عضو کی صحیح

ترجمانی کرتے ہوئے۔ عضو کا ترجمہ یوں کیا کہ ''تم پر انگلیاں چبائیں غصے سے''۔ دوسرا لفظ قابل غور ہے ''غیظ'' جو کہ آیت میں دو دفعہ استعمال ہوا ہے، امام راغب اس سے پہلے غیظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' کہ غیظ، شدید غصے کی حالت میں ناکام'' تو عام مترجمین نے اس آیت میں دونوں جگہ غیظ کا ترجمہ غصہ کیا ہے پہلے ''غیظ'' کے لئے تو لفظ غصہ مناسب ہے لیکن دوسری دفعہ جو استعمال ہوا اسی مضمون میں، تو کسی کا ذہن بھی معنوی عظمت کے اس کمال تک نہ پہنچ سکا کہ پہلا غیظ تو شدت وغضب کی نشاندہی کررہا ہے اور دوسرا غیظ طبیعت کی اس گھٹن کی طرف نشاندہی کررہا ہے کہ جو غصے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ امام راغب نے اس آیت میں دوسری مرتبہ غیظ کا جو لفظ استعمال کیا ہے اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'' جب غصہ شدت اختیار کرجائے تو اس کے نتیجے میں جو طبیعت میں گھٹن پیدا ہوتی ہے کہ جب آدمی نہ کچھ کرسکتا ہے نہ خاموش رہ سکتا ہے گھٹن کی اس کیفیت کو بھی غیظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس دوسرے غیظ کے لئے آیت کا پہلا غیظ سبب ہے اور پہلے غیظ کیلئے آیت میں دوسری مرتبہ غیظ کا لفظ اس کا نتیجہ ہے چنانچہ امام احمد رضا خان اپنے ترجمے میں پہلے غیظ کو اس آیت میں غصے سے تعبیر کیا، اس لئے کہ یہ سبب تھا اور دوسرے غیظ کو نتیجے سے تعبیر کیا اور اس غیظ کا ترجمہ کیا '' کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں'' قربان جائیے امام احمد رضا خان کی عظمت، پر اور داد دیجئے'' کنزالایمان'' کی منتہائے کمال کو، کہ عربی لغت کی تمام تفصیلات کو غیظ کے دو لفظوں کے ترجمہ میں پیش کردیا کہ آپ اس جگہ واحد مترجم ہیں کہ پہلے غیظ کو غصہ اور دوسری مرتبہ غیظ طبیعت میں گھٹن سے تعبیر کرتے ہیں۔ یوں امام احمد رضا نے لفظی ترجمہ کیا لیکن اس کے نقائص کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیا اور بامحاورہ بھی کیا لیکن کثرت محاورات کے استعمال کے بوجھ کو بھی ختم کردیا۔

**کنز الایمان کا دوسرا امتیازی پہلو: نداز بیان:**

قرآن پاک کا ترجمہ انداز بیان کے اعتبار سے بھی دو طرح ہوسکتا ہے۔ یا تو انداز تحریری ہوسکتا ہے یا تقریری ہوسکتا ہے۔ تحریری انداز کی ایک اپنی چاشنی ہوتی ہے اور تقریری انداز کی اپنی چاشنی ہوتی ہے۔ قرآن پاک نہ تو معروف اصطلاح میں تقریری انداز میں اترا تھا اور نہ معروف اصطلاح میں تحریری انداز میں نازل ہوا تھا۔ بے شک قرآن کریم رسول پاک سے خطاب تھا، اہل مکہ سے خطاب تھا، اہل مدینہ سے خطاب تھا، عالم کفر سے خطاب تھا، عالم انسانیت سے خطاب تھا۔ گویہ خطاب تھا لیکن قوانین وہدایت کا مجموعہ تھا یہ ہدایت وقوانین رفتہ رفتہ نبی پاک ﷺ کی جانب بھیجے جارہے تھے اور خطاب کے انداز میں گفتگو ہورہی تھی۔ قرآن کا یہ بھی اپنا اسلوب ہے کہ کبھی خطاب حاضر کے صیغہ میں کرتا ہے، کبھی متکلم کے صیغہ میں، کہیں واحد کے صیغے میں، کہیں جمع کے صیغے میں

خطاب کرتا ہے۔ کبھی نصیحت کرتا ہے، کبھی امر کا حکم دیتا ہے، کبھی اچانک لہجہ سخت ہو جاتا ہے، کبھی اچانک لہجہ نرم ہو جاتا ہے۔ تو قرآن کے اس لہجہ کو نہ تو مطلق تحریری کہہ سکتے ہیں اور نہ مطلق تقریری کہہ سکتے ہیں۔ آزاد ترجمانی کرنے والے علماء نے یہ کہا کہ چونکہ قرآن تقریر کے انداز میں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ قرآن کے معنی و مفہوم کو مربوط انداز کے ساتھ پیش کرنے کے لئے اس کے انداز کو ترجمہ میں تحریری کیا جائے اور تقریر کے انداز کو تحریر کے انداز میں کرنے کی بعض علماء کو ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ان کے سامنے امام احمد رضا خان کا ترجمہ کنز الایمان موجود نہ تھا اور اس انداز میں یہ آشکار ہوتا ہے کہ علماء نے ان تراجم کو دیکھا تھا جو تراجم اپنے اپنے اسلوب میں قرآن کے نظم اس کے ضبط اور ربط کو قائم نہ رکھ سکے اگر امام احمد رضا خان کا ترجمہ پیش نظر ہوتا تو تقریر کو تحریر کے انداز میں بدلنے کی ضرورت کبھی پیش نہ آتی۔

یہ درست ہے کہ اللہ رب العزت کا کلام اس کی ذات اور اوصاف کے کمالات کا آئینہ دار ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدائی ذات بعض نیک بندوں کی روحوں کو اپنی صفاتی تجلیات اور صفاتی فیضان سے منور بھی کیا کرتی ہے اور یہ عین ممکن ہے وہ ذات کسی پر اپنا اس طرح لطف و کرم کرے کہ وہ اپنے کلام کی حقانی تجلیات سے کسی شخص کے ترجمہ کو اپنا آئینہ دار بنادے اور جو حسن و کمال اس کے کلام میں جھلکتا ہے اس کا مظہر کسی کے ترجمے کو بنادے اور جب خدا کا یہ فیضان امام احمد رضا خان پر ہوا تو انھوں نے قرآن کی تقریر کو تحریر میں نہیں بدلا بلکہ قرآن کا جو اسلوب تھا اس کو قائم رکھا۔ ان کا کیا ہوا ترجمہ ''کنز الایمان'' نہ صرف تقریری اسلوب رکھتا ہے اور نہ صرف تحریری اسلوب رکھتا ہے بلکہ قرآن کے اسلوب کو مدنظر رکھ کر اس اسلوب کے مطابق ترجمہ کیا ہے کہ ترجمہ پڑھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ قرآنی آیت کا ایک ایک لفظ ترجمہ کرنے والے کی روح پر اتر اتر کر اپنے فیضان سے اس کی روح کو فیضیاب کر رہا ہے اب سورہ لقمان کی اس آیت کا ترجمہ پڑھئے۔ یٰبُنَیَّ اقِمِ الصَّلٰوۃ وامُر بِالمعرُوفِ وانه عنِ المُنکر واصبر علی مآاصابک ان ذالک من عذم الامور اولا تصعر خدك للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللّٰه لایُحِبّ کل مختال فخور واقصدفی مشیک واغضض من صوتک اِنّ انکر الاصوات لصوت الحمیر ۔ ترجمہ، اے میرے بیٹے نماز قائم کر اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو افتادہ تجھ پر پڑے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت کے کام ہیں، اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسار کج نہ کر، اور زمین میں اتراتا نہ چل، بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا، فخر کرتا، اور میانہ

چال چل، اور اپنی آواز کچھ پست کر، بیشک سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی۔ اب یہ جو اسلوب ترجمہ اور اندازِ بیان ہے، نہ تو تقریری ہے اور نہ تحریری، بلکہ دونوں سے جدا ہو کر حسن ولطف وچاشنی قرآن کی آیت میں تھا وہ حسن وچاشنی اس ترجمہ میں بھی دکھائی دے رہی ہے۔

**کنزالایمان کا تیسرا امتیازی پہلو: جامعیت، معنویت، اور مقصدیت:**

جو معنویت قرآن کریم کے الفاظوں اور اس کی آیت میں ہے اگر تعصب کے پردے اٹھا کر اس ترجمہ کا مطالعہ کیا جائے تو واللہ اسی معنویت کا رنگ اس ترجمہ میں بھی دکھائی دیتا ہے، باری تعالی کا ارشاد ہے، ذلك الكتاب لاريب فيه اس کا عام ترجمہ تمام مترجمین نے یہ کیا کہ ''یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں'' اہل علم جانتے ہیں، کہ ذالک اسم اشارہ بعید ہے گو قرآن تو پڑھنے والے قریب ہے، سننے والے کے بھی قریب ہے لیکن قرآن میں اشارہ قریب کا استعمال نہیں ہوا بلکہ دور کا کیا کہ ذالک کہ وہ کتاب۔ ھذا نہیں فرمایا کہ ''یہ کتاب'' اس ذالک کی حکمت کسی مترجم کے ترجمہ میں دکھائی نہیں دیتی ہے، اور وہ معنویت جو اسم اشارہ بعید کے استعمال کے لئے ہے وہ کہنے کی ہے اس کا اظہار کسی اور ترجمہ میں نہیں ہوتا اور یہ اظہار صرف اور صرف واحد ترجمہ کنزالایمان سے ہوتا ہے امام احمد رضا خان نے ترجمہ کیا ''وہ بلند رتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں'' شاید ذہن میں سوال آئے کہ بلند رتبہ کتاب کا مفہوم کہاں سے آگیا تو یہی ''ذالک'' کی معنویت ہے۔ اصل میں بعض اوقات ایک چیز وجود کے اعتبار سے تو قریب ہوتی ہے لیکن اتنی بزرگ، اتنی بلند، اتنی عظیم اور اتنی بالا ہوتی ہے کہ انسان کے فہم وگمان سے بہت دور ہوتی ہے۔ دکھائی دینے میں، پڑھے جانے میں تو یہ کتاب بہت قریب ہے لیکن اس کی عظمت اتنی بلند ہے کہ اس کو چھوا نہیں جاسکتا۔ اس کی بلندی تک پہنچا نہیں جاسکتا، کہ ساری انسانیت مل کر بھی اس کا حسن پیدا نہیں کرسکتی۔ لھذا قرآن حسی اعتبار سے تو قریب ہے لیکن رتبہ کے اعتبار سے بہت دور، وجود کے اعتبار تو نزدیک لیکن عظمت کے لحاظ سے انسانی فہم کی پرواز سے بہت دور۔ تو گویا قرآن کی یہی وہ عظمت اور بلندی ہے کہ جس کے قریب ہوتے ہوئے اسے اتنی دور بنا دیا۔ تو امام احمد رضا خان نے اس ''وہ'' کی معنوی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ بلند مرتبہ کتاب (جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا) کوئی شک کی جگہ نہیں'' تو اندازہ فرمائیں کہ قرآن میں ''ذالک'' کی معنویت کی جو حکمت ہے وہ صرف اسی ترجمہ سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ وہ حکمتیں ہیں جو تفاسیر کے اوراق کو پڑھ کر ہی سمجھ میں آتی ہیں۔ لیکن ''کنزالایمان'' اتنا جامع اور کامل ترجمہ ہے کہ لفظ کا معنی سامنے رکھ کر سینکڑوں تفاسیر کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ مقصدیت کے اعتبار سے اسی آیت کے بقیہ حصہ کو ملاحظہ کیجئے۔ لاریب فیہ جس کا ترجمہ اکثر مترجمین نے

یوں کیا ہے کہ "یہ وہ کتاب ہے کہ اس کے کتاب الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں" گویا شک کی ایک نوعیت کو متعین کر دیا یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خدا کی کتاب ہے۔ حالانکہ قرآن نے شک تو ایک نوعیت پر مقصود نہ کیا تھا، لاریب فیہ جو اسم نکرہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے ذہن میں جو شک پیدا ہو سکتے ہیں اور جس شک کو بھی دل میں پائیں قرآن اسی شک سے پاک ہے۔ کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش قرآن میں نہیں ہے۔ قرآن حکیم کی مقصدیت اس کو کہتے ہیں کہ قرآن ایک آیت کے ذریعہ جو تصویر دینا چاہتا ہے یا جو مفہوم قرآن ذہن نشیں کرانا چاہتا ہے، وہ مفہوم پڑھنے والے اور سننے والے کے ذہن میں پیدا ہوا ہو یعنی جو مقصد قرآن بیان کر رہا ہے وہ من وعن ترجمہ کے ذریعہ آشکار ہو تو امام احمد رضا خان نے لاریب کا ترجمہ اس انداز سے کیا کہ کوئی شک کی جگہ نہیں یعنی دنیا کا کوئی شک بھی لے آئیں قرآن اس شک سے پاک ہے اور یوں اس ترجمہ میں امام احمد رضا نے شک کی کسی نوعیت کو بھی متعین نہیں کیا بلکہ شک کی ساری نوعیتوں کو رد کر دیا۔

جامعیت کا رنگ جاننے کے لئے اس آیت کو پڑھئے، ص والقرآن الذکر' اس آیت میں با عظمت اور شہرت یافتہ قرآن کی قسم کھائی جا رہی ہے۔ اب قرآن کے ان الفاظ میں جو جامعیت ہے، کتنے ہی ترجمہ چھان لیں قرآن کی جو جامعیت "کنزالایمان" نے ادا کی ہے، وہ کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی۔ امام احمد رضا والقرآن الذکر کا ترجمہ کرتے ہیں (قسم ہے نامور قرآن کی) قرآن جو مفہوم اس کے اندر بیان کرنا چاہتا ہے تو امام احمد رضا اس مفہوم کو پورا پورا ادا فرماتے ہیں۔

**کنزالایمان کا چوتھا امتیازی پہلو :۔ صوتی حسن ، سلاست ، ترنم ونغمگی :**

قرآن حکیم کے اعجاز کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے واقف ہیں کہ قرآن کو جب خوش الحانی سے پڑھا جائے تو اس میں ایسا ترنم محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح آبشار گرتا ہے، اور جو حسن اور جو رنگ بغیر کسی ساز بجائے اس آبشار کے قدرتی ساز میں ہوتا ہے اس طرح بلکہ آبشار کی نغمگی سے کہیں زیادہ خدا کے کلام میں حسن صوتی ترنم کی چاشنی و نغمگی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کو سننے والا جھوم جھوم جاتا ہے اس صوتی حسن اور نغمگی کو بھی کوئی بھی اردو مترجم اپنے ترجمہ میں سمو نہ سکا۔ یہ صرف امام احمد رضا خان کے ترجمہ میں اس صوتی حسن اور نغمگی کا احساس ہوتا ہے کہ سننے والے پر رقت طاری ہو جاتی ہے، آنکھیں آبدیدہ ہو جاتی ہیں، ایک عجیب کیفیت و سرور کا عالم برپا ہوتا ہے۔ زبان پکار اٹھتی ہے کہ یقیناً امام احمد رضا کی ذات پر خدا کی ذات کا کوئی خصوصی فیضان تھا کیونکہ بغیر اس فیضان کے ترجمہ میں یہ حسن و نغمگی پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اب ذرا سورہ تکویر کی مندرجہ ذیل آیت کی خوش الحانی سے تلاوت کیجئے اور ساتھ میں ترجمہ پڑھئے اور دیکھئے کہ کتنا صوتی حسن اور نغمگی کا

احساس ترجمہ سے ہوتا ہے اور کتنی روانی و تسلسل ترجمہ میں دکھائی دیتا ہے۔ اذالشمس کورت ،واذالنجوم انکدرت ،واذالجبال سیرت ، واذالوحوش حشرت ،واذالبحار سجرت ،واذالنفوس زوجت ،واذالموئودۃ سئلت ،بای ذنب قتلت ،واذالصحف نشرت ،واذالسماء کشطت ،واذالجحیم سعرت،واذالجنۃ ازلفت ،علمت نفس مآاحضرت ۔ترجمہ:۔ جب دھوپ لپٹی جائے ،اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں ،اور جب تھکی اونٹنیاں چھوٹی پڑیں، اور جب وحشی جانور اکٹھا کئے جائیں، اور جب سمندر سلگائے جائیں، اور جب جانوں کے جوڑ بنیں، اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی، اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں، اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے، اور جب جہنم بھڑکایا جائے، اور جب جنت پاس لائی جائے، ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

**کنزالایمان کا پانچواں امتیازی پہلو :فہم و تدبر :**

لغت کی کتابیں قرآن پاک کے الفاظ کے معنی اس کے سادہ اور ان کے مشتقات کو سمجھاتی ہیں ۔تفسیر کی کتابیں قرآن حکیم کی اعتقادیات نظریات اور فقہ کی کتابیں قرآن حکیم کے احکامات اور ان کی تفصیلات سمجھاتی ہیں ''کنزالایمان'' کو اگر بغیر تعصب کے دیکھا جائے تو اس میں فہم و تدبر کی وہ باریکیاں ہیں کہ علوم و فنون اور معارف و مطالب جو تفسیر کے سینکڑوں اوراق پر بکھرے پڑے ہیں اس ترجمہ کا ایک ایک لفظ سمندروں کی طرح تفاسیر کو اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہے وہ لغوی اشتقاقات جن کے لئے بیسویں لغت کی کتابیں اٹھانی پڑتی ہیں اور فقہ کی طویل کتابیں ،جن میں مسائل بکھرے پڑے ہیں۔ امام احمد رضا خان کے ترجمہ میں لفظ کا انتخاب ان تمام معنی کا ارتکاب اور فقہی اطلاق کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے اور پھر اس ترجمہ کو پڑھنے کے بعد اکثر و بیشتر مقامات پر فقہ کی کتاب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ تفاسیر کو کھولنے کی حاجت باقی رہتی ہے اور نہ لغت کی کتابوں کی ضرورت باقی رہتی ہے مثال کے لئے مندرجہ ذیل آیت کریمہ ہے یـــــا ایھاالنبی انا ارسلنک شاھدا ؛:اس کا ترجمہ امام احمد رضا نے کیا ''اے غیب کی خبر دینے والے پیارے! ہم نے تمہیں بنا کر بھیجا حاضر و ناظر'' اس آیت میں دو لفظ ''نبی'' اور ''شاھد'' لغوی معنی کے اعتبار سے معنی طلب ہیں۔ دونوں لفظوں کا اصطلاحی پہلو تو ہر کوئی جانتا ہے کہ نبی خدا کا فرستادہ پیغمبر ہوتا ہے اور شاھد گواہ کو کہتے ہیں لیکن پیغمبر نبی کیوں کہلاتا ہے اور گواہ کو شاہد کیوں کہتے ہیں اس کی طرف کسی مترجم نے بھی توجہ نہ دی۔ اس امر کی وضاحت نبی کو ''غیب کی خبر دینے والا'' اور شاہد کو''

حاضر و ناظر'' امام احمد رضا کے ترجمہ نے پوری کر دی۔ لفظ ''نبی'' نباء سے مشتق ہے اور نبی فعل کے وزن پر صفت مشبہ ہے یعنی ہمیشہ خبر دینے والا اور کیونکہ نبی کا تعلق عالم الغیب سے کی ذات سے ہوتا ہے۔ اس لئے نبی کے معنی ہوتے ہیں غیب کی یا چھپی ہوئی باتوں کی خبر دینے والا اور خود قرآن بتاتا ہے کہ وہ غیب بتانے میں بخل نہیں کرتے (وما هو علی الغیب بضنین) تو معلوم ہوا جو کچھ نبی کو معلوم ہوتا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں اور ہزاروں چیزیں لوگوں سے پوشیدہ ہیں لیکن نبی ان کی خبریں لوگوں تک پہنچا دیتا ہے تو امام رضا نے ترجمہ کیا ''اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی'' کہ جس ترجمہ نے لغت و تفسیر کی کتابوں کی طرف رجوع ہونے کے لئے روک دیا------اب دیکھئے ''شاھد'' کا مدلل عالمانہ ترجمہ کہ ''شاھد'' کو حاضر و ناظر کیوں کہا گیا۔ گو گواہ ترجمہ اپنی جگہ مکمل طور پر درست ہے لیکن گواہ کو گواہ کب کہا جاتا ہے، گواہ کو گواہ کب مانا جاتا ہے اسی وقت کہ جب کوئی ذات کسی بھی واقعہ کی خود گواہی دے اور گواہی اسی کی جب مقبول ہوگی کہ وہ واقعہ کی جگہ پر حاضر بھی ہو (وجوداً یا کم از کم حکماً حاضر) اور ناظر بھی ہو اور جہاں جہاں تک کے لئے کوئی ناظر ہوگا وہاں وہاں تک کے لئے وہ حاضر ہوگا اور مشاہدہ قریب کا بھی ہو سکتا ہے اور بعید کا بھی ہو سکتا ہے یہ ممکن ہے کہ وجود کے لحاظ سے کوئی جسم ایک جگہ موجود ہے اور وہ سینکڑوں ہزار میل کے فاصلے کی اشیاء کا یا حرکات کا مشاہدہ کر رہا ہو۔ آپ طاقتور ترین دوربین سے سینکڑوں میل کے فاصلے کی حرکات کو دیکھ سکتے ہیں۔ تو گواہ کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وجوداً یا حکماً حاضر ہو کر مشاہدہ کر رہا ہو۔ تو امام احمد رضا نے حضور ﷺ کے وجود کو تو گنبد خضراء میں آرام کرتے ہوئے کائنات کا مشاہدہ کرتا ہوا جانا تو شاھد کا ترجمہ حاضر و ناظر کر دیا اور امام احمد رضا نے یہ معنی اپنی طرف سے نہ بتلایا بلکہ شاھد کا ترجمہ لغت عربی میں بقول امام رازی یہ ہے کہ ''مشاہدے پر خاص حاضر ہونے والا'' اس کو شاہد سے تعبیر کیا گیا ہے، تو امام احمد رضا کا تدبر ہی تھا کہ ان کی نظر ہر تفسیر اور لغت پر تھی اور انھوں نے الفاظ کے معنی کو اس طرح چنا جس طرح ماہر جوہری موتیوں کے ڈھیر میں سے اعلیٰ اور نفیس موتی چنتا ہے اور ہار پروتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح امام احمد رضا نے ایسے ایسے الفاظ کے معنی چنے ہیں کہ بعض وقت ذہن تعجب کرتا ہے کہ امام احمد رضا کی نظر کتنی گہری اور دور دور پہنچتی تھی۔ یہ ہی ترجمہ کی حقیقی روح تھی جو امام احمد رضا نے اس ترجمہ میں پیش کر دی اور تمام کے تمام اشکال دور ہو گئے۔

**چھٹا امتیازی نشان : ادب الوھیت و رسالت :**

قرآن کا ارشاد ہے ان المنافقین یخدعون اللہ وھو خادعھم۔ اس کا ترجمہ عام مترجمین یوں کرتے ہیں کہ '' بے شک منافق خدا کو دھوکا دیتے ہیں (معاذ اللہ) اور

اللہ ان کو دھوکہ دینے والا ہے یا منافق اللہ سے دغا بازی کرتے ہیں اور اللہ ان سے دغا بازی کرتا ہے (معاذ اللہ) یا منافق اللہ سے فریب کرتے ہیں اور اللہ ان سے فریب کرتا ہے (معاذ اللہ) تمام ترجموں سے اس آیت کے یہ معنی ملتے ہیں اور اکثر مترجمین دامن الوہیت کی عظمتوں کو اپنے ہاتھوں سے چھوڑ دیتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ لفظ خادعھم منافق کے لئے بھی استعمال ہوا اور اللہ کی ذات کے لئے بھی اور ان مترجمین نے یہ نہ سمجھا کہ ان دونوں لفظوں کے صحیح معنی کیا ہوں گے اور دونوں کے لئے ایک ہی معنی استعمال نہ ہوں گے۔ لیکن امام احمد رضا ترجمہ فرماتے ہیں کہ "بے شک منافق اللہ کو (اپنے گمان میں) دھوکا دینا چاہتے ہیں" یعنی منافق دھوکا دینا چاہتے ہیں لیکن دھوکہ دینے میں ناکام رہے ہیں۔ اس لئے کہ خدا کو دھوکا دیا ہی نہیں جا سکتا۔ "لیکن اللہ ان دھوکے بازوں کو غافل کر کے مارے گا۔ امام احمد رضا خان نے اللہ کے لئے دھوکہ دینے کا لفظ استعمال نہ کیا کہ ادب الوہیت کے خلاف ہے بلکہ "وہ ان کی تدبیر کو ناکام بنا دے گا، انہیں غافل کر کے مارے گا" اب اس ترجمہ کو پڑھنے کے بعد عربی ادب و لغت کی کتابوں پر نظر ڈالئے اور قرآن کا جائزہ لیجئے کہ کیا قرآن کا یہ اصول کسی اور جگہ بھی ہے کہ لفظ ایک ہو اور معنی جدا جدا استعمال کئے جائیں۔ تو لغت و ادب کی کتابیں دیکھنے کے بعد یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ قرآن کا یہ اپنا اسلوب ہے کہ بعض دفعہ ایک ہی لفظ ایک ہی فقرہ میں کبھی فعل کے لئے اور کبھی فاعل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لفظ ایک ہی ہوتا ہے مگر کبھی اس لفظ سے فعل مراد لیا جاتا ہے اور اگر وہ فعل غلط ہو جن پر کہ سزا دینی چاہئے تو وہی لفظ اس غلط فعل کے سزا کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے امام احمد رضا خاں نے اس لفظ "خادعھم" کے معنی منافق کے لئے وہ استعمال کئے کہ جن کا وہ مستحق ہے اور خدا کے لئے استعمال نہ کئے کہ شان الوہیت کے خلاف ہے اور یوں ترجمہ کیا کہ "انہیں غفلت کی موت سلا کر ان کو دھوکہ دہی کی سزا دے گا۔ تو خدا کی ذات کا ادب بھی قائم رہا اور آیت کے معنی اصلیت کے ساتھ نکھر کر سامنے آ گئے۔

اب آخر میں ادب رسالت مآب ﷺ کا رنگ دیکھئے۔ اللہ کا ارشاد ہے ووجدک ضالا فھدیٰ عام مترجمین نے ادب رسالت سے غفلت برتتے ہوئے اس کا ترجمہ یہ کر دیا کہ "اے نبی ﷺ اللہ نے آپ کو آپ کو بھٹکا ہوا پایا، ناواقف پایا، یا گمراہ پایا، یا شریعت اور راہ حق سے بے خبر پایا (معاذ اللہ) پس اس نے آپ کو ہدایت دی" اس ترجمہ میں مترجمین یہ خیال نہ کر سکے کہ خدا کا کلام جو اترا ہی اس پر ہے کہ جس کے لئے فرمایا "ورفعنا لک ذکرک" جو قرآن اترا ہی رسول ﷺ کے ذکر کی عظمتوں اور ان کے ذکر کو ثریا سے بھی آگے پہنچانے کے لئے ہے اور جو قرآن یہ کہتا ہے "اے پیارے ہم نے تجھے بھیجا ہی ہے کہ تو بھٹکے ہوؤں کو راہ دے" تو جو رسول ﷺ

خود بھٹکے ہوؤں کو راہ بتانے کے لئے آیا وہ خود (معاذ اللہ) اگر بھٹکا ہوا، یا بے خبر ہو، پھر کوئی کیسے اس سے سیدھی راہ حاصل کرے گا۔ اب دیکھئے امام احمد رضا ترجمہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پیارے "ہم نے تجھے اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" اس طرح صرف حرف "ضاد" کے دو معنی ہو گئے۔ حرف ضاد کے معنی لغت میں گمراہ کے بھی ہیں، لیکن "ضاد" کے معنی "شیخ سعدی، امام رازی، امام راغب" اور ان کے علاوہ متعدد تفسیروں میں بھی اور ائمہ لغت نے یہ کئے ہیں کہ "کسی کے عشق میں خود رفتہ ہونا اور اتنا مستغرق ہونا کسی کی یاد میں، کسی کی محبت میں، کسی کے شوق ملاقات میں، کہ اسے خود اپنے آپ کا خیال بھی نہ رہے، اپنی خبر بھی نہ رہے۔ اس کے لئے بھی حرف ضاد استعمال کرتے ہیں۔ امام احمد رضا نے حرف ضاد کا معنی مستغرق ہونے کے لئے ہیں۔ بے خبر ہونے میں نہیں لئے۔ لیکن یہ بے خبری شریعت وہدایت سے نہ تھی اور نہ راہ حق سے تھی۔ بلکہ وہ خدا کی محبت میں خود سے بے خبر تھے اور خدا کی یاد میں اس طرح مستغرق تھے اور خدا کی ملاقات اور وصال میں یوں تڑپتے تھے کہ چالیس چالیس دن گھر والوں سے شہر اور کنبہ سے دور غار حرا کی دیواروں میں رہتے، وہاں خدا کی یاد میں روتے، مراقبہ کرتے اور کفار یوں کہا کرتے کہ "دیکھا محمد ﷺ کو تو اپنے رب سے عشق ہو گیا ہے" کیوں کہ وہ اپنے رب کے عشق میں سب کچھ بھول گیا، سب چیزوں سے بے خبر ہو گیا، تو اس سارے پس منظر کو امام احمد رضا نے سامنے رکھ کر اس طرح ترجمہ کیا "ہم نے تجھے اپنی محبت میں خود رفتہ پایا اور اپنی محبت میں اتنا ڈوبا ہوا پایا کہ تجھے اپنی خبر بھی نہ رہی تو جب محبت اس کمال کو پہنچی تو تجھے اپنی بارگاہ تک پہنچا دیا اور اپنا دیدار کرا دیا" تو یہ ترجمہ جب ہی ممکن ہے کہ مترجم خود عشق میں ڈوب کر ترجمہ کرے اور علم وادب ولغت وتفسیر کے سارے قاعدے بھی اپنے سامنے ملحوظ رکھے اور ادب رسالت کا دامن بھی مضبوطی سے تھامے رکھے۔

تو یہ چند پہلو تھے جو کنز الایمان میں بنیادی امتیازی پہلو رکھتے تھے، اس کے علاوہ بھی بہت پہلو ہیں جن کا بھی موازنہ دوسرے ترجمے سے ہو سکتا ہے لیکن یقین جانئے کہ اگر ان پہلوؤں پر تعصب اور حسد کی آگ سے علیحدہ ہو کر غور کیا جائے تو ہر بالغ وعاقل اور انصاف پسند یہ پکار اٹھے گا واللہ اس سے بڑھ کر اردو زبان کی دنیا میں کوئی مترجم بھی آج تک اس معیار کا ترجمہ نہ کر سکا۔ اللہ رب العزت حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

# کنز الایمان معاصر تراجم کا تقابل

■ مفتی نعیم الدین رضوی، گیا

دنیا کے کسی مصنف کو آغاز کتاب میں یہ لکھتے ہوئے آپ نے نہ دیکھا نہ سنا ہوگا کہ" میری یہ کتاب ایسی ہے جس میں کسی طرح کا کوئی شک اور شبہے کی گنجائش نہیں" البتہ ایسا دیکھنے کو ملتا ہے کہ" اگر قارئین کو کتاب میں کسی طرح کی خامی نظر آئے تو براہ کرام مصنف کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کردی جائے۔ دنیا کا خواہ کتنا ہی بڑا مقالہ نگار و کہنہ مشق قلمکار ہو اس کی تحریر میں غلطی کا امکان ضرور باقی رہتا ہے، کیونکہ انسان بھول چوک کا ایک پتلا ہے اور مصنف بھی ایک انسان ہے اس لیے اس سے غلطی ہو سکتی ہے۔ لیکن قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کے آغاز ہی میں رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

"ذالك كتاب لا ريب فيه"(سورۂ بقرہ)

ترجمہ:" وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔" (کنزالایمان)

یہی سبب ہے کہ قرآن پاک سے پیشتر جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اور صحیفے اترے، ان کا کوئی بھی نسخہ ابتک محفوظ نہیں رہ سکا، سوائے قرآن پاک کے۔ کلام الٰہی وہ واحد کلام ہے جو من وعن آج تک موجود ہے۔ ایک طویل زمانہ گزر جانے کے بعد بھی اس میں ایک حرف یا ایک نکتہ کا فرق بھی نہیں ہوا۔ دنیا میں قرآن پاک سے زیادہ کسی اور کتاب کی اتنی تلاوت نہیں ہوتی۔ بار بار پڑھنے کے باوجود ایک جدت اور نئی لذت کا احساس ہوتا ہے۔ قرآن پاک کا یہ بڑا اعجاز ہے کہ یہ ایک بچہ کے سینے میں بھی بس جاتا ہے اور بڑی آسانی سے قرآن پاک یاد ہو جاتا ہے۔ آج لاکھوں کی تعداد میں حفاظ کرام کی جماعت موجود ہے جنہوں نے پورا قرآن زبانی یاد کر کے اپنے سینے میں محفوظ کرلیا ہے، جس کی وضاحت و بلاغت کو دیکھ کر عرب کے بڑے بڑے فصحاء دنگ رہ گئے۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے<br>
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

## ترجمۂ قرآن کی ضرورت:

رب تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو معلم کائنات بنا کر بھیجا۔ لہذ آپ ﷺ نے پوری زندگی قرآن پاک کے مطابق گزاری اور سارے عالم کو اسی کے مطابق زندگی گارنے کا درس دیا۔ چونکہ شرعی قانون کی کتاب، قرآن مجید ہے، جسکو سمجھ بوجھ کر پڑھنا ضروری، کہ بغیر شرعی قانون سمجھے زندگی گزارنی مشکل ۔ اور قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا جو اہل عرب کے لئے تو سمجھنا آسان تھا کہ ان کی زبان ہی عربی تھی۔ دیگر مما لک کے لئے عربی زبان سمجھنا دشوار، اس لئے ضرورت پڑی کہ قرآن پاک کا ترجمہ غیر عربی میں کیا جائے۔

ہندوستان کے بڑے بڑے علماء نے دیکھا کہ قرآن پاک کے عربی مفہوم ومعانی کو سمجھنے والے ختم ہو رہے ہیں تو قرآن پاک کے ترجمہ کرنے کے سلسلے میں اظہار خیال کیا تو بعض علماء نے اختلاف کیا۔ تاہم سب سے پہلے مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔ اس طرح ترجمہ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعدہ ان کے صاحبزادگان مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر نے محسوس کیا کہ فارسی بھی ہندوستان میں چند دن کی مہمان ہے، لہذا مولانا شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا اردو میں لفظی ترجمہ کرڈالا (یعنی لفظ کے نیچے لفظ) اور مولنا شاہ عبد القادر نے قرآن مجید کا اردو میں بامحاورہ ترجمہ کیا اس طرح ایام گزرتے رہے، اردو زبان میں بھی ترقی کے سبب تغیر ہوتا رہا تقریبا دو سو برس بعد علماء نے محسوس کیا کہ دو سو برس قبل کی اردو ترجمہ اب مفید نہیں رہا اسلئے نئے ترجمہ کی طرف ان کا ذہن مبذول ہوا اسی عالم میں ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، کا ترجمہ قرآن شائع ہوا جس میں انہوں نے جا بجا محاورات داخل کر کے مطالب قرآن ہی کو گم کر دیا اور اپنے نیچری خیالات کو بھی اکثر مقامات پر شامل کر دیا تھا۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں ضرورت پڑی ایک صحیح، سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کی، جس سے مفہوم قرآن واضح ہو اس ضرورت کو احسن طریقے پر پورا کرنے کی سعادت اس عظیم علمی شخصیت کو گیا نصیب ہوئی جو اپنے دور کے متبحر عالم دین، جامع علم وفن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں قرآن مجید کا نہایت عمدہ اردو ترجمہ پیش کیا۔

## کنز الایمان کس طرح وجود میں آیا:

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ترجمہ قرآن میں جگہ جگہ مطالب قرآن کو بدل کر اپنے نیچری خیالات کو داخل کر دیا تھا۔ اس بناء پر حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ترجمہ قرآن کی گذارش تھی۔ اس کی تفصیل امام احمد رضا کے سوانح نگار حضرت مولانا

بدرالدین احمد رضوی کی زبان سے سنئے۔

''صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی، آپ نے وعدہ فرمایا لیا۔ لیکن دوسرے مشاغل دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو امام احمد رضا نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ امام احمد رضا زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے۔ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہ تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے، بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یاداشت کا حافظ اپنی قوت پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانگی سے پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علماء حاضرین امام احمد رضا کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ امام احمد رضا کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتربہ کے بالکل مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں ہی ترجمہ کا کام ہوتا رہا۔ پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے امام احمد رضا سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرالیا اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیاء سنیت کو کنز الایمان کی دولت عظمٰی نصیب ہوئی۔'' (سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (۲۷۴۔۲۷۵)

**تقابل تراجم**:

اب ہم ذیل میں چند آیات کے تراجم پیش کرتے ہیں جو دیگر تراجم قرآن کے مقابلے امام احمد رضا کا ترجمہ کس قدر واضح سلیس اور بہت سی خوبیوں کا جامع ہے۔

(۱) اهدنا الصراط المستقیم

| | |
|---|---|
| دکھا ہم کو راہ سیدھی | شاہ رفیع الدین |
| بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا | مولانا اشرف علی تھانوی |

ذرا ''ہدایت'' کا لغوی معنی ملاحظہ فرمائیں۔ ''ہدایت'' کا لغوی معنی ''رہنمائی'' کے ہے۔ صاحب شرح تہذیب نے ہدایت کی تشریح اس طرح فرمائی ہے۔ ہدایت کی دو قسمیں ہیں،

ایک اراءۃ الطریق یعنی راستہ دکھانا اور دوسری ایصال الی المطلوب یعنی مطلوب تک پہنچانا۔ راستہ دکھانا انبیاء کرام کا کام اور مطلوب تک پہچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے سبھوں نے راستہ دکھانے کا کام انجام دیا۔ نہ کہ مطلوب تک پہچانے کا۔

ہدایت کے لغوی معنی کے اعتبار سے انبیاء کرام ہمارے رہنماء ہوئے کہ انہوں نے راستہ دکھانے کا کام انجام دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صرف راستہ دکھا دینے سے انسان کا منزل تک پہونچ جانا ضروری نہیں ہے۔ تشریح کے مطابق منزل تک پہونچانے کا کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ آیت مذکورہ میں کون سا معنی مراد ہے۔ اراءۃ الطریق یا ایصال الی المطلوب؟ اراءۃ الطریق تو لے نہیں سکتے کیونکہ یہ کام تو انبیاء کرام کا ہے جو انہوں نے انجام دیا اور بندے انبیاء کرام سے اس قت مخاطب بھی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہیں۔ تو یہ بات طے ہے کہ ہدایت سے مراد یہاں ایصال الی المطلوب ہے، مطلوب تک پہنچنے کے لئے چلنا ضروری ہے۔ اسی لئے امام احمد رضا نے آیت مذکورہ کا ترجمہ اس طرح کیا" چلا ہم کو سیدھا راستہ" اس ترجمے سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ ہدایت کی نسبت جب خدا کی طرف ہو تو راہ چلانے کے معنی میں ہوگی اور یہی ہر مومن کا مقصد اصلی بھی ہے۔ کیونکہ میرے نبی علیہ السلام نے سبھوں کو راہ دکھائی ان میں ابو جہل، ابولہب، عتبہ وغیرہ سب شامل تھے لیکن سبھوں کو منزل تک پہنچنا نصیب نہ ہوا۔

دیگر مترجمین کے تراجم سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ صرف لغت دیکھ کر ترجمہ کرتے ہوئے چلے گئے۔ مفہوم قرآن سے کوئی واسطہ نہیں رکھا۔ ترجمہ قرآن کے لئے صرف عربی دانی کام نہیں دے سکتی بلکہ اس کے ساتھ خود قرآن کے مخصوص انداز و محاورات کو پہچانا نہایت ضروری ہے۔

(۲) وجعلنا القبلة التی کنت علیھما الا لنعلم، الخ

اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس لئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے۔ مولانا اشرف علی تھانوی

آیت مذکورہ میں "لنعلم" کا ترجمہ ہم کو یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کیا ہے دیگر ترجمین نے بھی "جان لیں" یا معلوم ہو جائے یا "معلوم کریں" لکھا ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ معلوم ہو جاوے، کا معنی اس ذات باری تعالیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے جس کو ہر کھلی چھپی کا حال ازلی طور پر معلوم ہے۔ یہ معلوم ہو جائے۔ کا معنی تو اس کے لئے استعمال ہوتا ہے جسکو پہلے سے معلوم نہ ہو۔ اب آیئے امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے ایسا ترجمہ پیش کیا ہے کہ جس سے ذات باری تعالیٰ پر کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا اور مفہوم قرآن بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔

''اور اے محبوب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ (امام احمد رضا)

(۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم

''شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام بخشش کرنے والے مہربان کے'' (شاہ رفیع الدین دہلوی)

''شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں''

(مولانا اشرف علی تھانوی)

لفظ ''شروع کرتا ہوں'' پر غور فرمائیں۔ اگر مرد پڑھے تو شروع کرتا ہوں کہے اور اگر عورت پڑھے تو یقیناً ''کرتا'' کو بدل کر ''کرتی'' پڑھے گی اور چند لوگ ملکر پڑھیں تو کرتے ہیں پڑھیں گے، مؤخنث پڑھے تو اس کے لئے کون سا ترجمہ ہوگا؟ کیوں کہ مذکر کے لئے کرتا ہوں اور مؤنث کے لئے کرتی ہوں، جمع کے لئے کرتے ہیں، کا ترجمہ اگر کر بھی لیا جائے تو آخر مخنث کے لئے کیا ترجمہ ہوگا؟ اس سوال کا جواب کیا ہوگا؟ مترجمین کے ہی خواہاں جواب دیں۔

لیجئے ہر اعتراض سے پاک، امام احمد رضا کا جیتا جاگتا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں......... ''اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا''

اس ترجمہ کو مذکر و مؤنث اور موخنث واحد و جمع سب کے لئے یکساں ہے۔ الگ سے کوئی لفظ بڑھانے یا گھٹانے کی کوئی ضرورت نہیں......امام احمد رضا جس طرح علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہیں ویسا ہی آپ کا ترجمہ قرآن بھی۔

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

---

# باب ہفتم

# تبصرے و جائزے

# کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن: ایک تبصرہ

■ ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی، پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ

''کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن'' ڈاکٹر مجید اللہ قادری پاکستان کی تحقیقی کتاب ہے جو انہوں نے پی ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کی غرض سے لکھی تھی۔ اس مقالہ پر انہیں ۱۹۹۳ء میں انہیں کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی گئی مگر اس کی اشاعت حذف واضافہ کے بعد ۱۹۹۹ء میں ہو سکی۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری کا تعلق سائنس سے رہا ہے اور وہ شعبہ ارضیات میں پروفیسر و سربراہ شعبہ پٹرولیم وٹکنالوجی کے عہدے پر فائز رہے ہیں اسلئے اسلامیات اور ادب سے ان کی وابستگی عشق اور جنون کے زمرے میں شامل کی جا سکتی ہے، بالخصوص امام احمد رضا اور ان کے کارناموں سے ان کا عشق بالکل ظاہر ہے جو تقریباً ۱۵ ر مقالات اور نصف درجن کتب کی شکل میں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ زیر نظر مقالہ بھی ان سے اسی عشق اور ادبی لگن کا عمدہ نمونہ ہے۔

اردو زبان میں قرآن کے ترجمے کی روایت اردو زبان کے آغاز کے ساتھ ہی ملتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن کا اردو میں سب سے پہلے لفظی ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی نے ۱۲۰۰ھ میں کیا تھا۔ ان کے بعد ان کے بھائی شاہ عبدالقادر نے ۱۲۰۵ھ میں پہلی بار اردو زبان میں قرآن کا بامحاورہ ترجمہ کیا۔ بعد ازاں اردو میں قرآن مجید کے ۳۰۰ ر سے زائد تراجم اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا ترجمہ قرآن موسوم بہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' سب سے آسان اور، سلیس اور بامحاروہ ترجمہ ہے جو ۱۳۳۰ھ میں مکمل ہوا۔

امام احمد رضا کی شخصیت اور کارنامے اب محتاج تعارف نہیں رہے۔ بلاشبہہ آپ کی شخصیت عالم اسلام کی ایک ہمہ جہت اور نابغہ عصر شخصیت تھی، جنہیں علوم اسلامی فقہ، حدیث، صرف ونحو، تفسیر تیسیر کے علاوہ علوم عقلیہ ونقلیہ، قدیمہ وجدیدہ پر کامل دسترس حاصل تھی۔ آپ کے ستر سے زائد مختلف علوم وفنون پر ہزار سے زیادہ کتب وتالیفات علماء عرب وعجم کو حیرت زدہ کرتی رہی ہیں۔ یہ تمام تصنیفات وتالیفات اپنے موضوعات وپیش کش کے اعتبار سے اہمیت کی حامل ہیں مگر ان کی تین کتابوں کو سب سے زیادہ مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی (۱) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۲) فتاوی

رضویہ [ مجموعہ فتاوی ۱۲ر جلدیں ] (۳) حدائق بخشش [ نعتیہ دیوان ] ان تینوں میں بھی سب سے کثیر الاشاعت ''کنز الایمان'' ہے جو گزشتہ ایک صدی میں لاکھوں کی تعداد میں برصغیر ہند و پاک، امریکہ ، برطانیہ افریقہ، افغانستان اور حرمین شریفین میں تقسیم ہو چکی ہے اور ہر سال اسکی اشاعت ترقی پذیر ہے۔ اس کا انگریزی، ڈچ، ترکی، بنگالی، سندھی اور پشتہ زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

عرف عام میں ترجمہ سے مراد لیا جاتا ہے ''کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا'' بظاہر یہ آسان معلوم ہوتا ہے مگر اہل علم جانتے ہیں کہ ترجمہ ایک مشکل ترین فن ہے اس لئے کہ کسی زبان کے کلام کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کرنا کہ اس کے کلام کے تمام معانی و مقاصد ظاہری، لفظی اور مرادی بھی ادا ہو جائیں ایک نہایت ہی دشوار ترین امر ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ مترجم دونوں زبان کے نہ صرف لغت بلکہ قواعد، ادب محاورے ضرب الامثال اور اسلوب سے بھی مکمل طور پر واقف ہو۔ بالخصوص قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے تو ان تقاضوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں، کلام الٰہی ہے۔ امام احمد رضا نے جو ہزاروں کتابیں تصنیف کی ہیں وہ اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں ہیں لہٰذا ان تینوں زبانوں میں ان کی مہارت ثابت ہے۔ آپ کے شاگرد خلیفہ و مجاز حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ ا؛رحمہ نے اپنی کتاب ''المجمل المعد دلتالیفات المجدد'' میں تین سو پچاس کتابوں کی جو فہرست شائع کی ہے ان میں علم تقویم پر دو، علم نحو پر چار، علم نجوم پر نو، فلکیات پر پانچ، ارضیات پر دو، صوتیات پر دو، علم توقیت پر پانچ، ریاضی پر چھ، جفر پر پانچ، زیجات پر پانچ، علم ارثماطیقی پر دو، علم جبر و مقابلہ پر دو، ہیئت و فلسفہ پر ایک، طبعیات پر تین، لوگارتھم پر دو، علم ہیئت جدیدہ پر تیرہ علم تکسیر پر پانچ، اور علم ہندسہ پر تین یادگار کتابیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ شماریات، سیاسیات، جغرافیہ ،تجارت، معاشیات، اقتصادیات، علم الکیمیا، طب اور بین الاقوامی امور پر بھی ان کی بیش بہا تصانیف ہیں اور دنیا کے کسی بھی حصے سے کبھی بھی یہ آواز نہیں آئی کہ امام احمد رضا کی زبان میں کوئی سقم پایا جاتا ہے، بلکہ عالم عرب کے ممتاز علمائے کبار نے ان کی عربی دانی کو سراہا ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا کے ضمن میں یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ آپ دنوں ہی زبانوں کے ماہر تھے اور عربی اور اردو دونوں ہی زبانوں میں آپ کا طرز نگارش اور اسلوب منفرد، محوراتی اور با کمال ہے۔ انہیں فن ترجمہ کی تکنیک اور باریکیوں کا علم تھا۔ وہ معنی فہمی اور نکتہ آفرینی سے بھی واقف تھے، اس لئے وہ قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے نہ صرف زبان کے سارے عوامل پر نگاہ رکھتے ہیں بلکہ ہر قدم پھونک کر رکھتے ہیں تاکہ قرآن کا اسلوب مجروح نہ ہو۔

زیر نظر تحقیقی مقالہ ''کنز الایمان اور دیگر تراجم قرآن'' میں پروفیسر مجید اللہ قادری نیری محنت اور عرق ریزی سے سینکڑوں تراجم، بیسیوں تفاسیر، اور شرح الاحادیث کی روشنی میں واضح دلائل اور مثالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن دیگر اردو تراجم کے مقابلہ میں انفرادیت اور امتیاز کا حامل ہے۔ ترجمہ میں اردو زبان کے الفاظ، محاورات اور اصطلاحات کے انتخاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی فکر محبت الٰہی میں غرق، قلب عشق رسول سے سرشار، اور قلم تحفظ عظمت الٰہی وناموس رسالت کے لئے برق رفتار وتلوار ہے۔ پروفیسر فاروق صاحب کا خیال ہے کہ کنز الایمان سے قبل بیشتر مترجمین قرآن کا ترجمہ قرآن اسلوب قرآنی سے خاصہ دور محسوس ہوتا ہے، کیوں کہ انہوں نیترجمہ کرتے وقت قرآن کی مراد کا ترجمہ کرنے کی بجائے زیادہ ساہر الغت کا لیا ہے۔ اکثر مترجمین لغوی ترجمہ کرنے میں بھی ایسے مناسب الفاظ استعمال کرنے میں کامیاب نہیں رہے جو انتہائی اہم مقامات تھے۔ اور جہاں الفاظ کا استعمال بڑی اہمیت کا حامل تھا، کیوں کہ ذرا سی غفلت سے مسلمان کا عقیدہ متاثر ہو سکتا ہے۔ قرآنی اسلوب کے قریب تر اردو مترجمین کی صف میں صرف امام احمد رضا ہی ایسے مترجم نظر آتے ہیں جن کا ترجمہ الحمد سے والناس تک کوئی پڑھتا چلا جائے تو کہیں نہ کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے اور نہ ترجمہ پڑھتے ہوئے کہیں کوئی گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ جملے رواں دواں ہیں اور کسی قسم کی پیچیدگی یا جھول قطعی نہیں۔ انہوں نے قرآن کے اسلوب بیان کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا ہے اور مقام الوہیت وشان رسالت کا خصوصیت سے اہتمام رکھا ہے اس کے ساتھ ساتھ قرآن کے صوتی حسن اور سلاست کو بھی اردو ترجمہ میں ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ اس ترجمہ کو پڑھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان، صرف ونحو، علم معانی، بیان، بدیع، وغیرہ میں مہارت کافی نہیں اور نہ تفسیر وحدیث عقائد وکلام اور تاریخ وسیر کا مطالعہ ہی کافی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور صاحب قرآن ﷺ سے صحیح ایمانی اور روحانی تعلق بھی ضروری ہے۔ جو بلاشبہ امام احمد رضا کو حاصل تھا۔

اپنے دعویٰ کی دلیل میں ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے ایک مقدمہ اور ۹؍ابواب پر مشتمل تقریباً سات سو صفحات صرف کئے ہیں، انہوں نے برصغیر ہند وپاک میں اردو زبان میں قرآنی تراجم کا تاریخ جائزہ پیش کیا ہے جس کا آغاز ۱۰۷۲ھ سے ہوتا ہے اس کے بعد موصوف نے معروف اردو تراجم اور مترجمین (ماقبل کنز الایمان) کا ذکر بہت تفصیل کے ساتھ کیا ہے پھر موازنہ کرتے ہوئے مقالہ نگار نے ان قرآنی تراجم اور مترجمین کا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ کیا ہے جو کنز لایمان کے بعد وجود میں آئے۔ ظاہر ہے اس طرح کے تفصیلی جائزے سے موضوع کا ہمت جہت احاطہ ہو جاتا

ہے۔صاحب کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے عنوان سے ایک باب مختص کیا گیا ہے۔جس میں امام احمد رضا کی علمیت، فقہی بصیرت، اردو عربی میں مہارت اور دیگر علوم وفنون پر عبور کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔کنزالایمان کو سمجھنے کے لئے یہ باب بے حد معاون ثابت ہوتا ہے

محقق مقالہ نگار کی دیانت داری اور قوت استدلال کا مظاہرہ آخری باب میں بھی ہوتا ہے جس کا عنوان ''کنزالایمان پر اعتراضات اور اس کا محققانہ جائزہ'' ہے۔یہ باب شامل نہ بھی ہوتا جب بھی مقالہ مکمل تھا مگر اس باب نے مقالہ کی اہمیت اور افادیت میں مزید اضافہ کردیا ہے۔کیوں کہ عام طور پر جو سوالات پیدا کئے جاتے ہیں اور جن اعتراضات کے بہانے ''کنزالایمان'' کی اہمیت کم کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے،ان کے مسکت اور مدلل جوابات لکھ کر محقق نے معترضین کی زبان بند کردی ہے اور ساتھ ساتھ مقالہ کو علمی دیانت داری کا نمونہ بھی بنادیا ہے۔آخر میں ماخذ ومراجع کی تفصیلی فہرست یوں ہے:

اقرآنی تراجم (۲) تفاسیر (۳) علوم قرآن (۴) تاریخ ومحاسن قرآن (۵) حدیث وسیرت (۶) صاحب کنزالایمان (۷) شخصیات (۸) اردو ادب (۹) تاریخ وتزکرہ علماء دیوبند (۱۰) متفرق (۱۱) لغات (۱۲) خبار وجرائد (۱۳) نگریزی کتب۔فاضل مقالہ نگار نے تقریباً چار سو ماخذ سے رجوع کیا ہے۔جس سے مقالہ کے علمی معیار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔انداز بیان محققانہ اور مدلل ہے۔زبان سادہ سلیس اور عام فہم ہے جو اچھے تحقیقی مقالہ کی پہچان ہوتی ہے۔

ڈاکٹر مجید اللہ قادری کی شخصیت قابل ستائش وقابل تحقیق ہے جنہوں نے اردو تراجم قرآن پر اتنا اہم مقالہ لکھ کر اردو زبان وادب کے ذخیرہ میں اضافہ کیا ہے۔کہ یہ نہ صرف اہم دینی خدمت ہے بلکہ یہ اردو ادب اور قرآنیات کے حوالے سے شغف رکھنے والے حضرات کے لئے مفید وکارآمد بھی ہے۔مقالہ نگار کی جاں فشانی اور دقت نظر کا احساس مقالہ کے ہر باب میں آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔میرا خیال ہے ہے کہ ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان'' سے شائع یہ کتاب ہر لائبریری اور علمی ادارے کی زینت ہونی چاہئے۔

---

# کنز الایمان اور امام احمد رضا

■ ڈاکٹر احمد بدر ——

اردو کے مذہبی ادب میں کنز الایمان کی اہمیت وحیثیت پر کچھ لکھنا وقت ضائع کرنا ہے۔ بلا شبہ اس کا شمار اردو کے مقبول ترین ترجموں میں ہوتا ہے اور سلاست و روانی نیز فصاحت و بلاغت میں یہ اپنی مثال آپ ہے۔ زیر تبصرہ کتاب دراصل ''کنز الایمان کوئیز'' ہے۔ جس میں نہ صرف کنز الایمان بلکہ صاحب کنز الایمان کی زندگی، شخصیت، تصنیف و تالیف اور متعلقہ امور کے تمام گوشوں پر باریکی سے نگاہ ڈالی گئی ہے۔ ان سے متعلق سوالات درج کئے گئے ہیں اور ان کے جواب دئے گئے ہیں۔ سوالات کی تیاری حیرت انگیز اور عرق ریزی سے کی گئی ہے۔ جس کے بارے میں عام ذہن سوچنے سے قاصر ہے۔ مثال کے طور پر فاضل بریلوی کے سوانحی خاکے میں ۵۰ سوالات، اسفار حج سے متعلق ۵۵ سوالات، سورتوں، آیت اور رکوعات پر مبنی ۲۳۵ سوالات، کنز الایمان کے دوسری زبانوں میں تراجم پر ۴۰ سوالات، دیگر تصنیفات کے ترجمے سے متعلق ۴۴ سوالات اور مجموعی طور پر ۱۹۱۷ سوالات اس کتاب میں شامل ہیں، مولف مولانا محمد ادریس رضوی اس سلسلے کو آئندہ اشاعت میں اور بڑھانا چاہتے ہیں۔

اس سوالات کی وساطت سے نہ صرف حیات رضا کے تمام گوشے منور ہوتے ہیں بلکہ ان کے چھبیس تلامذہ و خلفاء کی حیات و خدمات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ایک مستقبل مضمون کی شکل نہ ہونے کے باوجود یہ سوال و جواب پوری پوری تفصیل فراہم کرنے میں کامیاب ہیں۔

اس کتاب کے قارئین کو بآسانی معلوم ہوسکتا ہے کہ صاحب کنز الایمان پر کس کس یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی ہوئی ہے، کس کس نے کی ہے، کس تحقیقی مقالے کے نگراں کا نام کیا تھا، ایم فل کی سطح کے مقالے کہاں کہاں پیش ہوئے اور ان کی تفصیلات کیا ہیں۔ کنز الایمان کے نام پر کن کن شہروں میں کون کون ادارے ہیں، رضا اکیڈمی کس کس شہر میں ہے۔ اور اس طرح کے سینکڑوں سوالات اس میدان میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بیش بہا تحفے کی حیثیت رکھتے ہیں کہیں کہیں زبان و بیان اور املا کی غلطیاں ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ایک کارآمد کتاب مانی جائے گی۔

———

# خصائص کنزالایمان ـــــ ایک مطالعہ

ـــــ ■ ڈاکٹر محمد حبیب الرحمٰن (علیگ)

قرآن حکیم صبح قیامت تک کے لئے انسانی معاشرے کا مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کی تعلیمات فطرت کو اپیل کرتی ہیں اور ہر دور میں اس کے فطری تقاضوں کے مطابق اس کے تعلیمات کی تعبیر وتشریح ہوتی رہی ہے اور یہ سلسلہ حیات انسانی کی آخری سانس تک جاری رہے گا۔ دنیا کے اس ملک اور ہر اس زبان میں اس کے ترجمے اور تفسیر موجود ہیں جہاں اس کی حقانیت کو ماننے والے بستے ہیں۔ قرآن مجید کے ابدی اور فطری ہونے ہی کی دلیل ہے کہ ہر دور میں وقت کے تقاضے اور اس کے مسائل کے حل کے لئے قرآن کی طرف رجوع کیا گیا لیکن کسی نے بھی اپنے مسائل کے مطابق قرآن کو ڈھالنے کی جرآت نہیں کی۔ یہ قرآنی علوم کی بے پناہ وسعت کا ہی کرشمہ ہے کہ ہر مترجم اور ہر مفسر اپنی اپنی علمی رسائی اور بقدر پیمانہ ظرف اس کے بحر بے کراں سے لعل وگہر تلاش کر لیتا ہے۔ یہ قرآن حکیم کی ابدی صفت کا ہی نتیجہ ہے کہ اس کی تلاوت پر قدامت کے احساس کا گذر نہیں۔ جب جب پڑھئے ایک نئے جہان معنی کا انکشاف ہوگا، جب جب غور وفکر کیجئے علوم ومعارف کی ایک بے پناہ دنیا کا پتہ چلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نزول قرآں کے وقت سے لے کر آج تک اس کی تعبیر و تفسیر کا سلسلہ جاری ہے۔

دنیا کی دوسری زبانوں کی طرح اردو میں بھی قرآن مجید کے بے شمار ترجمے اور تفاسیر منظر عام پر آئیں اور اردو دنیا کو قرآنی علوم ومعارف سے فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اردو کے ان بے شمار ترجموں میں ایک ترجمہ چودھویں صدی کے مجدد، حامی سنت، قامع بدعت اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی ہے جو "کنزالایمان" کے نام سے علمی دنیا میں متعارف ہے۔ قرآن مجید کے اردو تراجم کی اس بھیڑ میں کنزالایمان کا امتیاز اس کا تعبیری منہج اور فرق مراتب کا اصول ہے۔ کنزالایمان کا یہ ایسا وصف ہے جس میں کوئی دوسرا ترجمہ اس کے قریب تک نہیں آتا۔ بدقسمتی سے کسی بھی ترجمے میں مفہوم کی ترجمانی کے وقت الفاظ کے ان معنوی

تسلاقات پر غور نہیں کیا گیا جو خدا اور پیغمبر خدا کی شان اور فرق مراتب کو واضح کرتے ہوں۔ نتیجہ میں خدا کی شان میں بھی وہی تعبیریں پیش کی گئیں جو شان خدائی کے بالکل منافی ہیں اور پیغمبر کے حق میں بھی ویسے ہی الفاظ دہرائے گئے جن سے عصمت انبیاء کے عقیدے کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ایسے مترجمین میں اس پایہ کے علماء فضلا شامل ہیں جن کی علمی جلالت کے آگے عام افراد کا سر جھکتا ہے تاہم اجلال الوہیت اور احترام نبوت کی دولت لازوال ان کے قسمت میں نہ آئی اور وہ مقام انسان اور شان الوہیت کے درمیان فرق کرنے سے معذور رہے اور جو بات مخلوق کے لئے باعث ننگ و عار ہوتی ہے انہیں باتوں کو خالق کی صفت قرار دے دیا۔ اسی طرح انبیاء کے لئے ایسی تعبیرات استعمال کی گئیں جو عصمت انبیاء کے عقیدے کے سراسر خلاف ہیں۔ ان حضرات نے ترجمے کے وقت الفاظ کے لغوی معنی کو تو سامنے رکھا لیکن یہ بات مستحضر نہیں رہی کہ کسی خاص لفظ کا لغوی معنی اگر مرتبۂ ربوبیت کے خلاف ہو یا شان نبوت کے منافی ہو تو اس کی تعبیر ایسے الفاظ کے ساتھ کی جائے جن سے مفہوم کی کما حقہ ادائیگی کے ساتھ ساتھ شان ربوبیت اور احترام رسالت بھی برقرار رہے۔ ظاہر ہے اس کے لئے ایک خاص نورانی بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے اور ذہن وفکر کی تطہیر لازم آتی ہے۔ میرے خیال سے مترجم کی یہی وہ بنیادی شرط ہے جس کو اعلیٰحضرت کے علاوہ دوسرے مترجمین قرآن نہ پاسکے۔

کنزالایمان اپنی اسی لسانی خصوصیت کے سبب اہل علم کے درمیان مقبول و متداول رہا اور اس کے فنی، لسانی اور فکری پہلوؤں پر اہل قلم نے خوب لکھا۔ کنزالایمان کے ان اوصاف پر مضامین و مقالے کے علاوہ مستقل کتابیں بھی منظر عام پر آئیں جن میں ترجمے کی خصوصیت اور صاحب ترجمہ کے علمی حالات کو اجاگر کیا گیا۔ کنزالایمان پر لکھی گئی کتابوں میں علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہاں پوری کی کتاب ''خصائص کنزالایمان'' بھی ایک اہم تالیف کی حیثیت سے اہل علم کے درمیان پذیرائی حاصل کر چکی ہے۔ ۶۵ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۸ء میں مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور سے اشاعت پذیر ہوئی۔ حرف آغاز میں، محاسن کنزالایمان پر کئے گئے کام کا جائزہ'' کے ذیلی عنوان کے تحت عبدالستار طاہر قادری نے ۱۲ صفحات (۳۔۱۴) میں ان مجلات و رسائل کی فہرست پیش کی ہے جن میں کنزالایمان کے اوصاف و خصائص پر مختلف پہلوؤں سے مضامین لکھے گئے۔ ان رسائل میں کنزالایمان اور امام احمد رضا پر خصوصی نمبرات بھی شامل ہیں۔ قادری صاحب نے ۱۳۱ ایسے مجلات و رسائل کا تذکرہ کیا ہے جن میں خصائص کنزالایمان کے حوالے سے مقالے لکھے گئے۔ اس کے بعد دو صفحات میں اختر شاہجہاں پوری کا اعلیٰ حضرت کی خدمت میں منظوم خراج

عقیدت ہے۔ پھر ۶ صفحات میں مصنف نے مختصر سوانح اعلیٰ حضرت پیش کی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۲۳۔۵۹ ''خصائص کنز الایمان'' کے عنوان سے اصل موضوع پر گفتگو کی ہے۔ بعد میں صفحہ ۶۰۔۶۵ عبدالستار طاہر قادری نے اختر شاہجہاں پوری کی تصنیفات وتالیفات کی فہرست مرتب کی ہے۔

خصائص کنز الایمان میں اختر شاہجہاں پوری نے کنز الایمان کی خصوصیت بیان کرنے کے لئے اسی طریقۂ کار کو اختیار کیا ہے جس کا عام طور سے کنز الایمان کی خوبیاں بیان کرنے کے لیے علماء نے کیا ہے۔ یعنی آیات مبارکہ نقل کر کے پہلے دوسرے مترجمین قرآن کے ترجمے پیش کیے گئے ہیں پھر ان کا مقابلہ اعلیٰحضرت کا ترجمہ پیش کر کے کیا ہے۔ اس ضمن میں متعدد سورتوں کی مخصوص آیات کریمہ زیر مطالعہ آئی ہیں۔ لیکن میرے خیال سے کتاب کی معنویت اور بڑھ جاتی اگر ترجمہ کے ایک خاص پہلو کے علاوہ اس کے فنی، لسانی اور فکری مناہج پر بھی روشنی ڈالی جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو کتاب کے مواد سے اس کے عنوان کی تطبیق بھی ہو جاتی اور علمی دنیا اس حوالے سے نئے نکات سے بھی آشنا ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کنز الایمان کی جس خصوصیت کا تذکرہ مصنف نے کیا ہے وہ اپنی جگہ مسلم اور سب سے اہم ہے تاہم ایسا کرتے وقت اعلیٰ حضرت کی فکری پرواز جہاں تک پہنچی ہے اور ادب واحترام نے تعبیرات کی جو شکل اختیار کی ہے اس میں اعلیٰ حضرت کے کمال فن کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے۔ الفاظ کے انتخاب اور تعبیرات کی پیش کش میں کنز الایمان کی لسانی خوبیاں بھی ایک جہان معنی رکھتی ہیں کنز الایمان کے حوالے سے یہ وہ بنیادی باتیں ہیں جن پر لکھا تو گیا لیکن ان کا حق اب تک ادا نہیں ہوا۔ ویسے کنز الایمان کی اہمیت وخصوصیت پر لکھی گئی کتابوں کی فہرست میں ''خصائص کنز الایمان'' ایک اضافہ ضرور ہے۔

۷رجنوری ۲۰۱۰ء پنجشنبہ

---

# کتاب ''محاسنِ کنز الایمان'' کا ایک تجزیاتی مطالعہ

■ ڈاکٹر سراج احمد قادری، ایم اے، پی ایچ ڈی

۱۹۸۶ء میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کے مشہور قدیمی شہر لاہور میں امام اہلِ سُنّت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ونظریات پر مبنی ایک دینی تنظیم ''مرکزی مجلسِ رضا'' کی بنیاد رکھی تھی۔ حضرت حکیم صاحب مرحوم ومغفور نے کس خلوصِ دل اور نیک نیتی کے ساتھ اِس تنظیم کی بنیاد رکھی تھی کہ آج تک اس کی روشنی سے دنیائے اہلِ سُنّت کے آنگن میں روشنی ہی روشنی اور اُجالا ہی اُجالا ہے۔ اس تنظیم نے بہت سے لوگوں کو ایمان کی طلعت سے منور کر رکھا ہے۔

''مرکزی مجلسِ رضا'' صرف ایک تنظیم ہی نہیں بلکہ ایک تحریک ہے، جس نے اربابِ علم و فضل کو اپنی جانب اِس کشش کے ساتھ متوجہ کیا کہ جس نے بھی اس کے لٹریچر کا مطالعہ کیا، وہ اس کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ میر تقی میر نے سچ کہا تھا۔

خوب رو خوب کام کرتے ہیں　　　اک نگہ میں غلام کرتے ہیں

جو لوگ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے نظریات سے ناواقف تھے، جن لوگوں تک آپ کے علم وفضل کی روشنی نہیں پہنچ سکی تھی، جن کے دلوں میں آپ کے خلاف نفرت وعداوت کی آگ جل رہی تھی وہ حکیم صاحب کی دعوت پر اس تنظیم سے وابستہ ہوئے۔ ان لوگوں نے آپ کے نظریات، افکار وخیالات کا گہرائی وگیرائی سے مطالعہ کیا، پھر کیا ہوا سچائی اور حقیقت ان کی نظروں کے سامنے آنے لگی۔ اُن کو اپنے ماضی کی زندگی پر شرمندگی وندامت کا احساس ہونے لگا۔ انھوں نے عزم کیا کہ اب آگے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ہی مطالعہ کریں گے۔ انھیں کے افکار و نظریات کی نمائندگی کریں گے۔ ان کے نظریات کا پرچم پوری دنیا میں لہرائیں گے۔ وہ زندگی بھر کے لیے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ہو کر رہ گئے۔

چنانچہ ماہ نامہ جہانِ رضا، لاہور کے مدیرِ اعلیٰ حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب تحریر

فرماتے ہیں:

''مرکزی مجلسِ رضا کی خدمات کو دیکھ کر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری ایم اے، پی ایچ ڈی کراچی سے آگے بڑھے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایک علمی سُنّی خانوادے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے سُنّی دانش وروں میں شمار ہوتے تھے۔ مگر فاضل بریلوی کے افکار سے انھیں کوئی لگاؤ نہ تھا۔ حکیم صاحب نے انھیں استدعا کی کہ وہ مرکزی مجلسِ رضا کے اسٹیج پر اپنی قلم کے جوہر دکھائیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے لبیک کہا اور سب سے پہلی کتاب ''فاضلِ بریلوی اور تحریکِ ترکِ موالات'' لکھی۔......! 

اس طرح اِس تنظیم نے پوری دنیا میں ایک انقلاب بپا کر دیا۔ اہلِ دانش وفکر اپنی اپنی علمی صلاحیتوں کا محاسبہ ومحاکمہ کرنے لگے۔ افکارِ رضا کی نئی نئی جہتوں اور سمتوں کے سراغ میں لگ گئے۔ پھر کیا تھا نغماتِ رضا سے گلستاں در گلستاں گونج اُٹھے۔ ہر چہار جانب امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا غلغلہ مچ گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے افکار ونظریات پر مبنی ادارے، تنظیمیں، تحریکیں اور اکیڈمیاں وجود میں آگئیں۔ لیکن سب سے بڑا جو انقلاب آیا وہ قلم وقرطاس کی دنیا میں آیا۔ اسی انقلاب کا پیش خیمہ کتاب ''محاسنِ کنز الایمان'' کو بھی قرا دیا جا سکتا ہے۔ اور اس کا سہرا حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے ہی سر بجتا ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب حضرت حکیم صاحب مرحوم ومغفور کی خدمات اور اُن کے حسنِ کارکردگی کی پذیرائی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مرکزی مجلسِ رضا کے بانی تھے۔ حکیم تھے، طبیب تھے، نبّاض تھے۔ اپنے مریضوں کے لیے سرگرم دم جستجو اور نرم دم گفتگو تھے۔ با دشمنانِ تلطف، با دوستاں مدارا اُن کی عادت تھی۔ طبابت اُن کا پیشہ تھا مگر اُن کی ساری زندگی امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عشق میں گزری۔ آپ نے انھیں کے علمی مقامات اور نظریات کی اشاعت میں زندگی کی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ آپ کے افکار کی اشاعت کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں کتابیں چھپوا کر تقسیم کیں اور ہر پڑھے لکھے شخص کے دروازے پر دستک دی اور اس کے سامنے اعلیٰ حضرت کے نظریات پر کوئی نہ کوئی کتاب رکھ دی۔ اِس سلسلے میں آپ نے اٹھارہ لاکھ سے زیادہ کتابیں زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے پاکستان اور بیرونِ ممالک میں تقسیم کیں۔ آپ کے اِس کارنامے کو علما، مشائخ اور دنیا بھر کے دانش وروں نے سراہا۔ حکیم صاحب مرحوم نے اپنے آپ کو صرف فاضل بریلوی کی تعلیمات اور نظریات کی اشاعت تک محدود نہ رکھا بلکہ پاکستان کے اہلِ قلم دانش

وروں کو اعلیٰ حضرت کے قریب کرلیا۔ انھیں فکرِ رضا پر لکھنے کے لیے تیار کیا اور اس طرح مختلف موضوعات پر کام ہونے لگے۔ ملک کے مختلف شہروں میں ایسے ادارے قائم کرنے والوں کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی جو فاضل بریلوی کے نظریات پر کام کرنے میں دل چسپی لیتے تھے۔ چنانچہ سیکڑوں اہلِ قلم و علم خیابانِ رضویت میں گل ہائے رنگا رنگ بن کر مہکنے لگے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم نے بے سروسامانی کے عالم میں وہ کام کیا جو بڑے بڑے ادارے، انجمنیں اور اشاعتی کارخانے نہ کرسکے تھے۔ وہ دن رات کام کرتے۔ اپنی مختصر سی ٹیم کے ساتھ آگے بڑھتے گئے اور ان کی ہستی دستِ صبا بن کر اپنے معاونین کے قافلے کے ساتھ سارے برصغیر پر چھا گئی اور دنیائے رضویت کے صفِ اوّل کے اسکالر دنیائے سُنّیت کے رہنما بن کر آگے بڑھے۔ ؎

حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ترجمۂ قرآن پاک ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے محاسن و مناقب پر اب تک بہت ساری کتابیں، مقالات و مضامین اشاعت پذیر ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں۔

جناب غلام مصطفیٰ رضوی، مالے گاؤں (مہاراشٹر) نے ''یادگارِ رضا'' شمارہ ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء میں اپنے مضمون ''کنزالایمان اور تحقیقی اُمور'' میں حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ترجمۂ قرآن کے موضوع پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور کنزالایمان کے ابتدائی مراحل و مدارج سے لے کر اب تک اس پر ہوئے کام کا ذکر بہت ہی سلیقے سے کیا ہے۔ جیسے: (۱) اردو زبان کے تراجم قرآن (۲) تقریب ترجمہ (۳) محدث بریلوی اور فنِ تفسیر (۴) کنزالایمان کی طباعت (۵) کنزالایمان کی تصحیح (۶) عرب میں کنزالایمان کی مقبولیت (۷) لسانی جائزہ اور خصوصیات (۸) کنزالایمان کے دوسری زبانوں میں تراجم (۹) کنزالایمان پر مقالہ جات (۱۰) تاثرات۔

محترم رضوی صاحب نے ''کنزالایمان'' پر لکھے گئے ۳۶؍ مقالات و مضامین کی فہرست تحریر کی ہے جن کو اربابِ علم و فضل نے وقتاً فوقتاً مختلف ماہ ناموں اور رسالوں کے لیے تحریر فرمائے تھے۔ ان میں کچھ مقالات و مضامین کتابی صورت میں نشریاتی اِداروں نے شائع کیے ہیں۔ ایک فہرست انہوں نے زین الدین ڈیروی کے حوالے سے شاملِ مقالہ کی ہے، جس کو ڈیروی صاحب نے ۱۹۹۶ء میں مرتب کیا تھا، جسے ملا کر کنزالایمان سے متعلق کل کتابوں، مقالات و مضامین کی تعداد ۸۰؍ تک پہنچتی ہے۔

''محاسنِ کنزالایمان'' مؤلف ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ بھی انھیں کتابوں میں

سے ایک ہے، جسے حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی بار ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے زیرِ اہتمام ایک ہزار کی تعداد میں شائع فرما کر ملک و بیرون ملک تقسیم کی۔ اس کی دوسری اشاعت ماہ ربیع الآخر ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۴ء میں دو ہزار کی تعداد میں مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے زیرِ اہتمام ہوئی۔ اس طرح ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۷۹ء تک مسلسل اس کی اشاعت میں اضافہ ہوتا رہا۔

مؤلف نے اپنی اس کاوش کو خلیفۂ اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ حضرت علامہ ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کے نام معنون کیا ہے۔ اس کتاب پر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدرّس جامعہ نعیمیہ، لاہور نے ''پیش لفظ'' تحریر کیا ہے۔ علامہ سعید صاحب کے تعارف کے لیے صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ محاسنِ کنزالایمان کے طبع ہو کر منظرِ عام پر آنے کے بعد ماہ نامہ ''فاران'' کے ایڈیٹر ماہر القادری صاحب نے شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء میں ملک شیر محمد اعوان صاحب کی مذکورہ کتاب پر تبصرہ شائع کیا تھا۔ تبصرہ کیا تھا اپنے عقائد و ایمان کی روشنی میں دل کی بھڑاس تھی۔ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے مذکورہ تبصرے سے متاثر ہو کر حقیقت کو عیاں کرنے کے لیے ''ضیائے کنزالایمان'' کے نام سے ۲۷/صفحات پر مشتمل ایک کتاب تحریر فرما ڈالی۔ اس کتاب کے پانچ ایڈیشن سات ہزار کی تعداد میں طبع ہو کر ملک و بیرون ملک تقسیم ہو چکی ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اس کتاب کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے پیش لفظ میں رقم طراز ہیں:

''اغیار نے تاریخ مسخ کر کے جس طرح حقائق کو پامال کیا ہے اس کے سبب اسکول اور کالج کے طلبہ میں اعلیٰ حضرت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے بارے میں مختلف قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ اس کے دفاع کے لیے ایسے پاکیزہ، شستہ اور دیدہ زیب لٹریچر کی ضرورت تھی، یہ کتاب کی حقیقت یا سچائی کی آئینہ دار ہے۔

چنانچہ محمد حنیف ازہر صاحب اس کتاب کے تعارف کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''جیسا کہ نام ہی سے واضح ہے کہ یہ کتاب اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' کے علمی و ادبی، لغوی اور اعتقادی محاسن کے بیان پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اپنی مقبولیت کے لحاظ سے مجلسِ رضا کی کتابوں میں انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ سات ایڈیشنوں میں ۱۳/ہزار کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔''......[۳]

محاسنِ کنزالایمان درج ذیل موضوعات پر مشتمل ہے: (۱) انتساب (۲) پیش لفظ

(۳) ابتدائیہ (۴) سخن ہائے گفتنی (۵) تعارفِ صاحبِ کنزالایمان (۶) کنزالایمان فی ترجمۃ القران کے محاسن (۷) کنزالایمان کے ادبی کمالات۔

اس وقت میرے پیشِ نظر ''محاسن کنزالایمان'' کا جو نسخہ ہے وہ بار ہفتم محرم الحرام ۱۴۰۰ھ میں مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے زیر اہتمام دو ہزار کی تعدادِ میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ اس کی ایک اشاعت کا ذکر غلام مصطفیٰ رضوی نے اپنے مذکورہ مضمون ''کنزالایمان اور تحقیقی اُمور'' میں رضا اکیڈمی ممبئی کے حوالے سے بھی کیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور ادارے نے اس کی اشاعت کی ہے یا نہیں اس کا علم مجھے نہیں ہوسکا۔ مگر یقینِ کامل ہے کہ دوسرے نشریاتی اداروں نے بھی ضرور طبع کیا ہوگا۔

اس کے بعد سخن ہائے گفتنی ہے۔ اس عنوان کے تحت انہوں نے ترجمے کے متعلق بحث کی ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ: اَفَلَا یَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا۔ تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعض دلوں پر ان کے قفل لگے ہیں۔

اِس مضمون کی بے شمار آیات ہیں جو قرآن میں تدبّر و تفکّر کی دعوت دیتی ہیں۔ اس لیے ہر ایک مسلمان کا فرضِ اوّلین ہے کہ قرآن کریم کو خود پڑھے، اوروں کو پڑھائے، خود سمجھے دوسروں کو سمجھائے، خود عمل کرے دوسروں کو عمل کرانے کی جدوجہد کرے۔ قرآن حکیم چونکہ عربی مبین میں ہے اور ہر آدمی عربی کا فاضل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ ناگزیر ہے۔ اور پھر ترجمے کی مشکلات کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ جناب مُلّا واحدی صاحب لکھتے ہیں:

''سلطنتِ حیدرآباد دکن کے آخری سلطان نظام الملک ہفتم میر عثمان علی خان کے پاس ایک صاحب تھے، جنھیں آج سے چالیس پچاس برس پہلے دو ہزار روپے ماہ وار تنخواہ ملتی تھی۔ اُن کا کام فقط یہ تھا کہ جسے میر عثمان علی خان زبانی پیغام بھیجنا چاہیں اسے وہ اس طرح پہنچا دیں جس طرح میر عثمان علی خان نے پیغام دیا ہے۔ پیغام سُناتے وقت پیغام پہنچانے والے صاحب پر ان کیفیات کا طاری ہونا ضروری تھا جو پیغام بھیجتے وقت میر عثمان علی خان پر طاری ہوتی تھی۔ میر عثمان علی خان خوش ہوکر کوئی بات کہتے تو وہ بھی خوش ہوکر اسے نقل کرتے۔ میر عثمان علی خان بگڑ کر، تیوری چڑھا کر بات کرتے تو وہ بھی بگڑتے اور تیوری چڑھا کر الفاظ کا بدلنا ممکن ہی نہیں تھا۔ لہجہ اور طرزِ کلام بھی میر عثمان علی خان کا رہتا تھا۔ مخاطب جان جاتا تھا کہ مجھ پر عنایت ہوئی ہے یا عتاب ہوا ہے۔'' ۵

ترجمہ نگاری ایک ایسا فن ہے جس کی مشکلات کا اندازہ اس کے ہر راہ رو کو ہے۔ میں خود اس مرحلے سے گزر چکا ہوں۔ جس وقت میں ''عمدۃ الاسلام'' کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کر رہا تھا تو بعض مقامات پر قلم ٹھہر گیا اور پھر لغات کی ورق گردانی شروع ہوگئی۔ معانی و مفاہیم کی تلاش کا سلسلہ

کئی کئی دنوں تک جاری رہا۔ لغات میں معانی و مفاہیم تو ملے مگر مصنف کی منشا اور اندازِ بیان کے مطابق نہیں۔ آخر کار یہ کہہ کر سپر ڈال دینا پڑی کہ تخلیق اور ترجمے میں یہی فرق ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر خالد ندیم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"علمی و ادبی اعتبار سے ترجمہ کسی زبان پر کیے گئے ایسے عمل کا نام ہے جس میں کی ایک زبان کے متن کی جگہ دوسری زبان کا متبادل متن پیش کیا جائے۔ (۲) تاہم مظفر علی سید کا کہنا ہے کہ عربی تعریف کے مطابق ترجمہ "نقلِ کلام" ہے جو نقل مطالب یا نقل معانی ہیں۔ نقلِ کلام کا تقاضا یہی ہے کہ کلام جس زبان میں نقل ہو جائے اس میں تقریباً ویسا ہی اثر پیدا ہو، جیسا اصل زبان میں تھا۔ (۳) یعنی ترجمہ متبادل متن ہی کا مطالبہ نہیں کرتا، متبادل تاثر و کیفیت کا بھی متقاضی ہے۔ گویا ترجمے کا عمل ایک علمی و ادبی پیکر کو دوسرے پیکر میں دکھاتا ہے اور وہ بھی اس احتیاط و خوبی سے کہ اس کا ڈیل ڈول، شکل و شباہت، ناز و انداز اور جزئیات و خیالات پورے طور پر منتقل ہو جائیں۔ (۴) چنانچہ ڈاکٹر سید عابد حسین کے مطابق ترجمے کو ادبی قدر و قیمت اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب ایک زبان سے دوسری زبان میں مفہوم کے ساتھ آب و رنگ، وہ چاشنی، وہ خوش بو، وہ مزہ بھی آ جائے جو اصل عبارت میں موجود تھا۔ (۵) ترجمے کے باب میں یہ ساری خواہشات نہایت ہی مستحسن سہی لیکن عملاً ایسا ممکن نہیں اور نہ ہی کوئی ترجمہ آج تک اس معیار پر پورا اُتر سکا ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا تو ترجمے کو تخلیق کی کم تر یا دوسرے درجے کی علمی و ادبی سرگرمی قرار نہ دیا جا سکتا۔ [۶]

قرآن پاک کی زبان کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود ہی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

**ترجمہ**: بے شک ہم نے اسے عربی زبان اُتارا تا کہ تم سمجھو!

قرآن پاک اہلِ عرب کی زبان میں اُتارا گیا اور قبائلِ عرب میں اس قبیلے کی زبان میں جس کی زبان خطۂ عرب یا جزیرۃ العرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھی۔ مگر اس کا پیغام پوری دنیا کے لوگوں کے لیے عام ہے۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے: قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔

ترجمہ: تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔ لہٰذا ایسی صورت میں اس کے پیغام کو ہر فردِ بشر کی زبان میں پہنچانے کے لیے اس کے ترجمے کی ضرورت زمانہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں محسوس کی گئی ہوگی۔ قرآن پاک کے ترجمے کا عمل آج کوئی نیا نہیں بلکہ زمانہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے۔ چنانچہ اِس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر مجید اللہ قادری رقم طراز ہیں:

ابتدا میں قرآن کی کسی دوسری زبان میں ترجمے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ خود صاحبِ

قرآن کے دور میں اور جب اسلام سرزمینِ عرب سے نکل کر دوسری اقوام و ممالک میں پہنچا تو پھر قرآن کے مطالب کی دوسری زبان میں شدت سے ضرورت محسوس ہونے لگی اور اس وقت قرآن کا فارسی، عبرانی، چینی، ہندی زبان میں وہاں آباد اصحابِ ایمان کو سمجھانے کے لیے ترجمہ کیا جاتا ہوگا۔ امام سرخسی (المتوفی ۴۸۳ھ/۱۰۹۰ء کی رائے کے مطابق سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ فارسی زبان میں ہوا۔ جو عجم کی مقبول زبان تھی اور یہ ترجمہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۳۵ھ/۶۵۵ء نے صرف سورۂ فاتحہ کا کیا تھا۔ لیکن غالب گمان یہ ہے کہ قرآن پاک کا ترجمہ خود رسالت مآب ﷺ کے زمانے میں جزوی طور پر یقیناً دوسری زبانوں میں ہوا ہوگا۔ خصوصاً اس وقت جب رسول اللہ ﷺ کے تبلیغی خطوط دوسرے فرماں رواؤں کے پاس جاتے ہوں گے اور یقیناً عجم کے لوگ عربی سے نابلد ہونے کی صورت میں اس کا ترجمہ و تشریح اپنی زبان میں سنتے ہوں گے۔ ۷

اس کے بعد صاحبِ کنز الایمان یعنی حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا تعارف پیش کیا ہے۔ اس موضوع کے تحت انہوں نے صاحبِ کنز الایمان کے علمی، ادبی اور سیاسی کمالات پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ اس عنوان کے تحت آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کا ایک عظیم ترین کارنامہ اور علمی شاہ کار قرآن حکیم کا اردو ترجمہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے موسوم ہے۔ تمام اردو تراجم سامنے رکھ لیجیے اور اعلیٰ حضرت کے ترجمے کے ساتھ ان کا تقابلی مطالعہ کیجیے۔ آپ واضح ترین فرق محسوس کریں گے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ لغوی، معنوی، ادبی اور علمی کمالات کا جامع ترین مرقع ہے۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربیت اور قرآن فہمی کا کس قدر ملکہ حاصل تھا۔" ۸

تعارفِ صاحب کنز الایمان کے موضوع کے بعد "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے محاسن" کا موضوع ہے۔ جس کو اس کتاب کی روح قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس موضوع کے تحت صاحب کتاب نے خوب خوب اپنی علمی بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے اور اردو کے دیگر مترجمین قرآن کے ترجمے سے موازنہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ترجمۂ قرآن درحقیقت ایسا نایاب و نفیس ترجمہ ہے جس میں کسی طرح کی کوئی بے راہ روی اور کجی نہیں ہے۔ جبکہ دیگر مترجمینِ قرآن کے یہاں یہ بات نہیں پائی جاتی ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو یہ تفوق محض علمی استعداد کی بنا پر حاصل نہیں ہوا، بلکہ اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی سچی و پکی محبت نے ان کو یہ شعور و آگہی عطا کر دی تھی کہ جب وہ اپنے شاگردِ عزیز حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کو قرآن پاک کا ترجمہ املا کرا رہے تھے تو اُن کی زبانِ حق ترجمان سے وہی

الفاظ نکلتے تھے جو قرآن کے معانی ومفاہیم کے شایانِ شان ہوتے تھے۔ اس موضوع کے تحت انہوں نے ۳۵ منتخب آیاتِ مقدسہ کا انتخاب کر کے دیگر اردو مترجمین کے ترجمۂ قرآن سے موازنہ کر کے کنزالایمان کے اختصاصی پہلو کو روشن ونمایاں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو، آیتِ کریمہ:

**يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا (ط) لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ۔**

ترجمۂ مولانا اشرف علی تھانوی: اے گروہِ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو ہم بھی دیکھیں نکلو مگر بدونِ زور کے نہیں نکل سکتے اور زور ہے نہیں۔

ترجمۂ اعلیٰ حضرت: اے جن وانس کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔

حضرت علامہ اعوان صاحب مذکورہ آیتِ کریمہ کے ترجمے کے موازناتی پہلو کے مدِّ نظر تحریر فرماتے ہیں:

تھانوی صاحب کے مندرجہ بالا ترجمے سے تاثر ملتا ہے کہ انسان کرۂ ارض سے باہر نہیں نکل سکتا ہے۔ حالانکہ آج سے چند سال پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کرۂ ارض سے باہر نکل کر چاند پر جا پہنچا ہے۔ اس قسم کے ترجموں سے نسلِ نو کے اذہان میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں، کیونکہ انہوں نے قرآن کریم کو ترجمے کی وساطت سے سمجھا ہے اور جب سائنس کے مشاہدات وتجربات کے خلاف ان کو ترجمہ نظر آئے گا تو قرآن حکیم پر ان کا ایمان متزلزل ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔ اسے پڑھ کر قرآن مجید پر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائنس نے کائنات کے جن سربستہ رازوں سے اب پردہ اُٹھایا ہے۔ قرآن حکیم نے چودہ سو سال پہلے ان کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا مفاد یہ ہے کہ انسان زمین کے کناروں سے تو باہر نکل سکتا ہے لیکن اللہ کی سلطنت سے باہر نہیں نکل سکتا۔ پس انسان چاند چھوڑ کر مریخ پر بھی جا پہنچے تو اس ترجمے کی روشنی میں قرآن کا خلاف لازم نہیں آتا۔ [9]

اس کتاب کا آخری موضوع 'کنزالایمان کے ادبی کمالات' ہے۔ اس موضوع کے تحت مؤلف نے حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی زبان اور اس کی شستگی سے بحث کی ہے اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت فاضل بریلوی کی

زبان کوثر و تسنیم سے دُھلی ہوئی ہے۔ اردو زبان پر ان کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ کہیں بھی جھول کا احساس نہیں ہوتا۔ انہوں نے حضرت خواجہ میر درد کی ایک پیش گوئی نقل کی ہے جس کو پڑھ کر حضرت فاضل بریلوی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ نے حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے لیے ہی کی تھی۔ ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

''اے اردو! گھبرانا نہیں تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے، خوب پھلے پھولے گی۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن وحدیث تیری آغوش میں آکر آرام کریں گے۔''......١٠

آخر میں قرآنِ مقدس کی آیت کریمہ: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ۔ کے حوالے سے نیاز فتح پوری کا ایک مضمون شاملِ اشاعت ہے، جو ماہ نامہ ''نگار'' کراچی ماہ جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۳۲۔۳۳ میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ کلکتہ کے سید ذکی الدین صاحب کے دل میں مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمۂ قرآن کو پڑھنے کے بعد لفظ ''ذنب'' کے متعلق شکوک پیدا ہوئے تھے۔ نیاز فتح پوری نے اپنے مذکورہ مضمون میں بڑے پتے کی بات تحریر کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے اُصولی طور پر یہ دیکھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ ذنب یا گناہ کے مرتکب ہو سکتے تھے کہ کس حد تک درست ہو سکتا ہے۔ جس وقت ہم قرآن پاک کی ان آیات پر غور کرتے ہیں، جن سے رسول اللہ ﷺ کے کردار واخلاق پر روشنی پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کسی گناہ کا سرزد ہونا بہت مستبعد تھا۔ جس کے متعلق یہ کہا گیا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ اور وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ وہ کیونکر کسی گناہ کا مرتکب ہو سکتا تھا۔''

کتاب ''محاسنِ کنز الایمان'' حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ترجمۂ قرآن پاک کے حوالے سے وہ منفرد کتاب ہے جس نے اردو زبان میں کیے گئے تراجم قرآن میں کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کی عزت وشہرت میں چار چاند لگایا۔ اربابِ علم و دانش کی توجہات کو اپنی جانب منعطف کیا۔ اس کتاب نے یہ ثابت کر دکھایا کہ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن اردو کے دیگر تراجمِ قرآن میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اِس ترجمے میں وہ ساری خوبیاں ہیں جو ایک ترجمۂ قرآن پاک میں ہونا چاہیے۔ اس طرح اس کتاب کو امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کے حوالے سے تحریر کی جانے والی کتابیں، مقالات ومضامین کا نقشِ اوّل قرار دیا جا سکتا ہے۔

## حوالہ جات:


۱۔ ماہ نامہ جہانِ رضا لاہور، شمارہ اکتوبر نومبر ۲۰۰۰ء خصوصی نمبر حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، صفحہ ۲۵

۲۔ ماہ نامہ جہانِ رضا لاہور، شمارہ اکتوبر نومبر ۲۰۰۰ء خصوصی نمبر حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، صفحہ ۵/۶

۳۔ تعارفِ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔ محمد حنیف ازہری، مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، صفحہ ۱۳

۴۔ محاسنِ کنزالایمان، ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، صفحہ ۱۱۔۱۲

۵۔ محاسنِ کنزالایمان، ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، صفحہ ۱۶

۶۔ ماہ نامہ اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، شمارہ فروری ۲۰۰۹ء/ صفحہ ۲۰

۷۔ کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، صفحہ ۳۵۔۳۶

۸۔ محاسنِ کنزالایمان، ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، صفحہ ۲۶

۹۔ محاسنِ کنزالایمان، ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، صفحہ ۶۴۔۶۵

۱۰۔ محاسنِ کنزالایمان، ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، صفحہ ۵۸


---

# کنز الایمان کا لسانی جائزہ: ایک مطالعہ

■ ڈاکٹر امجد رضا امجد

کنز الایمان کی علمی ادبی فنی اور لسانی جائزہ سے متعلق بہت سے تحقیقی مقالے، مضامین اور کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جاتی رہیں گی کیوں کہ ''کنز الایمان'' اپنے تمام مالہ وماعلیہ کے ساتھ ان تمام خوبیوں کا حامل ہے جو ترجمہ قرآن میں ہونا چاہئے۔ قرآن مقدس چوں کہ تمام علوم وفنون کا جامع ہے اور خالص ادبی ولسانی نقطہ نظر سے بھی فنی جامعیت کا مظہر ہے، اس لئے تراجم میں بھی ان خوبیوں کا در آنا لازمی ہے تا کہ ترجمہ ''ترجمہ قرآن'' کہلانے کا مستحق ہو سکے۔ کنز الایمان اہل علم سے لے کر عوام تک اس لئے مقبول ہے کہ وہ واقعی ''ترجمہ قرآن'' ہے۔ اس پر وہ سارے مقالات ومضامین شاہد ہیں جو کنز الایمان کے علمی، عرفانی، ادبی، فنی اور لسانی حوالے سے لکھے گئے۔

کنز الایمان پر لکھنے والوں میں ایک معروف اور علمی نام محترم ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا بھی ہے، موصوف جماعت اہل سنت کے مایہ ناز اور قابل قدر دانشور ہیں، ''رضویات'' پر گہری نظر رکھتے ہیں، اور پچھلے کئی برسوں سے رضویات سے وابستہ ہیں، ان کی اس وابستگی نے واقعۃ ''رضویات'' کے خزانہ علمی میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ آپ کی ان علمی یادگاروں میں (جو رضویات سے متعلق ہیں) ایک کا نام ہے ''ادبیات رضا'' اور دوسری سب سے معتبر کتاب ہے ''کنز الایمان کا لسانی جائزہ'' جو کنز الایمان کے صد سالہ موقع سے ۲۵ رصفر المظفر ۱۴۲۸ھ مطابق مارچ ۲۰۰۷ء میں تحریک فکر رضا ممبئی سے شائع ہوئی ہے ۳۱۲ صفحات والی یہ کتاب ''انتساب'' (حضور صدر الشریعہ کے نام) ''مصنف ایک نظر میں'' ''معروضات مصنف''، ''لسانی جائزہ'' اور ''حرف ناشر'' پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس کا تاریخی نام ''انجلائے کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۲۵ھ) اور ''عظمت کنز الایمان نادر زمان (۲۰۰۴ء) رکھا ہے۔ یہ کتاب پہلے قسط وار رضویات پر شائع ہونے والے ایک موقر رسالہ ''افکار رضا'' ممبئی میں شائع ہوئی جو چودہ قسطوں (جولائی ۲۰۰۰ — جنوری تا مارچ

۲۰۰۵) میں مکمل ہوئی۔ گویا تقریبا ساڑھے سال تک بالاقساط یہ افکار رضا میں شائع ہوئی، اس کے بعد افکار رضا کے مدیر محترم جناب زبیر قادری صاحب نے اسے کتابی صورت میں شائع کیا۔

''مصنف ایک نظر میں'' کے عنوان سے پیش کردہ تقویم کے مطالعہ سے مصنف کی علمی دلچسپیوں اور تحقیقی کاموں کا پتہ چلتا ہے۔ کتاب میں دی گئی فہرست کے مطابق ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب:

| | |
|---|---|
| ادبی تجزیے | تحقیق نما |
| اوراق العروض | شعار زبان دانی |
| نقد و بصر | بہار اردو |
| بہار ادب | دینیات |
| جنرل اردو قواعد | دیوان نعت |
| اشرفی اردو-۳ رحصے | (نرسری-k,g) |
| اشرفی اردو-۵ رحصے | (برائے یکم تا پنجم) |

ادبیات رضا ایک جائزہ

اردو نعت اور شاہد علی عرشی

جیسی متنوع الموضوعات کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان علمی خدمات کے سبب اتر پردیش اردو اکاڈمی لکھنؤ-مغربی بنگال اردو اکادمی کلکتہ-آل انڈیا میرا کاڈمی لکھنؤ سے آپ کو مختلف ایوارڈ زمل چکے ہیں۔ ان تفصیلات سے سنبھلی صاحب کی علمی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے

ڈاکٹر موصوف کی زیر تبصرہ کتاب ''کنز الایمان کا لسانی جائزہ'' اپنے موضوع پر اب تک کا سب سے ضخیم اور معتمد و مستند جائزہ ہے، اس سے قبل کنز الایمان کے لسانی جائزہ پر مختلف مقالات ضرور لکھے گئے جن کی علمی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر الحمد سے والناس تک کا ایک وقیع لسانی جائزہ محترم صابر سنبھلی صاحب کا مقدر ٹھہرا اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے بڑی دیانت داری سے جائزہ کے اس کام کو بحسن تمام انجام دیا۔

کنز الایمان کا لسانی جائزہ کتابی صورت میں منظر عام پر آنے سے قبل اہل علم کے لئے خصوصی طور پر موضوع بحث رہا ہے۔ جماعت اہل سنت کے معروف عالم ڈاکٹر شرر مصباحی نے اپنے ایک انٹرویو میں اس کتاب کے تعلق سے اپنے منفی تأثر کا اظہار کیا اور اس جارح انداز میں کیا کہ اس سے نہ صرف جائزہ نگار صابر سنبھلی صاحب بلکہ اہل علم کے تمام سنجیدہ فکر افراد کو سخت تکلیف ہوئی نتیجہ کے طور پر مختلف اطراف سے جواب اور جواب الجواب کا معاملہ گرم ہو گیا۔ ہم یہاں اس تعلق سے کچھ

کہنے کی بجائے ”حرف ناشر“ میں کہی گئی جناب زبیر قادری صاحب کی بات دہرانا چاہیں گے کہ:

فاضل تنقید نگار اگر اپنی اس کوشش یں ذرا بھی مخلص ہوتے تو افکار رضا میں خط لکھ کر یا مضمون لکھ کر اپنی رائے سے تواز تے سکسی اور رسالہ میں اس پر اپنے منفی تاثرات دینا اور ہدف تنقید کرنا انتہائی بددیانتی اور جرم ہے ڈاکٹر صابر صاحب ادبی دنیا کے آدمی ہیں اس کے باوجود انہوں نے صرف دینی جذبے کے تحت یہ کام کیا،....... آج ڈاکٹر صاحب نے رضویات پر نہ لکھنے کی قسم کھالی ہے تو ناقد صاحب کو ق چاہئے کہ وہ اس سے بہتر اور غلطیوں سے مبرا کوئی برا کارنامہ کر دکھائیں

یہ بات قابل ذکر ہے کہ لسانی جائزہ پر مشتمل یہ کتاب ”ردعمل“ کے طور پر معرض وجود میں آئی ہے اگر ”فاضل بریلوی کا مشن، قرآن وحدیث کی روشنی میں“ نامی کتاب ان کے ہاتھ نہیں آتی تو اتنی ضخیم کتاب بھی منظر عام پر نہیں آتی۔ اس کتاب کے مصنف نے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن پر جابجا بے جا اعتراضات کئے ہیں جس کے جواب کے لئے ڈاکٹر صاحب نے چاہا کہ ”ترجمہ قرآن پر سیر حاصل بحث کی جائے“ مگر دیگر مصروفیات کے سبب کلی طور پر ایسا نہیں ہوسکا، تاہم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ان کے کام کا انداز ”حتی کہ اسلوب بھی قدرتی طور تبدیل ہوگیا اور پھر سرسری ہی سہی مگر پورے ترجمہ کا جائزہ“ انہوں نے لے لیا اور اس کے لئے خود جائزہ نگار کے بقول ”مولانا محمود الحسن کے ترجمے سے ترجمہ کنزالایمان کا تقابل ضرو، ی سمجھا گیا اس کے بغیر کنزالایمان کی خوبیوں کو دکھاپانا شاید ممکن نہیں تھا“۔ دیگر تراجم کی موجودگی کے باوجود مولانا محمود الحسن کے ترجمے سے ہی خصوصی تقابل کی ضرورت کیوں پڑی اس کا جواب بھی ڈاکٹر صاحب نے دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”اس جائزہ میں امام اہل سنت الی حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ الرحمن کے ترجمہ قرآن ”کنزالایمان“ اور دو دیگر ترجموں پر ایک سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ ان دونوں ترجموں میں ایک تو اردو زبان کے تشکیلی عہد کا ہے جو شاہ عبدالقادر کے افادات سے ہے دوسرا امام احمد رضا کے ہم عصر مولانا محمود الحسن دیو: ری کے نام سے منسوب ہے، جو ترجمہ کے نام پر ایک دھبہ ہے (یہ بات اس کتاب کے مطالعہ سے ثابت ہوجائے گی) لیکن نام نہاد مترجم اس بارے میں مقدر کے سکندر ضرور ہے کہ ان کا ترجمہ لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر شائع ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کے دانش ور

کہلائے جانے والے اور عرب ممالک میں سیاسی اثر ورسوخ رکھنے والے علامہ (سید ابوالحسن علی میاں ندوی) نے سعودی حکومت کو یقین دلایا کہ ''اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ ہے''ہم آپ سبھی جانتے ہیں کہ ایک مدت تک سعودی حکومت پر''آنکھ کے اندھے گانٹھ کے پورے'' کی مثل پوری طرح صادق آتی ہے۔بس اس یقین دہانی کا ہونا تھا کہ سعودی حکومت کے خزانے کا منھ کھل گیا اور بڑی تعداد میں اس نسخہ کو چھاپ کر برصغیر کے حجاج کرام میں چند برس تک مفت تقسیم کیا گیا۔لیکن کسی کو دھوکہ میں کب تک رکھا جا سکتا ہے آخر ایک دن حقیقت سامنے آگئی اور حکومت کو پچھتاوے کے ساتھ اس کی اشاعت کو بند کرنا پڑا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس جائزہ کے دوران ''کنزالایمان'' کے مختلف نسخوں کو پیش نظر رکھا ہے، یونہی مولانا محمود الحسن کے اس ترجمے کو پیش نظر رکھا ہے جو''پاکستان کی وزارت مذہبی امور کا معتمدہ ومصدقہ ہے اور جو سعودی عرب کی وزارت اوقاف کی نگرانی میں ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں طبع ہوا تھا''اس احتیاط سے، محترم سنبھلی صاحب کی تحقیقی ذہنیت اور دیانت دارانہ مزاج کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ڈاکٹر صاحب موصوف نے ادبی دنیا کا ہوکر بھی کنزالایمان کا جائزہ لکھ کر وہ کارنامہ انجام دیا کہ مذہبی دنیا کے افراد کے لئے رشک وحسد کا سامان بن گئے۔میں سمجھتا ہوں کہ محترم سنبھلی صاحب کو کسی تنقید پر''بددل'' ہونے کے بجائے خوش ہونا چاہئے کہ ان کی تحریریں مذہبی دنیا میں ''رشک'' کا سامان بن رہی ہیں اور انہیں اپنے مزاج ومعیار کے اعتبار سے اپنا کام جاری رکھنا چاہئے کہ آخر شاد عظیم آبادی نے کس کے لئے کہا تھا

لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار
بر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

میں اس پاکیزہ علمی کاوش پر محترم صابر سنبھلی صاحب اور کتاب کے ناشر جناب زبیر قادری صاحب کو اس عمدہ پیش کش پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ان کی یہ کاوش مقبول وماجور ہو۔

---

# کنز الایمان کا ہندی ترجمہ ''کلام الرحمٰن''

■ رہبر مصباحی

زیر تبصرہ کتاب ''کلام الرحمٰن'' قران مقدس کے مشہور اردو ترجمہ ''کنز الایمان'' کا ہندی ترجمہ ہے، جسے حضرت سید نظمی میاں صاحب قبلہ نے بڑی محنت وخوش اسلوبی سے ہندی کا جامہ پہنایا ہے۔قران مقدس پروردگار عالم جل شانہ کے کلام واحکام کا مجموعہ ہے۔ یہ واحد کتاب ہے جس نے ابتدائی ہی میں بیانگ دہل اپنی صحت وحقانیت کا دعویٰ کرکے اپنے مطالعہ کرنے والوں کے ذہن ودماغ کو تمام تر شکوک وشبہات کی آلائشوں سے محفوظ کردیا۔اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی کتاب نہیں جس نے اس شان سے اپنی صحت کا دعویٰ کیا ہو۔(ذالک الکتاب لاریب فیہ: سورہ بقرہ آیت ۲)

قران مقدس اس اعتبار سے اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے کہ بلاامتیاز مذہب، رنگ ونسل اس کے پڑھنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے کیوں کہ اس میں رب ذوالجلال نے زندگی اور آداب زندگی کے علاوہ جملہ علوم وفنون کے اسرار ورموز کو سمودیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وتبیانا لکل شئی یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔اور یہ عظمت بھی اسی کو حاصل ہوئی کہ اس کی حفاظت وصیانت کی ضمانت خود اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ کرم پر لے کر قیامت تک لئے اس میں کسی بھی طرح کے انسانی مداخلت محفوظ کردیا،اب اس میں کسی قسم کی تحریف والحاق نہیں کی جاسکتی۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

اس سے قبل جتنی آسمانی کتابیں نازل کی گئیں وہ اپنے پیروکاروں کے خرد برد سے محفوظ نہ رہ سکیں، ان قوموں نے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے اپنی خواہش کے مطابق کلام الٰہی کے احکام میں تحریف والحاق کردیا۔لیکن قران مقدس کی تحفظ کی ضمانت لے کر اس میں کسی بھی طرح کی آمیزش کے تصور سے بھی سے محفوظ فرمادیا گیا۔اب قیامت تک نہ تو اس کی تمثیل لائی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی آیتوں میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

قران مقدس کی اس عظمت کو مجروح کرنے کے لئے ابتدائے اسلام ہی سے دشمن عناصر سرگرم

ہیں اوراس سلسلے میں انہوں نے کئی کوششیں کرڈالیں مگر ہر بار انہیں ناکامی وشرمندگی کامنہ دیکھنا پڑا اور یہی ایسوں کا مقدر بھی ہے۔ یہ سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے جس کا ثبوت حال ہی میں قران کریم کی تمثیل کے طور پر پیش کی جانے والی کتاب ''الفرقان الحق'' کے وجود کا سامنے آنا ہے۔

اس کتاب کوقران مقدس کے متبادل کے طور پر یہ کہہ کر پیش کیا گیا تھا کہ قران کریم کی بہت سی آیتوں سے دہشت گردی کی تعلیم کا عنصر جھلکتا ہے جبکہ الفرقان الحق میں ایسے کسی بھی گوشوں کو جگہ نہیں دیا گیا ہے جس سے تخریب کاری کے درس کا ادنی تصور بھی ابھرتا ہو۔ اس سے ان کا ارادہ بہرحال قران مقدس کی عظمت کو مجروح کرنے کی ایک پاک کوشش تھی اور ایک طرح اس کے اس دعوی کے لئے چیلینج بھی وان کنتم فی ریب ممانزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدآءکم من دون اللہ ان کنتم طدقین (سورہ بقرہ آیت ۲۴) یعنی اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمایتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ (کنزالایمان)

لیکن دنیا کی آنکھوں نے دیکھا کہ فرقان الحق کی حیثیت کچھ دیر میں دھوئیں کی طرح ہوا میں تحلیل ہو کر رہ گئی۔

۱۱/ نومبر کو امریکہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کے بعد اسلام اور قران کریم کے خلاف دشمنوں کی ریشہ دوانیاں کھل کر سامنے آگئیں، اسلام اور قرآن کریم کی پاکیزہ تعلیمات کے خلاف طرح طرح کی سازشیں رچی گئیں، اور اس کے خلاف پروپیگنڈوں کا بازار گرم کیا گیا لیکن اس کا اثر بالکل برعکس مرتب ہوا، لوگ اس سے متنفر ہونے کے بجائے اس کے قریب ہوتے چلے گئے اور قرآن واسلام ان کے سینے میں گھر کرتا چلا گیا جو اس کی حقانیت کی دلیل ہی کی جاسکتی ہے۔

قران کریم کے تعلق سے یہ تضاد بھی عجیب وغریب ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ لوگ اسی کو پڑھ کر حیرت انگیز طور متاثر ہو رہے ہیں اور اسی خلاف کے سب سے زیادہ سازشیں بھی رچی جارہی ہیں۔

قرآن مقدس کی ہمہ گیریت کی وجہ سے اس کے تقریباً ہر چھوٹی بڑی زبانوں میں کئی تراجم ہو چکے ہیں۔ کنزالایمان اسی کے اردو ترجمے کا نام ہے، یہ ترجمہ اپنے وقت کی عظیم علمی شخصیت حضرت علامہ امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔

یوں تو اردو زبان میں کئی لوگوں نے ترجمے کئے مگر ان تمام ترجموں میں جو مقبولیت وشہرت کنزالایمان کے حصے میں آئی وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوا، جس کا اعتراف ان کے معاندین کو بھی ہے۔ چونکہ کنزالایمان کی خصوصیت پر خامہ فرسائی کرنے کا یہ موقع نہیں ہے اس لئے میں صرف یہ قول نقل کرنے آگے بڑھ جانا چاہتا ہوں کہ ''دیگر مترجمین قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے اور اعلی حضرت امام احمد رضا قادری قد

س سرہ نے اس کی ترجمانی کی ہے" جس کا اندازہ اس سے بخوبی لگا سکتا ہے کہ اسے بھی کئی نیشنل وانٹر نیشنل زبانوں میں منتقل کیا جاچکا ہے۔ مثلاً انگلش میں سب سے پہلا ترجمہ جناب پروفیسر حنیف اختر فاطمی صاحب، پروفیسر کویت یونیورسٹی نے کیا، اس کے بعد بھی اس زبان میں کئی ترجمے سامنے آئے جیسے سیّد سخاوت علی، شاہ فرید الحق، محمد عاقب قادری، ڈاکٹر سیّد جمال الدین اسلم مارہروی وغیر ہم کے ترجمے۔

ڈچ زبان میں کنزالایمان کا ترجمہ جناب غلام رسول علاء الدین صاحب، فرنچ میں جناب حمید اللہ صاحب، سندھی میں مفتی محمد رحیم سکندر پوری ماریشس، کیریول (Cerole) میں مولانا منصور علی ومولانا نجیب صاحب نے (یہ ماریشس کی مادری زبان ہے، یہ ترجمہ انہوں نے حضرت مولانا شمیم اشرف ازہری، خطیب جامع مسجد ماریشیس کی نگرانی میں کی جو پہلی بار جنوری 1996ء میں شائع ہوئی) ہندی میں حضرت سیّد حسنین میاں نظمی اور بھوجپوری میں جناب جوہر شفیع آبادی نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ گجراتی، ملیالم، مراٹھی، بنگالی، اور پنجابی میں بھی اس کے ترجمے ہوئے ہیں جن کے مترجمین کے اسماء سے راقم الحروف لاعلم ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "کلام الرحمٰن" اپنے وقت کی ہمہ جہت شخصیت کے مالک حضرت نظمی میاں صاحب کی کاوش ہے، حضرت کا سینہ دینی وعصری دونوں علوم سے معمور ہے۔ وہ کئی زبانوں کا نہ صرف علم رکھتے ہیں بلکہ مختلف زبانوں میں کئی کتابوں کے مصنف ومترجم بھی ہیں۔ ترجمہ نگاری کا فن بہر حال مشکل کام ہے، اس کا صحیح اندازہ تو انہیں کو ہوسکتا ہے جنہوں نے اس پر خار وادی میں آبلہ پائی کی ہو۔ کیوں کہ کسی بھی کتاب کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کے لئے نہ صرف ان دونوں زبان کا جاننا بلکہ ان کے ادبی وفنی رموز ونکات سے مکمل واقفیت رکھنا ضروری ہے تبھی جاکر ایک معیاری ترجمہ منہ شہود پر جلوہ گر ہوسکتا ہے۔

کلام الرحمٰن کے مطالعہ سے بات واضح ہوتی ہے کہ فاضل مترجم نے ترجمہ کرتے وقت ان لوگوں کا زیادہ خیال رکھا ہے جو لوگ اردو زبان تو جانتے ہیں مگر اردو پڑھنا نہیں جانتے۔ ہاں! تفسیر خزائن العرفان کے ترجمے میں کہیں کہیں ترجمہ کی جھلک نظر آتی ہے۔ کیوں کہ انہوں نے کنزالایمان کو ہندی زبان میں بدلنے کے بجائے ہندی رسم الخط میں تبدیل کردیا ہے، جسے ہم دیونا گری رسم الخط کہتے ہیں۔ ہم کلام الرحمٰن کے مطالعہ کے روشنی میں اس کو ہندی ترجمہ نہیں کہہ سکتے۔ جبکہ خود مترجم نے صفحہ ۳ر پر کلام الرحمٰن کی رسم اجراء کی تفصیل بیان کرتے ہوئے متعدد جگہ کلام الرحمٰن کے لئے "کنزالایمان کے ہندی انوواد" کا لفظ تحریر کیا ہے۔ اس کے ٹائٹل پر بھی ان کے نام کے ساتھ "ہندی روپانتر" (ہندی مترجم) لکھا ہوا ہے۔ حضرت نظمی صاحب کی ہندی دانی میں ہمیں کوئی

شک نہیں اس کے باوجود انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ سمجھنا میرے بس سے باہر کی بات ہے۔ یہ کہ میں نے ہندی زبان میں ”خدا نہ خدا سے جدا“ میں ان کے کچھ نعتیہ اشعار کا مطالعہ کیا ہے۔

ہم یہاں کلام الرحمٰن سے ایک نمونہ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین صحیح فیصلہ کرسکیں۔

یا ایھا الناس اعبدواربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون (سورہ بقرہ آیت:۲۱)

اردو ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

**اردو تفسیر:** اول سورت میں کچھ بتایا گیا کہ یہ کتاب متقین کے اوصاف کا ذکر فرمایا اس کے بعد اس سے منحرف ہونے والے فرقوں کا اور ان کے احوال کا ذکر فرمایا کہ سعادت مند انسان ہدایت و تقویٰ کی طرف راغب ہو اور نافرمانی و بغاوت سے بچے، اب طرائق تحصیل تقویٰ تعلیم فرمایا جارہا ہے۔ یایھا الناس کا خطاب اکثر اہل مکہ کو اور یایھا الذین آمنوا کا اہل مدینہ کو ہوتا ہے مگر یہاں یہ خطاب مومن کافر سب کو عام اس میں اشارہ ہے کہ انسانی شرافت اسی میں ہے کہ آدمی تقویٰ حاصل کرے اور مصروف عبادت رہے، عبادت وہ غایت تعظیم ہے جو بندہ اپنی عبدیت اور معبود کی الوہیّت کے اعتقاد و اعتراف کے ساتھ بجالائے، یہاں عبادت عام ہے، اپنے تمام انواع واقسام واصول وفروع کو شامل ہے۔

مسئلہ: کفار عبادت کے مامور ہیں جس طرح بے وضو ہونا نماز کے فرض ہونے کا مانع نہیں اسی طرح کافر ہونا وجوب عبادت کو منع نہیں کرتا۔ اور جیسے بے وضو شخص پر نماز کی فرضیت رفع حدث لازم کرتی ہے ایسے ہی کافر پر وجوب عبادت سے ترک کفر لازم آتا ہے۔

بہر حال ان کی یہ کاوش اس لحاظ سے سراہے جانے کے قابل ہے کہ انہوں نے ایسے ہندی داں حضرات کو جو اردو پڑھنا نہیں جانتے ہیں انہیں کلام الرحمٰن کی شکل میں قرآن فہمی کا ایک انمول تحفہ عطا فرمادیا ہے۔

کلام الرحمٰن میں کتابت کا خاص خیال رکھا ہے، ق، ک، ع، ا، غ، گ، اور ز و جیم میں بندی (نقطہ) کے ذریعہ تفریق کرنے کی بھرپور سعی کی گئی ہے، پروف ریڈنگ کی خامی سے بھی کلام الرحمٰن کو کافی حد تک پاک کہا جاسکتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہندی داں طبقے میں کلام الرحمٰن قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

---

# کنز الایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

■—— مولانا امتیاز قادری

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر تنقید و تجزیہ نگار حقیقت پسندانہ ذہنیت کا حامل ہو اور اپنوں اور غیروں کی تمیز کیے بغیر مترجم یا مولف کی کتاب پر تنقید و تجزیہ کے اصول و قواعد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اگر لکھتا ہے یا اس کی کسی بات کو رد کرتا ہے تو اسے تسلیم کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں، اس کی تحریر مبنی بر حقیقت ہوگی اور ہر ایک کے لئے قابل تسلیم بھی۔

اس کے برخلاف اگر تنقید نگار اپنی تنقید میں ذاتی تعصب، اپنوں کی عقیدت کے غلو، مد مقابل کو کم مرتبہ دکھانے کی روش اور تنگ نظری کو راہ دیتا ہے تو پھر اس کی بات جا اور نے اعتبار ہوتی ہے اور اسے کوئی بھی صاحب عقل و دانش قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ایسے شخص کو مفتری، کذب۔ دروغ گو، کم علم و کج فہم کے القاب سے پکارا جاتا ہے،

یہی حال امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ ''کنز الایمان'' اور صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی تفسیر ''خزائن العرفان'' کے ساتھ ہوا۔ ان دونوں بزرگان دین کا ترجمہ و تفسیر گو کہ زبان و بیان کے اعتبار سے نرالا اور شان الوہیت کے تقدس اور ذات رسالت مآب ﷺ کی عظمت و شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا ہے اور سابقہ مفسرین کی کتب تفسیر و تراجم کی روشنی میں کیا گیا ہے، اس کے باوجود بہت سے کور بینوں اور عقل سے ماورا لوگوں نے انھیں ہدف تنقید بنایا ہے اور ان دونوں حضرات کے ترجمہ و تفسیر پر ریمارک کیا ہے، حالانکہ فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کنز الایمان پر بہت سے ان سے فکری و اعتقادی اختلاف رکھنے والے علماء نے اپنے مثبت تاثرات کا اظہار کیا ہے اور ترجمہ کنز الایمان کی دیگر تراجم قرآن کے درمیان انفرادیت کو بیان کیا ہے چنانچہ جماعت اسلامی کے سابق متحرک و فعال رکن مولانا کوثر نیازی پاکستان نے کنز الایمان پر اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

تاثر رشک قدسیاں، راحت قلب عاشقاں، سرچشمہ سالکاں ترجمہ کنز الایمان ہے۔ ووجدک ضالا فھدیٰ'' کے ترجمہ کو دیکھو قرآن پاک شہادت دیتا ہے ''ما ضل صاحبکم وما غویٰ'' رسول گرامی ﷺ نہ گمراہ

ہوئے نہ بھٹکے۔ جل ماضی کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کو سامنے کبھی بھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے ۔ ووجدک ضالا کا ترجمہ قرآنی شہادت کو سامنے رکھ کر عظمت رسول کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھ کیا انھوں نے آیت قرآنی سے انصاف کیا ہے؟ شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں ۔۔ اور پایا تجھ کو بھٹکا پھر راہ بھائی دیو بند کے مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے، ان سے چوک ہو گئی آیئے !ادیب، شاعر، مصنف اور صحافی عبد الماجد دریابادی کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کا ترجمہ "اور آپ کو بے خبر پایا سورستہ بتایا" مولانا دریابادی رانی وضع کے اہل زبان تھے ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجئے، اس دور میں اردوئے معلی میں لکھنے اہل قلم سید ابوالاعلی مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے ان کا ترجمہ یوں ہے ،اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی" اور پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انھیں نظر میں رکھے اور پھر کنز الایمان میں امام احمد رضا خان کا ترجمے کو دیکھئے۔ امام احمد رضا نے کیا وایمان وافروز اور ادب اموز ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں" اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ر ۱۰۱،۱۱۰، از کوثر نیازی مطبوعہ المجمع المصباحی مبارک پور۔ پھر مولانا موصوف نے کنز الایمان پر پابندی لگانے والے فتنہ پرور لوگوں کی خبر اس طرح ہے۔

"کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ رشدی کی سہولت پر زبان کھولنے سے اور عالم کے قدم بقدم کوئی کاروائی کرنے میں اس لیت تامل کریں کہ کہیں آقایان ولی نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگادی جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔ (ایضا)

زیر تبصرہ کتاب کنز الایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ فاضل محقق و مصنف مولانا آل مصطفیٰ مصباحی مدرس مدسہ جامعہ امجدیہ گھوسی مئو یوپی کی تالیف ہے۔ جن کے بارے میں شہزادہ صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفی قادری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں، مولانا آل مصطفیٰ مصباحی صاحب کو میں ان کے زمانہ تحصیل علم سے جانتا ہوں یہ ہمیشہ کام زیادہ اور تدقیق و تشقیق کی طرف راغب تھا۔ پھر جوں جوں آپ کی ذمہ داریاں زیادہ ہوئیں اپنے میدان میں روز خزافزوں ترقی کی راہ پر گامزن میں (تقریظ اسباب ستہ ص ر ۸) ساگر مفتی آل مصطفیٰ اس کتاب میں مولانا موصوف نے امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان اور صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی تفسیر خزائن العرفان پر نکتہ چینی کرنے اور پابندی لگانے والے افروز کی دسیہ کاریوں اور ان کی فرین کاریوں سے نقاب کشائی کی ہے۔ اور ان کی تنقیص شان الوہیت ورسالت کو اجاگر کیا ہے۔

دراصل ایک فاضل دیو بند نے ایک کتاب بنام "رضا خوانی ترجمہ وتفسیر ہر ایک نظر" لکھی ہے۔ جس میں انھوں نے آغاز کتاب ہی میں ایک عنوان بنام "ایک دعوی اواس کی دلیل" قائم کی ہے۔ جس

میں انھوں نے لکھا ہے کہ۔ یہاں دعویٰ ہے کنز الایمان اور خزائن العرفان تفسیر بالرائے کا مجموعہ ہے۔ اپنے اس دعوی کے سہارے لیا ہے۔ فاضل دیو بند نے طرح طرح کی غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کے سہارے لیا ہے۔ پوری کتاب سے صرف نظر کرتے ہوئے مولانا مفتی آل مصطفیٰ مصباحی نے صرف چند اعتراضات کا علمی وفنی وجائزہ پیش کیا ہے۔ مجدد دین، وملت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے سورہ رحمٰن کی چار ابتدائی آیتوں (الرحمٰن، علم القرآن، خلق الانسان، علمہ البیان) کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کا جان محمد ﷺ کو پیدا کیا، مکان وما یکون کا بیان انھیں سکھایا۔

صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی نے تفاسیر کی روشنی میں اس ترجمہ کی جو توضیح وتریح اور تعبیر وتفہیم کی ہے وہ یہ ہے۔ انسان سے اس آیت میں سید عالم ﷺ مراد ہیں اور بیان سے ما کان وما یکون کا بیان۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ اولین وآخرین کی خبر دیتے تھے۔ ان دونوں ترجمہ وتفسیر پر دیو بندی مکتب فکر کے ایک فاضل نے جو ریمارک لگایا ہے اور تبصرہ کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔ اس ترجمہ وتفسیر دونوں کے بارے میں ہمارا دعویٰ ہے کہ انسان سے مراد ذات نبوی مراد لینا انتہائی ضعیف اور مرجوح تفسیر اور بیان سے ما کان وما یکون مراد لینا سرے سے غلط ہے۔ اور ایک فاضل مفتاحی نے اپنی کتاب ''تراجم قرآن میں تحریف کا مجرم کون'' میں اپنی جہالت اور دلی خباثت کا اظہار نو ایجاد عقیدے ما کان وما یکون کے غیب کی تشہیر مقصود ہے۔

اگر امام احمد رضا فاضل بریلوی اور صدر الافاضل علیہا الرحمہ کے ترجمہ کنز الایمان اور خزائن العرفان کا مطالعہ کیا جائے، اور پھر ان مخالفین کی تحریروں کو پڑھا جائے تو یہ حقیقت دو اور چار کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بالکل کتب تفسیر وتراجم کے مطابق ہے اور مخالفین کی تحریریں بے سروپا ہیں۔

اس کتاب کے مؤلف مولانا آل مصطفیٰ مصباحی نے انتہائی تحقیق وجستجو اور باریک بینی کے ساتھ تفسیر کی قدیم کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بالکل صحیح اور مذکورہ آیت میں ''انسان'' سے سید عالم ﷺ اور بیان سے ما کان وما یکون کا بیان مراد لینے میں کوئی قباحت نہیں بالکل یہی زیادہ مناسبت چنانچہ مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں تفسیر خازن میں ہے خلق الانسان،، علمہ البیان۔ قیل ارد بالانسان محمد ﷺ علمہ لابیان یعنی بیان ما کان وما یکون لانہ ﷺ ینبئ عن خبر الاولین والآخرین وعن یوم الدین (تفسیر خازن ص ر ۷ ر ج ر ۲) ترجمہ بعض حجرات نے تفسیر ''انسان'' سے ذات رسالت مآب ﷺ اور بیان سے ما کان وما یکون کا بیان مراد لیا ہے کیوں کہ نبی پاک ﷺ

تمام اولین وآخرین نیز قیمت کے دن کی خبر دیتے تھے۔

معالم التنزیل میں ہے" قال ابن کیسان ( خلق الانسان ) یعنی محمد ﷺ (علمہ البیان) یعنی بیان ما کان وما یکون لانہ کان یبین عن الاولین والآخرین وعن یوم الدین ( حاشیہ معالم التنزیل ص ۲/ج ۷) سعلامہ ابن کیسان کا قول ہے کہ انسان کی تحقیق سے محمد ﷺ کی تحقیق مراد ہے اور بیان سکھانے سے مراد ما کان وما یکون ہے، کیوں کہ حضور ﷺ اولین وآخرین اور قیامت کے دن کی خبر دیا کرتے تھے۔

حاشیہ جلالین صاوی میں ہے۔ قیل ھو محمد ﷺ لانہ الانسان الکامل والمراد بالبیان علم ما کان وما یکون وما ھو کائن (تفسیر صاوی ص ۱۲۹/ج ۴) ایک قول یہ ہے کہ تمام انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں کیوں کہ انسان کامل حضور ﷺ اور بیان سے تمام گذشتہ وآئندہ اور موجودہ کا علم مراد ہے (ص ۱۶/) مذکورہ تفاسیر کے علاوہ مولانا موصوف نے اپنے دعوے کے ثبوت میں تفسیر حسینی، تفسیر ابن عباس، تفسیر بحر المحیط، تفسیر فتح القدیر، تفسیر قرطبی، تفسیر روح البیان ،تفسیر کبیر، تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر سواطع الالہام، تفسیر مظہری، تفسیر روح البیان، تفسیر طبری، اور تفسیر بیضاوی وغیرہ کی عبارتوں کو بھی پیش فرمایا ہے جن کے مطالعہ کے بعد کے بعد دل وضمیر یہ گواہی دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یقیناً اعلیٰ حجرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا ترجمہ ان تفاسیر کے عین مطابق ہے۔ اور آپ علمی تبحر، عربی زبان وادب پر کامل عبور، کتب تفاسیر وتراجم میں آپ وقت نظر اور مختلف علوم وفنون میں زبردست مہارت کا جیتا جاگتا ثبوت بھی۔ اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ مخلفین نے محض تعصب وتنگ نظری سے کام لیتے ہوئے اس ترجمہ قرآن کنز الایمان کو ہدف تنقید بنا دیا ہے۔

الغرض مولانا آل مصطفیٰ مصباحی کا یہ مقالہ پہلے، ماہنامہ الثقافہ کیرالا اور پھر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں قسط وار شائع ہو چکا افادیت کے پیش نظر اسے کتابی شکل دی گئی ہے۔ یہ کتاب درمیان سائز کے اڑتالیس صفحات پر مشتمل ہے۔

طباعت صاف ستھری مگر کمپوزنگ کی جا بجا غلطیاں قاری کے انہماک میں خلیل انداز ہوتی ہیں بہر حال اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کیا ہی بہتر ہوتا کہ مولانا موصوف اس گراں مایہ کتاب کو دوبارہ تصحیح کے ساتھ طباعت کرا کر قارئین تک پہنچاتے جس سے امام اہلسنت کے ترجمہ قرآن کی افادیت سمجھ میں آتی اور ساتھ ہی دیگر تراجم کی خامیاں بھی عوام کے سامنے آجاتیں۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب کے علم وعمل وعمر میں برکتیں دے اور زیادہ سے زیادہ دینی کام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

---

## باب ہشتم

# حاصل مطالعہ:
# کنز الایمان کے تعلق سے دانشوروں کے انٹرویوز

# کنز الایمان کے تعلق سے توضیحی سوالات

ادارہ

اس نمبر کی اشاعت کے وقت یہ خیال ہوا کہ مقالات ومضامین اور تبصرے وتجزیے کے ساتھ کنز الایمان کے حوالے سے اہل علم وفن کے انٹرویو بھی لئے جائیں۔ اس غرض سے مختلف جہتوں کو سامنے رکھتے ہوئے کئی سوالات قائم کئے گئے۔ پھر قلت وقت کے سبب کچھ سوالات ختم کر کے مندرجہ ذیل سوالات مختلف ارباب علم وفن کو ارسال کئے گئے:

(۱) کیا آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ اس ترجمہ کنز الایمان میں توحید ورسالت کی حدیں مٹ گئی ہیں؟

(۲) کیا آپ ایسا محسوس کرتے ہیں کہ اس ترجمہ میں مستند تفاسیر سے انحراف کیا گیا ہے؟

(۳) کہا جاتا ہے کہ کنز الایمان اردو کے معیاری لب ولہجے کی مثال ہے، اس سے آپ کی حد تک متفق ہیں۔

(۴) کنز الایمان کی اسلوبی انفرادیت آپ کی نگاہ میں۔

(۵) زبان وبیان کے تناظر میں اس ترجمہ کی ادبی اہمیت؟

(۶) دیگر تراجم کے بالمقابل کنز الایمان میں بعض الفاظ کے بالکل منفرد تراجم آئے ہیں جیسے نبی بشر خیر الماکرین ماضل صاحبکم ؛لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک۔ وغیرہ اس تعلق سے آپ کا نظریہ کیا ہے؟

(۷) اس ترجمے کے تعلق سے آپ کا مجموعی تاثر؟

(۸) اس ترجمہ کے حوالے سے کوئی خاص بات جو آپ ذکر کرنا چاہیں۔

گو کہ ان سوالات سے ترجمہ کنز الایمان کے جائزہ کا کلی طور پر احاطہ نہیں ہوتا۔ مگر ضروری باتیں ضرور سمٹ آئی ہیں۔ اس حوالے سے جماعت اہلسنت کے جن ارباب علم وفن کے جوابات وتاثرات پیش خدمت ہیں۔ ان کے اسماء ہیں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق، پروفیسر فاروق احمد صدیقی، ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری اور ڈاکٹر واحد نظیر۔ یہ سارے حضرات مذہبی اور علمی حلقوں میں اپنی باوزن شناخت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کی تحریریں یقیناً علمی حلقوں پر اثر انداز ہوں گی۔ ان تمام کے

شکریے کے ساتھ ذیل میں صرف جوابات پیش کئے جارہے ہیں۔

## علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

محترم مولانا امجد صاحب سلام مسنون۔ کل صبح مدینہ منورہ روانگی ہے ان شاء اللہ تعالی معذرت کہ کوئی مفصل تحریر پیش نہیں کرسکا،.... آپ کنزالایمان کے صدسالہ جشن کے موقع پر "رضا بک ریویو" کے خاص شمارے کی اشاعت کرر ہے ہیں آپ کی یہ کاوش لائق تحسین ہے اللہ کریم جل شانہ آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو خیر وعافیت اور کامیابی سے نوازے۔ سوالات کے تعلق سے صرف اپنا تاثر حاضر ہے۔

کلام کو ایسے شخص تک پہنچانا جس تک وہ نہ پہنچ سکا ہو (زبان کے فرق کی وجہ سے) یا کلام کی توضیح وتبیین یا کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا، اس کلام کا ترجمہ کہلاتا ہے۔ وہ ترجمہ صحیح کہلاتا ہے جس میں کلام کے معانی ومقاصد کو پوری طرح برقرار رکھا جائے۔ قرآن کریم ہمارے رب کریم اللہ تعالی کا کلام ہے۔ اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ کلام الہی غیر مخلوق ہے۔ ترجمہ قرآن کریم مکمل ضبطہ حیات ہے۔ ہر شخص کے لئے ایسے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا موقع مہیا کرنے کیلئے اس کا عام فہم باوقار مگر کلام اللہ کے صحیح مفہوم والا ترجمہ ضروری ہے اور قرآن کی بابت یہ تاکید ہے کہ اسے پڑھو، سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ قرآن کریم کا ترجمہ دو طرح کا ہے، ایک لفظی، دوسرا معنوی وتفسیری، قرآن اردو میں متعدد تراجم ہوئے اور ہورہے ہیں، ان تمام تراجم کا تقابلی موازنہ بھی منظر عام پر آچکا ہے۔ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ اوران کے کچھ کام پوری ملت کا اعتبار ہوجاتے ہیں۔ ہمارے ممدوح اعلی حضرت مجدد اعظم امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا سفاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات اور اپنے کام کے ہونے سے مثالی شخصیت ہیں۔ قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ ''کنزالایمان'' ان کا وہ کارنمایاں ہے کہ قرآن کریم کے اردو تراجم میں مثل آفتاب تاباں و درخشاں ہے گذشتہ سو سن میں اس ترجمے کے محاسن پر لکھی گئی تحریر بھی سب سے زیادہ ہیں اور یہ تحریر لکھنے والے بھی دنیا علم میں ممتاز ہیں۔ بلاشبہ کنزالایمان، ملت اسلامیہ کے اردو خوان افراد پر اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کا عظیم احسان اوران کے ایمان کی حفاظت کا یقینی سامان ہے۔

## پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق

مفتی امجد رضا صاحب! سلامت باکرامت رہیئے۔

سخت حیرت ہے کہ آپ نے مجھ جیسے بے بضاعت وکم سواد سے اتنے اہم علمی سوالات

کرڈالے ہیں۔ مجھے آپ کی خاطر عزیز ہے۔ لہذا چند سطروں کی خامہ فرسائی کردے رہا ہوں۔ دیکھئے اور بہ نظر اصلاح دیکھئے۔

کنزالایمان (ترجمۂ قرآن حکیم از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ) اردو کے معیاری لب ولہجہ کی مثال ہے۔ اس میں دورائے نہیں۔ زبان وادب میں معیار ہی تو سب کچھ ہے اور معیار حسن بیان، لب ولہجہ کی دلپذیری، افہام وتفہیم کی سرعت اور ترسیل وابلاغ کی آسان شکل ہے، بالخصوص جب رشحۂ قلم دوسری زبان کے ترجمے سے عبارت ہو۔ کنزالایمان قرآن حکیم کا کامیاب ارشاندار ترجمہ ہے اگرچہ اس سے قبل بھی اردو میں بہتیرے ترجمے ہوئے ہیں۔

آپ مثال چاہیں گے تو لیجئے۔

سبع مثانی کی آیت ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم ط

صرف تین لفظ ہیں اھدنا الصراط المستقیم۔

مولینا محمد رفیع الدین محدث دہلوی ترجمہ کرتے ہیں:

''دکھا ہم کو راہ سیدھی'' یہ اوّل دور کا ترجمہ ہے۔ لفظی مگر واضح، شاہ عبدالقادر دہلوی کا بھی یہی انداز تھا۔ مولانا محمود الحسن لکھتے ہیں:

''بتلا ہم کو سیدھی راہ''

مولینا محمد جونا گڑھی ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا''

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کا ترجمہ ہے:

''(دین میں) ہمیں سیدھی راہ پر پہنچا''

اعلیٰ حضرت نے کنزالایمان میں ترجمہ یوں فرمایا ہے:

''ہم کو سیدھا راستہ چلا''

لفظ اھدنا کا ترجمہ کتنی طرح سے کیا گیا ''دکھا''، ''بتلا''، ''پہنچا'' اور ''چلا''۔ ذہن سب کا صاف ہے مگر کسی نے (دین میں) اضافہ کردیا کسی نے سیدھی کے ساتھ سچی بڑھا دیا وغیرہ۔ زبان میں غرابت، فصاحت اور بلاغت اہمیت رکھتی ہے کوئی منفی کوئی مثبت۔

اب دیکھئے اس چھوٹے سے فصیح وبلیغ جملے میں آیت شریف کی روح معنی کس تجمل سے منتقل ہوئی ہے۔ اہل زبان کے نزدیک یہی معیار ہے۔

چوتھا سوال آپ کا کنزالایمان کی اسلوبی انفرادیت سے متعلق ہے

اردو کی لسانی وادبی ترقی دوسری زبانوں کی بہ نسبت بہت تیز ہوئی جس کے معاشی ومعاشرتی، تہذیبی وتمدنی اور مذہبی واخلاقی اسباب ہیں۔ انیسویں صدی کے وسط سے بیسویں صدی کے اوائل تک اردو زبان ہر طرح سے جوان ہو چکی تھی۔ اس کی رعنائی و برنائی کا اندازہ اس کے شعری ادب اور نثری سرمایے سے ہوتا ہے۔ کنزالایمان قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ہے اور اس سے پہلے بھی بہتیرے ترجمے کیے گئے اور شائع ہوئے۔ مولانا تھانوی، مولانا امرتسری، مولانا دریا آبادی، مولانا جونا گڑھی، مولانا مودودی، مولانا محمود الحسن وغیرہ نے ترجمے کیے کن کن کا نام لیا جائے۔ مولانا شاہ عبدالقادر، مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی کے لفظی ترجمے اپنا مخصوص مگر پاکیزہ وتقدس بداماں انداز رکھتے ہیں۔

کنزالایمان کا اسلوب و انداز بیان زبان و بیان کے فنی، دستوری اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ سب سے بڑی بات کہ وہ آدابِ عشق ومحبت رسول کے قرآنی ضابطوں سے آشنا ہیں، لہٰذا ہر ایسی جگہ جہاں دوسروں نے ٹھوکریں کھائی ہیں اور وہ بھی اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے! وہاں صاحبِ کنزالایمان بڑے محتاط رہے ہیں اور ان کا یہ حزم واحتیاط ہی ان کی زبانِ ترجمہ قرآن کا دلنشیں انداز و پیرایہ بیان ہے۔

زبان و بیان کے تناظر میں آپ نے ترجمے کی اہمیت پوچھی ہے۔

میرے بھائی آپ خوب جانتے ہیں کہ ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں بیانات واحکامات اور افکار وخیالات کی منتقلی کا نام ہے۔ مجھے اپنی اس کم نصیبی کا شدید احساس ہے کہ میں عربی زبان سے نابلد ہوں اور اگر اس محیط بے کراں سے میرے حصے میں ایک دو قطرہ آیا بھی تو وہ قرآن حکیم کی تلاوت کے طفیل ہے اور بس، اس یقین کے ساتھ کہ ہر حرف کا ثواب دس گنا ہے۔

بہر حال کنزالایمان پڑھ کے عروسِ معنی کے جلوے اور مست وبیخود کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ ترجمہ کا فن اصلاً ایک دشوار امر ہے۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں معانی ومطالب زبان کی خوبیوں، روزمرہ کی چاشنی اور لطف محاورہ کے ساتھ منتقل ہو جائے، آسان نہیں۔ جب تک مترجم دونوں زبان کا آشنا، واقف کار اور مزاج داں نہ ہو لاریب کہ اعلیٰ حضرت عربی کے اداشناس اور اردو پر اپنا مادری حق رکھتے تھے۔ دوسرے مترجمین کے مقابل وہ ایک وہبی شاعر، الفاظ کے دروبست سے آگاہ، جملوں میں جمال وزیبائی کے تمنائی اور حسنِ انداز وادا پر شیدا تھے۔

یہاں بھی ایک مثال پیش کرنے کی جراءت کرتا ہوں۔

قرآن حکیم کی مشہور آیت کریمہ ہے۔

قل اِنما انا بشرٌ مثلکم یوحیٰ اِلیّ (الکہف، آیت ۱۱۰)

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس کا ترجمہ کیا:

"تو کہہ میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں میری طرف وحی پہنچتی ہے"۔

محمود الحسن (شیخ الہند) لکھتے ہیں:

"میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم، حکم آتا ہے، مجھ کو"

مولوی محمد جونا گڑھی رقم طراز ہیں:

"آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری طرف وحی کی جاتی ہے"۔

اب اعلیٰحضرت کے کنز الایمان کی عبارت ملاحظہ ہو:

"تم فرماؤ ظاہر صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں، مجھے وحی آتی ہے"۔

المختصر کنز الایمان سے متعلق میرا مجموعی تاثر جس میں آپ "کسی خاص بات" کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ وقت (زمانہ) شب و روز کی مضبوط ٹانگوں پر بہت تیز دوڑ رہا ہے۔ سابقون الاولون کو قرآن سمجھنے سمجھانے میں دقت نہیں تھی کہ وہ عربی زبان والے تھے۔

ہم کم نصیب کہ اس کی برکتوں سے دور ہوتے جا رہے ہیں عالموں سے فریادی ہیں کہ قرآن میرا ایمان، عربی میں ہے اس کا معنی و مطلب ہمارے دلوں میں اتار دو۔ اہل علم نے لفظ لفظ کا ترجمہ اردو زبان میں کرنے کی کوشش کی۔ اردو جو روز مرّ دں، محاوروں نیز لب ولہجہ کے اعتبار سے برصغیر کے علاقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ہاں! زمانے کے ساتھ اس میں تغیر و ترقی بھی رونما ہے۔

اردو میں قرآن حکیم کے ابتدائی ترجمے مولانا شاہ عبد القادر دہلوی، شاہ رفیع الدین دہلوی وغیرہ نے بڑے عزم و احتیاط کے ساتھ ہر لفظ عربی کے نیچے بین السطور میں اس کے لغوی معنی کا اردو لفظ لکھا اور یہ لفظی ترجمہ ہی اس وقت کامیاب و مقبول ہوا۔

اردو کی لسانی و ادبی ترقی بیسویں صدی میں ذرا تیز ہوئی۔ زبان و بیان کا پیرایہ، لب ولہجہ کی ستھرائی، انداز و اسلوب سب تغیر پذیر رہا کہ ع: 'ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں'

اس کے ساتھ سائنسی انکشافات و اختراعات، مادی زندگی کی متفنا طیسیت، روحانی مشاہدات و عرفانی اکتسابات سے محرومی ہماری زندگی میں نظریات کی تبدیلی اور عقائد کی نیرنگی کا سبب بنتی گئی۔ اس متنوع اور گونا گونیت کا اثر مذہبی حلقوں پر بھی پڑا، تخلیق آدم کے وقت کی صدا فبعزتك لاغوينهم اجمعين۔ آج بھی بازگشت کر رہی ہے اور شاید کرتی رہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز     چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

مصطفیٰ جان رحمت سے والہانہ عشق اور اس نورِ ہدایت پر پروانہ وار فدائیت ہی تو جان

ایمان ہے۔ اسی جذبۂ عشق کا سوزِ دروں اور پروانگیٔ فدائیت کا انتہا کم کرنے کے پیچھے ذریات شیاطین پڑے ہوئے ہیں۔ اور علم ظاہری کے لبادہ میں اپنے مشن پر رواں دواں ہیں۔

حضور خاتم النبیین علیہ السلام کا معجزہ باقی و دائمی قرآن حکیم کی نشر و اشاعت تبلیغ و دعوت اسلام کی بقا کا ضامن ہے۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر جنہوں نے پورے صدق و اخلاص ایمانی سے اس کارِ نیک میں اپنی جانیں کھپا دیں۔ مگر حسرت و افسوس ہے ان پر جن کا علم ان پر حجاب اکبر بن گیا اور دانستہ و نادانستہ وہ کام ہوتا رہا جس سے عظمت رسالت پر حرف آیا اور ان کی تحریروں سے بارگاہِ نبوت میں اہانت کا صدور ہوا۔ ان کی تحریریں منفی فکر و خیال کا اظہار بھی ہیں اور ترجمہ و تفسیر قرآن و حدیث میں نفس مطلب و روح معنی کا انتشار و فشار بھی۔

کنز الایمان امام احمد رضا قدس سرہ کا وہ کارنامہ ہے جو عشق رسول میں ڈوب کر ترجمہ کے تمام تر پاکیزہ اور مقدس تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا ہے۔ کہیں بھی ایسا نہیں کہ متن ترجمہ اور اندازِ بیان سے بارگاہ رسالت مآب میں سوئے ادب کا اشتباہ و احتمال ہو۔ برعکس اس کے بعض ایسے مترجمین قرآن بھی ہیں جن کے علم و دانش اور زبان و ادب کا ڈنکا پیٹا گیا مگر ترجمہ کا انداز دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ قلب پر لگی مہر ٹوٹی ہی نہیں کہ الفاظِ آیاتِ قرآن سے انشراح نصیب ہو۔

شان رسالت و بارگاہ احدیت میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن سے اہانت و بے ادبی صاف معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ ع: 'باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار'

اس لئے کہ قرآن ناطق ہے ختم الرسول کی بارگاہ میں باہوش رہو۔ انہیں اپنے جیسا نہ سمجھو۔ انہیں اس طرح نہ پکارو جیسے آپس میں ندا کرتے ہو۔ ان کے حضور اپنی آواز بلند نہ ہونے دو۔ ان کی عزت کرو ان کا وقار قائم رکھو۔ ''وتعزروہ وتوقروہ'' اگر تم نے نادانستہ اور بھول کر بھی ایسا کیا تو احکام قرآن کی خلاف ورزی ہوگی اور اس کا انجام

ہزار نمازی ہو، زکوٰتی ہو، حاجی ہو، روزہ دار ہو، ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون اللہ ایسے مترجمین اور ان کے غلط ترجموں سے محفوظ رکھے۔ آمین

در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی　　　اے کبوتر نگراں باش کہ شاہیں آمد

## پروفیسر فاروق احمد صدیقی

(۱) کنز الایمان: تمام معاصر اردو تراجم میں سب سے زیادہ صحیح درست اور موصل الی الحق ہے۔ اس میں خدائے ذوالجلال کی عظمت و کبریائی اور حضور علیہ السلام کی شان مصطفائی کے ایمان افروز

جلوے اپنے اپنے حدود میں آنکھوں کو نور اور دل کو سرور عطا کر رہے ہیں۔ اس لئے دونوں کی سرحدوں کے ملنے کا اندیشہ ہائے دور و دراز بھی نہیں پیدا ہوتا۔ ہاں جو لوگ عقیدۂ توحید کا تنہا اجارہ دار خود کو سمجھتے ہیں وہ اپنی قلت علم وفہم کے نتیجے میں غلط فہمیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں بلکہ ہیں۔ مثال کے طور پر امام احمد رضا نے درجہ ذیل آیت کا جو ترجمہ کیا ہے ملاحظہ ہو۔

انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا لتؤمنوا باالله ورسوله .....واصيلا (سورۃ الفتح ۸/۔۹)

بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی و ڈر سناتا۔ تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

اس ترجمہ میں لفظ شاہد کے ترجمہ پر یاران نقطہ داں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حاضر و ناظر خاص خدا کی صفت ہے اس میں رسول کو شریک کرنا عقیدۂ توحید کے منافی ہے۔ اس لئے یہاں توحید ورسالت کی سرحدیں ملتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ رسول کو حاضر و ناظر کہنا کھلا ہوا شرک ہے (معاذ اللہ) ان دشمنان عقل ودانش سے کوئی پوچھے کہ اسمائے باری تعالی میں جو صفاتی نام آئے ہیں جیسے رؤف، رحیم، کریم، غیرہ ان کا اطلاق وانطباق جب ذات رسالت مآب ﷺ پر قرآن ہی کی رو سے ہو رہا ہے۔ جیسے وبالمؤمنین رؤف ورحیم۔ (سورۃ توبہ/۱۱) تو وہ الفاظ وصفات جن کا دور دور تک اسمائے حسنٰی باری تعالی میں ذکر نہیں، تو حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کے لئے ان کا استعمال کیوں ہونے لگا؟ اگر لغت اور عربی ادب کے حوالے سے بھی ذات رسول کے لئے لفظ شاہد کے ترجمہ ''حاضر و ناظر'' کی صحت پر دلائل فراہم کئے جائیں تو امام رضا ہی کی زبان میں ''دریا بہادئے ہیں در بے بہا دئے ہیں'' کا منظر سامنے آسکتا ہے لیکن تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔

اسی طرح حضور ﷺ پاک صاحب لولاک کے لئے علم غیب عطائی پر بھی منکرین معترض ہوتے ہیں کہ علم غیب تو خاص اللہ کی صفت ہے۔ اس میں رسول کو شریک کرنے سے شرکت لازم آتی ہے۔ جو اشد گناہ ہے یہاں بھی جملہ منکرین علم غیب رسول کی فکر وفہم نے سخت ٹھوکریں کھائی ہیں، سورۂ جن کی آیت علم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ (پارہ عم) اور سورۃ تکویر کی آیت وما ھو علی الغیب بضنین۔ (اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں) جن سے رسول پاک ﷺ کے لئے عطائی علم غیب کا صاف صاف اثبات ہوتا ہے، پتہ نہیں ان کے پاس اس کا کیا معقول جواب ہے اور جن آیات سے غیر خدا کے لئے علم غیب کی نفی ہوتی ہے وہاں ذاتی طور پر جاننے کی نفی ہوتی ہے، عطائی کی نہیں۔ پھر یہ کہ صاحب کنز الایمان نے حضور پاک ﷺ کے لئے جو علم غیب ثابت

کیا ہے وہ اس احتیاط کے ساتھ کہ اللہ تعالی کا علم ذاتی ہے، رسول پاک کا عطائی، اللہ تعالی کا علم لامحدود ہے، رسول پاک کا محدود، (یہ الگ بات کہ یہ حد بھی خدا اور اس کا رسول جانتا ہے اور بس) اللہ جل شانہ کا علم ازلی و ابدی ہے اور رسول پاک کا حادث۔ اس کے باوجود منکرین کو کنزالایمان میں توحید و رسالت کی سرحدیں ملتی نظر آتی ہیں تو ان کا مرض لاعلاج ہے، اور ان کا اعتراض۔ ع:

اک چھیڑ ہے وگرنہ مراد امتحاں نہیں

کے مصداق ہے۔

(۲) کنزالایمان اردو کے معیاری لب ولہجہ کی مثالوں سے مملو اور مزین ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔کا ترجمہ دیکھئے ''اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان اور رحمت والا'' اس کے مقابلے میں مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ دیکھئے ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والا ہے، (ترجمہ قرآن مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس) ان دونوں تراجم میں مرد کے لئے تو ٹھیک ہے کہ کرتا ہوں، لیکن عورت کیسے کہے گی کہ کرتا ہوں، یہ ایک بڑا نقص ہے جس کا ترجمہ میں لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، اس کے برعکس کنزالایمان کے ترجمے میں مرد اور عورت کی رعایت موجود ہے۔ جن سے اس ترجمہ کی صحت اور معیاری لب ولہجہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مزید مثالوں سے بخوف طوالت احتراز کیا جاتا ہے۔

(۳) کنزالایمان کی اسلوبی انفرادیت یہ ہے کہ یہ لفظی ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی ہے، امام احمد رضا نے اپنی خداداد ذہانت اور ذہنی بصیرت سے کام لے کر منشاء ربانی تک پہنچنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے، اور اسی کو اپنے الفاظ کے قالب میں ڈھال دیا ہے، جس کی وجہ سے اس کا اسلوب حد درجہ دلکش، اور دل نشیں نظر آتا ہے، مثال کے طور پر درجہ ذیل آیت پر غور کریں۔ ذُق انک انت العزیز الحکیم (سورہ دخان آیت ۴۹) یہاں قرآن پاک کا بالکل طنزیہ لب ولہجہ ہے۔ صاحب کنزالایمان نے اس کو اسی لب ولہجہ میں یوں الفاظ کا جامہ پہنایا ہے ''ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے''۔

یہاں ہاں ہاں کی تکرار نے زور بیان میں تو شدت پیدا کی ہی ہے طنز کی کاٹ بھی بہت گہری اور نوکدار ہوگئی ہے جس کی وجہ سے ربانی تیور اور جلال و جبروت عروج پر نظر آتا ہے اور راست دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

دوسری مثال بھی ملاحظہ ہو۔ انا عرضنا الامانۃ ....ظلوما جھولا۔ (سورۃ احزاب ۷۲)

بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔ یہاں ظلوما جھولا، کا ترجمہ نہایت شگفتہ اور انسانی نفسیات کا مظہر ہے۔ خاص طور پر لفظ نادان کی بلاغت پر قربان جائیے بار امانت کو اٹھا لینے کا فیصلہ کر لینا انسان کی حد درجہ سادہ لوحی پر دلالت کرتا ہے۔ اسکے مقابلے میں تھانوی صاحب کا ترجمہ دیکھئے —— "وہ ظالم ہے جاہل ہے"

کس قدر بے تکا اور مہمل ترجمہ ہے، انہوں نے انسان کو ظالم اور جاہل قرار دے کر ارشاد ربانی کے مزاج اور تیور کو سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ غیر مقلد جونا گڈھی کا ترجمہ بھی اسی قبیل وقماش کا ہے، وہ لکھتے ہیں —— "وہ بڑا ہی ظالم و جاہل ہے" ایسا لگتا ہے کہ انسان کو کوسا جا رہا ہے، محمود الحسن صاحب کا ترجمہ ہے —— "یہ ہے بڑا بے ترس نادان" اس ترجمہ کی غرابت اور مہملیت بھی محتاج وضاحت نہیں، بے ترس' سے ہر گز ہر گز ظلوما کا مفہوم ادا نہیں ہوتا۔

(۵/۴) اس ترجمہ کے متعلق سے خاص بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ اس کے مطالعے سے عوام کا ایمان محفوظ رہے گا، لیکن خواص اہل علم کو اعتراض ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے اس سلسلہ میں یہ آیت ملاحظہ ہو۔ والنجم اذا ھوی (سورہ نجم/۱)

ترجمہ: اس پیارے چمکتے تارے کی قسم، جب یہ معراج سے اترے

آیت بالا کا ایسا نفیس ترجمہ اردو کے کسی ترجمہ قرآن میں نہیں ملتا۔ اسی طرح یہ آیت پاک دیکھیں، خلق الانسان و علمه البیان ۔ (سورہ رحمٰن) ترجمہ "انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان وما یکون کا بیان انھیں سکھایا"

یہ ایمان افروز اور عظمت رسالت پناہی کا مظہر ترجمہ بھی تمام اردو مترجمین اور ان کے ہم نواؤں کو پیچ و تاب میں ڈالے ہوا ہے۔ اس کا سبب بھی جذبہ توفیق الٰہی سے محرومی اور حقائق تک نارسائی کے سوا اور کچھ نہیں؟ امام احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ ان کی ذہنی اختراع نہیں، بلکہ مشہور و متداول تفسیر خازن کے عین مطابق ہے۔ تفسیر خازن کوئی ایسی نادر و نایاب کتاب نہیں، جہاں تک دیگر مترجمین کی رسائی نہیں۔ لیکن جس کا دل عشق رسول کی حدت و حرارت سے خالی ہو، اس کی رسائی یہاں تک ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ توفیق خدائے بزرگ و برتر اپنے خاص اور چہیتے بندوں کو ہی عطا فرماتا ہے۔ اور بلاشبہ امام احمد رضا انھیں میں سے ایک تھے۔

(۶) دیگر تراجم کے مقابلے میں بلاشبہ کنز الایمان میں بعض الفاظ کے ترجمے بالکل منفرد ہیں۔ جیسے "نبی" اس کا ترجمہ تمام مستند عربی لغات میں وہی ملتا ہے جو امام احمد رضا نے کیا ہے یعنی "غیب کی خبریں دینے والا" دیگر مترجمین چونکہ "علم غیب رسول" کے منکر ہیں۔ اس لئے شعوری طور پر

انھوں نے اس سے اغماض برتا ہے۔ اسی پر بس کرتے تو غنیمت تھا، جہالت وسفاہت کی نچلی سطح پر آکر نبی کے ترجمہ پر معترض بھی ہوتے ہیں۔ ع: 'ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی'

خیر الماکرین.. ''اور اللہ سب سے بہترین تدبیر والا ہے'' (کنزالایمان)

،اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ ہے۔ ''اور اللہ تعالی سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں''

محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں۔ ''اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے''

امام احمد رضا نے اپنے ترجمہ میں لفظ چھپی شامل کر کے اس کو جو نکھار اور وقار بخشا ہے اس کی مثال نہیں ملتی، عظمت الٰہی کا ایسا پاس ولحاظ بس انہیں کا حصہ ہے۔

ووجدك ضالا فهدى ۔

محمود الحسن صاحب : اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی۔

اشرف علی تھانوی صاحب: اور اللہ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا۔

جونا گڑھی صاحب: اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت دی

کنزلایمان: اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

کنزالایمان کے علاوہ مندرجہ بالا تینوں ترجمے ع چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است کے مصداق ہیں، اور امام عشق ومحبت نے اپنے نبی صادق ومصدوق کی خداداد عظمت کا احساس فراواں رکھتے ہوئے ایسا روح پرور اور وجد آفریں ترجمہ کیا ہے کہ بار بار آفریں کہنے کو جی چاہتا ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ ع عشق بن یہ ادب نہیں آتا

کتمان علم چونکہ گناہ ہے اس لئے میں یہاں ایک دیوبندی الفکر اہل قلم مولانا ماہر القادری مدیر'' فاران'' کراچی کا تذکرہ ضرور کروں گا، انھوں نے آیت زیر بحث کے تعلق سے لفظ ضال، کا ترجمہ بہت حد تک درست کیا ہے وہ رقمطراز ہیں

آپ پر غور وفکر اور استغراق کی کیفیت طاری رہنے لگی، مکہ سے تھوڑی دور پر حرا نام کا ایک غار تھا آپ ستو اور پانی لے کر وہاں چلے جاتے اور کئی کئی دن تک ریاضت وعبادت اور غور وفکر میں ڈوبے رہتے۔ نفس کا یہ مجاہدہ اور استغراق کی یہ کیفیت کسی غیبی نمود کی منتظر تھی۔ دل ونگاہ کو نہایت بے چینی کے ساتھ کسی پیغام کا انتظار تھا، طبیعت بہت بیقرار سی رہتی۔ اسی تلاش، حیرانی اور بے قراری کو قرآن نے ''ضال'' سے تعبیر کیا ہے۔ (در یتیم صفحہ ۸۰) از ماہر القادری مکتبہ جماعت اسلامی ہند

اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ بلاشبہ ماہر القادری صاحب نے زیر بحث آیت پاک کے معنی ومدعا کا احاطہ کرنے کی اچھی کوشش کی ہے کاش ان کے اکابر انھیں کی تشریحات کو قبول کر

لیتے تو ضلالت ان کا مقدر نہیں بنتی۔ مگر قبول کرتے کیسے، سب کے سب آنجہانی ہو چکے تھے۔

وماھو علی الغیب بضنین :

کنزالایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخل نہیں۔

محمودالحسن صاحب اور یہ غیب کی باتیں کے بتانے میں بخیل نہیں۔

جونا گڑھی: اور یہ غیب کی باتوں کے بتلانے میں بخیل نہیں س

اشرف علی تھانوی: اور یہ پیغمبر مخفی (بتلائی ہوئی وحی کی) باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں۔

محمودالحسن صاحب اور جوگڑھی صاحب کے ترجمے تو غنیمت ہیں، لیکن مؤخرالذکر ترجمے کی عیاری چھپائے نہیں چھپتی۔ لفظ غیب استعمال کرتے ہوئے دل پھٹا جارہا تھا، اس لئے اس کی جگہ مترجمین نے لفظ مخفی کا استعمال کیا اور اس پر بھی دل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوا تو قوسین میں اس کی وضاحت کی کہ وہ مخفی بات بتلائی ہوئی وحی تھی، ایسے ہی اشخاص اور ایسی ہی ذہنیت پر امام عشق ومحبت کا یہ شعر پوری طرح منطبق ہوتا ہے۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

اس ترجمہ کے تعلق سے میرا مجموعی تاثر یہ ہے کہ ایسا سادہ وسلیس اور شگفتہ وشائستہ اور ایمان وعقیدہ کے تحفظ کی ضمانت دینے والا ترجمہ آج تک اردو میں ہوا ہی نہیں (شاہ عبدالقادر کا ترجمہ "توضیح القرآن" میرے پیش نظر نہیں اس لئے اس حصر میں وہ شامل نہیں ہے،) آخر کلام کے طور پر "کنزالایمان" سے ایک اور آیت کا ترجمہ نقل کررہا ہوں اسی سے امام احمد رضا کی خداداد عبقریت اور تفقہ فی الدین کا اندازہ ہوجائے گا اور اہل نظر یہ فیصلہ کرلیں گے کہ کس مترجم کو تائید ربانی حاصل ہے۔

آیت ملاحظہ ہو۔ ان ربی علی صراط مستقیم (سورہ ہود ۵۶)

مولانا محمودالحسن دیوبندی کا ترجمہ: بے شک میرا رب ہے سیدھی راہ پر

مولانا اشرف علی تھانوی: یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے

جونا گڑھی: یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے۔

مولانا مودودی: بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے

امام عشق ومحبت امام احمد رضا: بے شک میرا رب سیدھی راستہ پر ملتا ہے

مندرجہ بالا تمام تراجم پر بالکل غیر جانبدار ہو کر غور کرنے پر یہ تاثر قائم ہوتا ہے۔ کہ بندہ اپنے معبود کو یہ سند دے رہا ہے (معاذاللہ) کہ وہ بالکل سیدھی راہ پر ہے غلط پر نہیں۔ اس آیت میں

آئے ہوئے الفاظ اتنے سہل وسلیس اور عام فہم ہیں کہ عربی کی معمولی شد بد رکھنے والا بھی بڑی آسانی سے اس کا ترجمہ کرسکتا ہے۔ پھر اتنے بڑے بڑے جبہ دستار کی تخصیص کیا باقی رہی۔ معلوم ہوا کہ محض عربی دانی سے ترجمہ قرآن کا حق ادا نہیں ہوسکتا ہے اس کے لئے مختلف علوم وفنون پر ماہرانہ دسترس رکھنے کے علاوہ توفیق الٰہی اور تائید ربانی اصل شاہ کلید ہے۔ اور یہ نعمت عظمیٰ ہر شخص کا مقدر نہیں بنتی۔ امام احمد رضا کو ارشاد رسول ﷺ من یرد اللہ خیرا یفقہ فی الدین سے حصہ وافر ملا تھا، اس لئے وہ ہر مقام پر بخیر وعافیت گزر گئے ہیں۔ اب اسی زیر بحث آیت پر اک بار پھر غور کیجئے امام عشق ومحبت امام احمد رضا نے "راستہ پر ہے" ترجمہ کرنے کے بجائے "راستہ پر ملتا ہے" ترجمہ کرکے ہر طرح کے شکوک وشبہات کا ازالہ کردیا ہے، یعنی بندہ اپنے معبود کو سیدھے راستہ پر ہونے کی سرٹیفکٹ نہیں دے رہا ہے بلکہ بندگان خدا کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ سیدھے راستہ پر چلو گے تو رب سے ملاقات ہوگی اس کی رحمت شامل حال رہے گی۔ ہدایت یاب رہوگے، اور اس طرح منزل مقصود تک پہنچ جاؤگے اور یہی حاصل زیست اور معراج بندگی ہے۔ اسی ایک ترجمے سے صاحب کنزالایمان کے مثالی تفقہ، دینی بصیرت اور غیر معمولی عبقریت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اور دگر مترجمین کی کم نظری، سطحیت اور غیبی تائید سے محرومی کا تماشا دیکھا جاسکتا ہے۔ کنزالایمان واقعی ایمان کا بیش بہا خزانہ ہے اس لئے اس کی حفاظت وحمایت اور اشاعت بہر حال بہر قیمت ہر اہل ایمان کا دینی فریضہ ہے۔

## ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، ممبئی

(۱) اردو کے دیگر تراجم کے بالمقابل کنزالایمان کی اپنی ایک پہچان ہے، اور اس کی پہچان نمایاں اس لئے ہے کہ وہ اسلاف کی پہچان کو کلیجے سے لگائے ہوئے ہے، پہچان مٹنا تو دور کی بات ہے، پہچان کو مدہم ہونے سے بچانے کے لئے جو ترجمہ آج بھی ہے سینہ سپر ہے وہ صرف کنزالایمان ہے اسی وجہ سے دن بدن اس کی پہچان درخشاں ہوتی جارہی ہے، ورنہ دیگر تراجم نے ترجمہ قرآن کا نام پر وہ ستم ڈھائے کہ توحید کی حدیں سلامت رہیں نہ رسالت کی۔ کنزالایمان حدیں مٹانے کیلئے وجود میں نہیں آیا ہے، یہ کام تو سارے تراجم کرہی رہے ہیں، حدیں اور نمایاں رکھنا یہ کنزالایمان کی شان ہے، کنزالایمان کی ضرورت ہی اس لئے پڑی کہ توحید ورسالت کی علوئے شان، مقام ادب سے غافل مترجمین نے عربی لغت کے سہارے ایسا ترجمہ کرڈالا جس سے حدیں پامال ہورہی تھیں، شان ربوبیت کا امتیاز ختم ہورہا تھا، ان تراجم سے بے ادبی کا چور دروازہ کھل رہا تھا، قرآن کا حسن مقصد داؤ پر لگ رہا تھا، نزول قرآن کی غرض وغایت مضطرب ہورہی تھی، تو امام احمد رضا

نے کنز الایمان لکھکر حسن مقصد اور حسن غرض کو اس کی صحیح سمت و نزول عطا فرمائی قرآن ابتدا سے انتہا تک ادب کا موقع ہے، حمد و نعت کا چمستان ہے،، بیقرار انسانیت کیلئے آب حیات کا سر چشمہ ہے، اب یہ اپنے اپنے مطالعہ کی بات ہے جس کا جیسا مطالعہ ہوگا وہ ایسا ہی ترجمانی کرے گا، اوپری سطح پر تیرنے والے حباب پائیں گے اور تہ نشیں گوہر آبدار، امام احمد رضا کا فہم قرآنی میں تدبر بھی اپنی مثال آپ ہے، کوئی سا بھی موضوع ہو وہ اپنی فکر کو پہلے انوار قرآن سے صیقل کرتے تھے، یہاں تک کہ شعر وسخن کی زلفیں سنوانے میں بھی قرآن مجید کو ماخذ سمجھتے تھے خود فرماتے ہیں

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے احکام شریعت ملفوظ

جو معانی قرآنی کے سمندر کا ایسا پیراک ہو، جو قرآنی اسرار و حکم پر اتنی معنوی نظر اور ایسی معقول بصیرت رکھتا ہو کہ ہر آیت ہر وقت اپنے جمیع مالہ و ماعلیہ معارف کے ساتھ افکار کی مسند پر گلریز ہو مگر پھر بھی ان کا ماننا ہے کہ ''نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے، نیچے آتا ہے تو تنقیص پڑتی ہے''، جس کی نظر میں حدیں ایسی ممتاز اور مبرہن کہ وہ جب بھی ترجمہ کرے گا تو توحید و رسالت کا نشان امتیاز ملے گا، دوسرے ترجموں اور کنز الایمان میں یہ بھی واضح فرق ہے کہ دوسرا ترجمہ صرف عربی کا ترجمہ ہے جبکہ کنز الایمان عربی کا ترجمہ بھی ہے اور قرآن کا ترجمان بھی۔ عربی کا ترجمہ الگ چیز ہے اور قرآن کی ترجمانی الگ چیز، ترجمہ اور ترجمانی کا فرق نگاہ میں رکھئے اور ادب الوہیت و مقام رسالت کے حوالے سے صرف ایک ایک مثال دیکھئے قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے، ان المنافقین تخدعون اللہ و ہو خادعھم (نساء آیت ۱۴۲) شیخ الہند مولانا محمو الحسن، دیوبندی اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں

''البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دیگا''

اللہ تعالی کے لئے لفظ دغا کا استعمال کرنا ذرا سوچئے کتنا ناروا ہو ہے، کنز الایمان کے سوا اردو کا آپ جو ترجمہ بھی چاہیں اٹھا کر دیکھ لیں شان الوہیت سے بے خبر مترجمین اسی مفہوم کو ڈھوتے نظر آتے ہیں اب آیئے عارف رمز قرآنی کا ترجمہ دیکھے اعلیحضرت امام احمد رضا اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں:

''بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا''

عربی کا ایک لفظ کتنے معانی و مفاہیم کا متحمل ہوتا ہے، ان تمام معانی پر جب تک بیک

وقت نظر نہ ہو آدمی ترجمہ کرتے وقت زلت فکر میں مبتلا ہو جائے گا اور دانستہ یا غیر دانستہ وہ حادثہ ہو جائیگا جو نہ ہونا چاہئے، اور بالکل یہی ان ناداروں کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ ایک ہی معنی معلوم تھا وہی بندے کے لئے بھی لکھدیا اور خدا کیلئے بھی۔ ایک ذرا بھی خیال نہیں کیا کہ خدا کے شایان شان یہ معنی ہے کہ نہیں۔ اعلیحضرت کا کمال ادراک اور علوئے نظر یہ ہے کہ وہ پہلے ہر ایک معانی کی تنقیح کرتے ہیں، پھر جو رہتی ہے معنی جس کی شان کے لائق ہو فٹ کرتے ہیں اس لئے ان کا ترجمہ دیکھتے وقت لگتا ہے جیسے لفظوں کی انگشتری میں معنی جڑ دیا گیا ہے، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے (اور یہی ترجمہ کا مقصد بھی ہے) کہ الوہیت ورسالت کی حدیں نمایاں ہیں۔ اب اسی دیوبندی ترجمہ کا ظاہری نقص دیکھئے کسی انسان کی کہاں یہ مجال کہ وہ اللہ تعالی کو دھوکہ دے سکے کیا بندے کی قدرت خدا پر بھی ہوگی؟ اور جب چل گئی۔ بندے نے خدا کو دھوکہ دے دیا تو دھوکہ کھا کر خدا خدا نہ رہا اس لئے کہ عاجز خدا نہیں ہوسکتا، چلے تھے قرآن کا ترجمہ کرنے ایمان ہی سے ہاتھ دھوڈالے---۔ اعلیحضرت نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس نے ایمان کے خزانے کو لٹنے سے بچایا ہے، دیکھئے کیسا ایمان وافروز وادب آموز ترجمہ ہے:

> "بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انھیں غافل کرکے مارے گا، اس پورے جملے میں جو کلیدی لفظ ہے وہ ہے، اپنے گمان میں، اپنے گمان میں تو بندہ بہت کچھ کر لیتا ہے، اور کر سکنے کا دعوی کرتا ہے، مگر گمان گمان ہے حقیقت امری سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لفظ کے انتخاب نے ترجمہ کو وہ حسن وبلندی عطا کردی کہ اعلی حضرت کے قلم کو چوم لینے کا جی چاہتا ہے۔"

۲....مقام نبوت کی بھی ایک مثال دیکھئے، قرآن مجید میں ہے، ووجدك ضالا فهدى (ضحیٰ آیت) مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں "اور اللہ تعالی نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا" ضالا کے معنی کے بھنور میں سارے اردو مترجمین کی کشتی ہچکولے کھا رہی ہے، کسی نے ترجمہ کیا بھٹکا ہوا، کسی نے کیا راہ حق سے بے خبر، اور کسی نے "گم کردہ راہ" الفاظ کا قالب رنگ برنگ ہے، مفہوم کی روح سب میں ایک ہی ہے، اب دو ہی صورت ہے یا تو ان ترجموں کو پڑھ کر آدمی نبی کے تعلق سے بدظنی کا شکار ہوگا کہ نبی گمراہ ہوئے ہیں، معاذ اللہ۔ اور جونہی اس کے دل میں یہ خیال جنم لے گا روح ایمان مرجائے گی یا آدمی برہمی وبیزاری کا اظہار کرے گا۔ نبی معصوم عن الخطا ہوتے ہیں، ان کے لئے بے خبر، بھٹکا، گم کردہ راہ کا لفظ استعمال کرنا یقیناً شان رسالت کے منافی ہے

ادب گاہیست زیر آسماں ازعرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اگر نبی خود بھٹک جائے تو جس لمحے میں وہ بھٹکے گا نبی نہ رہے گا، جبکہ نبی سے نبوت، رسول سے رسالت ایک لمحے کے لئے بھی جدانہیں ہوتی اس لئے ترجمے کرنے سے پہلے الفاظ کو کھنگالنا تھا اور بعد زفکر بسیار نبی کی شان کے لائق معنی چننا تھا مگر وہاں تو مقصد ہے نبی کی نشان عظمت کو گذمڈ کرنا تھا، حالانکہ اگر اس آیت میں ہے ووجدك ضالا فهدىٰ تو دوسری جگہ یہ بھی تو ہے ما ضل صاحبكم وما غوىٰ (سورہ نجم) تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے (کنز الایمان) اب ایسے میں ما ضل صاحبكم وما غوىٰ کو سامنے رکھ کر ووجدك ضالا فهدىٰ کا ترجمہ کرنا تھا مگر ایسا کیا جاتا تو ترجمہ وہی ہوتا جو امام احمد رضا نے کیا ہے، مگر یہ تو امام احمد رضا کا مقدر تھا، امام احمد رضا نے ترجمہ کیا ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' دوسرے ترجمے توحید و رسالت کی حدیں مٹا رہے تھے، کنز الایمان نے اجاگر کردیا، شان الوہیت رفعت نبوت جس ترجمے کا امتیازی وصف ہے وہ ترجمہ ہے، کنز الایمان۔

(۲) اگر کنز الایمان میں مستند تفاسیر سے انحراف کیا گیا ہوتا، تو یہ کنز الایمان نہ رہتا، کنز الطغیان ہو گیا ہوتا اور نہ جانے کتنا منھ زور طوفان اٹھ کھڑا ہوتا، مگر اب تک جو اس کی مقبولیت و محبوبیت ہے، وہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ ترجمہ تفاسیر مستند کا عطر مجموعہ ہے۔ تفسیر قرآن کے حوالے سے عمائدین ملت نے جو علوم و معارف کے دریا بہائے تھے۔ قرآنی مطالب کے سمندر میں غواصی کر کے دشہوار حاصل کئے تھے، اور خود ان کے قلوب و اذہان پر محاسن قرآن کا جو رمز القا ہوتا تھا، کنز الایمان نے انہیں دولت مشترکہ کو حفاظت کا قلعہ عطا کیا ہے، اور کمال یہ ہے کہ ترجمہ کسی منصوبہ بند طریقہ پر وجود میں نہیں آیا ہے، بلکہ ترجمہ برجستہ، برمحل اور فی البدیہہ کیا گیا ہے، قیلولہ کا وقت ہوتا ہے، حضرت صدر الشریعہ قرآن پاک کی آیت بولتے اور اعلی حضرت ترجمہ بتاتے، املا کرایا جانے والا یہ ایسا جچا، تلا، شستہ و شگفتہ فصیح و بلیغ مختصر اور جامع ہوتا کہ ارباب علم دیکھ کر غرق حیرت ہو جاتے، اور جب کتب تفاسیر سے اس کا تقابل کرتے تو یہ تاثر دیتے کہ امام احمد رضا عالم کتاب نہیں سراپا کتب خانہ ہیں، یہ ترجمہ تو تمام کتب تفاسیر کے عین مطابق ہے، ارباب فکر و دانش کا گوہر خیال تو اس ترجمے کے تعلق سے یہ ہے۔ اور آج اگر کسی کی خود ساختہ، بدعتی فکر کی تائید یہ ترجمہ نہیں کر رہا ہے تو وہ اپنی ناقص فکر کی اصلاح کرے، اسلاف کی سنہری فکر سے انحراف کا یہ حال ہوتا ہے کہ چشم حق بین حق بین نہیں رہتی، دل حق شناس، حق شناس نہیں رہتا۔ امام احمد رضا اپنے اسلاف کے قدیم افکار اور روش

کے ایسے حامل وامین تھے کہ ان سے اختلاف کرنے والوں نے ان کی اس خوبی کو لکھا اور سراہا ہے، وہ نئے فرقے کے بانی نہیں تھے چودہ سو برس پرانے مذہب مہذب، مسلک اہلسنت وجماعت کے شارح ومحافظ تھے، اللہ اور اس کے رسول (جلا جلہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ مین ان کی خدمت کی مقبولیت کی دلیل ہے کہ مسلک اہلسنت وجماعت آج ان سے منسوب ہو کر مسلک اعلی حضرت سے پکارا جارہا ہے، اور مستند تفاسیر سے انحراف تو وہ کرے جس کا دامن جواہرت علوم وفنون سے خالی ہو، یہاں کا معاملہ تو یہ تھا کہ چودہ سو برس کی تمام کتابیں از براور ہر وقت پیش نظر رہا کرتی تھیں، جب کچھ لکھنے بیٹھے تو علوم وفنون کی آئینہ بندی ہوتی چلی جاتی، اتنے معانی ومطالب کا ورودونزول ہوتا کہ سنبھا لنا مشکل تھا، اسی لئے اکیلے وہ جتنا لکھتے تھے دس آدمی ملکر بھی لکھ نہیں پاتے تھے، جبھی تو کنزالایمان کا ترجمہ کراتے وقت بظاہر آپ صدرالشریعہ کے سامنے ہوتے مگر بباطن آپ کی نگاہیں کتب اسلاف پر ہوتیں یہی وجہ ہے کہ ہزار جتن کے باوجود آج تک کسی ایک مقام کی واقعی نشان دہی نہ ہو سکی کہ یہاں تفاسیر معتبرہ سے انحراف کیا گیا ہے، اور انشاء اللہ، ایسی نامحمود کوشش پیہم ناکام ونامراد ہی رہے گی، اور کنزالایمان اپنے اسلاف کی سوغات بانٹتا رہا ہے۔

(۳) اعلیٰ حضرت جہاں ہر علم وفن کو اپنی خداداد صلاحیت سے آباد کر رہے تھے زبان اردو بھی ان کے فیض سے خالی نہیں تھی، جہاں نئے نئے محاورات وتراکیب اور ضرب الامثال کے گل بوٹوں سے گل گلزار بن رہی تھی، اس زبان میں اعلیحضرت قرآن مجید جیسی اس بلند رتبہ کتاب کا ترجمہ کریں، اور ترجمے کی زبان عام زبان جیسی رہ جائے یہ کیسے ممکن تھا، وہ تو کہئے اعلیحضرت لفظوں کی سجاوٹ اور جملوں کی بناوٹ پر دھیان نہیں دیتے تھے، انہیں اتنی فرصت کہاں تھی، مگر اس روانی میں آپ کا قلم غنچہ کی چٹک اور پھولوں کی مہک کی بہار دکھاتا تھا۔ اگر وہ قرآن مجید کا ترجمہ کرنے چلیں تو فکروادب کے عرش معلیٰ کے تارے ترجمہ کے آنچل میں سجنا ہی چاہئے تھا۔ لہذا اردو کے معیاری لب ولہجے کی نادر مثال کا ترجمہ میں در آنا لازمی ہی تھا۔ علامہ غلام رسول سعیدی کا خیال ہے،

> ”اس ترجمہ میں اردو، عربی کے اسلوب میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور فصاحت بیان کے آئینہ میں اعجاز قرآن کا عکس نظر آتا ہے، قرآن مجید کے علوم وفنون، اسکی فصاحت وبلاغت، اور اس کی تاویل وتفسیر پر جو شخص نگاہ رکھتا ہے، وہ جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو یقیناً سوچے گا کہ قرآن مجید اردو میں اترا ہوتا تو یہ عبارت اس کے قریب تر ہوتی، اور جو فصاحت زبان سے آشنا ہوا سے کہنا پڑے گا کہ اس ترجمہ میں زبان وبیان کی بلاغت اعجاز کی سرحدوں کو چھوتی معلوم ہوتی ہے“

اور محدث اعظم ہند حضرت سید محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں

"علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیحضرت کے ترجمے سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے۔اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے، نہ فارسی زبان میں ہے، اور نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ پر لایا نہیں جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے"۔

گویا کنزالایمان، امام احمد رضا خاں کا وہ عظیم الشان ترجمہ قرآن ہے، جس نے الفاظ و معانی کے حسین سنگم سے ایسے محاسن کو اجالا کہ ترجمہ میں روح قرآن کی جھلک جگمگانے لگی، صرف تین مثال پیش ہیں، اذالشمس کورت۔ واذالنجوم انکدرت۔ واذالجبال سیرت۔ واذالعشار عطلت۔ واذالوحوش حشرت۔ واذالبحار سجرت۔ واذالنفوش زوجت ۔ترجمہ جب دھوپ لپیٹی جائے، اور جب تارے جھڑ پڑیں، اور جب پہاڑ چلائے جائیں، اور جب تھکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں، اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں، اور جب سمندر سلگائے جائیں، اور جب جانور کے جوڑ بنیں۔(سورہ تکویر) والشمس وضحٰھا۔ والقمر اذاتلٰھا۔ والنھار اذا جلّٰھا۔ والیل اذا یغشٰھا۔ والسماء وما بنٰھا۔ والارض وما طحٰھا۔(سورہ شمس)

ترجمہ۔سورج اور اس کی روشنی کی قسم اور چاند کی قسم جب اس کے پیچھے آئے۔اور دن کی قسم جب اسے چمکائے۔اور رات کی قسم جب اسے چھپائے اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم، اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم

۳حتی اذااخذت الارض زخرفھا وازینت وظن اھلھا انتم قادرون علیھا اتاھا امرنا،(سورہ یونس) ترجمہ یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہوگئی، اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آگئی تو اس پر ہمارا حکم آگیا۔

کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی، خوبصورت اور شائستہ زبان کا یہ قوس وقزحی رنگ ترجمے کے پورے آسمان پر چھایا ہوا ہے اس سے بڑھ کر معیاری لب و لہجے کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

(۴) اسلوبی انفرادیت کے نقطۂ نظر سے کنزالایمان پر نگاہ ڈالنے سے پہلے خود قرآن مجید کی اسلوبی انفرادیت پر ایک نظر ڈال لی جائے۔قرآن مجید کا خطاب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، کبھی اہل مکہ سے، کبھی اہل مدینہ سے، اور کبھی عالم انسانیت سے، جہاں کہیں بھی جس سے بھی

خطاب ہے سب کے اسلوب میں الگ الگ حسن ہے، قرآن حضور ﷺ پر نازل ہوا حضرت جبریل کے ذریعہ نازل ہوا عالم انسانیت کی ہدایت کیلئے نازل ہوا مگر انداز خطاب ایسا انوکھا کہ اسے نہ مکمل خطابی نمونے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور نہ مکمل تحریری پیکر سے، مگر اس میں تقریری رنگ بھی ہے، اور تحریری تاثیر بھی اور پھر یہ کہ بعض مقامات پر الفاظ کی بندش، جملوں کی ساخت اور زبان وبیان کا ایسا انداز ہے کہ جیسے موتی کی لڑی ہے گویا نثر میں نظم کا مزا ہے، مگر باوجود ان اوصاف نثری ونظمی کے نہ اسے نثر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی نظم سے، یعنی ایک ایسی کتاب جس میں نثر بھی ہے نظم بھی، تقریر بھی ہے اور تحریر بھی، مگر اس کے باوجود کوئی ایک نام دینے سے زبان ناقد گنگ ہے۔ غرضیکہ اسلوب کے جتنے محاسن ہوسکتے ہیں ان تمام کو جمع کردیجیے تو کلام الٰہی کا نمونہ بنتا ہے، بس یہ کہ کلام الٰہی کا اپنا الگ منفرد اسلوب ہے، اب ترجمہ میں آیئے تو ترجمہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک لفظی دوسرا بامحاورہ۔ لفظی ترجمہ میں لفظ کے نیچے لفظ رکھ دیا جاتا ہے، اور بامحاورہ ترجمہ میں مفہوم کو الفاظ کا لباس پہنا دیا جاتا ہے، اب ایسے میں کلام ہی کا ترجمہ کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ اس مرحلے سے وہی سرخرو گزر سکتا ہے جس کے قالب پر شریعت کی قبا ہو اور قلب معرفت الٰہی سے روشن ومجلی —— اردو کے جتنے تراجم موجود ہیں آپ سب کو دیکھ جایئے، یقیناً آپ سے آپ کا ذوق سلیم پوچھے گا، یہ گرانی، یہ ثقافت، یہ کج مج سی کیفیت، یہ کھردراپن، یہ ادبیت سے محرومی، یہ اسلوبیت کی ناکامی، یہ قرآن کا ترجمہ ہے یا کسی عام عربی کتاب کا۔ اردو کے تمام تراجم قرآن میں صرف کنزالایمان ہے جو لفظی اور بامحاورہ دونوں کے حدود وقیود سے پاک، مگر دونوں کا حسن اپنے اندر سمیٹے ہوئے اپنے اسلوب میں منفرد ویکتا ہے، جی چاہے تو آپ لفظی کہہ لیجیے، جی چاہے تو بامحاورہ، جی چاہے تو دونوں کا حسین سنگم۔ صرف ایک مثال دیکھئے ویعلمک من تاویل الاحادیث (سورہ یوسف) عموماً مترجمین نے اس کا بامحاورہ ترجمہ یہ کیا ہے "کہ اللہ تجھے خوابوں کی تعبیر سکھا دیگا" اس ترجمے نہ تو تاویل کا معنی کا پتہ چلتا ہے کہ تاویل کیا ہے اور نہ احادیث کے معنی کی وضاحت پڑتی ہے، مگر احادیث کا اصل معنی کیا ہے، یہی تو کمال ہے کنزالایمان کا کہ جہاں تمام ترجمے عجز کا اظہار کرنے لگیں وہاں کنزالایمان اپنی تمام تر انفرادیت کے ساتھ جلوہ گر ہوجاتا ہے، اعلیٰحضرت نے ترجمہ کیا ہے "اور تیرا رب تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھا دے گا" دیکھئے اس ترجمہ سے "احادیث" کا معنی باتوں اور "تاویل" کا معنی انجام نکالنا کتنا واضح ہو رہا ہے، قرآن پاک کے ترجمہ کی روایت میں یہ ترجمہ اپنے آپ میں ایک ایسے اسلوب کا موجد ہے جو لفظی، اور بامحاورہ دونوں کا آئینہ ہے، ترجمہ دیکھ کر یہ احساس آواز دینے لگتا ہے کہ فضل ربی سے اعلیٰحضرت

کے دل پر معانی قرآن کا القا ہوتا تھا، اس طرح جو ترجمہ لفظی کے نقائص سے مبرا ہے اور زبان و بیان کی دیگر کمزوریوں سے منزہ ہے، وہ صرف کنزالایمان ہے، جس طرح قرآن کے اسلوب کو کوئی نام دیئے بغیر تمام اسالیب کا مرقع ماننا پڑتا ہے۔ ویسے ہی کنزالایمان کے اسلوب کو کسی نام سے موسوم کئے بغیر اس کو مجمع محاسن تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ عربی زبان کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی کہ مختصر سے لفظوں میں معانی کا چشمہ سیال دیتا ہے، اس صورت حال میں ترجمہ کرنے والے کو بڑی آزمائشوں سے گزرتا ہے۔ مختصر کرتا ہے تو معنوی نزاکت پر حرف آتا ہے، پھیلا دیتا ہے تو طوالت کا الزام لگتا ہے مترجم عجب دورا ہے، پر ہوتا ہے، مگر ایسی مد و جزر کی کیفیت میں بھی معانی کے پل صراط سے گزرنا امام احمد رضا کو آتا ہے طوالت اور اختصار کے بیچ اعتدال کی راہ نکالنا یہ صرف اسلوب رضا کا کرشمہ ہے، مثلا یاایھا الذین آمنوا ستعینوا بالصبر والصلاۃ (بقرہ) اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو، واللہ یحدی من یشاء الی صراط مستقیم، اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے، من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے۔ ترجمہ کی روانی، زبان کی سلاست اور بیان کی شگفتگی یعنی وہ کون خوبی ہے جو اس ترجمہ میں نہیں ہے۔

(۵) اس سوال کا جواب نمبر تین اور چار میں آگیا ہے،

(۶) سوال میں پیش کئے گئے صرف چھ ہی الفاظ نہیں بلکہ اس طرح کے درجنوں الفاظ ہیں جنکا معنی کچھ لوگوں کو نیا معلوم ہوتا ہے، اور وہ اس پر چیں بہ جبیں ہوتے ہیں، حالانکہ ان معنوں کو نیا کہنا یہ ان کے ذہن کی نئی اپج ہے، ہمارے علماء اہل سنت نے ایک ایک عنوان پر علم کے دریا بہا دئے ہیں، ہم ان میں سے صرف دو "نبی" اور "بشر" کو معرض تحریر میں لاتے ہیں، جب کہ ہر لفظ ایک مستقل مقالے کا عنوان ہے،

نبی .....عہد کنزالایمان کا پس منظر یہ ہے کہ انگریز اس ملک میں لمبی مدت تک حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے چوں کہ انہوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اس لئے ان کے خیال میں سب سے بڑا خطرہ ان کو مسلمانوں سے تھا، اور مسلمان اپنی اس عظمت رفتہ، اپنے اس عہد زریں کو یاد کر کر کے خون کے آنسو بہا رہے تھے، غرض دونوں کو دونوں کا وجود کھٹک رہا تھا، انگریز اس راز کو پانے میں بہت حد تک کامیاب ہو گئے کہ اس شکست خوردہ قوم کے دل میں جو جذبہ سرگرم عمل ہے وہ کبھی نہ کبھی نئے انقلاب کے ساتھ پھر کروٹ بدل سکتا ہے پھر یہ کہ اس عزم میں تاب و توانائی عشق رسول سے آئی ہے، اور عشق رسول کی مہک علمائے حق بیدار کرتے ہیں، لہذا علماء حق کا سودا کرو

یا انہیں راستے سے بہکادو، یہی وہ جذبہ حب نبی ہے جسے ڈاکٹر محمد اقبال نے ،روح محمدی، سے تعبیر کیا ہے، وہ غیور فطرت علمائے حق جو نہ صرف یہ کہ انگریزوں کے جھانسے میں نہیں آئے بلکہ انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر احقاق حق کا فریضہ انجام دینے لگے انہوں نے ہاتھ کی زنجیر اور گلے کے پھندہ کو چومنا تو گوارہ کیا مگر عشق کا سودا نہ کیا، محبت کو رسوا نہ کیا، اور جن علماء انگریزوں کا داؤ چلا گیا ان سے انگریزوں نے وہ کام لیا کہ روح ملت ابتک مصروف آہ وفغاں ہے، تقویۃ الایمان رمولوی اسماعیل دہلوی، تحذیز الناس رمولوی قاسم نانوتوی، حفظ الایمان رمولوی اشرف علی تھانوی، یہ سب انگریزوں کے اسی سازشی ذہن کی پیداوار ہیں۔ ان مولویوں نے اپنی اپنی کتابوں میں جس طرح کے رکیک اور نازیبا اور نہ روا جملے خدا و محبوبان خدا، خصوصا سردار انبیاء حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں استعمال کئے ہیں، ایمان کا کڑوراں حصہ بھی جس مسلمان کے دل میں موجود ہوگا وہ ان جملوں کو اپنی نوک زبان پر لانا اپنے غیرت عشق کی توہین سمجھے گا، مگر بے محابہ ان کا استعمال وہ انگریز کے کاسہ لیس، عاقبت نا اندیش، صاحبان جبہ و دستار، نام نہاد علماء کر رہے تھے۔ محبت ٹوٹ رہی تھی تو انگریز اپنی کامیابی پر خوشی کے بانسری بجا رہا تھا کہ غیرت الٰہی کو جوش آیا اور اس نے امام احمد رضا محدث بریلوی کو تمام ضروری آلات دفاع سے لیس کر کے حق وصداقت کا نمائندہ بنا کر بھیج دیا ان فتنہ پردازوں کی فتنہ پردازی سے نہ خدا کی تقدیس محفوظ تھی اور نہ محبوبان خدا کی، ان اللہ علی کل شئی قدیر کو سامنے رکھ کر خدا کے کذب پر قدرت کو ممکن کیا جانے لگا، تو بعض آیتوں کو بنیاد بنا کر نبی پاک کے علم غیب کا انکا کیا جانے لگا تھا، علم غیب مصطفیٰ پر تو اتنے حملے کئے کہ جیسے اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے، سب سے پہلے تقویۃ الایمان میں مولوی اسماعل دہلوی نے، پھر حفظ الایمان میں مولوی اشرف علی تھانوی نے، اس کے بعد سب لینقدر آنقدر مولویان نجد و دیوبند نے انکار کا وہ طوفان برپا کیا کہ لوگ نبی بول کر علم غیب سے منھ پھیرنے لگے۔ قرآن پر آئے محاورات واصطلاحات کو نئے نئے پیرہن میں پیش کیا جانے لگا، اور اس طرح دینی اثاثہ کے تحفظ پر سوالیہ نشان لگنے لگا اور قرآنی آیات کی من مانی تاویلیں کی جانے لگیں، تو امام احمد رضا نے مستند تفاسیر کی روشنی میں علم غیب مصطفیٰ ﷺ پر وہ معرکۃ الآرا دلائل قائم فرمائے کہ قرآنی آیات میں تحریف کرنے والوں کی قلعی کھول کر رکھ دی، یا ایھا النبی کا ترجمہ ہی آپ نے ایسا کیا کہ مسئلہ غیب نکھر کر سامنے آگیا، اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا اے غیب بتانے والے نبی، اور جہاں جہاں قرآن مجید میں وضاحتا یا اشارتا و کنایتا علم غیب کا ذکر تھا وہاں وہاں آپ نے اس معنی کو ایسا مبرہن کر دیا کہ دل کا اسے ماننے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، مثلا الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان (سورہ رحمٰن)

ترجمہ رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا------ نبی کا معنی غیب بتانے والا یہ وضاحت کسی اور مترجم نے نہیں کی تھی، اور کسی مترجم کا ذہن ترجمہ کرتے وقت بطور خاص اس لفظ کے لغوی پہلو کی طرف متوجہ ہوا تھا، نبی نبا سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خبر، اور نبی فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے جس کا معنی ہے ہمیشہ خبر دینے والا مختلف ذرائع سے بھی انسان کو خبریں ملتی ہیں، لیکن ان ذرائع پر لفظ نبی کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیوں کہ جو خبریں نبی دیتا ہے دیگر ذرائع اس سے عاجز ہیں۔ نبی عالم غیب کی خبریں دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا، ذلک من انباء الغیب نوحیها الیک، یہ غیب کی خبریں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں، گویا نبی کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اس کے پاس غیب سے خبریں آتی ہیں، پھر مزید فرمایا ما هو علی الغیب بضنین، یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں، یعنی اس رسول معظم سے جو حقیقت دریافت کی جاتی ہے بے نقاب کر کے رکھ دیتا ہے، اور کبھی بخل سے کام نہیں لیتا، غرضیکہ اس بارگاہ سے کسی کا سوال تشنہ جواب نہیں رہتا، چوں کہ دونوں عالم کے غیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آشکار تھے اس لئے فرما، یا ایها النبی، اے غیب بتانے والے نبی،

بشر ..قرآن شریف میں اس لفظ کا استعمال کیا ہوا کہ یار لوگوں نے اسے اپنے علم کا سرنا بنالیا، مترجمین قرآن نے اس کی معنوی گہرائی میں جھانکے بغیر ترجمہ کرتے وقت وہ من مانی شروع کردی کہ عام انسان اور نبی کو ایک ہی صف میں لاکھڑا کردیا، آیت مبارکہ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی کے ترجمہ میں مولوی عبدالشکور کاکوروی نے یہاں تک لکھدیا کہ، نبی کریم نے فرمایا انما انا بشر مثلکم یوحی الی: میں تمہاری طرح معمولی انسان ہوں اگر تم میں اور میں کچھ فرق ہے صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدائے تعالی کا پیغام لایا ہوں، (ماہنامہ النجم جون ۱۹۳۷ء) نبی کو معمولی انسان لکھنا علماء دیوبند کو مبارک ہو، علمائے اہلسنت اس آیت کا ترجمہ نبی کی شان نبوت کی روشنی میں کرتے ہیں، امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا "تم فرمادو ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھ پر وحی آتی ہے۔ بشر بول کر انسان اور آدمی ضرور مراد لیا جاتا ہے مگر سوچنا یہ ہے کہ انسان کو بشر کیوں کہتے ہیں، بشر بشرہ سے ماخوذ ہے اور بشرہ انسان کی جلد کی اوپری سطح کو کہتے ہیں چوں کہ انسان کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے اس کے برعکس دیگر حیوانات کی کھال پر رواں، بال اور ریشم ہوتی ہے اس لئے اس کو بشر کہتے ہیں اس صورت میں بشر کا لفظی معنی، صاحب بشرہ ہوا یعنی چہرہ مہرہ اور صاف جلدوں والا، اور ظاہر ہے کہ چہرے مہرے اور اوپری جلدوں کا تعلق ظاہر صورت ہی سے ہے، اس تحقیق نے امام احمد رضا کے نظر کی گہرائی کو اور بھی روشن کردیا ہے یقیناً انہوں نے

اپنے ترجمہ میں لفظ بشر کے بنیادی معنی کی خاص رعایت رکھی ہے، امام احمد رضا نہ تو رسول کریم کی بشریت کے منکر ہیں، اور نہ قرآن میں ذکر کردہ مماثلت کے، بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم بشر بھی ہیں، اور مخاطبین کے مماثل بھی، مگر وجہ مماثلت وہ نہیں ہے جو شاتمان رسول کی تحریروں سے ظاہر ہے، بلکہ وجہ مماثلت صرف وہی ہے جو امام احمد رضا کے ترجمے سے ظاہر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کریم بشر ہیں، مگر آپ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے جوہری اور حقیقی دونوں فرق رکھتی ہے۔ آیت کریمہ میں حضور سے فرما دو میں تم جیسا ہوں، نہ کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم کہیں کہ حضور ہم جیسے بشر ہیں، اور ہمیں یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ ہم یہ کہیں، جبکہ اللہ عزوجل حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں فرماتا ہے، یانساء النبی لستن کا حدمن النساء، اے نبی کی بیبیو تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو۔ آپ کی نسبت جسے حاصل ہوگئی وہ بے مثل ہو گیا، جبھی تو نبی کی ازواج عورتوں میں بے مثل، نبی کے امتی دیگر امتیوں میں بے مثل، نبی پر نازل شدہ کتاب تمام آسمانی کتابوں میں بے مثل، نبی کا لایا ہوا دین، ادیان میں بے مثل، نبی کا خاندان خاندانوں میں بے مثل، وغیرہ وغیرہ تو اب منسوب الیہ کی بے مثلی سمجھانے لئے کیا اب بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے، خود حضور ﷺ اپنے لئے فرماتے ہیں لست کا حدمنکم، میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں،، میں نادر دہر ہوں، کوئی مجھ جیسا نہیں اور آج کا کوئی سرپھرا کھڑا ہو جاتا ہے اور نبی کو اپنی طرح کہنے لگتا ہے، تو اس کو آئینہ دکھا دینا چاہئے، میرا اپنا شعر ہے

اپنے جیسا بشر ان کو جو بھی کہے.... اس کو آئینہ فورا دکھا دیجئے

ایک یہ بھی چیز غور کرنے کی ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا، محبوب آپ کہئے، خطاب کس سے ہوا، مخاطب کون ہیں، تو ظاہر ہے کہ کفار و مشرکین۔ اب جو لوگ خود کو مخاطب بنا کر نبی کو بشر کر رہے ہیں، یہ سمجھکر کہ ہم سے کہا گیا ہے میں سمجھتا ہوں وہ ٹھیک ہی کہتے ہیں، وہ خود غور کریں کہ اپنے رشتے کا تعین کس سے کر رہے ہیں، ہم اگر اسلامی وضاحت کرتے ہیں تو شکایت ہوتی ہے خود حماقت کر جائیں اور اپنے تعلق کی وضاحت کریں تو انہیں کرنا بھی چاہئے، یہ ان کا موروثی حق ہے، اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ

پہنچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اسی لئے اعلی حضرت نے اس آیت قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی کا ترجمہ یہ کیا کہ تم فرما دو ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے۔ بس یہ کہکر اپنی وابستگی کو مطمئن کر لیا جائے کہ۔ ع

کوئی تم سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

(۷) کنزالایمان چیز ہی ایسی ہے کہ اس کی نسبت سے کتنا ہی سوال قائم کرلیجئے مگر اس کی آفاقیت پر غور کیجئے تو کچھ نہ کچھ باتیں آہی جاتی ہیں، سردست دو باتیں بڑی اہم ہیں جن کو عنوان بنانا چاہئے، ایک کنزالایمان! اردو ترجم قرآن میں تنہا اتحاد ملت کا پاسبان۔
دوسرا کنزالایمان اور علوم جدید...
ان دونوں پر تفصیلی گفتگو یقیناً ایک مقالہ کا متقاضی ہے اور یہ محل اس کا متحمل نہیں۔

(۸) کنزالایمان وہ ترجمہ قرآن ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت، اور رسول پاک ﷺ کی بلند و بالا عظمت کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ جو آثار صحابہ و تابعین کا علمبردار، اقدار ائمہ مجتہدین کا آئینہ دار اور افکار بزرگان دین کا پہریدار ہے۔ جس نے قرآن کے اصل منشاء و صحیح مراد کی بروقت نشاندہی کی

کنزالایمان وہ ترجمہ قرآن ہے کہ اگر وہ نہیں ہوتا تو ایمان وعقیدہ کا گلستان شاداب نہیں ہوتا، اس کے وجود سے شبستان فکر و نظر میں فرزانگی کا چراغ جل رہا ہے۔

جو علوم قدیمہ کا امین بھی ہے۔ علوم جدیدہ کا رفیق بھی، ادب عالیہ کا منبع بھی ہے، معیاری لب ولہجہ کا مرقع بھی،

جس سے نقاد تنقید کی زلف پریشاں سنوارتے، محقق تحقیق کی تجوری سنبھالتے، ادیب ادب کی مانگ میں افشاں بھرتے اور شاعر شاعری کے لئے اس دستوری کتاب سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

اس کے نام سے کتنی مساجد کا نام روشن ہے، کتنے مدارس کا گلشن مہک رہا ہے، نہ جانے کتنی تنظیموں، اکیڈمیوں کا بھرم قائم ہے، اور اس کے نام کے کتنے جلسے سوئی ہوئی قوم کو جگانے، مردہ لوگوں میں زندگی کی حرارت پیدا کرتے ہیں،

جس کے محاسن و معارف پر درجنوں وقیع مقالے، سینکڑوں مضامین لکھے جا چکے ہیں۔

..... کنزالایمان وہ ترجمہ قرآن ہے کہ سال ۱۴۳۰ھ اس کی سنچری کا سال تھا، اتنے سالوں میں اس نے کیا کیا نہ دیکھا اپنے خلاف ہنگامہ دیکھا، کردارکشی کا بحران دیکھا، نجدی حکومت کی پابندی دیکھی، اپنوں کی سرد مہری دیکھی مگر اس کی عظمت کا چراغ طوفانوں سے لڑتا اور مسکراتا ہی رہا۔

... کنزالایمان وہ ترجمہ قرآن ہے جو اپنے آپ میں خود ہی دعویٰ ہے خود ہی دلیل۔

---

## ڈاکٹر واحد نظیر

(۴) کسی مصنف کے اسلوب کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کی شخصیت اور شخصیت کے تعمیری عوامل کا لحاظ لازمی ہے۔ اسلوب فقط وہ الفاظ واصطلاح نہیں جن سے فقرے اور جملے ترتیب پاتے ہیں بلکہ فکر وخیال جیسے وہ داخلی خصائص بھی ہیں جن کی ترسیل کے لئے یہ فقرے اور جملے وجود میں آئے یا جو ان فقروں اور جملوں کو وضع کرنے میں تحریک کا باعث بنے۔ ظاہر ہے فکر وخیال کی جڑیں کسی نہ کسی موضوع یا مقصد میں پیوست ہوتی ہیں۔ مقصد وموضوع کو بروئے کار لانے اور مطلوب تک موثر انداز میں پہنچانے کی سعی مسلسل یہی فکر وخیال کرتے ہیں۔ مقصد وموضوع کی اہمیت اور شدت کے مطابق فکر وخیال کی نہجیں تبدیل بھی ہوتی رہتی ہیں۔ یہ تمام مراحل تحریر کے وجود میں آنے سے قبل ہی طے ہو چکے ہوتے ہیں لیکن ان کا انجذاب وانعکاس تحریر میں موجود ہوتا ہے۔

گویا فکر وخیال کلیۃً مقصد وموضوع کے تابع ہوتے ہیں، مقصد وموضوع کا اظہار الفاظ واصطلاح کا محتاج ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جب جملہ مصنفین کے مقصد وموضوع میں یکسانیت نہیں ہوسکتی، بلاشبہ الفاظ واصطلاح بھی یکساں نہیں ہوں گے۔ یہی سبب ہے کہ زبانی مطابقت کے باوجود الگ الگ ماحول سے تعلق رکھنے والے مصنفین کا اسلوب جداگانہ ہوتا ہے۔ چونکہ اسلوب صرف وہ نہیں جو ہم تحریر کی صورت میں دیکھتے ہیں بلکہ وہ بھی ہے جو محرر کے درون میں مخفی ہے۔ اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اسلوب کا مطالعہ مصنف شخصیت، متعلقہ ماحول، موضوع اور مقصد سے خاطر خواہ آشنائی کا تقاضا رکھتا ہے۔ لہٰذا دیکھنا یہ چاہئے کہ مصنف جس ماحول کا پروردہ ہے، اس تناظر میں اس کے اسلوب کی امتیازی شان کیا ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا کی شخصیت خالص مذہب اور عرفانی ماحول کی پروردہ تھی۔ اشاعتِ دین اور اصلاح ملت کی حیثیت ان کے فکری اور عملی محور میں مرکزی نقطے کے مانند تھی۔ ان کے ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' میں یہ خصوصیتیں بہ طور احسن جلوہ گر ہیں۔ یہی ایمانی اور عرفانی فضا کنزالایمانی کو دیگر تراجم سے ممیز کرتی ہے۔ قرآن کا ترجمہ عام کتابوں کے ترجمے کی طرح نہیں کیا جاسکتا جہاں صرف متن پر انحصار ہوتا ہے۔ قرآن کے ترجمے میں شانِ نزول، حدیث اور تفسیر کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہتا ہے کہ ذرا سی چوک سے ایمان واعتقاد کی بنیادیں متزلزل نہ ہو جائیں۔ کئی مترجمین نے ایسے ترجمے کئے ہیں جہاں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ کہاں عظمتِ باری تعالیٰ مجروح ہو رہی ہے اور کہاں شانِ رسالت میں گستاخی۔ آخر خود کو معبود حقیقی کا سجدہ گزار اور رسول

امین کا نائب کہنے والا کیسے خدا کو "مکر" کرنے والا اور رسول کو گنہ گار اور بھٹکا ہوا (نعوذ باللہ) تسلیم کرسکتا ہے۔

اعلیٰحضرت کا ترجمہ اس لئے منفرد ہے کہ انھوں نے قرآن کے ترجمے کو ان پاکیزہ جذبوں کا ترجمان بنادیا جو خدا کی بندگی اور رسول کی غلامی کے لئے حرز جاں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ گویا وہ جس ماحول کے پروردہ ہیں، شخصیت کی جیسی تہذیب ہوئی ہے، فکروخیال جس محور کی گردش کرتے ہیں یا یہ کہ جوان کے درون میں مخفی ہے کنزالایمان میں ان سب کی شمولیت اور جھلک یہ واضح کرتی ہے کہ یہ اسلوب ان کا فطری اور انفرادی ہے۔

(۵) جب ہم کسی نثری شہ پارے کی ادبی اہمیت پر غور کرتے ہیں تو گویا نثری اقسام میں اس قسم پر غور کررہے ہوتے ہیں جو "منفرد نثر" سے موسوم ہے۔ منفرد نثر یعنی نثر نگار کا انفرادی تجربہ، خصوصی انداز فکر اور ذاتی لب ولہجہ۔ انفرادی تجربہ سے مراد ہے کہ کوئی تحریر وجود میں آنے سے پہلے کئی پیرائے اختیار کرتی ہے اور محرر کے ذہنی آئینہ خانے میں پیرائے بدل بدل کر موزوں ترین اور دلکش قالب اظہار میں ڈھلنے کی کوشش کرتی ہے۔ آخر کار محرر کسی ایک پیرائے کو اظہار خیال کے لئے منتخب کرلیتا ہے۔ خصوصی اندازِ فکر یعنی وہی حقیقت جو ظہور پذیری کے موزوں پیرائے کے تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔ لب ولہجے کا تعلق اس عمل سے ہے جو ذہنی تجربہ گاہ سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہونے کے دوران واقع ہوتا ہے۔ جس میں اندازِ کتابت اور سانسوں کے زیروبم بھی شامل ہیں۔ ان جزئیات پر غور کریں تو سب کا تعلق شخصیت سے ہے۔ تجربہ، فکر اور لہجہ ویسے ہی ہوں گے جیسی شخصیت ہوگی۔ اس لئے منفرد نثر کی اصل شناخت یہی ہے کہ وہ محرر کی شخصیت کا آئینہ ہوتی ہے۔

امام احمد رضا ایک عالم باعمل، صوفی باصفا اور عاشق رسول کا نام ہے۔ کنزالایمان کی نثر میں عالمانہ غوروفکر، شان ربوبیت کے شایان اور عشقِ محبوب خدا کے عین مطابق لفظوں کا انتخاب یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ منفرد نثر کے جملہ خصائص سے متصف ہے۔ اور یہ کلیہ ہے کہ نثر کی وہ قسم جس پر "منفرد نثر" کا اطلاق ہوجائے، اس کی ادبی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ربالا میں عالم باعمل کے تعلق سے عالمانہ غوروفکر، صوفی باصفا کے تعلق سے شان ربوبیت کا عرفان اور عاشق رسول کے تعلق سے تقاضائے عشق رسول کا ذکر ہوا ہے۔ دلیل کے لئے تفصیلات سے صرفِ نظر یہ اشارہ کافی ہے کہ اعلیٰحضرت کا عالمانہ غوروفکر اور تدبر ہی تھا جو **اھدنا الصراط المستقیم** کا ترجمہ "ہم کو سیدھا راستہ چلا" فرمایا۔ ہر ذی شعور یہ سمجھ سکتا ہے کہ "چلا" میں جو مسلسل کرم اور استعانت کی التجا ہے نیز جو خودسپردگی کا جذبہ ہے دوسرے مترجمین کے ترجمہ دکھا/بتا

میں ہرگز نہیں۔ عرفانِ شانِ ربوبیت اور تقاضائے عشق رسول کے حوالے سے
**خیر الماکرین، ووجدک ضالاً فھدا** وغیرہ کے ترجمے پر بہت کچھ لکھا جا
چکا ہے۔

(۶) میرا خیال ہے کہ اس سوال کا یہ حصہ کہ ''بعض الفاظ کے تراجم بالکل منفرد آئے
ہیں'' اس طور پر دیکھا جانا چاہئے کہ ''بعض الفاظ کے تراجم بالکل مناسب آئے ہیں''۔ ہر لفظ کا اپنا
تہذیبی پس منظر ہوتا ہے۔ زمان ومکان کے ابعاد سے الفاظ اپنے معنی بدلتے ہیں بلکہ ایک ہی لفظ
ایک ہی زمانے میں ماحول اور تہذیبی تقاضوں کے پیش نظر جداگانہ معنی کا حامل ہو جاتا ہے۔ مثال
کے طور پر لفظ ''فقیر'' کو ہی لیجئے پھر خانقاہی تہذیب اور عمومی تہذیب کے پس منظر میں اس کے معنی
ومفہوم پر غور کیجئے۔ اگر کوئی مترجم متصوفانہ کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے کسی بزرگ کے حوالہ سے
مستعمل لفظ فقیر کا ترجمہ بھکاری کرتے تو اس مترجم کی علمی وایمانی قلاشی پر ہی محمول کرنا چاہیے۔ اسی
طرح لفظ ''خواجہ'' کے کئی معنی ہیں مثلاً آقا، غلام، خداوند وغیرہ۔ مترجم کو یہ شعور تو ہونا ہی چاہئے کہ یہ
لفظ کس ذات سے منسوب ہے۔ کہاں بہ معنی آقا ہے اور کہاں بہ معنی غلام۔

مدعا یہ ہے کہ اعلیٰحضرت نے قرآن پاک کا ترجمہ کرتے ہوئے انفرادیت
قائم کرنے کے جذبے سے کوئی نیا لفظ لانے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ سیاق وسباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے
اردو کے ایسے لفظوں کا انتخاب فرمایا ہے، جن سے ایمان واعتقاد مجروح نہیں ہو۔ بالفاظ دیگر
کنز الایمان میں جن مقامات پر ترجمے کے منفرد ہونے کا احساس ہوتا ہے وہ انفراد نہیں بلکہ اس نہج پر
لفظوں کا انتخاب ہے کہ اردو آبادی میں وہ لفظ معنوی اور ابلاغی نقطۂ نظر سے کیا پس منظر رکھتے ہیں۔
تفصیلات سے قطع نظر اردو آبادی میں لفظ ''مکر'' کا تہذیبی پس منظر یہ ہے کہ اس کا فاعل مکار
کہلاتا ہے۔ اب یہ نصیب کی بات ہے کہ اللہ کی طرف منسوب خیر الماکرین کا ترجمہ کرتے ہوئے
کوئی مترجم رب العزت کو مکر کرنے والا کہہ کر اپنا ایمان ضائع کر لے یا ''تدبیر کرنے والا'' کہہ کر
اپنے درجات بلند کر لے۔

یہی صورت حال ''انفراد'' کے ذیل میں آنے والے دیگر مقامات پر بھی ہے۔
**ووجدک ضالاً فھدیٰ، ماضل صاحبکم وماغویٰ، لیغفر لک اللہ ماتقدیم من ذنبک وما تاخر** وغیرہ۔ تمام مقامات پر اعلیٰحضرت نے یہی
کوشش کی ہے کہ جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے وہاں اس لفظ کا تہذیبی پس منظر کیا ہے۔

---

# باب نہم

# تفسیرات کنز الایمان

# کنز الایمان پر امام احمد رضا کے حواشی

■ فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی

جس طرح کسی بھی زبان میں دو طرح کے محاسن ہوتے ہیں، لفظی اسی طرح اس کے اسلوب بیان بھی ہوتے ہیں اول تقریری دوسری تحریری دونوں کا اپنا اپنا الگ الگ انداز ہوتا ہے، مگر قرآن حکیم کا اسلوب نہ تو تقریری ہے اور نہ تحریری بلکہ دونوں سے جداگانہ ہے۔ اس میں تقریری کی لذت بھی ہے اور تحریری کی چاشنی بھی۔ تقریر کی گھن گرج بھی ہے اور تحریر کی سلاست وروانی بھی یہ رسول سے بھی خطاب ہے اور، اور مسلمانوں سے بھی، منافقین سے بھی خطاب ہے اور کفار و مشرکین سے بھی۔ کہیں عبادت کا حکم ہے کہیں مناہی سے باز رہنے کا ارشاد۔ کہیں اطاعت وفرماں برداری پر جنت کی بشارت ہے کہیں عدوان وسرکشی پر عذاب جہنم کی تخویف۔ اس میں رفق ونرمی سے انفس وکائنات میں غور وفکر کی دعوت ہے تو خود ساختہ عقیدوں اور مزعومات کا رد بھی۔ کہیں مخاطب کے ساتھ غائب سے تکلم کا انداز ہے تو کہیں غائب سے تخاطب کے انداز میں تکلم گویا ایک پھول ہزاروں رنگ کا مصداق ہے۔

قرآن کریم جس طرح اپنے لفظی ومعنوی محاسن کے ساتھ ساتھ اس خاص اسلوب کے اعتبار سے رفعت اعجاز کے اس مقام پر ہے جہاں انسانی اسلوب کلام کے باوجود آج تک اس کی نظر پیش کرنے سے انتہائی کمالات سربجو دنظر آتے ہیں اور قرآن کے چیلنج اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے ان خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو عاجز ودرماندہ رہ کر اسی کتاب الٰہی کی حیثیت سے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

اسی طرح دوسری زبانوں میں اس کے ترجمہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ لفظی ومعنوی محاسن کے ساتھ ساتھ اس جداگانہ اسلوب کے اعتبار سے بھی ایسے بلند مقام پر ہو جہاں سے اعجاز کی حد شروع ہوتی ہے اور جس پر انسانی دسترس اگر محال نہیں تو کم سے کم اس مقام تک ہر کس وناکس کی رسائی بھی

نہ ہوتا کہ جن لوگوں کے فہم وفکر کی براہ راست رسائی اصل قرآن کی اعجاز بیانی تک نہ ہوسکے وہ ترجمہ ہی سے کچھ اس کا اندازہ کرسکیں اور اسے خدا کی آخری کتاب تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

اردو کی پیدائش سے لے کر ۱۹۱۱ء تک اس زبان میں قرآن کریم کے جتنے تراجم سامنے آئے ان میں سے کسی ترجمہ سے بھی اس ضرورت کی تکمیل نہیں ہو پائی۔ تو صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی نے امام احمد رضا سے اس کی گذارش کی، مگر چوں کہ امام موصوف دوسرے اور ضروری دینی کاموں کی وجہ سے اس کیلئے وقت نہیں نکال پاتے، اس لئے صدر الشریعہ رات یا دن میں قیلولہ کے وقت کاغذ اور دوات لے کر بیٹھ جاتے، اب امام احمد رضا زبانی طور پر فی البدیہہ برجستہ ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ لکھتے رہتے اس طرح ۱۹۱۱ء کو "کنزالایمان" کی یہ گراں قدر دولت مسلمانان اہلسنت کو نصیب ہوئی جسے شروع سے آخر تک بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد تاجدار اشرفیت حضرت محدث اعظم ہند بے ساختہ پکار اٹھے۔

جس کی کوئی مثال عربی زبان میں ہے نہ فارسی زبان اور نہ ہی اردو زبان میں اس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ پر لایا ہی نہیں جا سکتا، یہ بظاہر تو ایک ترجمہ ہے مگر در حقیقت قرآن کی تفسیر بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اردو زبان میں قرآن ہے۔ (المیزان امام احمد رضا نمبر/۲۴۵)

استاد سعید بن یوسف زئی امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان نے بھی برملا اعتراف کیا یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالی کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بہ وقت ترجمہ اس کی جلالت تقدیس وعظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جب کہ دگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں، ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا ﷺ شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ سے ہے یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا نے یہاں بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا بلکہ صاحب ما ینطق عن الھوی اور ورفعنا لک ذکرک، کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے... ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جس کی نظیر

علماء اہل حدیث کے یاں بھی نہیں ملتی ہے۔

ایک غیر جانبدار عالم وممتاز صحافی مولانا کوثر نیازی نے یہ خراج تحسین پیش کیا امام احمد رضا نے عشق افروز اور ادب اموز ترجمہ کیا ہے۔ یہ ایمان پرور ترجمہ عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔ مگر جس طرح نظم قرآن تک رسائی ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے راسخین فی العلم کا حصہ ہے اسی طرح کنزالایمان کے مطالب اور مفاہیم پر کماحقہ دسترس بھی ہر عام وخاص کا کام نہیں، علوم وفنون کے ماہرین کا حق ہے۔ اس لئے ضرورت تھی ایک ایسی تفسیر وتوضیح کی جس سے اس تنگی وقت اور قلت فرصت کے زمانے میں عوام وخواص دونوں بقدر ظرف مستفید ہوتے۔

اپنی جگہ یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ کسی کتاب کی بسیط شرح لکھنی آسانی ہے اور صحیح معنوں میں حاشیہ لکھنا دشوار۔ کیوں کہ شرح نویس کو نہ تو کتاب کے صفحات بڑھ جانے کا خیال رہتا ہے اور نہ ہی قارئین کے وقت کی تنگدامنی کا احساس۔ جبکہ حاشیہ نگار کو کاغذ وقرطاس کی کمی کا بھی خوف رہتا ہے اور قارئین کے وقت کی تنگ دامنی کا اندیشہ بھی۔ اسی لئے اسے گویا کوزے میں دریا کو بند کرنا ہوتا ہے پھر ترجمہ قرآن کی حاشیہ نگاری تو اور بھی مشکل ترین امر ہے اس لئے امام احمد رضا نے خود ہی اس کا بیڑا اٹھایا اور کنزالایمان پر توضیحی حواشی لکھنا شروع کیے۔

ان حواشی کا ایک مختصر سا ابتدائی حصہ مجھے بریلی شریف کے ایک ناگفتہ بہ مقام سے ملا یہ نہیں کہہ سکتا کہ حاشیہ کے اس مقام تک پہنچ کر دوسری اہم دینی ضرورتوں نے امام احمد رضا کو عنان قلم اپنی طرف منعطف کردینے پر مجبور کردیا اور اس طرح یہ توضیحی حواشی تشنہ تکمیل رہ گئے، یا پھر امام احمد رضا کی دوسری بہت سی اہم تصنیفات کے ساتھ ساتھ اس کے باقی حصے بھی دست برد زمانہ کی نذر ہوگئے۔ کنزالایمان کے یہ توضیحی حواشی اگرچہ ناتمام، اور سورہ فاتحہ وسورہ بقرہ کی محض چند آیات پر مشتمل ہیں پھر بھی ان کی اہمیت وافادیت سے صرف نظر ممکن نہیں۔ میں یہ عرض کرنا بھول ہی گیا کہ حواشی کا یہ ناتمام حصہ نہایت خستہ اور جابجا سے کرم خوردہ ہے اس میں جہاں جہاں سے الفاظ غائب ہیں میں نے قوسین کے اندر اپنی سمجھ کے مطابق پیوندکاری کردی ہے اب بھی اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو وہ میری طرف سے ہوگی، امام احمد رضا کے حواشی کا دامن اس سے پاک ہے۔

---

# نمونہ

## حواشی سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ

بسم اللہ الرحمن[1] الرحیم[2] :ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔ الحمد[3] للہ رب العالمین الرحمن الرحیم :ترجمہ سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا بہت مہربان رحمت والا۔

**فوائد:** [1] "رحمٰن" اللہ عزوجل کا خاص نام ہے ان ناموں میں جن کا دوسرے پر اطلاق حرام بلکہ علماء کرام نے کفر لکھا ہے۔ جیسے رحمٰن، قیوم، قدوس۔ لوگ عبدالرحمٰن، عبدالقیوم، عبدالقدوس نام رکھتے ہیں اور یہ بہت اچھے نام ہیں۔ مگر پکارنے میں تخفیف کے لئے لفظ عبد کو حذف کر کے نرے اسماء الٰہیہ سے پکارتے ہیں عبدالرحمٰن کو رحمٰن عبدالقیوم کو قیوم یہ سخت حرام ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

[2] رحیم کا اطلاق مخلوق پر بھی آتا ہے تمام جہان سے بڑھ کر رحیم حضور علیہ ﷺ ہیں تمام عالم پر ان کی رحمت ہے اور خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ تو بالمومنین رؤف الرحیم" ہیں مگر اسمائے الٰہیہ سے جن ناموں کا اطلاق اس کے بندوں پر بھی آتا ہے جیسے حضور علیہ ﷺ کو اس نے سمیع، بصیر، علیم، غفور، رؤف، رحیم، حلیم، کریم اور ان کے سوا ستر کے قریب (اپنے اسماء حسنیٰ سے) عطاء کئے، حاشا یہ شرکت معنی نہیں، اللہ عزوجل پاک ہے اس سے کہ کوئی بات میں اس کا شریک ہو سکے، ذات وصفات، اسماء واحکام سب میں وحدہ لاشریک لہ ہے یہ اس کی صفات کریمہ کی تجلیاں ہیں کہ جو اس نے اپنے خاصوں پر فرمائیں۔

[3] یہ سورت کریمہ قرآن مجید کا خطبہ ہے مولی عزوجل نے بندوں کو اس میں اپنی حمد وثناء ودعاء تعلیم فرمائی اور انہیں کی زبانوں میں اسے اشارہ کیا کہ خالص عرض عباد رہے اور اس میں جمیع مقاصد قرآن کو جمع فرما دیا۔ کتابیں اتارنا رسولوں کا بھیجنا دو باتوں کے لئے ہے تصحیح ایمان واخلاص اعمال۔ مدار ایمان اللہ عزوجل کی توحید اور اس کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے عداوت ہے۔ اور اخلاص اعمال خاص اس کی عبادت ہے پہلی تین آیتوں میں جزو اول یعنی توحید ہے اور پانچویں چھٹی میں جزو دوم اور ساتویں میں سوئم باقی چوتھی آیت کہ وسط میں رہی اعمال کے لئے ہے۔ توحید بغیر تصدیق رسالت حضور علیہ ﷺ مقبول نہیں بہترے کافر لا الہ الا اللہ کہا کرتے تھے اور محمد رسول اللہ نہ ماننے سے ابدی جہنمی ہوئے علیہ ﷺ لہٰذا جزو دوم سے پہلے جس میں اس کی تصریح

ہے جزو اول ہی نے اس کی طرف اشارہ فرمایا اپنی کتاب کریم کو حمد سے شروع فرمایا۔ جسے حضور ﷺ سے خاص نسبت ہے وہ محمد ہیں ﷺ تمام جہان سے زیادہ حمد کئے گئے اولین و آخرین ان کے حامد ہیں اللہ عزوجل نے جیسی ان کی حمد فرمائی کسی سے نہ ہوئی وہ حامد ہیں، حمید ہیں، محمود ہیں، نبی الحمد ہیں، ان کا مقام مقام محمود ہے ان کا نشان لوء الحمد ہے توریت مقدس میں ان کی امت کا نام حمادین ہے ہر طرح سے حمد کو ان سے نسبت ہے اور ان کو محمد سے ﷺ تو اسی لفظ سے ابتدا فرمائی گئی کہ ذات وصفات کریمہ کی طرف اشارہ ہو۔ گویا ارشاد ہوتا ہے تمام حمد کو محمد ﷺ نے کیں اور کریں گے جو جمیع محامد اولین و آخرین کو شامل اور ان سے اعلیٰ و اکمل ہیں اور تمام حمدیں کہ اولین و آخرین نے محمد ﷺ کی کیں اور کریں گے ان سب کا مرجع کون ہے؟ اللہ، کہ ذات جامع جمیع کمالات کا علم ہے۔ جس کے مظہر اتم و اکمل حضور ﷺ ہیں انبیاء، اولیاء، و جہان جہانیاں مظہر اسماء وصفات ہیں اور حضور ﷺ مظہر ذات۔ رب العلمین سارے جہاں کی پرورش فرمانے والا جس نے اپنے فیض کا واسطہ مطلق اور اپنی بارگاہ کا خلیفہ اعظم حضور ﷺ کو کیا اور دین و دنیا میں اولی اخریٰ میں جو نعمت جو رحمت کسی کو پہنچے گی ان کے دست اقدس سے پہنچائی کہ بے اس وسیلہ مطلقہ کے خلق کا کیا منہ تھا کہ ایک ایک ذرہ اس بارگاہ بے نیاز سے بلا واسطہ مستفیض ہوتا الرحمن دنیا میں بڑی رحمت والا جس نے محمد ﷺ کو رحمۃ العلمین کر کے بھیجا۔ الرحیم آخرت میں کمال مہربان جس نے گنہگاروں کی شفاعت محمد ﷺ کے ہاتھ رکھی بالمومنین رؤف الرحیم ہیں۔ مالک یوم الدین۔ انصاف کے دن کا مالک۔ جس نے جنت و دوزخ کی کنجیاں محمد ﷺ کے ہاتھ میں رکھیں، جب ہر طرح سے استحقاق حمد اسی کو ثابت ہولیا کہ کسی کے کمال ذاتی کے لئے حمد کیجئے تو وہ اللہ ہے جامع جمیع کمالات۔ اس لئے حمد کیجئے کہ وہ ہمارا مولی ہمارا پالنے والا ہے۔ تو وہ رب العلمین ہے اور اگر اس لئے کہ فی الحال اس سے نفع پہنچتا ہے تو وہ رحمٰن ہے اور اگر نفع آئندہ کی امید پر تو وہ رحیم ہے اور اگر سزا کے خوف سے تو وہ مالک یوم الدین ہے، یہی وجوہ حمد ہیں اور سب اسی کے لئے ثابت۔ لہذا اس کا مستحق عبادت ہونا برہان قطعی سے ثابت ہو کر عرض کرانا ہے۔ ایاک نعبد ہم تجھی کو پوجتے ہیں۔ ہم پوجتے ہیں اس میں شان دعویٰ نکلتی ہے۔ لہذا اپنے دعویٰ اپنے حول و قوت سے برأت کر کے اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ ایاک نستعین ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ بے تیری مدد کے نہ ہم عبادت کر سکیں نہ کچھ اس میں اس وہم کا شائبہ تھا کہ بلا وساطت اللہ عزوجل سے استعانت کرنا ہے۔ اور اس کا حکم ہے وابتغوا الیہ الوسیلہ میری طرف وسیلہ چاہو لہذا وسیلہ عظمی کی طرف رجوع کرتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم ہمیں محمد ﷺ کی اور ان دونوں پہاڑوں کی سچی معرفت عطا فرما۔

صحیح حدیث میں فرمایا الصراط المستقیم محمد ﷺ وصاحیاہ ابوبکر وعمر صراط مستقیم محمد ﷺ ہیں اور ان کے دونوں رفیق ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما آگے تمام وسائل کی تعمیم کرتا ہے صراط الذین انعمت علیہم راہ ان کی جن پر تو نے احسان کیا وہ کون ہیں نبیین، صدقین، شہداء، صالحین علیہ الصلوۃ والسلام اجمعین۔ پھر یہ جان کر کہ اس راہ میں چور اور راہ زن بکثرت ہیں ان سے پناہ ملنے کی دعا کرتا ہے کہ نہ ان کی جن پر تیرا غضب ہے نہ گمراہوں کی اب اس کا ایمان علماً عملاً ہر طرح کامل ہو گیا۔

ملک یوم الدین ایاك نعبد وایاك نستعین۔

روز جزا کا مالک[1] ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں[2]

ہم[1] تجھی کو پوجیں یہ حصر مطلق ہے اصالۃً یا وساطۃً کوئی غیر خدا کسی طرح مستحق عبادت نہیں ہو سکتا۔ اگر چہ اسے وسیلہ ہی جان کر پوجے۔ مشرکین مکہ نے یہی عذر کیا تھا کہ وہ بتوں کو وسیلہ ٹھہرا کر پوجتے ہیں۔ قرآن عظیم نے ان کا رد فرمایا اور انہیں مشرک ہی ٹھرایا اور دوسرا حصر کہ ہم تجھی سے مدد چاہیں۔ حصر حقیقت ہے یعنی حقیقۃً مدد تجھی سے ہے اگر دوسرے کو مستقل بالذات سمجھ کر اس سے مدد مانگی جائے تو ضرور (مشرک) ہے اور بارگاہ الٰہی میں وسیلہ جان کر تو بے شک جائز و مستحسن بلکہ خود قرآن مجید میں اسکا حکم ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں "غیر سے ایسی استعانت انبیاء اولیاء نے کی ہے" اس کی مثال پہلی ہی آیت ہے کہ حمد کا حصر اللہ عزوجل کے لئے فرمایا یعنی حقیقی ذاتی کمال اسی کے لئے ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ کا نام محمد ﷺ رکھا یعنی بکثرت و بار بار حمد کئے گئے اور قیامت میں ان کے مقام کا نام محمود رکھا۔ تو اولین و آخرین میں حضور ﷺ کے لئے حمد ہے توریت مقدس میں ہے امتلات الرض من تحمید احمد و تقدیسه ملک الارض و رقاب الامم۔ زمین بھر گئی احمد کی حمد اور تقدیس سے احمد ساری زمین کا مالک اور تمام امتوں کی گردنیں اس کی ملک ہیں ﷺ یہ حمد و ملک عطائی ہیں اور اللہ عزوجل کے لئے ذاتی، تو اس میں حصر ان کے لئے ثبوت کا منافی نہیں یونہی اعانت واستعانت قرآن فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقوی نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اگر دوسرا مدد نہیں کر سکتا تو یہ حکم کس لئے ہے حدیث میں ہے اذا اراد احدکم عونا فلینادیا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عبد اللہ اعینونی۔ جب تم میں سے کوئی مدد چاہے تو یوں پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اور اس کی یہ تاویل کہ وہاں کچھ اولیا زندہ نگاہوں سے پوشیدہ ہیں یہ ان سے مدد کو فرمایا ہے محض نادانی ہے دوسرے سے مدد مانگنا اگر شرک ہو تو شرک میں مردے اور زندے سب برابر ہیں کیا زندے خدا کے شریک ہو سکتے ہیں؟ اور یہ تو اہل دل کہ اولیا مردہ نہیں

کہے جاتے وہ بعد وفات بھی زندہ نہیں قرآن مجید سے اس کا ثبوت آگے مذکور سے کہنے کی بات آگے مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم والضالین ۔ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا[1] راستہ ان کا جن پر تو نے احسان[2] کیا۔ نہ ان کا جن پر تو نے غضب ہوا اور نہ[3] بہکے ہوؤں کا۔

اوپر[1] حدیث سے ثابت ہوا کہ صراط مستقیم محمد ﷺ و صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما۔

تو سورہ فاتحہ حضور ﷺ کی یاد پر مشتمل ہے اور شریعت مطہرہ نے نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب یا کم از کم سنت کیا اور ہر قعدہ میں التحیات واجب فرمائی جس کے اول میں حمد الٰہی کے بعد ہے السلام علیک ایها النبی ورحمة الله و برکاته ۔سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ـــــ اور آخر میں شہادت و توحید کے بعد ہے واشهد ان محمد عبده ورسوله ۔میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے سب سے خاص تر بندہ اور رسول ہیں پھر ہر اخیر قعدہ میں اس کے بعد درود کا حکم ہے۔ یہ ہمارے نزدیک سنت اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے ـــــ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں۔ غرض نماز از اول تا آخر حضور ﷺ کی یاد سے معمور اور مالا مال ہے ـــــ وہابی کا امام اسمٰعیل دہلوی کہ اپنی کتاب مسمّٰی بہ (صراط مستقیم) میں نماز میں حضور ﷺ کی طرف خیال لے جانے کو معاذ اللہ سخت ملعون الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ شریعت مطہرہ کا منکر نہایت گستاخ ضال ہے۔ سورہ فاتحہ پر ایمان لانے والے خوب ہوشیار رہیں کہ فاتحہ نے جس طرح محبوبوں کے دامن تھامنے کی ہدایت فرمائی یونہی دشمنوں سے دور بھاگنے کی وبالله التوفیق۔

اللہ[2] عزوجل اپنے غضب سے بچائے اس کے غضب کو غصہ سے ترجمہ کرنا بھاری غلطی ہے۔ غصہ اصل میں گلے کے اچھو کو کہتے ہیں اور مجاز اس غضب پر اطلاق ہوا جو گلے کے پھندے کی طرح گھٹے اور آدمی کسی خوف یا خاطر سے اسے ظاہر نہ کر سکے۔ اصل معنی یہ ہیں، اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے تو اس پر اس کے اطلاق سے احتراز چاہئے جیسے ناواقف لوگ اس کی رضا کو رضامندی بولتے ہیں یہ نادانی اور جہالت ہے۔ فارسی میں ''مند'' کا کلمہ ظرفیت کے لئے ہے رضامندی یعنی رضا سے بھرا ہوا اور اللہ عزوجل ظرفیت سے پاک، ادب الفاظ ایک بہت بڑا علم ہے جسے اللہ عطا فرمائے۔ آج کل بہت لوگ اس سے معرّیٰ ہیں یا پرواہ نہیں کرتے اور یہ اول سے سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

[3] حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ مغضوبوں سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے نصاریٰ یہود و

نصائی دونوں کافر ہیں اور ہر کافر پر اللہ کا غضب اور ہر کافر گمراہ پھر اس شخصیت کی حکمت سمجھئے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ محبوبان خدا کے ساتھ عداوت بھی کفر ہے اور ایسی جھوٹی نفسانی محبت کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا ٹھہرادے یہ بھی کفر ـــ تو کافر دونوں ہوئے مگر وہ محبوبوں کی عداوت کی راہ سے ،لھذا ان پر غضب کا لفظ ارشاد فرمایا اور یہ محبوبوں کی ادعائے محبت کی راہ سے لھذا انہیں گمراہ بتایا اور یہی وجہ ہے کہ یہود پر ذلت وخواری مقرر فرمائی ہزاروں برس ان کی سلطنت نہیں ہوئی ۔ فلسطین کی حکومت بیساکھی کے سہارے ہے ۱۲۔ کہ محبوبوں سے دشمنی کی تھی اس کا بدلہ یہی ہے کہ دنیا میں خوار اور آخرت میں نار نصاریٰ کی گمراہی محبت محبوبان میں افراط سے ہوئی۔محبوبوں کی محبت عزت ہے مسلمان بحمد اللہ سچے محب ہیں۔انہیں سچی عزت دی کہ آخرت کی سلطنت ہے۔نصاریٰ جھوٹے محبّ تھے انہیں دنیا کی عزت ودولت ،سلطنت عطا فرمائی کہ دنیا بھی نری جھوٹ اور دھوکہ ہے۔اسے غور کرلو کہ محبوبوں کی محبت اور عداوت میں یہ فرق ہوتا ہے پھر کیا کہنا ہے ان خوش نصیبوں کا جنہیں اپنے محبوبوں کی سچی محبت عطا فرماتے۔ اللھم ارزقنا آمین۔سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ،آمین کلمہ قرآن نہیں۔وہ مہر دعاء اور خود ایک دعا ہے اس کے معنی ہیں الہی (ایسا) ہی کر اور دعاء میں سنت آہستہ ہونا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حکم ہے۔لہذا نماز میں آہستہ آمین کہنا سنت ہوا۔

## سورة البقرہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ترجمہ اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔

الٓمّٓ[1] ذالک[2] الکتاب لاریب : ترجمہ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔

[1] سورہ آل عمران شریف میں بیان فرمائے گا کہ قرآن مجید کی آیتیں دو قسم (کی) ہیں متشابہات اور محکمات ـــ حروف (تہجی) کہ سورتوں کی ابتدا میں مذکور ہیں محال ہے کہ بے معنی ہوں ،نہ یہی معقول کہ حضور ﷺ پر ان کے معانی ظاہر نہ فرمائے گئے ہوں۔جس سے خطاب فرمایا جائے ،اس سے ایسا کلام جس کے معنی وہ نہ سمجھے شان مخاطبہ سے بعید ہے۔اور اگر حضور ﷺ نہ سمجھے تو جہاں میں کون سمجھنے والا ہوسکتا ہے۔تو حاصل یہ ٹھرے گا کہ وہ کلام نازل فرمایا جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا یہ بات غیر معقول ہے بلکہ یقیناً ان کا معنی حضور ﷺ جانتے ہیں۔حضور ﷺ پر دو قسم کے علم نازل فرمائے ایک وہ کہ امت کو جن کی تفہیم فرمانے کا حکم تھا کہ: لتبین للناس ما نزل الیھم۔ دوسرے وہ کہ خاص محبّ ومحبوب میں ہیں وہ ان مقطعات شریفہ میں ہیں ان میں اصل راہ تو یہی ہے کہ ان کے معنی کا علم اللہ ورسول پر حوالہ کیا جائے وبس اور بعض صحابہ وائمہ کے مقطعات کی طرف بھی

توجہ فرمائی تاویل کہلاتا ہے نہ کہ تفسیر۔۔۔۔۔ تفسیر رائے حرام ہے اور دین میں رائے گنجائش....
تفسیر بیان مراد ہے اور تاویل بیان احتمال و اشارات صحابہ وائمہ نے (جس طور) پر ان میں کلام فرمایا اصلا صالح انکار نہیں تو یہ کہنا کہ وہ ان کی اپنی رائے ہے گستاخی ہے۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسکی (تاویل) یہ مروی ہے کہ الف اشارہ ہے اسم جلالت کی طرف اور ''لام'' جبرئیل کی طرف اور میم محمد ﷺ کی طرف، گویا فرمایا جاتا ہے کہ اللہ نے جبرئیل کو محمد ﷺ کے پاس یہ کلام لے کر بھیجا۔۔۔۔۔ تو اس تقدیر پر اگلے دعوی ذالک الکتاب لاریب فیہ کی دلیل ہوئی کہ اس کتاب میں کچھ شک نہیں کلام کہ متکلم دوسروں کے ذریعہ سے پہنچائے اس میں شک کی تین صورتیں ہوتی ہیں یا تو متکلم کا صدق ضروری (نہ ہو) معاذ اللہ خلاف کا بھی امکان ہو یا سفیر جو لے کر آیا اس میں سہو یا خیانت کی گنجائش ہو، یا جن کے پاس آیا ان میں یہ احتمال ہو کہ پورا نہ پہنچائیں گے یا بات پوری نہ سمجھیں گے یہاں تینوں صورتیں محال ہیں۔ متکلم اللہ ہے جل جلالہ جس کا صدق واجب اور کذب محال بالذات اور سفیر جبریل امین علیہ السلاۃ والسلام کہ سہو و خطاء سے معصوم ہیں اور مخاطب حضور ﷺ کہ حاوی علوم ورسول معصوم ہیں۔ لہذا ذالک الکتاب لاریب فیہ، اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔۔۔۔۔ بعض نے فرمایا الف ایک (۱) ہے اور لام تیں (۳۰) اور میم چالیس (۴۰) تو یہ اشارہ ہے کہ اللہ نے تیں (۳۰) پارے والا قرآن چالیس (۴۰) برس کی عمر میں حضور ﷺ پر نازل فرمایا۔ بعض کہتے ہیں یہ قسمیں ہیں کلام الہی میں مذکور ہوئیں۔ میں کہتا ہوں اس تقدیر پر ممکن ہے کہ الف حضور ﷺ کا قد مبارک ہو اور لام زلف مطہر اور میم دہن اقدس، گویا ارشاد ہوتا ہے تمہارے قد و زلف و دہن کی (قسم) اس کتاب میں کوئی شک نہیں، یا الف حضور ﷺ کا قامت مبارک ہے۔ جب حضور ﷺ قیام میں ہوں اور لام کہ نصف جھکا ہوا ہے۔ حالت رکوع کا اشارہ ہے اور میم کہ کوسمٹا ہوا ہے حالت سجود کا ایما، گویا ارشاد ہوا کہ اے قائم، راکع، ساجد، تیرے قیام ورکوع کی قسم کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

۲۔ اس جملہ کریمہ میں محتمل ہے کہ ذالک مبتدا اور الکتاب اس کی خبر ہے اور لاریب فیہ دوسرا جملہ ذالک سے اشارہ قرآن عظیم کی طرف ہے کہ اس کی علوشان کے سبب اشارہ بعید سے تعبیر فرمایا اور الکتاب میں لام عہد کا ہے۔ سورہ کریمہ مدنیہ ہے۔ مدینہ طیبہ میں تشریف آوری حضور ﷺ سے قبل یہود آبسے تھے کہ بعثت اقدس کے منتظر تھے تو ان میں قرآن عظیم خوب معہود و معروف تھا کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ جن کے انتظار میں ہم یہاں آباد ہیں ان پر ایسی کتاب اترے گی تو یہ فرمایا گیا کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے تم منتظر تھے۔ آگے دوسرے جملہ

سے اس کی تاکید فرمائی گئی کہ لا ریب فیہ اس کے وہ کتاب معہود ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔
اور محتمل ہو کہ ذالک الکتاب مبتدا اور لا ریب فیہ اس کی خبر ہو، پہلی صورت میں فیہ کی ضمیر مضمون جملہ اول کی طرف تھی اب نفس کتاب کی طرف ہو گی۔ یعنی اس کتاب کریم میں کوئی حرف شک نہیں شک تو ہزاروں کو ہے۔ مگر جہاں آرا آفتاب پردہ حجاب جب نصف (النہار) پر آئے اور مادرزاد اندھا جس کی آنکھوں کو شعاع کا بھی احساس نہیں اگر اس میں شک کرے تو آفتاب مشکوک نہیں ہو جائے گا آفتاب کو یہی کہا جائے گا کہ اس میں کوئی شک نہیں۔

گر نہ بیند بروز سپر پرہ چشم۔ چشمہ آفتاب راچہ گناہ

راست خواہی ہزار چشم چناں۔ کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

یہ آیت کریمہ وہابیہ پر قاہر رد ہے۔ وہابیہ اس سبوح قدوس کا معاذ اللہ کذب ممکن جانتے ہیں۔ جب کذب ممکن ہوا صدق ضروری نہ ہوا۔ اور جب صدق ضروری نہ ہوا تو لا ریب فیہ کہاں سے آئے گا؟ ضرور اس میں محل ریب ہوگا۔ لاریب فیہ تو یونہی ہے کہ یہ اس کا کلام ہے جس پر کذب محال بالذات ہے کسی طرح اس میں کذب کا امکان (نہیں) اور جب امکان مانا تو یقیناً عقل کو احتمال کذب رہے گا کیا دلیل کہ وہ کذب جو (ممکن) تھا واقع نہ ہوا؟ امام الحرمین نے کتاب الارشاد اور امام فخر الدین رازی نے مفاتح الغیب میں اور اکابر ائمہ نے تصریحیں فرمائی ہیں کہ جو بات ممکن ہے عقل اپنی طرف سے اس کے وجود وعدم کسی پر جزم نہیں کر سکتی اور کوئی تصریح نہ کرتا تو امکان کے معنی ہی یہ ہیں کہ اسے عدم ووجود دونوں سے یکساں نسبت ہو، پھر کس ذریعہ سے (مان لیا) کہ اس نے جو کچھ فرمایا ضرور حق ہے ــــــ اس کے جاننے کے ذریعے اگر ہو سکتے تو تین ہی یا تو اس کا وعدہ کہ کذب اگر چہ ممکن ہے مگر میں کبھی صادر نہ کروں گا۔ یا اسکی خبر کہ میں نے جو کچھ فرمایا ہے، حق ہی فرمایا ہے۔ (اس امکان کو کام میں نہیں لایا) ہوں یا اس کے نبی کی خبر کہ جو کچھ فرمایا ہے حق ہے۔ مسلمانو! ذرا غور کرو اگر معاذ اللہ اس کا کذب ممکن ہو تو اس کے وعدہ اور اس خبر کے صدق پر کیا اطمینان! ممکن کہ جھوٹ ہی بولا ہو اور جب اس کی خبر پر اطمنان نہیں تو نبی کی خبر تو دوسرے درجے میں ہے۔ غرض امکان کذب مان کر تصدیق کلام اللہ کے سارے ذرائع بند کر دئے۔ یہ حاصل ہے وہابیہ کے ایمان کا، جس کو قرآن فرما رہا ہے کہ لا ریب فیہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ امکان کذب (مان) کر سارا قرآن اور تمام دین وایمان تہ وبالا کر دیا۔ کسی پر اطمینان نہ رہا۔

ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب۔

ترجمہ اس [1] میں ہدایت ہے ڈر والوں [2] کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں۔

متقی اصاحب تقویٰ کو کہتے ہیں۔ تقویٰ بچنا اور پرہیز کرنا۔ اور وہ سات قسم ہے قسم اول کفر

سے بچنا اور وہ مسلمان کو حاصل ہے۔ دوم بدمذہبی سے بچنا اور وہ ہر سنی کو نصیب ہے۔ سوم ہر کبیرہ سے بچنا یعنی نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے اور نہ کسی صغیرہ پر اصرار کرے۔ صغیرہ بھی اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ چہارم صغائر سے بھی بچنا۔ پنجم شبہات سے بھی احتراز جس کو فرمایا آدمی متقین کے درجہ کو نہیں پہنچتا جب تک مباح کو ممنوع کے خوف سے ترک نہ کرے۔ ششم شہوات سے بچنا۔ ہفتم غیر کی طرف التفات سے بچنا یہ اخص الخواص کا منصب ہے اور قرآن عظیم ان ساتوں فرقوں کا ہادی ہے۔

۲ ایمان یہ ہے کہ جو نبی ﷺ اپنے رب کے پاس لائے، سچے دل سے اس سب کی تصدیق کرنا، ماننا، گرویدہ ہونا، بعض گمراہوں نے جو یہ کہا کہ ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں یہ اس ایمان کے معنی ہوں گے جس کے وہ مدعی ہیں ورنہ فقط سچ سمجھنا ہرگز ایمان کے لئے کافی نہیں۔ ہزاروں یہود و نصاریٰ بلاشبہ حضور ﷺ کو سچا نبی دل میں سمجھتے تھے۔ مگر ایمان سے حصہ نہ تھا۔ مولا تعالیٰ فرماتا ہے یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم یہ اہل کتاب اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ اعلم علماء یہود تھے، جب مشرف با سلام ہوئے اس آیت کریمہ کو سن کر عرض کی یا رسول اللہ واللہ کہ ہم حضور ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچانتے تھے۔ بیٹے میں احتمال ہے شاید عورت نے خیانت کی ہو اور حضور ﷺ کی رسالت میں کوئی شک نہ تھا۔ مولی تعالی فرماتا ہے جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم جان بوجھ کر مکرے اور دونوں میں خوب یقین تھا اور فرماتا ہے وقد کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین ۔ اور بیشک اس نبی کے ظہور سے پہلے لڑائیوں میں اس کے صدقے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے کہ الٰہی اس نبی آخر الزمان کا صدقہ ہمیں ان پر فتح دے۔ پھر جب وہ جانا پہچانا نبی تشریف لایا، منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت کافروں پر۔ یہودی بادشاہ خیبر نے اپنے بھائی سے کہ دونوں عالم یہود تھے پوچھا محمد ﷺ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ بولا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت موسیٰ نے دی تھی۔ کہا پھر تو اپنے دل کو ان کی طرف سے کیسا پاتا ہے؟ کہا خدا کی قسم پہلے سے زیادہ عداوت (سے پر) کہا اپنا بھی یہی حال ہے یہ حال ان سچ سمجھنے والوں کا یقیناً سچ سمجھتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔ مسلمانو! ان تباہ کنندگان دین و ایمان سے پرہیز کرو۔ جو ترجمہ قرآن مجید کا نام کریں ایسی الٹی سمجھائیں کہ ایمان ہی کا پتا نہ رہے ایمان میں سچا ماننا ضرور ہے یہ بھی سمجھے کہ اس قائل نے ماننے سے عدول (کیوں) کیا؟ اس میں بڑی حکمت ہے اس کو پیشوائے مذہب اسماعیل دہلوی ''تقویۃ الایمان'' میں جا بجا لکھ گیا ہے کہ

''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان، اوروں کو ماننا محض خبط ہے، سب نبی اتنی ہی بات سمجھانے

آئے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانئے"۔ جب یہ ان لوگوں کا اعتقاد ہے تو وہ ایمان کے معنی ماننا کیسے لے سکتے ہیں کہ ایمان تو رسول پر لانا پڑے گا اور ان کا مذہب یہ ہے کہ رسول کو ماننا خبط ہے لہذا (ان ہی کی) تقلید سے فقط سمجھنے پر اکتفا کی۔

ویقیمون الصلوة ومما رزقنا هم ینفقون ۔والذین یو منون بما انزل الیک وما انزل من قبلک ۔

ترجمہ:۔ ۱ اور نماز قائم رکھیں اور ۲ ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں اور وہ ۳ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا ۴ اور جو تم سے پہلے اترا ۵

۱غیب پر ایمان لانے کا حکم فرمایا، غیب اسے کہتے ہیں جس تک عقل وحواس کی رسائی نہ ہو۔ ایسی بات بغیر نبی کے بتائے معلوم نہیں ہو سکتی ـــــ نبی کو نبی اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ غیب کی خبریں ارشاد فرماتا ہے۔ جنت ونار وحشر ونشر وعذاب وثواب حساب وکتاب وملائکہ وغیرہم ہزاروں غیوب ہیں جن پر ایمان لانے کا حکم ہے اور ایمان اسی وقت تک مقبول ہے کہ ان پر بے مشاہدہ ایمان لائے۔ وقت نزع جب سینہ پر دم آتا اور حالت غرغرہ پیدا ہوتی ہے اس وقت پردے اٹھا دئے جاتے ہیں۔ یہ چیزیں پیش نظر ہو جاتی ہیں اس وقت کا ایمان مقبول نہیں کہ حکم تو غیب پر ایمان لانے کا تھا۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اپنے انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے ہر مسلمان کو غیب کا علم دیتا ہے کہ غیب پر ایمان کا حکم ہے اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جو بات (علم ہی میں) نہیں اس کی تصدیق کیوں کر ہو سکتی ہے تو یہ آیت بھی وہابیہ کا رد ہے،۔

۲یہاں سے نماز کی عظمت ظاہر ہوئی کہ حق تعالی نے ایمان وہدایت کے ساتھ اسے (قرین) کیا اسی لئے حدیث میں ارشاد ہوا الصلوة عماد الدین من اقمها فقد اقام الدین ومن ترکها هد م الدین ۔نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم کیا اس نے اپنا دین قائم کیا اور اسے چھوڑا اس نے اپنا دین ڈھایا۔

۳اس خرچ کرنے سے زکوۃ مراد ہے یہ دین اسلام کا نماز کے بعد دوسرا رکن ہے، بتیس (۳۲) جگہ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ اسے ذکر فرمایا۔ عبادت (بدن) سے ہوگی یا مال سے اول کی سرتاج نماز ہے اور دوم کی سردار زکوۃ۔

۴ ایمان کا ذکر فرما چکا تھا مگر وہ مجمل تھا۔ اب ایک صحیح معیار ارشاد فرماتا ہے جس میں سب کچھ تفصیلا آجائے کہ اس قرآن کریم اور خدا کی سب کتابوں پر ایمان لاؤ کتب الٰہیہ تمام ایمانیات کی تفصیل ہے۔ ان پر ایمان میں تفصیلا سب پر ایمان ہو جائے گا۔

۵ قرآن عظیم جمیع مطالب کتب سماویہ پر مشتمل، بلکہ جملہ ما کان وما یکون کو حاوی ہے اور وہ خود مصدقا بین یدیہ اگلی کتب سماویہ کی تصدیق فرمانے والا ہے۔ بایں ہمہ فرمایا گیا کہ ایمان لائیں اس پر بھی جو تم سے پہلے اترا یہ مسلمانوں کے ایک خاص طبقہ کے لئے ہے کہ اللہ کی سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ بخلاف یہود کہ توریت کو مانتے ہیں۔ انجیل وقرآن کے منکر، نصاریٰ کہ انجیل کو مانتے ہیں، قرآن کے منکر، پھر واقعہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتابیں بدل دیں، تحریفیں کر دیں گھٹا دیا، بڑھا دیا تو کسی کو یہ شبہ ہو کہ اب ان کتابوں پر ایمان ویسا ہی ضروری ہے ان کے ہاتھوں کے تحریف ہونے سے کلام اللہ نہیں بدل گیا ان کی نسبت یوں کہو کہ جو کچھ اس میں اللہ کا کلام ہے اس پر ایمان لائے۔

وبالآخرة هم يوقنون۔ اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون ان الذين كفرو سواء عليهم ءانذرتهم ام لن تنذرهم لايومنون .ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى انصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم ۔

۱ آخرت پر یقین رکھیں، وہی لوگ رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو پہونچنے والے ۲ بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ یمان لانے والے نہیں ۳ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

۱ آخرت [۱] پر ایمان لانے کا تین بار ذکر ہو چکا، غیب پر ایمان لاتے (نہیں)۔ آخرت غیب ہے اگلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں ذکر آخرت ہے، اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اس میں تو اس (تفصیل) کے ساتھ ہے کہ کسی کتاب میں نہیں بایں ہمہ چوتھی بار تصریحاً اسے ارشاد فرمایا کہ تمام طبائع کو آخرت کا یقین ہی ایمان پر مستقیم رکھتا، اور اطاعت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اللہ عزوجل لذاتہٖ مستحق (عبادت) ہے۔ اگر بالفرض عبادت پر کوئی ثواب موعود نہ ہو سکے ترک پر کوئی عذاب ہو وہ مستحق عبادت ہے توریت مقدس میں ہے اس سے بڑھکر ظالم کون جو بہشت کی خواہش یا دوزخ کے خوف سے میری عبادت کرے کیا اگر میں بہشت دوزخ نہ بناتا تو مستحق عبادت نہ تھا؟ مگر یہ صفت مردوں کی ہے عام خلائق مثل اطفال ہیں بھلائی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے کے لئے لالچ دیا جاتا اور ڈرایا دھمکایا جاتا ہے لہذا آخرت پر ایمان بالتصریح جداگانہ ذکر فرمایا۔

۲ یہ نہ فرمایا کہ "تمہیں برابر ہے" کہ حضور ﷺ تو ان پر حجۃ اللہ قائم فرما رہے ہیں ہاں انہیں یکساں ہے ــــ اور اسی تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ بعض گمراہوں نے جو اس میں معاذ اللہ عبث ہونے کا

احتمال نکالا ہے، محض ضلالت ہے۔ کیا حجۃ اللہ قائم کرنا معاذ اللہ عبث ہے انہیں تبلیغ ودعوت نہ فرمائی جاتی تو روز قیامت ان کے لئے کہنے کو جگہ ہوتی کہ ہمیں کسی نے ڈرایا ہی نہیں۔ جیسا کہ باوصف ہزاروں تبلیغوں کے یہی جھوٹا عذر پیش کریں گے۔ اس کے رفع کے لئے انہیں ڈرایا گیا اور حجۃ اللہ، ان پر قائم ہوگئی۔

۳۔ یہ آیت کریمہ جبریوں، قدریوں، رافضیوں، معتزلیوں سب پر رد بلیغ ہے۔ جبریوں پر تو ظاہر ہے کہ ان کے لئے بڑا عذاب بتاتا ہے۔ اگر انسان اپنے کام میں پتھر کی طرح مجبور محض ہے تو اس پر عذاب کس لئے؟ قدریہ، معتزلیہ نے بندے کو مطلق اپنے افعال، اور روافض نے افعال شر کا خالق اس لئے مانا تھا کہ ان کے زعم باطل میں مولی تعالی پر ارادہ شر کا الزام نہ آئے۔ وہ اب بھی حاصل ہے جب اس نے ان کے دلوں پر مہر فرمادی کہ حق نہ سمجھ سکیں۔ کانوں پر مہر لگادی کہ حق بات کانوں تک ہی نہ پہونچے تو تمہارے ناقص (عقول) کے ظہور پر ان کے کفر کا الزام کس پر؟ تو ثابت ہوا کہ مذہب اہلسنت حق ہے کہ نہ اس پر اصلح واجب، نہ اس کے کسی فعل پر سوال وارد۔ دو غلاموں کا ایک مالک مجازی ہو وہ ایک کو مسجد کی خدمت پر مقرر کرے، دوسرے کو پاخانہ کمانے پر، اور دونوں ہوں ایک سے، تو اس پر اگر کوئی اعتراض کرے، وہ یہی جواب دے گا میں مالک ہوں جس سے جو چاہا کام لیا جب مالک مجازی سے سوال نہیں ہوسکتا تو مالک حقیقی سے سوال کرنے والا کون؟ جو چاہا کیا جو چاہے کرے گا۔ انسان اور پتھر میں فرق (بدیہی) ہے مولی تعالی نے اسے عقل دی ایک نوع اختیار دیا۔ اس نے اسے انکار میں صرف کیا دنیا میں سزا یہ دی کہ ان کے دل اور کانوں پر مہر لگادی کہ اب سننے سمجھنے کے قابل ہی نہ رہے اور آخرت میں ان کیلئے عذاب عظیم ہے۔

۴۔ یہ آیت کریمہ نیچریہ کا رد ہے جو صرف کلمہ گوئی کو ایمان کے لئے کافی جانتے ہیں یہاں ان کے کلمہ گوئی کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ وہ مسلمان نہیں۔ ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمومنین. یخدعون اللہ والذین آمنو وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون. فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا. ولہم عذاب الیم. بما کانوا یکذبون. واذاقیل لہم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انہم ہم المفسدون ولکن لایشعرون واذاقیل لہم اٰمنوا کما اٰمن الناس قالوا انومن کما اٰمن السفہاء الا انہم ہم السفہاء ولکن لا یعلمون۔ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا واذا خلوا الیٰ شیٰطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستہزؤن ۔ ترجمہ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان لانے

والے نہیں ۱ے فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں ۲ے ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بدلا ان کے جھوٹ کا اور ۳ے جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔ اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگوں نے ایمان لائے ہیں۔ تو وہ کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں۔ ۴ے سنتا ہے وہی احمق ہیں ۵ے مگر جانتے نہیں، ۶ے اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یوں ہی ہنسی کرتے ہیں۔

۱ے اس آیت کریمہ میں تقیہ والا مسلمانوں کو فریب ہی دیا چاہتا ہے اور جانتا ہے کہ اللہ بھی اس کے اس فریب کی گرفت نہ کرے گا تو (گویا اللہ کو بھی) فریب دینا چاہتا ہے اسے فرمادیا کہ یہ ان کا خیال خام ہے بلکہ خود اپنی جانوں کو فریب میں ڈالے ہوئے ہیں، سمجھتے ہیں کہ دھوکہ دے کر بچ گئے اور ایک دن وہ آنے والا ہے تبلی السرائر فماله قوة ولا ناصر ۔ جس دن دلوں کی چھپی جانچی جائیں گی، اس دن اسے نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔

۲ے یہ آیت کریمہ معتزلہ اور روافض کا رد ہے ان کے نزدیک معاذ اللہ، اللہ عزوجل پر (اصلح) واجب ہے یعنی بندہ کے حق میں وہی کرنا جو اس کے حق میں بہتر ہو جس کے دل میں بیماری ہو... اسکی بیماری بڑھادینا کیا اس کے حق میں بہتر ہے؟ نہیں بلکہ وہی ہے۔ یفعل الله مایشاء ۔ اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

۳ے یہ آیت کریمہ ان لوگوں پر رد ہے جو صلح کلی بننا چاہتے ہیں جس جلسہ میں گئے ویسی کہی اور اس میں اپنی بھلائی سمجھتے ہیں اور اسے اصلاح جانتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بڑا فساد ہے۔ اصلاح تو دین پر قائم رہنے میں ہے اور قیام دین کے دو رکن ہیں الحب لله والبغض لله محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے عداوت۔ بغیر یکسو ہوئے نہیں ہوسکتا دورویہ پن سے دین تو گیا ہی دنیا میں بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسا شخص دونوں فریق کی نگاہ میں ذلیل ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عقل، علم، کمالات، کتنے ہی ہوں آدمی کو احمق ہونے سے نہیں بچاسکتے جب تک ایمان نہ لائے۔ ایک بوہرا جسے لوگ بے عقل کہیں اور ہو مسلمان، اور دوسرا کافر فلسفی کہ دنیا کی عقل بروجہ جمال رکھتا ہو اور فلسفہ و ہیات و ہندسہ و ریاضی کا علامہ ہو، عند اللہ یہ احمق ہے اور اس کی عقل اس سے بدر جہا بہتر ہے کہ وہ نجات کی راہ چلا اور اس نے اپنے لئے ہمیشہ کی آگ اختیار کی۔ اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہے۔ حماقت پر حماقت یہ جہل (مرکب) کہ ہیں احمق اور اپنے آپ کو سمجھتے ہیں عاقل۔

---

# امام اہل سنت اور علم تفسیر

■ علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی، پاکستان

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ ان ہستیوں میں سے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نورہ من ربہ۔
(القرآن پ ۲۳ سورۃ الزمر آیت منبر ۲۲)
یہ شرح صدر ہی تو تھا کہ قلیل عرصہ میں جملہ علوم وفنون سے فراغت پالی ورنہ عقل کب باور کر سکتی ہے کہ چودہ سال کی عمر میں جملہ علوم وفنون از بر ہوں۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اور علوم وفنون صرف از بر نہ تھے بلکہ ہر فن پر مبسوط تصانیف موجود ہیں اور وہ بھی کسی سے مستعار نہیں بلکہ قلم رضوی کے اپنے آبدار موتی ہیں اور تحقیق کے ایسے بہتے ہوئے بحر ذخار کو دیکھ کر بڑے بڑے محققین انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں۔ آپ کو قلم کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ تجربات اور شواہد بتاتے ہیں کہ جس بندۂ خدا کو جس فن کی مہارت نصیب ہو وہ دوسرے فن میں ہزاروں ٹھوکریں کھاتا ہے۔ مثلاً حضرت امام بخاری قدس سرہ کو دیکھئے کہ دنیائے اسلام نے فن حدیث کا انھیں ایسا امام مانا ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی، لیکن فقہی استنباط اور تاریخی حیثیت سے آپ کو وہ مرتبہ حاصل نہیں جو فن حدیث میں حاصل ہے، لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ) کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو ہر فن کے ماہرین نے مانا ہے کہ آپ ہر فن میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ شاعروں نے آپ کو امام الشعراء سمجھا، فقہاء نے آپ کو وقت کا ابوحنیفہ مانا، محدثین نے امیر الحدیث وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے لئے فرمایا اور بجا فرمایا۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں

اس وقت فقیر کا موضوع سخن فن تفسیر ہے (میں اس میں یہ) واضح کروں گا کہ آپ اس فن کے بھی مسلم امام ہیں، اگرچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے پورے قرآن پاک کی کوئی تفسیر نہیں لکھی۔ لیکن حق یہ ہے کہ اگر آپ کی تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے تفسیری عبارات جمع کی جائیں تو ایک مبسوط تفسیر معرض وجود میں آسکتی ہے، چنانچہ فقیر اویسی غفرلہ نے اس کام کا آغاز کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اتمام کی توفیق عطا فرمائے، آمین.

## شرائط تفسیر:

امام جلال الملۃ والدین حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاتقان'' میں لکھا ہے کہ مفسر اس وقت تفسیر قرآن لکھنے اور بیان کرنے کا حق رکھتا ہے جب چودہ فنون کی مہارت حاصل کرے ورنہ تفسیر نہیں تحریف قرآن کا مرتکب ہوگا۔

اس قاعدہ پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نہ صرف ان فنون میں ماہر ہیں بلکہ پچاس فنون پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔ بلکہ بعض فنون پر آپ کی درجنوں تصانیف ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کو مستقل طور پر لکھنے کا موقع نہیں ملا، لیکن آپ کی تصانیف سے قرآنی ابحاث کی ایک ضخیم تفسیر تیار ہو سکتی ہے اور فقیر اویسی نے اس کے اکثر اجزاء کو جمع کیا ہوا ہے. بنام ''تفسیر امام احمد رضا'' خدا کرے کوئی بندۂ خدا اس کی اشاعت کے لئے کمربستہ ہو جائے (آمین) علاوہ ازیں تفاسیر پر آپ کے عربی حواشی کے اسماء ملتے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ الزلال الانقی عن بحر سفینہ اتقی۔

۲۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف،

۳۔ حاشیہ عنایت القاضی شرح بیضاوی

۴۔ حاشیہ معالم التنزیل

۵۔ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی۔

۶۔ حاشیہ الدرر المنثور (سیوطی)

۷۔ حاشیہ تفسیر خازن

علاوہ ازیں بعض آیات اور سورتوں پر آپ کی متعدد تصانیف موضوع تفسیر پر ملتی ہیں جنھیں ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری (رحمہ اللہ علیہ) نے جمع فرمایا ہے۔ چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں۔

[۸] انوار العلم فی معنیٰ میعاد استجب لکم

یہ فارسی زبان میں ہے، یہ ۱۳۲۷ھ تک غیر مطبوعہ تھی۔ اس میں اعلیحضرت قدس سرہ نے تحقیق فرمائی کہ اجابت دعا کے کیا معنی ہیں اثر ظاہر نہ ہونا دیکھ کر بے دل ہونا حماقت ہے۔

۹۔الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام۔

اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے پادریوں کا رد اردو زبان میں فرمایا ہے جو کہ طبع شدہ موجود ہے۔

۱۰۔انباء الحی ان کتابہ المصون ،،تبیان لکل شئی ۔

یہ اردو زبان می ہے اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ثابت فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں اشیائے عالم کی ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔

۱۱۔النفحۃ الفا ئحہ من مسلک سورۃ الفاتحۃ

یہ اردو زبان میں ہے اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سورہ فاتحہ سے حضور ﷺ کے فضائل (مقدسہ) کو ثابت فرمایا ہے۔

۱۲۔نائل الراح فی الفرق الریح والریاح ،

یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔مذکورہ بالا رسائل صرف موضوع تفسیر سے متعلق ہیں۔بعض اوقات کسی مسئلہ کے متعلق استفسار پر آپ نے تفسیری نقطہ نگاہ سے حل فرمایا۔دراصل آپ کو دنیا کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے فتاویٰ کے جوابات سے فرصت ہی کم ملی ورنہ اگر آپ اس طرف توجہ دیتے تو تفسیر کا ایک ایک جز بھی ہزاروں صفحات پر پھیلتا۔صرف بسم اللہ شریف کی تقریر پر مختصر سے وقت میں آپ کا ایک طویل مضمون موجود ہے جو آپ نے عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر بریلی شریف میں بیان فرمایا تھا جو سوانح اعلیٰ حضرت میں ص/۹۸ سے شروع ہو کر ص/۱۱۲ تک ختم ہوتا ہے۔اسی طرف پھر دوسرا وعظ ص/۱۱۲ سے شروع ہو کر ص/۱۳۱ تک ختم ہوا ہے یہ بھی تقریر کے رنگ میں ہوا جو تحریر کے میدان سے کوسوں دور سمجھا جاتا ہے۔لیکن اس کے باوجود اتنے صفحات کا مضمون بیان کر جانا کس مرد میداں کا کام ہے۔اور وہ بھی مضمرانہ رنگ میں۔

۱۳۔تفسیر سورۃ والضحیٰ لکھی تو سینکڑوں صفحات پر پھیلا دیئے جس کی ایک ایک سطر کئی تفاسیر کے مجموعہ کو دامن میں لئے ہوئے ہے۔

آپ کے تلامذہ کو رشک ہوتا تھا کہ ایسے بحر بے پایاں کے قلم سے جس طرح فقہ اور حدیث اور دیگر فنون کے دریا بہائے گئے ہیں۔کچھ تفسیری نوٹ بھی آپ کی یادگار ہوں تو زہے قسمت ،اگر چہ اجمالی طور پر ہی سہی ،چنانچہ صدر الشریعہ حضرت مولانا حکیم امجد علی صاحب مصنف ''بہار شریعت'' قدس سرہ (اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتوں سے نوازے ) نے اہلسنت پر احسان عظیم فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عدیم الفرصتی کے باوجود قرآن مجید کا ترجمہ لکھوا ہی لیا۔چنانچہ سوانح نگار حضرات قرآن مجید کے ترجمے کے متعلق یوں ہی لکھتے ہیں کہ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۂ قرآن کی ضرورت پیش کرتے

ہوئے اعلیٰ حضرت سے گزارش کی، آپ نے وعدہ تو فرمالیا لیکن دوسرے مشاغل دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چوں کہ ترجمے کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات کو سوتے یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم دوات لے حاضر ہو گئے، اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔ ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ زبانی طور پر آیہ کریمہ کا ترجمہ فرماتے جاتے اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے جاتے، لیکن اس طرح پر نہیں کہ آپ پہلے کتب تفاسیر وحدیث ولغت کو ملاحظہ فرماتے اور آیات کو سوچتے پھر ترجمہ بیان فرماتے۔ وہ قرآن مجید کا فی البدیہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اسی طرح بولتے جاتے تھے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر زور ڈالے بغیر قرآن شریف پڑھتا چلا جاتا ہے علماء کرام جب دوسری تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل عین مطابق ہے، الغرض اسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام ہوتا رہا۔ پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ قرآن مجید کا ترجمہ ہو گیا اور حضرت صدر الشریعہ کی کوشش بلیغ کی بدولت سنیت کو کنزالایمان کی دولت عظمیٰ نصیب ہوئی۔

(فجزاہ اللہ تعالی عنا وعن جمیع اھل السنۃ جزاء کثیرا واجرا جزیلا)

حضرت محدث کچھوچھوی سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے علم قرآن کا اندازہ اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے، نہ فارسی میں ہے، اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا جو بظاہر ترجمہ ہے مگر در حقیقت وہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر ہے، اور اردو زبان میں روح قرآن بلکہ فقیر اویسی کا ذوق یوں گواہی دیتا ہے۔

ہست قرآن در زبان اردوی
مثنوی چوں درزبان پہلوی

محقق حضرات نے اس ترجمہ کو دیکھکر مندرجہ ذیل آرا قائم فرمائی ہیں:

۱۔ ترجمہ اعلیٰ حضرت تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے۔
۲۔ اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکس ہے۔
۳۔ اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے۔
۴۔ زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثال ہے۔
۵۔ عوامی لغت و بازاری زبان سے یکسر پاک ہے،

۶۔ قرآن حکیم کے اصلی منشاء و مراد کو بتاتا ہے۔

۷۔ آیات ربانی کے انداز خطاب کے سچے ترجمان ہے

۸۔ قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرتا ہے۔

۹۔ قادر مطلق کی ردائے عزت وجلال میں نقص وعیب کا دھبہ لگانے والوں کے لئے تیغ براں ہے۔

۱۰۔ حضرات انبیاء علیھم السلام کی عظمت وحرمت کا محافظ ونگہبان ہے

۱۱۔ عام مسلمین کیلئے بامحاورہ اردو میں سادہ ترجمہ ہے۔

۱۲ لیکن علماء کرام ومشائخ عظام کے لئے معرفت کا امنڈتا ہوا سمندر ہے۔

بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قرآن حکیم قادر مطلق جل جلالہ کا مقدس کلام ہے اور کنز الایمان اس کا مہذب ترجمان ہے۔

فقیر (اویسی غفرلہ) نے جہاں بھی آپ کی تصانیف میں تحقیق مفسرانہ دیکھی تو رازی وغزالی رحمہ اللہ علیھما کے قلم سے آفرین وتحسین سنی، اختصار کے پیش نظر چند ایک نظائر مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہوں جو آپ کی تصانیف سے اخذ کئے گئے ہیں۔

پیشانی کا داغ:

سائل نے صرف اتنا استفسار کیا کہ بعض نمازیوں کو بکثرت نماز، ناک اور پیشانی پر جو سیاہ داغ ہو جاتا ہے اس سے نمازی کو قبر وحشر میں خداوند کریم جل جلالہ کی پاک رحمت کا حصہ ملتا ہے یا نہیں، زید کا کہنا ہے کہ جس شخص کے دل میں بغض کا سیاہ داغ ہوتا ہے اس کی شامت کی وجہ سے، اس کی ناک یا پیشانی پر کالا داغ ہوتا ہے۔ یہ قول زید کا باطل ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قلم کو جنبش آئی تو چھ صفحات مفسرانہ حیثیت سے لکھے اور ثابت فرمایا کہ نشانی کے متعلق چار قول ماثور ہیں۔ اور ہر ایک کا حکم جدا جدا اور آیت، سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ کا ایسا مفہوم ادا فرمایا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ ان اوہام کا ازالہ فرمایا جو پیشانی کے داغ کو سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود میں سمجھتے ہیں۔ یہ مضمون سوانح احمد رضا میں چند صفحات پر پھیلا ہوا ہے جو نہایت قابل مطالعہ ہے تمام تحقیق تفاسیر معتبرہ کے حوالہ جات سے مزین ہے۔

## آیت میثاق:

واذاخذ اللہ میثاق النبیین (الی آخر الا یۃ) سے حضور اکرم ﷺ کی فضیلت مطلقہ پر گفتگو فرماتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا

اقول وباللہ التوفیق۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قران کریم کس قدر مہتم

الشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اولا- انبیا علیھم الصلاۃ والسلام۔ معصوم ہیں زنہار حکم الٰہی کے خلاف ان سے متحمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تعالیٰ بطریق امر انھیں فرماتا کہ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا مگر اس پر اکتفانہ فرمایا بلکہ ان سے عہد و پیمان تھا جیسے کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ، تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوی اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذعان ہے پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ ﷺ پر ایمان (ﷺ و بارک شرف و بجل و عظم)

ثانیا- اس عہد کو لاقسم سے موکد فرمایا لتومنن بہٖ ولتنصرنہ جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین لی جاتی ہے

ثالثا- نون تاکید:

رابعا- وہ بھی ثقیلیہ لاکر ثقل تاکید اور دوبالا فرمایا

خامسا- یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیا علیھم السلام ابھی جواب نہ دینے پائیں خود ہی تقدیم فرما کر پوچھا جاتا ہے ااقررتم کیا اس امر پر اقرار لاتے یعنی کمال تعجیل و تجیل مقصود ہے۔

سادسا- اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد فرمایا واخذتم علی ذالکم امری خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعا- علیہ یا علی ھذا کی جگہ علی ذالکم فرمایا کہ بعد اشارت عظمت ہو،

ثامنا- اور ترقی ہوئی کہ فاشھدو! ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مکڑ جانا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعا- کمال یہ ہے کہ صرف ان کی گواہی پر اکتفانہ ہوا بلکہ فرمایا وانا معکم من الشھدین۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشر- سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء علیھم السلام کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تہدید بھی فرمائی گئی کہ فمن تولی بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔ یہ وہی اعتنائے تام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں بیان فرماتا ہے۔

ومن یقل منھم انی الہ من دونہ فذالک نجزیہ جھنم کذالک نجزی الظالمین۔ جو ان میں سے کہے گا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں اس کو جہنم کی سزا دیں گے ہم ایسی ہی

سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔ گویا اشارہ ہوتا ہے کہ جس طرح ہمیں ایمان کے جز اول لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہے یوں ہی جز دوم محمد رسول اللہ ﷺ سے اعتنائے تام ہے کہ میں تمام جہانوں کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے۔ اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول ومقتداء کہ انبیاء ومرسلین بھی اس کی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے،

اوراس سے قبل اس آیت کا تبصرہ کئی صفحات پر فرمایا تبصرہ کر کے پھر معتبر تفاسیر اور محققین علماء کرام کی تصانیف کے خلاصہ کو دریا در کوزہ کی مثال قائم فرمائی۔

## کلی علم غیب :

اور یہ صرف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حصہ تھا کہ جب اعدائے دین نے شان نبوت ورسالت اور شان ولایت پر ہاتھ ڈالا تو اعلیٰ حضرت کا قلم ڈھال بنا اور مذہب مہذب اہلسنت کے جمیع مسائل کو قرآنی اصول کے مطابق ڈھالنے کی نہ صرف کوشش کی بلکہ حقیقت کو نصف النہار سے زیادہ آشکار فرمایا چنانچہ علم غیب کلی اہلسنت اور مخالفین کے مابین نزاع کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ جب گویا ہوئے تو جلال الملت والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ساتھ لیا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علم غیب کلی کے دعویٰ میں تحریر فرمایا

بے شک حضرت عزت عظمت نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو تمام اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا، مشرق تا مغرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا۔ ملکوت السموٰت ۔ کا شاہد بنایا روز اول سے آخرت یعنی روز قیامت تک کے سب ما کان وما یکون انہیں بتائے، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا، علم حبیب کریم ﷺ ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اجمالا بلکہ ہر صغیرہ وکبیرہ ہر رطب ویابس کا جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلا جان لیا۔ الحمد للہ حمدا کثیرا ، بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز محمد رسول اللہ ﷺ کا پورا علم نہیں علیہ ﷺ والہ واصحابہ اجمعین بلکہ حضور ﷺ (کے علم) سے ایک چھوٹا حصہ ہے، ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار دو ہزار بے حد کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا ان کا عطا کرنے والا مالک ومولا جل وعلا (والحمد للہ العلی الاعلےٰ) کتب حدیث وتصانیف علماء قدیم وحدیث میں اس کے دلائل کا شافی وبیان وافی ہے"

اس کے بعد علم غیب کے مسئلہ کو قرآنی آیات سے ثابت فرما کر آخر میں اصول قرآنی پر بحث فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

عبارت اعلیٰ حضرت قدس سرہ:۔

اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی

خاص ہوکر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے۔ اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں، ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے، نہ حدیث احاد اگر چہ کیسی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو، عموم قرآن کی تخصیص تراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن، اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے تو بحمد اللہ کیسے نص صریح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن ﷺ کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ۔ کا علم دیا اور شرق وغرب، سماء وارض عرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا۔

جو کچھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اصول تفسیر میں مسطور اپنا مسلک واضح فرمایا وہی اصول امام سیوطی سیکڑوں سال پہلے بیان فرما گئے، چنانچہ حضرت علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

العام لفظ یستغرق الصالح له من غیر حصر و صیغة کل مبتداء ة .وما والمعرف بال ،واسم الجنس المضاف والنکرة فی سیاق النفی ،العام الباقی علی عمومه من خا ص القرآن ما کان مخصصا لعموم السنة وهو عزیز قال ابن الحصار انما یر جع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول الله ﷺ اوعن صحا به یقول آیة کذا نسخت کذا قال ویحکم به عند وجو د التعارض المقطوع به مع علم التاریخ لیعرف المتقدم والمتا خر قال ولایعتمد فی النسخ قول عوام المفسرین بل ولا اجتهاد المجتهد ین من غیر نقل صحیح ولا معار ضة بنیة لا ن النسخ یتضمن رفع حکم واثبت حکم تقرر فی عهد ه ﷺ والمعتمد فیه النقل والتاریخ دون الرای والاجتهاد قال الناس فی هذا بین طرفی نقیض فمن قائل لا یقبل فی النسخ اخبار الاحاد العدول ومن یکتفی فیه بقول مفسرا ومجتهد والصواب خلاف قو لهما اذا سیق العام للمدح والذم فهل هو با ق علی عمومه فیه مذ ا هب احد ها نعم اذا لا صرف عنه ولا تنا فی بین العموم وبین المدح اوالذم الخ .

تبحر فی الفن التفسیر کے نمونے:

بالاستیعاب تو نہیں چند آیات کے نمونے تفسیری حیثیت سے فقیر یہاں عرض کرتا ہے:۔

(۱) فتاویٰ افریقہ ص ر ۱۷ میں ہے سائل نے عبد المصطفےٰ نام رکھنے کے متعلق لکھا ہے تو اعلیٰ

حضرت نے عبدالمصطفےٰ نام رکھنے کے جواب میں آیت وانکحو الایامی منکم والصالحین من عبدکم الخ سے استدلال فرمایا اس کے بعد تفسیر القرآن بالحدیث کے قاعدہ پر آیات کی تفسیر اور اپنے موضوع کو احادیث مبارکہ کے چند حوالہ جات سے مزین فرمایا پھر اس کے بعد تفسیر القرآن با لقرآن جو تفسیر کا اعلیٰ درجہ ہے آیت مذکورہ کے لئے یعبادی الذین اسرفوا سے استشہاد فرمایا۔ آپ کے اس استدلال پر امام فخر الدین رازی کی "تفسیر کبیر" کو سامنے رکھئے تو یقین آئے گا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ طرز استدلال میں امام رازی ہیں۔

(۲) اسی فتاوی افریقہ میں ص ۹ میں سائل نے سوال کیا کہ آپ نے اپنی بعض تصانیف میں اہل اسلام کو مخاطب فرمایا کیا آپ کا خدائے تعالی سے کوئی تعلق نہیں جبکہ آپ دوسروں کو تمہارا خدا کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صرف اسی ایک چھوٹے سے سوال پر اختصاراً دس آیات اور دس احادیث سے جواب مرحمت فرمایا جو آپ کی قرآن دانی کا بین ثبوت ہے۔

(۳) اسی فتاوی افریقہ میں بد مذاہب سے بیزاری کے متعلق درجنوں آیات سے استدلال کے بعد متعدد احادیث مبارکہ سے استشہاد فرمایا۔

(۴) اسی فتاوی افریقہ کے ص ۱۳ پر آیت وسیلہ کا بیان مفصل ومفسر فرمایا کہ جس میں وسیلہ کی تمام شقوں کی تفصیل پھر اس پر اسلاف صالحین کے ارشادات کی تزئین کے بعد پیری مریدی کے تمام اقسام واضح فرمائے جن میں سچے اور جھوٹے پیروں فقیروں کی پہچان آسان فرمادی۔ جو اسلاف صالحین کی تصانیف میں یکجا کہیں ایسی تحقیق کے ساتھ نہ ملے گی۔ پھر کمال یہ ہے کہ صرف ایک جملہ کی تحقیق پر کتاب کے کئی صفحات پُر فرمائے۔ امام فخر الدین رازی قدس سرہ کو ناقدین نے معاف نہ فرمایا کہ امام موصوف آیت کے مضمون کو اتنا طویل دیتے ہیں کہ فن تفسیر کا رنگ بکھر جاتا ہے لیکن ہمارے امام ممدوح کا مضمون اتنا پر بہار ہے کہ جتنا طویل ہوتا گیا ہے اتنا فن تفسیر اجاگر ہوتا چلا گیا ہے اگر وہی ناقدین ہمارے امام ممدوح کے مضمون کو دیکھ لیتے قلم رضا کو چوم لیتے۔

(۵) اکثر مفسرین صرف ناقل ہوتے ہیں، استنباط کرنے والے گنتی کے چند ملیں گے لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اللہ کی طرف سے تائید غیبی نصیب تھی کہ آیت کی تفسیر میں نقول معتبرہ کے ساتھ احادیث مبارکہ سے جب استنباط فرمایا تو دریا بہادئے، چنانچہ آیت ان اشکر لی ولوالدیک کی تفسیر میں حقوق الاولاد علی الوالد کے اسی (۸۰) حقوق گنائے جو سب آیت کی تفسیر سے متعلق اور احادیث مبارکہ سے مستنبط ہیں صرف اسی مضمون پر ایک مستقل رسالہ "مشعلۃ الارشاد" تیار ہوگیا۔

اس کے علاوہ اور درجنوں بحثیں آیات کی تفسیر میں لائی گئیں جنھیں پڑھنے کے بعد تصدیق ہوتی ہے کہ اعلیٰ حضرت کا تبحر فی فن التفسیر بے مثال ہے۔

(۶) اجمالی آیات کی تفسیر میں مفسرین کا ہمیشہ اختلاف چلا آرہا ہے، لیکن مفسرین کی عادت رہی ہے کہ اپنے موقف کو دلائل سے ثابت کرتے وقت زیادہ سے زیادہ دلائل قائم کئے لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا طرز نرالا ہے کہ جب اپنے موقف کی توضیح فرماتے ہیں تو سینکڑوں دلائل و براہین حوالہ قلم فرماتے ہیں چنانچہ ''تجلی الیقین'' کی تصنیف ایک شہسوار قلم ہونے کی جیتی جاگتی دلیل ہے کہ منکرین نے جب آقائے کونین ماوائے ثقلین، رحمت کل ہادی سبل سید الرسل علیہ کی افضلیت کا انکار کیا تو درجنوں آیات قرآنیہ مع حوالہ جات تفاسیر مستندہ اور درجنوں احادیث صحیحہ اور اقوال اسلاف صالحین کی مدلل تصانیفات سے استدلال فرمایا۔ اس تصنیف پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو یوں انعام نصیب ہوا کہ حبیب کبریا علیہ نے زیارت بشارت سے نوازا جس کا ذکر امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے تجلی الیقین کے آخر میں خود بیان فرمایا ہے،

(۷) صرف ایک آیت پر سینکڑوں صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھدی جو پوری کتاب تفاسیر کے حوالے جات کے علاوہ اپنے استنباط کے ساتھ اصول تفسیر سے موضوع کو مضبوط وموثوق فرمایا۔ مثلاً آیت ممتحنہ کی تفسیر ''الحجۃ الموتمنہ'' قابل مطالعہ کتاب ہے۔

(۸) مختلف مسائل پر تفاسیر گننے بیٹھتے تو تفاسیر کے حوالہ جات کے ڈھیر لگا دیتے چنانچہ مـا اھل لـغیر اللہ بہ۔ کی توثیق میں تفسیر معتبرہ کے حوالہ جات لکھوائے ''حیات اعلیٰ حضرت'' مؤلفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، میں مذکور ہے کہ اس سلسلہ میں آپ نے ۳۶ تفاسیر کے اقتباسات تحریر کرائے اور فرمایا کہ ان کے علاوہ اور بھی حوالہ ہائے تفاسیر موجود ہیں۔

(۹) تفسیر میں قرآن نکات بیان فرمائے تو خود مفسرین حیرت میں آگئے۔ ملفوظ شریف حصہ چہارم میں فرمایا کہ ساتوں آسمان سات زمینیں دنیا ہے اور ان سے ولا سدرۃ المنتہی ہے، عرش کرسی دار آخرت، دار دنیا شہادت ہے اور دار آخرت غیب، غیب کی کنجیوں کو مفاتیح اور شہادت کی کنجی کو مقالید کہتے ہیں۔ قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ وعـنـده مـفـاتيـح الغيب لا يعلمها لا هو ا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے لـه مـقـاليد السمٰوٰت والارض ۔ مفاتیح کا حرف اول میم ''م'' اور آخری حرف ''حا'' اور مقالید کا پہلا حرف ''م'' اور آخری حرف ''د'' مرکب کرنے سے نام اقدس ظاہر ہوتا ہے یعنی محمد علیہ اس سے یا تو اس طرف اشارہ ہے کہ غیب وشہادت کی کنجیاں سب دے دی گئی ہیں، یعنی محمد رسول اللہ علیہ کو کوئی شئے ان کے حکم سے باہر نہیں۔

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل وجان نہیں

کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں، مگر اک نہیں کہ وہاں نہیں

یا اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ مفاتیح ومقالید غیب وشہادت سے سب حجرہ ہائے خفایا عدم میں مقفل تھے وہ مفاتیح ومقالید جس سے ان کا قفل کھولا گیا اور میدان ظہور میں لایا گیا وہ ذات اقدس محمد ﷺ تھی، اگر آپ تشریف نہ لاتے تو سب اسی طرح مقفل حجرہ عدم یا خفا میں رہتے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

(۱۰) اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا تبحر فی فن التفسیر سمجھئے یا کرامت کہ خلاف عادت قرآن کی آیات سے برجستہ مخالف کو جواب دیا، چنانچہ ایک رافضی نے کہا کہ انا من المجرمین منتقمون۔ کے عدد (۱۲۰۲) ہیں اور یہی عدد ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہما کے ہیں (معاذ اللہ) اعلیٰ حضرت قدس سرہ یہ سن کر بے قرار ہو گئے فورا بلا تاخیر برجستہ کئی صفحات جوابات بیان فرمائے۔ وہ جو ابات پڑھئے (رافضی لعنھم اللہ تعالیٰ) کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا در ہوا ہے، اولا ہر آیت عذاب کے عدد واسماء اخبار سے مطابق کر سکتے ہیں۔ اور ہر آیت ثواب کے اسماء کفار سے، کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔ رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا اور (رافضی وناصبی) دونوں ملعون ہیں، رافضی نے اعداد غلط بتادئے۔

امیر المومنین حضرت عثمٰن غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک ہیں نا کہ دو۔

۱۔ ہاں رافضی بارہ سو عدد کا ہے کہ ابن سبا ورافضیہ ..

۲۔ ہاں رافضی بارہ سو عدد ان کے ہیں، ابلیس، یزید، ابن زیاد، شیطان۔

۳۔ ہاں رافضی، اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین فرقوا دینھم وکانو شیعا لست منھم فی شئی۔

بے شک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ ہو گئے اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں (سورہ الانعام، رکوع ۲۰)

اس آیت کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ شیطانیہ اسماعلیہ کے اور اگر اپنی طرح سے اسماعیلیہ میں الف چاہئے تو یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ ونصیریہ اسماعیلیہ کے۔

۴۔ ہاں اور افضی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لھم اللعنت ولھم سوء الدار (سورہ الرعد

۴) ان کے لئے ہے لعنت اوران کے لئے ہے برا گھر، اس کے عدد ۶۴۴ اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی حلی کے۔

۵۔نہیں او رافضی بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم (سورہ الحدید ۳) وہی اپنے رب کے ہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان کا ثواب ہے اس کے اعداد ۱۴۴۵ اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی سعید رضی اللہ عنھما کے

۶۔نہیں رافضی! بلکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم اجرھم ونورھم ۔وہی اپنے رب کے حضور صدیق وشہدا ہیں ان کے لئے ہے، ان کا ثواب اوران کا نور (سورہ الحدید ۳)

اس کے عدد ۱۷۹۲ اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعید کے

۷۔نہیں رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون ،(سورہ الحدید ۳) جولوگ ایمان لائے اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق وشہید ہیں۔ان کے لئے ان کا ثواب اوران کا نور۔

آیت کریمہ کے عدد ہیں تین ہزار سولہ (۳۰۱۶) اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین ،علی طلحہ، زبیر، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن (ابن عوف) کے

آخر میں فرمایا الحمدللہ آیت کریمہ کا تمام کمال مدح بھی پورا ہوگیا۔اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنھم اجمعین کے اسماء طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلا تکلیف وتصنع کو دخل نہیں، چندروزوں سے آنکھ دکھتی ہے، یہ تمام آیات عذاب واسماء اشرار وآیات مدح واسماء اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے جس میں صرف چند منٹ صرف ہو گئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہ تعالی اس قدر بھی کافی ہے، وللہ الحمد واللہ اعلم

اس فتاوی کو نقل کرکے مستفتی نے لکھا ہے شیعہ یعنی رافضی کا ماشاءاللہ بلکہ قیمہ ہوگیا، اب مجال دم زدن نہیں، فقیر نے یہ کرامت اعلی حضرت، عظیم البرکت مجدد دین وملت، امام اہل سنت وجماعت بچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں میں ان تمام آیات واعداد کی مطابقت زبان فیض والہام ترجمان سے فرمائی یہ رات کا وقت تھا، قریب نصف گذر چکی تھی۔ واللہ باللہ عدد اخیار واشرار کے اسماء بلا سوچے اور بے تامل کئے فرمادیتے کہ فقیر سوا اس کے اندازہ نہیں کرسکتا کہ یہ اعلی حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القاء ربانی والہام سبحانی تھا۔

---

بشریت مصطفیٰ کے حوالے سے

# تفسیرات امام احمد رضا کا تقابلی مطالعہ

■ مولانا محمد عبد العلیم رضوی

میرا موضوع بشریت مصطفیٰ کے حوالے سے امام احمد رضا اور دیگر مفسرین کی تفسیرات کا تقابلی مطالعہ ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے آیت کریمہ پھر دیگر مترجمین و مفسرین کی تفسیرات اور آخر میں امام احمد رضا کی تفسیرات پیش کی جارہی ہیں قارئین اس سے بخوبی اندازہ لگالیں گے ان تمام مفسرین میں امام احمد رضا کا مقام ومرتبہ کتنا بلند و برتر اور ان کی تفسیر معتمد تفاسیر سے کتنا قریب تر بلکہ اس کے مطابق ہے۔

خداوند قدوس کا ارشاد ہے: **قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم اللہ واحد** (سورہ حم سجدہ آیت ٦)

**مولانا اشرف علی تھانوی:**

(۱) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں، تفسیر، آپ یوں بھی کہہ دیجئے کہ تم جو میرے ساتھ انکار سے پیش آتے ہو تو میں امر ممتنع یا مستبعد کا مدعی نہیں ہوں، بلکہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں اس کا اقرار کرتا ہوں، ملکیت وغیرہ کا مدعی نہیں کہ موجب توحش ہو اور میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے [۲]

سورہ حم سجدہ میں لکھتے ہیں ''آپ فرمادیجئے کہ بھائی! تم کو ایمان پر مجبور کرنے کی تو میں قدرت رکھتا نہیں، جوز بردستی قبول کراسکوں کیونکہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں، لیکن خدا تعالیٰ نے مجھکو یہ امتیاز دیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے''۔ [۳]

مترجم مولانا محمود الحسن، تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی:۔

(۲) ترجمہ: ''تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم، حکم آتا ہے مجھکو کہ معبود تمہارا

ایک معبود ہے۔ (ترجمہ، مولانا محمود الحسن) مولانا شبیر احمد عثمانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یعنی میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، خدا نہیں، جو خود بخود ذاتی طور پر تمام علوم و کمالات حاصل ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ علوم حقہ اور معارف قدسیہ، میری طرف وحی کرتا ہے، جن میں اصل اصول علم توحید ہے، اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں" ۴

اور سورہ حم سجدہ میں لکھتے ہیں "یعنی نہ میں خدا ہوں کہ زبردستی تمہارے دلوں کو پھیر سکوں، نہ فرشتہ ہوں، جس کے بھیجے جانے کی تم فرمائش کیا کرتے ہو، نہ کوئی اور مخلوق ہوں، بلکہ تمہاری جنس و نوع کا ایک آدمی ہوں، جس کی بات کا سمجھنا تم کو جنس کی بنا پر آسان ہونا چاہئے اور وہ آدمی ہوں، جسے حق تعالیٰ نے اپنی آخری اور کامل ترین وحی کے لئے چن لیا ہے" ۵

## مولانا ثناء اللہ امرتسری:

(۳) ترجمہ: "تو کہہ، میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں، میری طرف وحی پہنچتی ہے کہ تمہارا معبود حق ایک ہی ہے"

تفسیر، "میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں، یعنی آدمیت کے وصف میں، تم اور میں برابر ہیں، رسالت کا درجہ الگ رہا جو صرف اتنا ہے کہ میری طرف الہام اور وحی پہنچتی ہے کہ تمہارا سب کا معبود برحق ایک ہی ہے اور کوئی نہیں" ۶

سورہ حم سجدہ میں لکھتے ہیں "بطور تبلیغ تو اے نبی ان لوگوں کو کہہ کہ سوائے اسکے نہیں کہ میں تمہاری طرح کا ایک آدمی ہوں، جیسے تم ماں باپ سے پیدا ہوئے، میں بھی ہوں، جیسے تم کھاتے ہو میں بھی کھاتا ہوں، ہاں فرق مراتب ضروری ہے سو وہ یہ ہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے، یعنی مجھکو خدائی حکم پہنچتا ہے کہ تمہارا سب کا معبود ایک ہے" ۷ (مولانا ثناء اللہ امرتسری)

## ترجمہ، مولانا محمد جوناگڑھی، تفسیر حافظ صلاح الدین یوسف:

(۴) ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ (مولانا محمد جوناگڑھی)

تفسیر، "اس لئے میں بھی رب کی باتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا" پھر پھر حاشیہ نمبر ۲ر میں لکھتے ہیں "البتہ مجھے یہ امتیاز حاصل ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، اسی وحی کی بدولت میں نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ باتیں بتائیں، جن پر مرور ایام کی دبیز تہیں پڑی ہوئی تھیں، یا ان کی حقیقت انسانوں میں گم ہو گئی تھی" ۸ سورہ حم سجدہ میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یعنی میرے اور تمہارے درمیان کوئی امتیاز نہیں کہ عقل و فہم میں نہ آسکے، پھر اس سے

بشریت مصطفیٰ کے حوالے سے

# تفسیرات امام احمد رضا کا تقابلی مطالعہ

مولانا محمد عبدالعلیم رضوی

میرا موضوع بشریت مصطفےٰ کے حوالے سے امام احمد رضا اور دیگر مفسرین کی تفسیرات کا تقابلی مطالعہ ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے آیت کریمہ پھر دیگر مترجمین ومفسرین کی تفسیرات اور آخر میں امام احمد رضا کی تفسیرات پیش کی جارہی ہیں قارئین اس سے بخوبی اندازہ لگالیں گے ان تمام مفسرین میں امام احمد رضا کا مقام ومرتبہ کتنا بلند وبرتر اور ان کی تفسیر معتمد تفاسیر سے کتنا قریب تر بلکہ اس کے مطابق ہے۔

خداوند قدوس کا ارشاد ہے: **قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم اللہ واحد** (سورۂ حم سجدہ آیت ۶)

**مولانا اشرف علی تھانوی:**

(۱) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں، تفسیر، آپ یوں بھی کہہ دیجئے کہ تم جو میرے ساتھ انکار سے پیش آتے ہو تو میں امر ممتنع یا مستبعد کا مدعی نہیں ہوں، بلکہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں اس کا اقرار کرتا ہوں، ملکیت وغیرہ کا مدعی نہیں کہ موجب توحش ہو اور میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے [۲]

سورۂ حم سجدہ میں لکھتے ہیں ''آپ فرمادیجئے کہ بھائی! تم کو ایمان پر مجبور کرنے کی تو میں قدرت رکھتا نہیں، جو زبردستی قبول کراسکوں کیونکہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں، لیکن خدا تعالیٰ نے مجھکو یہ امتیاز دیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے''۔ [۳]

مترجم مولانا محمود الحسن، تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی:۔

(۲) ترجمہ: ''تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم، حکم آتا ہے مجھکو کہہ معبود تمہارا

ایک معبود ہے۔ (ترجمہ، مولانا محمود الحسن) مولانا شبیر احمد عثمانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یعنی میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، خدا نہیں، جو خود بخود ذاتی طور پر تمام علوم وکمالات حاصل ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ علوم حقہ اور معارف قدسیہ، میری طرف وحی کرتا ہے، جن میں اصل اصول علم توحید ہے، اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں" ۴؎

اور سورہ حٰم سجدہ میں لکھتے ہیں "یعنی نہ میں خدا ہوں کہ زبردستی تمہارے دلوں کو پھیر سکوں، نہ فرشتہ ہوں، جس کے بھیجے جانے کی تم فرمائش کیا کرتے ہو، نہ کوئی اور مخلوق ہوں، بلکہ تمہاری جنس ونوع کا ایک آدمی ہوں، جس کی بات کا سمجھنا تم کو جنس کی بنا پر آسان ہونا چاہئے اور وہ آدمی ہوں، جسے حق تعالیٰ نے اپنی آخری اور کامل ترین وحی کے لئے چن لیا ہے" ۵؎

## مولانا ثناء اللہ امرتسری:

(۳) ترجمہ: "تو کہہ، میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں، میری طرف وحی پہنچتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی ہے"

تفسیر "میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں، یعنی آدمیت کے وصف میں، تم اور میں برابر ہیں، رسالت کا درجا الگ رہا جو صرف اتنا ہے کہ میری طرف الہام اور وحی پہنچتی ہے کہ تمہارا سب کا معبود برحق ایک ہی ہے اور کوئی نہیں" ۶؎

سورہ حٰم سجدہ میں لکھتے ہیں "بطور تبلیغ تو اے نبی ان لوگوں کو کہہ کہ سوائے اسکے نہیں کہ میں تمہاری طرح کا ایک آدمی ہوں، جیسے تم ماں باپ سے پیدا ہوئے، میں بھی ہوں، جیسے تم کھاتے ہو، میں بھی کھاتا ہوں، ہاں فرق مراتب ضروری ہے سو وہ یہ ہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے، یعنی مجھکو خدائی حکم پہنچتا ہے کہ تمہارا سب کا معبود ایک ہے" ۷؎ (مولانا ثناء اللہ امرتسری)

## ترجمہ، مولانا محمد جوناگڑھی، تفسیر حافظ صلاح الدین یوسف:

(۴) ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ (مولانا محمد جوناگڑھی)

تفسیر "اس لئے میں بھی رب کی باتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا" پھر پھر حاشیہ نمبر ۲/ میں لکھتے ہیں "البتہ مجھے یہ امتیاز حاصل ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، اسی وحی کی بدولت میں نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ باتیں بتائیں، جن پر مرور ایام کی دبیز تہیں پڑی ہوئی تھیں، یا ان کی حقیقت انسانوں میں گم ہوگئی تھی" ۸؎ سورہ حٰم سجدہ میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یعنی میرے اور تمہارے درمیان کوئی امتیاز نہیں کہ عقل وفہم میں نہ آسکے، پھر اس سے

## مولانا ابوالاعلیٰ مودودی:

(۵) ترجمہ: "اے محمد کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں، تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک خدا ہے" ۱۰ مودودی صاحب نے یہاں تو تفسیر نہیں کی، البتہ سورۂ حم سجدہ میں حاشیہ نمبر ۵ کے تحت لکھا ہے "یعنی میرے بس میں نہیں کہ تمہارے دلوں پر چڑھے ہوئے غلاف اتار دوں، تمہارے بہرے کان کھول دوں اور اس حجاب کو پھاڑ دوں جو تم نے خود ہی میرے اور اپنے درمیان ڈال لیا ہے، میں تو ایک انسان ہوں، اسی کو سمجھا سکتا ہوں، جو سمجھنے کے لئے تیار ہو، اسی کو سنا سکتا ہوں، جو سننے کے لئے تیار ہو اور اسی سے مل سکتا ہوں، جو ملنے کے لئے تیار ہو" ۱۱

ان تمام تراجم و تفاسیر پر تبصرہ سے گریز کرتے ہوئے ہم یہ دیکھیں کہ حضور اکرم ﷺ کس اعتبار سے انسان کی مثل ہیں۔ کیا حضور کے اعضائے جسمانی، یعنی آنکھ، ناک، کان اور ہاتھ وغیرہ کے خواص و افعال، انسان کی طرح ہیں لیکن یہ بات کیسے صحیح ہوگی کیونکہ احادیث طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کے خواص و افعال اور عام انسانی خواص و افعال میں کسی طرح یکسانیت و مماثلت نہیں، بلکہ کئی اعتبار سے امتیاز و فرق موجود ہے مثلاً

(۱) آپ کے جسم پاک کا زمین پر سایہ نہیں پڑتا تھا ۱۲ جبکہ عام انسانی جسم کا سایہ زمین پر پڑتا ہے۔ (۲) آپ کے جسم پاک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی ۱۳ جبکہ عام انسانی جسم پر مکھیاں بیٹھتی ہیں۔ (۳) آپ کے جسم کا پسینہ مشک و عنبر سے بہتر ۱۴ جبکہ عام انسانی پسینہ بدبودار ہوتا ہے۔ (۴) آپ کی آنکھیں سوتی تھی اور دل بیدار رہتا تھا ۱۵ جبکہ عام انسان سوتا ہے تو اسکے دل پر تاریکیوں کے پردے پڑ جاتے ہیں۔ (۵) آپ کی آنکھیں بیک وقت آگے پیچھے دیکھتی تھیں ۱۶ انسان صرف اپنے سامنے کی چیزیں دیکھتا ہے۔ (۶) آپ ایسی چیزیں دیکھتے اور ایسی باتیں سنتے ہیں جنہیں دوسرے نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں ۱۷

حاصل کلام یہ کہ اعضائے جسمانی کے خواص و افعال میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں، جو ان خصوصیات یا ان میں سے کسی ایک خصوصیت ہی میں سہی، آپ کے مثل ہو۔ پھر مطلقاً یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ آپ عام آدمی جیسے ہیں۔

تو کیا آپ شرعی احکام میں انسان جیسے ہیں؟ لیکن یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ کتب سیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی احکام میں بھی کوئی انسان آپ کے جیسا نہیں۔ اس لئے کہ

(۱) دن اور رات میں آپ پر چھ نمازیں فرض تھیں یعنی آپ پر تہجد کی نماز بھی فرض تھی، ۱۸

جبکہ آپ کی امت پر صرف پانچ نمازیں فرض ہیں (۲) آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں تھی ۱۹، مگر آپ کی امت صاحب نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ (۳) آپ کے لئے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح کرنا جائز جبکہ مسلمان کے لئے بیک وقت چار سے زیادہ جائز نہیں ۲۰ (۴) آپ کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا ۲۱ جبکہ مسلمان کا کروٹ یا ٹیک لگا کر سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۵) آپ کی بیویوں سے آپ کے وصال کے بعد بھی کوئی دوسرا نکاح نہیں کر سکتا ۲۲، جبکہ ہر مسلمان کی بیوی اپنے شوہر کے مرنے کے بعد عدت گزار کر جس غیر محرم مسلمان سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ (۶) آپ کی ازواج مسلمانوں کی مائیں ہیں، ۲۳ پھر یہ بھی دیکھیں کہ خود حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں **ایکم مثلی** ۲۴ یعنی، تم میں میرا جیسا کون ہے۔ یہاں استفہام انکاری ہے، تو معنی ہوئے تم میں سے کوئی بھی میرے جیسا نہیں۔ دوسرے مقام پر بالکل واضح انداز میں ارشاد فرمایا **لست کاحد منکم** ۲۵ یعنی، میں تم میں سے کسی کے جیسا نہیں۔

پھر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ آپ ﷺ کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے، قرآن پاک تو آپ کی بیویوں کے بارے میں فرما رہا ہے **یٰنسآء النبی لستن کاحد من النسا** ۲۶ یعنی اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

ذرا خیال کریں کہ حضور اکرم ﷺ کی بیویاں، دنیا کی عورتوں کی طرح نہیں، پھر آپ کیونکر عام انسانوں کی طرح ہو سکتے ہیں اس لئے ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے آیت کریمہ کا مفہوم و معنی پر غور کرنا ہے۔

چنانچہ امام رازی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں **امر محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بان یسلک طریقۃ التواضع** ۲۷ یعنی اللہ عزوجل نے حضور اکرم ﷺ کو تواضع کا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے "**انا بشر مثلکم**" خدا کے حکم سے بطور تواضع ارشاد فرمایا ہے۔ اور رب کریم ان کا مالک ہے، وہ اس کے محبوب و مملوک، تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مملوک سے جس طرح چاہے خطاب کرے۔

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "خواجہ را میرسد کہ با بندۂ خود ہر چہ خواہد بگوید و بکند و استیلا و استعلا نماید و بندہ نیز با خواجہ بندگی و فروتنی کند، دیگر را چہ مجال و یاری آنکہ دریں مقام درآید و دخل کند و از حد ادب بیروں رود" ۲۸ یعنی رب کو اختیار ہے کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے اور بندہ بھی اپنے رب کے ساتھ جیسا چاہے تواضع و انکسار سے پیش آئے، دوسرے کو کیا مجال کہ اس معاملہ میں دخل اندازی کرے اور حد ادب سے باہر ہونے کی جرأت کرے۔

پھر یہی شاہ صاحب، آیت مذکورہ اور اس قسم کی دوسری آیتوں کے بارے میں فرماتے ہیں "در حقیقت از قبیل متشابہات اند" ۲۹؎ یعنی حقیقۃً یہ آیتیں متشابہات کے قبیل سے ہیں۔

ان مذکورہ حوالوں سے بخوبی واضح ہو گیا کہ عام امتی کو ہرگز یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ نبی کو اپنی مثل کہے یا خود نبی سے ہمسری کا دعویٰ کرے۔ اگر اسی بنیاد پر کہ قرآن پاک میں "**انا بشر مثلکم**" ارشاد ہے، عام امتیوں کو اس بات کی اجازت مل جائے کہ وہ انبیاء کو اپنی مثل کہے، تو دیکھیں کہ قرآن پاک میں تمام چرند و پرند کے لئے فرمایا گیا، **وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم** ۳۰؎ ترجمہ، اور نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے، مگر تم جیسی امتیں"۔ دیکھئے اس آیت کریمہ میں بھی مثل کا لفظ موجود ہے، تو کیا اس سے یہ استدلال کیا جائیگا کہ انسان بھی گائے، بیل، گدھے، گھوڑے اور چیل کووں جیسا ہے۔ یہ استدلال عقلوں سے کوسوں دور ہے۔ تو ثابت ہوا کہ نبی کو بھی اپنے جیسا نہیں کہا جا سکتا۔

اگر انبیاء کرام کو "اپنے جیسا بشر" کہنے والوں کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو سب سے پہلے ابلیس کا نام ہمارے سامنے آتا ہے جب خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق فرما کر تمام ملائکہ کو سجدۂ آدم کا حکم دیا تو ابلیس کے سوا سارے ملائکہ نے سجدہ کیا، قرآن فرماتا ہے **واذ قلنا للملٰئکة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکفرین** ۳۱؎، ترجمہ، اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا، سوا ابلیس کے، منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ اور رب تبارک و تعالیٰ نے، سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت فرمائی تو اسنے جواب دیا، جس کا تذکرہ قرآن میں اس طرح ملتا ہے۔ "**قال یا ابلیس مالك الا تکون مع السجدین قال لم اکن لاسجد لبشر**" ۳۲؎ ترجمہ، فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا، بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں"

معلوم ہوا کہ ابلیس لعین کی ذات ہی پہلی وہ ذات تھی جس نے ایک مقدس نبی کو بشر کہا پھر اس کی اطاعت میں، اس کے متبعین نے انبیاء کرام کو "اپنے جیسا بشر" کہا چنانچہ قرآن پاک میں حضرت نوح علیہ السلام ۳۳؎ حضر ہود علیہ السلام ۳۴؎ حضرت شعیب علیہ السلام ۳۵؎ کی قوموں اور قوم عاد و ثمود ۳۶؎ کا تذکرہ ملتا ہے کہ انہوں نے انبیائے کرام کو، یوں ہی حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہم السلام کو فرعونیوں نے ۳۷؎ اپنی طرح بشر کہا، ان آیات مقدسہ کی تلاوت کریں اور سوچیں کہ کفار کی بولی اختیار کرنا، کسی مسلمان اور اللہ و رسول کے تابع فرمان کو زیب دیتا ہے؟ ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ مسلمان کفار کی طرز زندگی اختیار نہ کرے بلکہ اپنے بزرگوں کے نقشہ قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔

ان دلائل کو دیکھتے ہوئے اگر " **انما انا بشر مثلکم** " پر غور کریں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رب تبارک وتعالی نے اس فرمان کے ذریعہ چند باتوں کو واضح فرمایا ہے۔

(۱) کافروں نے حضور اکرم ﷺ کی ظاہری شکل وشباہت کو دیکھا، ان کی زندگی کے شب وروز کو دیکھا، ان کے کھانے، پینے اور شادی بیاہ کو دیکھا تو کہنے لگے، یہ تو ہماری ہی طرح انسان ہیں، تو اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کو جواب عطا فرمایا **قل انما انا بشر مثلکم** اے محبوب آپ فرمائیں، میں ظاہری شکل وشباہت میں تو تمہاری طرح انسان ہوں، لیکن ایک بہت بڑا اور واضح فرق یہ ہے " **یوحیٰ الی انما الھکم اللہ واحد** مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ اور یہ وحی، نبی کو عام انسانوں سے ممتاز فرمادیتی ہے، اس طرح اس آیت کریمہ کے ذریعہ انہیں بتایا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اپنی طرح یا معمولی انسان نہ سمجھنا۔

(۲) رسول اکرم ﷺ نے بے شمار معجزات کا اظہار فرمایا انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے فرمادیئے [۳۸] مقام صہبا میں ڈوبا ہوا سورج پلٹایا [۳۹] انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کئے [۴۰] درخت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے [۴۱] جانوروں نے سجدے کئے [۴۲] پتھروں نے آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کیا [۴۳] جنہیں دیکھ کر ممکن تھا کہ لوگ آپ کی بشریت کا انکار کردیتے، کیونکہ اس سے پہلے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا جاچکا تھا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے **وقالت الیھود عزیر ن ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ** [۴۴] ترجمہ " یہودی بولے، عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے " لہٰذا قرآن کے ذریعہ آپ کی زبانی یہ اعلان کروایا گیا کہ میں انسان ہی ہوں، یعنی جیسے تم خدا کی مخلوق ہو، خدا نہیں، میں بھی اس کا بندہ ہوں، خدا یا اس کا بیٹا نہیں ہوں لہٰذا ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم انہیں خدا کا برگزیدہ بندہ ورسول مانیں اور اپنا مالک ومولیٰ جانیں۔ بڑی پیاری بات کہی ایک عاشق رسول نے

لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

امام احمد رضا بریلوی کی تفسیر کو دیکھیں تو، بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ آپ کی تفسیر ائمہ مفسرین اور تقاضائے ایمانی کے عین مطابق ہے۔ امام احمد رضا بریلوی سے سوال کیا گیا، عمرو کا قول ہے کہ حضور ﷺ کی بشریت ہمارے مثل نہ تھی، اور زید نے کہا کہ آپ ہمارے مثل بشر تھے، ان میں کس کا قول صحیح ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔

" عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا، جو کافر کہا کرتے تھے۔ **قالوا ما**

انتم الا بشر مثلنا ۴۵؎ کافر بولے تم تو نہیں، مگر ہم جیسے آدمی، بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے، وہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے، اس لئے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیء ان انتم الا تکذبون ۴۶؎ "تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو"

واقعی جب ان خبثاء کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا، لیکن ان سے زیادہ اندھے وہ کہ وحی نبوت کا اقرار کریں اور پھر اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو "قل انما انا بشر مثلکم" سوجھا اور "یوحیٰ الی" نہ سوجھا ج، وغیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے، زید نے اتنا ہی پکڑ لیا جو کافر لیتے تھے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے، وہ ظاہر صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں، جس سے مقصود خلق خدا کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا، ولھذا ارشاد فرماتا ہے ولو جعلنٰہ ملکا لجعلنٰہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون ۴۷؎ اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کر کے بھیجتے، جب بھی اسے مرد بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں"

ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل سمجھنا، ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا، ظاہر بینوں، کور باطنوں کا دھوکا ہے۔ یہ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

ہمسری با اولیاء برداشتند
انبیاء را ہمچو خود پنداشتند

(اولیاء سے ہمسری بتاتے اور انبیاء کو اپنے جیسا گمان کرتے ہیں)

ان کا کھانا، پینا، سونا، یہ افعال بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں، حاشا لست کاحد کم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی "۴۸؎ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے" ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت و تعلیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ، لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں، جیسے ان کا سہو ونسیان، حدیث میں ہے انی لا انسی ولکن انسی لیستن ۴۹؎ میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو۔

امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ "مدخل" میں فرماتے ہیں، یعنی "رسول اللہ ﷺ، احوال بشری، کھانا، پینا، سونا، جماع، اپنے نفس کریم کے لئے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس

دلانے کے لئے کہ ان کے افعال میں حضور کی اقتدا کریں، کیا نہیں دیکھتا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا سے خوشبو، عورتوں سے محبت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ میں نے انہیں دوست رکھا۔ اور فرمایا تمہاری دنیا سے، تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ کہ اپنے نفس کریم کی طرف ﷺ

معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے، جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔ تو حضور اقدس ﷺ کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے، تو حضور اقدس ﷺ کے، یہ افعال بشری، محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے، نہ یہ کہ حضور کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ انہیں اوصاف جلیلہ وفضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا ''اس رسول کو کیا ہوا، کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے''۔

عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس ﷺ نے اپنی طرف سے نہ فرمایا، بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے۔ جس کی حکمت تعلیم تواضع وتانیس امت وسد غلو نصرانیت ہے۔ اول ودوم اور سوم کے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا۔ پھر فضائل محمد یہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ یہاں اس غلو کے سد باب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو میں تم جیسا بشر ہوں، خدا یا خدا کا بیٹا نہیں، ہاں ''یوحی الی'' رسول ہوں۔ دفع افراط نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ (میں تم جیسا بشر ہوں) تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لئے دوسرا ''**یوحیٰ الی**'' رسول ہوں، کلمہ ایسی نظیر ہے، جو دوسری جگہ ارشاد ہوا،[50] **قل سبحن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا**[51]

## حواشی

1) القرآن الحکیم، سورۂ کہف، آیت ۱۱۰
2) مولانا اشرفعلی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، جلد ۶، ص ۱۳۸، تاج پبلشرز، دہلی ۱۹۷۴ء
3) مولانا اشرفعلی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، جلد دہم، ص ۵۱، تاج پبلشرز، دہلی ۱۹۷۴ء
4) مولانا شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ص ۴۰۶، مطبوعہ مدینہ منورہ ۱۹۹۳ء
5) مولانا شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ص ۶۳۴، مطبوعہ مدینہ منورہ ۱۹۹۳ء

۶) مولانا ثناءاللہ امرتسری،، تفسیر ثنائی ص ۳۶۴، ثناءاللہ امرتسری اکیڈمی، دہلی، سنہ طبع ندارد

۷) مولانا ثناءاللہ امرتسری، تفسیر ثنائی ص ۵۷۰، ثناءاللہ امرتسری اکیڈمی، دہلی، سنہ طبع ندارد

۸) حافظ صلاح الدین یوسف، تفسیر احسن البیان اردو ص ۲۸۷، دارالسلام لاہور، سنہ ۱۹۹۸ء

۹) حافظ صلاح الدین یوسف، تفسیر احسن البیان اردو ص ۱۱۱۹، دارالسلام لاہور، سنہ ۱۹۹۸ء

۱۰) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن جلد سوم ص ۵۰، مرکزی اسلامی، دہلی ۱۹۸۹ء

۱۱) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن جلد چہارم، ص ۴۴۱، روبی پرنٹنگ پریس، دہلی، سنہ ۱۹۸۶ء

۱۲) علامہ قاضی عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء جلد اول ص ۳۶۸، مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، سنہ طبع ندارد

۱۳) علامہ قاضی عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء جلد اول ص ۳۶۸، مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، سنہ طبع ندارد

۱۴) امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری صحیح مسلم جلد ثانی ص ۲۵۷، سیما آفسیٹ، دہلی سنہ ۱۳۹۸ھ

۱۵) (الف) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد اول، ص ۱۵۴، فاروقیہ بکڈپو، دہلی، سنہ طبع ندارد

(ب) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی جلد دوم ص ۵۹، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، سنہ طبع ندارد

۱۶) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری جلد اول، ص ۵۹ و ۱۰۲، فاروقیہ بکڈپو، دہلی، سنہ طبع ندارد

۱۷) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی جلد دوم ص ۵۵، کلاسیکل پرنٹرس، دہلی، سنہ طبع ندارد

۱۸) شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (مترجم) جلد دوم ص ۲۷۴، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی سنہ ۱۹۸۸ء

۱۹) (الف) علامہ سید ابن عابدین شامی، ردالمحتار علی الدرالمختار جلد سوم، ص ۱۷۰، مکتبہ زکریا دیوبند سنہ ۱۹۹۶ء

(ب) امام جلال الدین سیوطی، الخصائص الکبریٰ جلد ثانی ص ۲۴۱، مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، سنہ طبع ندارد

۲۰) القرآن الحکیم، سورۂ نساء آیت ۳

۲۱) امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری صحیح مسلم جلد اول، ص ۲۶۰، سیما آفسیٹ پریس، دہلی سنہ ۱۳۹۶ھ

۲۲) القرآن الحکیم، سورۂ احزاب آیت ۵۳
۲۳) القرآن الحکیم، سورۂ احزاب آیت ۶
۲۴) امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری صحیح مسلم جلد اول، ص ۳۵۱، سیما آفسیٹ پریس، ادہلی ۱۳۹۶ھ
۲۵) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی جلد اول ص ۹۷، کلاسیکل پرنٹرس، دہلی، سنہ طبع ندارد
۲۶) القرآن الحکیم، سورۂ احزاب آیت ۳۲
۲۷) امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر جلد پنجم ۵۱۶
۲۸) شاہ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ جلد اول، ص ۸۳، مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، سنہ طبع ندارد
۲۹) شاہ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ جلد اول، ص ۸۲، مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، سنہ طبع ندارد
۳۰) القرآن الحکیم، سورۂ انعام آیت ۳۸
۳۱) القرآن الحکیم، سورۂ بقرہ آیت ۳۴
۳۲) القرآن الحکیم، سورۂ حجر آیت ۳۲، ۳۳
۳۳) القرآن الحکیم، سورۂ ہود آیت ۲۷
۳۴) القرآن الحکیم، سورۂ مومنون، آیت ۳۳ و ۳۴
۳۵) القرآن الحکیم، سورۂ شعراء آیت ۱۸۶
۳۶) القرآن الحکیم، سورۂ ابراہیم آیت ۱۰
۳۷) القرآن الحکیم، سورۂ مومنون، آیت ۴۵ تا ۴۷
۳۸) (الف) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری جلد اول، ص ۵۱۳، ایضاً جلد دوم ص ۲۲۷ فاروقیہ بکڈپو، دہلی، سنہ طبع ندارد
(ب) امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری صحیح مسلم جلد ثانی ص ۲۷۳
۳۹) امام جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، جلد دوم، ص ۸۲، مرکز اہلسنت برکات رضا، پور بندر، سنہ طبع ندارد
۴۰) (الف) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری، جلد اول، ص ۵۴، فاروقیہ بکڈپو، دہلی، سنہ

طبع ندارد

(ب) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی جلد دوم ص ۲۰۴، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، سنہ طبع ندارد

(ج) امام ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم ص ۵۳۲، ۵۳۷، ۵۳۸، مطبوعہ، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۰۷ھ

۴۱) (الف) امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم ص ۵۴۱

(ب) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی جلد دوم ص ۲۰۳، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، سنہ طبع ندارد

۴۲) امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد اول، ص ۲۸۳، مطبوعہ، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۰۷ھ

۴۳) (الف) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی جلد دوم ص ۲۰۳، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، سنہ طبع ندارد

(ب) امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم ص ۵۴۰، مطبوعہ، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۰۷ھ

۴۴) القرآن الحکیم، سورۂ توبہ آیت ۳۰

۴۵۔۴۶) القرآن الحکیم، سورۂ یٰس آیت ۱۵

۴۷) القرآن الحکیم، سورۂ انعام، آیت نمبر ۹

۴۸) امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری صحیح مسلم جلد اول ص ۳۵۱ و ۳۵۲، سیما آفسیٹ پریس، دہلی، ۱۳۹۶ھ

۴۹) امام مالک بن انس، موطا امام مالک ص ۸۴، کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند سنہ طبع ندارد

۵۰) القرآن الحکیم، سورۂ بنی اسرائیل آیت ۹۳

۵۱) امام احمد رضا بریلوی، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۱۴، ص ۶۶۲ تا ۶۶۵، مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، ۲۰۰۶ء

---

# کنز الایمان: اپنے مفسرین کی نظر میں

—— مولانا محمد ادریس رضوی، ایم اے، ممبئی

حضرت علامہ، مولانا مفتی، الشاہ امام احمد رضا نے اپنے ترجمہ قرآن کا تاریخی نام "کنز الایمان" رکھا۔ یعنی "ایمان کا خزانہ" اس ترجمۂ قرآن پر تفسیر لکھنے کے لئے وہی عالم، وہی مفتی، وہی علامہ، وہی مفسر اٹھے جو اعتقاد میں امام احمد رضا کے معتقد و مقلد تھے اور ہیں۔ مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ مترجم کے ترجمہ سے اتفاق رکھتا ہو، ساتھ ہی مندرجہ ذیل علوم پر اسے عبور حاصل ہو، مثلاً صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، ادب، لغت، فلسفہ، حساب، جیومٹری، فقہ، تفسیر، حدیث، علم کلام، جغرافیہ، تاریخ، تصوف، جدل و مناظرہ، علم فرائض وغیرہ۔ ورنہ تفسیر نقل، چربہ اور سرقہ خوئی کا پلندہ بن کر رہ جائے گی۔

"کنز الایمان" پر سب سے پہلے علامہ و مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی نے "خزائن العرفان" یعنی "خداشناسی کے خزانے" تفسیر تحریر فرمایا جو کنز الایمان کے حاشیے پر شائع ہوتی ہے اور عام و خاص میں مقبول ہے۔

دوسری تفسیر مفتی محمد یار خان نعیمی بدایونی کی "نور العرفان فی حاشیۃ القرآن" المعروف تفسیر نعیمی ہے، یہ بھی "کنز الایمان کے حاشیے پر شائع ہوئی ہے، مفسر موصوف کی دوسری تفصیلی تفسیر "اشرف التفاسیر" ہے۔ جس کی آٹھ جلدیں راقم کے پیش نظر ہے۔ دیگر تفاسیر کے تذکرے بعد میں ہوں گے۔

ترجمہ سے تفسیر میں مطابقت ہونا ضروری ہے، ورنہ تفسیر کا مقصد فوت ہو کر رہ جائے گا آیات کے نزول کے مقصد کے ساتھ ساتھ ترجمے کی گہرائی اور گیرائی سے مفسر کا واقف ہونا ضروری ہے۔"

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام برحق' اس میں سچ کے علاوہ جھوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے تو ترجمہ کے پس منظر میں سچائی کو تلاش کرنا اور صحیح صحیح بیان کرنا مفسر کا کام ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ربی ہے: الذین اتینھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ وان

فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔ سورہ البقرہ آیت ۱۴۶۔

ترجمہ:۔ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی، وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے، اور بیشک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔ ۱

آیت میں نبی کا ذکر نہیں ہے اور ترجمہ میں نبی کا تذکرہ ہے۔ "یعرفونہ" وہ، انہیں خوب پہچانتے ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون کس کو پہچانتا ہے؟ خلاصہ نہیں ہے، اس لئے بعض مترجمین جیسے مولانا محمد جوناگڑھی نے آیت کا ترجمہ کیا کہ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ تو اسے ایسا پہچانتے ہیں، جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے، اُن کی ایک جماعت حق کو پہچان کر پھر چھپاتی ہے۔ ۲

مولانا محمد جوناگڑھی کے ترجمہ میں "وہ" "اُسے" اشارہ بعید کے الفاظ ہیں۔ اس لئے مولانا محمد جوناگڑھی کے ترجمہ پر تفسیر لکھنے والے "مولانا صلاح الدین یوسفی نے بھی اسکا خلاصہ کیا ہے کہ "اُسے" سے کون سی ذات مراد ہے، یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔ "یعرفونہ" کے بعد یعرفونَ کی خبر کس کی طرف لوٹتی ہے؟ جیسا تو ویسا میں کی طرح یہ حاشیہ چڑھا دیا ہے کہ وہ یہاں اہل کتاب کے ایک فریق کو حق کے چھپانے کا مجرم قرار دیا ہے کیونکہ ان میں ایک فریق عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے لوگوں کا بھی تھا جو اپنے صدق وصفائے باطنی کی وجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۳

تفسیر میں لفظ "وہ" کا خلاصہ ہو گیا یعنی "اہل کتاب"، لیکن لفظ "اُسے" کا خلاصہ نہیں ہوا، اسی طرح شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نے آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ "جن کو ہم نے کتاب دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اُس کو جسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو، اور بیشک ایک فرقہ اُن میں سے، البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر۔ ۴

یہاں بھی لفظ "اُس" اشارہ سے کام لیا گیا ہے "یعنی پہچانتے ہیں اُس کو" اور "کنزالایمان" کا ترجمہ ہے کہ "وہ، اُس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں" "الخ" ترجمہ کا سیاق وسباق کیا ہے روایتیں کیا بتاتی ہیں کنزالایمان کے مفسرین نے اس ضمن میں کیا تحریر فرمایا ہے۔ "کنزالایمان" کے ترجمہ کو کس طرح واضح کیا ہے وہ یہاں ملاحظہ کریں۔ حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی نے آیت کا ترجمہ "جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "یعنی علماء یہود ونصاری" آگے لکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کتب سابقہ میں، نبی آخر الزماں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ایسے واضح اور صاف بیان کئے گئے ہیں، جن میں علماء اہل کتاب کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاتم الانبیاء ہونے میں کچھ شک وشبہ باقی نہیں رہ سکتا اور وہ حضور کے اس منصب عالی کو کامل یقین کے ساتھ جانتے ہیں، احبار یہود میں سے عبداللہ بن سلام مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ آیۃ ''یَعْرِفُوْنَہٗ''میں جو معرفت بیان کی گئی ہے، اس کی کیا
شان ہے، انہوں نے فرمایا کہ اے عمر (رضی اللہ عنہ) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بے
اشتباہ پہچان لیا اور میرا حضور کو پہچاننا اپنے بیٹوں کے پہچاننے سے بدرجہا زیادہ اتم و اکمل ہے،
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیسے؟ انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور، اللہ کی طرف
سے اس کے بھیجے رسول ہیں، اُن کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب توریت میں بیان فرمائے
ہیں، بیٹے کی طرف سے ایسا یقین کس طرح ہو، عورتوں کا حال ایسا قطعی کس طرح معلوم ہو سکتا ہے،
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا سر چوم لیا۔ ۵

ترجمہ کی روشنی میں، حضرت مفسر قرآن نے تفسیر لکھتے ہوئے ترجمہ کا حق ادا کر دیا، تفسیر کی
روشنی میں بالکل واضح ہو گیا کہ ''کنز الایمان'' کا ترجمہ ''وہ، اُس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں'' قرآن کے سیاق
و سباق کی عمدہ ترجمانی ہے، اس لئے علامہ احمد یار خان نعیمی تحریر فرماتے ہیں کہ اردو تفاسیر میں سب سے
بہتر تفسیر ''خزائن العرفان'' مصنفہ حضرت مرشدی استاذی صدر الافاضل مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین
صاحب قبلہ مرادآبادی دام ظلہ ہے۔ اور اردو ترجموں میں نہایت اعلیٰ اور بہتر، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا
ترجمہ ''کنز الایمان'' ہے، آگے مزید تحریر فرماتے ہیں کہ۔ اسی (کنز الایمان) پر یہ تفسیر ہے۔ ۶

مفتی احمد یار خان خود مترجم ہیں، لیکن تفسیر لکھنے کے لئے آپ نے ''کنز الایمان کا انتخاب
فرمایا۔ آپ نے ہر آیت کے تحت پہلی آیت سے تعلق ''کنز الایمان'' کی روشنی میں ''تفسیر، خلاصہ
تفسیر، فائدے، اعتراض مع جواب اور تفسیر صوفیانہ وضروری مسائل پر مبنی بہترین تفسیر تحریر فرمایا ہے،
آیت مذکور کی تفصیل میں اعتراض مع جواب اور تفسیر صوفیانہ وضروری مسائل پر مبنی بہترین تفسیر تحریر
فرمایا ہے، آیت مذکور کی تفصیل میں جاؤں اور پوری تفسیر لکھوں تو کئی صفحات ہو جائیں گے، لہذا
''کنز الایمان'' کی روشنی میں صرف ''یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ'' کی پہلے تفسیر ملاحظہ فرمایئے اور
دیکھئے کہ اعلیٰ حضرت کا کنز الایمان کتنا ایمان افروز ہے، اور کنز الایمان کے مفسرین نے کنز الایمان
کو کتنا پسند فرمایا ہے۔

## مفتی احمد یار خاں کی تفسیر:

وہ ''یَعْرِفُوْنَہٗ'' انہیں پہچانتے ہیں، رہے ان کے جاہل وہ اپنی کتاب ہی سے بے خبر ہیں
وہ اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پہچانوں اور علامتوں کو کیا جانیں جو ان میں بیان ہوئیں، خیال
رہے کہ تفسیر مدارک نے فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ سے آخر جملہ تک ظالمین کی صفت ہے جو پہلی آیت میں
ہوا یعنی تم اُن ظالموں میں سے ہو جاؤ گے جن میں یہ عیوب ہیں۔ باقی مفسرین کے کلام سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ علیحدہ جملہ ہے کہ اَلَّذِیْنَ مبتدا اور یَعْرِفُوْنَہٗ خبر، یہ بھی خیال رہے کہ یہ ضمیر یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ رہی ہے کہ آپ کا ذکر وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ میں ہو چکا ہے، یا کعبہ معظمہ کی طرف، یا تبدیلی قبلہ کی طرف، مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے (تفسیر کبیر) کیونکہ آئندہ بیٹوں سے تشبیہ دی جا رہی ہے، یعنی علماء کتاب کعبہ معظمہ کے قبلہ ہونے، یا تبدیل قبلہ، یا اس پیغمبر آخرالزماں کی صرف صورت پاک ہی دیکھ کر ایسا پہچانتے ہیں، کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں کہ اگر ہزار بچوں میں بھی کھڑا ہو تو پہچان جاتے ہیں کہ میرا بیٹا وہ ہے اور کسی وقت بھی تردید نہیں کرتے کہ شاید یہ میرا بچہ نہ ہو کوئی اور ہو، بلکہ دور سے اس کی آواز سُن کر چال ڈھال دیکھ کر بھی پہچان لیتے ہیں کہ یہ میرے بچے کی گفتار ہے، یا اسی کی سی رفتار ہے، ایسے ہی اس پیغمبر کی شکل وشباہت، رفتار و گفتار بلکہ ہر ہر ادا سے ان کی نبوت ظاہر ہو رہی ہے۔ اُن کے یہ ساری صفات پچھلی کتابوں میں موجود ہیں، اُن کے ظہور کا تو یہ کمال، مگر اُن کا تو یہ حال کہ ان میں ایک گروہ تو ایمان لے آیا، جیسے عبداللہ ابن سلام اور کعب احبار وغیرہ، خیال رہے کہ ہم کو بھی کچھ لوگ جانتے ہیں اور حضور کو بھی، مگر ان دونوں پہچانوں میں چار طرح فرق ہے، ایک یہ کہ ہم کو ہماری پیدائش سے پہلے کوئی نہ پہچانتا تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ سے سب پہچانتے تھے، پہلے انسان آدم علیہ السلام نے پیدا ہو کر پہلے حضور کے چرچے قیامت بلکہ ابدالاباد تک ہوتے رہیں گے، اُن کی دھومیں مچی رہیں گی، تیسرے یہ کہ ہم کو پیدا ہونے کے بعد بھی صرف انسان ہی پہچانتے ہیں، مگر حضور کو ساری خدائی پہچانتی ہے اور حضور کی اطاعت کرتی ہے۔ چوتھے یہ کہ ہم کو انسان بھی تھوڑے پہنچتے ہیں، مگر حضور کی ولادت کی خبر سارے جہاں میں ایسی دیدی گئی کہ سبحان اللہ شکم مادر میں آتے ہی عالمگیر بارش ہوئی پارسیوں کا پرانا آتشکدہ بجھ گیا، قصر کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے وغیرہ وغیرہ۔ غرضکہ ساری دنیا میں اُن کی تشریف آوری کی اطلاع دے دی گئی۔ ے

کنزالایمان کا یہ ترجمہ ''وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں'' کو اس کے مفسرین نے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، یہاں مفسر قرآن مفتی احمد یار خاں نے صرفی اور نحوی بحث کے ذریعہ ثابت فرمادیا کہ ''یَعْرِفُوْنَہٗ'' کا ترجمہ ''وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں'' میں لفظ ''نبی'' بالکل صحیح اور درست ہے کہ نبی کے متعلق ہی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، لیکن بعض مترجمین اور مفسرین نے صرف اشارے کنائے سے کام لے کر نکل گئے۔ اعلیحضرت نے اس کو واضح فرمایا اور کنزالایمان کے مفسرین نے اس کی توضیح فرمائیں، علامہ نعیمی اسی آیت سے متعلق خلاصہ تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ''روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے نزول کے بعد

حضرت عبداللہ ابن سلام سے پوچھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح جانتے ہو اور اس آیت ''یَعْرِفُوْنَهٗ'' میں معرفت بیان کی گئی، اس کی کیا شان ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں حضور پر اپنے فرزند سے بھی زیادہ یقین رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ عرض کیا کہ حضور کے اوصاف اُن کے معجزات اُن کی علامات ہماری کتابوں کی گواہیاں آپ پر یقین دلا رہی ہیں، اپنے فرزند پر یہ یقین کہاں، نہ معلوم کہ اس کی ماں نے کیا کیا ہو، دوسرے کے فرزند کو برا کہہ دیا ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کا سر چوم لیا'' ۔تفسیر کبیر و عزیزی و خزائن و عرفان ۔ ۸

آپ نے خلاصۂ تفسیر میں بھی ثابت فرما دیا کہ کنز الایمان کا ترجمہ، روایات و واقعات و تاریخ کی روشنی میں بالکل درست ہے کہ تفسیر کبیر و عزیزی وغیرہ نے اسی پر اتفاق کیا ہے، بعض مترجمین و مفسرین نے کینہ و بغض اور حسد کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کو چھپانے کی کوششیں کی ہیں، اس لئے موصوف نے فائدے کے عنوان میں ساتواں فائدہ کے تحت لکھتے ہیں۔ ''حضور کے اوصاف چھپانا، کبھی ان کا ذکر نہ کرنا بدترین گناہ ہے، جس میں علماء یہود گرفتار تھے، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج حضور کے اوصاف بیان نہیں کرتے اور یہ حضور کی نعت خوانی سے لوگوں کو ہزار حیلوں، بہانوں سے روکتے ہیں، اُن کے اوصاف بیان کرنا بہترین عبادت ہے۔ شعر

حی باقی جس کی کرتا ہے ثنا مرتے دم تک اُس کی مدحت کیجئے
جس کا حُسن اللہ کو بھا گیا، ایسے پیارے سے محبت کیجئے

تفسیر اعتراض مع جواب کے ذیل میں مفسر علیہ الرحمہ نے چھ اعتراض قائم کئے ہیں۔ تیسرا اعتراض کے عنوان میں رقم کیا ہے کہ یہاں کیوں نہ فرمایا گیا کہ ''كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَنْفُسَهُمْ'' جیسا کہ وہ اپنے آپ کو جانتے ہیں۔ اپنی پہچان زیادہ قوی ہے۔

جواب:- اس لئے کہ اپنی پہچان دنیا میں آکر کچھ ہوش سنبھال کر ہوتی ہے، ماں کے پیٹ اور شروع ولادت میں اپنی خبر نہیں ہوتی مگر بیٹے کے نطفہ قائم ہوتے ہی باپ اس کو پہچانتا ہے اور بچپن سے اس کے نام و اوصاف سے واقف ہوتا ہے۔ علماء اہل کتاب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ولادت سے پہلے سے جانتے اور لوگوں کو خوشخبریاں دیا کرتے تھے بلکہ اُن کے نام، کام سے باخبر تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے ہی فرما چکے تھے۔ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ (۸)

غرضکہ ''مفسر موصوف نے ہر جگہ اپنی تفسیر میں ''ترجمہ کنز الایمان، کے ایمان افروز، روح افزا، نفیس اور اعلیٰ ترجمہ کے خطوط پر ہی کام کیا۔ اتباع کی، سراہا اور ترجمہ کے کمال کو بتایا ہے۔

لوگوں کی خوب سنتے ہیں:

"سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ"(المائدة آیت ۴۱) سے

اس ایک جز کا مولانا محمد جوناگڑھی نے ترجمہ کیا ہے یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو غلط باتیں سننے کے عادی ہیں اوران لوگوں کے جاسوس ہیں"۔

مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری نے ترجمہ کیا۔"ان کی وجہ سے غمناک نہ ہونا، یہ غلط باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرتے پھرتے ہیں"۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے ترجمہ کیا۔"جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کو اور جاسوس ہیں دوسری جماعت کے" مولانا محمود الحسن صاحب نے ترجمہ کیا۔"جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لئے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے"

مذکورہ چاروں مترجمین نے "سمّٰعون" کا ترجمہ "جاسوس اور جاسوسی" کیا ہے، اس کے برعکس اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے ترجمہ کیا۔"جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں"۔ یہاں "سمّٰعون" کا ترجمہ "خوب سننا" کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا چاروں مترجمین اور امام رضا کے ترجمے میں فرق کیا ہیں اور کس بنیاد پر حضرت رضا کے ترجمہ کو فوقیت حاصل ہے۔ کنزالایمان کے مفسر مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔"ماشاءاللہ حضرت مترجم قدس سرہ نے بہت صحیح ترجمہ فرمایا۔ اس مقام پر بعض مترجمین ومفسرین سے لغزش واقع ہوئی۔ انہوں نے 'لقوم' کے لام کو علت قرار دے کر آیت کے معنی یہ بیان کئے کہ منافقین ویہود اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں سنتے ہیں، آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر کر سنتے ہیں جس کے وہ جاسوس ہیں، مگر یہ معنی صحیح نہیں اور نظم قرآنی اس سے بالکل موافقت نہیں فرماتی، بلکہ یہاں لامِ کے معنی میں ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں خوب سنتے ہیں اور لوگوں یعنی یہودِ خیبر کی باتوں کو خوب مانتے ہیں۔ جن کے احوال کا آیت شریف میں بیان آرہا ہے(تفسیر ابوالسعو دو جمل)۔(۹)

ترجمہ سے متعلق مفسر رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت خوب ہے کہ آپ نے علمی نکات سے ظاہر فرمادیا کہ "کنزالایمان" واقعی ایمان کا خزانہ ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ ترجمہ اور تفسیر لکھنا سب کے بس کی بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے کلام کا ترجمہ لکھنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی توفیق کا شامل حال ہونا ضروری ہے۔

اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں

(۵) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ آیت ۵۵۔ سورۃ المائدہ۔

تمہارے دوست نہیں، مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے، کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں (۱۰)

کنزالایمان میں "وَهُمْ رَاكِعُونَ" کا ترجمہ ہے "اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں" اس پر مفسر موصوف لکھتے ہیں: جملہ وَهُمْ رَاكِعُونَ "دو وجہ رکھتا ہے ایک یہ کہ پہلے جملوں پر معطوف ہو دوسری یہ کہ حال واقع ہو پہلی وجہ اظہر و اقویٰ ہے اور حضرت مترجم قدس سرہ کا ترجمہ بھی اسی کے مساعد ہے (جمل عن المسلمین) دوسری وجہ ہر دو احتمال ہیں ایک یہ يُقِيمُونَ وَيُؤْتُونَ دونوں فعلوں کے فاعل سے حال واقع ہو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ وہ بخشوع و تواضع نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں (تفسیر ابوالسعود) دوسرا احتمال یہ ہے کہ صرف يُؤْتُونَ کے فاعل سے حال واقع ہو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور متواضع ہو کر زکوٰۃ دیتے ہیں (جمل) بعض کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی، وہ انگشتری انگشت مبارک میں ڈھیلی تھی، بے عمل کثیر کے نکل گئی لیکن امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس کا بہت شد و مد سے رد کیا ہے اور اس کے بطلان پر بہت وجوہ قائم کیے ہیں۔ (۱۱)

مفسر علیہ الرحمۃ نے "وَهُمْ رَاكِعُونَ" ترجمہ۔ اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں" کو سراہ کر علمی بحث فرمایا ہے آخر کیوں؟ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس بات کے لئے دیگر تراجم کو پیش نظر رکھنا ہوگا کہ فتح محمد خان جالندھری نے مذکورہ جملہ کا ترجمہ کیا ہے۔ "اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں"۔

مولانا محمد جونا گڑھی نے ترجمہ کیا ہے کہ "اور رکوع (خشوع وخضوع) کرنے والے ہیں"۔

موصوف نے پوری آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ۔ "(مسلمانوں) تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں، جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں"۔ لیکن وَهُمْ رَاكِعُونَ کا ترجمہ وہ کیا جو آپ نے اوپر ملاحظہ فرمایا ہے۔ اگر رکوع سے خشوع وخضوع کرنے والے ہیں جبکہ موصوف ہی کے معنی پر جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں" پر "خشوع وخضوع کرنے والے ہیں" عجیب سا لگ رہا ہے۔

مفسر قرآن مفتی احمد یار خان کے مطابق خشوع وخضوع ہی مراد ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں "وَهُمْ رَاكِعُونَ" واؤ عاطفہ ہے اور جملہ يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ پر معطوف ہو کر الَّذِيْنَ کا صلہ ہے، جملہ اسمیہ معطوف ہو سکتا ہے، جملہ فعلیہ پر یا واؤ حالیہ ہے اور یہ جملہ يُقِيْمُوْنَ اور يُؤْتُوْنَ دونوں فعلوں کے فاعل هُمْ کا حال ہے یا صرف يُؤْتُوْنَ کے فاعل سے رَاكِعُوْنَ بنا

ہے، رکوع سے ظاہر یہ ہے کہ یہاں رکوع بمعنی عجز و نیاز اور دلی خشوع و خضوع ہے، جیسے رب تعالیٰ نے جناب مریم سے فرمایا وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ۔ (۱۲)

موصوف کی تفسیر کی روشنی میں بھی ''اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں'' صحیح ہے کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں فعلوں کے فاعل ہم کا حال ہے۔

موصوف مفسر علیہ الرحمۃ خلاصۂ تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ''اے مسلمانو اگر تم سے یہود الگ ہو گئے، تمہارے مومن ہو جانے کی وجہ سے تو کیوں گھبراتے ہو، تم تو اس سودے میں بڑے نفع میں رہے۔ تمہارا دوست، مددگار محبوب اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ سارے مسلمان ہیں جو نمازیں قائم رکھتے، زکوٰۃ دیتے ہیں ان کے دل میں خشوع و خضوع عجز و نیاز کا دریا موجیں مارتا ہے۔ (۱۳)

دریا موجیں مارتا ہے، اور ترجمہ! اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں'' کے صحیح ہونے کی دلالت کرتا ہے، ورنہ خشوع و خضوع کرنے والے ہیں'' پر ہوگا'' دریا موجیں مارنے والا ہے'' جو کہ صحیح نہیں ہوگا۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی'' امام فخر الدین رازی اور مفتی احمد یار خاں نعیمی نے بھی اس کی تردید کی ہے اور مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے نقل کیا ہے۔ ان سب سے قطع نظر بعض کے قول کے مطابق روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اعلیٰ حضرت کا ترجمہ حق ہے کہ ''اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں'' اور اسی حال میں انگشتری صدقہ میں دے دی۔

بے جا خرچ اور اسراف میں فرق:

وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔ ترجمہ! اور بے جانہ خرچو، بے شک بے جا خرچنے والے اُسے پسند نہیں۔ (۱۴)

''وَلَا تُسْرِفُوا'' کا ترجمہ اور بے جانہ خرچ کرو'' پر اظہار پسندیدگی فرماتے ہوئے مفسر قرآن علامہ سید محمد نعیم الدین علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں ''حضرت مترجم قدس سرہٗ نے اسراف کا ترجمہ بے جا خرچ کرنا فرمایا، نہایت ہی نفیس ترجمہ ہے، اگر کل مال خرچ کر ڈالا اور اپنے عیال کو کچھ نہ دیا اور خود فقیر بن بیٹھا تو سدی کا قول ہے کہ یہ خرچ بے جا ہے اور اگر صدقہ دینے ہی سے ہاتھ روک لیا تو یہ بھی بے جا اور داخل اسراف ہے جیسا کہ سعید ابن میتب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سفیان کا قول ہے کہ اللہ کی اطاعت کے سوا اور کام میں جو مال خرچ کیا جائے وہ قلیل بھی ہو تو اسراف ہے، زہری کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ معصیت پر خرچ نہ کرو، مجاہد نے کہا کہ حق اللہ میں کوتاہی کرنا اسراف ہے اور اگر ابو قبیس سونا ہو اور اس تمام کو راہِ خدا میں خرچ کر دو تو اسراف نہ ہو

اور ایک درہم معصیت میں خرچ کرو تو اسراف۔ (۱۵)

اس سلسلہ میں علامہ احمد یار خاں نعیمی کی تفسیر بھی اعلیٰ حضرت کے ترجمے کی روشنی میں بہت طویل ہے۔ صرف عنوان کے تحت آیت کے جز کا ترجمہ کی روشنی میں مختصر تفسیر پیش نظر کر رہا ہوں، لکھتے ہیں:

"وَلَا تُسْرِفُوا" اس عبارت کی بھی بہت سی تفسیریں ہیں، جن میں سے ہم صرف دو تفسیریں عرض کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ زکوٰۃ دو، مال برباد نہ کرو کہ ساری پیداوار لٹاؤ بال بچوں کے لئے کچھ نہ رکھو جیسا کہ شان نزول میں عرض کیا گیا، دوسرے یہ کہ تم پکنے سے پہلے ان کے پھل کھا تو سکتے ہو مگر زکوٰۃ سے بچنے کے لئے بیجا فضول خرچ نہیں کر سکتے۔ صرف بقدر ضرورت کچھ لینے کی اجازت ہے۔ تبذیر حرام کاموں میں خرچ اسی لئے تبذیر والوں کے متعلق ارشاد ہے کہ مبذرین شیاطین کے بھائی ہیں۔ اسراف والوں کے لئے ارشاد ہے اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ یہ عبارت "وَلَا تُسْرِفُوا" کی علت ہے یعنی فضول خرچی اس لئے نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچیوں کو پسند نہیں کرتا اور بعض کو ناپسند کرتا ہے ان سے ناراض ہے "سرق" کے لغوی معنی ہیں حد سے بڑھنا، اس لئے گناہوں کو بھی سراف کہا گیا ہے۔ واسرافنا فی امرنا۔ (۱۶)

## نبی اُمّی کے معنیٰ:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (الخ)۔ ۱۷

اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے مولانا محمد جونا گڑھی نے "النّبی" کا ترجمہ "نبی" اور اُمّی کا ترجمہ امی ہی لکھا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی "نبی" معنی "نبی" اور "اُمّی" کے معنی "اُمّی" ہی لکھا ہے۔ مولانا محمود الحسن اور مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بھی "نبی" کا معنی "نبی" اور "اُمّی" کا معنی "اُمّی" ہی لکھا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے "نبی" کا ترجمہ! غیب کی خبریں دینے والے" اور "اُمّی" کا ترجمہ "بے پڑھے" لکھا ہے۔ یعنی مذکورہ عبارت کا ترجمہ اس طرح سے تحریر فرمایا ہے۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی"۔ اس ترجمہ پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے مفسر قرآن علامہ نعیم الدین مرادآبادی تحریر فرماتے ہیں:

> "...آپ کی توصیف میں نبی فرمایا گیا اس کا ترجمہ حضرت مترجم قدس سرہ نے (غیب کی خبریں دینے والے) کیا ہے اور یہ نہایت ہی صحیح ترجمہ ہے کیونکہ نبا خبر کو کہتے ہیں جو مفید علم ہو اور شائبہ کذب سے خالی ہو قرآن کریم میں یہ لفظ اہل معنی میں بکثرت مستعمل ہوا ہے ایک جگہ ارشاد ہوا: قُلْ ھُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا۔ تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ ایک جگہ فرمایا: فَلَمَّآ اَنْبَاَھُمْ

بِاُسْمَائِہِم ۔اور بکثرت آیات میں یہ لفظ اس معنی میں وارد ہوا ہے، پھر یہ لفظ یا فاعل کے معنی میں ہوگا یا مفعول کے معنی میں، پہلی صورت میں اس کے معنی غیب کی خبریں دینے والے۔اور دوسری صورت میں اس کے معنی ہوں گے ''غیب کی خبریں دیئے ہوئے۔اور دونوں معنی کو قرآن کریم سے تائید پہنچتی ہے۔ پہلے معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے: نَبِّئْ عِبَادِیْ، دوسری آیت میں فرمایا، قُلْ اُؤُ نَبِّئُکُم بِمَا تَاکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ'' اور دوسری صورت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے ''نَبَّانِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ'' اور حقیقت میں انبیاء علیہم السلام غیب کی خبریں دینے والے ہی ہوتے ہیں، تفسیر خازن میں ہے کہ آپ کے وصف میں نبی فرمایا کیونکہ نبی ہونا اعلیٰ اور اشرف مراتب میں سے ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اللہ کے نزدیک بہت بلند درجہ رکھنے والے اور اس کی طرف سے خبر دینے والے ہیں۔

''اُمّی'' کا ترجمہ حضرت مترجم قدس سرہ نے (بے پڑھے) فرمایا یہ ترجمہ بالکل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھا نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اولین وآخرین اور غیبوں کے علوم ہیں (خازن) (۱۸)

مذکورہ عبارت کی تفسیر میں علامہ احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں۔'' اللہ کی طرف سے تبلیغ کرنے والا رسول ہے، اللہ کے نزدیک بڑی شان، بڑے درجہ والا نبی ہے، یعنی نبی نبوۃ سے بنا بمعنی بلندی درجات (تفسیر روح المعانی وکبیر) یا نبی نباءٌ سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر والا، یعنی غیبی خبر دینے والا یا سب کی خبر رکھنے والا یا خبر لینے والا، اُمّی کی تفسیر ہم پہلے پارہ میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ بنا ہے اُمّ اور یاء نسبتی سے امّ سے مراد یا تو ام القریٰ یعنی مکّہ معظمہ ہے، امّی بمعنی مکی ہے، یعنی مکہ میں پیدا ہونے والے یا امّ بنا ہے امۃ عربیہ سے جو لکھنے پڑھنے سے عموماً علیحدہ تھے یعنی بے پڑھے لکھے جماعت میں پیدا ہونے والے یا امّ بمعنی ماں ہے یعنی شاندار ماں والے کہ جناب آمنہ جیسی شان والی بی بی جو محمد مصطفےٰ کی ماں ہیں نہ پیدا ہوائی نہ پیدا ہو، بے مثال کی بے مثال ماں رضی اللہ عنہا یا امّی کے معنی ہیں ماں کے پیٹ سے عالم وعارف پیدا ہونے والے جن کے دامن پر کسی کی شاگردی کسی کی مریدی کسی سے فیض لینے کا دھبہ نہیں (۱۹)

''کنز الایمان'' اپنے مفسّرین کی نظر میں اعلیٰ عمدہ اور بہتر ترجمہ ہے کہ مترجم امام احمد رضا

علیہ الرحمۃ نے ''نبی'' کا ترجمہ، غیب کی خبریں دینے والے۔ ''اُمّی'' کا ترجمہ! بے پڑھے'' تحریر فرمایا اور مفسرین نے اسے ثابت کیا ہے، جیسا کہ آپ نے اوپر ملاحظہ فرمالیا ہے جو کہ علمی اور ایمان افروز تفسیریں ہیں۔ علامہ احمد یار خاں نعیمی'' کی تفسیر ''نور العرفان'' مکمل ہے اور عرصہ قبل ادارہ'' استقامت'' نے شائع کیا تھا، اور'' اشرف التفاسیر'' نو پارے کی نو جلدوں میں کئی ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، نویں پارے سے آگے آپ کے صاجزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی نے کی ہے۔ آپ کی لکھی ہوئی تفسیر یعنی ۱۰ پارے سے ۱۵ پارے کی ۶ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ یہ تفسیر بھی۔ ترجمہ کنز الایمان کی روشنی میں لکھی گئی اور علامہ احمد یار خاں نعیمی کی مکمل تقلید کی گئی ہے، ان کے علاوہ دیگر تفاسیر بھی ہیں جو عام نہیں ہیں مثلاً:

۱۔ مفتی اعجاز ولی خاں:۔ تنویر القرآن علی کنز الایمان۔ ۱۳ ر پارے قلمی'' جہانِ رضا'' لاہور کی رپورٹ کے مطابق فروری ۱۹۹۳ء تک مذکورہ تفسیر شائع نہیں ہوئی تھی۔

۲۔ مولانا محمد حشمت علی خاں:۔ جواہر الایقان فی توضیح کنز الایمان۔ ۳ پارے

۳۔ مولانا محمد حشمت علی خاں:۔ امداد الادیان فی تفسیر القرآن، علی کنز الایمان

۴۔ علامہ محمد عبد المصطفیٰ ازہری:۔ تفسیر ازہری موسوم بہ اسم تاریخی۔ ۵ پارے کراچی

۵۔ مولانا غلام معین الدین:۔ تفسیر البیان۔ پارہ اوّل۔ لاہور

۶۔ مفتی ریاض الدین قادری:۔ تفسیر ریاض القرآن (جلد اوّل) ۴،۱،۶ پارے

۷۔ مفتی عزیز احمد قادری بدایونی:۔ تفسیر فی ترجمۃ القرآن عرف ترجمہ قاری۔ لاہور

۸۔ مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی۔ تفسیر نبوی (پنجابی سے اردو ترجمہ۔ ۱۵ جلدیں) (۲۰)

ان تفاسیر کے علاوہ اور بھی تفاسیر ہوں گی، جن کی تحقیق ضروری ہے۔ علاوہ ازیں کچھ اہل علم نے صرف ایک یا دو سورتوں کی تفسیر کنز الایمان کی روشنی میں کی ہیں، جیسے شباب الدین بن محمود بن ابراہیم (۲۱) نے مصباح العاشقین (تفسیر الضحیٰ) کنز الایمان کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے۔ صرف ایک آیت کی تفسیر پیش نظر کر رہا ہوں۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ اور منگتا کو نہ جھڑکو۔

البتہ اس آیت شانِ نزول یہ ہے کہ ایک دن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بازار سے گزرے بڑے بڑے اور اچھے سیب بک رہے تھے، عثمان بن عفان نے ان سیبوں کو خرید لیا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور سید عالم کی نظر کے سامنے رکھا، پیغمبر علیہ السلام چاہتے تھے کہ ان سیب کو توڑیں کہ اتنے میں سائل آ گیا اور کہنے لگا التوفیق شئ عزیز، سید عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے وہ سیب سائل کو دے دیا، عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور سائل کے پاس گئے اور اس سیب کو خرید لیا۔ پیغمبر علیہ السلام کے سامنے لائے، پیغمبر علیہ السلام نے چاہا کہ کھائیں، پھر وہی سائل آیا اور کہنے لگا "التوفیق شی عزیز" پیغمبر علیہ السلام نے پھر وہی سیب سائل کو دے دیا، اب علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور اسی سیب کو خرید کر پیغمبر علیہ السلام کے سامنے لائے، پیغمبر علیہ السلام نے وہ سیب سائل کو دے کر ارشاد فرمایا انت سائیلی یا تاجری؟ تو سائل ہے یا تاجر ہے؟ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آ گئے اور اللہ رب العزت کے پاس سے یہ آیت لائے۔ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ اور منگتا کو نہ جھڑکو۔

رسالہ قطب عالم خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے لکھے ہوئے میں نے دیکھا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک زانی کو خواب میں دیکھا جو بادشاہی ٹوپی پہنے ہوئے تخت نشیں تھا پوچھا اس عزت واحترام کی کیا وجہ ہے۔ وہ زانی بولا کہ یک دن میں بھوکا تھا میں نے چاہا کہ روٹی کھاؤں کہ اتنے میں دروازے پر ایک سائل آ گیا تو میں نے وہ روٹی سائل کو دے دی، آج کے دن وہ روٹی میرے کام آئی۔ (۲۲)

"کنزالایمان اپنے مفسرین کی نظر میں" اس عنوان سے ایک مختصر جائزہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کنزالایمان کو اہل علم نے ماضی میں بھی پسند فرمایا اور حال میں بھی پسند فرماتے ہیں اور انشاء اللہ مستقبل میں بھی پسند فرمائیں گے، کیونکہ کنزالایمان کے حسین وجمیل، مرقع ومرصع اور بامحاورہ ترجمے کی معنوی وصوری عمارت صرف کسی علوم کے بل بوتے پر نہیں کھڑی کی گئی ہے بلکہ اس میں کسی علوم کی قوتیں، وہبی علوم کی مددیں، معرفت قرآن کی پنہانیاں، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گیرائیاں، عشق حقیقی کی تپشیں، عشق رسول کی سوزشیں، عشق انبیاء کی موجیں شامل ہیں۔ اسی لیے رموز قرآن کے علماء، دانشور اور شناور بے ساختہ کہتے ہیں کہ "کنزالایمان" زندہ باد "کنزالایمان" پائندہ باد۔

## حواشی

(۱)۔ کنزالایمان ص ۳۴، تاج کمپنی لمیٹڈ، ناشران قرآن مجید لاہور، کراچی

(۲)۔ شاہ فہد، قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس

(۳)۔ ایضاً

(۴)۔ قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس، پوسٹ نمبر ۳۵۶۱، مدینہ منورہ

(۵)۔ حاشیہ کنزالایمان ص ۳۴۔۳۵، تاج کمپنی لمیٹڈ، ناشرین قرآن مجید، لاہور۔ کراچی

(۶)۔ اشرف التفاسیر جلد ۲، مکتبہ رضویہ، نئی دہلی ۔۲

(۷)۔ ایضاً

(۸)۔ ایضاً

(۹)۔ خزائن العرفان ص ۱۲۶، تاج کمپنی، لاہور

(۱۰)۔ کنزالایمان

(۱۱)۔ خزائن العرفان برحاشیہ کنزالایمان ص ۱۷۱، تاج کمپنی، لاہور

(۱۲)۔ اشرف التفاسیر، ص ۵۶۸، مکتبہ رضویہ، نئی دہلی

(۱۳)۔ اشرف التفاسیر، ص ۵۶۹ مکتبہ رضویہ، نئی دہلی

(۱۴)۔ کنزالایمان

(۱۵)۔ خزائن العرفان برحاشیہ کنزالایمان، ص ۲۱۲، تاج کمپنی، لاہور

(۱۶)۔ اشرف التفاسیر، ص ۱۸۱، جلد ۸، مکتبہ رضویہ، دہلی۔ ۶

(۱۷)۔ سورۃ اعراف آیت ۱۵۷

(۱۸)۔ خزائن العرفان برحاشیہ کنزالایمان، ص ۲۴۶، تاج کمپنی، لاہور

(۱۹)۔ اشرف التفاسیر، ص ۲۹۲، جلد ۹، مکتبہ اسلامیہ اردو بازار، لاہور

(۲۰)۔ (نوٹ)....تفاسیر کے حوالے کے لئے دیکھئے ''جہانِ رضا'' لاہور، فروری ۱۹۹۳ء کا شمارہ

(۲۱)۔ تاریخ صوفیائے ناگور مع سلاطین وقت از قلم پیر صوفی محمد ایوب تارک چشتی فاروقی، میں مصباح العاشقین کو نقل کیا ہے۔ موصوف ''رسالہ مصباح العاشقین کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے کہ درسالہ مصباح العاشقین چودھویں صدی کے اواخر یا پندرہویں صدی کے اوائل کا ہوسکتا ہے۔ محمد ادریس رضوی

(۲۲) تاریخ صوفیائے ناگور مع سلاطین وقت۔ از قلم ایضاً، ص ۲۱۹۔ ۲۲۰)

---

# تفسیر کنز الایمان میں احادیث نبویہ کے حوالے

——■ مولانا محمد عابد رضا مصباحی دار القلم 66192 قادری مسجد ذاکر نگر دہلی

قرآن حکیم و فرقان حمید کا مقصد اولین انسان کی اصلاح ہے۔ تربیت پیہم سے اس کے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بناتا ہے۔ ہوا ہوس کے اغبار سے آئینۂ دل کو صاف کر کے اسے انوار ربانی کی جلوہ گاہ بناتا ہے۔ انانیت و غرور نمرود و سرکشی کی بیخ کنی کر کے انسان کو اپنے مالک حقیقی کی اطاعت و انقیاد کا خوگر کرتا ہے۔ یہی کام سب سے اہم ہے اور کٹھن بھی، قرآن کریم نے اسی اہم ترین اور مشکل ترین کام کو سرانجام دیا اور اس حسن وخوبی کے ساتھ کہ دنیا کا نقشہ بدل گیا،

چنانچہ اللہ رب العزت قرآن حکم میں ارشاد فرماتا ہے۔" لقد من الله علی المؤمنین اذبعث فیهم رسولا من انفسهم یتلو علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتب و الحکمة و ان کانو من قبل لفی ضلال مبین (آل عمران ۱۶۴)

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (کنز الایمان)

اسی طرح ایک دوسری جگہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے،

واذکر کما یتلیٰ فی بیوتکن من آیات الله و الحکمة ان الله کان لطیفا کبیرا۔ (الاحزاب،۳۴)

اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت، بیشک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاص طور پر تین چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ بعثت رسول ﷺ آیت کریمہ کی تلاوت کتاب وسنت کے ذریعہ ان کی تعلیم اور تزکیہ یعنی نبی اکرم ﷺ کتاب وسنت کے ذریعہ انسانی معاشرت کو ضلالت وگمراہی سے نکال کر امن وچین کا خوگر، تہذیب وتمدن کا پاسبان، انسانی معاشرہ کا نگہبان ومحافظ بنادیا، اور تعلیم وتزکیہ نفس کے ذریعہ اس کو آلائشوں سے پاک کر کے بہت بلند کردیا، کتاب وسنت ہی وہ ذریعہ ہدایت ہے کہ اگر انسان ان کو

تھامے رہے گا تو کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ جیسا کہ رسول گرامی وقار ﷺ کا ارشاد ہے۔ ترکت فیکم امرین لن تضلوا تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنت نبیہ (ص ۷۵۳ باب نہی عن القول بالقدر۔ موطا امام مالک مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ دوم سنت رسول اللہ ﷺ۔

اور قرآن مقدس کی اس آیت کریمہ میں جس حکمت کا ذکر ہے اس سے مراد حضور ﷺ کی سنت ہے۔ اس لئے کہ ان آیت میں لفظ کتاب کے بعد جو حکمت مذکور ہے، اس سے مراد حکمت کتاب ہے۔ یعنی قرآن مقدس میں جو اوامر ونواہی، جو احکامات وارشادات، جو دروس وغیرہ مذکور ہیں ماہیت و حقیقت کا صحیح صحیح علم اور ان پر صحیح طور پر عمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر رسول پر نازل فرماتا ہے۔ اسی طرح رحمت عالم ﷺ کو بھی اللہ نے انہی کتاب کا علم مرحمت فرمایا۔ جس کو ''سنت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

آیت کریمہ کے اسرار پر اگر غور وخوض کیا جائے تو یہ بات واضح ہوگی کہ ہم کتاب اللہ پر بغیر سنت کے عمل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سنت نبوی مبہمات کی تبین، مجملات کی تفصیل، مشکلات کی توضیح عام کی تخصیص اور ایجاز واختصار کی تشریح وتبسیط کا نام ہے۔ جیسا کہ امام اوزاعی اور مکحول اور یحیٰ ابن ابو کثیر وغیرہ فرماتے ہیں۔

''القرآن احوج الی السنہ من سنۃ الی الکتاب و السنہ قاضیۃ علی الکتاب، و لیس الکتاب قاضیا علی السنۃ، (ص ۱۰ سنن الدارمی بزاول، ولکفایۃ فی علم ،الروایۃ ج ۳ ر ص ۳۱ مطبوعہ المکتبہ العصریہ بیروت ۲۰۰۶)

کہ قرآن سنت کا زیادہ حاجت مند ہے، بہ نسبت سنت قرآن کا حاجت مند ہونے کے اور سنت نبوی کتاب اللہ کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ اور قرآن سنت نبوی کا فیصلہ کرنے والا نہیں۔ امام احمد بن حسین رضی اللہ عنہ سے اس حدیث ''ان السنۃ قاضیۃ علی الکتاب'' کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

''میں اس بات کو کہنے کی کیسے جسارت کر سکتا ہوں۔ لیکن ہاں! سنت کتاب اللہ کی تفسیر تو ضیح وتبین کرنے والی ہے۔ (ص ۴۷، اخرجہ الخطیب فی الکلفایہ)

اور حضرت امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سختیانی نے روایت کی ''واذا احدث رجل بالسنۃ، فقال دعنا من ھذا ازاو حدثنا من القرآن، فاعلم انہ ضال مضل'' (ص ۶۵ اخرجہ الحاکم فی معرفۃ علوم الحدیث) والخطیب فی الکلفایہ ص ۴۹۱)

کہ جب تم کسی شخص سے سنت کے متعلق بات کرو اور وہ یہ کہے کہ اس کو چھوڑو اور قرآن سے بات کرو تو سمجھ لو یہ شخص راہ راست سے ہٹ کر گمراہ ہو گیا۔ حضرت عمران بن حسنین رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے مابین بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ قرآن کے علاوہ کسی چیز سے بات نہ کرو۔ آپ نے اسے بلا کر فرمایا کہ اگر میں تجھے اور تیری پوری جماعت کو قرآن کے حوالے کردوں، تو کیا تو اس میں ظہر کی نماز چار رکعت عصر کی نماز چار رکعت مغرب کی تین، طواف کعبہ سات چکر اور صفا مروہ کی سعی سات چکر دکھا سکو گے؟ پھر فرمایا اے گروہ مسلمین! ہم سے لے لو! خدا کی قسم اگر اسے نہ سمجھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

ان احادیث و اقوال سے یہ بت پورے طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن مقدس کو بغیر احادیث کریمہ کے نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی انسان اس کا مدعی ہے تو اول نظر میں سمجھ لو کہ وہ گمراہ ہے۔ کیونکہ کتاب و سنت کے درمیان لازم و ملزوم کا رابطہ ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا صاحب علم و فضل سہی وہ قرآن کو بغیر سنت اور سنت کو بغیر قرآن کے نہیں سمجھ سکتا۔ اور جو شخص بغیر سنت کے قرآن مقدس پر عمل کرنا چاہے تو وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اس لئے ایک مسلمان پر بحیثیت مسلمان یہ لازم ہے کہ وہ بیک وقت دونوں کو تھام کر ان پر عمل پیرا ہو، کیونکہ اگر کتاب اللہ شریعت اسلامیہ کے لئے ماخذ اول ہے تو سنت مصطفی ﷺ اس کے لئے سرچشمہ ثانی ہے۔

اگر قرآن سنت کے مابین تعلق پر نگاہ ڈالیں تو اس کی تین شکلیں نظر آتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی چیز کے حکم کے بارے میں کتاب و سنت دونوں متحد و متفق ہوں۔ جیسے حضور ﷺ کا یہ ارشاد: بنی الاسلام علی خمس، شهادة ان لا اله الا الله و ان محمد اعبده ورسوله و اقام الصلوة و ایتاء الزكوة و حض البيت و صوم رمضان (صحیح مسلم کتاب الایمان باب ارکان الاسلام)

یہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔ اب ہم اس کے متعلق قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا یہ ارشاد واضح الفاظ میں بتاتے ہیں۔ " فاعلم انه لا اله الا الله ، محمد رسول الله اقیمو الصلوة واتوالزكوة،

یہ آیت مبارکہ اس حدیث رسول کے عین مطابق و موافق ہے

دوم یہ کہ قرآن میں کسی حکم کے متعلق اجمال ہو پھر سنت نے اس کی تفصیل بیان کی ہو۔ جیسے اللہ رب العزت کا یہ ارشاد، و اقیمو الصلوة ، حافظو علی الصلوة ن قد افلح المؤمنون الذين هم فی صلاتهم خاشعون ان آیت مبارکہ میں ایک مخصوص انداز میں

ز کے کئے حکم دیا گیا ہے اور پھر جو ان احکام پر عمل پیرا ہوں ان کے لئے کامیابی کا پروانہ بھی۔ مگر اس
صورت کیا ہوگی؟ کس طرح نماز پڑھی جائے گی۔ اس کے بیان وضاحت کے لئے ہم کو احادیث
کا دامن تھامے بغیر چارہ کار نہیں۔ اور جب ہم احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ عقیدہ کھلا کہ
ت و دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور فلاں فلاں وقت میں اتنی اتنی رکعتیں فرض ہیں، اور ان کے
لئے یہ یہ شرائط ہیں، اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ اور پھر بطور نمونہ ایک قاعدہ بتا دیا گیا۔ ''صلو
کما رأیتمونی اصلی''، اسی طرح سے دیگر احکام و مسائل ہیں جن کی توضیح و تبین سنت کے ذریعہ ہوتی ہے۔

سوم ایک حکم قرآن عام ہو۔ پھر سنت نے اس کو خاص کر دیا ہو۔ جیسے اللہ رب العزت کا
ارشاد ''حرمت علیکم المیتة والدم'' کہ تم پر مردار اور خون حرام کیا گیا'' آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ
خون اور مردار مطلقا حرام ہیں۔ مگر جب حدیث رسول پر نگاہ دوڑائی تو یہ فرمان رسالت ملا احلت
لنا میتان و دمان ، فاما المیتان فالحوت الجراد ، و اما الدمان فالکبد و الطحال
(سنن سبن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب الکبد والطحال'' کہ ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے
گئے دو مردار ایسی وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور خون تو وہ تل اور کلیجی ہیں۔ غرضیکہ اس طرح کے بہت سے
احکام قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ بغیر حدیث کے قرآن اور بغیر قرآن کے
احادیث کو نہیں سمجھا جا سکتا۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ حدیث رسول کے بغیر قرآن کریم کی
تفسیر نہیں کی جا سکتی، اب کتب تفاسیر کا مطالعہ کریں جگہ جگہ احادیث رسول کے ذخائر نظر آئیں گے
سر دست ہم ماضی قریب کے ایک مستند اور معتبر ترجمہ قرآن کنز الایمان پر تفسیر ''خزائن العرفان'' پر
گفتگو کرتے ہیں جسے علامہ سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ (متولد ۱۸۸۳ء/۱۳۰۰ھ
متوفی ۱۹۴۸ء/ ۱۳۶۷) نے تحریر کیا ہے، یہ ایک مختصر تفسیر ہے جو کنز الایمان کے حاشیہ پر مرقوم ہے۔
گو کہ یہ حاشیہ پر ہے مگر علوم و معارف کا خزینہ اور اسرار و رموز کا گنجینہ ہے ہم یہاں پر ان احادیث
کریمہ کے چند حوالے پیش کرتے ہیں جو تفسیر کنز الایمان میں مرقوم ہے۔

[۱] اللہ تبارک و تعالی کا ارشاد ہے یا یھا الذین امنو استجیبو لله و للرسول
اذا دعا کم لما یحییکم واعلموا ان الله یحول بین المرء و قلبه و انه الیه
تحشرون (انفال، ۲۴) اے ایمان والو! اللہ و رسول علیہ کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں
اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں
میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اس کی طرف اٹھنا ہے۔

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ کے بلانے پر حاضری ضروری ہے اب سوال یہ ہوا کہ کیا ہر وقت ضروری ہے کہ جس وقت بلائیں حاضر ہو جاؤ چاہے جس حال میں ہو خواہ نماز میں ہو یا کسی طرح کی دوسری عبادت میں۔ اب اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے حدیث کی حاجت پڑی چنانچہ اس آیت کی توضیح وتفسیر میں صدرالافاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ''معبد بن معل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا رسول ﷺ قریب سے گذرے اور مجھے پکارا، میں نے جواب نہ دیا۔ پھر میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اررشاد فرمایا۔ کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔

حدیث مبارکہ کے الفاظ اس طرح ہیں عن معید بن المعل رضی لله عنه قال: كنت اصل فمر بی رسول ﷺ فدعانی، فلم اته حتی صليت، ثم اتية فقال؛ مامنعك ان تاتى؟ الم يقل الله؛ '' يا ايها الذين آمنو استجيبو لله و للرسول اذدعا كم۔'' (اخرجہ البخاری، کتاب تفسیر القرآن باب یاایھا الذین آمنو استجیبو للہ وللرسل)

ایسا ہی ایک واقعہ ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے۔ حضرت ابی بن کعب نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں پکارا انہوں نے جلدی جلدی نماز تمام کر کے سلام عرض کیا۔ حضور نے فرمایا کہ تمہیں جواب دینے سے کیا چیز مانع ہوئی؟ عرض کیا! حضور میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پایا کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔ عرض کیا بیشک آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

[۲] سورۃ ''فاتحہ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے حضرت صدرالافاضلن نے جو احادیث نقل فرمائی ہیں انہیں بھی اک نظر دیکھیں، آپ رقم طراز ہیں۔

''احادیث میں اس سورہ کی بہت سی فضیلتیں وارد ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ رسول ﷺ نے ایک آواز سنی نبی پاک ﷺ نے سر مبارک اوپر اٹھایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جسے صرف آج کھولا گیا ہے اور آج سے قبل کبھی نہیں کھولا گیا پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، یہ فرشتہ جو آج نازل ہوا یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا: آپ کو ان دونوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورۃ بقرہ کا آخری حصہ، اب ان دونوں میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے اس کا بدلا

دیا جائیگا۔امام مسلم نے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس قال بینما جبریل قاعد عند النبی ﷺ سمع نقیضا من فوقہ فرفع راسہ فقال ھذا باب من السماء فتح الیوم،ثم یفتح قط الا الیوم فنزل منہ ملک فقال ھذا الملک نزل الارض لم ینزل قط الا الیوم فسلم وقال ابشر بنورین اوتیتھما لم یوتھما النبی قبلک فاتحۃ الکتاب وخواتیم سورہ بقرۃ من تقرء بحرف منھما الا اعطیۃ (اخرجہ المسلم،کتاب صلاۃ المسافر وقصرھا،باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورہ البقرۃ)

[۳] نبی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے ۔فبدل الذین ظلمو قولاً غیر الذی قیل لھم (البقرہ،۵۹) تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا (کنز الایمان) احادیث کریمہ میں اس چیز کا بیان ملتا ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ سجدہ کرتے ہوئے اور حطۃ کہتے ہوئے داخل ہوں مگر انہوں نے اس کو بدل ڈالا اور سرینوں کے بل گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے۔امام بخاری اسی حدیث پاک کو ہمام بن سنبہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں عن ھمام بن منبہ انہ سمع اباھریرۃ رضی اللہ عنہ یقول قال رسول اللہ ﷺ "قیل لبنی اسرائیل ادخلو الباب سجدا و قولو حطۃ نغفر لکم خطایا کم فبدلوا فدخلو ایزحفون علی استاھھم و قالوا حبۃ فی شعرۃ (اخرجہ البخاری،کتاب تفسیر القرآن،قولہ حطۃ) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور زبان سے ''حطۃ'' کلمہ توبہ و استغفار کہتے جائیں۔انہوں نے دونوں حکموں کی مخالفت کی داخل تو ہوئے سرینوں کے بل گھسیٹتے اور بجائے کلمہ توبہ واستغفار کے تمسخر سے ''حبۃ فی شعرہ'' کہا جس کا معنی ہیں۔(بال میں دانہ)

تفسیر میں احادیث نبویہ کے حوالے سے کچھ اور حوالے ملاحظہ فرمائیں

[۴] احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائم (البقرہ۔۱۸۷)

روزہ کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا (کنز الایمان)

صدر الافاضل علیہ الرحمہ اس آیت کریمہ کی شان نزول بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''شرائع سابقہ میں افطار کے بعد کھانا پینا مجامعت کرنا نماز عشاء تک حلال تھا،بعد نماز عشاء یہ سب چیزیں شب میں بھی حرام ہو جاتی تھیں۔یہ حکم زمانہ اقدس تک باقی رہا۔بعض صحابہ سے رمضان کی راتوں میں بعد عشا مباشرت وقوع میں آئی۔ان میں حضرت عمر بھی تھے اس پر وہ حضرات بہت نادم ہوئے اور بارگاہ رسالت میں عرض حال کیا۔اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔اسی واقعہ کی غمازی بخاری شریف کی یہ حدیث کرتی ہے:عن ابی اسحاق قال:

سمعت البرارضی الله عنه ، لما انزل صوم رمضان كانوا يقربون النساء رمضان كله و كان رجال يخوفون انفسهم فانزل الله ( و علم لله انكم كنتم تخافون انفسكم فتاب عليكم و عفا عنكم)

ابواسحٰق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب رمضان کے مہینے کے روزے آئے تو لوگ پورے مہینے اپنی بیویوں سے علیحدہ رہتے اور لوگ ان باتوں سے خوف کھاتے تو اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ وعلم اللہ انکم الخ)

[۵] اسی طرح قرآن مقدس میں اللہ رب کا ارشاد ہے و منهم من يقول ربنا اٰتنا فی الدنيا حسنة و فی الاٰخرة حسنة و قنا عذاب النار (البقرہ۲۰۱) اور کوئی یوں کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور علیہ السلام اکثر یہی دعا فرمایا کرتے تھے۔ (اللهم آتنا فی الدنيا الخ، امام بخاری نے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے۔

عن انس قال : كان اكثر دعاء النبی ﷺ "اللهم آتنا فی الدنيا حسنة و فی الآخرة حسنه و قنا عذب النار،

( رواه البخاری ، كتاب الدعوات ، باب قول النبی ﷺ ربنا آتنا فی الدنيا حسنة)

[۶] اسی طرح اللہ رب العزت کا یہ قول: ليطوقون ما بخلو يوم القيامة عنقریب وہ جس میں بخل کیا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ ( کنزالایمان) اس آیت کریمہ میں مال نہ خرچ کرنے والوں کے لئے وعید ہے۔ صدرالافاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہاں بخل سے زکوٰۃ نہ دینا مراد ہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی روز قیامت وہ مال سانپ بن کر اس کو طوق کی طرح لپٹے گا اور یہ کہہ کر ڈستا رہ جائیگا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہو، امام بخاری نے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من اتاه الله مالا، فلم يود زكاته مثل له يوم القيمة شجاعا اقرع له زبيتان يطوقه يوم القيمة ثم تاخذ بهزمتية عينی شد يه ، ثم يقول انا مالك انا كنزك ثم تلا يحسبن الذين يبخلون (ال عمران۔۱۸۰)

رواه البخاری کتاب الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ) دوسری روایت تغیر الفاظ کے ساتھ اس طرح مروی ہے۔ عن ابی هریرۃ رضی الله عنه قال: قال رسو اللهﷺ یکون کنز احد کم یوم القیمة شجاعا اقرع یفر منه صاحبة فیطلبه و یقول انا کنزك قال والله من یزال یطلبه حتی یبسط یده فیلقها فاه (اخرجه البخاری، کتاب الحیل، باب فی الزکات و ان لا یفرق بین مجتمع)

[۷] و اذ قالو اللهم ان کان هذا هوالحق من عندك فامطر علینا حجارته من السماء اوئتنا بعذاب الیم و ماکان الله لیعذبهم و انت فیهم (الانفال، ۳۳) اور جب بولے کہ اے اللہ! اگر یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو، (کنز الایمان)

صدر الافاضل علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

"یہ بات کہنے والا نضر بن حارث تھا یا ابوجہل جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔

عن عبدالمجید صاحب الزیاد، سمع انس بن مالك رضی الله عنه قال ابو جهل! اللهم ان کان هذا هوالحق من عندك فامطر حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم فنزلت و ماکان الله لیعذبهم و انت فیهم عبدالحمیدی صاحب "زبادہ" روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابو جہل نے کہا اے اللہ اگر یہ قرآن تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسایا ہم پر کوئی دردناک عذاب نازل فرما تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

[۸] ولا تقتلو النفس التی حرم الله الا بالحق۔ (انعام۔۱۵۱) اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں لفظ "حق" ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ محترم جان کسی حق کی وجہ سے مباح ہو جاتی ہے۔ صدر الافاضل علیہ الرحمہ اس آیت کریمہ پر کے تعلق سے احادیث کریمہ نقل فرماتے ہیں،

"وہ امور جن سے قتل مباح ہوتا ہے یہ ہیں۔ مرتد ہونا، یا قصاص یا بیاہے ہوئے کا زنا بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے تقریر فرمائی کہ کوئی مسلمان جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی ہو اس کا خون حلال نہیں، مگر ان تین سببوں میں سے کسی ایک سبب سے یا تو بیاہے ہونے کے باوجود اس سے زنا سرزد ہو۔ یا اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو اور اس کا قصاص اس پر

آتا ہو یا دین چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہو۔

[۹] فتلقیٰ آدم من ربه کلمات فتاب علیه انه هو التواب الرحیم (سورہ بقرہ۔ ۳۷) پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ لفظ ''کلمات'' مجمل واقع ہوا ہے کیونکہ اس سے آدم علیہ السلام کے ان الفاظ کا پتہ نہیں چلتا جن کے ذریعہ آدم علیہ السلام نے توبہ کی اور ان کو وسیلہ بنایا تھا اور وہ کلمات قبولیت دعا کا سبب بنے۔

## صدر الافاضل علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''طبرانی حاکم و ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکر توبہ میں حیران تھے اس پریشانی کی عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لکھا ہے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں سمجھا تھا کہ بارگاہ الہی میں وہ رتبہ کسی کو میسر نہیں جو حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اقدس کے ساتھ عرش پر مکتوب فرمایا ہے۔ لہذا آپ نے اپنی دعا میں'' ربنا ظلمنا ''کے ساتھ یہ عرض کیا۔ اسئلك بحق محمد ان تغفرلی۔ ابن منذر کی روایت میں یہ کلمات ہیں اللھم انی اسئلك بجاہ محمد عبدك و کرامته علیك ان تغفرلی خطیئتی۔ یعنی اے رب میں تجھ سے تیرے بندہ خاص محمد ﷺ کے جاہ و مرتبہ کے طفیل میں اور کرامت کی صدقے میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔ یہ دعا کرنی تھی کہ اللہ نے ان کی مغفرت فرمائی۔

[۱۰] واللہ یدعوا الیٰ دار السلام و یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم (یونس)

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف پکارتا ہے اور جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے (کنز الایمان) اس آیت کریمہ کے ضمن میں علامہ صدالافاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

''یہاں سیدھی راہ سے مراد دین اسلام ہے بخاری شریف کی حدیث یہی ہے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں فرشتے حاضر ہوئے آپ خواب میں تھے ان میں سے بعض نے کہا کہ آپ خواب میں ہیں اور بعض نے کہا آنکھیں خواب میں ہیں دل بیدار ہے۔ بعض کہنے لگے ان کی کوئی مثال بیان کرو تو انہوں نے کہا۔ جس طرح کسی شخص نے ایک مکان بنایا اور اس میں طرح طرح کی

نعمتیں مہیا کیں اور ایک بلانے والے کو بھیجا کہ لوگوں کو بلائے۔ جس نے اس بلانے والے کی اطاعت کی اس مکان میں داخل ہوا اور ان نعمتوں کو کھایا پیا اور جس نے بلانے والے کی اطاعت نہ کی وہ نہ مکان میں داخل ہو سکا نہ کچھ کھا سکا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ اس مثال کی تطبیق کرو کہ سمجھ میں آئے تطبیق یہ ہے کہ مکان جنت ہے داعی محمد ﷺ ہیں جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اسی طرح دوسری آیت کریمہ ہے للذین احسنو االحسنیٰ و زیادۃ بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ (کنز الایمان) اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لفظ الحسنی یعنی بھلائی کے متعلق صدر الافاضل علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''بھلائی والوں سے اللہ کے فرماں بردار بندے مومنین مراد ہیں۔ اور یہ جو فرمایا گیا کہ ان کے لئے بھلائی ہے اس بھلائی سے جنت مراد ہے، اور زیارت اس پر دیدار الٰہی ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اور زیادہ عنایت کروں؟ وہ عرض کریں گے یارب کیا تو نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی؟ حضور ﷺ نے فرمایا پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ تو دیدار الٰہی انہیں ہر نعمت سے زیادہ پیارا ہوگا۔ صحاح کی بہت سی حدیثیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ زیارت سے آیت میں دیدار الٰہی مراد ہے۔

[۱۱] اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممد کم بالف من الملئکۃ مردفین۔ (انفال)

جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار فرشتوں کی قطار سے (کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ میں جنگ بدر کا ذکر ہے جس میں مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل تھی اور مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ اسی وقت حضور ﷺ نے اللہ رب العزت سے دعا فرمائی تھی اے اللہ اگر آج یہ تیرے بندے ہلاک ہو گئے تو روئے زمین پر تیری عبادت نہ ہو سکے گی۔ جیسا کہ صدر الافاضل علیہ الرحمہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے روز بدر رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کو ملاحظہ فرمایا کہ ہزار ہیں اور آپ کے اصحاب تین سو دس سے کچھ زیادہ، تو حضور ﷺ قبلے کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے مبارک ہاتھ پھیلا کر اپنے رب سے یہ دعا کرنے لگے یارب جو تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے پورا کر یارب! جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا عنایت فرما۔ یارب اگر تو اہل اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کر دے

گا تو زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔

اسی طرح حضور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ دوش مبارک سے چادر اتر گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور چادر مبارک دوش اقدس پر ڈالی اور عرض کیا یا نبی اللہ آپ کی مناجات اپنے رب کے ساتھ کافی ہوئی۔ وہ بہت جلد اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ امام مسلم نے حدیث پاک کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

حدثنی عمر بن الخطاب قال: لما کان یوم بدر نظر رسول اللہ ﷺ الی المشرکین و ھم الف ثلاث مائة و تسعة عشر رجلا الخ

[۱۲] فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء و کان وعد ربی حقا (الکھف ۹۸)

پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے اسے پاش پاش کر دیگا۔ اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں یاجوج و ماجوج اور سد سکندری کا تذکرہ ہے جو روزانہ اس دیوار کو توڑنے کی جدوجہد کرتے مگر جب توڑنے کے قریب ہوتے تو ان میں کا کوئی کہتا کہ باقی کو کل توڑیں گے۔ دوسرے دن پھر وہ ویسی ہو جاتی۔ صدر الافاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

''حدیث شریف میں ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو توڑتے ہیں اور جب دن بھر محنت کرتے کرتے اس کو توڑنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان میں کوئی کہتا ہے کہ اب چلو باقی کو کل توڑیں گے۔ دوسرے روز جب آتے ہیں تو وہ بحکم الٰہی پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ جب ان کے خروج کا وقت آئے گا تو ان میں کہنے والا کہے گا۔ اب چلو باقی دیوار کل توڑلیں گے'' انشاء اللہ'' انشاء اللہ کہنے کا یہ ثمرہ ہوگا کہ اس دن کی محنت رائگاں نہ جائے گی اور اگلے دن انہیں دیوار اتنی ٹوٹی ملے گی جتنی پہلے روز توڑ گئے تھے۔ اب وہ نکل آئیں گے اور زمین میں فساد اٹھائیں گے قتل و غارت کریں گے۔ اور چشموں کا پانی پی جائیں گے جانوروں اور درختوں اور جو آدمی ہاتھ آئیں گے ان کو کھا جائیں گے مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ اور بیت المقدس میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ بدعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں ہلاک کرے گا۔ اس طرح کہ ان کے گردوں میں کیڑے پیدا ہوں گے جو ان کی ہلاکت کا سبب ہوں گے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن ابی ہریرة من النبی و فی السد قال ''یحفرونہ کل یوم حتی اذا کادو یخرقونہ قال الذی علیھم ارجعو فستخرقونہ غدا قال :فیعیدہ اللہ

كامثل ماكان، حتى اذا بلغ مدتهم واراد الله ان يبعثهم على الناس قال الذى عليهم ارجعو فستخرقوا نه غدا انشاء الله، قال فيرجعونه فيجدونه كهيئة حين تركوافيخرقونه ويخرجون على الناس فيستقون المياهويفر الناس منهم فيرمون بسهامهم الى السماء فترجع نخضبة بالدعاء فيقولون قهرنا من الارض وعلونا من السماء فيبعث الله عليهم نغفا فى اقصائهم فيهلكون قال فوالذين نفس محمد [ﷺ] بيده ان دواب الارضتسمن وتبطروتشكر شكرامن لهومهم - قال ابوعيسىٰ هذا حديث حسن غريب ،انما نعرفه من هذالوجه مثل هذا(اخرجه الترمذى ، كتاب تفسير القرآن باب ومن سورة الكهف) الخ

[۱۴]ماكان من علم بالملاء الاعلىاذ يختصمون ان يوحى الى الا انما انا نذير مبين(ص ۶۹-۷۰)

مجھے عالم بالا کی کیا خبر تھی۔ جب وہ جھگڑے تھے۔ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں نہیں مگر ڈر سنانے والا (کنزالایمان)

ای آیت کریمہ میں "یختصمون" ہے جو کسی کے جھگڑنے پر دلالت کر رہا ہے اس سے کیا مراد ہے اور یہ نزاع و جھگڑا کس کے درمیان تھا۔ اور اس کی نوعیت کیا تھی؟ مغلق ہے۔ اب حدیث کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جھگڑا اور نزع فرشتوں کے درمیان تھا۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق بحث و مباحثہ میں مشغول تھے، چنانچہ صدرالافاضل علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"یعنی فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے باب میں، یہ حضرت سید عالم ﷺ کے صحت نبوت کی ایک دلیل ہے۔ مدعا یہ ہے کہ عالم بالا میں فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے باب میں سوال و جواب کرنا مجھے کیا معلوم ہوتا۔ اگر میں نبی نہ ہوتا اس کی خبر دینا میری نبوت اور میری پاس وحی آنے کی دلیل ہے۔

دارمی و ترمذی کی حدیثوں میں ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں بہترین حال میں اپنے رب عزوجل کے دیدار سے مشرف ہوا۔ (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ میرے خیال میں یہ واقع خواب کا ہے) حضور وفرماتے ہیں: کہ حضرت رب العزت عزوعلا تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے محمد! (ﷺ) عالم بالا کے ملائکہ کس بحث میں ہیں؟ میں نے عرض کیا یارب! تو ہی دانا ہے، حضور نے فرمایا۔ پھر رب العزت نے اپنا دست رحمت و کرم میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور میں نے اس کے فیض کا اثر قلب مبارک میں پایا تو اسمان و زمین کی تمام چیزیں میرے علم

میں آگئیں۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ کیا تم جانتے ہو کہ عالم بالا کے ملائکہ کس امر میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں، اے رب میں جانتا ہوں وہ کفارات میں بحث کررہے ہیں۔ اور کفارات یہ ہیں نمازوں کے بعد مسجدوں میں ٹھہرنا اور پیادہ یا جماعتوں کے لئے جانا اور جس وقت سردی وغیرہ کے باعث پانی کا استعمال ناگوار ہو اس وقت اچھی طرح وضو کرنا جس نے یہ کیا اس کی زندگی بھی بہتر موت بھی بہتر اور گناہوں سے ایسا پاک وصاف نکلے گا جیسا اپنی ولادت کے دن تھا۔ اور فرمایا اے محمد ﷺ نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو "الھم انی اسئلك فعل الخیرات و ترك المنكرات وحب المساكين و اذا اردت بعبادك فتنة فا قبضنی اليك غير مفتون" (اخرجہ الترمذی کتب التفسیر۔ باب ومن سورۃ ص)

[۱۵] و یو ثرون علی انفسهم و لو كان بهم خصاصة (الحشر۔ ۹)

اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ کنزالایمان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں صحابہ کرام کے ایثار وفا کو بیان فرمایا ہے۔ جب انہوں نے اسلام کا دامن تھاما تو ان کی زندگی میں کس طرح تبدیلی آئی اور کس قدر نرم ہوگئے جب کہ ان کا حال یہ تھا کہ بات بات پر کشت وخون کی نوبت آجاتی تھی اور اب حال یہ ہے کہ خود بھوکے اور بچوں کو بھی بھوکا رکھ کر ایک اجنبی پر سب کچھ نچھاور کرتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں۔ چنانچہ صدر الافاضل علیہ الرحمہ حدیث پاک کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

"یعنی مہاجرین، حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ و کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کے حجروں پر معلوم کرایا۔ کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ معلوم ہوا کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ تب حضور نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کو مہمان بنائے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری کھڑے ہوئے اور حضور ﷺ سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر جاکر بیوی سے کہا کیا کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے۔ حضرت ابوطلحہ نے فرمایا۔ بچوں کو بہلا کر سلادو، اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ کو بجھادو تاکہ وہ اچھی طرح کھالے یہ اسی لئے کیا تاکہ مہمان یہ نہ جان سکے کہ اہل خانہ اس کے ساتھ نہیں کھارہے ہیں کیوں کہ اس کو یہ معلوم ہوگا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا کم ہے اور وہ بھوکا رہ جائے گا۔ اس طرح مہمان کو کھلایا اور خود تمام نے بھوکے رہ کر رات گذاری، جب صبح ہوئی تو سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا! رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا اللہ تعالیٰ ان سب سے بہت راضی ہے۔ اسی پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (اخرجہ البخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب ۱۰)

## باب دہم

# کنز الایمان کے فکری اثرات

# بیسویں صدی پر کنز الایمان کے فکری اثرات

■ الیاس اعظمی

انیسویں صدی کے دوسرے عشرے سے شروع ہونے والا دور برصغیر کے اندر مسلم معاشرے میں مذہبی و اعتقادی تفرق و تشتت کی شروعات کا زمانہ ہے، آگے جا کر جس کی کوکھ سے بڑے بڑے فتنوں نے جنم لیا ہے۔ یہی وہ دور ہے جس میں بدعقیدگی اور غلط فکری کی کالی گھٹائیں نجد کی طرف سے برصغیر کا رخ کرتی ہیں اور آہستہ آہستہ پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں یوں مسلم معاشرہ اس کی تاریکیوں میں ڈوب جاتا ہے۔

دوسری طرف برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی خفیہ و اعلانیہ چالوں اور درون خانہ نااہل مغل شہزادوں کی باہمی رسہ کشی اور اقتدار کی جنگ کے باعث جب دہلی کے لال قلعے پر گرفت کمزور پڑتی ہے تو مطلع سیاست بھی ابر آلود ہو جاتا ہے اور سرحد پار سے آنے والے قزاقوں، برطانوی لٹیروں کے ہندوستان پر غاصبانہ اقتدار کی کالی گھنگور گھٹائیں پورے طبقے پر چھا جاتی ہیں۔

یوں ظلمت کی ان تاریک اور گہری راتوں میں مسلم امہ پر جو سب سے بڑا اور شدید حملہ ہوتا ہے وہ امت کے اجتماعی عقیدہ و ایمان پر ہوتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے مرکز عقیدت و محبت لیکن گنبد خضریٰ کی ذاتِ بابرکات پر کیا جاتا ہے۔ محبوب کل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کو متنازعہ بنانے کے لیے نت نئے عقیدے وضع کیے گئے کبھی عظمت نبوت پر حملے کیے گئے تو کبھی حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر شب خون مارتے ہوئے نبوت کے دعوے کیے گئے، کبھی مقام ولایت پر حرف گیری کی گئی تو کبھی ایسا بھی ہوا کہ شانِ الوہیت میں بھی تنقیص کی پیوندکاری کی گئی مختصر یہ کہ برصغیر میں دینی فتنوں کی یلغار اور افتراق بین المسلمین کے یہی بڑے اسباب تھے جن کی وجہ سے جسد ملت لخت لخت ہو گیا۔ اور اس کا شیرازہ بکھر گیا۔

فطرت کا اصول یہ ہے کہ جب زمین کا سینہ دھوپ کی تمازت سے خوب تپ جاتا ہے۔ تیز آندھیاں آتی ہیں اور کالے سیاہ بادلوں کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں تو پھر رحمتِ الٰہی کے بادل بھی

جھوم کر آتے ہیں اور ابر کرم باراں کی صورت میں خوب برستا ہے تو زمین کا سینہ نہ صرف ٹھنڈا ہوتا ہے بلکہ اس کے فیض کرم سے زمین کا سینہ چاک کر کے اس سے سبزہ اُگاتے ہیں یوں رحمت حق کی سرسبز و شاداب کھیتیاں ہر طرف لہلہاتی نظر آتی ہیں۔ بلا تشبیہ و بلا مثال ملتِ اسلامیہ ہند کے زوال و انحطاط کے اس دور میں بریلی کے مردم خیز خطے پر بہار میں گلشنِ نقی علی میں محلہ سوداں گراں کی سرزمین میں احمد رضا کی صورت میں ایک پھول کھلتا ہے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور اپنی مہک سے خطۂ ہند ہی نہیں بلکہ چار دانگ عالم کو معطر کر دیتا ہے۔ تو پھر عالم عرب و عجم اسے اعلیٰ حضرت "عظیم البرکت"، "سراج الامۃ"، "مجدد دین وملت" ایسے عظیم القابات سے یاد کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام القابات کی ردا فقط انہی کو زیبا دیتی ہے مگر اس کے باوجود حقیقت بین نگاہوں کو ممدوح عالم کا سرو قامت اس ردائے فخر سے کہیں بلند نظر آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی عمر عزیز کی ابھی چودھویں بہار دیکھ رہے تھے کہ مسند افتاء و ارشاد پر فائز کر دیے گئے۔ تو پھر آپ کی تحقیقاتِ انیقہ سے کشتِ ایمان میں وہ بہار آئی کہ جس سے اسلام اور اسلامیانِ عالم کو حیاتِ نو مل گئی۔ انہیں اثر خامۂ رضا میں سے ایک نادر و شاہکار آپ کا وہ ترجمۂ قرآن ہے جس کو آپ نے "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے موسوم کیا۔

ہندوستان کی سرزمین ترجمۂ قرآن کی دولت سے محروم نہیں تھی بلکہ اس سے پہلے بہت سے فارسی اور اردو تراجم بساط علم پر موجود تھے جن میں لفظی اور بامحاورہ ترجمے، مختصر حواشی یا جامع تفاسیر بھی شامل تھے۔ ایسے میں ذہن میں یہ سوال بار بار انگڑائیاں لیتا ہے کہ پہلے تراجم کی موجودگی میں ایک نئے ترجمے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور یہ کہ اس نے مسلم معاشرے پر کیا اثرات مرتب کیے ہیں؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ پہلے سے موجود تراجمِ قرآنی کی موجودگی میں ایک نئے ترجمے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری رقمطراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت کے ترجمے کنز الایمان میں ادب رسالت کا پہلو تو جداگانہ اور امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ کی ساری زندگی عشق و ادب مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور پاس ادب سے نابلد لوگوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں بسر ہوئی۔ رب العزت نے ایک مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى

اس مقام کا ترجمہ اہل علم کے لیے ایک آزمائش سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ اکثر مترجمین نے

اس کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے:

"اللہ نے آپ کو بھٹکا ہوا، راہ حق سے بے خبر، اور گم کردہ پایا تو ہدایت کی راہ دکھائی۔"

یہ تراجم بلاشک وشبہ شانِ رسالت اور ادب بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی تھے۔ مترجمین کے ہاتھ سے بوجوہ ادب رسالت کا دامن چھوٹ گیا تھا۔ اور وہ اس حقیقت سے صرف نظر کر بیٹھے کہ اللہ کا کلام جو اترا ہے "وَرَفَعْنَا لَكَ" کا مصداق بن کر ہے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت "وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (اے محبوب بے شک تو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے) کا دعویٰ کرتا ہے تو ایسے معظم واعلیٰ مرتبت رسول کی نسبت یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ راہ حق سے بھٹکا ہوا، بے خبر یا گم کردہ راہ تھا کتنا بڑا ظلم ہے۔ جس کا اپنا یہ عالم ہو کہ وہ راہ صواب سے بھٹکا ہوا ہو کس طرح دوسروں کو ہدایت کی دولت سے بہرور کر سکتا ہے؟۔

(کنز الایمان کی فنی حیثیت، ص:۳۰)

حاصل کلام یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "کنز الایمان" کے نام سے جو قرآن مجید کا نادر وشاہکار ترجمہ کیا ہے وہ محض شوق ترجمہ کے جذبات کی تسکین کے لیے نہیں تھا۔ بلکہ عقیدہ وعمل اسلامی فکر وفلسفہ، اسلامی تہذیب وثقافت کی روحانی اقدار کا یہ تقاضا بھی تھا کہ بدعقیدگی کے بسائے جانے والے اس شبستان میں نورِ ایمان کے چراغ روشن کرنے کے لیے اس کتابِ نور قرآن مجید کا ترجمہ اور ترجمانی اس اسلوب بیان میں کی جائے کہ صاحبان ایمان اور اہل عقیدت ومحبت کا دامن ایمان کے خزانوں سے اس طرح بھر پور ہو جائے کہ پھر کسی اور ترجمے اور ترجمانِ قرآن کی انہیں حاجت تک نہ رہے۔ اسی لیے حدی خوان قافلۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ترجمۂ قرآن کا نام ہی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" رکھا ہے۔

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کا ایک صدی پر محیط یہ سفر خود اس امر کی شہادت فراہم کر رہا ہے کہ اس نے بیسویں صدی پر جو دور رس اثرات مرتب کیے ہیں ان کا اندازہ اس کی پاک وہند اور دنیا کے دیگر ممالک میں اور مختلف زبانوں میں کثرتِ اشاعت سے لگایا جا سکتا ہے۔

یہ حقیقت امرِ واقعی ہے کہ قرآن کی تاثیر واثر اس کی ذاتی صفت ہے البتہ اس امر کا انکار بھی ممکن نہیں ہے کہ مطالب قرآنی کے فہم اور اس سے فکری ونظریاتی راہنمائی لینے میں اس کا ترجمہ وتفسیر اہم کردار ادا کرتا ہے اور یوں ایک مترجم یا مفسر بھی طالب ہدایت کی فکری تعمیر اور ذہن سازی میں کردار ادا کرتا ہے۔

بیسویں صدی بالخصوص فکری ونظریاتی اور اعتقادی ومسلکی اعتبار سے اپنے اندر ایک ایسی تاریخ سمائے ہوئے ہے کہ جس کے مختصر جائزے کے لیے بھی ایک دفتر درکار ہے ان زلازل وفتن

میں قصرِ عقیدہ واعتقاد ہچکولے لے رہا تھا۔ اہل حق کسی مسیحا کی راہ تک رہے تھے کہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کشتیِ ملت کے پاسباں بن کر میدانِ عمل میں اترتے ہیں اور قلم و قرطاس کے ذریعے ہچکولے کھلاتے ہوئے قصرِ ایمان کا اس جرأت و استقامت کے ساتھ دفاع کرتے ہیں کہ فتنۂ اعتزال کے زخم خوردہ اور تہذیب مغرب کے اسیر بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ سرزمین بریلی سے اُٹھنے والی عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس آواز میں کچھ ایسی علمی گھن گرج تھی کہ ماہرین فلسفۂ قدیم اور حاملینِ علوم جدید اس پر توجہ دیے بغیر رہ نہ سکے۔

## ایک وضاحت:

آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ زیرِ قلم موضوع ''بیسویں صدی پر کنزالایمان کے فکری اثرات'' پر راقم کی اس تحریری کاوش میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے صرف ترجمۂ کنزالایمان کے اثرات ہی مراد نہیں ہیں بلکہ میں نے موضوع میں توسع کا پہلو اختیار کیا ہے۔ کنزالایمان کے اثرات سے میرا مطمحِ نظر فکرِ رضا کے اثرات ہیں، اس لیے میری اس کاوش کو اسی زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔

## آمد بر سرِ مطلب:

سطورِ سابقہ کا حاصل یہ ہے کہ انسانی زندگی کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جس پر کنزالایمان نے اپنے اثرات نہ چھوڑے ہوں۔ اور کوئی ایسا طبقہ نہیں جو اس سے متاثر نہ ہوا ہو۔

## مذہبی اثرات:

جمہور امتِ مسلمہ ہند اور بعض نوخیز اقلیتی فرق کے درمیان پائے جانے والے اختلافات میں سے اہم ترین اور سب سے بڑا اختلاف یہ ہے کہ قرآن مجید کے کچھ مترجمین سے ترجمۂ قرآن کرتے ہوئے بعض مقامات پر شان و مقامِ رسالت کے حوالے سے زبردست لغزشیں واقع ہوئی ہیں۔ یوں ادب واحترامِ رسالت کا دامن اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ طرفہ یہ کہ اس طرف توجہ دلانے کے باوجود بھی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ مراسلت کی گئی مگر عقائد حقہ سے عدول کی رہ سے مراجعت نہ کی گئی۔ اس سلسلے میں صرف ایک حوالہ نذرِ قارئین کیا جاتا ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اللہ رب العزت اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین و گستاخی کے کلمات پر متوجہ کرتے ہوئے اور اپنے مخترعہ عقائد سے رجوع کرنے کی طرف بار بار دعوت دی مگر نہ مکتوباتِ رضا کا جواب دیا گیا اور نہ اپنے مذعومہ عقائد سے رجوع کیا گیا۔ مکتوباتِ رضا میں سے صرف ایک مکتوب کا مختصر اقتباس ملاحظہ ہو۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں:

’’آپ جانتے ہیں اور زمانے پر روشن ہے کہ بفضلہ تعالیٰ سالہا سال سے کس قدر رسائل کثیرہ غریزہ آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی صاحب وغیرہ کے رد میں ادھر سے شائع ہوئے اور بحمدہٖ تعالیٰ ہمیشہ لاجواب رہے۔

سوالات گئے، جواب نہ ملے، رسائل بھیجے، داخل ہوئے، رجسٹریاں پہنچیں، منکر ہو کر واپس فرمادیں۔‘‘ (کلیات مکاتیب رضا۔ جلد اوّل۔ ڈاکٹر شمس المصباحی)

کلیات مکاتیب رضا میں تھانوی صاحب کے نام اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے پانچ مکاتیب موجود ہیں ان تمام مکتوبات کا ایک ایک لفظ اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ مکتوب نگار کے دل میں دینِ حق اور افرادامت کے لیے کس قدر درد ہے اور وہ کس دل سوزی کے ساتھ جادۂ حق سے بھٹک جانے والوں کو دلائل و براہین کے ساتھ رجوع الی الحق کی دعوت دے رہے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

’’الحمد اللہ اس فقیر بارگاہ غالب قدیر عزوجلالہ کے دل میں کسی شخص سے نہ ذاتی مخالفت نہ دنیوی خصومت، میرے سرکار ابد قرار حضور پُر نور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پر مامور فرمایا ہے کہ مسلمان بھائیوں کو ایسے حال سے خبر دار رکھوں جو مسلماں کہلا کر اللہ واحد قہار جل جلالہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماذون مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس پر حملہ کریں تا کہ میرے عوام بھائی مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ان ذیاب فی ثیاب کے جبّوں، عماموں، مولویت، مشیخت کے مقدس ناموں قال اللہ، قال الرسول کے روغنی کلاموں سے دھوکے میں آکر شکار گرگان خونخوار ہو کر معاذ اللہ سقر میں نہ گریں۔‘‘

(مکتوبات امام احمد رضا۔ مرتبہ مولانا پیر محمود احمد قادری، مکتبۂ نبویہ لاہور، ص: ۱۱۵)

ناموس رسالت کے تحفظ کی اس تحریک میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر جس طرف سے بھی اور جو بھی ذاتی سوقیانہ حملے ہوتے رہے ان کے جواب میں آپ لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

’’ایسے وقائع بکثرت ہیں اور اب جو صاحب چاہیں امتحان فرمائیں ان شاء اللہ ذاتی حملوں پر کبھی التفات نہ ہوگا۔ سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی ہے کہ عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی، میں تو خوش ہوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افترا کرتے، بُرا کہتے ہیں، اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی، مُنقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں میں چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں، میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آبائے کرام کی آبروئیں عزتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سپر د ہیں اللّٰھم آمین۔ (ایضاً ص: ۱۱۷)

مذکورہ بالا اقتباسات کا لفظ لفظ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ آپ کو کسی سے کوئی ذاتی رنج نہ تھا اور نہ کوئی ذاتی مفاد تھا۔ مفاد تھا تو صرف اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت اور ناموس کے تحفظ کا تھا۔ اللہ عزوجل اور رسول معظم و محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مضطرب دل سے نکلنے والی اور دردوسوز میں ڈوبی ہوئی ان آہوں کا ہی نتیجہ تھا کہ اکابر مجرمین کے پیرو کاروں میں سے ہی بہت سے لوگوں کو حضور ایزدی سے یہ توفیق نصیب ہوگئی کہ انہوں نے اگرچہ اپنی تحریروں اور تراجم قرآنی میں اس کشتۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو ذکر نہیں کیا مگر اُن کی دعوتِ فکر ادب واحترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت پر مبنی فکر رضا کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہوئے اپنے اساتذہ اور اکابر کی بارگاہِ رسالت کی بے ادبی کی راہ کو مسترد کر دیا ہے۔ ہم اپنی اس بات کی تصدیق میں چند مثالیں حق پسند اور حق طلب قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

قرآن مجید کی سورۂ والضحیٰ کی آیت کریمہ ہے،

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (پ۳۰، الضحیٰ)

اس آیتِ کریمہ کا مختلف مترجمین کی طرف سے کیا گیا ترجمہ ملاحظہ ہو،

(۱) پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی۔ (محمود الحسن)

(۲) پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی۔ (شاہ عبد القادر)

(۳) اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتلایا۔ (اشرفعلی تھانوی)

(۴) تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ (مودودی)

(۵) اور رستے سے ناواقف پایا تو سیدھا رستہ دکھایا۔ (مولوی فتح محمد)

(۶) اس نے تجھ کو بھولا بھٹکا پایا پھر راہ پر لگایا۔ (وحید الزمان)

(۷) آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتا دیا۔ (عبد الماجد دریا آبادی)

(۸) پس پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی۔ (شاہ رفیع الدین)

(۹) اور تم کو دیکھا کہ (راہ حق کی تلاش میں بھٹکے) بھٹکے (پھر رہے) ہو تو (تم کو دین اسلام کا) سیدھا رستہ دکھا دیا۔ (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

(۱۰) اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت دی۔ (مولانا محمد جونا گڑھی)

(۱۱) تو بے راہ تھا یعنی تجھے پڑھانے والا کوئی نہ تھا، اللہ نے تجھ کو شریعت یعنی قرآن سکھایا۔ (حسین علی واں بھچراں)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ محولہ بالا تمام تراجم میں بھٹکا، بے خبر، بھولا ہوا، بے راہ، کے الفاظ و کلمات مشترک دکھائی دیتے ہیں۔ راقم الحروف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ترجمہ کرتے ہوئے سوئے ادبی پر مشتمل ان کلمات پر اتفاق و اجماع محض اتفاقی نہیں بلکہ یہ بد عقیدگی اور غلط فکری کا اشتراک ہے۔ یہ سب بادیۂ گمراہی میں بھٹکی ہوئی سوچ بے خبر و راہ بھولی ہوئی فکر کا نتیجۂ بد ہے۔ ورنہ ہر وہ شخص جس کو فہم صحیح اور عقل سلیم کا ایک ذرّہ ساحصّہ بھی بارگاہِ ایزدی سے حاصل ہوا ہے، وہ پہلی ہی نظر میں جان کر پکار اٹھتا ہے کہ ان تراجم کو دولتِ ایمان اور دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور مقام و احترام رسالت سے خالی ہیں۔ اور اس عظیم بارگاہ سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے۔ ان تراجم اور ان کے مترجمین کو اپنے دور کی اعتزالی سوچ قرار دیا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

## مولانا کوثر نیازی کا تبصرہ

مذکورہ بالا تراجم پر ہم اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے سابق وفاقی وزیر مذہبی امور و حج و اوقاف مولانا کوثر نیازی جو مسلکی اعتبار سے دیوبندی نظریات کے حامل تھے جب مودودی سے سیاسی تربیت پا کر میدان سیاست میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دستِ راست کی حیثیت سے پیپلز پارٹی کے اسٹیج سے پروان چڑھے اور وفاقی وزارت کے منصب تک پہنچے تھے۔ غرض یہ بتانا مقصود ہے کہ مولانا کوثر نیازی نہ تو امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ یا بیعت کی نسبت رکھتے تھے اور نہ آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھے نہ صرف یہ بلکہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے فکری ہم آہنگی رکھنے والے کسی بزرگ سے بھی اُن کو کوئی ایسی نسبت حاصل نہ تھی۔ وہ خالص دیوبندی فکر کے پروردہ تھے۔ خود اُن کا اپنا بیان ہے:

''میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم و مغفور سے لیا ہے''۔

(امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، ص: ۷، مطبوعہ، ادارۂ معارف نعمانیہ، نومبر ۱۹۹۰ء)

## مولانا کوثر نیازی کا تبصرہ

مولانا کوثر نیازی مذکورہ تراجم اور ان کے مترجمین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کے ترجمے کو دیکھو، قرآنِ پاک شہادت دیتا ہے،'' مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى'' رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے۔ ''ضَلَّ'' ماضی کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے، ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد و افکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا

مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔ ''وَوَجَدَكَ ضَآلًّا'' کا ترجمہ مَا ضَلَّ کی شہادت قرآن کو سامنے رکھتے ہوئے عظمتِ رسول کے عین مطابق کرنے کی صورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے؟

## مترجمین کا محاکمہ:

(تراجم پر تبصرہ کرنے کے بعد مترجمین کا محاکمہ یوں کرتے ہیں۔)

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں،

'اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سمجھائی'

کہا جا سکتا ہے مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہوگئی آیئے ادیب، شاعر، مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا ترجمہ ہے،

'اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا'

مولانا دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے، ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجیے اس دور میں اردوئے معلی میں لکھنے والے اہل قلم حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیتے ہیں، ان کا ترجمہ یوں ہے،

''اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی''

پیغمبر کی گم راہی اور پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھیے اور پھر ''کنز الایمان'' میں امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کو دیکھیے

بیا ور ید گر اینجا بود سخن دانے
غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

امام نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں:

'اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی' (کنز الایمان)

کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ ''رشدی'' کی ہفوات پر تو زبان کھولنے اور عالم اسلام کے قدم بہ قدم کوئی کارروائی کرنے میں اس لیے تامل کریں کہ کہیں آقایانِ ولیِ نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمے پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے''

(ایضاً، ص: ۸، ۹)

## کنزالایمان میزان نقد میں:

اب ذرا کنزالایمان پر مولانا نیازی کا تبصرہ ملاحظہ ہو،

''ادب واحتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر وتقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ یہی ان کا سوز نہاں ہے جو ان کا حرز جاں ہے۔ ان کا طغرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے۔

حاصل کون ومکان ہے، برتر از ایں وآں ہے، باعث رشک
قدسیاں ہے، راحتِ قلب عاشقاں ہے، سرمۂ چشم سالکاں

(ایضاً، ص:۸)

مولانا کوثر نیازی کے ''کنزالایمان'' اور دیگر تراجم قرآنی پر اس جامع اور غیر جانب دارانہ تبصرے کے بعد مزید کسی تبصرہ وتجزیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

## کنزالایمان کے علمی و فکری اثرات:

راقم کا وجدان یہ کہتا ہے اور میری پختہ رائے بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ المنان کی دیگر حسنات کا اگر ذکر نہ بھی کیا جائے اور فقط اس ایک خوبی وخصوصیت کو ہی لے لیا جائے جو آپ نے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حرمت وتقدیس رسالت کے لیے سرانجام دی ہے اور ''عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایمان ہے'' کے اپنے فکر وفلسفے کو جس طرح سے ہر مسلمان کے دل میں اتار کر اُن کے عقیدہ وایمان کی حفاظت کی ہے۔ آپ کے بقائے دوام، بخشش و مغفرت اور بلندی درجات کے لیے یہی کافی تھا۔ آپ نے اپنے ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' اور دیگر تصانیف بالخصوص اپنے فتاوی ''فتاوی رضویہ'' کے ذریعے سے تقدیسِ الوہیت، حرمتِ ناموس رسالت اور عظمت اولیا کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اس کی مثال اسلام کی صدیوں پر محیط تاریخ میں عنقا ہے۔ اور مستقبل میں بھی اس کی مثال کی پیش گوئی مشکل ہے۔

برصغیر میں بدعقیدگی کی تحریک کا آغاز مولوی اسماعیل دہلوی (م ۱۸۳۱ء) کی بدنام زمانہ کتاب نام نہاد ''تقویۃ الایمان'' کے منظر عام پر آنے سے ہوا اور پھر ملتِ اسلامیہ میں چھپے ہوئے مار آستینوں اور کچھ غیروں کے ''دست غیب'' کی کرشمہ سازیوں سے اس اعتزالی تحریک کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا۔ اہانتِ رسول کی اس تحریک میں نئے نئے فتنے جنم لیتے رہے۔ چھوٹے چھوٹے فرقے وجود میں آتے رہے اور ملتِ اسلامیہ کے جسد ناز پر نو تراشیدہ، بدعی اور باطل عقائد کے نشتر چلاتے رہے ہیں۔ اس طوفانِ بلاخیز میں جو ذات ہمیں ملت کے مجموعی ایمان کا دفاع کر کے اس کے

بکھر جانے والے اجزا کو ملا کر ایک مالا میں پرونے میں کوشاں و ساعی نظر آتی ہے اور افرادِ ملت کو
اسلاف کی راہ پر گامزن رہنے کا درس دیتی نظر آتی ہے وہ صرف اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ
علیہ کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ یہ بات ہم محض عقیدت کے طور پر ہی نہیں کہہ رہے بلکہ خود امام احمد رضا
خاں رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین بھی برملا اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ
علیہ اور اُن کے پیروکار قدیم طریقوں پر قائم رہے۔ مولانا سلیمان ندوی جو اپنے طبعی میلان کے
اعتبار سے اہل حدیث (غیر مقلدانہ) خیالات رکھنے والے تھے وہ لکھتے ہیں:

"تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل سنت کہتا
رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علما تھے۔"

(حیاتِ شبلی، ص:۴۶، بحوالہ تقریبِ تذکرۂ اکابر اہل سنت، ص:۲۲، از مولانا عبدالحکیم شرف قادری)

اہلِ حدیث مکتبِ فکر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کی گواہی بھی ملاحظہ ہو۔

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو وسکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسّی (۸۰)
سال قبل سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔"

(شمع توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص۴۰، بحوالہ امام احمد رضا محدث بریلوی پر دنیا بھر میں نئی نئی تحقیقات، از علامہ
عبدالحکیم شرف قادری، ص: ۵)

مذکورہ بالا دو مذہبی گواہوں کے علاوہ ایک مؤرّخ اور جدید تعلیم یافتہ غیر جانب دار شخصیت
کی گواہی بھی ملاحظہ ہو:

"انہوں (مولوی احمد رضا علیہ الرحمۃ) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی
حمایت کی۔" (موج کوثر: ص:۷۰، از شیخ محمد اکرام)

مذکورہ بالا ان تمام حوالہ جات کے پیش کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ امام احمد رضا خاں نے
نہ تو کوئی نیا فرقہ قائم کیا اور نہ کوئی نیا مسلک و مذہب ایجاد کیا، بلکہ آپ پوری تندہی، پورے اخلاص
اور کمال استقامت کے ساتھ اسلاف امت کے عقائد کی تبلیغ و اشاعت کی۔ انہی کا دفاع کیا اور مخترع
عقائد کے حاملین کو اسلاف امت کے ہی مذہبی عقائد کی طرف دعوت دی۔ یہ آپ کے اخلاص ہی کا
نتیجہ اور آپ کی فکر کے مبنی بر صداقت ہونے کی دلیل ہے کہ ان بدعتی گروہوں کے بانیان کے بعد
آنے والی اُن کی معنوی اولاد جب میدان میں اترتی ہے تو وہ امام احمد رضا خاں کے فکری و اعتقادی
نشتروں کا مقابلہ کرنے سے کتراتی ہے، اپنے بڑوں کی راہ پر چلنے سے بظاہر گریز کرتی ہے: وہ اب
تراجم اور تحریروں میں بظاہر ایسے الفاظ لا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ اپنے اکابرین سے

تراجم سے متفق نہیں ہیں۔

## حکمتِ احمد رضا تیری کیا بات ہے:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ والضحیٰ کی آیت نمبر ۷ "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"

مخالفین حق نے جب اپنی مزعومہ توحیدی عینک لگا کر عشق محبت میں ڈوبے ہوئے ترجمے کنزالایمان کو دیکھا اور پڑھا تو بغضِ رسالت میں جلتے ہوئے یہ فتوی صادر کیا کہ "مولانا احمد رضا خان نے یہ ترجمہ درست نہیں کیا اور اُن کا ترجمہ غلط ہے" اس کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہی قرار دیا جائے گا کہ یہ ہی "مفتیان" جب قلم اُٹھائے قرآن مجید کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو اگرچہ وہ "اپنی محبت میں خود رفتہ پایا" کی ترکیب تو اختیار نہیں کرتے مگر اشارۃً اس ترجمۂ رضا کی تائید ضرور کرتے ہیں۔

آیئے ہم اپنے اس موقف کی تائید میں چند مثالیں پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت پوری طرح مبرھن ہو کر سامنے آجائے۔

مولانا ابوالکلام آزاد جو کانگریس کے "شوبوائے" کے نام سے پورے ہندوستان میں شہرت پانے والے مذہبی راہنما تھے، آزاد سیاسی طور پر کانگریسی اور مسلکی اعتبار سے پکے "دیو بندی" تھے اگرچہ اپنی "ابوالکلامی" کا اظہار کرتے ہوئے تقلید ائمہ اور اپنے اسلاف جیسے والا بزرگ مولانا خیرالدین، مولانا منورالدین وغیرہ جو پکے اور متصلّب اہل سنت تھے اور اسماعیل دہلوی و تقویت الایمانی تصور توحید کے سخت مخالف تھے، ان سے بیزاری کا اکثر اظہار کرتے رہتے تھے (اُن کی اپنی کتاب "تذکرہ" کے مندرجات اس پر بطور سند و دلیل کافی ہے)۔ مولانا آزاد نے بھی ترجمۂ قرآن اور "ترجمان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی، مولانا آزاد کا ترجمۂ قرآن ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ آزاد نے اپنے اس ترجمے میں "سورۂ الضحیٰ" کا ترجمہ کرتے ہوئے زیر بحث آیت کریمہ کا ترجمہ بایں الفاظ کیا!

"اے پیغمبر! ہم نے دیکھا کہ ہماری تلاش میں ہو۔ ہم نے خود ہی تمہیں اپنی راہ دکھلا دی۔" (ترجمان القرآن جلد سوم، ص: ۱۸۴)

آزاد کا یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے ترجمۂ کنزالایمان کی بڑی حد تک تائید کرتا ہے۔ الفاظ کے فرق کے باوجود مفہوم قریب قریب ایک ہی ہے۔

## تفسیر عثمانی:

دیو بند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے "موضح الفرقان" کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ کیا

جو ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء میں مکمل ہوا۔ مترجم نے تکمیل ترجمہ کے بعد اس کے حواشی بھی لکھنا شروع کیے مگر وہ صرف ''سورۂ آل عمران'' تک حواشی لکھ سکے بعد میں ان حواشی کو ان کے شاگرد مولوی شبیر احمد عثمانی نے مکمل کیا۔ جو تفسیر عثمانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مولوی محمود الحسن نے ترجمہ تو خالص دیوبندی فکر کے مطابق ہی کیا ہے لیکن شبیر احمد عثمانی نے اس پر جو حاشیہ لکھا ہے وہ قابل توجہ ہے ملاحظہ ہو:

''جب حضرت جوان ہوئے قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم وراہ سے سخت بیزار تھے۔ اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا۔ عشق الٰہی کی آگ سینۂ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جس سے اس عرش وکرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے 'غارِ حرا' میں فرشتے کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی دین حق نازل فرمایا ''مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (شوریٰ رکوع ۵) (تنبیہ) یہاں ''ضآلًّا'' کے معنی کرتے وقت ''سورۂ یوسف'' کی آیت ''قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ۝'' کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔''

﴿تفسیر عثمانی، بذیل حواشی سورۃ الضحیٰ، ص: ۷۷۸، ۷۷۹، مطبوعہ دار التصنیف کراچی﴾

اب ذرا عثمانی صاحب کا سورۂ یوسف کی مذکورہ آیت پر لکھا گیا حاشیہ بھی ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

''یعنی یوسف کی محبت، اس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین تیرے دل میں جاگزیں ہے، وہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں''۔

ایضاً بذیل حواشی سورۂ یوسف آیت نمبر ۹۵، ص: ۳۱۹، حاشیہ: ۱

عثمانی صاحب کے اوّل الذکر حاشیہ سے اشارۃ النص سے اور ثانی الذکر حاشیے سے بطور ''عبارۃ النص'' ثابت ہوا کہ ''ضآل'' کا معنی صرف گمراہ ہونا اور بھٹکنا ہی نہیں ہیں۔ بلکہ کسی کی محبت کا غالب آجانا، ورکسی کی محبت میں وارفتہ ہوجانے کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مولانا عثمانی کبھی ''لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ'' کا معنی ''یوسف کی محبت'' نہ کرتے عثمانی صاحب اپنے حواشی میں صراحۃً امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں کے بیان فرمودہ ترجمے ''آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا'' کی تائید وتصدیق کررہے ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ موصوف کے استاد اور مترجم

مولوی محمود الحسن صاحب کی نظر اس معنی کی طرف کیوں نہ گئی؟ مقام رسالت سے اس قدر بے خبری کو غلط فکری اور بدعقیدگی کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔

## ایک اور شہادت:

پروفیسر مولوی فیروز الدین روحی دیوبندی نے سورۂ والضحیٰ کی زیر بحث آیتِ مبارکہ کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''اور آپ کو طالب پایا تو ہدایت دی''

اس ترجمہ پر اپنے تفسیری حاشیے میں لکھتے ہیں:

''پھر آپ کس طرح قلبی اضطراب میں مبتلا تھے کہ کسی طرح دنیا کی ضلالت اور کفر و شرک کا ازالہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس دلی تڑپ اور شوق کو اس طرح پورا کر دیا کہ اس نے آپ کو منصب نبوت و رسالت پر تفویض فرما کر ہدایت کی وہ راہ بتادی جس پر گامزن ہو کر کفر و شرک کی گند میں مبتلا لوگ نور ہدایت سے اپنے قلوب کے گند کا ازالہ کر لیں۔''

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع مختصر تفسیر، پارہ ۳۰، ص: ۶۷ مطبوعہ ادارۂ تبلیغ القرآن نمبر ۱۱۸، گولیمار کراچی)

پروفیسر روحی اپنے زیر نظر آیت کریمہ کے ترجمے اور اس کے حاشیے میں ضلالت و گمراہی کی نسبت حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں، بلکہ ''قلبی اضطراب''، یعنی محبت الٰہی میں خود رفتگی کی نسبت کرتے ہوئے عام لوگوں کی ضلالت و گمراہی اور کفر و شرک میں مبتلا ہونے کو بیان کر کے آیت کے مفہوم کو واضح کر رہے ہیں کہ العیاذ باللہ گمراہ اور راہ حق سے بھٹکے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے بلکہ وہ لوگ تھے جن کی طرف آپ نبی بن کر مبعوث ہوئے تھے۔

یہ ایک مُسلّمہ حقیقت ہے کہ قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں محبت الٰہی کا بحرِ ناپیدا کنار موجزن تھا وہاں قلب اطہر اس حوالے سے بھی مضطرب رہتا تھا کہ بادیۂ ضلالت میں گم کردہ راہ لوگ میری دعوت حق پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝ (الشعراء ۲۶:۳)

''(اے حبیبِ مکرم!) کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اُن کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔''

بلاشبہ یہ امام احمد رضا خاں اور آپ کے ترجمے ''کنزالایمان'' کے فکری اثرات ہیں کہ ایسے چراغ روشن کیے ہیں جن کے ذریعے اعتقادی بے راہ روی کے اندھیرے خود بخود چھٹ جاتے ہیں۔ اور ہر صحیح العقل سلیم الفطرت شخص جادۂ مستقیم کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔ جو یقیناً فکر رضا کے

صحیح وصواب ہونے کی بین دلیل ہے۔

## جدید مترجمین قرآن پر اثرات:

جس طرح یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید ایک ابدی اور دائمی شان رکھنے والی آخری الہامی کتاب ہے تو یہ بات بھی بغیر کسی شک وشبہ کے کہی جاسکتی ہے کہ قرآن مجید کے تراجم میں سے ''کنزالایمان'' بھی اپنے اندر یہ شان رکھتا ہے، جس طرح قرآن کی تاثیر ہر دور میں ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اسی طرح کنزالایمان بھی اپنے اثرات مرتب کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس نے صرف علوم قدیمہ کے ماہرین کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ عصری علوم کے ماہرین وارباب علم ودانش کے قلوب واذہان کو بھی مسخر کیا ہے۔

[۱] قیام پاکستان کے بعد ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے قرآن وسنت کے پیغام کی اشاعت کے حوالے سے جن اہل علم نے شہرت پائی ہے اُن میں سے ایک نام حضرت سید محمد وجیہ السیما عرفانی علیہ الرحمۃ کا بھی ہے۔ موصوف جدید ذہن رکھنے والے روشن خیال عالم اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے نامور شیخ بھی تھے۔ آپ سورۂ والضحیٰ کی اس آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''اور آپ کو مقصود کی چاہت میں گم گشتہ دیکھا تو مقصود تک پہنچا دیا۔''

(عرفان القرآن، سورۂ والضحیٰ، ۹۳:۷)

یاد رہے کہ موصوف نے ''عرفان القرآن'' کے نام سے قرآن مجید کا عمدہ اور شستہ ورواں ترجمہ کیا ہے۔ ''ضَآلًّا فَهَدٰى'' کا ترجمہ مقصود کی چاہت اور مقصود تک پہنچا دینا، ایک عمدہ تعبیر ہے۔ اور مقام رسالت کے آداب کے تقاضوں کے بھی قریب تر ہے۔ اس لیے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ومطلوب ذاتِ حق کے سوا اور کچھ نہ تھا، مترجم نے اپنے ترجمے میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح موصوف ''سورۂ یوسف'' میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی بات جس کو قرآن نے ذکر کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا ہے!

''قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ''

''کہنے لگے خدا کی قسم آپ تو محبت کے اسی پرانے غلبے میں گرفتار ہیں۔''

بیٹوں نے ''ضلال'' کی نسبت حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی تھے کی طرف کی تھی حضرت مترجم نے اسی نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ ''غلبۂ محبت'' انتہائی مؤدب الفاظ میں کیا ہے، مقام نبوت کا یہی تقاضا تھا۔ جو ترجمے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

[۲] جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاولپور کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر سید حامد حسن

بلگرامی کا نام اسلامی دنیا بالخصوص پاکستان کے علمی حلقوں میں کسی قسم کے تعارف کا محتاج نہیں۔ موصوف نے ''فیوض القرآن'' کے نام سے قرآن مجید کا بڑا ہی وجد آفریں ایمان افروز ترجمہ کیا ہے جس کو پڑھتے ہوئے قلب و روح اپنے اندر تازگی محسوس کرتے ہیں علاوہ ازیں اس ترجمے کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ تمام مکاتب فکر کے اکابر علما نے اس کی تائید و توثیق کی ہے۔ اکابرین اہلِ سنت میں سے حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اور زینت مسند فقہ حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی اس کے مؤیدین میں شامل ہیں: اکابر زعمائے ملت کے مؤید اس ترجمے میں سورۂ والضحیٰ کی زیر بحث آیت مبارکہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (سرگشتۂ شوق، وادی عشق الٰہی میں) سرگرداں پایا تو (اس نے) آپ کو منزل مقصود پر پہنچایا (غار حرا سے اُٹھا کر تبلیغ کے فرائض سونپے کہ دنیا اپنے ہادی کو دیکھے، ہدایت پائے)''۔ (فیوض القرآن، سورۂ والضحیٰ ۹۳:۷)

[۳] ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بھی ''عرفان القرآن'' کے نام سے تقدیس الوہیت اور ادب و احترامِ رسالت سے لبریز ایسا ایمان افروز اور روح پرور ترجمہ کیا ہے کہ جس کو پڑھتے ہوئے قاری اپنی کشتِ ایمان میں بہار کو جوبن پر دیکھتا ہے۔ عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر لکھے گئے اس وجدانی ترجمۂ قرآن میں سورۂ الضحیٰ کی زیر نظر آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

''اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔''

(سورۃ والضحیٰ، ۹۳:۷)

صاحب عرفان القرآن ڈاکٹر محمد طاہر القادری، صاحب کنز الایمان اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں سے کس قدر متاثر ہیں؟ اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے آپ سورۂ والضحیٰ کی اسی زیر تبصرہ آیت کریمہ کے غلط تراجم پر جرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ایک طویل اقتباس ملاحظہ ہو:

''بے شک ضلال میں بے خبری کا معنی پایا جاتا ہے اور بے خبر ہونا ضلال کا تقاضا بھی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز سے بے خبری؟ کسی نے اس بے خبری کو راہ شریعت سے بے خبری پر محمول کیا، کسی نے راہ ہدایت سے بے خبری پر اور کسی نے راہ حق سے عدم آگہی پر لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے وفورِ محبت میں خود سے بے خبری پر محمول کیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفورِ محبت الٰہی میں اس قدر مستغرق تھے کہ آپ کو اپنی ذات تک کی خبر نہ رہی۔

تاریخی تناظر میں بھی یہی حق وصواب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے چالیس چالیس روز غار حرا کی تنہائیوں میں یادِالٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی عشقِ الٰہی میں استغراق ومحویت کی اسی کیفیت کو ترجمے کے قالب میں ڈھالتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمہ فرمایا:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''

یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب تیری محبت ومحویت اس کمال تک پہنچ گئی کہ تجھے نہ اپنی خبر رہی نہ دنیا و مافیہا کی یعنی جب تیرا استغراق و انہماک اپنے نقطۂ عروج کو چھونے لگا تو ''فَھَدٰی'' ہم نے تمام حجابات مرتفع کر دیے۔ تمام پردے اُٹھا دیے۔ تمام دوریاں مٹا دیں۔ تمام فاصلے سمیٹ دیے اور اپنی بارگاہِ صمدیت میں مقام محبوبیت پر فائز کر دیا۔

اعلیٰ حضرت نے محبّ ومحبوب کے مابین چاہت ومحبت کی کیفیات اور کمال درجہ احوال و دلربائی کا لحاظ کرتے ہوئے اس انداز سے ترجمہ کیا کہ لغت وادب کے تقاضے بھی پورے ہو گئے اور بارگہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ پایا۔''

''ایں سعادت بزور باز ونبست''

(کنزالایمان کی فنی حیثیت، ص:۳۱،۳۲)

## کنزالایمان کے تہذیبی و ثقافتی اثرات:

اس وقت موجود تمام تراجم قرآنی میں سے جس قدر گہرے تہذیبی وثقافتی اثرات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمۂ کنزالایمان نے معاشرے پر کیے ہیں کسی اور ترجمے نے نہیں کیے۔ آج معاشرے میں اسلامی وروحانی ثقافت کے جو مظاہر ہمیں نظر آتے ہیں اور معمول بہ دین کی بہاریں چمنستانِ حیات میں تازگی ایمان کا ساماں لیے نظر آتی ہیں یہ سب فیض ہے کنزالایمان کا۔

سائنس کی نو بہ نو ایجادات نے اگرچہ بظاہر تہذیب انسانی کو ترقی وعروج کی انتہائی حدوں تک پہنچا دیا ہے مگر اس مادی ترقی کے چکا چوند عہد میں بھی انسان مادیت پرستی کا شکار ہو کر خالق سے تو دور ہوا ہی تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ سے بھی دور ہو چکا ہے بلکہ خود سے نفرت کرنے لگا ہے۔ مادی مال و دولت اور مادہ پرستی کی اندھی محبت نے تمام اقدارِ حیات کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ تمام رشتوں کا تقدس ہوائے نفس کی نذر ہو چکا ہے۔ غرض یہ کہ یہ سارا شاخسانہ ہے مادی تہذیب کا۔ بقول اقبال؎

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

اس ماحول میں بھی ہر طرف محافل قرأت ونعت، محافل میلاد، عرس بزرگان دین، محافل گیارہویں شریف نہ صرف پاک وہند میں بلکہ پوری دنیا میں بلا امتیاز رنگ ونسل اپنی خوشبو پھیلا رہی ہیں۔ اسلامی تہذیب وثقافت اور تمدن کا شکوہ پوری آن بان کے ساتھ جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ بلاشبہ مسلم روحانی ثقافت کا احیا اور دفاع کرنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایسا تاریخی اور انقلابی کارنامہ ہے کہ ہند کی پوری تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

امام احمد رضا نے اس دور میں اقدار دین کو ثابت رکھنے میں کردار ادا کیا جب جدید مغربی تہذیب کی فسوں کاریوں اور فرق مبتدعہ کی مخترعات سے قصر دین کی بنیادوں کو کمزور کیا جارہا تھا۔ امتِ مسلمہ کا رشتہ اس کے کعبۂ ایمان حضور پُر نور سید الانس والجان سے اور اسلافِ امت سے توڑنے کی سر توڑ کوششیں کی جارہی تھیں علامہ علاؤالدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کے بقول:

”جب دین کی قدروں کو نیچے گرایا جارہا تھا۔ اس وقت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری آگے بڑھے اور انہوں نے دین کی قدروں کو صحیح مقام پر ثبات بخشا۔“

﴿انوار رضا، ص: ۶۵۵ بحوالہ مقالاتِ یوم رضا، ص: ۷۰ مطبوعہ دائرۃ المصنفین لاہور﴾

امام احمد رضا نے قلم وقرطاس کے ذریعے اسلامی ثقافت کا دفاع ہی نہیں کیا بلکہ اس کے فروغ میں تمام تر جوش ایمان، غیرت دینی اور ملی حمیت کے سرفروشانہ جذبوں کے ساتھ اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی بلند پایہ علمی تصانیف بالخصوص عظیم فقہی شاہکار ”فتاویٰ رضویہ“ نے نہ صرف مسلم فکر و فلسفہ اور عقائد اسلامیہ کے دفاع میں اہم کردار ادا کیا ہے بلکہ اصلاح احوال، تعمیر سیرت اور پختگی عمل میں بھی راہنمائی کا فریضہ ادا کیا ہے۔ دلوں میں خوف خدا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی آپ کی تصانیف کی اہم خصوصیت ہے۔ آپ کے علم وفکر کا یہ ایک ایسا پہلو اور وصف ہے، جس کو اپنے اور پرائے سب تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ مودودی کے معتمد خاص، سابق جسٹس ملک غلام علی مسلکی و اعتقادی، فکری ونظریاتی ہر اعتبار سے اختلاف رکھنے کے باوجود فکرِ رضا کے اس خصوصی وصف کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علما میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔“

﴿انوار رضا، ص: ۶۵۶ بحوالہ ارمغانِ حرم، ص: ۴۰ مطبوعہ لکھنؤ﴾

علامہ عبد الحمید شیخ الجامعہ، الجامعۃ النظامیہ، حیدر آباد دکن، بھارت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اس وصف حیات کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب سیف الاسلام اور مجاہد اعظم گزرے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک و عقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔ آپ کا مسلمانوں پر احسانِ عظیم ہے کہ ان کے دلوں میں عظمت و احترام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاے امت کے ساتھ وابستگی برقرار ہے۔ خود مخالفین پر بھی اس کا اچھا اثر پڑا اور ان کا گستاخانہ لب ولہجہ ایک حد تک درست ہوا۔''

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الٰہ آباد، ۱۹۷۷ء، ص:۱۴۵)

پروفیسر عبد الشکور شاد، کابل یونیورسٹی، کابل، افغانستان، کا بیان بھی ملاحظہ ہو:

''علامہ موصوف کی تحقیقی کاوشیں اس قابل ہیں کہ ہندوستان و پاکستان کی تاریخِ ثقافت اسلامی میں بالتفصیل ثبت ہوں اور تاریخ علم و ہنگِ افاغنہ و آریانا دائرۃ المعارف کو لازم ہے کہ ان کے اسم گرامی کو ساری مؤلفات کے ساتھ اپنے اداروں میں محفوظ کریں۔''

(ماتِ یوم رضا، ص:۳۳، بحوالہ حیات مولانا احمد رضا خاں، از پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، ص:۱۷)

مولانا کوثر نیازی کی ایک روایت بھی نظروں میں رہنی چاہیے۔ وہ اپنے استاذ مولانا ادریس کاندھلوی کا قول یوں بیان کرتے ہیں:

''میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے تھے۔ ''مولوی صاحب! (یہ مولوی صاحب اُن کا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا خاں کی بخشش تو انہی فتووں کے باعث ہو جائے گی'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا احمد رضا خاں تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا۔ تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول کی ہے۔ تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جاؤ اسی ایک عمل پہ ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔'' (امام احمد رضا خاں ایک ہمہ جہت شخصیت، ص:۷)

غرض یہ کہ وہ تمام اسلامی معاشرتی رسومات جو اسلامی ثقافت کی شناخت اور اس کی علمبردار ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات میں نصوص شرعیہ سے جہاں اُن کا جواز ثابت کیا وہاں اُن تمام دینی و اسلامی رسومات میں پیدا ہو جانے والی خرابیوں کی اصلاح بھی کی، اور یوں مسلم ثقافت کا چہرہ نمایاں کیا۔ شیخ محمد اکرام جو عقائد کے اعتبار سے وہابی اور نظریاتی طور پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سخت مخالفت رکھتے تھے اپنی کتاب میں یوں رقمطراز ہیں:

''مولوی احمد رضا خاں نام: (انہوں) نے کوئی پچاس کے قریب کتابیں مختلف نزاعی اور

علمی مباحث پر لکھیں اور نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔ وہ تمام رسوم فاتحہ خوانی، چہلم، برسی، عرس، تصورِ شیخ، قیام میلاد، استمداد از اہل اللہ (مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ سے) اور گیارہویں کی نیاز وغیرہ کے قائل ہیں۔ (موج کوثر، ص: ۷۰۔ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ مکب روڈ)

## سماجی و معاشرتی اثرات:

کنز الایمان شریف نے صرف مذہبی و اعتقادی زندگی کو ہی متاثر نہیں کیا۔ بلکہ اس نے عامۃ الناس کی سماجی و معاشرتی زندگی پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں مثلاً یہ کہ

[۱] شادی بیاہ کے موقع پر دلہن کو جہاں جہیز میں عمدہ اور قیمتی سامان دیا جاتا ہے۔ وہاں ہمارے معاشرے میں بچی کو قرآن مجید کا تحفہ دے کر گھر سے روانہ کرنے کا قابل قدر اور مستحسن طریقہ بھی پایا جاتا ہے۔ راقم کا یہ مشاہدہ بھی ہے اور تجربہ بھی کہ اس موقع پر بالعموم جو مصحف شریف دلہن کو اس کے گھر والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے وہ ترجمۂ کنز الایمان شریف ہی ہوتا ہے۔

[۲] کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کا یہ خصوصی فیض ہے کہ جوں جوں لوگوں میں قرآنی تعلیمات کا شوق بڑھ رہا ہے توں توں اُن کے اندر عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات بھی فروغ پا رہے ہیں۔ اور ان کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ پہلے بالخصوص شادی کی تقریبات پر ناچ گانے اور رنگ و سرود کی محفلیں سجائی جاتی تھیں۔ اور حد سے بڑھ جانے والے شراب میں مست ہو کر دادِ عیش دیتے تھے مگر اب الحمد للہ رنگ ثقافت بھی بدل رہا ہے اور طرز معاشرت بھی تبدیل ہو رہا ہے اور روز بروز خوشی و مسرت کے ان لمحاتمیں محافلِ قرأت و نعت، محافل میلاد کی صورت میں ذکر الٰہی اور عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پرور نغمے الاپے جاتے ہیں۔ دلوں کو ذکر خدا اور رسول سے تسکین پہنچانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ اس سماجی و معاشرتی انقلاب اور ذہنی سوچ میں تبدیلی کا سہرا سراسر صاحب کنز الایمان اور کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے سر ہے تو یہ خلاف حقیقت نہ ہوگا۔

[۳] اس وقت مارکیٹ میں متعدد تراجم قرآنی شائع بھی کیے جا رہے ہیں اور وہ کثرت سے فروخت بھی ہو رہے ہیں لیکن جس قدر اشاعتی ادارے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری کا ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' چھاپتے ہیں کوئی دوسرا ترجمہ اتنی کثیر تعداد میں شائع نہیں ہوتا۔ راقم نے حضرت حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ یا علامہ اقبال احمد فاروقی دونوں میں سے کسی ایک بزرگ سے سنا تھا کہ شروع شروع میں تاج کمپنی والے اپنے مخصوص نظریات کی وجہ سے کنز لایمان شریف کو چھاپنے پر تیار نہ تھے۔ انہیں بہت سے لوگوں نے اس طرف

متوجہ کیا لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے مگر اہلِ علم کے اصرار پر جب انہوں نے اس مبارک اور سوادِ اعظم کے مقبول ترین ترجمۂ قرآن کو پہلی مرتبہ چھاپا تو اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ پہلے ایڈیشن کی نکاسی اتنی سرعت کے ساتھ ہوئی کہ لوگوں کی مانگ پوری کرنا مشکل ہوگئی۔ چنانچہ اس سے حوصلہ پاکر تاج کمپنی کے مطبوعہ دیگر تراجم پر سبقت لے گیا۔ اور آج تک اُس کا یہ اعزاز برقرار ہے۔

یہ تو تاج کمپنی کا معاملہ تھا یہی نہیں بلکہ قرآن مجید کی طباعت واشاعت کرنے والی جتنی کمپنیاں ہیں، اُن سب کا اگر جائزہ لیا جائے تو سب کی صورت حال یہی ہوگی کہ اشاعت وترسیل کے اعتبار سے کنزالایمان شریف باقی تمام تراجم سے فائق ہوگا۔ کثرتِ اشاعت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی مانگ بھی سب سے زیادہ ہے جب یہ ایک حقیقت ہے تو اس امر سے بھی انکار نہیں کہ سب سے زیادہ یہی پڑھا جانے والا ترجمہ ہے۔ چنانچہ یہ سب کنزالایمان کے سماجی ومعاشرتی اثرات ہیں کہ اس نے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں سے لے کر ایک عام شخص تک کو اپنی فکر سے متاثر کیا ہے اور یوں دینی وروحانی ذہن سازی میں اہم کردار ادا کیا ہے، اور ان شاء اللہ صبح قیامت تک اس کا یہ فیضان جاری رہے گا۔

## سیاسی اثرات:

کنزالایمان شریف کے سیاسی اثرات کا جائزہ لینے کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت کے موقع پر صاحبِ کنزالایمان مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ان دونوں تحریکوں سے عملی طور پر علیحدہ ہوکر جس قومی وملی حمیت کا ثبوت دیا وہ آپ کی مومنانہ فراست، بیدار مغزی، دوراندیشی اور تدبر کا بین ثبوت ہے۔ آپ نے اپنی دانش نورانی سے خلافتی لیڈروں کو مشرکینِ ہند (ہندوؤں) کی سفاکی اور اُن کے مظالم سے (اُس وقت جب کہ ان دونوں کی مسلمان قیادت نے تاریخی حقائق کو پس پشت ڈالتے ہوئے مشرکین ہند سے مودت ومحبت اور اتحاد کی پینگیں چڑھانا شروع کیں اور ہر اس راہنما کو ملت دشمن، مخالفدین اور انگریز کا ایجنٹ قرار دیا جس کسی نے بھی تحریک خلافت اور ترک موالات کی مخالفت کی۔ مگر افسوس کہ ہندوؤں سے اتحاد ومحبت کے جوش میں ہوش وحواس کھو بیٹھنے والے جذباتی لیڈروں نے اس مردِ خدا کی ایک نہ سنی حالانکہ آپ نے تاریخی پس منظر کے طور پر درج ذیل حقائق کو انتہائی دلسوزی اور دردمندی کے ساتھ) آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

"کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے؟ کیا قربانیِ گاؤ پر اُن کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے؟ کیا کٹار پور وآرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک وہولناک مظالم جو ابھی تازہ ہیں دلوں سے محو ہوگئے؟ بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کیے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے

پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآنِ کریم کے پاک اوراق پھاڑے، جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔''

مسٹر گاندھی جس کو خلافتی لیڈر اپنا رہبر و پیشوا تسلیم کر چکے تھے، وہ اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ اس کے عزائم سے خلافتی لیڈروں کو آگاہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہند دین میں ہم سے محارب ہیں۔''

(المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ از امام احمد رضا خاں، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ، لاہور، ملخص ص:۱۱۶ تا ۱۱۹)

قرآن مجید نے اہل ایمان کو یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین سے دوستی کرنے اور اُن کو اپنا ہم راز بنانے سے منع فرمایا ہے جب خلافتی لیڈروں نے اسلام سے کھلم کھلا بغاوت کرتے ہوئے مشرک اعظم گاندھی کو اپنا رہبر و پیشوا بنا لیا، یہاں تک کہ اس کو مسجد میں لا کر منبر رسول پر بٹھایا گیا۔ بلکہ یہ تک کہا گیا کہ

''نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے''

(اخبار اتفاق، دہلی، ۲۷/اکتوبر ۱۹۲۰ء، بحوالہ المحجۃ المؤتمنہ حاشیہ ص:۱۸۴، حاشیہ، ۵، از مولانا حشمت علی)

امام اہل حق نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''انہیں راز دار و دخیل کار بنانا حرام قطعی تھا۔ یہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر اُن کے ہاتھ بک گئے۔ انہیں اپنا امام و پیشوا بنا لیا۔ اُن کو اپنا راہنما بنا لیا ہے۔ جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے۔

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت<br>رفتی و نثار بت پرستی کردی

اللہ یونہی چھاپ لگا دیتا ہے ہر مغرور ستمگر کے دل پر۔

(المحجۃ المؤتمنہ، ص:۱۸۴)

یہ دو قومی نظریہ کا دینی و قرآنی تصور ہے جس کو امام المحققین، سید المفسرین اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی صرف ایک آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر بیان کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔

## فکر رضا کا اثر:

راست فکری پر مشتمل امام احمد رضا خاں کے ان افکار و نظریات کے سائے میں پروان چڑھنے والوں نے کنزالایمان سے مستنیر فکر اسلامی سے اپنے دامن علم و عمل کو بھرتے ہوئے اور صاحب کنزالایمان کے فیض صحبت سے حمیتِ ملّی اور غیرتِ دینی کا جو درس لیا تھا اس کا پرچم تھامے ہوئے وہ آل انڈیا سنّی کانفرنس کے نام سے میدان عمل میں اترے اور قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کا سبز جھنڈا اٹھائے ہندو اور انگریز دونوں کی غلامی کا انکار کرتے ہوئے آزاد مسلم ریاست کا مطالبہ کرتے ہیں تو چشم فلک نے دیکھا ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو جس اسلامی ریاست کا مطالبہ کیا جاتا ہے صرف ساڑھے چھ سال کے مختصر عرصے میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ایک آزاد و مختار ریاست کی حیثیت سے عالمی نقشے پر اُبھر کر سامنے آتی ہے، یوں اقبال کا یہ خواب عملی تعبیر کی صورت میں دنیائے انسانی کے سامنے آتا ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

(بانگِ درا۔کلیاتِ اقبال اردو،ص:۲۲۲)

مشہور کالم نگار اور صحافی میاں عبدالرشید مرحوم قیام پاکستان میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اور آپ کے متبعین کی خدمات اور کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"When Pakistan Resolution was passed in 1940. The efforts of Hazrat Barelvi bore fruit and all his adherents and spiritual leaders rose as and man to support Pakistan movement. Thusthe contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-e-Azam."

[Mian Abdul Rasheed: Islam in Indo Pak sub-continent, Lahore 1977]

### ترجمۂ مفہومی:

"۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان پاس ہوئی تو حضرت بریلوی کی ساعی بارآور ہوئی۔آپ کے متبعین جن میں علما و صوفیا سب ہی شامل تھے۔تحریکِ پاکستان کی حمایت کے لیے فرد واحد کی طرح اُٹھ کھڑے ہوئے۔بلاشبہ پاکستان کے لیے حضرت بریلوی کی خدمات قائداعظم اور علامہ اقبال سے کسی طرح کم نہیں۔" (برصغیر پاک و ہند میں اسلام،مطبوعہ لاہور،ص:۶۷،از میاں عبدالرشید)

یہی مصنف اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

''یہ صحیح ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ لوگوں نے جن میں کالجوں کے نوجوان طلبہ پیش پیش تھے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، لیکن حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کے ہم مسلک حضرات کے تعاون نے بھی اس تحریک کو بڑی تقویت بخشی اور تحریک کے سفر کامرانی کو آسان بنادیا۔ علمائے دیوبند کی اکثریت، بعض علمائے اہل حدیث اور اسی طرح علمائے ندوہ کی ایک شاخ تحریک پاکستان کی مخالف تھی۔''

(پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر از میاں عبدالرشید، ص: ۱۱۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء)

## حاصل کلام:

نتیجۂ بحث یہ کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے براہ راست قرآن وسنت کے انوار سے فیض پا کر فکر صحیح اور فہم سلیم تک رسائی حاصل کی اور پھر پوری تندہی سے بلاخوف لومۃ اللائم اللہ تعالیٰ جل وعلا اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں، دین اسلام اور عقائد حقہ کے مخالفوں اور ملتِ اسلامیہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کیا وہ آپ ہی کا مقدر اور آپ ہی کا نصیب تھا۔ آپ نے فدایان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تیار کیا کہ جس کی سوچ فکر اور عقیدہ ہی یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت پر جان قربان کر دینا ہی روح ایمان اور اصل زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے وہ خواہ کوئی بھی ہو باپ ہو، بیٹا ہو، بھائی ہو، لیڈری کا دعویدار ہو، دنیا کا رئیس وسرمایہ دار ہو۔ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کفر کی منزل کا راہی بن گیا ہے جب کہ اہل ایمان کی منزل تو مکۃ المکرمۃ اور مدینۃ المنورۃ ہے۔ پاکستان کے سابق مرکزی وزیر تعلیم خاں محمد علی خاں ہوتی نے مندرجہ بالا حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

''فاضل بریلوی جنھوں نے مسلمانوں کی فکری آبیاری کے لیے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب ہر موضوع پر تحریر فرمائی ہیں، مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ کفر کی سب قسموں سے الگ رہنا چاہیے، اگر انگریز سے ترک موالات ضروری ہے تو ہندو سے بھی ترک موالات لازمی ہے، نہ ہندو مسلمان کا ساتھی بن سکتا ہے اور نہ ہی غمخوار۔''

(گناہِ بے گناہی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ، ص ۷۵ مطبوعہ حیدر آباد، سندھ ۱۹۸۸)

یہ مختصر مضمون ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے گذشتہ اور رواں صدی پر مرتب ہونے والے چند پہلوؤں پر مشتمل اثرات کو بیان کرتا ہے۔ اگر زندگی کے مختلف اور بڑے بڑے پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر اس موضوع پر کام کیا جائے تو اس کے لیے ایک ضخیم دفتر درکار ہے۔ اور ایک ٹیم کا

متقاضی ہے جو اس فریضے کو سرانجام دے سکے۔

## اہم نکات:

کنزالایمان کے فکری اثرات کے موضوع پر لکھے گئے زیر نظر مضمون کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

[1] کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن میں امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیس الوہیت، آداب بارگاہ نبوت و رسالت اور تعظیم اولیا کا کامل طور پر پاسِ ادب و فرق مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔

[2] ترجمہ کرتے وقت اسلافِ امت کے فکر و فلسفہ اور عقائد و نظریات کو مدنظر رکھا گیا ہے، اور ترجمے میں اہلِ حق سے کہیں بھی اعتزال کی راہ کو نہیں اپنایا گیا۔

[3] ترجمہ اس انداز میں کیا گیا ہے کہ قرآن کا طالب علم ایک حد تک لمبی لمبی تفاسیر سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

[4] ترجمۂ کنزالایمان کو پڑھتے ہوئے قاری کے دل میں محبت و اطاعتِ الٰہی اور عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات والہانہ طور پر پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں جو قاریِ قرآن کو عمل کی طرف، سنت نبوی کی اتباع کی طرف اُبھارتے ہیں۔

## "ماخذ و مراجع"

## تراجم قرآن:


[1] ابوالکلام آزاد، مولوی (۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء) ترجمان القرآن

[2] احمد رضا خاں، مولانا شاہ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

[3] اشرف علی تھانوی، مولوی (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) (ترجمہ و تفسیر بیان القرآن)

[4] محمد جونا گڑھی، مولوی (قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر)

[5] حسین علی واں بھچراں، مولوی (۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء) (بلغۃ الحیر ان فی ربط آیات القرآن)

[6] حامد حسن بلگرامی، ڈاکٹر سید (فیوض القرآن)

[7] رفیع الدین دہلوی، مولانا شاہ (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء)

[8] شبیر احمد عثمانی، مولوی (۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء)

[9] محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر (حیات عرفان القرآن)

[10] عبدالقادر دہلوی، مولانا شاہ (۱۲۴۲ھ/۱۸۲۸ء) (موضح القرآن مع ترجمۂ قرآن)

[11] عبدالماجد دریا آبادی، مولوی (القرآن الحکیم مع ترجمہ و تفسیر)

[12] فتح محمد جالندھری، مولوی (فتح المجید)
[13] فیروز الدین روحی، پروفیسر مولوی (تفسیر القرآن مع ترجمہ)
[14] محمود الحسن دیوبندی، مولوی (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) (قرآن شریف مترجم)
[15] مودودی، سید ابوالاعلیٰ (م۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء) (تفہیم القرآن)
[18] نذیر احمد دہلوی، ڈپٹی مولوی (م۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) (غرائب القرآن)
[19] وجیہ السیما عرفانی، سیّد (عرفان القرآن)

## کتب و رسائل:

[20] احمد رضا خاں، امام، الحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنۃ، مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ۱۹۷۶ء-۱۳۹۶ھ
[19] محمد اکرام شیخ، موج کوثر، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، 2 کلب روڈ، لاہور، مئی ۲۰۰۰ء
[20] لال الدین قادری، ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست، مکتبہ رضویہ ۲۴/۲ سوڈ ایوال کالونی، ملتان روڈ، لاہور، رجب ۱۴۰۰ھ مئی ۱۹۸۰ء
[21] طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، کنز الایمان کی فنی حیثیت، منہاج القرآن پبلی کیشنز ۳۶۵ ایم بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور، اپریل ۱۹۷
[22] عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، امام احمد رضا محدث بریلوی پر دنیا بھر میں نئی نئی تحقیقات، رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور، ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء طبع اوّل
[23] عبدالحکیم شرف قادری، علامہ تذکرۂ اکابر اہل سنت، مکتبہ قادریہ
[24] صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، ڈاکٹر، قرآن حکیم کے اُردو تراجم، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی،
[25] عبدالرشید، میاں، پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر، ادارۂ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور، جون ۱۹۸۲ء
[26] ABDUL RASHID: Islam in Indo Pak sub-continent Lahore, 1977
[27] کوثر نیازی، مولانا، امام احمد رضا خاں بریلوی، ایک ہمہ جہت شخصیت، ادارۂ معارف نعمانیہ، لاہور، ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ/نومبر ۱۹۹۰ء
[28] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، اسلامی کتب خانہ اقبال

روڈ سیالکوٹ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء
[29] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، فاضل بریلوی اور ترک موالات، مرکزی مجلس رضا، لاہور، بار پنجم رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ/ اگست ۱۹۷۷ء
[30] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، گناہِ بے گناہی، جماعتِ اہل سنت، ضلع حیدر آباد، سندھ، ۱۹۸۸ء
[31] غلام جابر شمس المصباحی، ڈاکٹر، کلیاتِ مکاتیب رضا، مکتبۂ بحر العلوم، مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء
[32] عبداللطیف، الحاج شیخ، انوار رضا، شرکتِ حنفیہ لمیٹڈ، گنج بخش روڈ، لاہور، ۱۳۹۷ھ (مجموعۂ مقالات)
[33] محبوب الرسول قادری ملک، انوار رضا، انٹرنیشنل غوثیہ فورم، جوہر آباد، ضلع خوشاب ۲۰۰۳ء، (مجموعۂ مقالات)
[34] محمود احمد قادری، مولانا پیر، مکتوباتِ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور، جنوری ۱۹۸۶ء
[35] محمد یٰسین اختر مصباحی، مولانا امام احمد رضا اہلِ دانش کی نظر میں، الہ آباد، بھارت، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء
[36] محمد اقبال علامہ کلیاتِ اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء
[37] مقبول احمد قادری، حاجی، پیغاماتِ یوم رضا، مرکزی مجلس رضا، لاہور، ۱۹۷۶ء
[38] عبدالنبی کوکب، قاضی، مقالاتِ یوم رضا، لاہور، ۷۱-۱۹۶۸ء
[39] اختر راہی، تذکرۂ علمائے پنجاب، مکتبۂ رحمانیۂ اردو بازار، لاہور، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۱ء
[40] خورشید احمد، پروفیسر، سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر جلد: ۲، محمد اقبال طاہر ۱۸۹۔ ریواز گارڈن، لاہور، تیسرا ایڈیشن جنوری ۱۹۸۸ء

---

# "کنز الایمان" پر
# اربابِ علم و دانش کے تاثرات

■ کلیم احمد قادری

قرآنِ کریم دینِ اسلام کا حقیقی منبع و سرچشمہ ہے اور اس کے مفہوم و مطلوب تک ترجمہ رہنمائی کرتا ہے۔ دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے کیے جا چکے ہیں۔ اور قرآنِ کریم کے تراجم میں اردو زبان کو یہ شرف و امتیاز حاصل ہے کہ اس میں ترجموں کی تعداد دنیا کی ہر زبان سے زیادہ ہے۔ اس صنف میں زبردست عالم و فاضل عربی و اردو داں حضرات نے زور آزمائی کی ہے۔ مگر ان تراجم کا بغور جائزہ لینے پر یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ متعدد تراجم سے صفاتِ باری تعالیٰ پر حرف گیری، شانِ انبیا و مرسلین میں گستاخی و بے ادبی اور عظمتِ اسلام مجروح ہوئی ہیں۔ ان کے خود ساختہ ترجموں سے حرمتِ قرآن، عصمتِ انبیا، عقائدِ مسلمین اور وقارِ انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچی ہے۔ کیونکہ ان تراجم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ اپنے بندوں سے خدا دل لگی کرتا ہے، ہنسی اڑاتا ہے، دھوکے میں ڈالتا ہے، مکر و فریب کرتا ہے اور بعض اُمور کا علم اللہ رب العزت کو بھی نہیں ہوتا۔ وہ بھی اعضا کا محتاج ہے۔ انبیا و مرسلین بھی قبل اسلام گنہ گار، بھٹکے ہوئے اور بے راہ تھے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ان مترجمین نے بغیر تائید ربانی کے مترجم کہلائے جانے کے شوق میں ایسی ایسی ٹھوکریں کھائیں کہ ان کے ایمان و اسلام ہی کی خیر نہ رہی۔

قرآن کریم جیسی لاریب کتاب کا مترجم بننے کے لیے تائید ربانی و رحمتِ خداوندی اوّلین شرط ہے۔ اس ضمن میں بدرِ ملت علامہ مفتی بدر الدین احمد قادری علیہ الرحمہ رقم طراز ہے:

"ایک انسان اپنی دماغی کوشش سے بلند پایہ مصنف و قابل صد افتخار ادیب تو بن سکتا ہے۔ اپنی ذاتی قابلیت کے زور سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ مختلف زبانوں کا ماہر تو ہوسکتا ہے۔ اپنے ذہنِ ثاقب کی تیزی سے نحو و صرف، معانی و بیان، تاریخ و فلسفہ کا محقق تو ہوسکتا

ہے۔ لیکن قرآنِ حکیم کا مترجم بننا تو یہ اس کے اپنے بس کی بات نہیں۔ قرآنِ مجید کی ترجمانی کرنا، کلامِ الٰہی کے اصل منشا و مراد کو سمجھنا، آیاتِ ربانی کے انداز کو پہچاننا، آیاتِ محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا یہ صرف اس عالمِ دین کا کام ہے جس کا دماغ انوارِ ربانی سے روشن، اس کا قلب عشقِ مصطفےٰ کا مدینہ اور اس کا ذہن بصیرتِ دینیہ کا حامل ہو۔ رہے وہ لوگ جو زبان و ادب، نحو و صرف، فلسفہ و تاریخ وغیرہ علوم کے فاضل ہونے کے باوجود باطل پرستی کے حامی و طرف دار ہیں تو انھیں بارگاہِ رسالت ﷺ سے قرآنِ مجید کی ترجمانی کے لیے تائیدِ رحمانی کا کوئی حصہ نہ ملا، کیوں کہ علمِ قرآن ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھرے کھوٹے کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن فہمی ہی وہ معیار ہے جو علماے حق و علماے باطل کے درمیان خطِ امتیاز کھینچتا ہے۔"

(سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۶۵ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئ)

اب تک کنز الایمان کا دنیا کی تقریباً دس زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ کنز الایمان کے علمی محاسن و معارف پر اب تک سو سے زاید کتب و رسائل و مقالات تحریر کیے جا چکے ہیں۔ عالمی جامعات میں بھی اس کو موضوعِ تحقیق بنایا جا رہا ہے۔ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نگرانی میں ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے کراچی یونی ورسٹی سے ۱۹۹۳ء میں "کنز الایمان اور دیگر معروف قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، جو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ روہیل کھنڈ یونی ورسٹی، بریلی شریف سے لیڈی اسکالر مس حامدہ کے مقالۂ ڈاکٹریٹ "اردو نثر اور مولانا احمد رضا خاں" کے چوتھے باب میں کنز الایمان کی علمی و ادبی اہمیت پر ایک گوشہ شامل ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر غلام غوث قادری نے بھی اپنے پی ایچ ڈی مقالہ "امام احمد رضا کی انشا پردازی" میں کنز الایمان کی علمی و ادبی اہمیت کا تذکرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی نے کنز الایمان کی زبان و بیان میں انفرادیت اور لسانی خوبیوں پر تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ جو سہ ماہی افکار رضا میں قسط وار شائع ہو چکا ہے۔

دنیاے اہلِ سنّت ممنون ہے علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری کی کہ انھوں نے بڑی عرق ریزی اور شب و روز کی محنت سے کنز الایمان کی تصحیح کا کام انجام دیا۔ ان کے اس تصحیح شدہ نسخے کی اشاعت رضا اکیڈمی، مالے گاؤں نے کی اور اس کے بعد اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ لہٰذا تمام ناشرین کو چاہیے کہ وہ اس جدید تصحیح شدہ ایڈیشن کو ہی شائع کریں۔

کنز الایمان حقائق و معارف کا اُمنڈتا ہوا سمندر ہے۔ برصغیر ہند و پاک کے بے شمار اربابِ علم و دانش نے کنز الایمان کی انفرادیت، جامعیت، ادبیت، معنویت، زبان و بیان کی چاشنی اور سلاست

روانی اور متعدد خوبیوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے جو تاثرات رقم فرمائے ہیں وہ ہدیہ قارئین ہیں:

## محدث اعظم ہند:

''علمِ قرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس ترجمے سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ پر لایا نہیں جاسکتا۔ جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے۔ اس ترجمہ کی شرح حضرت صدرالافاضل استاذ العلماء مولانا شاہ نعیم الدین صاحب علیہ الرحمہ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دورانِ شرح میں کئی بار ایسا ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ اٹل ہی نکلا۔ اعلیٰ حضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر حضرت سعدی اردو زبان کے اس ترجمے کو پاتے تو فرما ہی دیتے کہ ترجمہ قرآن شے دیگر است و علم قرآن شے دیگر است''۔

(المیزان، امام احمد رضا نمبر، ممبئی ۱۹۷۶ء ص ۲۴۵)

## محبوبِ ملت محمد محبوب علی خاں:

''یہ ترجمہ (کنزالایمان) اس نائب رسول، عالمِ دین، مفتیِ شرعِ متین، ماہرِ شریعت، واقفِ طریقت، مجددِ اعظم دین وملت کا ہے جس کو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے اکابر علمائے کرام و مفتیانِ عظام نے اپنا مقتدا و پیشوا مانا۔ جس کو اس صدی کا مجدد تسلیم کیا۔ جس سے حدیث شریف کے سندیں لیں۔ اور ان سندوں پر فخر و مباہات فرمایا۔ اور جن سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ وہ ہیں حضور پُرنور مرشدِ برحق سیدنا اعلیٰ حضرت تاج دارِ اہلِ سُنّت مجددِ اعظم دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین، تاج الفحول الکاملین، راس العلما الراسخین مولانا مولوی حافظ وقاری الحاج مفتی شاہ علامہ عبدالمصطفےٰ محمد احمد رضا خاں قادری، جن کا مبارک ترجمہ حق و صحیح ہے اور جس ترجمہ کا تاریخی نام ہے ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' یہی ایک ترجمہ ہے جو ایمان کو منور فرمانے والا اور دلوں کو چمکانے والا ہے''۔

(دیوبندی ترجموں کا آپریشن، ص ۹۹ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

## مولانا سیّد شاہ محمد قائم رضوی چشتی...... سجّادہ نشین آستانہ چشتیہ نظامیہ، دانا پور، بہار:

''قرآنِ عظیم کا ترجمہ اکثر زبانوں میں ہوا ہے اور ہوتا ہی رہتا ہے۔ ایک ترجمہ نائب رسولِ اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کا بھی ہے۔ ترجمہ کرنا خود ایک مستقل فن اور بڑا ہی نازک فن

ہے۔ ایک ایک لفظ کا صحیح معنی و مفہوم، محلِ استعمال، سیاق و سباق، شانِ نزول، مطلب و روئے سخن، ہمہ گیری کا پوری احتیاط کے ساتھ سمجھنا اور سمجھانا منزل ادق و دشوار ہے۔ اور تراجم سے اس ترجمہ کا مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے جس عالمانہ و محققانہ انداز میں پوری جز رسی و انسانی نفسیات کی کامل آگاہی کے ساتھ فنِ ترجمہ کی صبر آزما منزل کو طے کیا ہے، وہ کچھ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اب تو بیرونی یونی ورسٹیاں بھی اس طرف متوجہ ہو رہی ہیں۔ اس ترجمہ میں جو احتیاط کی گئی قابلِ قدر ہے''۔

(المیزان، امام احمد رضا نمبر، ممبئی ۱۹۷۶ء، ص ۳۵۵)

## مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری:

''مسلمانو! اے شمع رسالت کے پروانو! اگر خدا نصیب کرے تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے صرف اور صرف کنزالایمان ترجمۂ قرآن ہی پڑھنا۔ قرآن کریم کا اردو میں یہی سب سے صحیح ترجمہ ہے۔ اردو کے باقی جتنے ترجمے ہیں ان میں سے اکثر ترجمے بے دینوں نے کیے ہیں اور انہوں نے بعض آیات کا ترجمہ منشاے ربانی کے خلاف کر کے مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگائی ہوئی ہیں۔ خدا نہ کرے کہ آپ یا آپ کے گھر والے ان ترجموں کو پڑھ کر اپنی دولتِ ایمان کو ضائع کر بیٹھیں۔ ایمان کی حفاظت کے لیے بے ادبی و بے حرمتی سے مبرا ''کنزالایمان'' کو پڑھنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ترجمۂ قرآن تفاسیرِ معتبرہ کے عین مطابق ہے۔''

(سالنامہ معارفِ رضا، کراچی ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۸)

## مولانا عطا محمد بندیالوی، پاکستان:

''حضرت بریلوی قدس سرہ نے ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں اور جس مسئلے پر قلم اٹھایا الم نشرح کر کے چھوڑا۔ ان تمام تصانیف کا سرتاج اردو ترجمۂ قرآن پاک ہے، جس کی نظیر نہیں ہے۔ اور اس ترجمہ کا مرتبہ اسی کو معلوم ہوتا ہے جس کی اعلیٰ درجے کی تفاسیر پر نظر ہے۔ اس ترجمۂ مبارک میں مفسرین کا اتباع کیا گیا ہے۔ اور جن مشکلات اور ان کے حل مفسرین نے صفحات میں جا کر بمشکل بیان فرمائے ہیں اس محسنِ اہلِ سنّت نے اس ترجمہ کے چند الفاظ میں کھول کر رکھ دیا ہے۔'' (حیاتِ مولانا احمد رضا خاں بریلوی از پروفیسر مسعود احمد، مطبوعہ ممبئی، ص ۲۱، ۲۲)

## علامہ ارشد القادری:

''عربی زبان پھیلے ہوئے معانی کو اپنے اندر سمیٹنے کی جو صلاحیت رکھتی ہے اردو زبان

بہت حد تک اس سے محروم ہے لیکن اُسے زبان اور تعبیر پر امام احمد رضا بریلوی کی غیر معمولی قدرت ہی کہا جائے گا کہ اردو کی تنگ دامنی کے باوجود انہوں نے اپنے اردو ترجمے میں اختصار اور جامعیت کی نادر مثال قائم کی ہے۔ اختصار کا حال تو آپ حروف کو گن کر معلوم کر لیں گے لیکن جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ پورے کنز الایمان میں آیت کا مفہوم واضح کرنے کے لیے انہیں عبارت میں ہلالین کا پیوند جوڑنے کی کہیں ضرورت پیش نہیں آئی۔ کیونکہ ترجمہ ہی اتنا جامع اور صاف ہے کہ وہی وضاحت کے لیے بہت کافی ہے۔"

(تجلیاتِ رضا۔ کنز الایمان کا مطالعہ تین رُخ سے، ص۵۳ مطبوعہ دار الکتب دہلی)

## مولانا عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ، لاہور، پاکستان:

"قرآن کو سمجھنے کے لیے صرف عربی زبان، صرف ونحو، علم معانی، بیان، بدیع وغیرہ علوم میں مہارت کافی نہیں، تفسیر و حدیث، عقائد و کلام اور تاریخ و سیرت کا وسیع مطالعہ ہی کافی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور صاحبِ قرآن ﷺ سے صحیح ایمانی و روحانی تعلق بھی ضروری ہے۔ اور ترجمہ نگاروں میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز ممتاز ترین مقام پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس سے زیادہ علوم میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ وہ عارف باللہ بھی تھے اور صبغۃ اللہ سے مزین بھی۔ ساتھ ہی آپ علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی محبت میں فدا تھے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے توسط سے ان کے دل پر فیوضِ الٰہیہ کی بارش ہوتی تھی۔ اسی لیے انھوں نے قرآن پاک کا بے مثل اردو ترجمہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے کیا۔ مخالفین کی سازشوں کی بنا پر بعض ممالک میں اس پر پابندی عائد کی گئی لیکن بحمد اللہ اس کی خداداد مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی مانگ سب تراجم سے زیادہ ہے۔"

(کنز الایمان کی عرب دنیا میں پذیرائی ص۹،۱۰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

## علامہ اختر رضا خاں ازہری... جانشین حضور مفتی اعظم ہند:

"معترض بہادر یہ سنتے چلیں کے امام احمد رضا کا وہ ترجمہ جسے انہوں نے اردو کے ترجموں کی بنا پر غلط بتایا تھا وہ علما کے نزدیک نہ صرف صحیح ہے بلکہ ایسا مشہور ہے کہ محتاجِ بیان نہیں۔ تو وہ جو ہم نے کہا تھا کہ ہر غیر مشہور غلط نہیں ہوتا محض تنزل تھا اور اردو کے ترجموں کی ہی حد تک تھا نیز ان ارشادات کے پیش نظر ترجمۂ رضویہ کو دیگر تراجم پر فوقیت ظاہر جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے تو اس کے مقابل دیگر تراجم کو لانا جہل ہے"۔

(دفاعِ کنز الایمان، مطبوعہ ادارہ سُنّی دنیا، بریلی شریف، ص۵۷)

## علامہ سید محمد مدنی کچھوچھوی ...جانشین حضور محدث اعظم ھند:

''ان تمام مباحث کو بغور دیکھ لینے کے بعد امام احمد رضا کے ترجمے کی اہمیت کا اندازہ لگتا ہے کہ اس قدر طویل بحث و تمحیص کے بعد جو حقیقت سامنے آئی اس کو امام احمد رضا نے اپنے ترجموں کے مختصر سے فقروں میں سمو دیا ہے اور اس احتیاط سے یہ کام انجام دیا کہ نہ کسی اسلامی عقیدے پر آنچ آئی، نہ بارگاہِ رسالت کے آداب میں کوئی فرق ہوا، نہ محاورے کی پیشانی پر کوئی شکن پڑی، نہ اصحابِ تاویل کی روش پر ارشادِ ربانی کے مقصود کا دامن ہاتھ سے چھوٹا، نہ اصولی اور لغوی حقائق سے روگردانی کی اور نہ ہی اولیائے کاملین اور اسلاف متقدمین کے راستے سے ہٹے۔ بے شک ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ''۔ (المیزان، امام احمد رضا نمبر، ممبئی ۱۹۷۶ء، ص ۹۸)

## پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی:

''وہ ایک باخبر، ہوش مند اور باادب مترجم تھے۔ ان کے ترجمے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے آنکھیں بند کر کے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامینِ قرآن اور متعلقاتِ قرآن اُن کے سامنے ہوتے تھے۔ آپ کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایسی نظر عطا فرمادے جس کے سامنے علم و دانش کی وسعتیں سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائیں۔ فی البدیہہ ترجمۂ قرآن میں ایسی جامعیت کا پیدا ہو جانا عجائباتِ عالم میں سے ایک عجوبہ ہے۔''

(''چشم و چراغِ خاندانِ برکاتیہ'' مشمولہ سالنامہ معارفِ رضا، کراچی ۲۰۰۴ء ص ۸۷)

## مولانا یسین اختر مصباحی ...دار القلم دھلی:

''کنز الایمان عظمتِ توحید کا محافظ ہے اور احترامِ انبیا و صالحین کا داعی بھی۔ کنز الایمان نے الفاظِ قرآن کے پیکر کو سامنے رکھتے ہوئے روحِ قرآن کو بڑی حد تک اپنے اندر جذب کرلیا ہے۔ کنز الایمان میں صحتِ مفہوم و معنیٰ بھی ہے اور حسنِ ترجمہ بھی۔ کمال و جامعیت اس کا طرۂ امتیاز اور اختصار و سلاست اس کا خوبصورت زیور۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کنز الایمان اردو زبان کے اندر صحیح معنوں میں موضحِ قرآن بھی ہے اور ترجمانِ قرآن بھی، تفہیمِ قرآن بھی ہے اور تذکیرِ قرآن بھی، تدبرِ قرآن بھی ہے اور بیانِ قرآن بھی، ضیاءِ قرآن بھی ہے اور انوارِ قرآن بھی، روحِ قرآن بھی ہے اور فیضانِ قرآن بھی، معارفِ قرآن بھی ہے اور محاسنِ قرآن بھی، نظمِ قرآن بھی ہے اور جمالِ قرآن بھی۔

اور اس کا بے مثال و باکمال مترجم ان عالمانہ صفات، مفسرانہ خصائص اور مومنانہ اوصاف

وکمالات کا جامع ہے۔ جس کے بارے میں بڑے اعزاز وافتخار کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ۔

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزمِ عشق دانائے راز آید بروں

(معارفِ کنزالایمان، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی، ص ۵۷)

## مفتی محمد مطیع الرحمان رضوی:

''امام احمد رضا نے صدرالشریعہ مولانا امجد علی کی درخواست اور مسلسل اصرار پر ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو قرآن کریم کا اردو زبان میں فی البدیہہ ترجمہ کرایا۔ مگر دوسرے مترجمین کی طرح لغت دیکھ کر لفظ کے نیچے لفظ نہیں رکھا۔ جس سے تقدیسِ باری پر حرف آئے یا شانِ رسالت کا خون ہو بلکہ کلامِ الٰہی کے تمام ممکنہ مقتضیات کا لحاظ رکھتے ہوئے نہایت ہی پاکیزہ اور مقدس لفظوں میں صاف، سلیس اور شستہ ترجمہ کیا ہے۔''

(امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں، مطبوعہ المجمع المصباحی مبارک پور، ص ۱۱)

## مولانا محمد عبدالمبین نعمانی.. دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ منو یوپی:

''قرآن پاک کے تراجم تو بہت سے منظر عام پر آئے اور آرہے ہیں مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عشق وایمان میں ڈوب کر جو ترجمہ قرآن کنزالایمان اپنے خلیفہ وتلمذ صدرالشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے ہاتھوں قلم بند کرایا ہے، وہ علوم ومعارف اور عشق ومحبت کا گنجینہ ہے۔ اس کی سطر سطر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام ومرتبے کی سچی تصویر ہے۔ اس ترجمے کو دیکھنے کے بعد دیگر تراجم پھیکے نظر آتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ترجمہ ایک طرف اردو زبان وادب کا شاہکار ہے تو دوسری طرف قرآنِ حکیم کی صحیح ترجمانی کا منہ بولتا ثبوت بھی اور ایجازِ بیانی میں بھی یہ ترجمہ قرآن اپنی مثال آپ ہے۔ یہ بات بھی توجہ کے لائق ہے کہ آج پوری دنیا میں کوئی ترجمۂ قرآن کثرتِ اشاعت میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ طویل تفسیری مباحث کو چند لفظوں میں سمیٹ کر بیان کرنا بڑے کمال کی بات ہے اور یہ کمال اہل علم کو کنزالایمان میں جگہ جگہ بکھرا ملے گا۔''

(امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات، نوری مشن مالےگاؤں، ص ۳)

## مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد شاہی امام مسجد فتح پوری، دھلی:

''یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی علمی اور ادبی صلاحیتوں میں معاصرین اور متاخرین میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ان کے پایہ کا عالم نہ ان کے دور میں تھا نہ آج ہے۔

قرآن کریم کا محتاط اور جامع ترجمہ وہی عالم کرسکتا ہے جس کو عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں مہارت ہو، جو محاورات اور ادبی فصاحت و بلاغت سے خوب واقف ہو۔ جو سیرتِ پاکِ مصطفےٰ ﷺ سے باخبر ہو۔ جس کو علومِ قرآنیہ کے ساتھ ساتھ فنِ حدیث پر بھی مکمل دسترس ہو۔ جو آیتِ کریمہ کے شانِ نزول اور اس وقت کے کوائف و حالات سے باخبر ہو۔ جس کے پاس عشقِ مصطفےٰ ﷺ کا خزانہ ہو۔ جو مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ بین الخوف والرجا لکھنے کا عادی ہو۔ جب ہم فاضل بریلوی کی حیات اور علمی مقام و مرتبہ کا جائزہ لیتے ہیں تو صرف وہ ہی مجمع الکمالات کے پیکر میں سامنے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''کنز الایمان'' دنیا بھر میں مقبول ہے۔ نہ صرف عوام و خواص بلکہ ہر طبقۂ فکر کے علما اس سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔''

(سہ ماہی افکار رضا ممبئی، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۰ء، ص ۱۱)

### سیّد وجاہت رسول قادری...... صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی:

''کنز الایمان، احادیثِ مبارکہ، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اسلاف کرام کی تفاسیر کا نچوڑ ہے اور یہ کہ اس میں کوئی خلافِ شرع یا خلافِ اسلام مواد نہیں ہے۔ یہاں ہم امام احمد رضا سے علمی اور مسلکی اختلافات رکھنے والے علما اور اسکالرز سے بھی درخواست گزار ہیں کہ آپ علم و تحقیق کے میدان میں ذاتی بغض و عناد، گروہی حسد اور مسلکی تعصب کی عینک اتار کر ''نگاہِ عشق و مستی'' کی ٹھنڈی روشنی میں ''کنز الایمان'' کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ آپ کو یہاں ''ایمان'' کا بیش بہا خزانہ'' اور عشقِ مصطفوی ﷺ کی ''دولتِ بیدار'' ملے گی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کو ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہوکر علم کی کسوٹی پر رکھیں۔ ان شاء اللہ اُن کو کھرا پائیں گے اور فکری اتحاد و یگانگت کی راہ پیدا ہوگی۔ جس کی آج ہمیں شدید ضرورت ہے۔ ''دانشِ نورانی'' کی روشنی میں ان کی شخصیت و تصانیف کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ اندھیروں سے اُجالوں میں آجائیں گے۔ اس لیے کہ نورِ بصیرت سے مزین مطالعہ اندھیروں سے اجالے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔'' (سہ ماہی افکار رضا، ممبئی جولائی تا دسمبر ۲۰۰۰ء، ص ۱۴)

### ڈاکٹر مجید اللہ قادری:

''امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن کا ایک امتیازی پہلو دیگر معروف اردو قرآنی مترجمین کے مقابلے میں یہ ہے کہ جو جامعیت، معنویت اور مقصدیت قرآن کے کلمات میں پوشیدہ ہے اس کی مکمل جھلک امام موصوف کے ترجمے میں نمایاں ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ مترجم کے ذہن میں وہ تمام تفاسیر، لغوی معنی، اس کے متعلق احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ صحابہ موجود ہوں۔ اور

ساتھ ہی ساتھ قوتِ حافظہ بھی اتنا قوی ہو کہ وہ کمپیوٹر کی طرح کام کرے، جس طرح کمپیوٹر کا بٹن دبا کر مطلوبہ معلومات (Information) یکجا طور پر ایک ہی نظر میں اسکرین پر دیکھی جا سکتی ہے۔ اسی طرح مترجم کا ذہن بھی اتنا قوی اور فعال ہو کہ فوراً ان تمام کلمات کے مقامات کو یکجا کر کے اور ان کی جامعیت، معنویت اور مقصدیت کے پیشِ نظر ایسے الفاظ کا انتخاب کرے کہ ترجمہ میں کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے اور نہ عبارت میں کوئی جھول۔ حقیقت میں بلا امتیاز اگر امام احمد رضا کے ترجمہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ یہ ترجمہ تفاسیر اور لغات کی مستند کتب کی عکاسی کرتا ہے۔"

(کنز الایمان اور معروف قرآنی تراجم، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ص ۵۳۲، ۵۳۳)

**ڈاکٹر صابر سنبھلی...... صدر شعبۂ اردو ایم۔ ایچ (پی جی) کالج مراد آباد:**

"یہ ترجمۂ قرآن امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا مسلمانوں کے لیے عمدہ تحفہ ہے۔ عام طور سے یہ بات بھی لوگوں کو معلوم نہیں کہ اس ترجمے کے لیے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ جو لوگ امام احمد رضا کی تصنیفی اور خاص کر فتاویٰ نویسی کی مصروفیات سے واقف ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے پاس وقت کی کتنی کمی تھی۔ ان کے عزیز شاگرد و صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت چاہتے تھے کہ اگر امام احمد رضا قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ کر دیں تو وہ اُن کے علم و فضل اور عشقِ رسول ﷺ کی وجہ سے ایک لاثانی ترجمہ بن جائے گا۔ انہوں نے اس کے لیے کئی بار فاضلِ بریلوی سے عرض کیا لیکن باوجود وعدوں کے اس کے لیے وقت نہیں نکل سکا۔ آخر یہ طے پایا کہ صدر الشریعہ دوپہر کو قیلولہ کے وقت یا رات کو سوتے وقت فاضلِ بریلوی کے پاس پہنچ جایا کریں اور ایسا ہی ہوا۔ ترجمہ کا طریقہ یہ رہا کہ صدر الشریعہ آیاتِ قرآنی پڑھتے جاتے اور آپ علیہ الرحمۃ ان کا ترجمہ املا کراتے جاتے۔ مترجم کے پاس نہ تفاسیرِ قرآن دیکھنے کی فرصت تھی، نہ ترجمہ کی زبان پر نظرِ ثانی کرنے کا وقت، چاہیے تھا کہ ایسی رواداری (بلکہ بھاگ دوڑ) میں کیا گیا ترجمہ معمولی ترجمہ ہوتا، لیکن یہ مترجم علیہ الرحمہ پر اللہ رب العزت کا کرم خاص تھا کہ یہ ترجمہ اردو تراجم میں شاہکار ہو گیا۔ یہ کام ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں مکمل ہوا۔" (سہ ماہی افکارِ رضا، ممبئی جولائی تا دسمبر ۲۰۰۰ء، ص ۱۶)

**سید صابر حسین شاہ بخاری:**

"یوں تو قرآن کریم کے کئی تراجم ہیں لیکن اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ "کنز الایمان" کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کی اشاعت کئی لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ اسے کئی زبانوں میں بھی منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس کے محاسن پر درجنوں مقالات منظر عام پر آ چکے

ہیں۔اس کی مقبولیت کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ عشقِ مصطفےٰ ﷺ میں ڈوب کر لکھا گیا ہے۔"

(سہ ماہی افکار رضا ممبئی، جولائی تا ستمبر ۱۹۹۹ء ص ۴۲)

**مولانا رضاء المصطفےٰ اعظمی... مهتمم المجدد احمد رضا اکیڈمی، کراچی:**

"یوں تو آپ کے علمی کارناموں کی تفصیل بڑی طویل ہے لیکن ان میں سب سے بڑا علمی کارنامہ ترجمۂ قرآن مجید ہے۔ترجمہ کیا ہے قرآن حکیم کی اردو میں ترجمانی ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ آپ کا یہ ترجمہ الہامی ترجمہ ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نے جملہ مستند و مروج تفاسیر کی روشنی میں قرآن حکیم کی ترجمانی فرمائی ہے۔ جس آیت کی وضاحت مفسرین کرام کئی کئی صفحات میں فرمائیں۔ مگر اعلیٰ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی عنایت فرمائی کہ وہی مفہوم ترجمہ کے ایک جملہ یا ایک لفظ میں ادا فرمایا۔قلیل جملہ کثیر مطالب اسی کو کہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمے سے ہر پڑھنے والے کی نگاہ میں قرآنِ کریم کا احترام، انبیا علیھم السلام کی عظمت اور انسانیت کا وقار بلند ہوتا ہے۔"

(قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، ص ۴ مطبوعہ رضوی کتاب گھر بھیونڈی)

**ڈاکٹر محمد هارون... سابق استاذ آکسفورڈ یونی ورسٹی برطانیه:**

"امام احمد رضا نے رسولِ اکرم ﷺ پر کسی بھی طرح کی تنقید کرنے یا اُن کی عظمت و کمال میں کوئی بھی شک پیدا کرنے کی اجازت دینے سے انکار کیا۔انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے مرتبہ و کمال کو گھٹانے والے وہابی تراجم قرآن کے مقابلے میں اردو زبان میں قرآن حکیم کا بہت ہی خوبصورت ترجمہ پیش کیا۔(پیغامِ رضا کا خصوصی شمارہ مارچ ۲۰۰۷ء، ص ۶۲)

---

# کنز الایمان غیروں کی نظر میں

■ مفتی شمساد حسین رضوی، بدایوں

کنز الایمان قرآن مقدس کا اردو ترجمہ ہے اور اس کے مترجم دنیائے اسلام کی ایک عبقری شخصیت ہے جن کے علمی خدمات اور تجدیدی کارنامے روز روشن سے کہیں زیادہ تابناک ہیں۔ دن کے اجالے اور خورشید تاباں کی سنہری کرنیں بدلیوں کی زد میں آکر ماند پڑ سکتی ہیں۔ مگر امام احمد رضا فاضل بریلوی مترجم کنز الایمان کی ذاتِ ستودہ صفات سے نکلنے والی شعاعیں ماند نہیں پڑ سکتیں۔ اس تعلق سے دیکھئے تو گذرے ہوئے کل اور موجود آج میں بہت زیادہ فرق ہے۔ یہ شعاعیں کل اہل علم، ارباب فکر اور دانشوری کی روایات زندہ رکھنے والوں کے درمیاں محدود تھیں مگر آج دیکھئے تو ان کی شعاعیں ہر شبستان فکر میں چراغ بن کر روشن و تابناک ہیں۔ خواص کے ساتھ ساتھ عوام الناس کے تاریک ذہنوں میں بھی اجالے ہی اجالے نظر آرہے ہیں۔ ہر ایک کی زباں پر امام اہل سنت کا نام ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا تذکرہ ہے، جہاں بزرگوں کی باتیں ہوتی ہیں اور جس مقام پر عشق و وفا، رشد و ہدایت کی خوشبوئیں بکھر جاتی ہیں تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ باتیں، یہ فضا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی علمی تابشوں کی بدولت ہے کیونکہ یہ ماحول، سر سید، شبلی نعمانی یا شاعر مشرق اقبال کی شاعری کا پیدا کیا ہوا نہیں، بلکہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے تجدیدی کارناموں اور علمی خدمات جلیلہ کے سبب پیدا ہوا ہے اور حد تو یہ ہے کہ صبح سویرے اٹھ کر سانس لیجئے تو اس میں بھی مصطفےٰ جانِ رحمت کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ بتایئے، آج کی اس وسعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ یہ دور تو صرف امام احمد رضا کے نام منسوب ہے۔ یہ پوری صدی انہیں کی ہے۔ علمی میدان میں صرف انھیں کا تذکرہ ہے۔ آج تک تاریخ میں ایسی عبقری اور نادر و نایاب شخصیت نظر نہیں آتی۔

۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں حضرت صدر الشریعہ نے امام احمد رضا کے سامنے قرآن مقدس کا اردو زبان میں ترجمہ کرنے کی التجا پیش کی اور اس کی ضرورت و افادیت سے آگاہ کیا۔ اب تک اردو

میں جو تراجم قرآنی موجود تھے، ان کی حیثیت سے آشنا کیا اور بتایا کہ یہ مترجمین پورے طور پر کامیاب نہیں ہوتے۔ ان ترجموں کا اگر تجزیاتی طور پر مطالعہ کریں تو آپ خود بھی ان ترجموں کو مندرجہ ذیل خانوں میں بانٹ سکتے ہیں......

(۱) سب سے پہلے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے قرآن مقدس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ مگر وہ قرآنی مفاہیم کو اُردو زبان میں مکمل طور پر پیش نہ کر سکے اور ترسیل میں پورے طور پر ناکام ہو گئے۔ ان کی اس ناکامی کا سبب، ان کا ناقص علم وفن ہے یا پھر اردو زبان وادب کا ژولیدہ پیکر۔

(۲) مولانا عبدالقادر صاحب نے ٹھیک نو سال کے بعد قرآن مقدس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ انھوں نے اپنے ترجمہ قرآن میں سلاست، روانی اور رواں دواں لفظوں کے استعمال کا ضرور التزام رکھا، مگر کہیں کہیں متروک، غیر مانوس لفظوں کا استعمال کر کے اپنے ترجموں کو بوجھل کر دیا اور بعض مقام پر ایسا لفظ استعمال کر دیا جو تقاضائے بلاغت کے بالکل برعکس تھا۔ جس کی وجہ سے یہ ترجمہ بھی شرف قبولیت نہ پا سکا۔

(۳) بعض مترجمین کی قرآن فہمی ہی ناقص تھی۔ وہ آیات ربانی کو پورے طور پر نہیں سمجھ پائے اسی لئے انھوں نے کچھ کا کچھ ترجمہ کر دیا، جس کی وجہ سے ان کا ترجمہ بھی اہل علم حضرات کی نگاہوں میں نہیں جچ پایا۔

تراجم قرآنی کے یہ حالات تھے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے یہی حالات امام احمد رضا کے سامنے پیش کر دیئے۔ امام احمد فاضل بریلوی نے بھی ان حالات کا مشاہدہ فرما کر، اُردو زبان میں قرآن مقدس کے اردو ترجمہ کی ضرورت اور اس کی افادیت کا احساس فرمایا اور ترجمہ کرنے کے لئے دو وقتوں کو مختص کر دیا۔

(۱) وقت قیلولہ اور

(۲) سونے سے قبل کا وقت

یہ دونوں وقت کس قدر مختصر ہوا کرتے ہیں، اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔ ان دونوں وقتوں کی تخصیص سے آپ یہ اندازہ نہ لگائیں کہ ترجمہ کرنا نہایت آسان ہے بلکہ وہ بہت زیادہ مشکل اور دشوار ہے، گویا ترجمہ نگینہ جوڑنے جیسا کام ہے۔ یہ کام کسی ماہر تجربہ کار فنکار کا ہے۔ اس میدان میں وہی اتر سکتا ہے جس کے اندر ادب کا ذوق اور زبان دانی کا شوق ہو اور جس کا ذخیرۃ الفاظ بھی وسیع تر ہو، اس کے ساتھ ساتھ انھیں حسن انتخاب بھی آتا ہو۔ جو فرد زبان وادب اور لفظوں کے مزاج

سے واقف نہیں اور نہ ہی اس کے وجوہِ استعمال سے آشنا ہو۔ وہ ترجمہ کا کام قطعی نہیں کر سکتا ہے۔ اس کام کی اہمیت وعظمت کو دیکھئے اور اس کے لئے صرف دو مختصر وقتوں کی تخصیص کو دیکھئے یقیناً یہ مقام حیرت ہے۔ اس حیرت واستعجاب کے پردۂ خفا سے جس علمی شخصیت اور فنی بصیرت کی جلوہ نمائی ہوتی ہے۔ اس کی دید سے آنکھوں میں نور اور دلوں میں سرور بھر جاتا ہے اور فکر ودانش یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ مترجم کنز الایمان کے وسیع ذہن وادراک میں ترجمہ کے تمام ضروری علوم وفنون مستحضر تھے یا پھر ایک غیبی طاقت تھی جو اس مختصر سے وقتوں میں امام احمد رضا سے ترجمہ قرآن کا املا کرا رہی تھی؟

اس پسِ منظر کے حالات کو سامنے رکھئے اور کنز الایمان کی علمی، فنی اور ادبی حیثیت کا اندازہ لگایئے کہ کنز الایمان صرف ترجمہ نہیں، بلکہ قرآن مقدس کا سچا اور مکمل ترجمان ہے۔ کسی بھی ترجمہ میں اصل متن کی تمام خصوصیات اور امتیازات تو نہیں آسکتی ہیں لیکن اس کی زیادہ تر خوبیاں، کمالات اور خصوصیات ضرور، پائی جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے بھی کنز الایمان کو اردو کے تمام قرآنی ترجموں پر فوقیت حاصل ہے اور منفرد مقام بھی۔ زبان وادب، اسلوب، طریقہ اظہار اور پرکشش لفظوں کے استعمال کے اعتبار سے دیکھئے تو کنز الایمان کا مرتبہ بلند و بالا دکھائی پڑتا ہے۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو کنز الایمان میں پائی جاتی ہیں اور حقیقت میں پائی جاتی ہیں۔ خواہ کوئی اس کا اعتراف کرے یا نہ کرے، یہ خوبیاں کسی کے اعتراف کی محتاج نہیں، کہ یہ نفس الامری خصوصیات ہیں، انھیں اعتراف اور عدم اعتراف سے کوئی دلچسپی نہیں۔ جو اہل نظر ہیں اور حقیقت بین نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ اس کے اعتراف میں قطعی پس وپیش سے کام نہیں لیتے، ان کے دلوں میں کنز الایمان کے مطالعہ سے جو تاثرات ابھرتے ہیں اور سوز وگداز کی جو کیفیات نمودار ہوتے ہیں وہ اس کا برملا اظہار کر دیتے ہیں محبت کی نگاہ سے دیکھنے والوں میں اعتراف کا جذبہ غالب ہوتا ہے اور وہ اس کے اظہار میں بھی عجلت سے کام لیتے ہیں، اس۔ لئے ان کے اعتراف میں جذبۂ عقیدت کا شائبہ آجاتا ہے مگر عداوت کی نگاہ سے دیکھنے والوں میں جب جذبہ انفعال غالب آجاتا ہے، تو وہ بھی اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کر دیتا ہے۔ چونکہ ان میں جذبۂ عقیدت کا شائبہ نہیں ہوتا، اس لئے ستائش میں ان کی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں کو فضل وکمال کا نام دے دیا جاتا ہے۔ تجربوں اور مشاہدوں کی بنیاد پر کہا جاتا ہے..... الفضل ما شهدت به الاعدا ، فضل وہ ہے جس کی گواہی دشمن دیں، یہ جو بھی کہیں گے حقیقت پر مبنی ہوگا کہ اس نے خود سے نہیں کہا ہے بلکہ حقیقت نے خود اسے بولنے پر مجبور کیا ہے۔ مخالف زمرہ سے تعلق رکھنے والوں کے تاثرات خود امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کے علمی کارناموں کے تعلق سے کیا ہیں۔ اس مقالہ میں اسی کا مطالعہ کیا جائے گا اور خاص موضوع کنز الایمان کے تعلق سے غیروں کے تاثرات کیا ہیں۔ مگر ان تاثرات کو پیش

کرنے سے پہلے میں چند باتیں عرض کردینا چاہتا ہوں......

اولاً- تخلیقات وشہ پارے جس قدر بھی ہوں خواہ ادبی ہوں یا علمی اور فنی، اس کا تعلق علم فقہ سے ہو یا علم تفسیر وحدیث سے، ان سب کا رابطہ، فنکار اور ان کی صلاحیتوں سے رہا کرتا ہے کہ فن کار ہی ان کے وجود کا سبب ہے، اگر وہ نہ ہوتا یا ان کے پاس صلاحیت واستعداد نہ ہوتے، تو کوئی بھی فن پارہ وجود میں کیوں آتا؟ گویا فنکار ایک چراغ ہے اور اس کی مختلف صلاحیتیں مختلف شعاعوں کی مانند ہیں اور یہ فن پارے صاف شفاف آبگینے ہیں اور ان آبگینوں میں تابانیوں اور درخشانیوں کا پایا جانا، فن کار کی ذات سے نکلنے والی شعاعیں ہیں۔ فنکار کے تعلق سے کسی بھی دانشور کا تاثر یا تبصرہ گویا فنکار کی تخلیق پر تبصرہ ہوگا۔ یہ براہ راست تبصرہ نہ سہی، لیکن بالواسطہ تبصرہ تو ہے ہی، کہ کوئی بھی دانشور، اس اجمالی اور ذوالواسطہ تبصرہ کا انکار نہیں کرسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی ایسی شخصیت و صلاحیت کے مالک ہیں جن کے تجدیدی کارنامے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں، اور ان کی علمی خدمات مختلف سمتوں میں پائی جاتی ہیں۔ اب اگر کوئی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے تعلق سے اپنے تاثرات کا اظہار کرتا ہے، تو یہ مانا جائے گا کہ یہ تاثرات، ان کی ذات وشخصیت تک محدود نہیں، بلکہ ان کے کارنامے بھی ان تاثرات کے دائرہ میں ہیں...... کہ کارنامے ہی تاثرات کو فن کار کی ذات وشخصیات تک لے جاتے ہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو میں نے دیکھا نہیں، مگر ان کے علمی کارنامے میرے سامنے ہیں جن کے مطالعہ سے یہ اندازہ لگانا کچھ زیادہ مشکل نہیں کہ اعلیٰ حضرت عبقری شخصیت کا نام ہے جن کی عظمت ووقار کو آج زمانہ سلام کرتا ہے اور ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے تعلق سے غیروں کے کچھ تاثرات ہیں جو ذیل میں پیش کئے جارہے ہیں......

(۱) اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہوجاتی۔

(ازمولانا زکریا شاہ بنوری، بحوالہ ماہنامہ حجاز جدید دہلی بابت ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۹ء)

(۲) اگر کسی کو محبت رسول علیہ التحیۃ والثناء سیکھنی ہو مولانا بریلوی سے سیکھے۔ (ازمولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت، حوالہ مذکور)

(۳) میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتے ہیں لیکن عشق رسول کی بناء پر کہتے ہیں، کسی اور غرض سے تو نہیں کہتے۔ (ازاشرف علی تھانوی، حوالہ مذکور)

(۴) مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دین پر بڑی نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ (از ابوالاعلیٰ مودودی، حوالہ مذکور)

(۵) مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحب علم و نظر علماء مصنفین میں تھے دینی علوم خصوصاً حدیث و فقہ پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی۔ مولانا نے جس دقتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرماتے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت قرآنی استحضار، ذہانت و طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے عالمانہ محققانہ فتاویٰ موافق، مخالف ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔ (از شاہ معین الدین ندوی حوالہ مذکور)

(۶) مولانا احمد رضا کو دیکھ چکا ہوں وہ غیر معمولی علم و فضل کے مالک تھے، ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی، ان کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب طاری ہوتا تھا۔ (از نیاز فتح پوری، حوالہ مذکور)

(۷) وہ حضرات آپ کے وفور علم، فقہی متون، اختلافی مسائل پر دقتِ نظر، وسعتِ معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت، ذہانت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (از ابوالحسن ندوی، حوالہ مذکور)

یہ وہ تاثرات ہیں جو اپنوں کے نہیں بلکہ مخالف طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد و رجال کے ہیں۔ ان تاثرات سے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شخصیت کے مختلف زاویوں پر روشنی پڑتی ہے......

(الف) **علمی شخصیت** - امام احمد رضا علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے۔ صاحب علم و نظر علماء مصنفین میں تھے۔ ان کے جوابات سے جامعیت، علمی بصیرت، قرآنی استحضار، ذہانت و طباعی کا اندازہ ہوتا ہے۔ غیر معمولی علم و فضل کے مالک تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی۔ آپ کے وفور علم، فقہی متون، اختلافی مسائل پر دقت نظر، وسعتِ معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت و ذہانت دیکھ کر علمائے حرمین حیران رہ گئے۔

(ب) **عشق رسول** - محبت رسول اعلیٰ حضرت سے سیکھنی چاہیے۔ اشرف علی کو کافر بتانا صرف عشقِ رسول کی بنا پر تھا۔ کسی اور غرض سے نہ تھا۔ ان کے مزاج میں فروتنی اور خاکساری تھی۔ اس کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب طاری ہوتا تھا اور علم کا نور ان کے چہرے سے ہویدا تھا۔

(ج) **اعتراف حقیقت** - امام احمد رضا کی علمی شخصیت، فنی صلاحیت، دقت نظر اور معلومات کی وسعت نیز ذہانت وفطانت کا اعتراف جہاں اپنوں کو تھا مخالف گروپ کے افراد ورجال کو بھی تھا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے علمی کارناموں اور تجدیدی خدمات میں واقعیت اور سچائیت پائی جاتی تھی اور اس میں ایسی تاثیری کیفیت اور جذب وکشش تھی کہ عداوت کی نظروں میں بھی حقیقت کا جادو چل گیا اور اس کے سامنے اس حقیقت کے اعتراف کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہا۔

(د) **وجہ اعتراف** - کسی بھی علمی خدمات اور تصنیفی کارناموں کے پسِ منظر مختلف اغراض و مقاصد ہو سکتے ہیں اور اس کا علم مصنفین کی نفسیات اور ان کی تصنیفات کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہزاروں صفحات پر پھیلے امام احمد رضا کی تحقیقات کا مطالعہ کیجئے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نفسیات کو دیکھئے تو صرف اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ کارنامے کسی اور مقصد کے تحت انجام نہ دیئے ہیں...... نام ونمود، شہرت، ثروت اور رتبہ علیا کا حصول تو ان کے کارناموں میں دور دور تک محسوس نہیں ہوتا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی اس مزاج وسرشت کے آدمی نہ تھے کیونکہ فروتنی اور خاکساری ان کی فطرت ثانیہ تھی، البتہ عشق رسول اور اولیاء کرام سے سچی محبت ولگن تھی جو ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر غالب تھی اور یہی ان کا پیغام تھا۔ پوری زندگی اسی کی نشر واشاعت میں لگے رہے۔ انھوں نے کبھی کسی نواب یا اہل ثروت سے جاہ وحشم کا مطالبہ نہ کیا بلکہ نان شبینہ پر ہی قناعت کرتے رہے یہی سبب ہے کہ دوسرے فنکاروں کی طرح انھوں نے کسی نواب کی تعریف وتوصیف نہیں فرمائی، نہ شعری ادب میں اور نہ ہی نثری ادب میں۔ اگر کسی نے اس بات کی التجا کی تو انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا اور ان کی زبان پر ہمیشہ کے لئے خاموشی کی مہر لگادی کہ......

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ نان نہیں

اس لئے میں کہتا ہوں کہ امام احمد رضا کے علمی اعتراف کی وجہ صرف اور صرف، جذبۂ عشق ومحبت ہے اس کے سوا کچھ اور نہیں۔ یہ تو ان کے عام علمی، فنی خدمات کا پسِ منظر تھا۔ مگر امام احمد رضا فاضل بریلوی کی علمی خدمات میں سب سے اہم اور نمایاں پہلو، فرق باطلہ کا رد تھا اور ان کے افکار فاسدہ کی قلعی کھولنا تھا۔ گمراہ فرقوں کے افراد ورجال نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں جو توہین آمیز کلمات استعمال کئے ہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے انھیں غلط کلمات کی نشاندہی فرما دی اور اس بات پر تنبیہ کی کہ ان توہین آمیز کلمات سے رجوع کر لیجئے، ایسا نہ کرنے کی صورت میں ان پر فتویٰ کفر عائد کر دیا۔ یہ وہ پہلو ہے، جن پر مخالفین کو چراغ پا ہو جانا چاہیے اور ان کی تیوری چڑھ جانی چاہیے۔ میں مانتا ہوں کہ کچھ افراد نفسیاتی طور پر غیض وغضب میں آگئے اور اپنی شعلہ بار

آنکھوں سے شراروں کی بارش کرنے لگے۔ مگر اشرف علی تھانوی نے بھی اس کے پسِ منظر عشق رسول کو ہی جذبۂ محرک قرار دیا کہ وہ عشق رسول کی بنا پر ہمیں کافر کہتے ہیں کسی اور غرض سے نہیں۔

مخالفین کے تاثرات اور ان کے تجزیاتی پیش کش کو ذہن میں رکھ کر ترجمہ قرآن کنزالایمان پر غور کیجئے، کہ وہ بھی اعلیٰ حضرت کے علمی کارناموں میں سے ایک اہم اور عظیم کارنامہ ہے۔ ترجمے تو بہت سے افراد رجال نے کیئے ہیں مگر ترجمہ قرآن کنزالایمان میں جو انفرادیت اور امتیازی خصوصیت پائی جاتی ہے دوسرے ترجموں میں نہیں پائی جاتی ہے۔ علمی حقائق کے تعلق سے مخالفین کے جو تاثرات پیش کئے گئے ان کا انطباق کنزالایمان پر بھی ہوتا ہے کہ یہ علمی کارنامہ بھی انھیں کا ہے، جن کے تعلق سے مخالفین نے تاثرات پیش کئے ہیں اور علمی حقائق و بصائر کا اعتراف کیا ہے۔ براہِ راست نہ سہی، مگر بالواسطہ تاثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ عام طور پر ترجمہ رشد و ہدایت اور اللہ کے پیغام کو دور دور تک پھیلانے کے مقصد سے کیا جاتا ہے۔ کنزالایمان کا بھی یہی مقصد تھا، لیکن اس کے علاوہ یہ مقصد بھی تھا کہ اس ترجمہ سے عشق و محبت اور خلوص و وفا بھی پھیلایا جائے تاکہ ترجمہ میں عشق کی تاثیر، اور جذب و کشش غالب رہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس ترجمہ میں کچھ ایسا اسلوب اختیار کیا، کہ اس کا طرۂ امتیاز یہی عشق رسول ہو گیا۔

ثانیاً- مترجم قرآن امام احمد رضا فاضل بریلوی کے تعلق سے غیروں کے تاثرات کا مطالعہ کرنے کے بعد اب ذرا ان تاثرات کا مطالعہ کریں جو خالص کنزالایمان کے تعلق سے ہیں۔ اس سلسلہ میں صرف اور صرف مولانا سعید بن یوسف زئی کا تاثر ہے۔ سعید بن یوسف زئی کون ہیں۔ جمعیت برادران اہل حدیث کے امیر ہیں جو اپنے مکتبۂ فکر کے نمائندہ ہیں۔ انھوں نے کنزالایمان پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔ ان کا یہ تاثر کسی مقصد کے تحت نہ تھا بلکہ دیگر مخالفین کی طرح انھوں نے بھی حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور امام احمد رضا کے فضل و کمال کو تسلیم کیا ہے۔ کنزالایمان کے تعلق سے ان کا تبصرہ پڑھیے، آنجناب لکھتے ہیں......

> مگر میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ "الٓمٓ" سے "والناس" کی سِ تک ہم نے کنزالایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی پایا ہے اور نہ ہی کسی بدعت اور شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے بلکہ ایک ایسا ترجمہ قرآن ہے جس میں پہلی بار اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت علو، تقدس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے، جبکہ تراجم

خواہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتبہ فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ اس طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ علیہ ﷺ

زباں پہ بار خدا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

سے ہے یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے، تو بوقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں لیا ہے بلکہ صاحب ماینطق عن الھویٰ اور ورفعنا لک ذکرک کے مقام عالیشان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو دیگر تراجم میں بالکل ناپید ہے۔

مولانا سعید بن یوسف زئی کے تاثر کو پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ مولانا موصوف نے کنزالایمان میں جن خوبیوں کی نشاندہی کی ہے۔ وہ حقیقت پر مبنی ہے اور یہی فضل وکمال ہے جو کسی اعتراف کا محتاج نہیں، جو اعتراف کرتا ہے وہ اپنی دلی کیفیت کی فیروز بختی کا اظہار کرتا ہے اور جو عدم اعتراف کی خار وادی میں قدم رکھتا ہے۔ وہ اپنی کدورت قلبی کی مسموم فضا میں خود مر جاتا ہے۔ اس تبصرہ سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کنزالایمان میں بھی، عشق ووفا، ادب واحترام اور سوز وگداز کی کیفیت کا التزام رکھا ہے اور جب کوئی کام ادب کے دائرہ میں کیا جاتا ہے۔ تو غیب سے اس میں اثر وتاثیر، جذب وکشش اور حلاوت آہی جاتی ہے کہ یہ خوبیاں پیدا نہیں کی جاتی ہیں بلکہ از خود پیدا ہو جاتی ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جس طرح اپنی نعتیہ شاعری سے مومنین کے دلوں میں گدگداہٹ پیدا کی اور ان کے ایمان وروح کو عشق ووفا کی لوریاں سنائیں تو وہ جھوم اٹھے اور کیف ونشاط کے عالم میں مچل گئے۔ اسی طرح کنزالایمان کے ذریعہ ان کی کشت ایمان کی آبیاری فرمائی اور عشق وادب کی ایسی حیات افروز ہوا چلائی کہ ان کے قلب ودماغ معطر ہو گئے، مگر افسوس تو یہ ہے کہ جو افراد نفسیاتی طور پر مریض تھے، بیمار تھے، انھیں یہ ہوا پسند نہ آئی اور اپنی نیند میں خلل پا کر خوابگاہوں سے اٹھ کر بے چین ہو گئے اور اپنے چھوٹے آقاؤں کی بارگاہ میں شکوہ کناں ہوئے کہ کنزالایمان پر پابندی عائد کر دی جائے۔ اسے پڑھنے یا پڑھانے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ مطالبہ کیا درست ہے، کیا اس مطالبہ کا کوئی جواز نکل سکتا ہے؟ سعید بن یوسف زئی اس پر بھی لکھتے ہیں......

الغرض کہ اپنی جانب سے ان حضرات نے کنزالایمان پر پابندی لگوانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور آج بھی مختلف رسالوں، پمفلٹ وغیرہ اور پوسٹروں کے ذریعہ ان کی مہم جاری ہے اور ملک کی اکثریت کو یہ اپنا ہم نوابنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آج سے پہلے بھی صدیوں سے علماء کے درمیان علمی، فروعی اختلافات ہوتے چلے آرہے ہیں جن کی روداد تاریخ کے صفحات پر ہمیں جا بجا پھیلی ہوئی ملتی ہے امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام سفیان ثوری کے درمیان کیا علمی اور فروعی اختلافات نہ ہوا کرتے تھے؟ امام شافعی، امام محمد، امام ابو یوسف کے درمیان ہونے والے علمی اور فروعی اختلافات کس سے پوشیدہ ہیں۔ ایسی ایک نہیں ہزار ہا مثالیں ہمیں تاریخ اسلام میں ملتی ہیں، مگر ایسی مثال کہیں نہ ملے گی کہ کسی عالم دین کے حکومت وقت سے یہ مطالبہ کیا ہو کہ فلاں عالم کی فلاں کتاب پر پابندی لگا دی جائے۔ اس لئے کہ وہ علماء تھے۔ علماء میں جب کسی مسئلہ پر اختلاف ہوتا ہے تو وہ احسن طریقہ سے فریق ثانی پر تنقید کرتے ہیں اور اسے اس کی اغلاط سے آگاہ کرتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی ہے کہ اگر کسی کتاب کے مندرجات پر کسی کو اعتراض ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کتاب کا جواب تنقید برائے تعمیر کے حصول کے تحت لکھے اور قابل اعتراض کلمات کا جواب لکھ کر فریق ثانی کو دلائل و براہین کے ذریعہ اپنے نقطۂ نظر سے آگاہ کرے اور دلائل و براہین شرعیہ سے اس کے قابل اعتراض کلمات کا ابطال کرے۔

(ماہنامہ حجاز جدید، امام اہل سنت نمبر ۱۹۸۹ء)

مولانا سعید بن یوسف نے اپنے تاثراتی کلمات میں ثابت کر دیا کہ دیو بندی جماعت کے افراد کو کنزالایمان پر پابندی کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں کہ تاریخ اسلام میں اس قسم کی پابندی کے مطالبہ کی کوئی مثال نہیں اور جس حکومت وقت نے یہ پابندی عائد کی، اسے بھی اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ انھوں نے کنزالایمان پر پابندی عائد کر کے اور بندش لگا کر ایک نئی بدعت ایجاد کی خود احتسابی کی دعوت دینے والے خود اپنی ذات اور جماعت کا احتساب کیوں نہیں کرتے؟ جہاں تک کنزالایمان میں پائی جانے والی خوبیاں اور کمالات و تفردات کی بات ہے، اس کا اعتراف جہاں اپنوں نے کیا ہے وہیں غیروں نے بھی کیا ہے اور جن عظمتوں، اہمیتوں کا اعتراف اغیار کر لیں وہ یقیناً کمالات و خصوصیات ہیں کہ ان کے اعتراف میں جذبۂ عقیدت کا شائبہ نہیں ہوتا۔ تو پھر تجربوں، مشاہدوں کے سبب کہ

الفضل ما شہدت بہ الاعداء کے تحت وہ اغیار بھی ان مذکورہ خصوصیات کا اعتراف کریں جو بغض وعناد، قساوت قلبی اور اندرونی کدورت کی مسموم فضا میں گھٹ گھٹ کر مر رہے ہیں۔ انھیں اس مسموم فضا سے نکل کر کھلے دل ودماغ سے کنزالایمان کا مطالعہ کرنا چاہیے اس کے مطالعہ کے دوران عشق ومحبت، سوز وگداز کی چلنے والی خنک ہواؤں سے استفادہ کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے کہ اس سے دل ودماغ میں یقینی طور پر طراوت اور تازگی پیدا ہوگی۔ ادبی ذوق وشوق میں نکھار آئے گا کہ اس کے لب ولہجہ میں گھلاوٹ اور اسلوب میں ندرت پائی جاتی ہے۔ میرے خیال میں جو اسلوب کنزالایمان میں پایا جاتا ہے۔ کسی اور ترجمۂ قرآن میں نہیں، ڈاکٹر صابر سنبھلی نے کنزالایمان کا ادبی ولسانی جائزہ لیا ہے۔ جس میں انھوں نے کنزالایمان کی ۸ر خصوصیات کا ذکر کیا ہے......

(۱) آیات کے تراجم میں ربط باہمی، (۲) روانی، (۳) سلاست، (۴) اردو کا روزمرہ، (۵) اللہ اور اس کے رسول کے مراتب کا لحاظ، (۶) احتیاط، (۷) سوقیانہ اور بازاری الفاظ سے اجتناب، (۸) سہل ممتنع۔

یہ وہ خصوصیات وامتیازات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک خصوصیت پر تفصیلی گفتگو کی جاسکتی ہے اور کچھ بعید نہیں کہ بعد میں آنے والی نسلیں اس پر اپنی توجہ مبذول کریں۔ سہل ممتنع یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ آج کا دانشور طبقہ لاکھ کوشش کرے اور اپنی معلومات کا سارا ذخیرہ بھی صرف کردے مگر وہ کنزالایمان کی نظیر نہیں لاسکتا ہے اور اگر نظیر آ ہی جائے تو پھر سہل ممتنع کنزالایمان کی خصوصیت کیونکر رہ پائیگی۔ مولانا بدرالدین احمد قادری نے کنزالایمان کی کچھ اور مزید خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے......

(۱) قرآن کا صحیح ترجمانی ہونا، (۲) تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے عین مطابق ہونا، (۳) اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکاس ہونا، (۴) اصحاب تاویل کے مذہب اسلم کا مؤید ہونا، (۵) قرآنِ حکیم کے اصل منشاء ومراد کو بتانا، (۶) قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرنا وغیرہ۔

میں دوسرے مکتبۂ فکر کے ارباب حل وعقد سے گذارش کروں گا کہ وہ آئیں اور کنزالایمان کا مطالعہ کریں اور انصاف دیانت کے دائرہ میں رہتے ہوئے فیصلہ فرمائیں۔ کنزالایمان واقعی ایمان کا خزانہ ہے یا نہیں ہے۔ مجھے اس فیصلہ کا شدت سے انتظار رہے گا۔

---

امام احمد رضا وقت کی ضرورت ہیں، ان کی تعلیمات عام کیجیے

## باب یازدہم

# کنزالایمان پر شائع مقالات کا اشاریہ

# مختلف رسائل میں کنزالایمان پر شائع مقالات کا اشاریہ

■ —— حسیب الرحمٰن سنجر

اشاریہ سازی آسان نہیں مشکل ترین امر ہے مگر اس کے باوجود اشاریہ سازی کا عمل روز افزوں ہے، اب یہ عمل اس فن کے دانا اور نا آشنا سب انجام دے رہے ہیں، ان کی محنت قابل داد ہے مگر فنی نقطہ نظر سے کمی رہ جانے کے سبب محققین کو وہ آسانیاں نہیں مل پا رہی ہیں جن کے لئے یہ فن وجود میں آیا۔

زیر نظر اشاریہ میں میں نے کوشش کی ہے کہ اشاریہ سے متعلق ساری چیزیں آجائیں، کنزالایمان کے اشاریہ کے بعد ارادہ ہے کہ ''رضویات'' کے مختلف گوشوں مثلاً قرآنیات، حدیثیات، سائنسیات ،فقہیات، روحانیات اور ادبیات سے متعلق مقالات کا اشاریہ تیار کیا جائے۔

کنزالایمان سے متعلق مقالات کا یہ اشاریہ ان رسائل سے متعلق ہے جو مجھے خدا بخش لائبریری پٹنہ اور بہار میں رضویات پر سب سے زیادہ کام کرنے والے ادارہ ''القلم فاؤنڈیشن'' پٹنہ سے دست یاب ہوئے، ان دونو مراکز میں جتنا مواد مل سکا اس کا اشاریہ حاضر ہے اور جو رسائل رہ گئے ہیں اس تعلق سے جملہ ناشران رسائل سے گزارش ہے کہ وہ بقیہ رسائل خدا بخش لائبریری اور القلم فاؤنڈیشن کو روانہ کریں تاکہ کتابی صورت میں شائع کرتے وقت انہیں اس میں شامل کیا جاسکے۔

| نمبر شمار | عنوان | مقالہ نگار | رسالہ، مقام | جلد و شمارہ | ماہ و سال | صفحات |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | آج ہے عنوان سخن کا کنز ایمان رضا | علامہ سید وجاہت رسول قادری | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری، مارچ ۲۰۰۹ | ۲۶-۵۵ |
| ۲ | آیت مغفرت ذنب کے ترجمہ کنزالایمان پر علامہ غلام رسول سعیدی کے محققانہ موقف کا علمی جائزہ | علامی سید شاہ حسین | معارف رضا کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری مارچ ۲۰۰۹ | ۱۴۲-۱۱۶۵۴/ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳ | اردو تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ | علامہ غلام رسول سعیدی | ماہنامہ سلطان العارفین، گوجرانوالہ | | ۱۹۷۹ | |
| ۴ | اردو تراجم کا تقابلی جائزہ | علامہ غلام رسول سعیدی | فیض الرسول، بستی | ۴(۹) | اکتوبر ۱۹۷۶ | ۱۵-۱۲ |
| ۵ | اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ | مولانا رضاءالمصطفی اعظمی | سہ ماہی، تصوف کراچی | | جنوری رمارچ ۱۹۸۹ | |
| ۶ | اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ | " | سنی دنیا، بریلی شریف | ۲/۱ (۱۳/۱۲) | نومبر دسمبر ۱۹۸۳ | ۳۰۳-۲۷ |
| ۷ | اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ | پروفیسر مجید اللہ قادری | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲ (۸/۷) | اکتوبر ردسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۸ | اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ | // | معارف رضا، کراچی | | ۱۹۷۸ | |
| ۹ | اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ | // | // | ۲۷ (۴/۲) | فروری راپریل ۲۰۰۷ | ۴۵/۲۰ |
| ۱۰ | اشاریہ کنزالایمان | عبدالستار طاہر مسعودی | معارف رضا، کراچی | ۱۰ | ۱۹۹۰ | ۲۱۳/۲۰۹ |
| ۱۱ | اصول ترجمہ قرآن | علامہ عبدالحکیم شرف قادری | ماہنامہ دلیل راہ، لاہور | | اگست ۱۹۹۱ | |
| ۱۲ | اصول ترجمہ قرآن | علامہ عبدالحکیم شرف قادری | معارف رضا، کراچی | ۲۹ (۳/۱) | جنوری رمارچ ۲۰۰۹ | ۶۵/۵۶ |
| ۱۳ | اعلیٰ حضرت اور کنزالایمان | مولانا وارث جمال یار علوی | ماہنامہ استقامت، کان پور | | مارچ ۱۹۸۱ | |
| ۱۴ | اعلیٰ حضرت کا ترجمہ آیت مغفرت ذنب اور راجح مرجوح کی بحث | مفتی سید شاہ حسین | معارف رضا، کراچی | ۲۷ (۴/۲) | فروری راپریل ۲۰۰۷ | ۵۰/۴۶ |
| ۱۵ | اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور تفسیر | علامہ محمد فیض اویسی | ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی | | مارچ ۱۹۷۴ | |
| ۱۶ | اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن دوسروں کی نظر میں | ادارہ | ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ | | مئی ۱۹۸۲ | |
| ۱۷ | اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن اور دیگر تراجم | رضاءالمصطفی اعظمی | ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی | | نومبر ردسمبر ۱۹۷۵ | |
| ۱۸ | اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن اور دیگر اردو تراجم کا تقابلی جائزہ | ابو محمد عبدالرشید قادری | معارف رضا کراچی | ۲۹ (۳/۱) | جنوری رمارچ ۲۰۰۹ | ۲۰۳/۲۰۱ |

| ۱۹ | اماحمد رضا اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ | علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی | المیزان ممبئی | | مارچ ۱۹۷۶ | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۰ | اماحمد رضا اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ | علامہ مدنی میاں اشرفی | المیزان، ممبئی | ۶(۷/۹) | اپریل/جون ۱۹۶۷ | ۱۱۳/۸۵ |
| ۲۱ | اماحمد رضا اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ | علامہ مدنی میاں اشرفی | المیزان، ممبئی | | مارچ ۱۹۷۶ | |
| ۲۲ | اماحمد رضا اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ | علامہ مدنی میاں اشرفی | ماہنامہ ترجمہ اہلسنت کراچی | | فروری ۱۹۷۶ | |
| ۲۳ | امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات | حکیم الرحمٰن رضوی | المیزان، ممبئی | ۶(۷/۹) | اپریل/جون ۱۹۷۶ | ۱۵۶/۱۵۵ |
| ۲۴ | امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات | مولانا خلیل رضوی | المیزان، ممبئی | | مارچ ۱۹۷۹ | |
| ۲۵ | امام احمد رضا اور شان الوہیت: ترجمہ قرآن کی روشنی میں | محمد اسلم پرویز | رضا بک ریویو پٹنہ | ۲(۷/۹) | اکتوبر ۲۰۰۹ | |
| ۲۶ | امام احمد رضا اور محاسن کنزالایمان | ملک محمد اعوان | ماہنامہ سنی دنیا، بریلی | | فروری ۱۹۸۳ | |
| ۲۷ | امام احمد رضا بریلی اور ان کا ترجمہ قرآن | حکیم الرحمٰن رضوی | ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی | | دسمبر ۱۹۹۲ | |
| ۲۸ | امام احمد رضا بریلی اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات | کلیم الرحمٰن رضوی | امام احمد رضا کانفرنس کراچی | | دسمبر ۱۹۸۸ | |
| ۲۹ | امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات | مولانا خلیل الرحمٰن | ماہنامہ المیزان، ممبئی | | مارچ ۱۹۷۶ | |
| ۳۰ | اماحمد رضا اور علم تفسیر | مولانا محمد حنیف رضوی | تجلیات رضا، بریلی | ۲/ | اپریل ۲۰۰۳ | ۶-۲۸ |
| ۳۱ | امام احمد رضا اور کنزالایمان فی ترجمہ القرقان | محمد جعفر صادق اعظمی | اعلی حضرت، بریلی | ۲۳(۶) | جون ۱۹۸۳ | ۱۷-۱۹ |
| ۳۲ | امام احمد رضا اور محسن کنزالایمان | ملک شیر محمد خاں اعوان | المیزان ممبئی | ۶(۷-۹) | اپریل-جون ۱۹۷۶ | ۱۱۴-۱۲۴ |
| ۳۳ | امام احمد رضا تفسیر و فتاوی | ادارہ | ہفت روزہ استقلال، لاہور | | ۸-۱۸ مارچ ۱۹۸۷ | |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۴ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن | مولانا مبین الہدیٰ | اشرفیہ مبارک پور | | اپریل ۱۹۸۳ | |
| ۳۵ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن | علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ | المیزان، ممبئی | ۶(۶) | مارچ ۱۹۷۶ | |
| ۳۶ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان | محمد نوشاد عالم حنفی | قاری، دہلی | ۴(۶) | اکتوبر ۱۹۸۷ | ۴۸-۴۵ |
| ۳۷ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان | محمد نوشاد عالم حنفی | فیض الرسول، براؤں شریف | ۱۴(۵) | جنوری ۱۹۸۷ | |
| ۳۸ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان | محمد نوشاد عالم حنفی | سنی دنیا، بریلی | ۵(۵۲) | مارچ ۱۹۸۷ | ۵۱-۴۵ |
| ۳۹ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن | مولانا مبین الہدیٰ | اشرفیہ، مبارک پور | | اپریل ۱۹۸۳ | |
| ۴۰ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن | مولانا اخلاق احمد قادری | اشرفیہ، مبارک پور | ۵(۹) | ستمبر ۱۹۸۰ | ۳۳-۳۰ |
| ۴۱ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن مجید، کنز الایمان | پروفیسر امتیاز سعید احمد | معارف رضا کراچی | (۵) | ۱۹۸۵ | ۲۰۶-۲۰۵ |
| ۴۲ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان کے خصائص | پروفیسر امتیاز سعید احمد | معارف رضا، کراچی | (۵) | اکتوبر ۱۹۸۸ | ۳۴-۳۳ |
| ۴۳ | امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن مجید کنز الایمان | پروفیسر امتیاز سعید احمد | روزنامہ جنگ راولپنڈی | | نومبر ۱۹۸۵ | |
| ۴۴ | امام احمد رضا کا ترجمہ کنز الایمان تاریخ کے آئینے میں | پروفیسر مجید اللہ قادری | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری مارچ ۲۰۰۹ | ۱۲۴-۱۱۴ |
| ۴۵ | امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں | علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ | المیزان، ممبئی | ۶(۷-۹) | اپریل-جون ۱۹۷۶ | ۱۵۴-۱۲۵ |
| ۴۶ | امام احمد رضا کا ترجمہ حقائق کی روشنی میں | محمد اسلم رضا قادری | سنی دنیا بریلی | ۲۹-(۲) | فروری ۲۰۰۹ | ۴۵-۳۹ |
| ۴۷ | امام احمد رضا کا ترجمہ مستند تفاسیر کی روشنی میں | محمد صدیق ہزاروی | ماہنامہ حجاز جدید، دہلی | ۲(۹-۱۰) | ستمبر-اکتوبر ۱۹۸۹ | ۱۱ |
| ۴۸ | امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات | کلیم الرحمٰن رضوی | امام احمد رضا کانفرنس کراچی | | ستمبر ۱۹۸۸ | |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۹ | امام احمد رضا کاشاہ کا رترجمہ قرآن کنزالایمان | غلام مصطفیٰ انجم | رضا بک ریویو پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر ۲۰۰۸ | |
| ۵۰ | مام احمد رضا کاشاہ کا رترجمہ قرآن کنزالایمان | غلام مصطفیٰ انجم | امام احمد رضا کانفرنس | | ۲۰۰۹ | ۱۴-۳۸ |
| ۵۱ | امام احمد رضا کے تفسیری افادات | عبدالمبین نعمانی | کنزلایمان، دہلی | ۳(۸) | ۲۰۰۱ | ۲۱-۱۷ |
| ۵۲ | امام احمد رضا کے قلم سے حواشی ترجمہ قرآن کی دریافت | مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی | معارف رضا کراچی | ۱۷ | ۱۹۹۷ | ۲۰-۱۹ |
| ۵۳ | امام اہلسنت اور علم تفسیر | علامہ فیض احمد اویسی | معارف رضا کراچی | ۶ | ۱۹۸۶ | ۱۶۲-۱۴۳ |
| ۵۴ | امداد الدیان فی تفسیر القرآن علی کنزالایمان | علامہ محمد حشمت علی خان، پیلی بھیت | معارف رضا کراچی | ۴ | | |
| ۵۵ | بریلی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ کا تنقیدی جائزہ | ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی | امام احمد رضا کانفرنس | | ۲۰۰۹ | ۳۱-۷۲ |
| ۵۶ | بہترین ترجمہ کے خلاف بدترین خیانت | ادارہ | رضائے مصطفیٰ ،گوجرانوالہ | | جون ۱۹۶۶ | |
| ۵۷ | بہترین ترجمہ کے خلاف بدترین سازش | ادارہ | رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ | | ستمبر ۱۹۸۲ | |
| ۵۸ | بیسویں صدی پر کنزالایمان کے اثرات | پروفیسر مجیب اللہ قادری | رضا بک ریویو | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۱ | |
| ۵۹ | بیسویں صدی پر کنزالایمان کے فکری اثرات | پروفیسر الیاس قادری | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۰۶-۸۹ |
| ۶۰ | تحقیقی جواب، کنزالایمان کے متعلق | مولانا محمد رضاء المصطفیٰ | ماہنامہ ضیائے قمر، گوجرانوالہ | | اکتوبر ۱۹۸۶ | |
| ۶۱ | تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ | پروفیسر عشرت حسین مرزا | ماہنامہ جادہ | | جنوری ۱۹۸۸ | |
| ۶۲ | تراجم قرآن کے ہجوم میں کنزالایمان | محمد وارث جمال | ماہنامہ فیض الرسول بستی | | ستمبر ۱۹۸۸ | |
| ۶۳ | تراجم قرآن کے ہجوم میں کنزالایمان | مولانا محمد وارث جمال قادری | ماہنامہ فیض الرسول بستی | | اکتوبر-نومبر ۱۹۸۸ | |
| ۶۴ | ترجمان قرآن، امام احمد رضا بریلوی | علامہ عبدالحکیم شرف قادری | ماہنامہ کنزالایمان، دہلی | ۳(۱) | نومبر ۱۹۹۹ | ۳۰-۲۹ |

| ۶۵ | ترجمہ اعلیٰ حضرت کے بارے میں غلط فہمی کا ازالہ | علامہ غلام رسول سعیدی | ماہنامہ عرفات، لاہور | ۱ | مئی-جون ۱۹۷۶ | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۶۶ | ترجمہ اعلیٰ حضرت کنزالایمان | | ماہنامہ جام نور | | اپریل ۱۹۶۹ | |
| ۶۷ | ترجمہ اعلیٰ حضرت کے تصحیح شدہ نسخے کی اشاعت | مولانا محمد عبدالمبین نعمانی | اشرفیہ، مبارکپور | | اپریل ۱۹۸۷ | ۳-۴ |
| ۶۸ | ترجمہ بسم اللہ شریف کی انفرادیت | مفتی شمشاد حسین رضوی | رضا بک ریویو پٹنہ | ۲(۷،۸) | اکتوبر-ستمبر ۲۰۰۹ | |
| ۶۹ | ترجمہ جنگ، کنزالایمان کی روشنی میں | ادارہ | رضائے مصطفیٰ. گوجرانوالہ | | جولائی ۱۹۹۲ | |
| ۷۰ | ترجمہ قرآن اور مولانا احمد رضا | رشید احمد جالندھری | معارف رضا، کراچی | ۱۴ | ۱۹۹۴ | ۴۲-۴۴ |
| ۷۱ | ترجمہ قرآن اور مولانا احمد رضا | رشید احمد جالندھری | پیغام رضا، ممبئی | | جولائی ۱۹۹۶ | ۱۸۸-۱۹۲ |
| ۷۲ | ترجمہ قرآن اور مولوی فتح محمد جالندھری | سید زین العابدین راشد | معارف رضا، کراچی | | جولائی ۲۰۰۰ | ۵-۶ |
| ۷۳ | ترجمہ قرآن کنزالایمان ایک بے مثال ترجمہ | علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ | یادگار رضا، ممبئی | | ۱۹۹۷ | ۶۱-۶۴ |
| ۷۴ | ترجمہ قرآن کا لکھا، کنزالایمان کر دیا | غلام مصطفیٰ قادری | سنی دنیا، دہلی | ۲۹(۲) | فروری ۲۰۰۹ | ۲۰-۲۴ |
| ۷۵ | ترجمہ قرآن کنزالایمان پر لکھے جانے والے مقالات پر ایک نظر | عبدالستار طاہر رضوی | ماہنامہ جہان رضا، لاہور | | فروری ۱۹۹۳ | |
| ۷۶ | ترجمہ قرآن کنزالایمان کا ادبی جائزہ | مفتی حسن منظر قدیری | سہ ماہی رفاقت پٹنہ | | جنوری-مارچ ۲۰۰۳ | |
| ۷۷ | ترجمہ کنزالایمان کا مختصر تعارف | مولانا صادق ابوداؤد | ندائے اہلسنت، لاہور | | مارچ ۱۹۹۲ | |
| ۷۸ | ترجمہ قرآن کنزالایمان کی اشاعت | مولانا عبدالمبین نعمانی | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۱ | ۱۲۵-۱۲۶ |
| ۷۹ | ترجمہ قرآن کے بعض علمی پہلو | مولانا حنیف رضوی بریلوی | رضا بک ریویو | ۲(۷-۹) | اکتوبر-ستمبر ۲۰۰۹ | |
| ۸۰ | تسہیل، کنزالایمان | علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری | معارف رضا، کراچی | | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۲۳۶-۲۴۳ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۸۱ | تصحیح کنزالایمان وقت کی اہم ضرورت | مولانا عبدالمبین نعمانی | پیغام رضا، ممبئی | ۱ | ۱۹۹۸ | ۱۹۶-۱۹۱ |
| ۸۲ | تفسیر القرآن باثار الصحابۃ والتابعین العظام | مولانا حنیف خاں رضوی | معارف رضا، کراچی | ۲۷(۲-۴) | فروری-اپریل ۲۰۰۷ | ۵۶-۵۱ |
| ۸۳ | تفسیر کنزالایمان میں احادیث نبویہ کے حوالے | مولانا محمد عابد رضا | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-ستمبر ۲۰۰۹ | |
| ۸۴ | تفسیر مغفرت ذنب | مولانا محمد فیض احمد اویسی | معارف رضا، کراچی | ۳۳ | فروری ۲۰۰۰ | ۱۲-۹ |
| ۸۵ | توضیح البیان (بین ترجمہ محمود الحسن و ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں | سلطان محمد قادری نقشبندی دریابادی | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۲۸۸-۲۶۹ |
| ۸۶ | جشن صد سالہ مبارک تجھے کنزالایمان | ندیم احمد قادری | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۸ |
| ۸۷ | چشم و چراغ خاندان برکاتیہ امام احمد رضا اور کنزالایمان | پروفیسر مسعود احمد | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۸۸ | خزائن العرفان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ | ذوالفقار علی رشیدی دیناج پور | اعلیٰ حضرت، بریلی | | جنوری- | ۲۴-۱۷ |
| ۸۹ | خزائن العرفان پر پابندی کے خلاف احتجاج | ادارہ | ماہنامہ رضائے مصطفیٰ | | اپریل ۱۹۸۲ | |
| ۹۰ | خصائص کنزالایمان | علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری | | | | |
| ۹۱ | دفاع کنزالایمان | علامہ اختر رضا ازہری میاں | ماہنامہ سنی دنیا بریلی | | فروری ۱۹۸۲ | |
| ۹۲ | دولت عشق وایمان ہے یعنی کنزالایمان | مولانا کفیل احمد ہاشمی | اعلی حجرت بریلی | ۴۷(۳) | مارچ ۲۰۰۷ | ۳۸-۳۷ |
| ۹۳ | ذنب کے ترجمہ پر اعتراض | علامہ اختر رضا ازہری میاں | سنی دنیا بریلی شریف | ۱۴(۳) | جون ۱۹۸۹ | ۱۵-۱۲ |
| ۹۴ | زبان شناس مترجم | مولانا محمد اسحاق رضوی القادری | یادگار رضا ممبئی | | ۲۰۰۹ | ۳۲-۲۳ |
| ۹۵ | زندہ کتاب کے زندہ ترجمہ کی زندہ دلی | ادارہ | ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ | | اگست ۱۹۹۰ | |
| ۹۶ | سوانح مفسر القرآن | مولانا محمد حسن علی رضوی | روزنامہ نوائے وقت، ملتان | | جنوری ۱۹۷۹ | |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۹۷ | سورۃ الضحیٰ کے تراجم میں کنز الایمان کا مقام | صابر حسین شاہ بخاری | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۹۸ | شان رسالت در ترجمہ اعلیٰ حضرت | محمد احسان الحق | ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ | | فروری ۱۹۷۸ | |
| ۹۹ | شاہ فہد کے نام مکتوب، کنز الایمان کے متعلق | خواجہ غلام حمید الدین | ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور | | جنوری ۱۹۸۳ | |
| ۱۰۰ | صاحب کنز الایمان | نذیر فریدی | ندائے اہلسنت، لاہور | | اگست ۱۹۹۱ | |
| ۱۰۱ | صد سالہ جشن کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن | ڈاکٹر مجید اللہ قادری | دوروزہ ۲۹ ویں سالانہ | | ۲۰۰۹ | ۵-۱۸ |
| ۱۰۲ | ضیائے کنز الایمان | ادارہ | ماہنامہ کنز الایمان، لاہور | | | |
| ۱۰۳ | عالم عرب میں کنز الایمان کی پذیرائی | وجاہت رسول قادری | کنز الایمان، دہلی | ۳(۱) | نومبر ۲۰۰۰ | ۴۵۴۲ |
| ۱۰۴ | عرب دنیا میں کنز الایمان کی پذیرائی | وجاہت رسول قادری | رفاقت، پٹنہ | ۴(۳-۴) | جولائی-دسمبر ۲۰۰۶ | ۳۸-۴۲ |
| ۲۰۵ | عرب دنیا میں کنز الایمان کی پذیرائی | وجاہت رسول قادری | رفاقت، پٹنہ | ۴(۲) | اپریل-جون ۲۰۰۶ | ۳۸-۴۲ |
| ۱۰۶ | عصمت انبیاء اور کنز الایمان | صدر الوریٰ قادری | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۰۷ | عظمت کنز لایمان | مولانا محمد منشا تابش قصوری | یادگار رضا ممبئی | | ۲۰۰۹ | |
| ۱۰۸ | علم تفسیر مین امام احمد رضا کا مقام | مولانا محمد حنیف رضوی بریلی | معارف رضا، کراچی | | ۲۰۰۸ | |
| ۱۰۹ | علم تفسیر مین امام احمد رضا کا مقام | مولانا محمد حنیف رضوی بریلی | معارف رضا، کراچی | ۲۵ | ۲۰۰۵ | ۱۵-۱۵۰ |
| ۱۱۰ | علم تفسیر میں امام احمد رضا کی مہارت تامہ | علامہ عبد السلام | معارف رضا، کراچی | | اپریل-جون ۲۰۰۳ | ۱۴-۲۲ |
| ۱۱۱ | علم تفسیر میں امام احمد رضا کی مہارت تامہ کے چند نمونے | علامہ عبد السلام رضوی | تجلیات رضا، بریلی | ۱ | مئی ۲۰۰۲ | ۱۲-۱۹ |
| ۱۱۲ | علم تفسیر اور امام احمد رضا | ابوزہرہ رضوی | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۱۳ | فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن | لیٰسین اختر مصباحی | اشرفیہ مبارک پور | ۵(۳) | مارچ ۱۹۸۰ | ۲۴-۳۱ |

| نمبر | عنوان | مصنف | رسالہ | شمارہ | تاریخ | صفحات |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۱۴ | فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن پاک | حامد میاں | ماہنامہ بینات، کراچی، | | ستمبر ۱۹۷۹ | |
| ۱۱۵ | | | | | | |
| ۱۱۶ | کنزالایمان اور تفہیم القرآن کا تقابلی جائزہ | مولانا صدیق ہزاروی | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ | ۸۵تا۸۸ |
| ۱۱۷ | فن تفسیر میں امام احمد رضا کی خدمات | اقبال احمد اختر القادری | معارف رضا، کراچی | ۱۹ | ۱۹۹۹ | ۲۳-۲۶ |
| ۱۱۸ | قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ | علامہ وجاہت رسول قادری | معارف رضا، کراچی | ۹ | ۱۹۸۹ | ۱۰۵-۱۲۰ |
| ۱۱۹ | قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ | علامہ وجاہت رسول قادری | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر | ۲۰۰۱ |
| ۱۲۰ | قرآن حکیم کے ترجمہ کرنے کی شرائط فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں | اشرف جہانگیر | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۶۲-۷۲ |
| ۱۲۱ | قرآن سائنس اور امام احمد رضا | ڈاکٹر مجید اللہ قادری | معارف رضا، کراچی | ۹ | ۱۹۸۹ | ۷۱-۹۸ |
| ۱۲۲ | قرآن سائنس اور امام احمد رضا | مولانا مبارک حسین مصباحی | اشرفیہ مبرک پور | | ۱۹۹۵ | ۳۸ |
| ۱۲۳ | قرآن سائنس امام احمد رضا بریلوی | لیاقت علی نیازی | کنزالایمان، لاہور | | نومبر ۱۹۹۲ | |
| ۱۲۴ | قطعات تاریخ صد سالہ تقریبات کنزالایمان | عبدالقیوم طارق سلطان پوری | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ | ۲۰-۲۴ |
| ۱۲۶ | کارنامہ ہے رضا کا کنزالایمان یادگار | مرزا فرقان احمد | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | ۲۰۰۹ | ۱۹ |
| ۱۲۷ | کتاب محاسن کنزالایمان کا ایک تجزیاتی مطالعہ | ڈاکٹر سراج احمد قادری | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۲۸ | کنزالایمان اپنے مفسرین کی نظر میں | مولانا محمد ادریس رضوی | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱۳) | مارچ ۲۰۰۹ | ۱۸۲-۱۹۰ |
| ۱۲۹ | کنزالایمان اردو زبان کا سب سے معیاری ترجمہ | مولانا یٰسین اختر مصباحی | کنزالایمان، دہلی | ۳(۸) | ۲۰۰۱ | ۳ |

| نمبر | عنوان | مصنف | رسالہ | جلد (شمارہ) | تاریخ | صفحات |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- | --- |
| ۱۳۰ | کنز الایمان اور ان کا اسلوب | مفتی محمد شمشاد رضوی | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۳،۱) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۸۴-۷۳ |
| ۱۳۱ | کنز الایمان اور اس کا اسلوب | مفتی محمد شمشاد احمد رضوی | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۸،۷) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۳۲ | کنز الایمان اور اس کی فنی حیثیت | ڈاکٹر طاہر القادری | منہاج القرآن، لاہور | | اکتوبر ۱۹۸۷ | |
| ۱۳۴ | کنز الایمان اور اسکی فنی حیثیت | علامہ طاہر القادری | نوائے وقت، لاہور | | اکتوبر ۱۹۸۷ | |
| ۱۳۵ | کنز الایمان اور اس کی فنی حیثیت | جاوید القادری | سنی دنیا، بریلی | ج۶(۵۶) | اپریل ۱۹۸۸ | ۲۳-۲۸ |
| ۱۳۶ | کنز الایمان اہل حدیث عالم کی نظر میں | سعید بن عزیز | قاری، دہلی | ۴(۲) | جون ۱۹۸۷ | ۳۲-۲۹ |
| ۱۳۷ | کنز الایمان اور اہل حدیث | سعید بن یوسف زئی | ماہنامہ المیزان ممبئی | ۱۶(۳) | دسمبر ۱۹۸۵ | ۴۱-۳۷ |
| ۱۳۸ | کنز الایمان اور تحفظ عظمت الوہیت ورسالت | نوشاد عالم چشتی | یادگار رضا، ممبئی | | ۱۹۹۵ | ۷-۵۴ |
| ۱۳۹ | کنز الایمان اور تحقیقی امور | غلام مصطفیٰ رضوی | معارف رضا، کراچی | ۲۵ | ۲۰۰۵ | ۵۱ |
| ۱۴۰ | کنز الایمان اور دگر اردو تراجم قرآن | مولانا یٰسین اختر مصباحی | حجاز، دہلی | | اکتوبر ۱۹۹۱ | ۲۷-۱۷ |
| ۱۴۱ | کنز الایمان اور دگر تراجم کا موازنہ | | ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ | | اکتوبر ۱۹۶۴ | |
| ۱۴۲ | کنز الایمان اور خدام الدین | محمد حسن رضوی | | | اگست ۱۹۸۲ | |
| ۱۴۳ | کنز الایمان اور دیوبند تراجم کا موازنہ | مولانا جلال الدین احمد امجدی | ماہنامہ پاسبان، لاہور | | دسمبر ۱۹۷۶ | |
| ۱۴۴ | کنز الایمان اور دیوبندی تراجم کا موانہ | مولانا جلال الدین احمد امجدی | ماہنامہ پاسبان، لاہور | | فروری ۱۹۸۷ | |
| ۱۴۵ | کنز الایمان اور دیوبندی تراجم کا موازنہ | مولانا جلال الدین احمد امجدی | یادگار رضا، ممبئی | | ۲۰۰۹ | ۵۴-۵۰ |
| ۱۴۶ | کنز الایمان اور دیوبندیتراجم کا موازنہ | مولانا جلال الدین احمد امجدی | ۲۹ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس | | ۲۰۰۹ | ۳۷-۳۴ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۴۷ | کنزالایمان اور صدرالشریعہ | عطاءالرحمٰن رضوی | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۷۹-۱۸۱ |
| ۱۴۸ | کنزالایمان اور عظمت توحید | مولانا یٰسین اختر مصباحی | حجاز جدید | ۵(۵) | ستمبر۱۹۹۲ | ۷-۱۱ |
| ۱۴۹ | کنزالایمان اور عظمت توحید | ؍؍ | رضا بک ریویو، پٹنہ | (۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۵۰ | کنزالایمان اور عظمت رسالت | نوشاد احمد | معارف رضا، کراچی | ۱۴ | ۱۹۹۴ | ۲۴۸۲۳۷ |
| ۱۵۱ | کنزالایمان اور معارف القرآن | مجدد اعظم اور محدث اعظم | المیزان، ممبئی | ۶(۷-۹) | اپریل-جون | ۱۵۷-۱۶۶ |
| ۱۵۲ | کنزالایمان (انگلش) | سلیم اللہ | کنزالایمان، لاہور | ۹۲ | | |
| ۱۵۳ | کنزالایمان اور معروف تراجم پر اظہار خیال | عبدالحکیم قادری | معارف رضا، کراچی | اکتوبر۲۰۰۰ | ۲۷-۲۹ | |
| ۱۵۴ | کنزالایمان ہر ارباب علم ودانش کے تاثرات | کلیم احمد قادری | افکار رضا، ممبئی | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۷ | ۴۲۰-۴۳۶ | |
| ۱۵۵ | کنزالایمان کی اشاعت اول اور صدرالافاضل کی دوراندیشی | شکیل احمد قریشی برکاتی | افکار رضا، ممبئی | ۲۳ | اپریل-جون ۲۰۰۳ | ۳-۹ |
| ۱۵۶ | کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ | مولانا اختر رضا فیضی مصباحی | افکار رضا، ممبئی | | جنوری-مارچ ۱۹۹۷ | ۹-۱۵ |
| ۱۵۷ | کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن پر اظہاخیال | علامہ عبدالحکیم شرف قادری | معارف رضا، ممبئی | | ۲۰۰۰ | ۲۷-۲۹ |
| ۱۵۸ | کنزالایمان اور ہدایت صراط مستقیم | مولانا یٰسین اختر مصباحی | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۵۹ | کنزالایمان، اہلحدیث کی نظر میں | سعید یوسف زئی | معارف رضا، کراچی | ۳ | ۱۹۸۳ | ۹۰-۹۹ |
| ۱۶۰ | کنزالایمان ایک غیر مقلد کی نظر میں | ؍؍ | اشرفیہ مبارک پور | | مئی ۱۹۸۴ | ۲۲-۲۹ |
| ۱۶۱ | کنزالایمان بہترین ترجمہ قرآن | مولانا اشرف | رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ | | مارچ ۱۹۸۶ | |

| نمبر | عنوان | مصنف | رسالہ | شمارہ | تاریخ | صفحات |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۶۲ | کنزالایمان بہترین ترجمہ قرآن | محمد رضاء المصطفیٰ | رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ | | اپریل ۱۹۸۶ | |
| ۱۶۳ | کنزالایمان پر ارباب علم ودانش کے تاثرات | کلیم احمد قادری | سالانہ ۲۹ ویں امام احمد رضا | | ۲۰۰۹ | ۵۳-۴۶ |
| ۱۶۴ | کنزلایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ | مولانا مبارک حسین مصباحی | اشرفیہ، مبارک پور | | اکتوبر ۱۹۹۲ | ۲۹-۲۳ |
| ۱۶۵ | کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ | مفتی آل مصطفیٰ مصباحی | اشرفیہ، بارک پور | ایک تا تین ہے | ۲۰۰۴ | ۲۲-۱۲ |
| ۱۶۶ | کنزالایمان پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ | آفتاب عالم رحمان پوری | اعلیٰ حضرت، بریلی | | اپریل ۱۹۹۸ | |
| ۱۶۷ | کنزالایمان پر اعتراضات لا تحقیقی جائزہ | تبسم شاہ بخاری | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ | ۳۲۵-۲۹۳ |
| ۱۶۸ | کنزلایمان پر اعتراضات کا علمی جائزہ سورۃ البروج کی آیت کے حوالے سے | ابوالحسن واحد رضوی | معارف رضا کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۲۹۲-۲۸۹ |
| ۱۶۹ | کنزالایمان پر پابندی اور ایک اہلحدیث | محمد اکرام رضوی | کنزالایمان، لاہور | | جولائی ۱۹۹۱ | |
| ۱۷۰ | کنزالایمان پر پابندی کیوں؟ | محمد احمد | ماہنامہ ترجمان اہلسنت | | اکتوبر ۱۹۸۵ | |
| ۱۷۱ | کنزالایمان پر پابندی کیوں؟ | نسیم محمود | ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی | | جون ۱۹۸۲ | |
| ۱۷۲ | کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ | اختر فیضی مصباحی | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۷۳ | کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ (دو قسط) | اختر حسین فیضی | معارف رضا، کراچی | ۱۷-۱۸ | ۱۹۹۷-۱۹۹۸ | ۳۳-۲۷، ۱۳۰- |
| ۱۷۴ | کنزالایمان پر پابندی کیوں؟ | محمد مسعود احمد | مشمولہ، اجالا، کراچی | | ۱۹۸۳ | |
| ۱۷۵ | کنزالایمان پر پابندی کیوں؟ ایک تنقیدی جائزہ | مولانا محمد ولی اللہ قادری | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۷۶ | کنزالایمان پر تنقید کا تحقیقی جائزہ | مولانا محمد مرتضیٰ رضوی مصباحی | اعلیٰ حضرت، بریلی | | ستمبر ۱۹۸۹ | ۵۵-۵۳ |
| ۱۷۷ | کنزالایمان پس اور پیش منظر | مولانا غلام مصطفیٰ رضوی | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۳۶-۱۲۷ |

| ۱۷۸ | کنزالایمان تحقیق و تدقیق کے آئینے میں | غلام مصطفیٰ رضوی | یادگار رضا، ممبئی | | ۲۰۰۹ | ۱۵-۵ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۷۹ | کنزالایمان تفاسیر کی روشنی میں (دوقسط) | مولانا عبداللہ خاں عزیزی | اعلیٰ حضرت، بریلی | | نومبر-دسمبر ۱۹۹۱ | ۲۶-۳۳،۳۳-۵۸ |
| ۱۸۰ | کنزالایمان تقدس الوہیت اور عظمت رسالت کا پاسبان | پروفیسر سید اسد محمود کاظمی | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۹۱-۱۹۷ |
| ۱۸۱ | کنزالایمان حقائق کی روشنی میں | شمس الحق دیناجپور | اعلیٰ حضرت، بریلی | ۲۴(۵) | مئی ۱۹۸۴ | ۲۸-۲۳ |
| ۱۸۲ | کنزالایمان رضا | علامہ سید وجاہت رسول قادری | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۴-۱۶ |
| ۱۸۳ | کنزالایمان رضا | مولانا شہزاد مجددی | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۷ |
| ۱۸۴ | کنزالایمان سے پابندی اٹھانے کا مطالبہ | حکیم ہاشمی | الاعتصام، لاہور | | اکتوبر ۱۹۸۵ | |
| ۱۸۵ | کنزالایمان، ضرورت وافادیت | محمد شمشاد رضوی | یادگار رضا، ممبئی | | ۲۰۰۹ | ۳۳-۴۵ |
| ۱۸۹ | کنزالایمان، ضرورت وافادیت | ،، | ۲۹ ویں سالانہ امام احمد رضا | | ۲۰۰۹ | ۵۵-۶۵ |
| ۱۹۰ | کنزالایمان علم ودانش کی نظر میں | عبدالستار طاہر | معارف رضا | ۹ | ۱۹۸۹ | ۱۲۱-۱۴۰ |
| ۱۹۱ | کنزالایمان غیروں کی نظر میں | شمشاد حسین | رضا بک ریویو، پٹنہ | (۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۹۲ | کنزالایمان فکرو لی للہی کا سچا ترجمان | غلام یحییٰ انجم | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | ۲۰۰۹ | ۱۶۵-۱۷۸ |
| ۱۹۳ | کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن اور الفاظ کا حسن انتخاب | عبدالسلام رضوی | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۱۹۴ | کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن | ملک شیر محمد اعوان | سنی دنیا، بریلی | | فروری ۱۹۸۳ | |
| ۱۹۵ | کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، گنجینۂ عرفان | محمد نعیم اختر نقشبندی قادری | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۹۸-۲۰۰ |
| ۱۹۶ | کنزلایمان کا ادبی ولسانی جائزہ | ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی | یادگار رضا، ممبئی | | ۲۰۰۹ | ۱۶-۲۲ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۹۷ | کنزالایمان کا ادبی اور لسانی جائزہ | ,, | معارف رضا، کراچی | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۳۱-۲۳۷ |
| ۱۹۸ | کنزالایمان کا اردو تراجم میں مقام | ڈاکٹر محمد طاہر القادری | ,, | ۵ | ۱۹۸۵ | ۴۶-۳۴ |
| ۱۹۹ | کنزالایمان کا چترالی زبان میں ترجمہ | محمد چشتی پیر | ,, | | ۲۰۰۷ | ۱۹ |
| ۲۰۰ | کنزالایمان کا مطالعہ تین رخ سے | علامہ ارشد القادری | حجاز جدید، دہلی | ۴(۹) | نومبر ۱۹۹۱ | ۹۱-۱۱ |
| ۲۰۱ | کنزالایمان کا مطالعہ تین رخ سے | ,, | کنزالایمان، دہلی | | ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۲ | |
| ۲۰۲ | کنزالایمان کانفرنس کی مکمل روئیداد | محمد رضوان یونس | کنزالایمن، لاہور | | اپریل ۱۹۹۱ | |
| ۲۰۳ | کنزالایمان کی ادبی جھلکیاں | محمد مسعود احمد | معارف رضا، کراچی | | ۱۹۹۲ | ۴۰-۲۸ |
| ۲۰۴ | کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات | ڈاکٹر مجید اللہ قادری | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دومبر ۲۰۰۹ | |
| ۲۰۵ | کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات | ,, | معارف رضا، کراچی | ۲۴ | ۲۰۰۴ | ۲۹-۱۰ |
| ۲۰۶ | کنزالایمان کی تاریخی حیثیت کا جائزہ | ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی | ,, | ۲۹(۱-۳) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۱۳-۱۰۷ |
| ۲۰۷ | کنزالایمان کی تکمیل اور اشاعت اول | ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی | سنی دنیا، بریلی | ۲۹(۲) | فروری ۲۰۰۹ | ۱۴ |
| ۲۰۸ | کنزالایمان کی خصوصیات | مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی | امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس، کراچی | | ۱۹۹۲ | |
| ۲۰۹ | کنزالایمان کی صداقت پر مخالفین کی شہادت | ادارہ | ماہنامہ رضاء مصطفیٰ، گوجرانوالہ | | اکتوبر ۱۹۸۶ | ۲ |
| ۲۱۰ | کنزالایمان کے خاص سائنسی پہلو | ڈاکٹر مجید اللہ قادری | رضا بک ریویو، پٹنہ | | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۲۱۱ | کنزالایمان کے خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب | عبد الستار خان نیازی | جہان رضا، لاہور | ۳(۱-۳) | اپریل ۱۹۹۴ | |
| ۲۱۲ | کنزالایمان کے خلاف ہرزہ سرائی | مولانا محمد صدیق ہزاروی | رضائے مصطفیٰ، گوجر نوالہ | نومبر ۱۹۸۵ | | |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۱۳ | کنزالایمان کے علمی امتیازات (دو قسط) | مولانا صدرالوریٰ مصباحی | اشرفیہ، مبارکپور | ۱۳(۴-۵) | اپریل-مئی ۲۰۰۷ | ۲۶-۲۸ |
| ۲۱۴ | کنزالایمان کے علمی امتیازات | // | ماہنامہ معارف رضا | ۲۷(۶) | جون ۲۰۰۷ | ۳۵-۴۴ |
| ۲۱۵ | کنزالایمان کے ایک علمی تجربہ کا جائزہ | فضل الرحمٰن مصباحی | // | ۱۶ | ۱۹۹۶ | ۵۵-۶۰ |
| ۲۱۶ | کنزالایمان کے علمی امتیازات فکر واستدلال کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ | مولانا صدرالوریٰ مصباحی | رضا بک ریویو، پٹنہ | ۲(۷-۸) | اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ | |
| ۲۱۷ | کنزالایمان کو عام کرنے کی ضرورت | محمد آصف عطاری مدنی | ۲۹ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس | | ۲۰۰۹ | ۶۷-۷۲ |
| ۲۱۸ | کنزالایمان میں انشاء پردازی کی خصوصیات | ڈاکٹر غلام غوث قادری | معارف رضا، کراچی | ۲۸(۱-۳) | ۲۰۰۸ | ۳۳-۴۵ |
| ۲۱۹ | کنزالایمان میں عظمت رسول کا احترام | مولانا لیٰسین اختر مصباحی | حجاز جدید، نئی دہلی | ۴(۱۰) | ۱۹۹۱ | ۶-۱۰ |
| ۲۲۰ | کنزالایمان میں محاوروں کی بہار | ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی | معارف رضا، کراچی | ۲۶(۲) | جون ۲۰۰۶ | |
| ۲۲۱ | کنزالایمان میں محاوروں کی بہار | // | اعلیٰ حضرت، بریلی | ۴۹(۳) | ۲۰۰۹ | ۱۵-۲۱ |
| ۲۲۲ | کنزالایمان میں سائنسی مصطلحات | ڈاکٹر مجید اللہ قادری | معارف رضا، کراچی | | ۲۰۰۲ | |
| ۲۲۳ | کنزالایمان میں ہندی اور علاقائی بولیوں کا استعمال | ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی | سنی دنیا، بریلی | ۲۹(۲) | فروری ۲۰۰۰ | ۱۵-۱۸ |
| ۲۲۴ | کنزالایمان وخزائن العرفان | فضل الرحمٰن ندوی | معارف رضا، کراچی | ۱۴ | ۱۹۹۴ | ۳۹-۴۱ |
| ۲۲۵ | کنزالایمان ،ھدایت کا نشان | | رضائے مصطفیٰ ،گوجرانوالہ | | دسمبر ۱۹۸۰ | |
| ۲۲۶ | محاسن کنزالایمان (قسط پانچ) | ملک شیر محمد خان اعوان | کنزالایمان، لاہور | ۱(۹) | نومبر ۱۹۹۱-فروری ۱۹۹۲ | ۱۱-۱۳ |
| ۲۲۷ | مدارج العرفان فی مناہج کنزالایمان | علامہ محمد چشتی | معارف رضا، کراچی | | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۲۰۳-۲۶۸ |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۲۸ | مغفرت ذنب | محمد رضان | رر | ۲۹(۳۲۱) | جنوری-مارچ ۲۰۰۹ | ۱۵۵-۱۶۴ |
| ۲۲۹ | موازنہ تراجم قرآن پاک | حاجی نواب الدین | لاہور | | مارچ ۱۹۸۱ | |
| ۲۳۰ | مولانا احمد رضا اور ان کا ترجمہ قرآن | علامہ عبدالحکیم شرف قادری | معارف رضا، کراچی | ۱۶) | ۱۹۹۶ | ۴۸-۸۴ |
| ۲۳۱ | مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن پر پابندی کی مزمت | عبدالستار خاں نیازی | جنگ، کراچی | ۱ | اکتوبر ۱۹۹۲ | |
| ۲۳۲ | النبی الامی کا ترجمہ کون ساشایان شان ہے | ادارہ | ماہنامہ رضا مصطفیٰ | | جولائی ۱۹۸۵ | |
| ۲۳۳ | نشان راہ ترجمہ قرآن اعلیٰ حضرت احمد رضا | ادارہ | ماہنامہ عرفات | | اپریل ۱۹۷۰ | |

---

## باب دوازدہم

# تراجم کنزالایمان کے نقوش

سورۃ الانفطار

سورۃ التطفیف

حضرت صدرالشریعہ کے ھاتھ کا لکھا کنزالایمان کا قلمی نسخہ

# تفسیر الحسنات

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کے بامحاورہ ترجمۂ قرآن

1

کنزالایمان

کے تناظر میں اردو میں عام فہم لفظی ترجمہ

تفسیر حقی سے

# نورالایمان

علامہ مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری

مکتبہ قادریہ

# القرآن الكريم

سنڌي ترجمه

## كنز الايمان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

و

## خزائن العرفان

حضرت صدرالافاضل

سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ

سنڌيڪار

مفتي محمد رحيم سڪندري

جامعه راشديه پير جو ڳوٺ (ڪنگري)

ناشر

ضیاء القرآن پبلیکیشنز
گنج بخش روڈ لاہور

# القرآن الکریم

# DE HEILIGE QORAAN

ARABISCH - NEDERLANDS

عربی متن معہ ڈچ ترجمہ

از افادات کنز الایمان

از:۔ امام اہلسنت مجدد ملت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی

ڈچ مترجم:۔ مولانا غلام رسول اللہ دین قادری سروری

چشتی صابری قدوسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# القرآن الکریم

# THE HOLY QUR'ĀN

## KANZUL IMAN

(The Treasure of Faith)
(Urdu)
By
The Scholar of the Century
His Eminence
**Maulana Shah Ahmad Raza Khan**

Rendered into English
By
**Prof. Syed Shah Faridul Haque**

Published By

WIM

**WORLD ISLAMIC MISSION**
**PAKISTAN (TRUST)**

Room No. 502-503, 5th Floor, Uni Shopping Centre,
Shahrah-e-Iraq, Saddar, Karachi-74400, Pakistan.
Tel : (+92-21) 5676400-5219537 Fax : (+92-21) 5682521
E-mail : wim@inet.com.pk E-mail : wimpt@hotmail.com

# HOLY

URDU TRANSLATION
BY
Imam Ahmad Raza Khan Brailavi

Renderd Into Modern English
By
Dr. Hanif Akhtar Fatmi Qadri Naushahi

Barrister-at-Law, Professor, London University
Formerly Professor Karachi University, Riyyad University and
Kuwait University

—— PUBLISHERS ——

Quran Company Press Lahore Pakistan

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

Allah in the name of, the Most Affectionate, the Merciful

| | |
|---|---|
| 1. All praise unto Allah, Lord of all the worlds. | اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ(۱) |
| 2. The most Affectionate, the Merciful. | الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ(۲) |
| 3. Master of the Day of Requital. | مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ(۳) |
| 4. We worship You alone, and beg you alone for help. | اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ(۴) |
| 5. Guide us in the straight path. | اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ(۵) |
| 6. The path of those whom You have favoured. | صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ |
| 7. Not of those who have earned Your anger and not of those who have gone astray. | غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۠(۷) |

قرآن کریم

An English Translation of the

# HOLY QU'RAN

# THE TREASURE OF FAITH

Rendered into English by
Aqib Farid Qadri.

Based on "Kanz-ul-Imaan"
(Urdu Translation of Holy Qu'ran by the 14th
Century's Reviver of Islam, A'la Hazrat Imam
Ahmed Raza Khan - Rehmatullah alayh)



Published & Distributed by
SUNNI NOORIE MASJID
DARUL ULOOM RAZA E MUSTAFA
15, HILL ROAD, OPP. [illegible],
NEAR MEHBOOB STUDIO, BANDRA (WEST), MUMBAI - 400 050 INDIA
TEL: (91-22) [illegible] FAX: (91-22) [illegible]
E-MAIL: [illegible] Web: [illegible]

Printed by. Razvi Kitab Ghar Delhi-6 Ph.: 011-23264524

المجمع الاسلامی مبارکپور

آیاتها ٧ (١) سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ (٥) رکوعها ١

## AL FATIHAH (THE OPENING)

*(Revealed once at Mecca and once at Medinah - contains 7 verses)*

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

**Allah - beginning with the name of - the Most Gracious, the Most Merciful**

[Fatihah 1:1] All praise is to Allah, the Lord Of The Creation

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

[Fatihah 1:2] The Most Gracious, the Most Merciful

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

[Fatihah 1:3] Owner of the Day of Recompense

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

[Fatihah 1:4] You alone we worship and from You alone we seek help (*and may we always*).

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

[Fatihah 1:5] Guide us on the Straight Path

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

[Fatihah 1:6] The path of those whom You have favoured -

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

[Fatihah 1:7] Not the path of those who earned Your anger - nor of those who are astray *(Amen - So be it)*

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

# क़ुरआन मजीद

## कंज़ुल ईमान फ़ी तर्जुमतिल क़ुरआन

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा
क़ादरी मुहद्दिस बरेलवी क़ुद्देस सिर्रहु

**तफ़सीर ख़ज़ाइनुल इरफ़ान**

सदरुल अफ़ाज़िल मौलाना सैय्यद
मोहम्मद नईमुद्दीन मुरादाबादी
अलैहिर्रहमा

**हिन्दी अनुवादक**

मुफ़्ती अब्दुल क़दीर साहब
मुहतमिम जामिया अरबिया, नागपुर


रज़वी किताब घर
425, मटिया महल, जामा मस्जिद, दिल्ली-110006
फ़ोन: 011-23264524

क़ुरआन शरीफ़
का हिन्दी भाषा में अनुवाद
(व्याख्या सहित)

# कलामे इलाही



अनुवादक
मौलाना नोमान रज़ा ख़ाँ
बरेलवी

# कलामुर - रहमान

हिन्दी में कुरआने मजीद

# कन्ज़ुल ईमान

अरबी मत्न, अनुवाद व तफ़सीर

उर्दू अनुवाद : आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा ख़ाँ
मुहद्दिसे बरेलवी रहमतुल्लाहि तआला अलैह

तफ़सीर : हज़रत मौलाना मुहम्मद नईमुद्दीन साहब
सदरुल अफ़ाज़िल रहमतुल्लाहि तआला अलैह

हिन्दी रूपान्तर : सैयद शाह आले रसूल हसनैन मियाँ नज़्मी
सज्जादानशीन, ख़ानक़ाहे बरकातिया,
मारेहरा शरीफ़.


प्रकाशक:

**बरकाती पब्लिशर्स**

मिलने के पते :

फ़ारूक़िया बुक डिपो  ४२२, मटिया महल, जामा मसजिद, दहली, ११०००६.

रज़ा अकेडमी  ५२, कामबेकर स्ट्रीट, मुंबई - ४००००३.

كنزالايمان و خزائن العرفان

তরজমা-ই-ক্বোরআন

# কান্‌যুল ঈমান

কৃত

আ'লা হযরত ইমামে আহলে সুন্নাত
মাওলানা শাহ্ মুহাম্মদ আহমদ রেযা খান বেরলভী
রাহ্‌মাতুল্লাহি আলায়হি

তাফসীর (হাশিয়া)

# খাযাইনুল ইরফান

কৃত

সদরুল আফাযিল মাওলানা সৈয়দ মুহাম্মদ নঈম উদ্দীন মুরাদাবাদী
রাহ্‌মাতুল্লাহি আলায়হি

বঙ্গানুবাদ

আলহাজ্ব মাওলানা মুহাম্মদ আবদুল মান্নান

প্রকাশনায়
CHISTIA MARKAZ
DARGAH SULTANUL HIND, ATAI RASUL
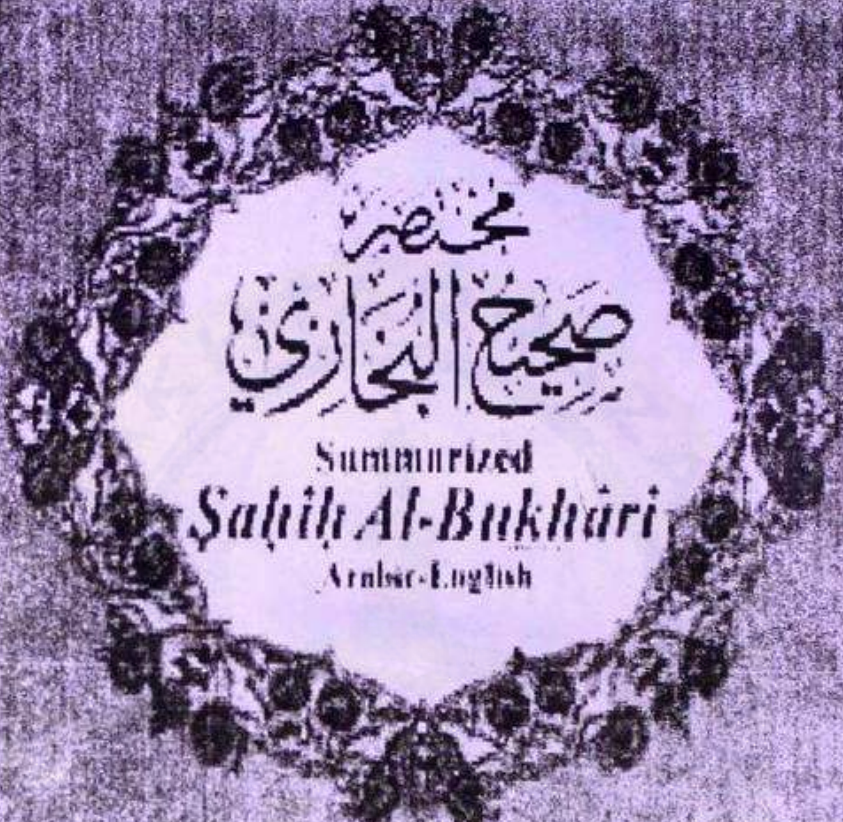
تنزیل من رب العالمین
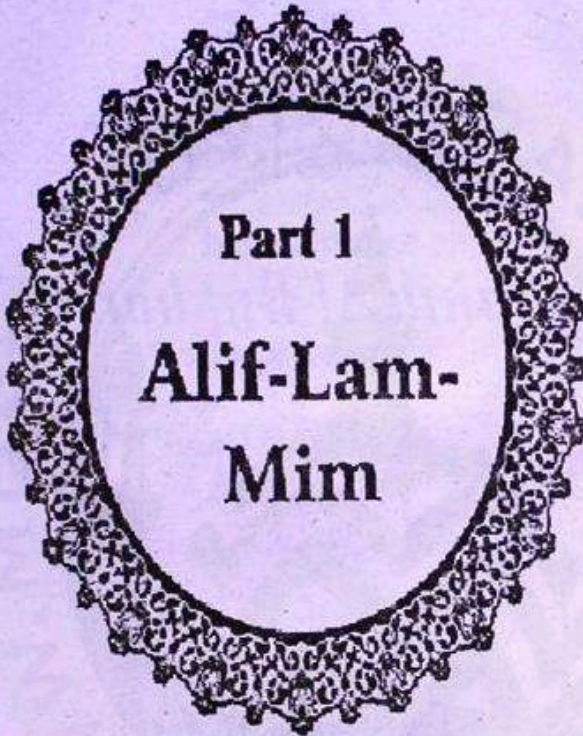
Part 1

# Alif-Lam-Mim

*Translation by*
**Abdullah Yusuf Ali**

ISBN 81-7231-640-2

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ

القرآن

# THE HOLY QUR'AN

*An English Translation from*
"KANZUL IMAN"
*The Urdu Translation by*
IMAM AHMED "RAZA KHAN"
*Text Translation by*
PROF. SHAH FARIDUL HAQUE

**FARID BOOK DEPOT Pvt. Ltd.**
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph.: 3265406, 3289786 Fax : 3279998

## اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

مذہب حقہ کی پہچان اور جماعت اہل سنت کی شان ہیں

**ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے**

ہم رحمت عالم ٹرسٹ کے جملہ افراد رضا اکیڈمی ممبئی اور القلم فاؤنڈیشن پٹنہ کو رضا بک ریویو کے

## کنز الایمان نمبر

کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتے ہیں.

**(الحاج) غلام معین الدین رضوی**

رحمت عالم ٹرسٹ

ہزاری باغ، جھارکھنڈ

9430391280

رضویات گراں قدر علمی خدمات انجام دینے والے ادارے

**رضا اکیڈمی ممبئی اور القلم فاؤنڈیشن پٹنہ**

کی مشترکہ کاوش سے

**رضا بک ریویو**

کے

**کنز الایمان نمبر**

کی اشاعت پر پر خلوص مبارکباد

(مفتی) عابد حسین رضوی

**المجمع القادری**

مدرسہ فیض العلوم

دھتکیڈیہ، جمشید پور

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے

جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

## اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

کا ترجمہ قرآن تقدیس الوہیت اور عظمت رسول کا پاسبان ہے

**ازہری ٹور اینڈ ٹراویلس**

کی طرف سے

# کنز الایمان نمبر

**نکالنے پر رضا بک ریویو کے سارے کارکنان کو ہدیہ تبریک**

**(الحاج) عبد المصطفےٰ رضوی**

ازہری ٹور اینڈ ٹراویلس

شطرنجی پورہ ناگپور

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی
کی تعلیمات اتحاد ملی کی ضمانت ھیں
ٹکڑوں میں بٹتی ہوئی ملت کو

# اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی

کی تعلیمات سے آشنا کرانا آج دین کی سب سے بڑی خدمت ہے
اس خدمت پر مامور تمام ادارے اور افراد کو میری طرف سے پرخلوص

# مبارکباد


## الحاج سید الیاس الدین

جمشید پور، جھارکھنڈ
موبائل: 09835381914